ازالۃ الخفاء
عن خلافۃ الخلفاء
حضرت علامہ
شاہ ولی اللہ
محدث دہلوی
محمد سعید اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب
قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی
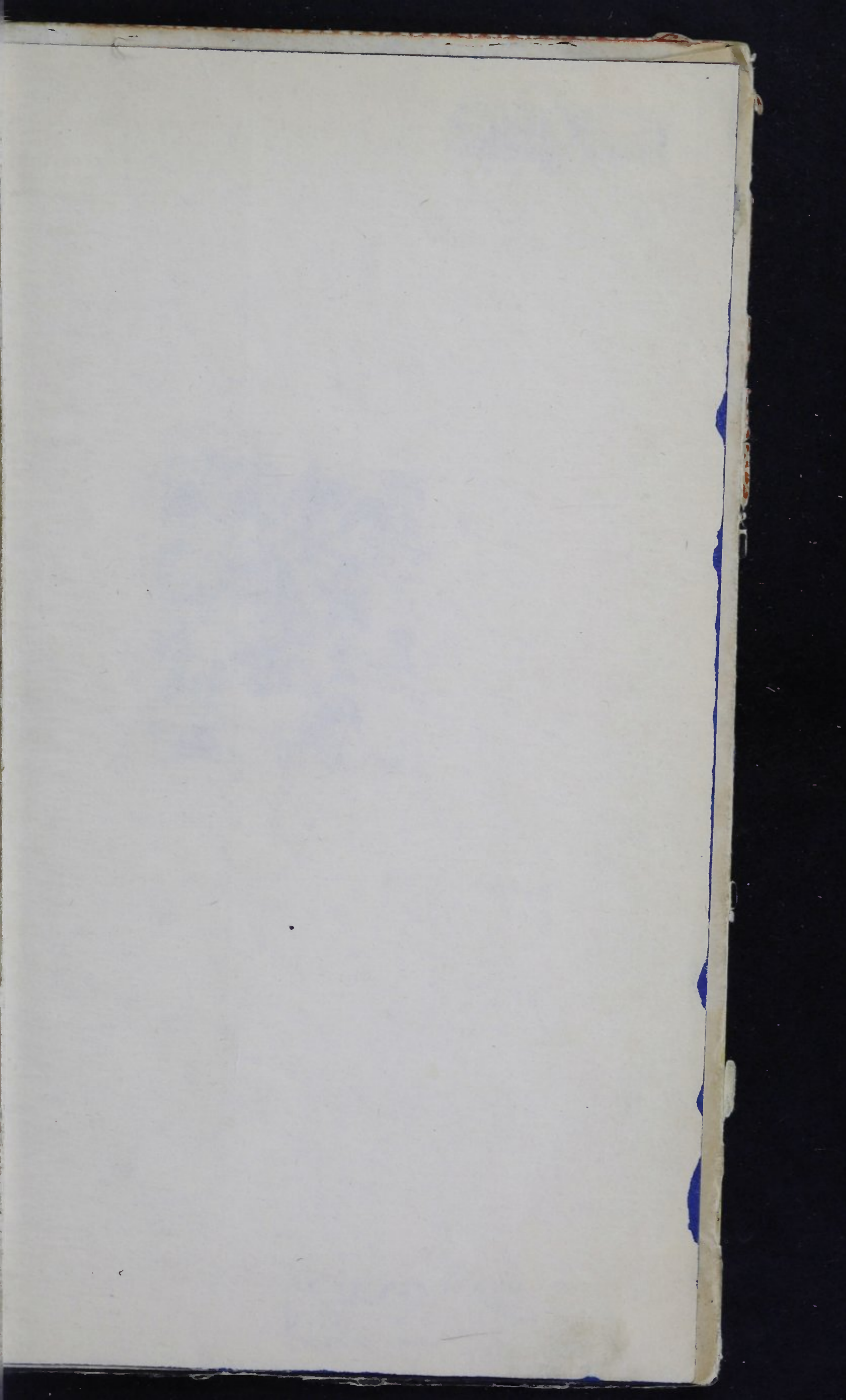
قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

ازالۃ الخفاء

عَنْ خِلَافَةِ الْخُلَفَاءِ

مقصد اوّل

مصنفہ:- سیدنا الامام حجۃ الاسلام "حضرت شاہ ولی اللہ" محدّث دھلوی رح

ترجمہ:- حضرت مولانا عبدالشکور صاحب

حضرت مولانا انشاء اللہ صاحب

تزیین:- مولانا حامد الرحمٰن صاحب کاندھلوی،

محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب

قرآن محل، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی

عرض ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ علمی حلقوں میں ایسے اصحاب بہت کم ہوں گے جو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام اور اُن کے کام سے ناواقف ہوں۔ آپؒ کا اسمِ گرامی محتاجِ تعارف نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہؒ دورۂ آخر کے امام اور بارہویں صدی کے مجددِ اعظم اور حدیث مجددیت "ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علیٰ رأس کل سنۃ من یجدد لھا دینھا" (ابوداؤد) کے سچے مصداق تھے اور:-

(۱) ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء (جس کا اردو ترجمہ دو۲ ضخیم جلدوں میں ہدیۂ ناظرین ہے) آپؒ کی وہ مایۂ ناز تصنیف ہے، جو اپنے موضوع پر غالباً پہلی اور یقیناً اس وقت تک آخری کتاب ہے۔

(۲) تمام کتاب وجد آفرین، ولولہ انگیز، علمی اور ذوقی نکات سے لبریز ہے۔ جس کا اندازہ کتاب پڑھنے ہی سے ہو سکتا ہے۔ کوئی شخص بھی جو اس کتاب کے مقصد اور مصنف کے مسلک سے اختلاف رکھتا ہے اگر انصاف کے ساتھ اس کتاب کے اکثر حصہ کے مطالعہ کی زحمت گوارہ کرے، تو اس کو خلفائے راشدینؓ کی عظمت و بزرگی کا قائل ہو جانا پڑے گا۔

(۳) اس کتاب کی یہ تنہا خصوصیت ہے کہ اسمیں خلفاء راشدینؓ کی خلافت کا اثبات پورے قرآنجید سے کیا گیا ہے۔

(۴) اس کتاب میں بتایا گیا ہے کہ اسلام میں صحابہ کرامؓ کا کیا مقام ہے، ان کے فضائل و مناقب کیا ہیں۔

(۵) خلافت خاصہ اور خلافت عامہ کی تشریح ایک نئے اور اچھوتے انداز میں پیش کی گئی ہے۔ حکومت الٰہیہ کی تفصیل دلکش انداز میں بیان کی گئی ہے۔

(۶) ان سب باتوں کے علاوہ اس کتاب کی ایک بڑی اور بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نہ صرف خلفائے راشدینؓ کی سیرت اور تاریخ بلکہ اسلام کی دینی و مذہبی تاریخ اور لمحہ بلمحہ انقلاب و تغیر کا ابھرا ہوا خاکہ بھی موجود ہے۔

عرصہ سے یہ کتاب نایاب ہے...... ۱۲۸۶ھ میں ریاست بھوپال کے مدار المہام (جمال الدین خاں صاحب مرحومؒ) کے زیرِ اہتمام بتصحیح تحشیہ مولوی محمد احسن صدیقی نانوتوی مطبع صدیقی بریلی میں چھپی تھی۔ لیکن آج

اُس زمانے کے نسخے باستثنار چند کہیں کہیں دیکھنے میں آتے ہیں۔
خدا کا فضل و کرم ہے کہ اب ہم اس بے مثال کتاب کا اُردو ترجمہ ہدیۂ ناظرین کر رہے ہیں۔ جو اس وقت کی خاص اور اہم ضرورت ہے نیز بلحاظِ حالات اُردو زبان کی درستگی کے ساتھ التزام کیا ہے کہ شاہ صاحبؒ کے مفہوم سے عبارت کسی بھی جگہ ہٹنے نہ پائے۔ مختصراً یوں سمجھیے کہ ہماری امکانی کوششیں حسن ترتیب اور صحت میں صرف کردی گئی ہیں۔ اب اس کو قبولیت عام دینا صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے۔
ناظرین کرام سے استدعا ہے کہ وہ اس خاکسار اور اس کے لواحقین کو اپنی دعواتِ صالحات میں یاد رکھیں۔ وما علینا الا البلاغ!
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ○ والصلوٰۃ و سلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین ○ برحمتك یا ارحم الراحمین ○

والسلام
محمد سعید عفی عنہ

فہرست مضامین

مقصد اوّل

سیّدنا الامام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

الحمد للہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

لیس علی اللہ بمستنکر　　ان یجمع العالم فی واحد

(ترجمہ) خدا کی قدرت سے یہ کیا بعید ہے　　کہ تمام عالم ایک فرد میں سما جائے

قانون فطرت کے نکتہ شناس جانتے ہیں کہ فضائل انسانی بیشمار ہیں، اور ہر فضیلت کا اپنا الگ معیار ہے۔ ہو سکتا ہے کہ ایک فرد صرف کسی خاص فضیلت کے لحاظ سے اپنا نظیر اور ثانی نہ رکھتا ہو لیکن دیگر فضیلتوں میں سے اُسے کچھ بھی حصہ نہ ملا ہو۔ مثلاً ارسطو حکیم تھا لیکن کشورستان نہ تھا۔ بڑے بڑے کمالات ایک طرف چھوٹی چھوٹی فضیلتیں بھی ایک شخص میں مشکل سے جمع ہوتی ہیں بہت سے نامور گذرے ہیں جو بہادر تھے لیکن پاکیزہ اخلاق نہ تھے۔ بہت پاکیزہ اخلاق تھے لیکن صاحب تدبیر نہ تھے۔ بہت سے دونوں کے جامع تھے، لیکن علم وفضل سے بے بہرہ تھے۔ شاہ صاحبؒ کا سب سے بڑا امتیازی کمال یہی ہے کہ تمام فضائل کے یکہ وتنہا جامع تھے۔ اور اُن کے اندر یہ تمام حیثیتیں صلف کا دیر سے نمایاں تھیں یہ حضرت شاہ صاحبؒ کی یہی جامعیت اور ہمہ گیری ہے جس نے نہ صرف علماءِ ہند بلکہ دنیائے اسلام کے علماء میں ممتاز کر دیا ہے۔ آپکی مثال اُس "چراغ ھدایت" جیسی ہے جس کی ضیاء پاشی تمام عالم کو یکساں منور بنا رہی ہے۔[1] اسلام کے جس فن کے بھی اعاظم رجال کی تاریخ لکھی جائیگی حضرت شاہ صاحبؒ کا تذکرہ اسمیں خاص امتیاز کیساتھ کرنا مصنف کا فرض ہوگا جس میں کوتاہی اس کی ناقابلیت یا تصنیفی بددیانتی سمجھی جائے گی۔

وہ تنہا مفسر بھی تھے، محدث بھی تھے، فقیہہ بھی تھے، متکلم بھی تھے، سلوک وتصوف کے امام بھی تھے، واقف حقائق واسرار الٰہی بھی تھے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ اُمت کے حالات سے پورے باخبر و نبض شناس اور ملت کے صحیح رہنما، اور سچے خادم تھے۔ اسلام کی صحیح تصویر اور آنیوالے دور کی سچی تمثال ان کے پیش نظر تھی۔ آپؒ بارہویں صدی کی مجدد اور حدیث "ان اللہ یبعث لھٰذہ الامۃ علیٰ رأس مأۃ کل سنۃ من یجدد لھا دینھا" (ابو داؤد) کے سچے مصداق تھے۔ آپؒ کی ذات میں یہ تمام حیثیتیں جلوہ گر تھیں، اور آپؒ تنہا ان کے "جامع" تھے۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا　　(اقبال مرحومؒ)

نواب صدیق حسن مرحوم (والیٔ بھوپال) لکھتے ہیں کہ: "اگر وجود او در صدر اول و در زمانہ ماضی می بود امام الائمہ و تاج المجتہدین شمردہ مے شد" (انتہی کلامہ)

یعنی "اگر آپؒ پہلے زمانہ میں پیدا ہوئے ہوتے تو آپؒ کو اماموں کا امام اور مجتہدین میں باعثِ فخر سمجھا جاتا" مولانا شبلیؒ

[1] اور جس کی روشنی دو صدیاں گزر جانے پر آج بھی مسلمانوں کی رہنمائی کے لیے بالکل کافی ہو سکتی ہے۔ ۱۲

نے سچ کہا: "ابن تیمیہ اور ابن رشد کے بعد بلکہ خود انہی کے زمانہ میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل شروع ہوا تھا اس کے لحاظ سے یہ اُمید نہ رہی تھی کہ پھر کوئی صاحبِ دل و دماغ پیدا ہوگا لیکن قدرت کو اپنی نیرنگیوں کا تماشا دکھانا تھا کہ اخیر زمانہ میں جبکہ اسلام کا نفس بازپسین تھا، "شاہ ولی اللہ" جیسا نامور شخص پیدا ہوا جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی، رازی ابن رشد کے کارنامے بھی ماند پڑ گئے۔" (تاریخ علم الکلام)

فاروق اعظمؓ کی جامعیت کا نقشہ خود حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے ازالۃ الخفاء میں بایں الفاظ کھینچا ہے:-

"سینۂ فاروق اعظمؓ را بمنزلۂ خانہ تصور کن کہ درہائے مختلفہ دارد و در ہر درے صاحبِ کمالے نشستہ در یک در مثلاً سکندر ذوالقرنین باآں ہمہ سلیقہ ملک گیری وجہاں ستانی وجمع جیوش۔ برہم زدن جنود اعداء ودر دیگر نوشیروانے باآں ہمہ رفق ولین ورعیت پروری ودادگستری اگرچہ ذکر نوشیرواں درمبحث فضائل حضرت فاروق سوء ادب است ودر دیگر امام ابوحنیفہؒ یا امام مالکؒ باآں ہمہ قیام بعلم فتاویٰ واحکام ودر دیگر مرشدے مثل سیدی عبدالقادر یا خواجہ بہاءالدین قدس سرہما، ودر دیگر محدثے بروزن ابوہریرہؓ وابن عمرؓ ودر دیگر قاری ہم سنگ نافع یا عاصم ودر دیگر حکیمے مانند مولانا جلال الدین رومی یا شیخ فریدالدین عطار"۔

(ازالۃ الخفاء ج۲ ص۲۱۶ مطبوعہ مطبع صدیقی بریلی)

اگر غور کیا جائے تو یہی عبارت معمولی تغیر کے ساتھ خود حضرت شاہ صاحبؒ پر منطبق ہو جاتی ہے۔ حضرت شاہ محمد عاشق صاحب پھلتی جو حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور جنکو شاہ عبدالعزیزؒ کی بھی اُستادی کا فخر حاصل ہے (عجالہ نافعہ) اور جن کا ذکر خود شاہ صاحبؒ نے حجۃ اللہ البالغہ کے دیباچہ میں نہایت بلند الفاظ میں فرمایا ہے۔ بلکہ اس جلیل القدر کتاب کی تصنیف کا باعث اور محرک انہی کے بے پناہ اصرار کو بتلایا ہے اور ایک موقعہ پر خود انہی کو مخاطب کر کے ان کے ساتھ اپنی خصوصیت کا اظہار ان بلند کلمات میں فرمایا ہے:-

میرے علمی افادات۔ کے اس سلسلہ کا آغاز بھی تم ہی سے ہوا ہے، اور تم ہی پر اس کا انجام بھی ہوگا۔ اور ربِّ معبود کی قسم تم ہی ان معارف کے سب سے زیادہ مستحق اور اہل ہو۔ (مقدمہ خیر کثیر ص۱۶)

ظاہر ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے علمی و عرفانی مقام کا پہچاننے والا اور آپؒ کی تصانیف جن علوم و معارف پر حاوی ہیں اُنکی کُنہ اور حقیقت کا جاننے والا ان شاہ محمد عاشق صاحبؒ سے زیادہ اور کون ہو سکتا ہے؟ انہوں نے شاہ صاحب کو جس روشنی میں دیکھا اور آپ کو جو کچھ سمجھا وہ انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔ شاہ صاحبؒ کی کتاب "خیر کثیر" پر جو مقدمہ اُنہوں نے فارسی میں لکھا ہے، اس میں ارقام فرماتے ہیں:-

"بر سالکانِ طریقت وطالبانِ حقیقت پوشیدہ نہ ماند کہ چوں حق سبحانہٗ وتعالیٰ فردے کامل برائے مظہریت علوم واسرار کامنہ خویش اصطفا میفرماید وآنرا بمنزلۂ جارحہ خود ساختہ بزبان وے تکلم مے نماید۔ پس ظہور آں علوم واسرار وے نہ بر قاعدۂ علوم رسمیہ کسبیہ میباشد کہ عقل آنرا اوّلاً در تحت قاعدہ ضبط نمودہ بعد ازاں مربوط و مضبوط بروئے کار آرد۔ بلکہ آں اسرار کہ در عرش مقدمہ وے ودیعت نہادند وظہور آں ارادہ فرمودہ علی حسب الواردات والتقریبات بروز میفرماید" الیٰ ان قال۔

ودریں زمان مایں مقام اسنی ذات، مجمع آیات، مطلع فیض وانوار، منبع علوم واسرار، مخزن کنوز و کمالات

وراثت محمدیہ، معدن نقود رموز دصایت احمدیہ، مجدد قواعد شریعت، مقنن قوانین طریقت، مبین غوامض معرفت محقق دقائق حقیقت اعظم المحدثین، ولی العصر لسان اللہ قطب الدین احمد، ابو الفیض شیخ ولی اللہ است مد اللہ ظلال ارشادہ علی العالمین الیٰ یوم الدین۔ کما ہو ثابت عند اہل المعرفۃ والیقین۔ الخ۔

(ماخوذ از الفرقان، شاہ ولی اللہ نمبر ص ۴۱۲، بحوالہ مقدمہ خیر کثیر ص ۱۴ و ۱۵)

حقیقت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ رح کی حیرت انگیز فقید النظر کوششوں کی جو جھلک ان کے کارناموں میں بکھری ہوئی ہے، اور ہمیں تاریخ کے اوراق میں نظر آتی ہے ان میں ہر ایک بجائے خود ایک ایسا مستقل موضوع ہے کہ ایک کیا اگر علماء کی کوئی جماعت بھی ان سے عہدہ برآء ہونا چاہتی، تو جتنی کامیابی حضرت شاہ صاحب رح کو ان میں سے ہر ایک شعبہ میں ہوئی ہے کسی ایک شعبہ میں بھی اتنا کامیاب ہونا آسان نہیں تھا۔ انہوں نے قرآنی آیات کی جن مشکلات کو حل کیا ہی قرآن فہمی کے متعلق جن کلیات کی انہوں نے خود تاسیس فرمائی ہے۔ حدیث وفقہ کے باہمی تعلقات کو صحیح تاریخی وثائق کی روشنی میں جس طرح انہوں نے حل فرمایا ہے، پھر خصوصیت کے ساتھ علم اسرار دین کے سلسلہ میں حدیث اور فقہ کی تقریباً تمام ابواب میں جن حقائق ورموز کو انہوں نے بے نقاب کیا ہے اس باب میں واقعہ یہ ہے کہ انکے دعوی کی کوئی تردید نہیں کر سکتا۔

"کہ حدیث کے اسرار اور اسلامی احکام وقوانین کی مصلحتیں اور ترغیبات کی حکمت اور وہ ساری باتیں جو پیغمبر خدا اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور جن کی تعلیم آپ نے دی ہے ان سب کے رموز واسرار کا بیان کرنا در اصل ایک مستقل فن ہے۔ اس فقیر سے پہلے جتنی پختہ بات میں نے کہی ہے کسی سے بن نہ آیا۔ اس فن کی بلندی مقام کے باوجود اگر کسی کو میرے بیان میں شبہ ہو تو چاہیے کہ کتاب "قواعد" کو دیکھے۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام رح نے اس میں کیا کچھ کوشش نہیں فرمائی ہے؟ مگر اس فن کے عشر عشیر تک ان کی رسائی نہ ہو سکی"۔

(انفاس ص ۱۹۶) (الفرقان شاہ ولی اللہ رح نمبر صفحہ ۲۲۳)

اسی طرح فن معارف وحقائق اور تصوف کے متعلق جن تحقیقی مباحث تک شاہ پہنچے ہیں، نیز اہل سنت والجماعت کے عقائد کی تشریح اور تطبیق منقول بر معقول کے سلسلہ میں انہوں نے جو خدمتیں انجام دی ہیں جیسا کہ خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

"قدماء اہل سنت کے عقائد کو دلائل وبراہین کی روشنی میں جس طرح ثابت کیا گیا ہے اور معقولیوں کے خس و خاشاک سے جیسا انکو پاک کیا ہی اور ایسے طریقہ سے ان کی بنیاد قائم کی ہے کہ اب بحث ومباحثہ کی انمیں گنجائش باقی نہیں رہی"۔

ماسوا اس کے انہوں نے قرآنی نصوص اور ارشادات نبوی کی روشنی میں دو مستقل فن جو ایجاد کیے ہیں جن کی تعبیر ان ہی کے الفاظ میں یہ ہے یعنی ایک تو علم کمالات اربعہ یعنی ابداع وخلق وتدبیر وتدلی بایں عرض وطول۔ اور دوسرا علم انہی کی اصطلاح میں۔ علم استعداد نفوس انسانیہ بجمیعہا وکمال ومآل ہر کسے۔ شاہ صاحب رح کا ان دونوں علوم کے متعلق دعویٰ ہے، اور بجا دعویٰ ہے کہ ـــ "ایں ہر دو علم جلیل اند کہ پیش ازیں فقیر کسے بر گرد آں نہ گشتہ"۔

نیز شاہ صاحب رح نے علم کلام اور تصوف کے نظری حصہ کے مباحث کو مخلوط کر کے ایک نیا فلسفہ تیار کیا اور ایسا فلسفہ جس کو فلسفہ قرار دینا میرے خیال میں اس کی تحقیر ہے۔ کیونکہ اس باب میں ان کی سب سے بڑی خصوصیت یہی ہے کہ کسی ایسی چیز کو اسلامی کلام اور اسلامی تصوف میں وہ دیکھنا نہیں چاہتے جس کی تائید قرآن وحدیث اور آثار صحابہ رض وسلف صالح کی شہادتوں سے نہ ہوتی ہو۔ خود فرماتے ہیں کہ اس قسم کے تمام مسائل

میں حق تعالیٰ نے ان کو اس بات کی توفیق دی کہ کتاب و سنت و آثار صحابہ رض سے اس کی بنیادوں کو مستحکم کریں۔ نیز وہ علم دین جو آنحضرت صلعم سے منقول ہے اور دین میں باہر سے جو چیزیں داخل ہو گئی ہیں، ان میں تمیز کا سلیقہ اور یہ کہ ان میں کونسی باتیں تعبدی ہیں کون کون سی چیز سنت ہے اور اسلام کے مختلف فرقوں نے کن نئی بدعتوں کو شریک کیا۔ ان تمام امور کا انکشاف جیسا شاہ صاحب رح نے کیا شاید ہی کسی نے کیا ہو)

الغرض اس قسم کے مختلف الاطراف والجوانب مباحث مہمہ کو انہوں نے اپنی چھوٹی بڑی کتابوں اور رسالوں میں جو جمع کیا ہے جن کی تعداد حیات ولی کے مصنف نے (۵۱) بتائی ہے۔ اگرچہ یہ بھی لکھ دیا ہے۔ "آپ کی تالیفات کے سلسلہ میں اور بھی بہت سی کتابیں ہیں جو قدیم کتب خانوں میں موجود ہیں۔ مگر ہم نے صرف انہی کتابوں کا ذکر کیا ہے جو مطبوع ہو کر شرق سے غرب تک نہایت وقعت کے ساتھ مشہور ہو چکی ہیں۔"

شاہ صاحب رح کے طرزِ انشاء میں نبوت کی جھلک:۔

صرف یہی نہیں کہ شاہ صاحب رح کی توجہ اپنی ان کتابوں میں محض معنی پر رہی ہے بلکہ عربی زبان میں انہوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں ان میں ایک خاص قسم کی انشاء کی جو اُن کا مخصوص اسلوب ہے، پابندی کی ہے۔ شاہ صاحب رح نے عربی انشاء و ادب کا جو نیا قالب تیار کیا ہے میں (مولانا گیلانی مرحوم رح) نہیں جانتا کہ آغاز اسلام سے اس وقت تک کسی اسلامی علاقہ کے ارباب تصنیف نے اس کو اختیار کیا ہو۔ شاہ صاحب رح کے اس "اسلوب بدایع" کی کیا خصوصیتیں ہیں۔ اس کے لیے بھی مستقلاً ایک مضمون کی ضرورت ہے لیکن مختصر لفظوں میں شاید یہ کہا جا سکتا ہے، کہ شاہ ولی اللہ رح پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اپنی عبارتوں میں زیادہ تر صاحب جوامع الکلم النبی الخاتم صلعم کے طرز گفتگو کی پیروی کی ہے حتی الوسع وہ اس کی کوشش کرتے ہیں کہ اپنے مدعا کا اظہار ان ہی لغات اور ان ہی محاوروں میں کریں جو لسان نبوت م اور زبان رسالت م سے خاص تعلق رکھتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس میں خدا تعالیٰ نے ان کو خاص مہارت عطا فرمائی ہے۔ ان سے پہلے تو کسی کو عبارت کے اس ڈھنگ کی طرف توجہ ہی نہیں ہوئی لیکن ان کے بعد بھی اس کی تقلید آسان نہیں ہے۔ حدیث کے بعد ان کی عبارت میں قرآنی طرزِ تکلم کا بھی اثر ہے لیکن قرآن سے زیادہ وہ اس باب میں حدیث ہی کے متبع نظر آتے ہیں اور اسی چیز نے ان کی کتابوں کے رنگ کو عربی زبان کے تمام دوسرے مصنفین سے ممتاز کر دیا ہے۔ فارسی میں اگرچہ شاہ صاحب رح نے کم لکھا ہے لیکن جو کچھ ہے کم از کم اس میں ان علماء کے لیے درس عبرت ہے، جو اپنے زمانہ کی عام طریقۂ انشاء و کتابت میں لکھنے پڑھنے کو اپنی علمی شان سے ایک گری ہوئی بات خیال کرتے ہیں شاہ ولی اللہ رح اور شاہ عبد العزیز رح کی کتابوں کو پڑھیے اور اس زمانہ کے بڑے بڑے ارباب انشاء کی کتابوں کا بھی مطالعہ کیجیے۔ مشکل ہی سے ان حضرات کی عبارات ان سے دب سکتی ہیں۔ (ماخوذ ملخص از الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر۔ بریلی حال لکھنو) بات اندازے سے بڑھ گئی، "سوانح" اور کسی مستقل تذکرہ کی اس مختصر تعارف میں گنجائش نہیں ــــ ناظرین کی سہولت کے لیے ہم حضرت شاہ صاحب رح کی خود نوشت "سوانح حیات" کا اردو ترجمہ پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی تصنیفات پر نہایت اختصار کے ساتھ تبصرہ کریں گے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

سلسلہ نسب: حضرت شاہ صاحب کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی طرف سے امیر المؤمنین سیدنا عمر بن الخطابؓ تک پہنچتا ہے۔ اور والدہ محترمہ کی جانب سے امام موسیٰ کاظم سے جا ملتا ہے۔ آپ نے "امداد فی مآثر الاجداد" میں اپنا سلسلۂ نسب خود اس طرح بیان فرمایا ہے:۔

"فقیر ولی اللہ بن الشیخ عبد الرحیم ابن الشہید وجیہ الدین بن معظم بن منصور بن محمد بن قوام الدین عرف قاضی قازن بن قاضی قاسم بن قاضی کبیر الدین عرف قاضی بدہ بن عبد الملک بن قطب الدین بن کمال الدین بن شمس الدین مفتی، بن شیر ملک بن محمد عطا ملک بن ابوالفتح ملک بن محمد عمر حاکم ملک بن عادل ملک بن فاروق بن جرجیس بن احمد بن محمد شہریار بن عثمان بن ہامان بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم اجمعین۔"

آباؤ اجداد: ٹھیک طور سے معلوم نہیں ہو سکا کہ شاہ صاحب کے اجداد نے سرزمین عرب کب اور کیوں چھوڑی لیکن اوپر کے نسب نامے میں ہمایوں، جرجیس، محمد شہریار، جیسے ناموں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم سے پانچ چھ پشتوں کے بعد ہی غالباً یہ خاندان عجم کو اپنا وطن بنا چکا تھا۔ اگرچہ شاہ صاحب کے ان اجداد میں متعدد ہستیاں خاص شہرت کی مالک اور اپنی مستقل تاریخ رکھنے والی ہیں، مگر یہاں عدم گنجائش کی وجہ سے صرف آپ کے دادا شاہ وجیہ الدین شہید سے سلسلۂ کلام شروع کرتے ہیں۔

آپ کے دادا شاہ وجیہ الدینؒ: شاہ وجیہ الدین شہید سلطان غازی اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی فوج میں ایک نامور مجاہد تھے اور اپنے مجاہدانہ و شجاعانہ کارناموں ہی کی وجہ سے خاص شرف و امتیاز رکھتے تھے جنگ برادران میں سلطان غازی کی طرف سے وہ بڑی بہادری سے لڑتے تھے۔ اور مرہٹوں سے جہاد ہی کیلئے وہ دکن جا رہے تھے (یا بقول بعض وہاں سے واپس آرہے تھے) کہ راستہ ہی میں ایک گروہ سے مقابلہ ہو گیا۔ اور اسی میں شہید ہو گئے۔ "حیات ولی" کے مصنف مولوی رحیم بخش صاحب نے آپ کا مفصل تذکرہ لکھا ہے۔ یہاں ہم عدم گنجائش کی وجہ سے ان کے تعارف میں صرف شاہ صاحبؒ ہی کے ایک مختصر بلیغ فقرہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ مآثر اجداد میں ارقام فرماتے ہیں:۔

"شاہ وجیہ الدینؒ بکمال تقوی و شجاعت بودند"

والد ماجد شاہ عبد الرحیم: شاہ صاحب کے والد ماجد شاہ عبد الرحیم تھے۔ انہوں نے تلوار چھوڑ کر کتاب سنبھالی ۱۰۵۴ھ میں پیدا ہوئے۔ تعلیم کچھ گھر پر پائی کچھ اکبر آباد میں مرزا محمد زاہد ہروی سے۔ فراغ تعلیم کے بعد آپ نے مہندیوں کے نزدیک مدرسہ "رحیمیہ" قائم کر کے وہاں درس و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ آپ کا شمار اپنے زمانہ کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ آپ اس کمیٹی کے رکن بھی تھے جو عہد عالمگیری میں "فتاویٰ عالمگیری" کی تدوین و ترتیب کے لئے مقرر ہوئی۔ خود شاہ صاحبؒ نے بیان فرمایا ہے کہ میں نے ایک شخص بھی ایسا نہیں دیکھا جو عام علوم میں عموماً اور فقہ و حدیث میں خصوصاً ان کی طرح تبحر رکھتا ہو۔"

سنہ ۱۱۳۱ھ میں وفات پائی۔

شاہ صاحبؒ کی خود نوشت "سوانح حیات" "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف" کا اردو ترجمہ:

"بتاریخ ۴ شوال ۱۱۱۴ھ چہارشنبہ کے دن طلوع آفتاب کے وقت یہ فقیر پیدا ہوا۔ تاریخی نام عظیم الدین نکالا گیا۔ خود شاہ صاحب سے منقول ہے کہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مقامی بشارت کی بنا پر آپ کا نام قطب الدین بھی رکھا گیا تھا۔ (انفاس،) ولادت سے پہلے خود والدین ماجدین اور چند صلحاء نے میرے بارے میں بہت سے بشارتی خواب دیکھے۔ جن کو بعض دوستوں نے مستقل رسالہ القول الجلی میں بھی جمع کر دیا ہے۔"

عمر کے پانچویں سال مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ ساتویں سال والد ماجد نے نماز روزہ شروع کرایا اور اسی سال "رسم سنت" عمل میں آئی۔ اور جیسا کہ یاد رہ گیا ہے اسی ساتویں سال میں قرآن پاک ختم ہوا اور فارسی تعلیم شروع ہوئی۔ یہاں تک کہ دسویں سال ملا جامی پڑھ لی اور مطالعہ کتب کی استعداد پیدا ہو گئی۔ چودھویں ہی برس میں شادی کی صورت پیدا ہو گئی اور والد ماجد نے اس معاملہ میں انتہائی عجلت سے کام لیا۔ اور جب سسرال والوں نے والد ماجد کے تقاضوں کے جواب میں سامان شادی تیار نہ ہونے کا عذر کیا تو آپ نے ان کو لکھ بھیجا کہ میری یہ جلد بازی بے وجہ نہیں ہے بلکہ اس میں کوئی راز ہے۔ لہذا یہ مبارک کام بلا تاخیر ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ والد بزرگوار کے اصرار سے اسی سال یعنی عمر کے چودھویں ہی برس میں شادی ہو گئی۔ اور وہ راز بعد میں اس طرح ظاہر ہوا کہ نکاح سے تھوڑے ہی دن بعد میری خوش دامن کا انتقال ہو گیا۔ اس سے چند ہی دنوں بعد میری اہلیہ کے نانا نے وفات پائی۔ پھر چند ہی دنوں میں عم بزرگوار شیخ ابو الرضاء کے صاحبزادے شیخ فخر عالم نے رحلت فرمائی اور یہ صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ میرے بڑے بھائی شیخ صلاح الدین کی والدہ ماجدہ نے داغ مفارقت دیا۔ ان صدمات کے ساتھ ہی والد ماجد پر ضعف اور مختلف قسم کے امراض کا غلبہ ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ کی وفات کا سانحہ عظیم بھی پیش آ گیا۔ ان حوادث کے پیہم گذر جانے پر معلوم ہوا کہ شادی کے متعلق والد ماجد کی عجلت فرمائی میں کیا راز تھا۔ درحقیقت اگر اس وقت یہ کام اس عجلت سے انجام نہ پاتا تو ان حوادث کی وجہ سے پھر مدتوں بھی اس کا موقعہ نہ آ سکتا تھا۔ شادی سے ایک سال بعد پندرہ سال کی عمر میں والد ماجد کے ہاتھ پر میں نے بیعت کی۔ اور مشائخ صوفیہ بالخصوص حضرات نقشبندیہ کے اشغال میں لگ گیا اور توجہ و تلقین اور آداب طریقت کی تعلیم و خرقہ پوشی کی جہت سے میں نے اپنی نسبت کو درست کیا۔ اسی سال بیضاوی کا ایک حصہ پڑھ کر گویا ان دیار کے مروجہ نصاب تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ والد ماجد نے اس تقریب میں بڑے پیمانہ پر خواص و عوام کی دعوت کی اور مجھے درس کی اجازت دی۔ جن علوم و فنون کا درس اس ملک میں مروج ہے ان میں سے ذیل کی کتابیں میں نے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ حدیث میں پوری مشکوٰۃ شریف۔ سوائے کتاب البیوع سے کتاب الآداب تک کے تھوڑے سے حصہ کے اور بخاری شریف کتاب الطہارۃ تک اور شمائل ترمذی کامل۔ تفسیر میں تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک کا ایک حصہ۔ اور حق تعالیٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت مجھ پر یہ ہوئی کہ کامل غور و فکر اور مختلف تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ والد ماجد کے درس قرآن میں مجھے حاضری کی توفیق ملی۔ اور اس طرح کئی بار میں نے حضرت سے متن قرآن پڑھا اور یہی میرے حق میں فتح عظیم کا باعث ہوا۔

والحمد للہ علی ذالک۔

علم فقہ میں شرح وقایہ اور ہدایہ پوری پڑھیں اور اصول فقہ میں حسامی اور توضیح و تلویح کا کافی حصہ اور منطق میں شرح شمسیہ پوری اور شرح مطالعہ کا کچھ حصہ اور کلام میں شرح عقائد مع حاشیہ خیالی اور شرح مواقف کا بھی ایک حصہ اور سلوک

وتصوف میں عوارف ورسائل نقشبندیہ اور علم الحقائق میں شرح رباعیات مولانا جامی لوائح، مقدمہ شرح لمعات اور مقدمہ نقد النصوص اور فن خواص اسماء وآیات میں والد ماجد کا خاص مجموعہ اور طب میں موجز اور فلسفہ میں شرح ہدایت الحکمت وغیرہ. اور نحو میں کافیہ اور اس کی شرح از ملا جامی، اور علم معانی میں مطول اور مختصر المعانی اس قدر جتنے پر ملا زادہ کا حاشیہ ہے۔ اور ہیئت وحساب میں بھی بعض رسائل پڑھے۔

اور الحمد للہ کہ اسی تحصیل کے زمانہ میں ہر فن سے خاص نسبت پیدا ہوگئی اور اس کے خاص مسائل اور اہم مباحث میرے ذہن کی گرفت میں آگئے۔

میری عمر کے سترہویں سال والد ماجد مریض ہوئے اور اسی مرض میں واصل برحمت حق ہوگئے اور اس مرض وفات ہی میں مجھے بیعت وارشاد کی اجازت فرمائی اور اس اجازت میں کلمہ مبارکہ "ید ہ کید ی" (اس کا ہاتھ گویا میرا ہاتھ ہی ہے) مکرر ارشاد فرمایا. خدا تعالیٰ کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ حضرت والد ماجد جب تک رہے، اس فقیر سے بے حد راضی رہے۔ اور وہ اسی رضامندی کی حالت میں اس دنیا سے تشریف لے گئے. حضرت والد کو جیسی توجہ میرے حال پر رہی ایسی ہر باپ کو اپنے بیٹوں کے ساتھ نہیں ہوتی ہیں نہ کوئی باپ کوئی استاد اور کوئی مرشد ایسا نہیں دیکھا جو اپنی اولاد یا اپنے کسی شاگرد یا مرید کی طرف اس قدر شفقت اور توجہ رکھتا ہو جو حضرت والد ماجد کو میرے ساتھ تھی۔

اللهم اغفر لی ولوالدی وارحمهما کما ربیانی صغیرا وجازهما بکل شفقة ونعمة منهما علی مأة الف اضعافها أنك قريب مجيب۔

پھر حضرت کی وفات کے بعد بارہ سال تک کتب دینیہ اور معقولات کے درس میں اشتغال رہا اور ہر علم وفن میں غور کرنے کا موقعہ ملا۔ اور مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کی اصول فقہ کی کتابوں اور ان احادیث کے غائر مطالعہ کے بعد جن سے وہ حضرات اپنے مسائل میں استنباط فرماتے ہیں نور غیبی کی مدد سے فقہاء محدثین کا طریقہ دل نشین ہوا. غرض والد ماجد کی وفات سے بارہ[۱۲] برس اس طرح گزرنے کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا اور آخر ۱۱۴۳ھ میں یہ فقیر حج سے مشرف ہوا اور ۱۱۴۴ھ میں مکہ معظمہ ومدینہ منورہ کی مجاورت اور شیخ ابو طاہر قدس سرہ ودیگر مشائخ حرمین شریفین سے اخذ روایت حدیث کی سعادت حاصل ہوئی۔ مدینہ منورہ کے دوران قیام میں روضہ مقدسہ سرور دو عالم میری توجہ کا خاص مرکز رہا. اور الحمد للہ کہ مجھ فقیر پر اس قدسی دربار سے فیوض وبرکات کی بے پایاں بارش ہوئی۔ نیز اس سفر مبارک میں حرمین شریفین اور عالم اسلامی کے بہت سے علماء کرام کے ساتھ خوب رنگین صحبتوں کا موقعہ ملا. حضرت شیخ ابو طاہر مدنی قدس سرہ کی طرف سے تمام طرق صوفیہ کا جامع خرقہ بھی اسی بابرکت سفر میں عنایت ہوا. پھر ۱۱۴۴ھ کے آخر میں حج سے مکرر مشرف ہو کر اوائل ۱۱۴۵ھ میں وطن مالوف کی طرف واپسی ہوئی اور بتاریخ ۱۴ رجب ۱۱۴۵ھ ٹھیک جمعہ کے دن بفضلہ تعالیٰ صحیح وسلامت وطن مالوف دہلی پہنچ گیا. بہ تعمیل ارشاد "واما بنعمة ربك فحدث" بعض خاص الخاص انعامات الٰہیہ کا بھی تذکرہ کرتا ہوں حق تعالیٰ کا عظیم ترین انعام اس ضعیف بندہ پر یہ ہے کہ اس کو خلعت "فاتحیہ" بخشا گیا ہے اور اس آخری دورہ کا افتتاح اس سے کرایا گیا ہے اس سلسلہ میں جو کام مجھ سے لئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ فقہ میں جو مرضی ہے، اس کو جمع کیا گیا اور فقہ وحدیث کی از سر نو بنیاد رکھ کر اس فن کی پوری عمارت تیار کی گئی اور آں حضرت صلعم کے تمام احکام وترغیبات بلکہ تمامی تعلیمات کے اسرار ومصالح کو اس طرح منضبط کیا گیا کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے یہ کام اس طرح نہیں کیا تھا، نیز

سلوک کا وہ طریقہ جس میں حقتعالیٰ کی مرضی ہے اور جو اس دور میں کامیاب ہو سکتا ہے مجھے اس کا الہام فرمایا۔ اور میں نے اس طریق کو اپنے دو رسالوں "لمعات" اور "الطاف القدس" میں قلم بند کر دیا ہے۔ ایک کام مجھ سے یہ لیا گیا کہ متقدمین اہل سنت کے عقائد کو میں نے دلائل و براہین سے ثابت کیا۔ اور معقولیین کے شکوک و شبہات کے خس و خاشاک سے ان کو قطعی پاک کر دیا۔ اور ان کی تقریر بحمد اللہ ایسی کی جس کے بعد کسی بحث کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں کمالات اربعہ، ابداع، خلق، تدبیر، اور تدلی کی حقیقت اور نفوس انسانیہ کی استعدادات کا علم مجھے عطا فرمایا گیا۔ اور یہ دونوں علم ایسے ہیں کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے ان کے کوچہ میں قدم ہی نہیں رکھا۔ اور حکمت عملی کہ اس دورہ کی صلاح و فلاح اسی سے وابستہ ہے مجھے بھرپور دی گئی۔ اور کتاب و سنت و آثار صحابہ سے اس کی تطبیق و تفصیل کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔ اس سب کے سوا مجھے وہ ملکہ عطا فرمایا گیا جس کے ذریعہ سے میں یہ تمیز کر سکتا ہوں کہ دین کی اصل تعلیم جو فی الحقیقت آں حضرت صلعم کی لائی ہوئی ہے وہ کیا ہے۔ اور وہ کون کون باتیں ہیں جو بعد میں اس میں ٹھونسی گئی ہیں یا جو کسی بدعت پسند فرقہ کی تحریف کا نتیجہ ہیں۔

اپنے یہ حالات اور حق تعالیٰ کے یہ انعامات بیان فرمانے کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ اپنی اس تحریر کو ان الفاظ پر ختم کرتے ہیں:۔

ولو أن لي في كل منبت شعرة لسانا لما استوفيت واجب حمده والحمد لله رب العالمين	اگر میرے ہر بال کی جگہ زبان جو ہر وقت معروف حمد الٰہی رہے تو بھی حقتعالیٰ کی حمد کا جو حق مجھ پر ہے وہ ادا نہیں ہو سکتا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

آپ کی تصانیف کا اجمالی تعارف

(۱) حجۃ اللہ البالغۃ:۔ مختصراً یہ سمجھ لیجئے کہ شاہ صاحب کی یہ مایۂ ناز تصنیف آں حضرت صلعم کے ان معجزات میں سے ہے جو آں حضرت کی وفات کے بعد آپ کے امتیوں کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور جن سے اپنے وقت میں رسول اللہ کا اعجاز نمایاں اور اللہ کی حجت تمام ہوئی، بارھویں صدی کے کچھ بعد ہندوستان اور تمام اسلامی ممالک میں عقلیت کا جو دور شروع ہونے والا تھا اور احکام و شرائع کے اسرار و مصالح کی جستجو کا جو عام ذوق پیدا ہونے والا تھا اس کا بھی اقتضا تھا کہ اس دور کے شروع ہونے سے پہلے بارھویں صدی کے امام کے قلم سے ایسی کتاب لکھوا دی جائے چنانچہ شاہ صاحبؒ نے خود حجۃ اللہ کے دیباچہ میں ان غیبی اشارات اور بشارتوں کا ذکر کیا ہے جو اس خیال کی محرک ہوئیں اور جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کام میں کس قدر غیبی تحریک و تائید شامل تھی۔

(۲) "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" [۱]

یہ شاہ صاحب کی دوسری معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ اور اپنی بہت سی خصوصیات کی بنا پر اپنے موضوع پر غالباً پہلی اور یقیناً اس وقت تک آخری کتاب ہے۔ تمام کتاب وجد آفریں، ولولہ انگیز، علمی اور ذوقی نکات سے لبریز ہے جس کا پورا اندازہ پوری کتاب پڑھنے سے ہوتا ہے۔ کوئی شخص بھی جو اس کتاب کے مقصد اور مصنف کے مسلک سے اختلاف رکھتا ہے اگر انصاف

[۱] ازالہ اور حجۃ اللہ پر نقد و تبصرہ زیادہ تر مولانا ابوالحسن علی ندوی کے مقالہ سے ماخوذ ہے۔ بقیہ کتابوں کا تعارف بھی ایک حد تک مولانا محمد منظور نعمانی مدیر الفرقان لکھنؤ کے رشحات قلم ہیں۔ اور یہ اس وجہ ہو کہ جو باتیں حقیر کے ذہن میں تھی وہ ان حضرات کے قلم سے اور زیادہ ہو گئی۔

کے ساتھ اس کتاب کے اکثر حصہ کے مطالعہ کی زحمت گوارا کرے تو اس کو خلفار کی عظمت کا قائل ہو جانا پڑے گا۔

اس کتاب کی خصوصیات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) اسلام میں صحابہ کرام کا مقام، ان کے فضائل، ان کے حقوق، اور اس کے متعلق مباحث پر بے نظیر گفتگو اور افادات۔

(۲) خلفار راشدین کی خلافت کا ثبوت قرآن مجید سے اس کتاب کی بہترین بحثوں میں سے ہے جو نکات وحقائق سے لبریز ہے۔ خصوصاً آیت تمکین، آیت استخلاف، آیت اذن قتال، آیت احزاب، آیات محمد، آیت یریدون لیطفؤا نور اللہ، آیت تشوبی (ازالۃ ص۲۳۱) آیت اومن کان میتا (ص۱۷۸) کی جیسی تفسیر کی ہے اور اس کے ضمن میں قلم سے جو نکات ومعارف نکل گئے ہیں۔ وہ کسی بڑی سے بڑی تفسیر میں نہیں مل سکتے۔ خلفاء کے فضائل اور لبشارات میں جو روایات ہیں البتہ وہ کہیں کہیں تحقیق وتنقیح کے قابل ہیں۔

(۳) نبی، خلیفہ، محدث، اور صدیق کی تعریف، ان کے اوصاف اور خلافت خاصہ کی تشریح، شاہ صاحب کا خاص موضوع اور اس کتاب کا خاص مضمون ہے۔

(۴) اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ اسلام کی دینی تاریخ اور ذہنی و مذہبی انقلاب وتغیر کا ابھرا ہوا خاکہ ہے۔ اسلام کی سیاسی وعلمی تاریخیں تو بے شمار ہیں لیکن ایسی تاریخ کہیں نہیں ملتی۔

کتابوں میں منتشر مواد ملتا ہے۔ اس کتاب میں بھی اس موضوع کے متعلق بہت سا مواد جمع کر دیا ہے مثلاً اگر آپ یہ چاہیں کہ دینی اختلاط تدریج کے ساتھ کس طرح ہوا اور اس کے مظاہر کیا تھے۔ کن کن چیزوں میں اصل معیار سے انحراف ہوا تو آپ خیر القرون سے متصل اور اس کے بعد کے فتنے از ص ۱۲۲ خیر القرون اور شر القرون کے احکام کا اختلاف از ص ۱۳۶ اور تغیرات کلیہ کی بحثوں میں دیکھ سکتے ہیں، اور اس سے ایک تاریخ مرتب کر سکتے ہیں۔

(۵) عام حقائق ومعارف جو ساری کتاب میں پھیلے ہوئے ہیں خصوصاً کتاب کی فصل ہفتم میں جو پہلے حصہ کے ص۲۵۵ سے پہلے حصہ کے خاتمہ تک ہے۔

(۶) خلفار راشدین خصوصاً شیخین اور بالاخص حضرت فاروق اعظم کے ولولہ انگیز اور ایمان افروز تاریخی حالات اور سیر جس میں بڑے استقصاء سے کام لیا گیا ہے اور بڑی اچھی ترتیب اور مؤثر انداز میں ان کو پیش کیا گیا ہے۔

(۷) پھر "رسالہ مذہب فاروق اعظم" حکایات گشت فاروق، سیاسیات فاروق اور رسالہ "تصوف وسلوک" یہی خاص طور سے قابل توجہ ہیں۔ نیز رسالہ کی پیشانی پر حضرت شاہ صاحب[ل] کے منکرین تصوف وسلوک کے لئے یہ الفاظ "کما ظن من لیس له نصیب فی علوم الحدیث" خصوصیت سے قابل فکر ونظر ہیں۔

(۸) ایک بات اور جو ازالۃ کے پڑھنے سے احقر کے ذہن میں آئی وہ یہ کہ مولانا شبلی نعمانی مرحوم کی "الفاروق" (سیرۃ حضرت عمرؓ) زیادہ تر اسی کتاب سے ماخوذ ہے۔

[ل] پوری عبارت درج ذیل ہے:۔ اما توسع فاروق اعظم در علوم احسان ویقین کہ الیوم باسم علم تصوف وعلم سلوک مشہور شد پس بیش آنست کہ استیعاب آں مرجو باشد وبار امناسب شد نماید کہ بعض مباحث این فن بنویسیم ورسالۂ علیحدہ سازیم تا موجب ترتیب ونفائدہ باشد معرفت قدر فاروق اعظم ومعرفت آں کہ ایں علوم از خلفا ثابت شدہ نہ بدعتی است کہ من بعد پدید آمدہ۔

"کما ظن من لیس له نصیب فی علوم الحدیث"۔ (ازالۃ الخفاء ج ۲ ص۱۴۲ مطبوعہ مطبع صدیقی۔ بریلی)

حسن اتفاق: مولٰنا مناظر احسن گیلانی مرحوم کے مقالہ سے بھی اس خیال کی تائید ہوئی۔ (الفرقان ص۲۱۷)

(۳) "فتح الرحمٰن"

یہ فارسی زبان میں قرآن پاک کا وہ ترجمہ ہے جو سب سے پہلے ہندوستان میں ہوا۔ نہائت مختصر مگر بہت جامع اور معنی خیز فوائد بھی آپ نے اس کے ساتھ میں لکھے ہیں۔

(۴) الفوز الکبیر:۔ فارسی زبان ہی میں اصول تفسیر پر نہائت مفید اور بصیرت افروز رسالہ ہے۔

(۵) فتح الخبیر:۔ عربی زبان میں قرآن پاک کی تفسیر کا نہائت مختصر مگر بہت جامع نمونہ ہے آں حضرت صلعم اور صحابۂ کرام سے صحیح طریقہ پر باب تفسیر میں جو کچھ منقول ہوا ہے تقریباً وہ سب ہی اس میں لے لیا گیا ہے۔

(۶) مصفّٰی۔ مؤطا امام مالک کی فارسی شرح ہے۔

(۷) مسوّٰی۔ یہ بھی مؤطا ہی کی شرح ہے لیکن عربی زبان میں۔ شاہ صاحبؒ درس حدیث کا جو طریقہ رائج کرنا چاہتے تھے یہ دونوں کتابیں گویا اس کا نمونہ ہیں۔ اگر ان کے ساتھ حجۃ اللہ البالغۃ جلد ثانی کے بعض ابواب کو بھی ملا لیا جائے تو شرح حدیث میں شاہ صاحبؒ کا حکیمانہ اور محققانہ طریقہ مکمل طور پر سامنے آجاتا ہے۔

(۸) البدور البازغۃ:۔ اس کو "حجۃ اللہ البالغۃ" کے خاص خاص ابواب کا خلاصہ کہا جاسکتا ہے۔ بعض مباحث نئے بھی ہیں۔ اب تک نایاب تھی۔ ہندوستان بھر میں صرف دو تین جگہ اس کے قلمی نسخے معلوم تھے۔ کچھ ہی دنوں ہوا مجلس علمی ڈابھیل نے چھاپ کر شایع کردی ہے۔ ۱۲

(۹) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین:۔ تفضیل شیخین کے موضوع پر بہترین علمی کتاب ہے۔

(۱۰) انصاف:۔ صحابہ وتابعین اور ان کے بعد آئمۂ مجتہدین میں دینی مسائل کے بارے میں جو اختلاف پیدا ہوا اسکا راز اور اس کی تاریخ اس رسالہ میں بیان کی گئی ہے۔ اردو ترجمہ کے ساتھ کئی بار چھپ چکا ہے۔

(۱۱) عقد الجید:۔ اجتہاد اور تقلید سے متعلق مباحث پر محققانہ تصنیف ہے۔ یہ بھی اردو ترجمہ کے ساتھ چھپی ہے۔

(۱۲) تحفۃ الموحدین:۔ دعوت توحید خالص۔ اور رد شرک میں حضرت شاہ صاحبؒ کا فارسی زبان میں مختصر مگر بہت جامع رسالہ ہے۔ مضامین کے لحاظ سے اس کو شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کی تقویۃ الایمان کا متن اور اس کی اساس و بنیاد کہا جاسکتا ہے۔

(۱۳) شرح تراجم ابواب صحیح بخاری۔ صحیح بخاری کے تراجم ابواب کی تشریح میں یہ عربی رسالہ ہے۔ اصح المطابع کی مطبوعہ بخاری کے شروع میں ملحق ہے۔

(۱۴) مجموعہ رسائل اربعہ:۔ یہ بہت چھوٹے چھوٹے چار رسالے ہیں جن کا تعلق فن حدیث ہی سے ہے۔

(۱) ارشاد الی مہمات الاسناد (۲) رسالہ اوائل (۳) تراجم البخاری (۴) مایجب حفظہ للناظر۔

(۱۸) تفہیمات الٰہیہ:۔ یہ گویا "ولی اللّٰہی" کشکول ہے۔ سلوک وتصوف اور علوم شریعت سے متعلق اس میں آپ کے متفرق افادات ہیں۔ پہلے اس کی صرف ایک جلد چھپی تھی اور عرصہ سے وہ بھی نایاب تھی۔ اب دونوں جلدیں گویا مکمل کتاب مجلس علمی ڈابھیل نے شائع کردی ہے۔ بعض باتیں اس کتاب میں عام بالاکی بھی ہیں جنکی حیثیت ہم جیسوں کے حق میں متشابہات کی ہے۔ بعض تفہیمات فارسی میں ہیں اور بعض عربی میں۔

(۱۹) خیر کثیر:۔ تصوف اور علم اسرار و حقائق میں آپ کی بلند پایہ کتاب ہے۔ اس کی اشاعت کا شرف بھی پہلی مرتبہ مجلس علمی ہی نے حاصل کیا ہے۔

(۲۰) فیوض الحرمین:۔ بزمانہ قیام حرمین حقتعالی کی طرف سے جو الہامات یا روح پر فتوح سیّد عالم صلعم کی جانب سے جو افاضات آپ پر ہوئے اور جو خاص تعلیم و تلقین کی گئی آپ نے ان سب کو اس رسالہ میں جمع کر دیا ہے۔ تقریباً سوا سو ۱۲۵ صفحات پر اب سے بہت پہلے اردو ترجمہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔

(۲۱) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین:۔ آپ کو آپ کے بعض نسبی یا روحانی بزرگوں کو رسول اللہ صلعم سے جو مُبشرات ملے اس میں ان کا بیان ہے۔

(۲۲) انفاس العارفین:۔ اس میں شاہ صاحبؒ نے اپنے بزرگوں کے حالات قلمبند فرمائے ہیں۔ آپ کے اکثر سوانح نگاروں کا اس باب میں بھی ماخذ ہے، چھپ چکی ہے۔ عام طور سے ملتی ہے۔

(۲۳) انسان العین:۔ اس میں شاہ صاحبؒ نے اپنے مشائخ حرمین کا تذکرہ فرمایا ہے۔

(۲۴) القول الجمیل۔ (۲۵) انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ (۲۶) الطاف القدس (۲۷) سطعات (۲۸) ہمعات (۲۹) لمعات:۔ یہ سب رسائل تصوف سے متعلق ہیں۔ اور مؤخر الذکر چاروں رسالے عام افہام سے بالاتر بھی ہیں۔ بلکہ اکثر اہل علم بھی ان سے کچھ استفادہ نہیں کر سکتے۔ سب چھپ کر شائع ہو چکے ہیں۔

(۳۰) مکتوبات مع مناقب امام بخاری و ابن تیمیہؒ۔ اس چھوٹے سے مجموعہ میں آپ کے نہایت اہم چند مکاتیب جمع کئے گئے ہیں۔

(۳۱) مکتوبات المعارف مع مکاتیب ثلثہ:۔ یہ آپ کے بعض خاص مکاتیب کا ایک اور چھوٹا سا مجموعہ ہے۔

(۳۲) سرور المحزون:۔ رسول اللہ کی سیرت مقدسہ کے بیان میں ابن سید الناس کے مختصر رسالہ نور العین کا فارسی ترجمہ ہے۔ جو بعض خاص احباب کی درخواست پر خود شاہ صاحبؒ نے کیا تھا۔

(۳۳) الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف:۔ حضرت شاہ صاحب کی خود نوشت مختصر "سوانح حیات" جس کا پورا خلاصہ اوپر درج ہو چکا ہے۔

(۳۴) المقالۃ الوضیۃ فی الوصیۃ والنصیحۃ:۔ یہ شاہ صاحب کا وصیت نامہ ہے، چھپ چکا ہے۔

یہاں تک جن (۳۴) کتابوں کا ذکر کیا گیا یہ سب چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ ازالۃ الخفاء اور تصوف کے چند رسائل کے علاوہ باقی سب ملتی بھی ہیں۔

ان کے علاوہ آپ کی تصانیف میں کتب ذیل کا اور ذکر کیا جاتا ہے۔ ان میں سے بھی بعض چھپ چکی ہیں۔

(۳۵) شفاء القلوب (۳۶) زہراوین (۳۷) تاویل الاحادیث (۳۸) ہوامع شرح حزب البحر (۳۹) العقیدۃ الحسنۃ (۴۰) المقدمۃ السنیۃ (۴۱) چہل حدیث (۴۲) شرح رباعیتین (۴۳) مآثر الاجداد (۴۴) العطیۃ الصمدیۃ (۴۵) فتح الودود فی معرفۃ الجنود۔ (۴۶) مسلسلات۔

ان کے علاوہ آپ کی اور بھی بہت سی تصانیف تھیں جنکے آج نام بھی ہم کو معلوم نہیں۔ آپ کے علمی سلسلہ کے بعض ثقات آپ کی تصانیف سینکڑوں کے حساب سے بتاتے ہیں لیکن جو کتابیں آپ کی معلوم اور متداول ہیں

صرف انہی کے مطالعہ سے علوم و مسائل میں آپ کی مجتہدانہ اور حدیث دین و اصلاح و ارشاد میں آپکی مجددانہ شان کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم۔

(وفات)

"حیات ولی" کے مصنف لکھتے ہیں کہ جناب شاہ ولی اللہ رحمہ عمر کے تریسٹھ ۶۳ مرحلے طے کر چکے تو چند روز خفیف سی بیماری میں مبتلا ہو کر ۱۱۷۶ھ میں عازم سفر آخرت ہوئے"۔ (ص ۳۱۸)

لیکن اس کے برخلاف ملفوظات عزیزیہ کے جامع نے حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ کا یہ قول نقل کیا ہے:-

"عمر شریف شعث ویک سال ۶۱ و چہار ماہ شد چہارم شوال تولد گشت و در بست ونہم محرم وفات یافت. تاریخ تولد چہارم ماہ شوال چہارشنبہ ۱۱۱۴ھ بود، تاریخ وفات "او بود امام اعظم دیں" ۱۱۷۶ھ

دیگر تاریخ :- ہائے دل روز گار رفت ❊ بست ونہم محرم بوقت ظہر

۱۱۷۶ھ　　(ملفوظات عزیزیہ ص ۴۰)

(باقیات صالحات)

دنیا جانتی ہے کہ شاہ صاحب قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ نے علاوہ اس اولاد کے جو صغر سنی ہی میں وفات پاکر آپ کے لئے "اجر و ذخر" بن چکی تھی چار فرزند عطا فرمائے تھے۔ جو فرزندی کے علاوہ آپ کے صحیح جانشین بھی تھے۔

یعنی :-　شاہ عبد العزیز رحمہ، شاہ رفیع الدین رحمہ،

شاہ عبد القادر رحمہ، شاہ عبد الغنی رحمہ،

شاہ صاحب رحمہ نے اس دنیا سے جاتے وقت باضابطہ طور پر بھی ان چاروں حضرات کو جانشین بنایا تھا۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ کے ملفوظات ہی میں ہے کہ وفات سے تھوڑی دیر پہلے:-

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دستار بر سر ہر چہار فرزنداں نہادہ بودند۔　　آپ نے چاروں فرزندوں کے سروں پر دستار مبارک رکھدی تھی یا باندھ دی تھی"۔

جسکا مطلب یہی ہے کہ حضرت نے اپنے چاروں صاحبزادوں کو اپنا خلیفہ و جانشین قرار دیا!

وکفی بھم فخرا و شرفا!!

وآخر دعوانا أن الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۵ برحمتك یا ارحم الراحمین ط

(اللھم أرنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے تمام رسولوں میں ممتاز رسول ؐ کو ہماری طرف سب سے سیدھے راستہ کا داعی بنا کر بھیجا۔ اور انکے لئے ایسے اصحاب مقرر کئے جنکو آپکے عہد میں آپ کا وزیر اور آپکے بعد آپکا خلیفہ بنایا۔ تاکہ خدا کی نعمت (اسلام) پوری اور اس کی رحمت (سب کو) شامل ہو جائے۔ اور میں شہادت دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے اور شہادت دیتا ہوں کہ محمد ؐ اُس کے بندے اور اُسکے نبی ؐ ہیں جنکے بعد کوئی نبی نہیں۔ اللہ ان پر اور انکے آل و اصحاب پر اپنی رحمتیں اور سلام نازل فرمائے۔ حمد و ثنا کے بعد:۔

فقیر حقیر "ولی اللہ" کا کہنا ہے (خدا اسکی خطائیں سے درگذر کرے) کہ اس زمانہ میں تشیّع کی گمراہی کھل کر سامنے آچکی اور عوام کے دل ان شبہات سے متأثر ہو چکے ہیں۔ نیز اس ملک کے اکثر لوگ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی خلافت کے ثبوت ہی میں شک کرنے لگے ہیں۔ لہٰذا (اس کے بارے میں) خداوندی توفیق کی نور نے اس کمزور بندہ کے دل میں ایسا علم تفصیل اور صراحت کیساتھ القاء کیا جس سے یقین کے ساتھ اور بداہتہً معلوم ہوا کہ ان بزرگوں کی خلافت دین کی بنیادوں میں سے ایک ہے۔ جبتک یہ استوار اور ٹھیک نہ ہوگی دین کی کوئی بھی بات استوار اور محکم نہ ہو سکے گی۔ (اس اجمال کی تفصیل یہ ہے)

(۱) تمام قرآنی احکام مجمل ہیں۔ سلف صالح کی تفسیر و بیان سے ہٹکر ان کو سمجھا نہیں جا سکتا۔

(۲) اکثر حدیثیں خبر واحد ہیں شرح کی محتاج ہیں۔ تاوقتیکہ ایک پوری جماعت ان کو روایت نہ کرے اور مجتہدین ان سے مسائل اخذ نہ کریں قابل تمسک اور درخور اعتنا نہیں بن سکتیں۔

(۳) ان بزرگوں کی کوششوں سے بچکر حدیثوں کے درمیان تطبیق اور موافقت دینے کی بھی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔

(۴) تمام علوم دینیہ جیسے علم قراءۃ، تفسیر، عقائد اور سلوک ان بزرگوں کے اقوال سے ہٹکر بادر ہوا رہ جاتے ہیں۔ کیونکہ سلف نے ان امور میں خلفائے راشدین ہی کی پیروی کی ہے اور انہی کے دامن کو مضبوطی سے تھاما ہے پھر (خود) قرآن کریم کا جمع ہونا اور قرأتِ شاذہ سے قرأت متواترہ کا امتیاز پانا خلفائے راشدین ہی کی سعی و

کوشش کا نتیجہ ہے۔ عہدۂ قضاء کے فرائض، حدود، احکامِ فقہ، انہی کی تحقیق پر مرتب ہیں۔ لہٰذا جو شخص اس بنیاد کو گرانے کی فکر کرتا ہے وہ حقیقت میں پورے علومِ دینیہ کو ختم کر دینا چاہتا ہے۔ نیز (اسی علم سے) معلوم ہوا کہ زمین و آسمان کے مدبر نے جسطرح ازل میں شریعت کی تمام شرائع کو پہلے کلام نفسی کے مدجد میں مقرر کیا (جسکی طرف اس آیۂ کریمہ میں اشارہ ہے:۔ اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ (سورۃ توبہ ۔ پارہ ۱۰) (ترجمہ) مہینوں کی تعداد اللہ کے نزدیک بارہ ۱۲ ہیں۔ کتاب اللہ میں جسدن اُس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اُن (بارہ مہینوں) میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں (یعنی ان میں خون ریزی کی ممانعت نہایت شدید ہے) اسکے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کبھی اجمال کے ساتھ اور کبھی تفصیل کے ساتھ نازل کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی صراحۃً اور کبھی اشارۃً اُن تمام شرائع کو بیان فرما دیا یہاں تک کہ جو مقصود حقتعالیٰ کا تھا ظاہر ہوگیا اور اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہوگئی اور ان تمام باتوں پر اعتقاد لانے اور عمل کرنے کیلئے بندوں کا مکلف ہونا واضح ہوگیا بالکل اسیطرح خلفای راشدین کی خلافت پہلے کلام نفسی میں مقرر ہوئی اور قرآن عظیم میں اجمالاً نازل ہوئی اُسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کبھی بطور رؤیا (یعنی خواب کے) اور کبھی صحابہؓ کے خوابوں کی تعبیر میں فراست کے طور پر اس اجمال کی تفصیل ہوگئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً اور اشارۃً اُس شریف علم (یعنی حقیّت خلافت خلفای راشدین) کی خبر دیدی یہانتک کہ ان بزرگوں کی خلافت پر اعتقاد لانے اور عمل کرنے کے لئے بندوں کا مکلّف ہونا ثابت ہوگیا اور پھر (خلافت) سے پردہ اٹھ گیا اور قرن اول کے لوگوں (یعنی صحابہؓ) نے اُسی کی منشا پر دل وجان سے عمل کیا بر خلاف اس کے جو متاخرین اشاعرہ کہتے ہیں کہ خلفای راشدین کیخلافت پر کسی قسم کی نص نہیں ہے (نہ جلی نہ خفی) یا نص (تو ہے مگر) جلی نہیں ہے بلکہ انکی خلافتیں امر اجتہادی ہیں کہ اُس زمانہ کے لوگوں نے اپنے اجتہاد سے اُنپر اتفاق کر لیا۔
اور بر خلاف اسکے جو شیعہ خیال کرتے ہیں کہ قرن اول میں بہت بڑا ظلم کیا گیا کہ لوگوں نے طلب دنیا کیلئے خلافت کو مستحق سے غصب کر کے غیر مستحق پر اتفاق کر لیا۔ (استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ)
نیز (اسی علم سے) معلوم ہوا کہ علمائے کے اس اختلاف میں کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسیکو خلیفہ نہیں بنایا اسطرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ استخلاف کا (لفظ دو معنی کے اندر استعمال ہوا ہے) (لہٰذا) کبھی اس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ شارع نے (جنکو خلیفہ بنانا چاہا) اُن کی اطاعت کا حکم بندوں کو دیدیا اور کبھی (لفظ استخلاف سے) یہ مراد ہوتی ہے کہ ولیعہد بنانے کے مروجہ طریقہ کے موافق تمام اہل حل وعقد کو (اُنکی خلافت کی) وصیت کی جائے اور استخلاف یا اور کوئی ایسا ہی (صاف وصریح) لفظ اُنکے لئے بولا جائے (الحاصل استخلاف کا لفظ اُن دونوں معنی پر بولا جاتا ہے پس علما کے دو فریق ہوگئے ہیں) ہر فریق نے ایک ایک معنی مراد لئے ہیں اور اسی کے موافق کہاہے (جو کچھ کہا ہے)
اور (خلافت کے لئے) صحابہ کا باہم مشورہ کرنا اس امر کی دلیل نہیں ہو سکتا کہ خلافت اُن کے نزدیک منصوص نہ تھی بلکہ کہا جا سکتا ہے کہ) احادیث (خلافت) کی حفاظت کرنے اور نصوص سے استنباط کی ترویج کرنے اور مختلف ماخذوں سے نکالے ہوئے معانی کی یاد دہانی وغیرہ کے لئے تھا۔
اور علمائے کے اس اختلاف میں کہ خلافت پر نص جلی ہے یا خفی اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ جنکو آیت اجمالی

کا اُس حدیث سے ربط معلوم ہوگیا جو اُس آیت کی تفسیر ہے وہ نص جلی کے قائل ہوگئے اور جنہوں نے آیت کو جدا سمجھا اور اُس کے اجمال کا پردہ نہ اُٹھا سکے اور احادیث کو جدا جانا اور اُن حدیثوں کو آیت کے ساتھ نہ ملایا وہ نص خفی کے قائل ہے) پھر حدیثیں (جو خبر احاد تھیں (اگرچہ اثبات، خلافت کے معنی پر جو قدر مشترک ہے متفق تھیں (مگر) جن لوگوں کی نظر بعض حدیثوں پر پڑی اور بعض پر نہ پڑی انہوں نے جانا کہ خبر واحد ہے اور جن لوگوں کی نظر تمام حدیثوں پر پہنچی انہوں نے متواتر بالمعنے سمجھا۔

توفیق کی روشنی نے جسطرح اس علم کو (مجھ پر) کھولا اُسیطرح اُس کی اشاعت کا شوق بھی (تحریراً و تقریراً) دلمیں پیدا کر دیا۔ (اصل منشا اس شوق کا حضورِ اکرم کا یہ قول ہے) جو کہ عن جابرؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ وسلم اذا لعن آخر ھذہ الامۃ اوّلھا فمن کتم حدیثاً فقد کتم ما انزل اللّٰہ عزوجل (ابن ماجۃ)

حضرت جابر رضی اللّٰہ عنہ کے واسطہ سے مروی ہے۔ رسول خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا (ترجمہ) جب اس اُمت کے پچھلے لوگ اگلوں کو بُرا کہنے لگیں تو اُسوقت، جو شخص ایک حدیث کو بھی چھپائے اُس نے گویا اللّٰہ عزوجل کی نازل کی ہوئی (پوری) شریعت کو چھپایا" حدیث کی بناء پر یہ چند ورق اس مسئلہ میں لکھے گئے (اس تحریر کا نام ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء تجویز کیا گیا نیز اس تحریر کو دو مقصدوں پر منقسم کیا گیا ہے مقصد اوّل خلافت عامہ اور خلافت خاصہ کے معنی اور خلافت کے شرائط اور اُس کے متعلقات اور حقیت خلافت خلفاء کی دلیلوں پر مشتمل ہے نیز یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ اقامت، خلافت نص کی وجہ سے تھی یا اجتہاد سے اور مقصد ثانی خلفائے اربعہ کے فضائل پر مشتمل ہے۔

(لیجئے) اب اصل مقصود شروع ہوتا ہے اور محض توفیق الٰہی کی روشنی سے تمسک کرتا ہوں اور اُسکے فضل پر توکل رکھتا ہوں اور ہر ایک کام کو اسکی حفاظت اور نگہبانی کے حوالہ کرتا ہوں۔ ہم کو اللّٰہ ہی کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ اللہ بزرگ و برتر کے سوا برائیوں سے ہٹانے کی اور نیکی کیطرف لانے کی کسیکو طاقت اور قدرت نہیں۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم ؂

مقصد اوّل

اس مقصد میں چند فصلیں ہیں (جن کی تعداد آٹھ ۸ ہے)

فصل اوّل خلافت عامہ کا بیان

(اس فصل میں چھ مسئلے ہیں جن پر شاہ صاحبؒ نے بحث کی ہے)

مسئلہ اوّل

"تعریف خلافت"

شاہ صاحبؒ نے خلافت کی تعریف ان الفاظ کیساتھ کی ہے:۔

ھی الریاسۃ العامۃ فی التصدی لاقامۃ الدین باحیاء العلوم الدینیۃ واقامۃ ارکان الاسلام والقیام بالجھاد ومایتعلق بہ من ترتیب الجیوش والفرض للمقاتلۃ واعطاءھم من الفئ والقیام بالقضاء واقامۃ الحدود ورفع المظالم والامر بالمعروف والنھی عن المنکر نیابۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(ازالۃ الخفاء ص ۹)

خلافت عامہ وہ عمومی ریاست ہے جو اقامۃ دین کے لئے بالفعل بحیثیت نیابت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ امور ذیل معرض وجود میں آئی ہو، (ان امور کے اندر) علوم دینیۃ کا زندہ کرنا، ارکان اسلام کا قائم کرنا جہاد اور جہاد سے متعلق چیزوں کا جاری کرنا، جیسے لشکروں کا ترتیب دینا، سپاہیوں کو تنخواہ دینا اور ان پر مال غنیمت کو تقسیم کرنا، اور قضاء و حدود کا قائم کرنا، مظالم کا دور کرنا، نیکی کا حکم دینا، برائی سے منع کرنا داخل ہیں)

اس تعریف کی تفصیل جو کہ امت محمدیہ سے جزم اور یقین کے ساتھ معلوم ہوئی ہے یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تمام مخلوق خدا کے لئے بھیجے گئے تو آپؐ نے مخلوق کے ساتھ بہت سے معاملات و تصرفات کئے اور ہر معاملہ کیلئے اپنا نائب مقرر فرمایا اور ہر ایک معاملہ میں پورے اہتمام سے کام لیا ان تمام معاملات پر جب ہم غور کرتے ہیں اور جزئیات سے کلیات کیطرف پھر کلیات سے ایک ایسی کلی کیطرف جو سب کو شامل ہو آتے ہیں تو ان سب کی جنس عالی "اقامۃ دین" معلوم ہوتی) ہے جو تمام کلیات کو شامل اور حاوی ہے اور اس کی تحت میں دوسری تمام جنسیں داخل ہیں۔

اُن میں سے ایک جنس علوم دینیۃ کی اشاعت ہے جیسے قرآن و حدیث کی تعلیم دینا اور وعظ و نصیحت کرنا۔ خود ارشاد ربانی ہے:۔

هوالذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم ایاته ویزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة (پارہ ۲۸ - سورۃ آل عمران)

وہی ہے جسنے مبعوث کیا امیوں میں ایک رسول اُنہی (کی قوم) میں سے جو اُن امیوں کے سامنے اللہ کی آیتیں پڑھتا ہے اور انکو (اخلاق رذیلہ سے) پاک کرتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے

(اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بڑا فریضہ تھی اور باستفاضہ ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کو وعظ ونصیحت برابر کرتے رہتے تھے۔

دوسری جنس اسلام کے ارکان کا قائم کرنا ہے کیونکہ استفاضہ کے طور پر ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ اور عیدین اور (پنجوقتی) جماعت کی امامت کا اہتمام خود فرماتے اور ہر مقام پر امام مقرر فرماتے اور زکوٰۃ وصول کرتے اور اسکے مصرف میں صرف کرتے اور ان کاموں کیلئے عامل مقرر فرماتے اور اسیطرح ہلال رمضان اور ہلال عید کی رویت پر شہادت سُنتے اور ثبوت شہادت کے بعد (رمضان کے ہلال میں) روزہ رکھنے کا اور (عید کے چاند میں) ترک صوم کا حکم فرماتے اور حج کا انتظام بھی خود بنفس نفیس، فرمایا اور ہجرت کے نویں سال جب آنحضرت صلعم مکہ معظمہ (حج کے لئے) نہیں تشریف لے جاسکے تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو بھیجا تاکہ وہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نیابۃً) لوگوں کو حج کرائیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاد کو قائم رکھنا، سرداروں کا مقرر کرنا، جیوش وسرایا کا بھیجنا، خصومات ومقدمات میں فیصلہ کرنا، بلاد اسلام میں قاضیوں کا مقرر کرنا، حدود کا قائم کرنا، اچھے کاموں کا حکم دینا اور برے کاموں سے منع کرنا کوئی چھپی بات نہیں ہے (لیکن) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو آپ کی وفات کے بعد) بھی اُسی ذکر کردہ تفصیل کیساتھ دین کا قائم رکھنا ضروری ہوا اور (اس تفصیل کے ساتھ) دین کا قائم رکھنا ایک ایسے شخص کے مقرر ہونے پر موقوف تھا جو اس کام میں پورا اہتمام کرے اور ہر ملک میں اپنے نائب بھیجے اور اُن کے حال سے خبردار رہے، اور اس کے نائب اسکے حکم سے انحراف نہ کریں اور اس کے اشارہ پر چلتے رہیں۔ ایسا ہی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور پورے طور سے آپکا نائب کہلائے گا۔

(خلافت کی جو تعریف کی گئی ہے اُس میں) ریاست عامہ کے لفظ سے وہ علماء خارج ہو گئے جو علوم دینیہ کی تعلیم دیتے ہیں (کیونکہ اُن کو ریاست عامہ نہیں حاصل ہوتی) اور شہر کے قاضی اور لشکر کے افسر بھی خارج ہو گئے جو خلیفہ کے حکم سے ان کاموں کو انجام دیتے ہیں (کیونکہ اُن کو بھی ریاست عامہ نہیں ہوتی) قرن اول میں وعظ ونصیحت کرنا بھی خلافت کا ایک ضمیمہ تھا (جیساکہ) قال صلی اللہ علیہ وسلم لایقص الا امیر او مأمور او مختال (ترجمہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے وعظ نہ بیان کرے مگر حاکم وقت یا اس کا مقرر کیا ہوا کوئی شخص اور ان دونوں کے علاوہ جو شخص وعظ کہے وہ ریا کار ہے"۔ اور دین قائم رکھنے کے لفظ سے وہ جابر اور ظالم بادشاہ خارج ہو گئے جو ملک پر حکومت اور غلبہ حاصل کر کے غیر مشروع طریقہ سے خراج وصول کرتے ہیں اور تصدی وبالفعل کے لفظ سے وہ شخص خارج ہو گیا جو (اگرچہ) کامل طور پر دین قائم رکھنے کی قابلیت رکھتا ہو اور اپنے ہم عصر لوگوں سے افضل بھی ہو لیکن بالفعل اس کے ہاتھوں سے کوئی کام امور مذکورہ میں سے انجام نہ پاوے پس ایسا شخص خلیفہ نہیں ہوسکتا جو پوشیدہ ہو اور جس کو فتح وغلبہ نہ حاصل ہو۔ اور بحیثیت نائب نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے لفظ سے انبیاء علیہم السلام علیحدہ ہو گئے (کیونکہ وہ نبی تھے نہ کہ نائب نبی) اگرچہ حضرت داؤد علیہ السلام کو قرآن میں خلیفہ کہا گیا ہے (مگر یہاں جس خلافت کی تعریف کی گئی ہے

اُس سے بلا شبہ حضرت داؤدؑ الگ ہیں) کیونکہ بحث آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں ہے اور حضرت داؤدؑ خلیفۃ اللہ تھے (نہ خلیفۂ آنحضرت صلعم) یہی وجہ تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے (اپنے لئے) خلیفۃ اللہ کا لقب پسند نہ کیا اور فرمایا کہ مجھے "خلیفۂ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کہا کرو"۔

مسئلہ دوم:۔ "نصب خلیفہ"۔ مسلمانوں پر قیامت تک کیلئے ایسے خلیفہ کا منتخب اور مقرر کرنا جو خلافت کی تمام شرطوں کا حامل ہو فرض کفایہ ہے اس کے لئے چند دلیلیں ہیں پہلی دلیل یہ ہے کہ صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے پہلے خلیفہ کے تعین و تقرر کیطرف متوجہ ہوئے لہذا (معلوم ہوا کہ) اگر صحابۂ کرام کو شریعت کی طرف سے خلیفہ مقرر کرنے کی فرضیت (اور اس کے مقرر کرنے میں تاخیر کی ممانعت) معلوم نہ ہوتی تو وہ حضرات ہرگز خلیفہ کی تقرر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن پر مقدم نہ کرتے۔ یہ تقریر (صرف صحابہ کرام کے فعل کو ثابت نہیں کرتی بلکہ) آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل شرعی (کا خاص اس مسئلہ میں پایا جانا بھی اجمالاً) ثابت کرتی ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ خود حدیث (نبویؐ) میں آیا ہے کہ من ماتَ ولیس فی عنقہ بیعۃ ماتَ میتۃً جاھلیۃً۔ (حدیث جو شخص اس حال میں مرے کہ اسکی گردن میں (کسی خلیفہ کی) بیعت (کا رشتہ) نہ ہو وہ جاہلیت کی (سی) موت مرا۔ یہ حدیث اپنی جگہ صاف طور سے نص شرعی ہے (یعنی حقیقتاً مرفوع ہے) تیسری دلیل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے جہاد و فیصلۂ مقدمات اور علوم دین کا احیا ارکان اسلام کا قیام نیز بلاد اسلامیہ کی کفار کے حملوں سے روک تھام کو "فرض کفایہ" قرار دیا ہے۔ مگر سب باتیں (اپنی جگہ پر) خلیفہ کے مقرر کئے بغیر صورت پذیر نہیں ہوسکتیں اور (قاعدہ کلیہ ہے کہ) فرض کفایہ (کا حاصل ہونا) جس چیز پر موقوف ہو وہ چیز بھی فرض کفایہ ہوتی ہے بڑے بڑے صحابہ رضؓ نے اس قاعدہ پر (امت) کو آگاہ کیا ہے۔

مسئلہ سوم:۔ "شرائط خلافۃ"۔ اور اس بحث کے اندر اصل نکتہ یہ ہے کہ خلافت کے معنی جیسا کہ بیان ہو چکے ہیں یعنی علوم دینی کا احیاء، ارکان اسلام کا قیام، اچھی باتوں کا حکم، بری باتوں سے ممانعت، جہاد و قضا، اور حدود کا انتظام، رکھنا ہے۔ لہذا وہ تمام شرطیں جو ان امور کے لئے ضروری ہوں گی وہی خلافت کی شرطیں ہیں۔ ان شروط کے علاوہ ایک حدیث مستفیض کی وجہ سے ایک اور شرط بھی بڑھائی گئی ہے یعنی (خلیفہ کا) قریشی ہونا۔

اس اصل کے واضح ہو جانے کے بعد اب ہم ذرا گہری تفصیلی نظر سے کام لیتے ہیں۔ یاد رکھیئے کہ خلافت کی شرطوں میں سے ایک پہلی (شرط یہ ہے کہ خلیفہ مسلمان ہو کیونکہ مسلمانوں کی حکومت کیلئے غیر مسلم زیبا نہیں ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:۔ وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰہُ لِلْکٰفِرِیْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا الآیۃ (قرآن سورۃ نسأ پارہ ۵) (ترجمہ) ہرگز نہ بنائیگا اللہ کافروں کیلئے مسلمانوں پر (سرداری بننے کی) کوئی "سبیل"۔ ظاہر بات ہے کہ خلافت جن امور پر مشتمل ہوتی ہے وہ امور غیر مسلم سے سرانجام نہیں پا سکتے لہذا اس وجہ سے بھی خلیفہ کا مسلمان ہونا شرط ہے) نیز (متفق علیہ مسئلہ ہے کہ) اگر خلیفہ معاذ اللہ مرتد ہو جائے تو اُس سے لڑنا واجب ہے پس (اس سے معلوم ہوا کہ) جو شخص پہلے ہی سے کافر ہو اس کا خلیفہ بنانا بدرجۂ اولےٰ درست نہ ہوگا (یہ دلیل بھی خلیفہ کے لئے اسلام کو شرط بتاتی ہے اور انہی شرائط خلافت میں سے ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ عاقل اور بالغ ہو (مجنون بے وقوف نابالغ نہ ہو) کیونکہ مجنون اور بے وقوف اور نابالغ بچے اپنے (ذاتی) معاملات میں تصرف کرنے سے شرعاً روک دیئے گئے ہیں۔ اور ان کے کاموں کی نگرانی ولی کے سپرد ہے) وَلَا تُؤْتُوا السُّفَھَآءَ اَمْوَالَکُمْ (قرآن۔ سورۃ نسأ۔ پارہ ۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "بیوقوف لوگوں کو اپنے مال نہ دو" (یعنی ان کے ساتھ معاملات نہ کرو) پس جب یہ لوگ اپنے مال پر (تصرف کی) قدرت نہیں رکھتے تو مسلمانوں کے جان و مال پر بدرجۂ اولیٰ اُن کا تسلط صحیح نہ ہوگا۔ اور نیز خلیفہ بنانے سے جو مقاصد منصوص ہیں وہ یقیناً مجنون اور بے وقوف۔ اور نابالغ سے سر انجام نہ پائیں گے (لہٰذا اس وجہ سے بھی خلیفہ کا عاقل و بالغ ہونا شرط ہوا) اور منجملہ شروطِ (استحقاق) خلافت ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ مرد ہو عورت نہ ہو کیوں کہ صحیح بخاری کی حدیث میں آیا ہے کہ جب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ اہل فارس نے کسرے کی بیٹی کو بادشاہ بنایا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ ما افلح قوم ولوا امرھم امرأۃً (حدیث بخاری) (ترجمہ) "کبھی کامیاب نہ ہوئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی سلطنت کا انتظام ایک عورت کے ہاتھ میں دے دیا"۔ نیز عورت عقل و دین میں کمزور ہوتی ہے۔ میدان جنگ کے لئے بیکار ہوتی ہے۔ محفلوں اور مجلسوں میں جانے کے قابل نہیں ہوتی۔ لہٰذا اس سے خلافت کے کام پورے نہیں ہو سکتے۔ اور منجملہ شروطِ (استحقاق) خلافت کے ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ حر ہو (غلام نہ ہو) کیوں کہ غلام مقدمات میں گواہی دینے کے قابل نہیں ہے اور عام لوگوں کی نظر میں حقیر و ذلیل ہوتا ہے اور اُس پر اپنے آقا کی خدمت میں مشغول رہنا واجب ہے (لہٰذا ان وجوہ سے غلام مقاصد خلافت کے انجام دہی سے معذور ہے) اور منجملہ شروطِ (استحقاق) خلافت کے ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ متکلم اور سمیع و بصیر ہو (گونگا، بہرا، اندھا نہ ہو) کیونکہ خلیفہ پر لازم ہے کہ جو حکم دے وہ ایسا (صاف) ہو کہ اس کا مقصد سمجھنے میں (لوگوں کو) اشتباہ نہ ہو اور نیز ضروری ہے کہ خلیفہ مدعی اور مدعٰی علیہ مقر اور مُقرلہ اور شاھد و مشھود کو پہچانے اور اُن لوگوں کے بیان کو سُنے (اگر گونگا بہرا اندھا ہو گا تو یہ بات اس کو حاصل نہ ہو سکے گی) اور نیز خلیفہ پر لازم ہے کہ (اپنے) بلادِ (محروسہ) میں قاضیوں کو اور اعلیٰ حاکموں کو مقرر کرے، سپاہ کو میدان جنگ کی تدبیر بتلا سکے اور یہ سب باتیں صحت اعضائے مذکورہ کے بغیر ناممکن ہیں (لہٰذا مقاصد خلافت ان اعضاء کی صحت پر موقوف ہوئے اور اوپر بیان ہو چکا کہ فرض کفایہ جس چیز پر موقوف ہو وہ چیز بھی فرض کفایہ ہوتی ہے۔ اور منجملہ شروطِ (استحقاق) خلافت ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ شجاع ہو صلح و جنگ امان دینے اور مجاہدین کے وظائف مقرر کرنے، سرداروں، حاکموں کے مقرر کرنے میں (مختصراً مہمات سلطنت کے متعلق) صاحب رائے (صائب) ہو اور کافی ہو یعنی آرام طلب اور ناتجربہ کار نہ ہو کہ انتظامی امور میں اندھا دھند کام کرے اور مہمات کو انجام نہ دے سکے کیونکہ جہاد غیر شجاع، غیر صاحب رائے (صائب) اور غیر کافی سے صورت پذیر نہیں ہو سکتا حالاں کہ مقاصد خلافت میں سے ایک اعلیٰ ترین مقصد جہاد بھی ہے۔ اور منجملہ شروطِ (استحقاق) خلافت ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ عدل ہو یعنی کبیرہ گناہوں سے بچنے والا اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرنے والا ہو ذی مروت ہو یعنی ہرزہ گرد اور دار ستہ مزاج نہ ہو کیوں کہ جب یہ باتیں شاہد قاضی اور راوی حدیث میں شرط ہیں تو ریاستِ عامہ کے لئے جس میں مخلوق کی باگ ہاتھ میں پڑتی ہے بدرجۂ اولے شرط ہونی چاہئیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ الآیۃ (قرآن۔ سورۃ بقرہ، پارہ ۳) (ترجمہ) جن گواہوں کو تم پسند کرو اُن کی گواہی ہونی چاہئے) اور گواہ کے پسندیدہ ہونے کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ عدل ہو اور صاحب مروت ہو۔ اور منجملہ شروطِ (استحقاق) خلافت ایک شرط یہ ہے کہ خلیفہ مجتہد ہو کیونکہ خلافت (مندرجہ بالا معنی کے اعتبار سے عہدۂ قضاء (کے فرائض) علوم دین کے زندہ رکھنے اور امرِ معروف و نہی منکر کو انجام دینے پر مشتمل ہے اور یہ سب باتیں غیر مجتہد سے صورت پذیر نہیں ہو سکتیں۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

القضاۃ ثلثۃ واحدٌ فی الجنۃ واثنان فی النار فاما الذی فی الجنۃ فرجل عرف الحق فحکم بہ فھو فی الجنۃ ورجلٌ عرف الحق فجار فی الحکم فھو فی النار ورجل قضی للناس علی جھلٍ فھو فی النار (رواہ ، ابوداؤد) (ترجمہ) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی تین قسم کے ہیں۔ ان میں سے ایک مستحق جنت ہے اور دو سزاوار جہنم، مستحق جنت وہ قاضی ہے جو ہر معاملہ میں اپنی پوری کوشش سے) حق کو دریافت کرے اور اسی کے موافق حکم دے۔ اور سزاوار جہنم وہ قاضی ہے جو باوجود حق دریافت ہو جانے کے خلاف حق حکم دے علیٰ ہذا وہ قاضی جو باوجود (حق وناحق سے) بے خبر ہونے کے لوگوں کا فیصلہ کردے اس حدیث کو ابوداؤدؒ نے روایت کیا ہے

حقیقت میں مجتہد وہ شخص ہے جو ایک معتدبہ حصہ احکام فقہیہ کا ان کے دلائل تفصیلیہ یعنی کتاب وسنت واجماع وقیاس کے ساتھ جانتا ہو۔ نیز ہر حکم کو (جس کی) علت بیان نہ کی گئی ہو) اس کی علت کے ساتھ مرتبط جانتا ہو اور اس علت (معلومہ) کا قوی گمان رکھتا ہو کہ یہی ہے)

اس زمانہ میں مجتہد صرف وہ شخص ہی کہلا سکتا ہے جو مندرجہ ذیل پانچ علوم کا جامع ہو:-

(۱) کتاب اللہ کا علم ، قراءۃ اور تفسیر کے ساتھ۔

(۲) احادیث کا علم ، علم اسانید اور صحیح وضعیف کی پہچان کے ساتھ۔

(۳) مسائل (دینیہ) میں سلف کے اقوال کا علم، تاکہ اجماع سے متجاوز نہ ہو اور دو مختلف قولوں میں تیسرا قول ایجاد نہ کرے۔

(۴) زبان عرب کا علم ، یعنی لغت اور صرف ونحو کا علم۔

(۵) استنباط مسائل کے طریقوں کا علم اور دو مختلف النصوص میں موافقت دینے کے طریقوں کا علم۔

ان پانچ علموں کے حاصل کرنے کے بعد مسائل جزئیہ میں غور وفکر کرکے ہر حکم کی علت معلوم کر چکا ہو (خلیفہ کے لئے مجتہد مستقل مثل ابوحنیفہ وشافعی کے ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ مجتہد منتسب (یعنی) جس نے سلف کی تحقیقات معلوم کر لی ہوں اور ان کے استدلال سمجھ لئے ہوں۔ اور ہر مسئلہ میں اس کو ظن قوی حاصل ہو گیا ہو شرط (خلافت کیلئے) کافی ہے۔

(اس مقام پر) تحقیق یہ ہے کہ تفسیر قرآن کا زندہ رکھنا بھی بغیر ان پانچوں علموں کے ممکن نہیں ہے لیکن علم تفسیر میں احادیث اسباب نزول سے واقفیت نیز سلف کے تفسیری اقوال اور حافظہ کی قوت کے ساتھ ساتھ سیاق وسباق کی سمجھ اور توجیہ وغیرہ کی استعداد کی بھی ضرورت ہے یہی حال تمام علوم دینیہ کا سمجھنا چاہیئے۔ واللہ علم۔

صحابہ کرام کے زمانے میں (مجتہد بننے کے لئے) مذکورہ علوم میں سے اکثر علوم کی ضرورت نہ تھی صرف علم قرآن وحفظ سنت ان کے لئے کافی تھا۔ چونکہ عربی خود ان کی مادری زبان تھی، صرف ونحو وغیرہ حاصل کئے بغیر عربی کلام کے مفہوم ومنشا کو بخوبی سمجھ لیتے تھے نیز اس وقت تک متعارض حدیثیں بھی ظاہر نہ ہوئی تھیں نہ ہی مسائل میں سلفی اختلاف رونما ہوا تھا لہٰذا ان کو اکثر ان علوم کی ضرورت نہ تھی جو بعد میں آنے والوں کے لئے شرط لازم تھے اور خلافت کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ خلیفہ پدری نسب سے قریشی ہو کیونکہ ابوبکر صدیق رضؓ نے انصار کو خلافت سے یہی کہہ کر علیحدہ کیا تھا کہ الائمۃ من قریش (حدیث) (ترجمہ) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خلیفہ

قریشی ہونا چاہئے"۔ نیز حضرت ابوہریرہ رضؓ اور حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ اَلنَّاسُ تَبَعٌ لِقُرَیْشٍ فِی هٰذَا الشَّان (ازالۃ) "لوگ دین میں قریش کے تابع ہیں" اور حضرت ابن عمر رضؓ روائت کرتے ہیں کہ لَا یَزَالُ هٰذَا الْاَمْرُ فِی قُرَیْشٍ مَا بَقِیَ مِنْهُمْ اِثْنَانِ (ازالۃ) (ترجمہ) یہ کام (خلافت) کا ہمیشہ قریش میں رہنا چاہئیے۔ جب تک کہ دو قریشی بھی دنیا میں موجود ہوں" اور حضرت معاویہ بن ابی سفیانؓ روایئت کرتے ہیں کہ "اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ فِی قُرَیْشٍ لَا یُعَادِیْهِمْ اَحَدٌ اِلَّا کَبَّهُ اللّٰهُ عَلٰی وَجْهِهٖ مَا اَقَامُوا الدِّیْنَ" (ترجمہ) کہ یہ کام (خلافت کا) قریش میں رہنا چاہیے۔ جب تک کہ وہ دین کو قائم رکھیں" جو شخص اُن کی مخالفت کرے گا اللہ تعا اس کو سرنگوں کردے گا" یہ حدیث ان طرق کے علاوہ اور طریقوں سے بھی مروی ہے۔ بغرض اختصار ہم نے اسیقدر پر اکتفا کی۔

اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ خلیفہ کیلئے کتابت کا جاننا بھی شرط ہے یا نہیں؟ کچھ لوگوں نے اس کو شرط قرار دیا ہے اس خیال سے کہ بہت سے امور دینیہ کتابت جاننے پر موقوف ہیں مثل علم قرآن وحدیث اور مثل تحریر فرامین وخطوط مگر کچھ لوگوں نے اس کے شرط ہونے کی تردید کی ہے (دلیل یہ دی ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی تھے (لہذا جب نبوت کے لئے کتابت کا جاننا شرط نہ ہوا تو خلافت کے لئے کیوں شرط ہوگا؟) حق یہ ہے کہ اس معاملہ میں آنحضرت صلی اللہ وسلم پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کرسکتے (لیکن اس قدر تو ظاہر ہے کہ آج کل دین کی معرفت کتابت جاننے پر موقوف ہے۔ اور بہت سے مصالح لکھنے سے متعلق ہیں (خلاصہ اس تمام بحث کا یہ ہے) کہ جب یہ سب شرطیں کسی شخص میں پائی جائیں تو وہ مستحق خلافت سمجھا جائے گا۔ اگر اس کو اہل حل وعقد خلیفہ بنائیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کرلیں تو وہ خلیفہ راشد ہوگا۔ اور برخلاف اس کے اگر لوگ کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنائیں جس میں یہ شرائط نہ پائے جاتے ہوں تو اس کی خلافت کے بانی گنہ گار ہوں گے لیکن اگر (ملک پر) اس کا تسلط ہوجائے تو اُس کے وہ تمام احکام جو خلاف شرع نہ ہوں نافذ ہیں گے ضرورت کی بنا پر کیوں کہ (تسلط کے بعد) مسند خلافت سے اُتارنا اختلافِ اُمت کا باعث اور وجہ انتشار بنے گا۔

مسئلہ (چہارم) انتخاب خلافت کے طریقے۔ خلافت چار طریقوں سے منتخب ہوتی ہے۔

پہلا طریقہ:۔ اہل حل وعقد کا انتخاب ہے یعنی عالموں اور قاضیوں اور سرداروں اور نامور لوگوں کا بیعت کرلینا ہے۔ خلافت کے منتخب ہونے کے لئے صرف انہیں اہل حل وعقد کا بیعت کرلینا کافی ہے) جو کہ بآسانی موجود ہوسکیں تمام بلاد اسلامیہ کے اہل حل وعقد کا متفق ہونا شرط نہیں ہے کیونکہ یہ محال ہے۔ مگر ایک دو آدمیوں کا بیعت کرلینا بھی انتخاب خلافت کے لئے مفید نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنے آخری خطبہ میں فرمایا ہے جسنے مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر کسی سے بیعت کی تو اُس کی بیعت نہ کی جائے خوف ہے کہ یہ دونوں (بحکم شریعت) قتل نہ کردیئے جائیں"۔ (حضرت عمرؓ) (یعنی بے مشورہ بیعت کرنے والا اور بیعت لینے والا) حضرت صدیق رضؓ کی خلافت کا انتخاب (اسی پہلے) طریقہ (یعنی اہل حل وعقد کے) بیعت (کرلینے) پر ہوا ہے۔

دوسرا طریقہ: خلیفہ وقت کسی ایسے شخص کو خلیفہ چن لے جو خلافت کی شرطوں کا جامع ہو یعنی خلیفہ عادل مسلمانوں کی بھلائی کی خاطر ایک شخص کو ان تمام لوگوں کے درمیان سے جو شرائطِ خلافت کے جامع ہیں منتخب کرلے نیز لوگوں کو جمع کرنے کے بعد (سب کے سامنے) اپنے انتخاب کی تصریح کردے اور (مسلمانوں کو) اس کے اتباع کی وصیت کرے پس یہ شخص (جس کو خلیفہ نے خلافت کے لئے منتخب کیا ہے) ان تمام لوگوں میں جو جامع شرائط خلافت ہیں مخصوص

ہو جائیگا۔ اور قوم کو لازم ہوگا کہ اُسی شخص کو اپنا خلیفہ بنائے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا انتخاب اسی طریقہ سے ہوا تھا۔

انتخاب خلافت کا تیسرا طریقہ مجلس شوریٰ کا قیام ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ خلیفہ جامعین شرائط خلافت کی ایک جماعت میں خلافت کو دائر کر دے اور کہہ دے کہ اس جماعت میں سے جسکو (اہل مشورہ) منتخب کرلیں گے وہی خلیفہ ہوگا پس خلیفہ کی وفات کے بعد (اہل شوریٰ) مشورہ کریں اور (اس جماعت میں سے) ایک شخص کو (خلیفہ) معین کرلیں اور اگر خلیفہ سابق اس انتخاب کے لئے کسی خاص شخص کو یا کسی (خاص) جماعت کو مقرر کردے تو اُسی شخص یا اُسی جماعت کا انتخاب کرنا معتبر ہوگا حضرت عثمان رض ذی النورین کی خلافت کا انعقاد اسی طریقہ سے (ہوا) تھا۔ کہ حضرت فاروق رض نے خلافت کو چھ آدمیوں کے درمیان دائر کر دیا اور (حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان چھ شخصوں میں سے کسی ایک کو) خلیفہ معین کرنیکے لئے عبد الرحمن بن عوف تجویز ہوئے اور اُنھوں نے حضرت ذی النورین کو (خلافت کیلئے) منتخب کرلیا۔

انعقاد خلافت کا چوتھا راستہ، استیلاء ہے (زبردستی غلبہ حاصل کرلینا) جس کی تفصیل یہ ہے کہ انتقال خلیفہ کے بعد کوئی شخص حل وعقد کے منتخب کئے بغیر، اور بلا انتخاب خلیفہ سابق خلافت پر قابو یافتہ ہو جائے نیز عوام کو تالیف قلوب یا جنگ وپیکار سے اپنا ہمنوا بنالے۔ یہ شخص خلیفہ گردانا جائے گا۔ اور اس کے تمام احکام کی بجا آوری ہر شخص کے لئے لازمی ہوگی بشرطیکہ اسکے احکام خلافِ قانونِ شریعت نہ ہوں

اور اس چوتھے طریقے کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ قوت سے غلبہ پالینے والے کے اندر خلافت کی تمام شرطیں پائی جاتی ہیں اور وہ صلح وتدبیر کے ذریعہ کسی ناجائز امرِ شرعی کا ارتکاب کئے بغیر مخالفین کی مدافعت کرتا ہے۔ تو اس قسم کا انعقاد بھی ضرورت کے وقت جائز ہے۔ اور اس کے اندر رخصت دی گئی ہے حضرت معاویہ بن ابی سفیان رض کی خلافت کا انعقاد حضرت علی مرتضےٰ رض (کی وفات) اور حضرت امام حسن ؑ کے صلح کرلینے کے بعد اسی طریقہ پر (ہوا) تھا۔

دوسری قسم یہ ہے کہ قوت سے غلبہ پالینے والے شخص کے اندر خلافت کی شرطیں نہ پائی جاتی ہوں، اور وہ مخالفینِ خلافت کے ساتھ قتل وغارت گری، اور ارتکابِ حرام سے کام لے یہ (قسم) جائز نہیں ہے۔ اور اس کا کرنے والا گنہ گار ہے لیکن اس (خلیفہ) کے بھی اُن احکام کو قبول کرنا واجب ہے جو شرع کے موافق ہوں اور اُس کے عامل اگر زکوٰۃ وصول کرلیں تو مال کے مالکوں سے زکوٰۃ ساقط (یعنی ادا) ہو جائے گی اور اُس کے قاضیوں کا حکم نافذ ہوگا اور اس (خلیفہ) کے ساتھ (شریک ہوکر) کافروں سے جہاد کر سکتے ہیں۔ اور چونکہ اس قسم کی خلافت کا انعقاد بوجہ ضرورت ہے (اسلئے اس قسم کے خلیفہ کو معزول نہ کریں گے) کیونکہ اسکے معزول کرنے میں مسلمانوں کی جانیں تلف ہوں گی اور سخت فتنہ وفساد لازم آئے گا اور (پھر دوسری وجہ یہ ہے) کہ یقین کے ساتھ معلوم نہیں ان مصائب کا نتیجہ بہتر ہوگا یا نہیں (بلکہ) احتمال ہے کہ (اس) پہلے (خلیفہ) سے بھی بدتر کوئی دوسرا شخص غالب آجائے پس ایک موہوم اور احتمالی مصلحت کے لئے ایسے فتنہ کا ارتکاب کیوں کیا جائے جس کی برائی یقینی ہے عبد الملک بن مروان اور خلفائے بنی عباس میں سے پہلے خلیفہ کی خلافت کا انعقاد اسی طرح ہوا تھا۔

اس پوری بحث کا حاصل یہ ہے کہ انعقاد خلافۃ کے لئے صرف یہی چار طریقے مقرر ہیں۔ حتیٰ کہ اگر کسی ایک شخص کے اندر زمانہ میں خلافت کی تمام شرطیں پائی جاتی ہوں یا چند کے اندر موجود ہوں مگر یہ شخص ان سب سے افضل ہو پھر بھی اسکی خلافت (چار) مذکورہ طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے بغیر منعقد نہ ہوگی اس لئے کہ صرف صفت مذکورہ کے ساتھ بلا اقتدار

اعلیٰ تسلط اور بغیر بیعت اہل حل وعقد (اصحاب شوریٰ) نہ ہی لوگوں کا اختلاف دور ہو سکتا ہے اور نہ فتنہ کے دبنے کی کوئی شکل باقی رہتی ہے اسی لئے جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے تو صحابہؓ کی ایک جماعت نے حضرت صدیق رضؓ سے بیعت کرنے میں سبقت کی اور صرف اُن کی فضیلت پر اکتفا نہ کیا؛

(اس موقعہ پر) اہل علم نے اس چیز کے اندر کلام کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کی خلافت (چار) مذکورہ طریقوں میں سے کس طریقہ پر واقع ہوئی تھی؟ اکثر علماء کے کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ (حضرت علیؓ) اُن مہاجرین اور انصار کے بیعت کر لینے سے خلیفہ ہوئے جو مدینہ میں موجود تھے۔ چنانچہ حضرت (علی) مرتضیٰ رضؓ کے اکثر وہ خطوط جو آپ نے اہل شام کو لکھے تھے اس پر شاہد ہیں مگر علماء کے ایک گروہ کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضؓ کی خلافت کا انعقاد بذریعہ شوریٰ ہوا تھا کیونکہ حضرت فاروق اعظم رضؓ کے بعد طے یہ پایا تھا کہ خلیفہ حضرت عثمان رضؓ ہوں یا حضرت علیؓ (پس پہلے حضرت عثمان رضؓ خلیفہ ہوئے پھر جب حضرت عثمانؓ نہ رہے تو حضرت علیؓ خلافت کے لئے معین ہو گئے (مگر) اس قول میں جو کچھ (ضعف) ہے وہ ظاہر ہے۔ یہاں اس بحث کے ضمن میں چند لطیف و بنیادی نکتے بھی سمجھ لینا چاہئیں۔ (پہلا نکتہ) اس مقام پر ایک اعتراض بھی ہوتا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ آپ اس بات کے قائل ہیں کہ حضرات شیخین کی خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منصوص تھی تو پھر آپ کا یہ فرمانا کہ حضرت صدیق رضؓ کی خلافت کا انعقاد اہل حل وعقد کی بیعت سے اور حضرت فاروقؓ کی خلافت کا انعقاد استخلاف سے ہوا کیوں کر صحیح قرار دیا جا سکتا ہے؟ اس لئے کہ نص کی موجودگی میں اہل حل وعقد کی بیعت یا استخلاف کی ضرورت ہی کیا تھی؟ لیجئے اس کا جواب ہم دیتے ہیں

اور وہ یہ ہے کہ ہمارا منشأ کلام یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نص سے حضرت صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظم رضؓ کا مخصوص زمانہ میں خلیفہ بنانا اور ان کی طرف رجوع کرنا اُن کے لئے خلافت کا منعقد کرنا اور اُن کے ان احکام کی اطاعت کرنا جو خلیفہ ہونے کی حیثیت سے ہوں لازم ہو چکا تھا لیکن خلافت کا بالفعل وجود میں آنا اہل حل وعقد کی بیعت اور استخلاف سے ہوا (دوسرا نکتہ) (اس کی مثال یوں سمجھ لیجئے) جیسا کہ کلام ازلی میں اور شارع کی نص سے زید پر (پہلے سے) نماز فرض ہو چکی ہے لیکن بالفعل (نماز کی فرضیت کا حکم (نماز کے) وقت آنے پر موقوف ہے (پس اسی طرح اگرچہ شیخین کی خلافت نص سے ثابت ہو چکی تھی لیکن اسباب وعلل کے حکمتی تقاضوں کی بنا پر "انعقادِ خلافت" کی نسبت بیعت اہل حل وعقد، یا استخلاف کی طرف کر دی جاتی ہے۔ (تیسرا نکتہ) (لیجئے دوسری مثال بھی سن لیجئے) ہم یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس بات پر نص فرما دی ہے کہ قیامت کے قریب امام مہدی ظاہر ہوں گے اور وہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے نزدیک امام برحق ہوں گے اور زمین کو عدل وانصاف سے معمور کر دیں گے جب کہ اُن کے پہلے ظلم وجور سے بھر چکی ہو گی پس (شارع نے اپنے) اس بیان سے امام مہدی کا خلیفہ بنانا ظاہر فرما دیا ہے اور جب امام مہدی کی خلافت کا وقت آئے گا تو (شارع کے اس ارشاد سے) امام مہدی کی پیروی اُن تمام امور میں واجب ہو گی جو خلیفہ سے متعلق ہیں۔ لیکن یہ باتیں ابھی بالفعل نہیں ہیں بلکہ امام مہدی کے ظاہر ہونے اور رکن ومقام کے درمیان اُن کے ہاتھ پر بیعت کر لینے کے وقت پیش آئیں گی۔ پھر (چوتھا نکتہ) (یہ بھی واضح رہے کہ) حضرت صدیق کی خلافت کے لئے قوم کا مشورہ کرنا یا حضرت صدیق کا اپنی رائے سے حضرت فاروق کو خلیفہ بنانا اور عبدالرحمٰن بن عوف کا ذی النورین کو (خلافت کے لئے) منتخب کرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ خلفائے ثلثہ کے لئے شارع کی طرف سے کوئی نص نہ تھی بلکہ ظاہر یہی ہے کہ ان بزرگوں نے

شارع کے کسی اشارہ یا نص کو وجہ ثبوت بنایا ہے۔ اور لوگوں ہیں (خلیفہ بنانے کی) نسبت جوان بزرگوں کی طرف مشہور ہو گئی ہے (وہ ایسی ہی ہے) جیسا کہ کہتے ہیں ابو حنیفہ نے اُس کو واجب کیا اور شافعی نے اُس کو واجب کیا یا کہتے ہیں حضرت فاروق نے اُس کو حلال کیا، حالاں کہ ابو حنیفہ یا شافعی اپنی طرف سے واجب نہیں کرتے بلکہ کسی نہ کسی دلیل شرعی کو وجہ ثبوت بناتے ہیں، اور اس بیان کی تفصیل کا مقام اس کتاب کی فصل ہے۔ واللہ اعلم،

مسئلہ پنجم: مسلمانوں کے معاملات میں خلیفہ وقت کی ذمہ داریاں!

اس مسئلہ میں بنیادی چیزیں، مفہوم خلافت میں غور و فکر سے کام لینا، اقامتہ دین کے اسباب جاننا اور دین کے مکملات سے پورے طور پر باخبر ہونا ہے۔ جس کے بغیر نہ تو اقامتہ دین ممکن ہے اور نہ دین کے لئے پورے طور پر کوئی اثباتی شکل ہو سکتی ہے۔ ان باتوں کو پیش نظر رکھنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ خلیفہ پر دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی طرح محفوظ رکھنا واجب ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مشہورہ سے ثابت ہو چکا ہے اور سلف صالحین کا اجماع اُس پر منعقد ہو چکا ہے اسی کے ساتھ مخالف پر انکار کرنا بھی خلیفہ پر واجب ہے) جس کی صورت یہ ہے کہ مرتدوں اور زندیقوں کو قتل کرے اور بدعتی لوگوں کو سزا دے (۲) نیز (خلیفہ پر) اسلام کے ارکان جیسے جمعہ، جماعت، زکوٰۃ و حج اور صوم کا قائم کرنا واجب ہے جس کی صورت یہ ہے اپنے مقام پر بذاتِ خود (ان ارکان کو) قائم کرے۔ اور دوسرے مقامات میں مسجدوں کے امام اور صدقہ وصول کرنے والے مقرر فرمائے اور امیر الحج معین کرے (۳) نیز (خلیفہ پر واجب ہے کہ) جس قدر ہو سکے بذات خود علوم دینیہ کو زندہ رکھے اور ہر شہر میں مدرسین مقرر کرے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عبداللہ بن مسعود کو (صحابہ کی) ایک جماعت کے ساتھ کوفہ میں (علم دین کی تعلیم کے لئے) مقرر کیا اور معقل بن یسار اور عبداللہ بن معقل کو بصرہ میں (علوم دینیہ سکھانے کے لئے) بھیجا۔ (۴) نیز (خلیفہ پر) واجب ہے کہ) اہل خصومت کے درمیان تصفیہ کرے یعنی دعووں کا فیصلہ کرے اور (قضاۃ کو) اس کام کے لئے مقرر کرے (۵) اور نیز (خلیفہ پر واجب ہے کہ) بلاد اسلام کو کافروں، رہزنوں اور غاصبوں سے محفوظ رکھے، سرحدات کو سپاہ اور جنگی سامان سے تیار رکھے۔ اور دشمنانِ خدا سے جہاد کرے چاہے پیش قدمی کی صورت میں یا صرف دفاعی حیثیت کے اندر لشکروں کو مرتب کرے۔ اور مجاہدین کے لئے وظیفہ مقرر کرے۔ جزیہ و خراج وصول کرے اور اُس کو غازیوں میں تقسیم کرے۔ قاضی اور مفتی اور مدرس اور واعظ اور مساجد کے ائمہ کے مشاہرے اپنی رائے سے بلا اسراف و بخل تجویز کرے۔ اور کاروبار (حکومت) میں سچے، امانت دار اور خیرخواہوں کو نائب بنائے۔ نیز رعایا لشکری معززین شہر اور غازی اور حکام دولت وغیرہ سب کے حالات سے خبرداری رکھے تاکہ خیانت اور ظلم نہ ہونے پائے۔ اور مسلمانوں کے کام کافروں کو سپرد کرنا ہرگز درست نہیں ہے حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس امر کی سخت ممانعت فرمائی ہے

اخرج شیخ الشیوخ العارف السہروردی قدس سرہٗ فی العوارف عن وثیق الرومی قال کنت مملوکا لعمرؓ فکان یقول لی اسلم فانک ان اسلمت استعنت بک علی امانۃ المسلمین فانہ لاینبغی ان استعین علی اماناتہم بمن لیس منہم قال فابیتُ فقال عمرؓ لا اکراہ فی الدین" فلما

(ترجمہ) شیخ الشیوخ عارف سہروردی قدس سرہٗ فی عوارف میں وثیق رومی (نصرانی) سے روایت کی ہے اُنہوں نے کہا کہ میں (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) کا غلام تھا پس وہ مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ (اے وثیق) اسلام قبول کرلے کیونکہ اگر تو مسلمان ہو جائے گا تو میں تجھ سے مسلمانوں کے کام میں مدد لیا کرونگا اس لئے کہ یہ جائز نہیں ہے کہ میں مسلمانو

حضرتہ الوفاۃ اعتقنی فقال اذھب حیث شئت۔

(ازالۃ الخفاء ص ۱۵)

کے کام میں اُس شخص سے مدد لوں جو مسلمانوں میں سے نہ ہو، وثیق رومی کہتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے سے انکار کیا پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ دین میں زبردستی نہیں ہے پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت آیا تو انہوں نے مجھ کو آزاد کر دیا اور فرمایا کہ جہاں تیرا جی چاہے چلا جا۔"

یہ ہے ان ذمہ داریوں کا مختصر بیان جن کی بجا آوری خلیفہ پر واجب ہے

مسئلہ ششم: رعایا کی ذمہ داریاں بسلسلہ اطاعت خلیفہ!

مصالح اسلام کے متعلق خلیفہ جو کچھ حکم فرمائے اور (نیز اس کا جو حکم) شرع کے مخالف نہ ہو اُس کی بجا آوری مسلمانوں پر لازم ہے خواہ خلیفہ عادل ہو یا ظالم۔ اور اگر لوگ مذہب کے فروعات میں مختلف ہوں اور خلیفہ کسی ایسی بات کا حکم دی جو اجتہادی ہے، کتاب و سنتِ مشہورہ اور اجماع سلف کے مخالف نہیں ہے (نیز) ایسے قیاس جلی کے بھی مخالف نہیں ہے جو واضح الثبوت اصل پر مبنی ہے، تو خلیفہ کی اُس بات کو سُننا اور اس کے حکم کے موافق چلنا لازم ہے اگرچہ (خلیفہ کا یہ حکم) اُس شخص کے مذہب کے موافق نہ ہو جس کو خلیفہ نے حکم دیا ہے۔

کسی سلطان (کی حکومت) پر مسلمانوں کے متفق ہو جانے کے بعد اس سلطان سے بغاوت کرنا حرام ہے اگرچہ خلافت کی شرطیں اُس میں نہ پائی جاتی ہوں۔ الا آنکہ اس سے صریح کفر ظاہر ہو خلیفہ سے بغاوت کرنے کی تین صورتیں ہیں (۱) ایک یہ کہ خلیفہ ضروریاتِ دین کے انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو جائے (العیاذ باللہ) اور اس وجہ سے رعایا خلیفہ سے مقابلہ کرے تو یہ مقابلہ کرنے والے حق پر ہوں گے کیونکہ اس صورت میں خلیفہ پر چڑھائی کرنا اور اُس سے جنگ کرنا واجب ہے اور یہ قتال اعلٰے قسم کا جہاد ہے تاکہ (خلیفہ کے کافر رہنے سے) "اسلام پراگندہ اور کفر غالب نہ ہو جائے"۔ (۲) دوسری صورت (خلیفہ سے بغاوت کرنے کی) یہ کہ لوگ مال لوٹنے، لوگوں کے قتل کرنے اور زنا کاری کی غرض سے تاویل شرعی کے بغیر بغاوت کر دیں اور قانونِ شرع کے بجائے تلوار سے کام لینا شروع کر دیں۔ ان لوگوں کا حکم وہی ہے جو رہزنوں کا ہے۔ ان لوگوں کا دفع کرنا اور ان کی جماعت کو منتشر کر دینا واجب ہے۔ (۳) تیسری صورت (خلیفہ سے بغاوت کرنے کی) یہ ہے کہ دین قائم کرنے کی خاطر لوگ بغاوت کریں اور خلیفہ (کے برحق ہونے) نیز اُس کے احکام (کی پیروی) میں شبہہ بیان کریں پس اگر (باغیوں کی) یہ تاویل قطعی البطلان ہو تو اُس کا کوئی اعتبار نہیں۔ جیسے حضرت فاروق اکبر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مرتدوں کی اور زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں کی تاویل (ناقابل اعتبار تھی) اور تاویل کے قطعی البطلان ہونے کے یہ معنی ہیں کہ (یہ تاویل) نص قرآنی، سنت مشہورہ، یا اجماع و قیاس جلی کے مخالف ہو۔ اور اگر تاویل قطعی البطلان نہ ہو بلکہ مجتہد فیہ ہو تو وہ گروہ باغی تو ضرور ہو گا مگر قرن اول میں ایسے گروہ کا حکم وہی ہے جو مجتہد مخطی کا ہوتا ہے کہ اگر وہ گروہ خطا کرے تو اس کے لئے ایک اجر ہے لیکن جبکہ خلیفہ وقت سے بغاوت کرنے کی ممانعت کی مشہور حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ میں وارد ہو چکی ہیں اور امت کا اجماع بھی اس پر منعقد ہو چکا ہے لہٰذا اب (اگر کوئی بغاوت کرے تو آج ہم اس) باغی کے عاصی ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ اگر خلیفہ سے کوئی ظلم صریح صادر ہو یا خلیفہ شرع کے برخلاف کوئی حکم کرے اور اس مسئلہ میں شارع کی جانب سے کوئی برہان ہمارے پاس موجود ہے (برہان کے وہی معنی ہیں جو ہم بیان کر چکے) تو خلیفہ کے اس ظلم کو اپنے سے دفع کرنے کے لئے مستعد ہونا اور خلیفہ کی اطاعت ترک کر دینا جائز ہے (اور ان دونوں صورتوں میں جو خلیفہ کی اطاعت نہ کرے) اس کی ایذا دہی کے لئے جو لوگ سلطان کا ساتھ

دیں گے وہ گنہ گار ہوں گے، اور اگر اس مسئلہ میں شارع کی جانب سے کوئی بیان نہ ہو تو خلیفہ سے بغاوت نہ کرے بلکہ صبر کرے اور جو آفتیں اُس کے سر پر آویں اُن کو آسمانی آفتیں سمجھے اور لڑائی سے کنارہ کش رہے۔ تلوار سے الگ رہ کر اگر کوئی شخص خلیفہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے تو یہ جہاد کی اعلیٰ قسم ہے۔ اور مناسب یہ ہے کہ خلیفہ کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نرمی کے ساتھ کیا جائے سختی کو دخل نہ دیا جائے۔ نیز خلوت کا لحاظ رکھا جائے جلوت میں نہ ہو۔ تاکہ فساد کا اندیشہ باقی نہ رہے۔ جب خلافت کے معنی اور خلیفہ کی شرطیں اور خلافت کے متعلقات معلوم ہو چکے تو اب مناسب ہے کہ ہم اصلی مقصد کی طرف رجوع کریں اور وہ یہ ہے کہ خلفائے اربعہ کے لئے خلافت عامہ کا ثابت ہونا اجلی بدیہیات سے ہے۔ کیونکہ جب ہم خلیفہ کا مفہوم اور اُس کی شرطیں ذہن میں لاتے ہیں اور خلفائے اربعہ کے حالات پر جو بسند مشہور معلوم ہوئے ہیں، نظر ڈالتے ہیں تو بدیہی طور پر خلافت کی شرطوں کا ان میں پایا جانا اور خلافت کے مقاصد کا پورے طور پر اُن سے ظاہر ہونا واضح ہو جاتا ہے اور کسی طرح کا خفا باقی نہیں رہتا اور اگر خلفائے اربعہ کی خلافت کے ثبوت میں کوئی پوشیدگی ہے تو وہ خلافت کے مفہوم میں (معنی مذکورہ کے علاوہ) دوسرے معنی پڑنے کی وجہ سے ہے جیسا کہ شیعہ عصمت اور وحی باطنی کو امام کے لئے شرط کرتے ہیں ورنہ اسلام، عقل، بلوغ، حریت مردانگی، سلامتی اعضا، اور قریشیت کا ان بزرگوں یعنی خلفائے اربعہ میں پایا جانا کسی عاقل کے لئے محل بحث نہیں ہو سکتا (نیز) کوئی دانشمند (اس بات سے) انکار نہیں کر سکتا کہ مرتدوں سے جنگ کرنا بلاد عجم و بلاد روم کو فتح کر لینا کسریٰ و قیصر کے لشکروں کو شکست دے دینا انہیں خلفا کی تدابیر کا نتیجہ ہے اور انہیں کے حکم سے ہوا ہے اور کفایت کرنے والے کے لئے اس قدر کافی ہے۔ اس کے تو خود شیعہ بھی قائل ہیں کہ حضرات شیخین نے خلافت کو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے غصب کر لیا تھا اور خلافت کا غصب کر لینا بلا جرأت و تدبیر نیز لوگوں کی تالیف کے ممکن نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اپنے اس قول سے شیخین کی شجاعت و رای اور کارگزاری کے قائل ہو گئے (اور لطف یہ کہ اس طور سے قائل ہوئے کہ انہوں نے اس کا قصد بھی نہیں کیا۔ (بلکہ ان کا مقصود دوسرا تھا) باقی رہی اجتہاد اور عدالت کی شرط اس کے امتحان کے لئے خلفاء کے اقوال، اُن کے فیصلے اور مناظرات میں غور و فکر سے کام لینا چاہئے تاکہ ان کا اجتہاد اظہر من الشمس ہو جائے چونکہ خلفا کی عدالت کے ثبوت کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ اب تک مخالفین میں سے کسی نے اُنکے مقدس دامن پر فسق ظاہری کا داغ نہیں لگایا (بلکہ) جتنی کچھ اور جو کچھ ہرزہ سرائی کی ہے اسکا منشا کوئی نہ کوئی مجتہد فیہ امر ہے جسکو اس فرقہ شیعہ (عاملہم اللہ بعدلہ) کے علاوہ جمہور اہل اسلام جانتے تک ہی نہیں پس ان خلفا کیلئے خلافت بمعنی مذکورہ کا ثابت ہونا دلیل و حجت سے بے نیاز ہے بلکہ جو کچھ اس مقام میں ضروری ہے وہ صرف یہی ہے کہ خلافت کے معنی کو دوسرے معانی سے (جیسے عصمت وغیرہ جو شیعوں نے شامل کر دیئے ہیں) علیحدہ رکھا جائے اور صرف خلافت کی شرطوں اور تقرر خلیفہ کے مقاصد کو بیان کر دیا جائے۔ بس۔ اور ان سب امور کو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہم فی الجملہ اس کتاب میں بیان کر دیا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین

پہلی فصل ختم ہو گئی

فصل دوم

خلافت خاصہ کے لوازم: (یعنی وُہ اوصاف جو خلافت خاصہ کے لئے ضروری ہیں)
حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ کچھ زمانہ تک نبوت اور رحمت رہے گی اُس کے بعد خلافت اور رحمت اُس کے بعد ملک عضوض اس کے بعد جبر وظلم اور بعض روایات میں "خلافت علی منہاج نبوت" کا لفظ بھی آیا ہے نیز ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی "کہ میرے بعد خلافت تیس برس رہے گی" خود اللہ تعالی نے قرآن عظیم کی متعدد آیتوں میں اُس خلافت کی علامتوں اور صفتوں کی وضاحت اور صراحت فرمادی ہے جو (خدا کو) نہایت پسندیدہ اور محبوب ہے، اس باب کی آیتوں میں سے ایک یہ ہے:۔

الذین مکنھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واٰتوا الزکوٰۃ ونھوا عن المنکر۔ (سورۃ حج - پارہ ۱۷)

(ترجمہ) "وہ لوگ (یعنی مہاجرین صحابہ) ایسے ہیں کہ اگر ہم انکو زمین میں حکومت دیں تو مرتبہ سلطنت پر پہنچکر بھی، وہ نماز کو قائم رکھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے"۔

اور یہ آیت بھی ہے:۔
وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّلحٰت لیستخلفنھم (سورۃ نور - پارہ ۱۸)

(ترجمہ)
وعدہ دیا ہے اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان لاچکے تم میں سے اور نیک کام کر چکے کہ ضرور ضرور ان کو خلیفہ بنائے گا"۔

اور اسی ذیل میں ہے:۔
محمد الرسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار۔ (سورۃ فتح - پارہ ۲۶)

(ترجمہ)
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُن کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں"۔

اسی کے متعلق ارشاد ہے:۔
یایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ۔ (سورۃ مائدہ - پارہ ۶)

(ترجمہ)
اے ایمان والو جو شخص تم میں کا اپنے دین سے پھر جائے گا تو کچھ پروا نہیں، عنقریب اللہ تعالی ایسے لوگ پیدا کردے گا جنکو وہ دوست رکھیگا اور وہ اسکو دوست رکھیں گے"۔

اس کے علاوہ اور بہت سی آیتیں ہیں (جن میں خلافت خاصہ کی صفتیں اور علامتیں مذکور ہیں) اور خلیفہ مقرر کرنے کیلئے مشورہ کرتے وقت صحابہ نے بھی (خلافت خاصہ کے) بعض اوصاف بیان کیئے ہیں جیسا کہ (مشورہ کے وقت بعض صحابہؓ نے) خلافت کا زیادہ مستحق اُن لوگوں کو بتایا الفاظ یہ تھے:۔

احق لھذا الامر وتوفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راضٍ (ازالۃ)

(ترجمہ) جن سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم وقت وفات تک رضامند رہے"۔

ان دلیلوں میں غور کرنے سے (خلافت کے) چند ایسے اوصاف معلوم ہوتے ہیں جو اُن اوصاف کے علاوہ ہیں جن کا ذکر

ف۱ اس کا لفظی ترجمہ کاٹنے والی بادشاہت ۱۲

خلافت عامہ کے بیان میں ہو چکا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس فصل میں اُن اوصاف کی تفصیل کریں اور خلفائے اربعہ رضوان اللہ علیہم میں اُن اوصاف کا پایا جانا بیان کریں۔ اور حواری کا لفظ جو اکابر صحابہ کی نسبت حدیث میں ہے اس سے بھی لوازم خلافت خاصہ کا ان میں پایا جانا ثابت ہوتا ہے (چنانچہ قتادہ تابعی نے جو اہل بصرہ کے شیخ تھے حواریت کی تفسیر لازم خلافت قریشیت کے ساتھ ملا کر کی ہے۔ معمر کہتے ہیں کہ قتادہ نے کہا کہ کل حواری قریش میں سے ہیں (یعنی) ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حمزہ، جعفر، ابوعبیدہ، عثمان بن مظعون، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ، اور زبیر، اور روح بن قاسم نے قتادہ سے جو روایت کی ہے اس میں قتادہ نے (حواری کی) تفسیر اس طرح کی ہے کہ حواری وہ لوگ ہیں جن کیلئے خلافت خاصہ صحیح ہو۔ اسیطرح ابن عبدالبر کی (کتاب) استیعاب میں ہے۔

(خلافت خاصہ کے لئے) ان اوصاف کے اعتبار میں دراصل تین نکتے ہیں۔

پہلا نکتہ یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کے نفوس قدسیہ نہایت صاف اور اعلیٰ فطرت پر پیدا کئے گئے ہیں اور وہ اسی صفائی اور علو فطرت کی وجہ سے حکمت الٰہی میں نزول وحی کے حقدار ٹھیرے ہیں اور عالم کی ریاست اُن کو سپرد ہوئی ہے۔ بنی آدم میں جس کا نفس ایسا پاک وصاف ہوتا ہے اس کو خدا ہی جانتا ہے جیسا کہ خود حقتعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

اللہ یعلم حیث یجعل رسالتہ۔ (قرآن) (ترجمہ) اللہ زیادہ جانتا ہے جس (نفس) میں اپنی رسالت رکھتا ہے"

اور امت میں بھی ایک جماعت ہے جسکا جوہر نفس (صفائی اور علو فطرت میں) انبیاء کے جوہر نفوس کے قریب پیدا کیا جاتا ہے جماعت اصل فطرت کے لحاظ سے امت میں انبیاء کی خلیفہ ہوتی ہے۔ (اسکی مثال ایسی ہے جیسا کہ آہنی آئینہ جیسے آہنی آئینہ آفتاب سے وہ اثر قبول کرتا ہے جو مٹی اور لکڑی اور پتھر کو میسر نہیں (اسیطرح) یہ گروہ بھی جسکا اصل اُمت ہے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے نفس قدسی سے ایسا اثر پذیر ہوتا ہے جو دوسروں کو میسر نہیں۔ اور (یہ لوگ) جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کرتے ہیں دلی شہادت سے حاصل کرتے ہیں۔ گویا اُن کے دلوں نے خود ہی ان باتوں کو اجمالاً محسوس کر لیا تھا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کلام نے ان اجمالی معانی کی شرح وتفصیل کر دی (پھر) ان لوگوں کے بعد درجہ بدرجہ تنزل ہوتے ہوئے دوسرے لوگوں کے مراتب ہیں یہاں تک کہ (سب سے اخیر میں) عوام مسلمین کی نوبت آتی ہے۔ پس خلافت خاصہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ شخص (یعنی خلیفہ) جس طرح ظاہر میں مسلمانوں کا رئیس ہے (اسیطرح) وضع طبعی کے اعتبار سے (یعنی صفائی اور عالی فطرتی کی استعداد جسکے مراتب ہر انسان میں مختلف ہوتے ہیں کسی میں کم کسی میں زیادہ) ان مراتب کے لحاظ سے بھی امت کا رئیس ہو (یعنی اس استعداد میں وہ سب سے فائق ہو) تاکہ ظاہری ریاست باطنی ریاست کی ہمدوش ہو جائے۔ اور یہی لوگ جو وضع طبعی کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام کے خلیفہ ہیں وہ شریعت میں صدیقین، شہدا اور صالحین کے لقب سے یاد کئے گئے ہیں چنانچہ یہ مضمون ان دو آیتوں سے مفہوم ہوتا ہے (پہلی آیت یہ ہے جسمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زبان سے فرمایا ہے:۔

اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ (سورۃ فاتحہ، پارہ ۱) (ترجمہ) ہم کو سیدھی راہ کی ہدایت کر یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا"

(دوسری آیت یہ ہے جس میں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اُولٰئِکَ مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین۔ الی آخر الآیۃ! (سورۃ نساء۔ پارہ ۵)

(ترجمہ) یہ لوگ ان لوگوں کے ساتھ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا، یعنی انبیا اور صدیقین اور شہدا اور صالحین اور یہ لوگ اچھے رفیق ہیں۔"

پس ان دو آیتوں میں خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمایا ہے کہ نمازوں میں مسلمانوں کی دعا اور قرب الٰہی کے مراتب طے کرنے میں اُنکا مقصد (حقیقت میں) ان لوگوں کی رفاقت (حاصل کرنا) ہے جو منعم علیہم ہیں اور منعم علیہم سے یہی چار (یعنی انبیاء اور صدیقین، شہدا اور صالحین) مراد ہیں۔ اور دوسرے مقام پر (آیۂ کریمہ)

یاَیُّھا الذین اٰمنو مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عن دینہٖ تا اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللہُ! میں بھی اسی معنی کی طرف اشارہ ہے کہ عوام مسلمین کے ولی ان کے وہ فاضل ترین افراد ہیں جو نماز قائم کرنے والے اور (اللہ کے) محبوب اور محب وغیرہ ہونے کے وصف سے متصف ہیں اس (نکتہ کی) اصل (منشاء) کو عبداللہ بن مسعودؓ نے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے (اصل عبارت یہ ہے):۔

ابو عمر فی خطبۃ الاستیعاب عن ابن مسعود قال ان اللہ تعالیٰ نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمدؐ خیر قلوب العباد فاصطفاہ وبعث برسالتہ ثم نظر فی قلوب العباد بعد قلب محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فجعلھم وزراء نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم یقاتلون عن دینہ الخ۔

ابوعمر نے استیعاب کے خطبہ میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا، تو تمام دلوں سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو بہتر پایا، پس ان کو برگزیدہ کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ پھر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے بعد اور بندوں کے دلوں کو دیکھا تو تمام بندوں کے دلوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلوں کو بہتر پایا پس صحابہ کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر بنایا تاکہ وہ خدا کے دین کیلئے کافروں سے مقاتلہ کرتے رہیں"۔ بیہقی نے بھی اسی کے مثل (حضرت ابن مسعود سے) روایت کی ہے مگر انہوں نے (روایت کا آخری حصہ) اس طرح نقل کیا ہے۔

الا انہ قال ۔ فجعلھم انصار دینہ ووزراء نبیہٖ فما راٰہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن وما راٰہ قبیحا فھو عند اللہ قبیح۔" صحابہ کو اپنے دین کا انصار اور اپنے نبیؐ کا وزیر بنایا پس جس بات کو مؤمنین (یعنی صحابہؓ) اچھا جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ اور جس بات کو قبیح جانیں وہ اللہ کے نزدیک بھی قبیح ہے (بیہقی کی روایت کا آخری حصہ اس طرف اشارہ کر رہا ہے) کہ جسطرح خلافت (کے استحقاق) میں اس گروہ (صحابہ) کی اولیت ثابت ہے اُسیطرح اس گروہ (صحابہ) کا اجتہاد بھی دوسروں کے اجتہاد سے اولیٰ اور احق ہے۔ اوصاف مذکورہ میں سے ہر ایک وصف کے لئے علامتیں اور خواص ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے مناقب میں کبھی اُن اوصاف کا پایا جانا صراحۃً ظاہر فرمایا ہے اور کبھی (اُن اوصاف کی) علامتوں اور خواص کا پایا جانا کنایۃً (جو صریح سے زیادہ بلیغ ہے) بیان کیا ہے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا حقیقی خلیفہ مثل بانسری کے ہے (یعنی جسطرح) آلہ بانسری بجانے والا آواز

بلند کرنے کے لیئے بانسری کو اپنے منہ میں لیتا ہو پس نغمہ سرائی اور اس کی خاص کیفیت بانسری بجانے والے کی طرف منسوب ہوتی ہے (نہ بانسری کی طرف) اسیطرح رحمتِ الٰہی کے حصّے جو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو ملے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو عمل میں لانے سے پہلے رفیق اعلےٰ سے جا ملے اور بطور سببیت و نیابت کے خلفا کے ہاتھوں سے وہ کام پورے کئے گئے تو در حقیقت وہ سب کام پیغمبر صلعم کی طرف منسوب ہیں اور خلفا بمنزلہ اعضائے پیغمبر صلعم کے سمجھے جاتے ہیں نہ کچھ اور۔ پس خلافت خاصہ یہ ہے کہ خلیفہ سے وہ کام سر انجام پاویں جو قرآن عظیم اور حدیث قدسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں اور (نیز) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (خلیفہ) کی خلافت کو صراحۃً وکنایۃً بہت مرتبہ ظاہر فرما دیا ہو تاکہ تمام کام (جو خلیفہ کے ذریعہ سے) انجام پاویں (وہ سب) حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کارنامہ میں درج ہوں اور خلفا نے صرف وسیلہ ہونے کا شرف حاصل کیا ہو نہ کچھ اور۔ جیساکہ آیۃ کریمۃ۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ الآیۃ (ترجمہ) یہ صفت اُن کی ہے توریت میں اور انجیل میں اُن کی یہ صفت ہو کہ وہ مثل اس کھیتی کے ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا اس پر شاہد ہے) اور یہ حدیث قدسی

بھی اس پر شاہد ہے کہ :-

ان اللہ نظر الی اھل الارض فمقتھم عربھم وعجمھم الا بقایا من اھل الکتاب وقال انما بعثتک لابتلیک وابتلی بک ،
(رواہ مسلم)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اہل زمین کی طرف نظر کی پس تمام زمین والوں کو عرب کو (بھی) عجم کو بھی ناپسند کیا باستثنا ایک جماعتِ اہل کتاب اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم سے فرمایا کہ میں نے تمکو اسلیئے مبعوث کیا تاکہ تمہاری آزمائش کروں۔ اور تمہارے ذریعہ سے خلق کی آزمائش کروں" (مسلم)

اور اسی کے مثل یہ قصہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نہایت بلند ہمتی سے مسجد اقصےٰ کی تعمیر کی طرف متوجہ ہوئے اور (جب) یہ کام اُن کے ہاتھ سے سر انجام نہ پایا تو ناچار ایک فرزند کی درخواست کی تاکہ اُس کے ہاتھ سے (مسجد کی تعمیر) تمام ہو جائے (اور داؤدؑ کا بھی نام باقی رہے چونکہ بعلاقۂ اولاد) وہ فرزند حضرت داؤدؑ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہے (اور نیکی کی نیکی اصل شخص کی طرف منسوب ہوتی ہے لہذا ضرور ہوا کہ) حضرت داؤدؑ کے کارنامے میں یہ ثبت ہو جائے کہ (حضرت) داؤد علیہ السلام مسجد اقصےٰ کے بنانے والے ہیں۔

تیسرا نکتہ :- یہ ہے کہ خلافت ایک بڑا کام ہے (اور حالت یہ ہے کہ) بنی آدم کے نفوس میں نفسانی خواہشات کی پیروی جبلی طور پر پیدا کی گئی ہے اور انسان کے اندر شیطان مثل خون کے سرایت کئے ہوئے ہے لہذا اگر خلافت رائے سے قائم ہو تو (اس کی نسبت) یہ احتمال ہے کہ خلیفہ ظلم اختیار کرے اور خلافت کے مقاصد (پورا کرنے) میں سستی سے کام لے اور (یہ ظاہر ہے) کہ ایسے خلیفہ کا ضرر امت مرحومہ کے لئے اس کے نہ ہونے کے ضرر سے بھی زیادہ شدید ہے۔ اور یہ احتمال کثیر الوقوع ہے (کیا تم نہیں جانتے کہ تمام بادشاہ سوائے معدودے چند اس مہلکہ میں گرفتار ہوئے اور ہو رہے ہیں) پس جب تک وعدۂ الٰہی کی وجہ سے یا (خلیفہ میں) ایسے اوصاف (موجود ہونے) کی وجہ سے جن کے ہوتے ہوئے (خلیفہ سے) ظلم و سستی کا ہونا عادۃً محال ہو اور نیز ان اوصاف کی وجہ سے خلیفہ کی بابت دین کے کاموں میں مستعد رہنے اور عدل کرنے کا ظن قوی ہو الغرض جبتک کسی وجہ سے یہ احتمال دور نہ ہو جائے ایسے شخص کا خلیفہ بنانا خیر محض نہ ہوگا

اور نہ بنی آدم کے دلوں میں اس کے خلیفہ بنانے سے اطمینان حاصل ہوگا اور یہ تقریر دیگر یوں سمجھو کہ لوگوں کی رائے سے) جو شخص خلائق کا رہنما اور علم ظاہر و باطن میں لوگوں کا مربی (بن گیا) ہو ممکن ہے کہ وہ اپنے علم و حال میں غلطی کرے اور دوسرے لوگ (بھی) بعض قرائن سے تمسک کر کے اس کی غلطی کو صحیح سمجھ لیں اور اسی کو رواج دے دیں۔ اس سلسلہ میں کیا اچھا کہا گیا ہے ؎ اے بسا ابلیس آدم روے ہست ٭ پس بہر دستے نباید داد دست ٭

(لہٰذا) جب تک صادق مصدوق صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث مستفیض اور اس کے اشارات سے کسی شخص کے علم و حال پر اعتماد۔ حاصل نہ ہو جائے (اسوقت تک) مقصد پورا نہیں ہوتا۔ پس خلافت کاملہ (خاصہ) وہی ہے کہ شارع کی نص اور اس کے اشارات سے اس خلیفہ پر ہم وثوق رکھتے ہوں اور خلافت عامہ میں اس کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ خلافت عامہ وہ ہے کہ خلیفہ کے علم و عدالت پر اپنی رائے سے اکتفا کر لیا جائے۔

جب یہ تینوں نکتے بیان ہو چکے تو اب ہم خلافت خاصہ کے لوازم کا گہری نگاہ سے تفصیلی جائزہ لیتے ہیں۔

ازانجملہ لوازم خلافت خاصہ سے ہے کہ خلیفہ مہاجرین اولین سے ہو نیز ان لوگوں سے ہو جو حدیبیہ میں (شریک) اور سورۃ نور کے نزول کے وقت موجود تھے۔ اور اُن لوگوں میں سے ہو جو بدر و تبوک اور دوسرے مشاہد عظیمہ میں موجود تھے جن کی عظمتِ شان اور جن کے حاضرین کے لئے وعدۂ جنت شرع میں حدیثِ مستفیض سے ثابت ہے۔ خلیفہ کا مہاجرین اولین میں سے ہونا اس لئے ضروری ہے کہ مہاجرین اولین کی شان میں ارشاد خداوندی ہے اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا (سورۃ حج۔ پارہ ۱۷) پھر اُس کے بعد ارشاد ہے: اَلَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اور اس کے بعد ارشاد ہے: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ۔ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جن مہاجرین اولین کو جنگ کی اجازت دی تھی اُن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے بطور تعلیق ارشاد فرمایا ہے کہ اگر ان کو ہم زمین میں تمکین دیں یعنی اُن کو رئیس بنائیں تو وہ لوگ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر عمل میں لائیں گے۔ نہی عن المنکر کے اندر جہاد بھی داخل ہے کیونکہ (نہی عن المنکر گناہوں سے روکنے کو کہتے ہیں اور) گناہوں میں سب سے زیادہ سخت کفر ہے اور گناہوں سے روکنے کا آخری طریقہ جہاد ہے (نیز نہی عن المنکر کے اندر) اقامتِ حدود اور رفع مظالم بھی شامل ہیں۔ اور امر بالمعروف کے اندر علوم دینیہ کا زندہ کرنا داخل ہے۔ لہٰذا اس تعلیق کا بنیادی تقاضہ ہے کہ اگر مہاجرین اولین میں سے کوئی شخص زمین پر حاکم ہو تو اُس کے ہاتھ سے خلافت کے مقاصد سرانجام پا جائیں اور (چونکہ سب جانتے ہیں کہ) خدا کے وعدہ میں خلاف نہیں ہے لہٰذا خلیفہ اگر مہاجرین اولین میں سے ہو گا تو اس پر سب کو اتفاق اور اُس کی خلافت سے (سبکو) اطمینان قلب رہے گا اور یہ صفت (جو مہاجرین اولین کے لئے ان آیات سے نکلی۔ اس) عصمت کا نمونہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے۔ نیز مہاجرین اولین کے حق میں ارشاد ہے:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ الی الآخر الآیۃ (سورۃ آل عمران۔ پارہ ۴) (ترجمہ) پس جن لوگوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور انہوں نے کافروں کو مارا اور خود بھی مارے گئے تو ضرور بالضرور ہم اُن کے گناہوں کو دور کر دیں گے۔ اور ضرور بالضرور ہم اُن کو ایسی جنتوں میں داخل

ؔلے بہت سے شیطان ہیں جنہوں نے انسانی روپ دھار لیا ہے۔ لہٰذا ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہیئے (یعنی ہر ایک سے بیعت نہ کرنا چاہیئے) ۱۲

کریں گے جنکے (درختوں کے) نیچے نہریں جاری ہیں یہ جزا ہے خدا کے پاس سے"۔ اور ارشاد ہے:۔
وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ۔ الآیۃ (سورۃ انفال۔ پارہ ۱۰) (ترجمہ) اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی یہی لوگ سچے مؤمن ہیں اُن کے لئے مغفرت اور باعزت روزی ہے"۔ نیز ارشاد ہے:۔
اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ (قرآن سورۃ توبہ۔ پارہ ۱۰) (ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور ترکِ وطن کیا اور خدا کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کیا اُن کا درجہ خدا کے نزدیک بہت بڑا ہے"۔ (حاصل یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے مہاجرینِ اولین کے لئے ہر نوع اور ہر قسم کے فضائل بیان کر دیئے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مہاجرینِ اولین سے ہونا خلافت خاصہ کے لوازم میں سے قرار دیا جائے)
اور خلیفہ کا حاضرین حُدَیبیہ میں سے ہونا چند وجہ سے) ضروری ہے (اولاً) اس لئے کہ ارشاد باری ہے:۔
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّارِ۔ پھر ساتھ ہی فرمایا ہے۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ۔ الآیۃ ان تمام آیتوں کا حاصل یہ ہے کہ جو لوگ اس مبارک واقعہ (یعنی صلح حدیبیہ) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حاضر تھے اُن کے ہاتھوں سے دین کا اظہار اور اعلائے کلمۃ اللہ واقع ہوگا۔ پس جب یہ وصف (حدیبیہ میں موجود ہونے کا) خلیفہ میں پایا جائے گا تو اس پر اس بات کا اعتماد رہے گا کہ خلافت کے مقاصد کا اس سے سرانجام پانا یقینی ہے۔ اور (ثانیاً) اس لئے کہ قرآن عظیم میں اس گروہ کے لئے خدا کی رضامندی ثابت ہو چکی ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔
لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ الآیۃ (سورۃ فتح۔ پارہ ۲۶) (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ مؤمنین سے راضی ہوگیا جب کہ وہ تم سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے"۔ اور (ثالثاً) اس لئے کہ حدیث قدسی میں بروایت جابر آیا ہے

عن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لن یلج النار احد شھد بدرا والحدیبیۃ وعنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرۃ (ازالۃ الخفاء)

کہ (ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بدر و حدیبیہ میں حاضر ہوا وہ ہرگز جہنم میں نہ جائے گا اور نیز انہیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت کی اُن میں سے کوئی بھی جہنم میں داخل نہ ہوگا"۔

اور خلیفہ کا حاضرین (وقت) نزول سورۃ نور میں سے ہونا اس لئے ضروری ہے کہ خدای تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔
وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ۔ الآیۃ (سورۃ نور۔ پارہ ۱۸) (ترجمہ) وعدہ کیا ہے اللہ نے اُن لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے کہ یقیناً اُن کو خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسے خلیفہ بنایا تھا اُن سے پہلے لوگوں کو اور بالضرور تمکین دیگا اُن کے لئے اُن کے اُس دین کو جس کو پسند کیا اللہ نے اُن کے لئے"۔ (اس آیت میں، لفظ مِنْكُمْ سے تمام مسلمان، مراد نہیں ہیں (بلکہ صرف وہ لوگ مراد ہیں جو سورۃ نور کے نزول کے وقت موجود تھے کیونکہ اگر تمام مسلمان مراد ہوں۔۔۔ تو اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کے ساتھ لفظ مِنْكُمْ کے ذکر کرنے سے تکرار لازم آتی ہے (اور یہ بلا فائدہ صحیح نہیں، مطلب یہ ہے کہ (اس آیت میں)، اُن لوگوں کے لئے جو ابتِ وقتِ نزول موجود تھے اس بات کا وعدہ ہے کہ

تمکین دین انہیں کی سعی و محنت اور کوشش کے موافق ظہور پذیر ہوگی۔ اور خلیفہ کا علاوہ حدیبیہ کے دوسرے مشاہد خیر کے حاضرین میں سے ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اہل بدر تمام دیگر صحابہ سے افضل ہیں (جیساکہ)

اخرج البخاری عن معاذ بن رفاعۃ بن رافع الزرقی عن ابیہ وکان ابوہ من اھل بدر قال جاء جبرئیل الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما تعدون اھل بدر فیکم فقال من افضل المسلمین او کلمۃ نحوھا قال وکذلک من شھد بدراً من الملائکۃ

(ازالۃ۔ بحوالۂ بخاری)

(ترجمہ) بخاری نے معاذ بن رفاعہ بن رافع زرقی سے انہوں نے اپنے والد سے (انکے والد اہل بدر میں سے تھے) روایت کی ہو کہ انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جبرئیلؑ آئے اور عرض کیا کہ (یا رسول اللہ) آپ اپنے گروہ میں اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا تمام مسلمانوں سے افضل یا اسی کے مثل کوئی اور لفظ آنحضرت صلعم نے فرمایا جبرئیلؑ نے عرض کیا ایسا ہی ہم اُن فرشتوں کو تمام فرشتوں سے افضل جانتے ہیں جو جنگ بدر میں شریک ہوئے"۔

(نیز) اہل بدر کی شان میں صحیح (طور پر ثابت) ہوا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ (ترجمہ) یقیناً خدای تعالیٰ اہل بدر کے حال سے باخبر ہوا اس لئے (حدیث قدسی میں) فرمایا جو کچھ چاہو کرو میں نے تم کو بخشدیا یا (یہ فرمایا) کہ تحقیق تمہارے واسطے جنت واجب ہوگئی"۔ اور جو جنگ بتوک میں حاضر تھے اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

لَقَدْ تَابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَۃِ الْعُسْرَۃِ

(سورۃ توبہ۔ پارہ ۱۱)

بیشک اللہ نے توجہ کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اور مہاجرین و انصار پر جنہوں نے تکلیف کے وقت اُس (نبی اکرم صلعم) کی اتباع کی"۔

اور اسی بنیاد پر کہ مشاہد خیر میں شریک ہونا لوازم خلافت خاصہ سے ہے) ابن عمرؓ کے وہ الفاظ ہیں جو انہوں نے (اپنے ذہن میں) معاویہ بن ابی سفیان سے کہنے کے لئے پہلے سے تجویز کیے تھے (دل چاہتا ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ کے عربی الفاظ بھی نقل کر دیے جائیں) شاہ صاحب کا انوکھا طرز استدلال، اور اس پہ "حضور علم"؟ مرتبۂ اعجاز کے الفاظ سے نہ تعبیر کیا جائے تو کیا طرز ادا اختیار کیا جائے؟ شاہ صاحبؒ نے خود بحوالۂ امام بخاریؒ ابن عمرؓ کے یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔

احق بھذا الامر منک من قاتلک وقاتل اباک علی الاسلام (رواہ البخاری)

(ترجمہ) تم سے زیادہ اس امر (یعنی خلافت) کی حقدار وہ ذات گرامی ہے جس نے خود تم سے اور تمہارے باپ سے "اسلام" کے نام پر جنگ کی"۱۲ منہ)

(حضرت ابن عمرؓ کی مراد حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے) (اسی اصل پر) عبدالرحمٰن بن غنم اشعری فقیہ شام کی وہ گفتگو ہے جو انہوں نے حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوالدرداء سے بسلسلہ پیام رسانی ان کی حضرت علی کے یہاں سے واپسی کی جس کی تفصیل یہ ہے حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوہریرہ جو حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت علی کے پاس یہ پیغام لے کر گئے تھے کہ خلافت کو چھوڑ دیجئے مسلمانوں کے شوریٰ پر اس کو دائر کر دیجئے (جب حضرت علی کے پاس سے (معاویہ کا پیغام پہنچاکر) واپس ہوئے (اور مقام حمص میں جو حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کا مسکن تھا پہنچے) تو حضرت عبدالرحمٰن نے اُن سے منجملہ اور باتوں کے یہ بھی کہا کہ تم دونوں پر تعجب ہے کہ تم نے کیسے یہ پیغام رسانی جائز سمجھ لی اور علیؓ کو اس بات کی دعوت دی کہ خلافت کو شوریٰ پر دائر کر دیں؟ حالانکہ تم جانتے ہو کہ مہاجرین و انصار

اہلِ حجاز اور اہلِ عراق نے علی سے بیعت کر لی ہے اور بے شک جو لوگ علیؓ کی خلافت سے راضی ہو گئے وہ ان لوگوں سے افضل ہیں جو علی کی خلافت سے ناخوش ہیں اور جن لوگوں نے علی سے بیعت کر لی ہے وہ ان لوگوں سے افضل ہیں جنہوں نے اُن سے بیعت نہیں کی اور معاویہ کو شوریٰ سے کیا تعلق؟ معاویہؓ تو طُلقاء میں سے ہیں جن کے لئے خلافت پر متمکن ہونا جائز ہی نہیں ہے پھر دوسری بات یہ ہے کہ معاویہ اور ان کے والد تو غزوۂ احزاب میں کافروں کے سردار تھے (لہٰذا پھر کیسے ممکن ہے کہ ان کو خلافت کمیٹی میں لیا جائے، یا خلافتِ خاصہ ان کے سپرد کر دی جائے، جبکہ مہاجرین اولین، اور مشاہدۂ خیر میں حصہ لینے والے جلیل القدر اصحابِ نبیؐ موجود ہیں) (عبد الرحمٰن بن غنم کی یہ گفتگو سُنکر ابوہریرۃ اور ابوالدرداء اپنی پیام رسانی پر نادم ہوئے اور عبد الرحمٰن بن غنم کے سامنے اپنے اس فعل سے توبہ کی ابوعمر نے استیعاب میں اس کو روایت کیا ہے اور منجملہ لوازم خلافت خاصہ (ایک راز) یہ بھی ہے کہ خلیفہ بہشت کی بشارت پا چکا ہو یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے خاص نام لے کر بغیر کسی تعلیق اور شرط کے فرمایا ہو کہ فلاں شخص اہلِ بہشت سے ہے اور اس کا انجام کار نجات اور سعادت ہے (یہ شرط اس لئے ہے) کہ اس بشارت سے آخر حال میں اس شخص کی سعادت اُس کے ایمان اور تقویٰ کا قطعی ثبوت ملتا ہے۔ اور (چونکہ) خلفا آخر حال میں خلافت کے منصب پر مامور ہوتے تھے اور خلافت ہی کی حالت میں دُنیا سے گذر گئے (لہٰذا اگر وہ مبشر بہ بہشت ہوں گے تو معلوم ہو گا کہ خلافت کی حالت میں وہ لوگ متقی، ایماندار و نجات یافتہ اور باسعادت رہے) اور نیز (اس بشارت سے) یہ ظن بھی حاصل ہوتا ہے جو قریب بہ یقین ہے کہ تمام عمر وہ شخص نیک عمل گناہوں سے الگ اور طاعت کرنے والا رہے گا۔ اگرچہ اہلِ سنت کے نزدیک کبیرہ گناہ کرنے والے کی مغفرت جائز ہے (گو) بہت کم لیکن یہاں (یعنی بہشت کی بشارت والے سے اگر کبائر کا ارتکاب جائز رکھا جائے تو) تلبیس عظیم و تدلیس شدید لازم آتی ہے (کیونکہ صرف مبشر ہونا ہی ذہن کو صدور کبائر کے خیال سے باز رکھتا ہے) حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے تلبیس و تدلیس کی نفی ہو چکی ہے (اب رہا یہ کہ خلفائے اربعہ مبشر بہ جنت تھے یا نہیں تو کیفیت یہ ہے کہ) خلفائے اربعہ کے لئے جنت کی بشارتیں اس درجۂ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں کہ اس کے خلاف کا احتمال بھی باقی نہیں رہتا۔ اولاً تو یہ مبشرات اجمالی طور پر مہاجرین و حاضرین حدیبیہ اور حاضرین جیش العسرۃ (یعنی غزوۂ تبوک) وغیرہ کے مناقب کی آیتوں میں ملتی ہیں پھر مطلقاً صحابہ کے مناقب کی حدیثوں میں اور غزوات میں شریک ہونے والوں کے مناقب کی حدیثوں میں ان کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے جن کا بیان کرنا طوالت ہے۔ ثانیاً (حدیث) عشرہ مبشرہ کے ضمن میں جو سعید بن زید سے مروی ہے۔ ثالثاً (خاص طور پر) خلفائے ثلثہ کے لئے (اس حدیث میں جو) ابوموسیٰ اور جابر وغیرہ سے (مروی ہے) رابعاً بالتخصیص شیخین کے لئے حدیث ابوسعید خدری اور ابن مسعود کے اندر، خامساً الگ الگ (ہر ایک خلیفہ کے لئے) اُن حدیثوں میں جو (ایک جماعت کثیرہ سے (مروی ہیں) از انجملہ یہ حدیث ہے عثمانُ رفیقی فی الجنۃ (ترجمہ، عثمانؓ میرے رفیق ہیں جنت میں (اور یہ حدیث ہے) لعلی بُستانٌ فی الجنۃ (علیؓ کے واسطے ایک باغ ہے جنت میں) اور منجملہ لوازم خلافت خاصہ ایک یہ ہے کہ (خلیفہ ایسا شخص ہو جس کی نسبت) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح فرما دی ہو کہ وہ امت کے لئے اعلےٰ طبقہ سے ہے یعنی صدیقین، شہداء اور صالحین سے اور مُحدَّث بھی صدیق کا ہم مرتبہ ہے اور ایک اعتبار سے محدث (اُسی صدیق) کی تعریف میں داخل ہے (لہٰذا اگر کسی کے شان میں مُحدَّث کا لفظ آیا ہو تو وہ بھی کافی ہے) یا (آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے) اس کا بہشت میں عالی درجہ ہونا بیان فرما دیا ہے اور اُس سے بھی اُس شخص کا امت کے اعلےٰ طبقہ سے ہونا لازم آتا ہے یا اس کی رائے وحی کے موافق ہوا اور بہت سی آیتیں اُس کی رائے کے موافق نازل ہوئی ہوں اس سے بھی اسکا امت کے اعلےٰ طبقہ سے ہونا لازم آتا ہے یا بتواتر ثابت ہو گیا ہو کہ عبادات اور تقرب الی اللہ میں اس کی سیرت تمام مسلمانوں کی سیرت سے اکمل ہے نیز خصائل پسندیدہ، مقامات عالیہ، احوال سنیۃ اور کراماتِ قویہ سے آراستہ ہے (یعنی ان تمام اوصاف سے (موصوف ہے) جو آجکل طریقۂ صوفیہ کے نام سے موسوم ہیں جنکو صاحب قوت القلوب وغیرہ نے اپنی کتابوں میں بسند احادیث و آثار بیان کیا ہے یہ امور بھی صدیقین و شہدا میں سے ہونے کی دلیل ہیں۔ خلیفہ کا ایسا ہونا اس لئے ضروری ہے کہ ظاہری ریاست باطنی ریاست کے ساتھ جمع ہو جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پوری مشابہت ہو جائے اور تاکہ وہ) آیہ کریمہ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ الآیۃ (سورۃ فتح۔ پارہ ۲۶) (ترجمہ) جو لوگ محمد الرسول اللہ (صلعم) کے ساتھ ہیں کافروں پر بہت سخت ہیں اور باہم مہربان ہیں (اے مخاطب) تو ان کو کبھی (رکوع میں دیکھتا ہے (کبھی) سجدے میں یہ چاہتے ہیں فضل اللہ کا اور اس کی رضامندی علامت ان کی ان کے چہروں میں سجدے کے نشان سے ہے (اور آیۃ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین (سورۃ مائدۃ۔ پارہ ۶) (ترجمہ) اللہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں مسلمانوں سے فروتنی کرتے ہیں۔ اور کافروں سے سختی) کے مفہوم میں داخل ہو جائے ان تمام باتوں کا خلفائے اربعہ کے لئے ثابت ہونا ضروریات دین سے ہے اور بیشمار حدیثوں سے ثابت ہے ازانجملہ ابوہریرہؓ کی یہ حدیث ہے کہ:۔

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان علی حراء ھو وابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحۃ والزبیر فتحرکت الصخرۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِھدأ فانما علیك الا نبیٌ او صدیقٌ او شہیدٌ اخرج الحدیث المسلم والترمذی)

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) کوہ حرا پر تھے اور آپ کے ہمراہ ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحۃ اور زبیر بھی تھے پس پہاڑ جنبش کرنے لگا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! اے حرا ٹھہر جا کیونکہ نہیں ہے تجھ پر مگر نبیؐ یا صدیق یا شہید" اس حدیث کو مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

ازانجملہ انس کی یہ حدیث ہے کہ:۔

ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صَعِدَ اُحُدًا وابوبکر وعمر وعثمان فرجف بہم فقال اثبُت اُحد اُراہ ضربہ برجلہ فانما علیك نبی وصدیق وشہیدان اخرجہ البخاری وابوداؤد والترمذی۔

(ترجمہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوہ احد پر چڑھے اور آپکے ہمراہ ابوبکر وعمر اور عثمان بھی چڑھے پس پہاڑ جنبش کرنے لگا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا پائے مبارک پہاڑ پر مار کر فرمایا اے احد ٹھہر جا نہیں ہے تجھ پر، مگر نبیؐ اور صدیق اور دو شہید، اس حدیث کو بخاری، ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

ازانجملہ عثمان کی حدیث ہے جو مثل حدیث انس ہے لیکن اس کے آخر میں یہ زیادہ ہے کہ پہاڑ پر حضرت صلعم کے ساتھ خلفائے ثلثہ کے سوا اور لوگ بھی تھے، اس حدیث کو نسائی نے روایت کیا ہے ازانجملہ ابوہریرہ کی یہ حدیث ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ اما انك یا ابابکر اوّل من یدخل الجنۃ من امتی اخرجہ

ابوداؤد، اے ابوبکر آگاہ رہو کہ تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہو گے۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔ ازانجملہ جابر کی یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔

یا ابابکر اعطاک اللّٰہ الرضوان الاکبر فقال بعض القوم ماالرضوان الاکبر یارسول اللّٰہ؟ قال یتجلّی اللّٰہ لعبادہ فی الآخرۃ عامۃ ویتجلّی لابی بکر خاصۃ اخرجہ الحاکم ونوزع فی صحتہ والحق مع الحاکم،

اے ابوبکر خدا نے تم کو رضوان اکبر عطا فرمایا بعض لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ رضوان اکبر کیا چیز ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آخرت میں اپنے تمام بندوں پر عام تجلی کرے گا اور ابوبکر پر خاص تجلی کرے گا۔ اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے۔ اگرچہ اس حدیث کی صحت میں نزاع ہے مگر حاکم حق پر ہیں (یعنی یہ حدیث صحیح ہے)

ازانجملہ عبداللہ بن عمر کی یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ابوبکر سے فرمایا:۔

ان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قال لابی بکر انت صاحبی علے الحوض وصاحبی فی الغار۔

تم میرے ساتھی ہو حوض (کوثر) پر۔ اور میرے ساتھی ہو غار میں۔

ازانجملہ ابن عمر، ابوذر اور علی ابن طالب کی روایت سے (یہ) حدیث (ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

جعل اللّٰہ الحق علے لسان عمر وقلبہ۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے عمرؓ کی زبان اور ان کے دل پر حق جاری کردیا ہے۔"

ازانجملہ ابوہریرہ اور عائشہ کی روایت سے (یہ) حدیث (ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ:۔

لقد کان فیما کان قبلکم من الامم ناس محدثون فان یکن فی امتی احدٌ فانہ عمر"

(ترجمہ) بلاشبہ تم سے پہلے کی امتوں میں کچھ لوگ محدث تھے اور میری امت میں اگر کوئی محدث ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔"

اور اسی کے مثل عقبہ بن عامر کی (یہ) حدیث ہے (کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

لوکان بعدی نبیٌ لکان عمر بن الخطاب"

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے۔"

اسی کے مثل سعد بن ابی وقاص، ابوہریرہ اور بریدہ اسلمی (کی روایت) سے یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

والذی نفسی بیدہ ما لقیک الشیطان فجا الا سلک فجا غیر فجک،

(ترجمہ) قسم اس کی جسکے قبضہ میں میری جان ہے (اے عمرؓ) جب کسی راستہ میں تم کو شیطان دیکھ لیتا ہے تو وہ راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ سے چلنے لگتا ہے

اسی کے مثل ہے عمر، ابن عمر اور ابن مسعود کی روایت سے وہ حدیث (جس میں حضرت فاروق کی رائے کا وحی الٰہی کے موافق ہونا مذکور ہے) ازانجملہ علی بن ابی طالب، انس اور ابی جحیفہ کی روایت سے (یہ) حدیث ہے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)

ھذان سیدا کھول اھل الجنۃ من الاولین

(ترجمہ) یہ دونوں (یعنی ابوبکر و عمر) تمام پیران اہل جنت کے

والآخرین الا النبیین والمرسلین "

اگلے اور پچھلوں کے سردار ہیں باستثناء انبیاء و رسل "

ازانجملہ یہ حدیث (ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ):-

اِنَّ اَھلَ الدرجات العلی لیراھم من تحتھم کما ترون النجم الطالِعَ فی افق السَّمَاء وان ابابکر و عمر منھم وَاَنعَمَا اخرجہ الترمذی وابن ماجہ "

(ترجمہ) اعلیٰ درجات والے نیچے درجہ والوں کو اس طرح (روشن) نظر آئیں گے جس طرح تم لوگ اس ستارہ کو دیکھتے ہو جو آسمان کے افق پر نکلتا ہے اور بیشک ابوبکر و عمر انہیں اعلیٰ درجات والوں میں سے ہیں بلکہ اُس سے زیادہ اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کیا ہے

ازانجملہ یہ حدیث (ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ):-

الا استحیی ممن یستحیی منہ الملٰئکۃ یعنی عثمان اخرجہ مسلم "

کیا میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں یعنی عثمان سے، اس حدیث کو مسلم نے روایت کیا ہے "

ازانجملہ (یہ) حدیث (ہے) کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ:-

لِکُلِّ نبیٍ رفیقٌ و رفیقی فی الجنۃ عثمان اخرجہ الترمذی "

ہر نبی کیلیے ایک رفیق ہے اور میرے رفیق جنت میں عثمان ہیں اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے "

ازانجملہ سعد بن ابی وقاص اور جابر وغیرہ کی روایت سے (یہ) حدیث (ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا:-

اَمَا ترضیٰ ان تکونَ منی بمنزلۃِ ھارون من موسیٰ "

کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہوئے کہ تم میری طرف سے اس مرتبہ پر ہو جس مرتبہ پر ہارون موسیٰ[۲] کی طرف سے تھے "

ازانجملہ یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے غزوۂ خیبر میں فرمایا):-

لاعطینَّ الرایۃَ غداً رجُلاً یحب اللہ ورسولہٗ ویحبہ اللہ ورسولہ رواہ جماعۃ من الصحابۃ وقال علی عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان لکل نبی سبعۃ نُجَبَاء رُقبَاءَ و اعطیت انا اربعۃ عشر قال انا و ابنای وجعفر وحمزۃ وابوبکر و عمر ومصعب بن عمیر وبلال وسلمان وعمار وعبد اللہ ابن مسعود و ابوذر والمقداد "

کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دونگا جو اللہ اور اسکے رسول کو دوست رکھتا ہے اور اللہ اور اسکا رسول اُس شخص کو دوست رکھتے ہیں اس حدیث کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے ازانجملہ (یہ) حدیث ہے جو حضرت علی سے مروی ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لئے سات نجباء رقباء ہوتے ہیں اور مجھ کو چودہ[۱۴] عطا کئے گئے ہیں جنکی تفصیل حضرت علی نے اسطرح کی ہے، میں[۱] اور میرے دونوں بیٹے حسن[۲] و حسین[۳] جعفر[۴]، حمزہ[۵]، ابوبکر[۶]، عمر[۷]، مصعب بن عمیر[۸]، بلال[۹]، سلمان[۱۰] و عمار[۱۱]، عبد اللہ بن مسعود[۱۲]، ابوذر[۱۳] اور مقداد[۱۴]۔ اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے "

اس کے علاوہ خلفائے اربعہ کے دیگر حالات جو تواتر کے ساتھ ثابت ہیں ہم آیندہ فصل میں بیان کریں گے۔

منجملہ لوازم خلافتِ خاصہ ایک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ہونے والے) خلیفہ کے ساتھ اپنے قول و عمل سے اس طریقہ پر کثیر مرتبہ پیش آئے ہوں جیسے کوئی بادشاہ اپنے ولی عہد کے ساتھ پیش آتا ہے اس قسم کے پیش آنے کی

کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا مستحق خلافت ہونا بیان فرمائیں اور امت کے ساتھ اس کے برتاؤ کی خوبیاں ذکر کریں۔ دوسرے یہ کہ (نبی صلعم) بہت سے ایسے قرائن قائم کر دیں جن سے سمجھدار صحابہ یہ سمجھ لیں کہ اگر نبی صلعم کسیکو خلیفہ بناتے تو فلاں شخص کو بناتے، اور جان لیں کہ فلاں شخص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب ہے اور نیز اُن قرائن کی وجہ سے) کہنے لگیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس حال میں کہ آپ فلاں فلاں سے راضی تھے یا اور اسی قسم کی باتیں (لوگوں کی زبان پر آنے لگیں) تیسرے یہ کہ نبی الکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی میں اُس شخص کو ان کاموں (کے انجام دینے) کا حکم فرمائیں جو بحیثیت نبوت آپ ہی کی مبارک ذات سے متعلق ہوں یہ بات خلافت خاصہ میں اس لئے ضروری ہے کہ خلیفہ کی خلافت پر شرع کی جانب سے لوگوں کو وثوق ہو جائے اور (اسی وجہ سے حضرات شیخین جب کسیکو خلافت کے متعلق کسی کام پر مامور کرنا چاہتے تھے تو (پہلے) یہ تحقیق کر لیتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو مسلمانوں کے کسی کام پر مامور کیا ہے (یا نہیں) اگر (اس شخص کو) ایسا پاتے تو اپنا عزم پورا کر دیتے (اور اُس شخص کو اس کام پر مقرر فرماتے) ورنہ موقوف رکھتے۔ اس قسم کے واقعات تواتر کی حد کو پہونچ گئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ (ان واقعات کو) کسیقدر ہم فصل آئندہ میں بیان کریں گے اور نیز (یہ امر اس لئے بھی ضروری ہے کہ) خلیفہ کا دینی امور کو انجام دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو سکے جیسے "بنی الامیر المدینۃ میں" محکوم کا فعل حاکم کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلفا کے حالات کو اُن کے ان اوصاف کے ساتھ بیان کرنا جن سے (اُن کا) استحقاق، خلافت محسوس ہو سکے۔ فاضلین صحابہ کی ایک جماعت کے مناقب میں اور فرداً فرداً بھی حدیث مستفیض سے ثابت ہے اور آنحضرت صلعم کا یہ بیان (خلافت کی سند ہے) جس طرح کہ روایت حدیث کی اجازت، علم پڑھانے اور فتویٰ لکھنے کی اجازت ہوتی ہے (پس) جس طرح کہ فی زمانہ علماء (اپنے تلامذہ میں سے) ایک جماعت کو اپنی جانشینی کے لئے منتخب کر لیتے ہیں اور ان کے استحقاق کو صراحۃً بیان کر دیتے ہیں (اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرتبہ (خلافت) کو اکابر، فاضلین صحابہ کے لئے ظاہر فرما دیا ہے۔ انہا نجملہ ابو سعید خدری کی (یہ) حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارحم امتی بھا ابوبکر واقواھم فی دین اللہ عمر واصدقھم حیاءً عثمان واقضاھم علی بن ابی طالب الخ اخرجہ ابو عمر فی لاول الاستیعاب "

(ترجمہ) میری امت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر اور اللہ کے دین میں سب سے زیادہ سخت عمر ہیں اور سب سے زیادہ سچے حیادار عثمان ہیں اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے علی بن ابی طالب ہیں۔ اس حدیث کو ابو عمر نے استیعاب کے شروع میں لکھا ہے"

انا نجملہ یہ حدیث ہے کہ:۔

حدیث شیخ من الصحابۃ یقال لہ ابو محجن. و محجن ابن فلان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ارءف امتی بامتی فذکر الحدیث"

(ترجمہ) صحابہ میں ایک شیخ نے جنکو ابو محجن یا محجن بن فلاں کہا جاتا تھا بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر ہیں الخ"

ورانس بن مالک کی یہ حدیث ہے:۔

ارحم امتی بامتی ابوبکر فذکر مثلہ اخرجھما ابوعمر فی الاستیعاب۔

(ترجمہ) میری امت پر سب سے زیادہ رحیم ابوبکر ہیں الخ ان دونوں حدیثوں کو ابوعمر نے استیعاب میں لکھا ہے۔

ازانجملہ ابن مسعود اور حذیفہ کی (یہ) حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لا ادری مابقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی۔

میں نہیں جانتا کہ میں تم میں کب تک رہوں گا پس تم ان دو شخصوں (یعنی ابوبکر و عمر) کی متابعت کرنا جو میرے بعد (خلیفہ) ہوں گے۔

ازانجملہ علی مرتضیٰؓ اور حذیفہ کی یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ان تؤمروا ابابکر تجدوہ امیناً زاھداً فی الدنیا راغباً فی الاخرۃ وان تؤمروا عمر تجدوہ قویاً امیناً لا یخاف فی اللہ لومۃ لائم وان تؤمروا علیاً ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیاً مھدیاً یاخذ بکم الطریق المستقیم۔

اگر تم لوگ ابوبکر کو امیر بناؤ گے تو ان کو امانت دار اور دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا راغب پاؤ گے اور اگر عمر کو امیر بناؤ گے تو انکو قوی، امانت دار پاؤ گے کہ وہ اللہ کے دین میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور اگر علی کو امیر بناؤ گے تو ان کو ہدایت کرنیوالا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے وہ تم لوگوں کو سیدھی راہ پر لے چلیں گے اگرچہ میں خیال کرتا ہوں کہ تم لوگ (علی کو خلیفہ) بنانیوالے نہیں ہو۔

ازانجملہ یہ روایت ہے کہ:۔

وسئلت عائشۃ من کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مستخلفاً لو استخلفہ قالت ابوبکر فقیل ثم من بعد ابی بکر قالت ثم قیل من بعد عمر قالت ابوعبیدۃ۔

حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود کسی کو خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے حضرت عائشہؓ نے کہا ابوبکر کو پھر پوچھا کہ ابوبکر کے بعد کسکو بناتے حضرت عائشہؓ نے کہا عمرؓ کو پھر پوچھا گیا عمر کے بعد کس کو بناتے حضرت عائشہؓ نے کہا ابوعبیدہ کو۔

ازانجملہ یہ روایت ہے کہ:۔

قال عمر ما احد احق بھذا الامر من ھؤلاء النفر الذین توفی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وھو عنھم راض فسمّی علیاً وعثمان والزبیر وطلحۃ وسعداً وعبد الرحمٰن۔

حضرت عمر نے فرمایا کوئی شخص اُن لوگوں سے زیادہ خلافت کا حق دار نہیں ہے جن سے رسول اللہ صلعم وقت وفات تک راضی رہے۔ پھر (حضرت عمر نے) علی اور عثمان اور زبیر و طلحۃ اور عبد الرحمٰن کا نام لیا۔

ازانجملہ ابوسعید کی (یہ) حدیث ہے، وہ کہتے تھے کہ:۔

قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مامن نبی الا ولہ وزیران من اھل السماء ووزیر من اھل الارض اما

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی کے لئے دو وزیر اہل آسمان سے اور دو وزیر اہل زمین سے ہوتے ہیں چنانچہ میرے دو وزیر اہل آسمان سے جبریلؑ اور میکائیل

وزیرای من اھل السماء فجبرئیل ومیکائیل وامّا وزیرای من اھل الارض فابوبکر وعمر اخرجہ الترمذی وللحدیث طرق عند الحاکم وغیرہ وقال من کنتُ مولاہ فعلیٌّ مولاہ اخرجہ جماعۃ"

ہیں اور اہل زمین سے ابوبکر وعمر ہیں اس حدیث کو ترمذی نے روایت کیا ہے اور حاکم وغیرہ نے اس حدیث کو بہت سندوں سے روایت کیا ہے۔ از انجملہ یہ حدیث ہے کہ) آنحضرت صلعم نے فرمایا جسکا میں مولیٰ ہوں علی بھی اُس کے مولیٰ ہیں۔ اس حدیث کو (محدثین کی) ایک جماعت نے روایت کیا ہے"

(یہاں تک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش آیا تھا اب رہا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان (خلفائے اربعہ) کے ساتھ فعلاً، ولی عہدی کا سا برتاؤ کرنا وہ بھی قطعی طور پر ثابت ہے چنانچہ حضرت ابوبکر کے ساتھ ایسے برتاؤ پر شاہد ہے قبیلۂ عمرو بن عوف کی طرف جانے کے واقعہ میں نماز کی امامت تفویض کرنا، اور جنگ تبوک میں جب مسلمانوں کی فوجیں شہر سے باہر آگئیں تو حضرت صدیق کو آپ نے لشکر کا جائزہ لینے اور نماز کی امامت کرنے کے لئے معین فرمایا اور آخر مرض میں (بھی انہیں کو امام بنایا، یہ روایت متواتر بالمعنی ہے اور (ہجرت کے) نویں سال میں (اُن کو) امیر الحج مقرر کرنا اور کئی مرتبہ غزوات میں (ان کو) بھیجنا اور مسلمانوں کے کاموں میں ہمیشہ شیخین سے مشورہ کرنا اور (حضرت عمر کے ساتھ اس برتاؤ پر شاہد ہے) بعض غزوات میں ان کو امیر بنانا اور مدینہ میں (ان کو) صدقات کا عامل مقرر کرنا اور (حضرت عثمان کے ساتھ اس برتاؤ پر شاہد ہے) صلح حدیبیہ میں اُن کو اہل مکہ کی طرف بھیجنا اور (حضرت علی مرتضےٰ کے ساتھ اس برتاؤ پر شاہد ہے) (اُن کو) یمن کا حاکم مقرر کرنا اور ان کے لئے یہ دُعا فرمانا کہ فیصلہ کرنا اُن پر آسان ہو جائے۔ یہ تمام احادیث مجموعی حیثیت سے متواتر بالمعنی ہیں۔

اور منجملہ لوازم خلافتِ خاصہ ایک یہ ہے کہ جو کچھ خدای عزّ وجلّ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وعدہ فرمایا ہے (اُن میں سے) بعض وعدے اُس خلیفہ کے ہاتھ پر پورے ہوں، خلافت خاصہ کی یہ علامت خلافت منعقد ہو جانے کے بعد معلوم ہوتی ہے خلافت کے قبل نہیں معلوم ہوسکتی، بخلاف دوسری علامتوں کے (کہ وہ خلافت کے پہلے معلوم ہو جاتی ہیں) یہ (علامت بھی خلافت خاصہ کی) خلفاء (اربعہ) میں موجود ہے (مثلاً) آیۃ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ الخ میں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مذکور ہے اور آیۃ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ الخ میں اُن (خلفاء) کے ہاتھ سے اور ان کی کوشش کے موافق دین کی تقویت و شوکت اور کافروں کی طرف سے اطمینان کا حاصل ہونا بیان کیا گیا ہے اور آیۃ ذٰلِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ الخ (سورۃ فتح - ۲۶) میں شہروں کے فتح ہونے اور اقالیم معمورہ میں اسلام کے شائع ہونے کی طرف اشارہ ہے اور آیۃ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (سورۃ توبہ - ۱۰) میں یہودیت و نصرانیت اور مجوسیت پر (اسلام کا) غالب ہونا بیان کیا گیا ہے اور یہ سب امور خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں پائے گئے اور آیۃ مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ الخ (مائدۃ - ۶) میں مرتدوں سے جنگ کرنا (خلافت خاصہ کی علامت) بیان کیا گیا ہے اور اُس کا ظہور صدیق اکبر کے زمانہ میں ہوا۔ اور آیۃ سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ میں فارس و روم سے جنگ کرنے کے لئے اعلان عام دے کر لشکر جمع کرنا بیان کیا گیا ہے۔ اس کا وقوع مشائخ ثلثہ کے زمانہ میں ہوا اور آیۃ اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَہٗ وَقُرْاٰنَہٗ (قیامۃ - ۲۹) میں قرآن کا مصاحف میں جمع کرنا مذکور ہے اور یہ (بھی) مشائخ ثلثہ کے زمانہ میں ظہور ہوا۔ اور حدیث قدسی اِنَّ اللّٰہَ مقت عربھم

عجمهم الخ میں عجم میں جنگ کرنا مذکور ہے اور اس کا ظہور خلفائے ثلثہ کے عہد میں ہوا اور حدیث هَلَكَ كسرىٰ فلا
سرىٰ بعده وهلك قيصر فلا قيصر بعده میں اور حدیث لتفتحن كنوز كسرىٰ میں فارس و روم
ا فتح ہونا، اور اس کا ظہور بھی خلفائے ثلثہ کے عہد میں ہوا اور حدیث لئن ادركتهم لاقتلنهم قتل عاد میں۔ اور
سری حدیث بلی فتلهم اولی الفرقتين میں خوارج سے جنگ کرنا مذکور ہے اور اس کا وقوع حضرت مرتضےٰ
ے عہد میں ہوا۔

ر منجملہ لوازم خلافتِ خاصہ ایک یہ ہے کہ خلیفہ (ایسا شخص ہو جس) کا قول دین میں حجت (قرار پایا) ہو (لیکن) اس کا یہ
طلب نہیں ہے کہ عام مسلمانوں کو اس (خلیفہ) کی تقلید کرنا صحیح ہو کیونکہ یہ بات تو اجتہاد کے لوازم سے ہے اور خلافت
مہ (کی بحث) میں اس کا ذکر ہو چکا ہے اور نہ یہ مراد ہے کہ خلیفہ فی نفسہ واجب الاطاعت ہو بغیر اس کے کہ آنحضرت
لی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس خلیفہ کی اطاعت کے لئے کوئی تنبیہ ہو کیونکہ فی نفسہ واجب الاطاعت ہونا سوا
ں کے کسی اور کو میسر نہیں بلکہ اس مقام پر (قولِ خلیفہ کے حجت ہونے سے) مراد وہ مرتبہ ہے جو ان دونوں مرتبوں کے
میان میں ہے۔

فصیل اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص شخص کا نام لے کر بعض امور کو اس کے حوالہ فرمادیا
پس (اس وجہ سے مسلمانوں کو ان امور میں) اس کی پیروی واجب ہوگی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم
ے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افسرانِ فوج کی اطاعت (فوج کے لئے) واجب تھی۔ اور خلفائے راشدین میں اس
فت کا ہونا ایسا ہی ہے جیسا علم فرائض میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول دیگر مجتہدین کے اقوال پر مقدم کرنا چاہیئے اور قرارت
ن میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول، قرارت میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول دوسروں کے اقوال پر (مقدم کرنا چاہیئے) اور امت میں اختلاف
ونے کے وقت اہل مدینہ کا قول دوسروں کے قول پر مقدم کرنا چاہیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزّوجل کے
انے سے یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلعم کے بعد (امت میں اختلاف ظاہر ہوگا اور بعض مسائل میں امت حیرت کے اندر
جائے گی (لہذا) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کاملہ جو امت پر تھی (اس بات کی) مقتضی ہوئی کہ امت کے لئے
ں حیرت سے رہائی کا طریقہ معین فرمادیں اور اس معاملہ میں امت کے لئے ایک حجت قائم کردیں (چنانچہ آپ نے ایسا
ہی کیا) (اب دیکھو) خلفائے اربعہ کے لئے یہ صفت (کس اعلےٰ درجہ میں) ثابت ہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا
ہے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُن (خلفاء) کی کوشش
سے جو دین قائم وشایع اور مشہور ہو (وہی) پسندیدہ دین ہے۔ پس اس جماعت (خلفاء) کی کوشش سے جو دین شائع ہوا
س کا شرع کی جانب منسوب ہونا اس آیت سے معلوم ہو گیا اور (نیز اللہ تعالیٰ) فرماتا ہے اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ
قَامُوا الصَّلٰوةَ الایۃ اس آیت میں (اللہ تعالیٰ نے) افادہ فرمایا ہے کہ نماز، زکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر
ے جو طریقے ان لوگوں سے ظاہر ہوں جنکو تمکین دی گئی ہے وہی محمود اور پسندیدہ ہیں۔ نیز عرباض بن ساریہ کی حدیث
ں ہے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) تم لوگ اپنے اوپر لازم کرلو میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی
سنت کو جو میرے بعد ہوں گے۔ اور ابن مسعود و حذیفہ کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا پیروی کرو ان دونوں
ں جو میرے بعد (خلیفہ) ہوں گے (یعنی) ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ کی، اور یہ امر (یعنی ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا) اکابر صحابہ سے مروی ہے

(چنانچہ) دارمی نے عبداللہ بن ابی یزید سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ابن عباس سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو اگر وہ مسئلہ قرآن میں ہوتا تو قرآن سے بتاتے اور اگر قرآن میں نہ ہوتا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی حدیث) میں ہوتا تو اسی (حدیث) سے بتاتے اور اگر (حدیث میں بھی) نہ ہوتا تو ابوبکر و عمرؓ کے قول سے بتاتے اور اگر (ابوبکرؓ و عمرؓ کے قول میں بھی) نہ ہوتا تو اپنی رائے سے بتاتے اور تابعین اور تبع تابعین کے (طبقہ کے مجتہدین بھی) اسی اصل کے قائل ہوئے ہیں (کہ خلفائے راشدین کا قول حجت ہے) اور ارباب مذاہب اربعہ (بھی) اسی طرف گئے ہیں (چنانچہ) جو شخص مؤطا اور محمد بن الحسن کی کتاب الآثار میں غور سے کام لے وہ یقیناً اس کو معلوم کرلے گا اگرچہ بعض منسوبین شافعیہ اس باب میں متردد ہیں اور غالباً ان لوگوں کے تردد کی وجہ یہ ہے کہ بعض سلف نے خلفاء کے بعض آثار پر عمل نہیں کیا مگر اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ ادلہ شرعیہ میں تعارض ہونے کے وقت بعض ادلہ شرعیہ کو بعض پر مقدم کرنا دوسری دلیل کے حجت ہونے کی نفی نہیں کرتا ہے۔ جیسا کہ خبر واحد کو حدیث مشہور یا اجماع امت کے مخالف ہونے کی حالت میں ترک کر دیتے ہیں اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خبر واحد حجت نہ رہے (فقہ کے ماخذ کے کئی طبقات ہیں اور ہر طبقہ کا جداگانہ حکم ہے) یہاں پر ہم امام شافعیؒ کا کلام بعینہ نقل کرتے ہیں جس سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک بھی خلفا کا قول حجت ہے۔

قال البیہقی فی السنن الصغری اخبرنا ابوسعید بن ابی عمرو قال حدثنا ابو العباس قال اخبرنا الربیع قال قال الشافعی رحمہ اللہ ما کان الکتاب والسنۃ موجودین فالعذر عنا من سمعھما مقطوع الا باتباعھما فاذا لم یکن ذلک صرنا الی اقاویل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم او واحد ثم قال قول الائمۃ ابی بکر و عمر و عثمان قال فی القدیم و علی رضی اللہ عنہم اذا صرنا الی التقلید احب الینا و ذلک اذا لم نجد دلالۃ فی الاختلاف تدل علی اقرب الاختلاف من الکتاب والسنۃ فنتبع القول الذی معہ الدلالۃ ثم بسط الکلام فی ترجیح قول الائمۃ الی ان قال فاذا لم یوجد عن الائمۃ فاصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الدین فی موضع الامانۃ اخذنا بقولھم وکان اتباعھم اولی بنا من اتباع من

(ترجمہ) سنن صغریٰ میں بیہقیؒ نے لکھا ہے کہ ہم کو ابوسعید بن ابی عمرو نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے ابوالعباس نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم کو ربیع نے خبر دی وہ کہتے تھے (امام شافعی) نے فرمایا جب تک (کسی مسئلہ میں قرآن و حدیث (کا حکم) موجود رہے تو اس کے سننے والے کو قرآن و حدیث کی اتباع کے سوا کوئی چارہ نہیں ہو سکتا اگر (کسی مسئلہ میں قرآن و حدیث (کا حکم) موجود نہ ہو تو ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کے اقوال کی طرف یا کسی ایک صحابی کے قول کی طرف رجوع کریں گے (اس کے بعد) پھر امام شافعی نے فرمایا کہ جب ہم تقلید کی طرف رجوع کریں تو ہم کو آئمہ (یعنی) ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کا قول محبوب ہے [اور قول قدیم میں (امام شافعی نے) عثمانؓ کے بعد علیؓ کو (بھی ذکر) فرمایا تھا] لیکن یہ اس صورت میں جبکہ (صحابہ میں باہم اختلاف نہ ہو یا اختلاف ہو مگر) کسی قول کے ساتھ کوئی ایسی دلیل نہ پائیں جو قرآن و حدیث سے اس کے قریب ہونے پر دلالت کرے ورنہ ہم اسی شخص کے قول کی اتباع کریں گے جس کے ساتھ دلیل ہے پھر اس کے بعد (امام شافعیؒ نے آئمہ یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ

بعد ھم قال والعلم طبقات الاولی الکتاب والسنۃ اذا ثبتت السنۃ ثم الثانیۃ الاجماع فیما لیس فیہ کتابٌ ولا سنۃٌ والثالثۃ ان یقول بعضُ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولا نعلم لہ مخالفا منھم والرابعۃ اختلاف اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والخامسۃ القیاس علی بعض ھذہ الطبقات ولا یصار الی شیئ غیر الکتاب والسنۃ وھما موجودان وانما یوخذ العلم من اعلیٰ"

قول کو ترجیح دینے میں بسط کے ساتھ کلام کیا ہے یہاں تک کہ یہ کہا کہ جب آیمہ یعنی ابوبکر و عمر اور عثمان سے کوئی قول مروی نہ ہو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر صحابہ دین کے امانتدار ہیں ہم ان دیگر صحابہ کے قول کو اختیار کرینگے اُن صحابہ کی اتباع انکے بعد والوں کی اتباع سے بہتر ہے (پھر امام شافعیؒ نے) فرمایا علم کے کئی طبقے ہیں پہلا طبقہ قرآن و حدیث ہے بشرطیکہ حدیث صحیح ہو پھر دوسرا طبقہ اجماع ہے اُن مسایل میں جنمیں قرآن و حدیث (کا حکم موجود) نہ ہو پھر تیسرا طبقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کا قول ہے درآنحالیکہ صحابہ میں سے کوئی انکے مخالف ہم کو معلوم نہ ہو اور چوتھا طبقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے وہ اقوال ہیں جنمیں وہ باہم مختلف ہوں اور پانچواں طبقہ قیاس ہے جو انہیں بعض (مذکورہ بالا طبقات پر) کیا گیا ہو خلاصہ یہ کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے کسی دوسری چیز کی طرف رجوع نہ کیا جائے اور نہ اخذ کیا جائے علم مگر (طبقہ) اعلیٰ سے" (انتہی الکلام الشافعی)

اور منجملہ لوازم خلافتِ خاصہ ایک یہ ہے کہ (خلیفہ ایسا شخص ہو جو) اپنے عہد میں تمام امت سے افضل ہو عقلاً و نقلاً یہ بات خلافت خاصہ میں، اس لئے ضروری ہے جو نکتہ اولیٰ میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ جب ظاہری خلافت حقیقی خلافت کے ہمدوش ہوگی تو یہ اس کا اپنا مقام ہوگا اب اس جگہہ یہ نکتہ (بھی) معلوم کر لینا چاہیئے کہ خواص پر حکومت کرنا اخص الخواص کے (سوا) دوسرے کو لائق نہیں ہے پس غیر اخص کی خلافت سب کو شامل نہ ہوگی (لہذا صحابہ جو خواص امت ہیں اُن پر حکومت اُسی کو سزاوار ہوگی جو اخص الخواص (یعنی ان سب میں افضل) ہو۔ اور غیر افضل کا (خلیفہ) خاص مقرر کرنا عزیمت کے مقابل رخصت کا حکم رکھتا ہے۔ اور رخصت ضعف سے خالی نہیں اور نہ مطلقاً تعریف کے لایق ہے اور (نیز اس لئے بھی خلیفہ خاص کو تمام امت سے افضل ہونا ضروری ہے) کہ خلافت خاصہ میں دین کی تمکین ہر طرح مقصود ہوتی ہے اور یہ (تمام امت سے) افضل کو خلیفہ بنائے بغیر ممکن نہیں جیساکہ حضرت علی مرتضےٰؓ نے امام حسنؓ کو خلیفہ بناتے وقت فرمایا تھا کہ،

اِنْ یُرِدِ اللہُ بالناس خیراً فسیجمع ھم بعدی علی خیرھم"
رواہ الحاکم۔

(ترجمہ) اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ بہتری چاہیگا تو میرے بعد سب لوگوں کو اس شخص پر متفق کر دے گا جو ان سب میں بہتر ہو۔ روایت کیا اسکو حاکم نے"

بخلاف خلافت عامہ کے کہ اُس میں دین پسندیدہ کی تمکین (ہر طرح نہیں بلکہ) بعض طریقوں کے ساتھ مقصود ہوتی ہے اور نیز اس لئے (بھی خلیفہ خاص کا افضل امت ہونا ضروری ہے) کہ خلافت خاصہ کو نبوت کے ساتھ مشابہت ہے جیساکہ ایک حدیث میں خلافت برمنہاج نبوت آیا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ (کچھ دنوں) نبوت و رحمت ہوگی پھر خلافت و رحمت۔ اور (نبوت کی طرح وہ بھی) دین و دنیا دونوں کی ریاست ظاہری و باطنی کو شامل ہے پس جس طرح کسی شخص کا نبی بنانا اس شخص کے تمام امت سے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے تاکہ نبی بنانے والے جل ذکرہ سے براءً

کی نسبت باقی نہ رہے اسی طرح کسی شخص کو امت پر خلیفہ بنانا اس کے تمام امت سے افضل ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ (نیز) اس لئے (بھی خلیفہ خاص کا افضل امت ہونا ضروری ہے) کہ غیر افضل کو عامل بنانا خیانت ہے۔ (جیسا کہ) ابن عباس سے مروی ہے وہ کہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے جماعت میں سے کسی شخص کو عامل بنایا درآں حالیکہ اس جماعت میں ایسا شخص موجود ہو جو اللہ کو اس (پہلے شخص) سے زیادہ پسندیدہ ہو تو اس نے اللہ کی خیانت کی اللہ کے رسول کی خیانت کی اور مؤمنین کی خیانت کی۔ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کے کسی کام کا والی بنایا جائے اور وہ رعایۃً کسیکو کسی عہدہ پر مقرر کر دے تو اس پر خدا کی لعنت ہے نہ اُس کی توبہ قبول کرے گا نہ اُس کا فدیہ۔ یہاں تک کہ اس کو جہنم میں ڈال دے گا ان دونوں حدیثوں کو حاکم نے روایت کیا ہے۔ یہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ (جب چھوٹے چھوٹے عہدوں پر باوجود قدرت افضلوں کو چھوڑ کر مقرر کرنے کی یہ حالت ہے تو) خلافت کبریٰ (میں غیر افضل کی تقرری کا کیا حال ہوگا؟ ہاں مختلف صورتوں کے پیش آجانے، خیر و شر کے باہم مل جانے اور جیسا کہ چاہیئے امر خلافت کا انتظام نہ ہو سکنے کی حالت میں رخصت کی راہ اختیار کر لینی چاہیئے (نیز) اس لئے (بھی خلیفہ خاص کا افضل امت ہونا ضروری ہے) کہ (خلافت کے متعلق) مشورہ کرتے وقت صحابہ نے استخلاف کا مدار افضلیت پر رکھا اور لفظ احق بہذا الامر کہا تھا اور جن لوگوں نے صدیق اکبر کے خلیفہ بنائے جانے میں بحث و تمحیص سے کام لیا تھا ان کو جب اپنی رائے کی غلطی معلوم ہو گئی تو ابوبکر کی افضلیت کے قائل ہو گئے اور یہ اسی (اصل) پر مبنی ہے کہ خلافت خاصہ افضلیت کے ساتھ ساتھ ہے۔ خلفائے اربعہ کی افضلیت بہ ترتیب خلافت بہت سی دلیلوں سے ثابت ہے۔ یہاں ہم صرف تین مسلکوں کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

مسلک اول (یہ ہے کہ) اُن بزرگوں کا استخلاف نص و اجماع (دونوں) سے ثابت ہے اور ایسا استخلاف افضل ہونے کو لازم ہے (غیر افضل کے لئے نہیں ہو سکتا) چنانچہ اس کی تقریر اوپر گزر چکی۔

مسلک ثانی (یہ ہے کہ) بہت سی مرفوع حدیثیں ہیں جو ان بزرگوں کے افضل ہونے پر دلالت کرتی ہیں (بعض میں یہ دلالت بطور نص (ہے) جیسے حضرت ابن عمر کی حدیث ہے کہ ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں (جب صحابہ کی باہمی) فضیلت کا ذکر کرتے تھے تو کہتے تھے کہ ابوبکر اس امت میں سب سے بہتر ہیں ان کے بعد عمر ان کے بعد عثمان، یہ حدیث بھی اسی سلسلہ میں ہے کہ یہ دونوں (یعنی ابوبکر و عمرؓ) پیران اہل جنت کے سردار ہیں۔ اور بعض احادیث میں یہ دلالت بطور تلویح و اشارہ ہے جیسے حدیث ابوبکرہ؛ عن فجر جو ترازو میں تولے جانے اور ان حضرات کے بترتیب خلافت وزنی ہونے کے متعلق ہے۔ اور (جیسے) حدیث ابوہریرہؓ جس کا مضمون یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ آخرت میں اور لوگوں کے لئے عام تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لئے خاص تجلی" اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے۔ اور جیسے یہ حدیث کہ "اہل جنت اہل غرفہ کو ایسے نظر آئیں گے جیسے (چمکتا ہوا) ستارہ"۔

مسلک ثالث (یہ ہے کہ) ان بزرگوں کی افضلیت پر صحابہ کا اجماع ہے اجمالاً بھی اور تفصیلاً بھی۔ یہ بیان طویل ہے۔ ہر فقیہ صحابی سے (ان بزرگوں کی نسبت) "اس امت میں سب سے بہتر" اور "خلافت کا سب سے زیادہ مستحق" نیز اسی قسم کے الفاظ منقول ہیں۔ چنانچہ حضرت فاروق نے حضرت صدیق کی بیعت کے وقت فرمایا کہ آپ مجھ سے افضل ہیں اور حضرت ابو عبیدہ نے کہا کہ تم ثالث ثلاثہ کے ہوتے ہوئے میرے پاس آئے ہو انہوں نے اس آیت کریمہ ثانی

اثنین کی طرف اشارہ کیا اور حضرت صدیق نے فاروق اعظم کو خلیفہ کرتے وقت (جب کہ لوگوں نے اُن سے شکایت کی کہ خدا کو کیا جواب دیجئے گا) حضرت عمرؓ جب ہم پر خلیفہ بنیں گے تو اور زیادہ سختی و درشتی کریں گے) فرمایا کیا تم مجھے پروردگار کا خوف دلاتے ہو میں خدا کو یہ جواب دوں گا کہ یا اللہ میں نے امت پر خلیفہ اُس شخص کو بنایا جو تیری مخلوقات میں سب سے بہتر تھا" یہ سب روایتیں ابوبکر بن ابی شیبہ نے (اپنے مصنف میں) لکھی ہیں لیکن (مسئلہ افضلیت کو) سب سے زیادہ صاف بیان کرنے والے حضرت مرتضٰے ہیں، اُن سے بسند صحیح مروی ہے کہ کوفہ میں منبر پر کھڑے ہو کر اپنے عہد خلافت میں فرماتے تھے کہ اس امت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ ہیں اور اُن کے بعد عمرؓ یہ مضمون (حضرت علیؓ سے) محمد بن حنفیہ اور ابوجحیفہ اور علقمہ اور نزال بن سبرہ اور عبد الخیر اور حکم بن حجل وغیرہم نے روایت کیا ہے اور ان میں سے ہر ایک سے متعدد سندیں (اس حدیث کی) چلی ہیں اور (نیز) بسند مستفیض حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ فرماتے تھے "اول درجہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے درجہ میں ابوبکرؓ اور تیسرے درجہ میں عمرؓ ہیں۔ پھر اس کے بعد فتنہ نے ہم پر ہاتھ صاف کیا" اس کو عبد اللہ ابن احمد نے زوائد مسند میں اور حاکم وغیرہ نے روایت کیا ہے اور نیز بسند مستفیض مروی ہے کہ علی مرتضٰیؓ حضرت فاروقؓ کے جنازہ پر گئے اور (جنازہ کی طرف اشارہ کرکے) کہا کہ "اس کفن پوش سے زیادہ لوگوں میں سے مجھے کوئی محبوب نہیں ہے کہ اُس جیسے اعمالنامہ کے ساتھ خدا سے ملوں"۔ اس حدیث کو حاکم نے سفیان بن عُیَینہ سے انہوں نے جعفر صادق سے انہوں نے اپنے والد حضرت باقر سے انہوں نے حضرت جابر سے انہوں نے حضرت مرتضٰی سے روایت کیا ہے۔ اور امام محمد نے اس حدیث کو امام ابوحنیفہ سے انہوں نے ابوجعفر (یعنی حضرت باقر) سے اُنہوں نے حضرت علی سے مرسلاً روایت کیا ہے۔ اور نیز حدیث ابوجحیفہ اور عبد اللہ بن عمرو وغیرہ کی سند سے بھی مروی ہے اور حضرت علیؓ سے بسند مستفیض ثابت ہے کہ وہ مرفوعاً روایت کرتے تھے کہ یہ دونوں (یعنی ابوبکر اور عمرؓ) پیران اہل جنت کے سردار ہیں"۔ اس حدیث کو امام حسنؓ اور امام حسینؓ دونوں کی اولاد نے روایت کیا ہے۔ اور ابوداؤد نے لکھا ہے کہ ہم سے محمد بن مسکین نے بیان کیا تھا وہ کہتے تھے ہم سے محمد یعنی فاریابی نے بیان کیا وہ کہتے تھے میں نے سفیان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے یہ کہا کہ علی شیخین سے زیادہ مستحق خلافت تھے تو اس نے ابوبکر و عمر اور تمام مہاجرین والانصار رضی اللہ عنہم کی خطا پر اعتقاد کیا اور میں نہیں خیال کرتا کہ اس اعتقاد کے ساتھ اس کا کوئی عمل آسمان تک جا سکے (یعنی مقبولِ خدا ہو سکے) کیونکہ اس اعتقاد کے بعد تصدیقِ رسالت کا کوئی ذریعہ باقی نہیں رہتا) اور بیہقی نے امام شافعی سے باسانید متعددہ روایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ ابوبکر کے پاس گئے آسمان کے نیچے انہوں نے ابوبکر سے بہتر کسی کو نہ پایا پس سب نے اُن کو اپنی گردنوں کا مالک بنا لیا

اسی ضمن میں ایک مسئلہ اور معلوم کر لینا چاہیئے (وہ یہ) کہ جو اوصاف شریعت میں خلفا کی افضلیت کا مدار ہیں وہ امور عرفیہ نہیں ہیں۔ جنکو شعراء وغیرہ بیان کرتے ہیں جیسے عالی نسبی، قوت فصاحت، زیادتی شجاعت، خوبصورتی اور کمال سخاوت اگرچہ شریعت نے فی الجملہ ان اوصاف کی عمدگی بھی بیان فرمائی ہے اور نہ (خلفا کی فضیلت کا مدار) علوم غریبہ ہیں۔ جیسے رمل و جفر و قیافہ۔ اور نہ ہی (خلفا کی افضلیت کا مدار) وہ امور ہیں جنکی تصریح شریعت میں وارد نہیں ہوئی ہے۔ جیسے معرفت، وحدت وجود، اور (معرفت) مراتب تنزلات ستہ جب یہ باتیں شریعت میں مذکور ہی نہیں ہیں، تو پھر ان پر فضیلت کو دائر کرنا

کیسے (صحیح) ہو سکتا ہے؟ مثل مشہور ہے ثبت العرش الخ ترجمہ پہلے تخت بناؤ اُس کے بعد نقش نگاری کرو (یہاں تخت ہی غائب ہے نقش کس پر ہوں گے؟) بلکہ یہاں صرف وہی اوصاف مراد ہیں جن پر قرآن عظیم اور احادیث صحیحہ میں اعظم درجۃً اور اکثر ثواباً اور اسی قسم کے الفاظ وارد کئے گئے ہوں جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

لَا يَسْتَوِي مِنكُم مَّنْ أَنفَقَ مِن قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ أُولَٰئِكَ أَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِينَ أَنفَقُوا مِن بَعْدُ وَقَاتَلُوا ۚ

(سورۃ حدید۔ پارہ ۲۷)

(ترجمہ) (عام مسلمانوں کے) برابر نہیں ہیں تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے قبل فتح (مکہ) کے (راہِ خدا میں) خرچ کیا اور جہاد کیا۔"

اور ارشاد ہے:۔

لَّا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ۝

(ترجمہ) برابر نہیں وہ مسلمان جو بلا کسی عذر کے گھر میں بیٹھے رہیں اور وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جان سے جہاد کریں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا درجہ بہت زیادہ بنایا ہے جو اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں بہ نسبت گھر بیٹھنے والوں کے اور سب سے اللہ تعالیٰ نے اچھے گھر کا وعدہ کر رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بمقابلہ گھر میں بیٹھنے والوں کے بڑا اجر عظیم دے رکھا ہے۔"

اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فضیلت عالم کی عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے کسی ادنے پر اور نیز فرمایا کہ سب مسلمانوں سے افضل اہلِ بدر ہیں۔ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم۔

پس ان مضامین پر غور کرنا چاہیئے پھر ان جزئی فضیلتوں سے کلیات کی طرف ذہن منتقل ہو جانا چاہیئے اور مقدمات سے مقاصد کی طرف (توجہ کرنی چاہیے) تاکہ واضح ہو جائے کہ خلفا کی افضلیت باہم ایک دوسرے پر انبیا علیہم السلام کے ساتھ اُن اوصاف میں مشابہت کی (کمی و) زیادتی پر مبنی ہے جو انبیا میں بحیثیت نبوت ہوتے ہیں یا یُوں کہا جائے کہ (خلفا کی افضلیت باہم دگر) اُن اوصاف کے قوی (و ضعیف) ہونے کی وجہ سے ہے جنکو خلافت خاصہ (کے لوازم) میں ہم بیان کر چکے۔ انداز تعبیر جو چاہیئے اختیار کیجیئے۔ مقصد ایک ہے۔

پھر (یہ بھی سمجھ لو کہ) خلافت خاصہ (کے فرائض) کی سرانجام دہی جن امور پر موقوف ہے اور جو امور اس کو کامل کرنے والے ہیں بہت ہیں (کہاں تک ذکر کئے جائیں) اصل مقصود مقاصد خلافت (کا حاصل ہو جانا) ہے نہ اُن طریقوں کا بیان کرنا جن سے وہ مقاصد حاصل ہوں جب مقاصد کسی خلیفہ سے حاصل ہو جائیں تو ان مقاصد کی تحصیل و تکمیل کے ذرائع پر بحث نہ کرنی چاہیے یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ کسی دشمن کا قتل کرنا منظور ہو جس سے ایک عام مصیبت دنیا سے جاتی رہے ایک جوان مرد اُٹھا اور اُس نے جس طرح ہو سکا اس کام کو پورا کر دیا اب ایک بے وقوف کہتا ہے کہ تلوار سے قتل کیا ہوتا تو زیادہ شجاعت معلوم ہوتی بہ نسبت تیر سے قتل کرنے کے یا یہ کہے کہ) نیزے کی لکڑی فلاں درخت کی اچھی ہوتی (تو یہ اس کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟) لہٰذا سب سے قوی وجہ زمین پر تمکین کامل ہونا اور پسندیدہ دین کا خلیفہ کے ہاتھ سے غالب ہونا ہے کیونکہ اصل اصول خلافت عامہ و خلافت خاصہ دونوں میں یہی ہے اور مباحث خلافت کا مدار انہیں باتوں پر ہے۔ اور یہ فضیلت خلفائے ثلاثہ میں خوب ظاہر ہے (نیز) خلفا کی افضلیت کی قوی وجہ یہ بھی ہے کہ شریعت میں اس کے

استخلاف کی نص (موجود) ہے یہ بات بھی خلفائے ثلاثہ میں بہت کھلی ہوئی ہے کیونکہ خلافت کی اکثر حدیثوں میں صرف خلفائے ثلاثہ کا ذکر ہے۔ نیز خلفا کی افضلیت کی قوی وجہ یہ بھی ہے کہ جو وعدے پیغمبر سے لئے ہوئے تھے وہ ان کے ہاتھ پر پورے ہوئے۔ (اس کی مثال ایسے ہے) جیسے بگولا غبار کو اڑا کر ایک گنبد (کی شکل خیال میں) قائم کر دیتا ہے (مگر وہ گنبد بالکل ناپائدار ہوتا ہے کہ ہوا کی ذرا سی جنبش میں اس کا پتا بھی نہیں رہتا یہی حالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دین (اسلام کی تھی) ارادۂ الٰہی نے (بگولے کی طرح) پیغمبر کے نفس کو (مثل اس غبار کے) حرکت دی اور بعض کام (مثل اس گنبد کے) وجود میں لایا مگر دوسرے کام (مثلاً گنبد کے محکم و مضبوط کرنے کے) ابھی ناتمام تھے کہ حکمت الٰہی نے پیغمبر کو عالم ادنیٰ سے رفیق اعلےٰ کی طرف پہونچا دیا (اب اس گنبد کی درستی و مضبوطی خلفا کے ہاتھ سے ہوئی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کاموں کو (جو خلفا کے ہاتھ سے ہوئے) بوجہ اس کے کہ آپ ایک طرح پر سبب ان کاموں کے تھے اپنی طرف منسوب فرمایا اور ظاہر میں وہ کام خلفا کے قرار پائے اور در اصل (ان خلفاء کا) زمانہ خلافت (تتمہ) زمانہ نبوت تھا لیکن (فرق صرف یہ تھا کہ) وحی آسمان سے نہ آتی تھی۔ یہ فضیلت بھی مشائخ ثلاثہ میں بہت زیادہ واضح ہے نیز خلفا کی افضلیت کی قوی وجہ یہ بھی ہے کہ انھوں نے نبوت کے بار اٹھانے میں پیغمبر کی مدد زبانی مناظروں سے جہاد سے اور مال خرچ کر کے کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "برابر نہیں ہیں تم میں سے جنہوں نے خرچ کیا" الخ یہ ظاہر ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم تن تنہا تھے جب اللہ کا ارادہ آپ کے دین کے غالب کرنے کے ساتھ متعلق ہوا تو اس نے اس زمانہ کے عقلمند لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالی کہ پیغمبرؐ کی اعانت کریں ان اعانتوں کے طفیل میں وہ رحمت الٰہی جو پیغمبر صلعم پر نازل ہوئی تھی اُن عقلمندوں کے بھی شامل حال ہوگئی۔ یہ فضیلت شیخین میں خصوصاً ہجرت سے پہلے بہت ظاہر ہے۔ نیز خلفا کی افضلیت کی قوی وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اسلام کے لئے لوگوں کی تالیف قلوب کرنا ہے۔ اس صفت کے ساتھ شیخین کا موصوف ہونا بالکل کھلا ہوا ہے (نیز) خلفا کی افضلیت کی قوی وجہ پیغمبر اور امت کے درمیان علوم دینیہ یعنی قرآن و حدیث کی ترویج کا واسطہ بننا ہے یہ بات بھی حضرات شیخین میں خوب ظاہر ہے (نیز) خلفا کی افضلیت کی قوی وجہ جہاد عرب و عجم ہے۔ یہ بات بھی خلفائے ثلاثہ میں خوب واضح ہے۔

خلافت خاصہ کے لوازم بیان ہو چکے اب جاننا چاہیے کہ صحابہ کی ایک بڑی جماعت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض صحبت سے (اپنے اپنے) نصیب کے موافق ان اوصاف (یعنی لوازم خلافت خاصہ) کو حاصل کر لیا تھا اور ان میں سے بعض حضرات خاص خاص باتوں میں خلافت کے منصب پر فائز بھی ہو گئے تھے جیسے حضرت عبداللہ بن مسعود قرارت و فقہ میں، حضرت معاذ بن جبلؓ (فیصلہ خصومات میں) اور حضرت زید بن ثابت فرائض میں، خلیفہ تھے ان میں بعض حضرات (ایسے بھی تھے) جو قریشی تھے اور بار خلافت اُٹھانے کی (پوری) قابلیت رکھتے تھے خلافت مطلقہ کے حقدار و مستحق بنے (اب عالم یہ ہے) کہ تمام حقداران خلافت مطلقہ بارگاہ عزت میں منتظر کھڑے ہوئے ہیں کہ فضل الٰہی کس کو خلافت مطلقہ کے منصب پر بالفعل فائز کرتا ہے (مگر بارگاہ احدیت سے انہیں چار کو یہ منصب ملتا ہے اور باقی مستحقین اُن کے تابع بنائے جاتے ہیں) (اب) "یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل والا ہے"۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ـــ

اس فصل کے آخر میں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ اگرچہ اس فصل کا ہر مضمون قرآن وحدیث سے ماخوذ، اور اکابرین امت نیز اہل سنت کے بڑے لوگوں کے اقوال سے مستند ہے، لیکن ان مضامین کا حشو وزوائد سے پاک کرنا، پھر اُن کو ترتیب دینا نیز جزئیات کے ذریعہ سے کلیات کو فراہم کرنا اسی بندۂ ضعیف کی فکر وکاوش کا نتیجہ ہے اور اُسی نور توفیق کا اثر ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا جاچکا ہے۔

(دوسری فصل ختم ہوگئی)

والحمد للہ رب العٰلمین

فصل سوم

اُن آیاتِ قرآنی کی تفسیر جو خلفائے (راشدین) کی (حقیتِ) خلافت نیز (اُن کے لئے) لوازم خلافتِ خاصہ (کے ثابت ہونے) پر دلالت کرتی ہیں۔

پہلی آیت (خدا تعالیٰ کا سورۂ نور (اٹھارویں پارہ) میں ارشاد ہے جسکو اُس نے اُن کا ان الفاظ سے شروع کیا ہے کہ "یہ ایک سورت ہے جس کو ہم نے نازل کیا اور فرض کیا اور اس میں واضح نشانیاں (اپنی قدرت کاملہ کی) نازل فرمائیں")

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○

(ترجمہ) وعدہ دیا خدا تعالیٰ نے اُن لوگوں کو جو ایمان لاچکے تم میں سے ہیں اور نیک کام کرچکے کہ ضرور بالضرور خلیفہ بنائیگا اُنہیں زمین میں جیسے خلیفہ بنایا تھا اُن لوگوں کو جو اُنسے پہلے تھے (یعنی حضرت یوشع کو حضرت موسےٰ کے بعد اور حضرت داؤد و حضرت سلیمان کو حضرت موسےٰ کا زمانہ گذرنے کے ایک مدت بعد) اور ضرور بالضرور مضبوط اور پائیدار کردیگا اُنکے لئے دین کو، وہ دین جسکو پسند کیا اللہ نے انکے لئے اور ضرور بالضرور بدل دیگا انکے خوف کو امن سے وہ لوگ ہمیشہ میری پرستش کرتے رہینگے اور شریک نہ بنائینگے میرے ساتھ کسی چیز کو، اور جو کوئی ناشکری کریگا بعد اُس کے تو وہی لوگ فاسق ہیں"

استخلاف (کا لفظ جس کا مشتق لَيَسْتَخْلِفَنَّ اس آیت میں ہے اس) کے معنی عرف قدیم و جدید (دونوں) میں یہی ہیں، خلیفہ بنانا اور بادشاہ بنانا، (یہ لفظ اسی معنی کے لئے قرآن و حدیث میں بکثرت مستعمل ہے) فرمایا اللہ تعالےٰ نے يَا دَاوُدُ الاية (سورۃ ص، پارہ ۲۳) (ترجمہ) اے داؤد بیشک بنایا ہم نے تم کو خلیفہ (یعنی بادشاہ) زمین میں اور فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہر نبی و خلیفہ (یعنی بادشاہ) الخ۔ اور فرمایا عنقریب آخر زمانہ میں ایک خلیفہ (یعنی بادشاہ) ایسا ہوگا جو مال کو دونوں ہاتھوں سے سمیٹے گا۔ الخ

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ (کے لفظی معنی گو یہ ہیں کہ اُن سب مسلمانوں کو اللہ خلیفہ بنائے گا مگر اس) سے مراد یہ ہے کہ اُن میں سے کچھ لوگوں کو خلیفہ بنائے گا جس طرح (اہل عرب) کہتے ہیں اُستخلف بنو العباس یعنی خلیفہ بنائے گئے بنی عباس، یا بولتے ہیں (اثری بنو التمیم یعنی صاحب ثروت ہو گئے بنی تمیم، حالانکہ خلیفہ اور صاحب ثروت اُن میں سے ہر زمانہ میں ایک ہی ایک شخص ہوتا ہے۔ (لیکن) محض اس وجہ سے کہ فائدہ خلافت اور ثروت تمام قوم کو پہنچتا ہے (لہذا خلافت اور ثروت کی نسبت تمام قوم کی طرف کی جاتی ہے)

یہ دونوں باتیں جو ہم نے بیان کیں تاویل نہیں ہیں بلکہ غالب استعمال یہی ہے اس قسم کے الفاظ کو اگر تم (کلام عرب میں) تلاش کرو تو سو جگہ موافق اسی روزمرہ کے پاؤ گے (جو ہم نے بیان کیا) اور دس جگہ (بمشکل) دوسرے معنی میں پاؤ گے یہی طریقہ ہے تاویل اور معنی ظاہر کے پہچاننے کا (کہ جو زیادہ مراد لئے جاتے ہوں وہ معنی ظاہر ہیں اور جو کم مراد لئے جاتے ہوں، وہ تاویل ہیں)

پھر یہ بھی سمجھ لو کہ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قوم پر (موعودہ خلفا کی) اطاعت واجب کر دی اُن امور میں جن میں خلیفہ کی اطاعت کرنی چاہیئے مثلاً اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے حق میں فرمائیں کہ میں نے اس کو تم پر افسر بنایا، یا (مثلاً) خلیفہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کو تم پر قاضی بنایا، یا (یوں کہے کہ) تمہارے مقدمات کے فیصلہ کرنے کا میں نے فلاں شخص کو اختیار دیا تو ایسا کہنا اس شخص کے وہ تمام حقوق ظاہر کر رہا ہے جو سردار لشکر کو لشکر پر یا قاضی کو رعیت پر (حاصل) ہوتے ہیں گویا یہ لفظ خلافت کے تمام تفصیلی حقوق کے وجوب کو بالاجمال ادا کر رہا ہے اور (بغائر نظر دیکھنے سے) ایسا کہنے میں کہ میں نے فلاں کو تم پر خلیفہ بنایا اور ایسا کہنے میں کہ میں نے فلاں شخص سے وعدہ کر لیا ہے کہ کل اس کو خلیفہ بناؤں گا کوئی فرق نہیں ہے اس لئے کہ جب کل کا دن آئے گا وعدہ پورا ہوگا۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کا مفہوم یہ ہے کہ خدای تعالیٰ اُن لوگوں کو خلیفہ بنانے والا ہے اور اُن کا خلیفہ بنانا اُسی کی طرف منسوب ہے (اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بغیر اسباب ظاہری کے یہ لوگ خلیفہ بنائے جائیں گے بلکہ اُس کی حقیقت یہ ہے کہ خدای تعالیٰ (چونکہ) مدبر السموٰت والارض اور لطیف لما یشاء ہے لہٰذا جس وقت عالم کی بہتری خلیفہ (خاص) کے مقرر ہونے میں ہوتی ہے تو وہ امت کے دلوں میں ڈال دیتا ہے کہ جس شخص کو حکمت الٰہی خلیفہ بنانا چاہتی ہے اُس کو خلیفہ بنا لیں (خدا کے کام کرنے کا طریقہ عالم اسباب میں یہی ہے کہ بندوں کے دل میں اس کام کا شوق پیدا کر کے اُن کے ہاتھ سے اس کام کو کرا لے) (درحقیقت تمام عدم سے ہستی وجود میں آنے والی چیزیں حقتعالیٰ کی طرف منسوب ہیں مگر (ہر چیز کو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ) جب کسی واقعہ میں الہام الٰہی خیر قائم رکھنے کے لئے ہوتا ہے یا اس کی تائید بطور خرق عادت کے اس میں، شامل ہو جاتی ہے یا کوئی بات اسی قسم کی (اُس کی طرف سے ہو جاتی ہے) جو اُس واقعہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ مزید خصوصیت دے دے وہاں اس قسم کا استعمال کرتے ہیں (اور اُس واقعہ کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں) جیسا کہ ایک دوسرے موقع پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ (ترجمہ اے مسلمانوں تم نے کافروں کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انہیں قتل کیا اور اے نبی) تم نے نہیں (خاک) پھینکی جب پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی پس ایسے ہی مواقع میں کسی کام کی نسبت خدا کی طرف کی جاتی ہے (مگر اس نسبت کا فائدہ ہر جگہ جداگانہ ہوتا ہے چنانچہ) خلیفہ بنانے کی نسبت اپنی طرف کرنا خلفا کی کمال بندگی ظاہر کرنے کیلئے ہے۔ اور اس امر کے ظاہر کرنے کے لئے کہ یہ استخلاف ایک بہت بڑی نعمت اور درحقیقت ایک بڑی مضبوط چیز ہے۔ جیسے عبادی اور بیت اللہ اور نفخت فیہ من روحی (میں بندوں کی اور گھر کی اور روح کی نسبت خدا کی طرف ہونا اُن چیزوں کی) کمال بزرگی اور پسندیدگی کی دلیل ہے۔ لفظ منکم دو معنی کا احتمال رکھتا ہے (یعنی کُم کا خطاب تمام (امت محمدیہ سے (ہو) یا صرف وقتِ نزول کے موجودین سے ہو۔ مگر عند التحقیق دوسرے ہی معنی (مراد) ہیں، پہلے معنی میں بے فائدہ تکرار لازم آتی ہے۔ الذین امنوا لفظ منکم بمعنی اول کی ضرورت باقی نہیں رکھتا،

یہ معلوم ہوگیا کہ (الذین اٰمنوا) سے مراد سورۂ نور کے نزول کے وقت کے مسلمان ہیں تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضرت معاویہ اور (دوسرے) خلفائے بنی امیہ اور (خلفائے) بنی عباس اس آیت کے وعدہ سے خارج ہیں۔

لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضیٰ لھم دو معنی پر دلالت کرتا ہے ایک یہ کہ وہ خلفا جن کی خلافت کا اس آیت میں وعدہ ہے جب وہ وعدہ پورا ہوگا تو دین نہایت کامل طور پر ظاہر ہوگا دوسرے یہ کہ عقائد و عبادات و معاملات و مسائل نکاح و احکام خراج (غرض) جو جو باتیں ان خلفا کے عہد میں ظاہر ہوں گی اور وہ جن جن چیزوں کی ترویج میں پورے اہتمام کے ساتھ کوشش کریں گے وہ سب چیزیں "پسندیدۂ دین" ہوں گی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت اگر اُن خلفا کا کسی مسئلہ کے متعلق کوئی فیصلہ یا کسی واقعہ کے متعلق کوئی فتوٰی پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے تو وہ (فیصلہ اور فتوے) مجتہد کے تمسک کے لئے دلیل شرعی ہوگا کیونکہ وہ فیصلہ اور فتوے (بحکم آیت) وہی پسندیدہ دین ہے جس کی تمکین واقع ہوئی گو ہر مجتہد کا اجتہاد چاہے وہ مجتہد صحابی کیوں نہ ہو خطا کا احتمال رکھتا ہے اور جو لوگ ہر مجتہد کو (تمام مسائل میں) صواب ہی پر سمجھتے ہیں اُن کے نزدیک ہر مسئلہ میں کئی کئی جواب ممکن ہیں اور جو لوگ کہتے ہیں کہ صواب پر ایک ہی مجتہد ہوتا ہے اور دوسرا مجتہد خطا پر مگر معذور بے گناہ اُن کے نزدیک خطا کا احتمال دونوں جانب ہے اور چونکہ خلفا بھی مجتہد تھے لہٰذا اُن کے فیصلے اور فتوے میں بھی احتمال خطا کا ہونا چاہیے لیکن یہ احتمالات ان مسائل کی حقیقت کو جو خلفا کے زمانہ میں اور اُن کی کوشش سے شائع ہوئے نہیں مٹا سکتے (کیونکہ ان مسائل کی حقیت آیۂ قرآنیہ سے ثابت ہو چکی) بہر حال (یہ تو یقینی ہے کہ) ان کا قول دوسروں کے قیاس اور استنباط سے زیادہ قوی ہوگا المختصر لیمکنن سے موعودہ خلفا کے زمانہ میں حق کا بہ اکمل وجوہ ظاہر ہونا بالکل واضح ہے (نہ جیسا کہ امامیہ کہتے ہیں کہ دین پسندیدہ ہمیشہ پوشیدہ رہا اور آئمۂ اہلبیت ہمیشہ تقیہ کرتے رہے اور اپنے دین کے ظاہر کرنے پر کبھی قادر نہ ہوئے بلکہ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو دین پوشیدہ رہا وہ غیر پسندیدہ اور باطل ہے کیونکہ اگر پسندیدہ ہوتا تو اس وعدہ کے موافق اُس کو تمکین ملتی۔

وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ خلفا بلکہ تمام مسلمان اس وعدہ کے پورے ہونے کے وقت میں مطمئن اور بے خوف ہو جائیں گے نہ کافروں کے کسی فرقہ سے اُن کو خوف رہے گا اور نہ آپس میں ایک دوسرے سے جیسا کہ امامیہ خیال کرتے ہیں کہ آئمہ اہل بیت ہمیشہ ڈرتے رہے اور تقیہ کرتے رہے اور ہمیشہ مسلمانوں کی طرف سے اُن کو اور اُن کے ساتھیوں کو تکلیف اور ذلت پہونچتی رہی اور کبھی اُن کی تائید اور مدد خدا کی طرف سے نہ ہوئی۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ جن کے متعلق یہ وعدہ ہوا ہے اور جن کو نعمت خلافت ملے گی کمال ایمان اور (کمال) عمل صالح کے ساتھ موصوف ہوں گے وجہ اس کی یہ ہے کہ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (کسی کے لئے) عرفاً اسی وقت استعمال کرتے ہیں جب وہ عمل صالح میں بہ نسبت عام مسلمانوں کے کچھ فوقیت رکھتا ہو۔

کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (سے) مراد یہ ہے کہ جسطرح توراۃ کے ایک باب میں بلاد شام کے فتح ہو جانے کا وعدہ ہے اور بلاد مفتوحہ کے احکام نازل ہوئے تھے مگر بمقتضائے حکمت یہ وعدہ حضرت موسیٰؑ کے

زمانہ میں پورا نہ ہوا اور حضرت موسیٰؑ نے اُسی وعدہ کے پورا ہونے کے لئے حضرت یوشع کو خلیفہ بنایا اور حضرت یوشع نے حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد اسی شہر فتح کئے اور بنی اسرائیل کو مطمئن کر دیا اور اُن شہروں کو حضرت موسیٰؑ کی وصیت کے مطابق بنی اسرائیل پر تقسیم کیا اسی طرح ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے بلاد شام اور عجم کی فتح کا وعدہ (خدا کی طرف سے) ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِیُظْهِرَهٗ الایۃ یعنی دین اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے گا مگر یہ وعدہ بمقتضای حکمت الٰہی آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ظاہر نہ ہوا، لہٰذا اللہ نے خلفاء کو بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کیا تا کہ وہ وعدہ پورا ہو اور جس طرح حضرت داؤد اور حضرت سلیمان (گروہ) عمالقہ کے غالب ہو جانے اور بنی اسرائیل کے پراگندہ ہو جانے کے بعد خلیفہ ہوئے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یادَاوٗدُ یعنی اے داؤد بے شک بنایا ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ اور ان سبز لوگوں نے مسلمانوں کو مطمئن کر دیا تھا اسی طرح ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلفائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (کی وفات) کے بعد اور ارتداد اہل عرب کے بعد مسلمانوں کو مطمئن کر دیا۔ الحاصل اس تشبیہ سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ خلافت ان خلفاءؓ کی راشدہ اور خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوگی اور آثار خیر اُس سے ظاہر ہوں گے۔

لَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ میں لفظ لَهُمْ ان دو باتوں میں سے ایک بات پر دلالت کرتا ہے یا یہ کہ تمکین دین انہیں خلفاء کے ہاتھ سے ہوگی اور وہ بہ توفیق الٰہی بڑی کوشش اس بارے میں کریں گے اور تائید الٰہی اُن کے شامل حال ہوگی۔ (چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ) جو کچھ ان خلفاء نے چاہا اور اُس کا اہتمام کیا فضل الٰہی سے وہ کام اُن کی مرضی کے موافق اُن کی کوشش سے زیادہ پورا ہوا) یہ مطلب اللہ تعالیٰ کے اُس قول کے موافق ہو جائے گا کہ (اگر ہم اُن کو خلیفہ بنائیں تو) وہ نماز کو قائم رکھیں گے اور زکوٰۃ دیں گے۔ یا یہ کہ ان خلفاء کی توجہ تمام تر تمکین دین کی طرف مبذول رہے گی اور وہ ہمیشہ خدا سے اسی کی درخواست کرتے رہیں گے اور جب تمکین دین ہو جائے گی تو وہ اس سے (دینی) منافع حاصل کریں گے اور خوش ہو جائیں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور یہ نعمت عظیمہ ان خلفاء پر پوری ہوگئی اور حق یہ ہے کہ لَهُمْ سے یہ دونوں باتیں مراد ہیں اور خلفاء میں یہ دونوں باتیں پائی گئیں، واللہ اعلم۔

پھر یہ بھی واضح رہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ یہ وعدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد پورا ہوگا (کیونکہ اگر حضرت کے سامنے یہ وعدہ پورا ہو جائے تو اُس کی تخصیص اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کے ساتھ بالکل لغو ہو جائے گی معاذ اللہ منہ) اس صورت میں لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ بھی اپنے (اصلی) معنی پر قائم رہیگا۔ اور لفظ مَنْ کَفَرَ ان خلفاء کی حقیت خلافت کی تائید کر رہا ہے اور ظاہر کر رہا ہے کہ ان بزرگوں کا خلیفہ ہونا ایک بڑی نعمت ہے جس پر منعم حقیقی کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔ اس نعمت کی ناشکری سب سے پہلے جس نے کی وہ امیر المومنین حضرت عثمان کے قاتل ہیں اُن کے بعد فرقۂ امامیہ نے ناشکری کی (جو یہ خیال کرتے ہیں کہ خلفاء نے خلافت کو اس کے مستحق سے غصب کر لیا اور ایک عجیب آسمانی آفت پیش آگئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کی تمام صحابہ نے مخالفت کی۔ اور منصوص الخلافۃ کی بھی سب نے نافرمانی کی۔ سبحانک هٰذا بہتان عظیم۔

مفسرین صحابہ میں سب سے پہلے جس نے اس آیت کو خلفائے آنحضرتؐ پر منطبق کیا اور اس وعدہ کا حضرت عمر کے زمانہ میں پورا ہونا نہ سمجھا وہ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں چنانچہ جب حضرت فاروق اعظمؓ نے صحابہ سے (جہاد) عراق

ہیں (خود بنفس نفیس) جانے کی بابت مشورہ لیا تو حضرت علی مرتضیٰ رضی نے یہی آیت پیش کی (اور ان کو فتح کا اطمینان دلایا۔
بنفس نفیس جانے کے ارادہ سے باز رکھا) یہاں سے بداہتہً معلوم ہوا کہ فاروق اعظم کی خلافت منجملہ موعودہ خلافتوں کے
ہے۔ حضرت علیؓ کا یہ قول متعدد سندوں سے ثابت ہے اہل سنت کی کتابوں میں بھی اور شیعوں کی کتابوں میں بھی
نہج البلاغۃ میں (جو شیعوں کی اعلیٰ ترین کتاب ہے) مذکور ہے کہ:۔

ان هذا الامر لم یکن نصرته ولاخذلانه بکثرة ولاقلة وهو دین الله الذی اظهره وجنده الذی اعزه وایده حتی بلغ ما بلغ وطلع حیث طلع ونحن علی موعود من الله حیث قال وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ الایة. فالله منجز وعده وناصر جنده الی اخر ما قال:

(ترجمہ) (حضرت علیؓ نے حضرت فاروقؓ سے عرض کیا کہ) اس دین کو فتح کثرت (لشکر) سے نہیں ملی اور نہ قلت (لشکر) سے اس کو شکست ہوئی (بلکہ) یہ خدا کا دین ہے جسکو اُس نے خود غالب کیا ہے اور (جماعت اہل اسلام) اُسی کا لشکر ہے جسکو اُس نے عزت وقوت دی یہاں تک کہ یہ دین پہنچا جہاں تک پہنچا اور پھیلا جہاں تک پھیلا اور ہم لوگوں سے خدا کا وعدہ ہے (چنانچہ اُس نے فرمایا ہے وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ الایة) پس اللہ اپنا وعدہ پورا کریگا اور اپنے لشکر کو فتح دے گا الے آخرہٖ۔

نہ جیسا شیعہ خیال کرتے ہیں کہ یہ وعدہ امام مہدی کے وقت میں پورا ہوگا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا ہو چکا۔ لَیُمَکِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَهُمْ، اور یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا میں خلیفہ بنانے کی علت غائیہ کا بیان ہے جیسا کہ اللہ عزوجل نے ایک دوسرے موقع پر) فرمایا ہے۔ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰةِ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ الایة۔ گویا فرماتا ہے کہ (ان موعودین کے) خلیفہ بنانے سے مقصد یہ ہے کہ وہی پسندیدہ تمکین پائے اور کلمۂ الٰہی کی بلندی ظاہر ہو جائے اور دین حق کا غلبہ تمام دینوں پر ثابت ہو جائے۔
دوسری آیت اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ حج (سترہویں پارہ) میں فرماتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ یُدٰفِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ کُلَّ خَوَّانٍ کَفُوْرٍ ۝ اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ ۝ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِیَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ یُذْکَرُ فِیْهَا اسْمُ اللّٰهِ کَثِیْرًا وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ

بیشک خدا دور کرتا ہے مسلمانوں سے (یعنی دشمنوں کے ضرر کو اور مراد یہ ہے کہ کافروں کے شر سے دور کرنا اسکی دائمی عادت ہے) بیشک خدا نہیں دوست رکھتا ہر خیانت کرنیوالے ناشکری کو، اذن (جہاد کا) دیا گیا (یعنی بعد اسکے کہ مکہ میں جہاد منع تھا) اُن لوگوں کو جنسے (کافر) لڑتے ہیں (یہ اذن) بسبب اسکے (ہے) کہ وہ مظلوم ہیں اور بیشک اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے۔ (اذن جہاد) اُن لوگوں کو دیا گیا جو نکالے گئے اپنے گھروں سے ناحق صرف اس (جرم) پر کہ وہ کہتے ہیں کہ پروردگار ہمارا خدا ہے اور اگر نہ ہوتا دفع کرنا خدا کا لوگوں کو (یعنی) بعض کو بعض کے ہاتھ سے (جو وہ دفع نہ کرتا رہتا) تو بیشک ویران کر دیے جاتے خلوتخانے راہبوں کے اور عبادتخانے نصرانیوں کے اور عبادتخانے یہودیوں کے اور عبادتخانے مسلمانوں کے جن میں بکثرت خدا کا نام لیا جاتا ہے اور یقیناً خدا مدد دیگا اسکو

فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ ط

جو اس (کے دین) کو مدد دینے کا ارادہ کرے بیشک خدا قوت والا غالب ہے۔ (اذن جہاد ان لوگوں کو دیا گیا) جو ایسے ہیں کہ اگر ہم انکو زمین میں دسترس دیں تو وہ قائم رکھیں گے نماز کو اور زکوٰۃ دیں گے اور پسندیدہ کام کا حکم دیں گے اور ناپسندیدہ کام سے (لوگوں کو) روکیں گے اور اللہ ہی کو ہے (علم) تمام کاموں کے انجام کا۔

اِنَّ اللّٰہَ یُدَافِعُ (اجازت جہاد کی) تمہید اس کلمہ کے ساتھ ایک اعلیٰ مرتبہ بلاغت کا اپنے اندر رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ ہماری دائمی عادت ہے کہ کافروں کے شر کو مسلمانوں سے دور کریں اور یہ بات جہاد میں حاصل ہوتی ہے لہٰذا ہم جہاد کی اجازت دیتے ہیں، اس کے بعد فرمایا کہ اللہ دوست نہیں رکھتا ہر خیانت کرنے والے ناشکرے کو یہ ایک دوسری بات کی طرف اشارہ ہے یعنی ہماری عادت کافروں کے شر کو دفع کرنے کی اس لئے قائم ہوئی ہے کہ ہم خیانت کرنے والے ناشکرے کو دوست نہیں رکھتے بلکہ متدین اور شکر گزار کو دوست رکھتے ہیں اور چونکہ کافر ہمیشہ خیانت اور کفران نعمت (کی بری صفت) کے ساتھ، اور مومن ہمیشہ تدین اور شکر گزاری (کی عمدہ صفت) کے ساتھ موصوف رہتے ہیں۔ لہٰذا ہماری دائمی عادت موحدوں کو مدد دینے اور کافروں کو سرنگوں کرنے کی قائم ہو گئی۔

اذن لِلذین یقاتلون اس آیت میں جہاد کی اجازت دینے کا سبب بیان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ لوگ مظلوم ہیں اور خدائے تعالیٰ ہمیشہ مظلوموں پر رحم کرتا اور ظالموں کو شکست دیتا ہے۔ اور مظلوم کو ظالم (کا ظلم) اپنے سے دفع کرنا تمام مذاہب میں جائز ہے۔ پھر مسلمانوں کے لئے عنوان اختیار کرنا کہ" وہ لوگ جن سے کافر لڑتے ہیں" اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ لڑنے والے بڑے ظالم ہیں۔

وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر، واللہ لَا نُصِرَنَّہُمْ علی الظالمین کے بجائے استعمال کیا گیا ہے (خدا) اپنی قسم کھاتے ہوئے کہتا ہے، ان سے بڑھ کر مظلوم کون ہو گا؟ میں مسلمانوں کو ضرور ضرور ظالموں پر فتحیاب کروں گا (مگر قسم میں سختی زیادہ تھی اس لئے عبارت نرم کر دی گئی لیکن عتاب کی نرمی میں تہدید بڑھ جاتی ہے اور وعدہ کی نرمی میں خوشخبری زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ کنایہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہوتا ہے بادشاہوں کی بول چال ہے کہ سخت غصہ (کی حالت) میں کہتے ہیں کیا ہم تیرے برباد کر دینے پر قادر نہیں ہیں؟ اور کمال مہربانی کی حالت میں کہتے ہیں کیا ہم تیرے سرافراز کرنے پر قدرت نہیں رکھتے؟ وجہ یہ ہے کہ بادشاہوں کی مختصر بات دوسروں کی طویل بات کا کام دیتی ہے۔

الذین اخرجوا من دیارھم (ترکیب نحوی میں) الذین یقاتلون کا بدل ہے جو مسلمانوں کی دوسری مظلومیت کو بیان کر رہا ہے یعنی ایک مظلومیت تو ان کی وہ تھی کہ (کافر) ان سے لڑتے ہیں اور (ان کو) پامال کرتے ہیں دوسری مظلومیت یہ ہے کہ (کافر) ان کو ان کے گھروں سے بغیر کسی جرم و خطا کے نکال رہے ہیں۔

اِلَّا اَنْ یقولوا ربنا اللہ ط عجیب تہکم ہے، مطلب یہ کہ ان گمراہوں کی عجیب نادانی ہے کہ توحید کو بجائے عزت و عظمت گناہ سمجھ بیٹھے اور موحدین کے ساتھ وہ معاملہ کرنے لگے جو سخت مجرموں کے ساتھ کرنا چاہئے۔

ولو لا دفع اللہ سے ایک دوسرے سبب اجازت جہاد کا پتہ چلتا ہے جس طرح مظلوم کو ظالم کا ظلم اپنی آبرو اور مال و جان سے دفع کرنا اجازت جہاد کا سبب ہے اور فی نفسہ عمدہ چیز ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے

رے قلم پر، فرمایا کہ مقتول کے ولی کو ہم نے غلبہ عنایت کیا ہے لہٰذا وہ قتل میں زیادتی نہ کرے اس کی مدد کی جائے
اسی طرح ایک دینی مصلحت بھی جہاد میں ہے وہ یہ کہ حکمت الٰہیہ اسباب کو مقتضی ہے کہ دین حق ہر زمانہ
غمبروں اور اُن کے نائبوں کے ہاتھ سے غالب ہوتا رہے اور کافر چونکہ ہمیشہ دین حق کے غالب ہونے سے غصہ
آ کر) اپنی انگلیاں چبانے لگتے ہیں اور موحدوں کی شوکت پر (برافروختہ ہو کر) دانت پیسنے لگتے ہیں لہٰذا اگر موحدول
ہم اپنے جوارح کے مثل بنا کر کفار کے شر کو دفع نہ کرتے تو تمام کارخانہ مذہب و ملت کا درہم و برہم ہو جاتا تھے کہ ہر
ب کے عبادت خانے بھی ویران ہو گئے ہوتے اور ذکر الٰہی کا رواج اور اُس کی جناب میں تقرب (کا ذریعہ)
روم ہو گیا ہوتا۔

وَلَيَنصُرَنَّ اللهُ من ينصره میں اس شخص کے شرائط کی طرف اشارہ ہے جس کو (کارپردازان قضا و قدر)
ں جارحہ کے بناتے ہیں اور اُس کے ہاتھ پر دین (حق) کی مدد ظاہر کرتے ہیں یعنی جب تک کوئی شخص جان و دل
۔ کمر ہمت کلمۂ الٰہی کے بلند کرنے کے لئے نہیں کستا اس بات کا مستحق نہیں ہوتا کہ (کارسازانِ قضا و قدر) اُس
مددویں اور مثل جارحہ کے بنائیں اور داعیۂ جہاد (کا بار) اٹھانے اور دین (حق) کے بلند کرنے میں اس کو پیغمبر کا نائب
یں ؎

ہزار نکتۂ باریک تر زمو ایں جاست	نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

الذين ان مكنٰهم (ترکیب نحوی میں) الذين يقاتلون اور الذين اخرجوا من ديارهم کا بدل
، اور گو لفظی معنی ان مكنّٰهم یہ ہیں کہ ہم ان سب کو تمکین دیں (مگر مراد یہ ہے کہ) ان میں سے بعض کو
ہنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ کہتے ہیں بنی عباس خلیفہ ہوئے یا کہتے ہیں، بنی تمیم دولت مند ہو گئے (درآں حالیکہ
بباس کا خلیفہ ہونا اور بعض بنی تمیم کا دولتمند ہونا مراد ہوتا ہے) کیونکہ تمکین کل مہاجرین کی بلکہ کسی بڑی جماعت کی عادۃً
ں ہے اور ذہن اس طرف نہیں جاتا، (ایسے ہی) سیکڑوں جگہ تم نے حدیث میں پڑھا ہوگا کہ انصار نے ایسا
ہا یا بنی تمیم نے ایسا کیا وہاں مراد اُن کے رئیس ہوتے ہیں نہ ہر ہر شخص۔

ان مكنٰهم میں (بطور شرط و جزا کے) حقیقت خلافت کے ایک جز (یعنی اقامت دین) کو دوسرے جز (یعنی
ن) پر معلق کیا ہے (کیونکہ خلافت شرعی اُس تمکین فی الارض کا نام ہے جو اقامت دین کے ساتھ ہو) مطلب
ہ اکہ ان لوگوں کو اگر زمین میں تمکین ملے گی تو ضرور وہ تمکین اقامت دین کے ساتھ ہو گی اور خلافت راشدہ
یہی مطلب ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ حضرات خلفاء مہاجرین اولین میں سے تھے جن کی نسبت يُقَاتِلُونَ اور أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ
ہے اور جنگے لئے اذن جہاد کا قطعی ثبوت ہے۔ اور ان کی زمین میں تمکین بھی یقینی ہے پس بمقتضائے تعلیق مذکور
نا انہوں نے اقامتِ دین کی ہو گی (اس سے صاف) نتیجہ یہ نکلا کہ وہ حضرات خلیفہ راشد تھے کیونکہ خلافت راشدہ
یں دو جز (یعنی تمکین اور اقامت دین کا نام ہے أَقَامُوا الصَّلٰوةَ اور اٰتَوُا الزَّكٰوةَ میں ارکان اسلام کو قائم
رنے کی طرف اشارہ ہے۔

امروا بالمعروف (تمام) علوم دینیہ کے زندہ رکھنے کو شامل ہے۔

نَهَوا عَنِ الْمُنكَر کافروں سے جہاد کرے اور (اُن سے) جزیہ لینے کو شامل ہے (کیونکہ) کوئی منکر کفر سے زیادہ (قبیح) نہیں ہے اور کوئی نہی کافروں کے قتل کرنے اور اُن سے جزیہ لینے سے زیادہ سخت نہیں ہے۔ (نیز اس کلمہ میں) نافرمانی کرنے والے مسلمانوں پر حدود و تعزیرات قائم کرنا بھی شامل ہیں۔

پھر (یہ بھی واضح رہے کہ) اقاموا اور امروا اور نهوا کے الفاظ سے یہ بھی مفہوم ہوتا ہے کہ ان تمکین یافتہ لوگوں سے اُن کے تمکین کے زمانہ میں نماز، زکوٰۃ، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق جو باتیں ظاہر ہوں گی وہ سب شرع میں معتبر ہوں گی (اگر غیر معتبر ہوتیں تو قرآن میں قابل ذکر نہ تھیں)

پھر (یہ بھی واضح رہے کہ) ان مکنّاھم (یہاں) بمعنی اذا مکناھم ہے (یعنی اِن بمعنی اذا ہے۔ مقصود ان مہاجرین کو آیندہ زمانہ میں تمکین دینے کی خبر بیان کرنا ہے نہ یہ کہ اگر تمکین پائی جائے گی تو یہ لوگ اقامت دین کریں گے قرینہ اس کا یہ ہے کہ اوپر ان اللہ یُدَافع اور لولا دفع اللہ الناس (کے ضمن میں) مذکور ہے (کہ خدا کی عادت یہی ہے کہ نیک بندوں کو تمکین دیتا ہے۔)

للہ عاقبۃ الامور کا مطلب یہ ہے کہ ہم تمام کاموں کو جانتے ہیں اور جو آیندہ ہونے والا ہے اس سے باخبر ہیں، اس لئے ہم نے جہاد کی اجازت دی نتیجہ یہ نکلا کہ یہ جہاد (جس کی اجازت دی گئی مثل معمولی جہادوں کے بے اثر نہ رہے گا بلکہ) کفار کی مدافعت کا سبب بنے گا۔

جب ان آیات کے لغوی اور شرعی معانی تم نے معلوم کر لئے تو اب وہ وقت آگیا کہ ایک اور نکتہ بھی سمجھا وہ یہ کہ آیت استخلاف اور آیت تمکین ایک ہی بات بیان کر رہی ہیں مقصود (دونوں کا) ایک ہی ہے عبارتیں مختلف ہیں۔ اس نکتہ کو بھی کتاباً متشابہا مثانی کی ایک شاخ سمجھنا چاہیئے (دیکھو) ایک جگہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ اور لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمْ کہا گیا اور دوسری جگہ تمکین فی الارض کو اقامت دین کے ساتھ بیان کیا گیا دونوں کا حاصل ایک ہے یہاں لفظ وَعَدَ اللّٰهُ مذکور ہوا وہاں اِنَّ اللّٰهَ يدافع اور لولا دفع اللہ الناس بعد ان مکنّاھم (آیا جو وعدہ کے مضمون کو ادا کر گیا) یہاں لیمکنن کہا گیا وہاں اقاموا الصلوٰۃ یہاں آیت استخلاف کا ذکر ہو وہاں تمکین فی الارض کا یہاں يَعْبُدُونَنِي لا يشركون بی کہا گیا وہاں اَقَامُوا الصَّلٰوةَ الخ

یہاں اُن کے اعمال کا صحیح ہونا اور اُن کے اجرائے حدود و تعزیرات کا معتبر ہونا ليمكنن لهم دينهم الذی ارتضی لهم سے سمجھا گیا وہاں اَقَامُوا الصَّلٰوةَ سے یہاں ليبدلنّهم من بعد خوفهم کہا گیا وہاں اِنَّ اللّٰهَ يُدَافع اور لولا دفع اللہ النَّاس۔ ایک جگہ منکم یعنی حاضرین وقت نزول آیت کا ذکر ہوا دوسری جگہ اخرجوا من دیارھم (یعنی مہاجرین اولین کا)، اُن دونوں لفظوں کے معنی میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے کیونکہ بعضے مہاجرین بدر اور اُحد میں شہید ہو گئے تھے اور انہوں نے آیۃ استخلاف (کے نزول) کا زمانہ نہ پایا پس (دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ) خلافت اُس جماعت میں ہو گی جس میں دونوں صفتیں پائی جائیں (یعنی مہاجرین اولین میں سے بھی ہو اور نزول آیۃ استخلاف کا زمانہ بھی پائے) اور (یہ اصول کلیہ قاعدہ ہے کہ) جس جگہ ایک مضمون دو مختلف عبارتوں میں بیان کیا گیا ہو تو ایک عبارت کے ظاہر کو دوسری عبارت کی نص سے متعلم کر دینا چاہیئے (یعنی جو مطلب نص کا ہے وہی ظاہر میں بھی مراد لینا چاہیے) اور ایک عبا

، عام کو دوسری عبارت کے خاص سے مختص کر دینا چاہیے (یعنی جو مطلب خاص کا ہے وہی عام میں بھی مراد
ا چاہیے) اور ایک عبارت کے مطلق کو دوسری آیت کے مقید سے مقید کر دینا چاہیے (یعنی جو مطلب مقید
ہے وہی مطلق میں بھی مراد لینا چاہیے)

جب یہ بیان ہو چکا تو اب ہم اصل مقصود کی طرف متوجہ ہوتے ہیں یہ دونوں آیتیں (جو درحقیقت ایک
ں اور عبارت میں مختلف ہیں) خلفا کی خلافت پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ (اُن میں) خدا تعالےٰ کا وعدہ مذکور ہے اور
ں کا وعدہ) سچا ہے۔ اور یقیناً خارج میں ہونے والا ہے پس یہ تو یقینی ہے کہ استخلاف اور تمکین فی الارض مہاجرین اولین
حاضرین نزول آیۃ کا واقع ہوا۔ اب اگر یہی استخلاف و تمکین ان دونوں آیتوں کا موعود نہ ہو اور) یہی حضرات موعودہ
لفانہ ہوں تو نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا کا) وعدہ پورا نہ ہوا "بلند ہے وہ ذات پاک ان تمام نقائص سے بہت بلند" یہ نتیجہ
ں لئے (لازم آئے گا) کہ صحابہ میں سے کوئی متنفس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سو برس بعد زندہ نہیں رہا
ہ جائے کہ مہاجرین اولین اور نزول آیت استخلاف کے حاضرین؛ لہذا اگر اس زمانہ میں استخلاف موعود اور تمکین موعود
او جود نہ ہوا تو اب قیامت تک نہیں ہو سکتا اور اس زمانہ میں اُن حضرات کے سوا اور کسی کو تمکین نہیں ملی۔ اور
ستخلاف عطا نہیں ہوا۔

پس یقیناً معلوم ہوا کہ اُن آیتوں کا موعودہ) استخلاف و تمکین اُنہیں کو عطا ہوا وہ جاہل جو کہتے ہیں کہ خلافت
ستحق سے غصب کر لی گئی اور غیر مستحق کو ملی خدا کی تکذیب کرنے والے اور اس کے رسولؐ کی تکذیب کرنے والے
یں کیونکہ (تکذیب نہ کرنے والے سے) امر تشریعی کی مخالفت تو ممکن ہے مثلاً زید کو حکم نماز کا دیا اور اُس نے نماز نہ
ھی، (مگر تکذیب نہ (کرنے والے سے) وعدۂ الٰہی کی مخالفت (ممکن نہیں مثلاً زید سے کوئی وعدہ کیا جائے اور زید
س کے پورا ہونے کا قائل نہ ہو) یہاں (ان آیتوں میں) اصل چیز وعدہ اور پیشین گوئی ہے اس وعدہ کے ضمن میں آنحضرات
کے استخلاف کی تشریع ہے کہ اس تشریف و تعریف کے ساتھ ان کی خلافت غیر پسندیدہ نہیں ہو سکتی اور جب
ہ وعدہ پورا ہو گیا تو اب استخلاف ضمنی نہ رہا بلکہ صریحی (بمعنی) استخلفتُ علیکم فلاناً ثم فلاناً ہو گیا اور
طاعت ان خلفاء کی واجب ہو گئی الحاصل (ان آیتوں کے) ظاہر (میں) وعدہ ہے اور باطن (میں) وجوب اطاعت (خلفاء)
ہے (لہذا جو لوگ ان خلافتوں کو نہیں مانتے وہ درحقیقت وعدۂ الٰہی کی تکذیب کرتے ہیں اگرچہ ان بزرگوں کا رتبہ اس بات
سے جو کہ ہم کہتے ہیں بالاتر ہے مگر (مثال کے طور پر) فرض کر کے کہا جا سکتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی شخص کی نسبت
فرمائے کہ اس مرتبہ جمعہ کے دن جو شخص خطبۂ جمعہ پڑھے گا اس کو میں فلاں نعمت اور فلاں نعمت دوں گا یا فرمائے کہ
جو شخص اس جمعہ کو خطبہ پڑھے گا وہ عالم، قاری اور صالح ہے پھر دو خطیبوں کے درمیان بحث پڑ گئی اور نوبت لڑائی
جھگڑے کی آ گئی بالآخر ایک غالب آیا اور اُس نے دوسرے کے ہاتھ پیر باندھ دیئے اور منبر پر کھڑا ہو گیا اور خطبہ پڑھا
اُس انعام و اوصاف کا مستحق یہی خطیب ہوگا نہ وہ جو گرا دیا گیا اور ہٹا دیا گیا لہذا جو حضرات زمانہ موعودہ میں صفات موعودہ
کے ساتھ سریر آرای خلافت ہو گئے خواہ وہ کسی طرح ہوئے ہوں بقول اُن جاہلوں کے کسی کو مجبور و مقہور کر کے سہی وہی
ان آیتوں کے موعود لہم سمجھے جائیں گے نہ وہ مجبور و مقہور)

خلافت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حکم نہ تھی کہ لوگوں کو اُس کے ساتھ مکلف کیا گیا ہوتا کہ اگر

انہوں نے اس حکم کے موافق عمل کیا تو مطیع ہوئے اور اگر نافرمانی کی تو مستحق عذاب ہوئے بلکہ وہ ایک وعدہ تھا جو عرش کے اوپر سے نازل ہوا تھا جس کا پورا نہ ہونا ناممکن تھا اس وعدہ میں کسی کے جبر یا کسی کے اختیار کو کچھ تعلق نہ تھا۔ (خدا نے اس کا ایفا اپنے ذمہ رکھا تھا اور کسی شرط پر معلق نہ کیا تھا) ہاں (یہ ضرور ہے کہ) جب تک یہ اشخاص معینہ صدر مسند خلافت پر نہ بیٹھے تھے مسلمانوں کے خیالات ہر طرف جاتے تھے (کہ دیکھیے کون اس وعدہ کا مصداق ٹھہرتا ہے یہ ایسا ہی ہے) جیسے واقعۂ خیبر میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا ایسے شخص کو دونگا جو اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوگا اور اللہ ورسول اُس کو دوست رکھتے ہوں گے (اس ارشاد سے) مسلمانوں کو علم قطعی حاصل ہوگیا کہ جھنڈا جس کو ملے گا وہ محب ومحبوب ہوگا لیکن یہ نہ جانتے تھے کہ کون شخص خاص اس دولت سے سرافراز ہوگا۔ جب دوسرے دن جھنڈا حضرت مرتضیٰ کو جناب نبوی سے عنایت ہوا تو سب کو تحقیق ہوگیا کہ وہ مرد موصوف حضرت مرتضیٰ ہیں اسی طرح ان آیات سے قطعی طور پر معلوم ہوگیا تھا کہ کچھ لوگوں کو (کارپرداز ان قضا وقدر) خلافت وتمکین دینگے (اور دین حق ان کے ہاتھ سے قائم ہوگا اور ان کی اطاعت منجانب اللہ واجب ہوگی مگر ہنوز یہ غموض واشکال باقی رہ گیا تھا (کسیکو معلوم نہ تھا) کہ وہ اشخاص معینہ کون کون ہیں (لیکن) جب پردہ اٹھ گیا، اور جماعت (اسلام) کے اہتمام سے اشخاص معینہ کی خلافت منعقد ہوگئی اور اُن خلفا کے ہاتھ سے فتوح بلاد اور تمکین دین حق اور اعلائے کلمۃ اللہ کا ظہور ہوگیا تو ہم سب نے یقین کے ساتھ جان لیا کہ وہ وعدہ انہیں کے لئے تھا اور استخلاف اور تمکین فی الارض کا قرعہ انہیں کے نام نکلا۔

اگر اس مقام پر تمہارے دل میں کچھ تردد پیدا ہوتا ہو اس وجہ سے کہ امام بغوی اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ قتادہ نے بیان کیا ہے کما استخلف (سے مراد یہ ہے) کہ جس طرح داؤد وسلیمان اور دوسرے انبیا علیہم السلام کو خلیفہ بنایا تھا اور بعض نے کہا ہے کہ (مراد یہ ہے کہ) جسطرح ان سے اگلوں کو یعنی بنی اسرائیل کو مصر اور شام میں جبابرہ کے ہلاک کرنے کے بعد خلیفہ بنایا تھا اور اُن کو جبابرہ کی زمین اور گھروں کا وارث کردیا تھا۔ گو قتادہ کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ استخلاف (سے مراد) خلیفہ بنانا ہے مگر دوسرے قول سے معلوم ہوا کہ (استخلاف کے معنی یہ ہیں۔ ایک پوری قوم کو دوسری قوم کا قائم مقام کرنا (پس) اسی طرح ممکن ہے کہ شاید تمام مہاجرین اولین کو تمکین دینا مراد ہو (نہ صرف چند اشخاص کو یکے بعد دیگرے) اور اس صورت میں خلفا کی خلافت پر اس آیت سے استدلال کرنا صحیح نہ رہے گا (تو اس تردد کو رفع کرنے کے لئے) ہم کہیں گے کہ توجیہ اول (یعنی قتادہ کا قول) استعمال عرب اور تفسیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے لہذا دوسرے قول کی طرف التفات نہ کیا جائے گا۔ اور بر تقدیر تسلیم بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں (کیونکہ) ایک بڑی جماعت کو خلیفہ کرنا اور اس کو تمکین دینا بغیر کسی خاص شخص کو خلیفہ بنائے ہوئے عادۃً ناممکن ہے اور (بنی اسرائیل کو خلیفہ بنانے کا مطلب یہی ہے کہ ان میں سے کسی خاص شخص کو خلیفہ بنایا لہذا) مسلمانوں کو استقرار دینے اور مہاجرین کو تمکین دینے کی صورت یہی ہے کہ (ان میں سے کوئی) خلیفہ مقرر کیا جائے اور اس کو تمکین دی جائے۔ الغرض تمام مسلمانوں کے استخلاف وتمکین کا وعدہ اللہ تعالیٰ کا درحقیقت (ان میں سے کسیکو) خلیفہ ممکن فی الارض بنانے کا وعدہ ہے۔

یہاں ہم ایک مقدمہ ذکر کرتے ہیں جس میں بہت سے فوائد ہیں (وہ یہ کہ) حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے وعدہ کیا۔

لہ قرآن کی ہمیشہ ہمیشہ حفاظت فرمائے گا. چنانچہ فرمایا وانا لہ لحافظون (ترجمہ اور بیشک یقیناً ہم اسکی حفاظت
رنے والے ہیں) پھر دوسری آیت میں اسکی حفاظت کی صورت بھی بیان فرمادی کہ ان علینا جمعہ وقرآنہ (یعنی
ں کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے) پس خدا تعالیٰ کا وعدہ درست ہے اور قرآن کی حفاظت ضرور ہونی ہے
ئہ حق سبحانہ کی حفاظت کی صورت خارج میں ایسی نہیں ہوتی جیسی لوگ اپنی چیزوں کی حفاظت کرتے ہیں
مثلاً اس طرح کہ پتھر پر نقش کر دیا جائے بلکہ حفاظت الٰہی کی صورت خارج میں یہ ہے کہ اُس نے امت مرحومہ کے
یک بندوں کے دل میں الہام فرمایا کہ وہ اپنی پوری کوشش سے اسکو دفتین کے درمیان جمع کریں۔ اور اس بات
ے سامان پیدا کر دیئے کہ) تمام مسلمان ایک ہی نسخہ پر متفق ہو جائیں (اس بات کی توفیق دی کہ بڑی بڑی جماعتیں قاریوں
لی خصوصاً اور تمام مسلمانوں کی عموماً اس کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہیں تاکہ سلسلہ تواتر کا ٹوٹنے نہ پائے
لہ روز بروز بڑھتا جائے (اس بات کی توفیق دی کہ) ہمیشہ کچھ جماعتیں اس کی تفسیر حل لغات اور بیان اسباب
نزول میں انتہائی منصبہ کی کوشش کرتی رہیں تاکہ ہر زمانہ میں کچھ لوگ تفسیر کی خدمت کرتے رہیں (قدرت نے)
حفاظت کی صرف یہی صورت بجائے پتھر پر کندہ کیا جانے (یا اور کسی شکل) کی تجویز کی جب حفاظت کی یہ
اص صورت سامنے آگئی تو ہم سب نے سمجھ لیا کہ جس حصہ قرآن کی حفاظت نہیں کی گئی ہے اس کی تلاوت
پسندیدہ نہیں ہے اس لئے محققین علما کا خیال ہے کہ نماز وغیرہ میں قرادت متواترہ کے سوا دوسری قرات نہ
پڑھی جائے اور قرات متواترہ وہ کہلاتی ہے جس میں دو باتیں پائی جائیں ایک یہ کہ اس کی روایت کا سلسلہ
ثقہ راویوں کے واسطہ سے صحابہ کرام تک پہونچ جائے نہ یہ کہ صرف رسم خط ہی اُس کا احتمال رکھتا ہو۔ دوسرے
یہ کہ مصاحف عثمانی کا رسم خط بھی اس کا ساتھ دیتا ہو۔ کیونکہ جب (معلوم ہو گیا کہ) قرآن کی حفاظت کی صورت
س کا جمع ہونا دفتین کے درمیان اور تمام امت کا اُس پر متفق ہونا قرار پاچکی ہے تو (معلوم ہوا کہ) جو کچھ اس کے
علاوہ ہے اس کی حفاظت نہیں کی گئی وہ قرآن نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وانا لہ لحافظون اور فرمایا
ہے ان علینا جمعہ وقرآنہ اس سے معلوم ہو گیا کہ والذکر والانثیٰ کی قرات شاذ ہے نماز میں نہ
پڑھنی چاہئے اگرچہ حضرت ابن مسعود اور ابوالدرداء کی صحیح روایت سے ثابت ہے۔ نیز شیخین کی (جمع کی ہوئی) اصل
سے مصاحف عثمانیہ کی نقل کرتے وقت حضرت ابن عباس نے دوسرے صحابہ سے بعض آیات کے تلفظ میں مباحثہ
کیا وہ بجائے قضی ربك کے وصی ربك کہتے تھے اور بجائے اولم ییئس کے اولم یتبین پڑھتے
تھے مگر جماعت نے اُن کے قول کی طرف توجہ نہ کی اور قضی ربك اور اولم ییئس ہی برقرار رکھا۔ اور
وہی نسخہ جات تمام دنیا میں شائع ہوئے۔ ہم اسی قاعدہ سے سمجھے کہ جماعت کا قول صحیح تھا اور حضرت ابن عباسؓ
کی رائے از قبیل خطائے معذور تھی۔ اسی طرح صحابہ نے قرآن کے جمع میں تنافس کیا ہر ایک نے ایک ایک
مصحف مرتب کیا اور ہر ایک نے سورۃ قرآنیہ کو اپنے اپنے لغت میں لکھا لغت قریش کے علاوہ (مگر) حضرت
ذی النورین نے الہام ربانی سے ان سب کو مٹا دیا اور ایک قرآن پر سب کو جمع کیا۔ اس وقت کچھ قیل وقال کا
دروازہ کھلا اور کچھ بدمزگیاں درمیان میں آئیں۔ مگر جب تمام دنیا کے لوگ مصاحف عثمانیہ پر متفق ہو گئے
تو ہم نے یقین کر لیا کہ حفاظت اسی کی مقصود ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہے اس کی حفاظت مقصود نہیں کیونکہ

اگر اس کی حفاظت مقصود ہوتی تو وہ مٹ نہ سکتا۔ اور دعویٰ کو تو کوئی عقلمند عاقل سمجھ ہی نہیں سکتا کہ ایک موہوم الوجود مجہول الحال امام کے پاس قرآن رکھا ہوا ہے (پاک ہے تیری ذات یہ بہتان بہت بڑا ہے۔) یا کسی نادر کتاب میں تعجب کے ساتھ کسی نے لکھا ہو کہ فلاں نے ایسا کہا اور فلاں نے ایسا لکھا۔ جہاں مقابلہ کے وقت ایک طرف صواب ہو گا تو دوسری طرف خطائے معذور، جب واقعات سے پردہ اٹھ گیا اور حق مثل سفیدۂ صبح نمودار ہو گیا تو اب مخالفت کرنے کی گنجائش باقی نہ رہی۔ لہٰذا اب بھی اگر کوئی شخص ادھر ادھر بھکے تو وہ زندیق ہے اُسے قتل کر دینا چاہیئے۔

اے سننے والے کان اور سمجھنے والے دل رکھتے ہو تو ایک بات اس سے بھی زیادہ باریک سُنو۔ خدائے تعالےٰ ہمیشہ عالم کی تدبیر کرتا رہتا ہے نیک بندوں کو امور حق کا الہام کرتے تا کہ وہ نیک بندے اس کے مقصود کو جاری کریں اور اس کے موعود کو سرانجام دیں حق تعالےٰ نے حضرت خضر اور حضرت موسیٰ کا واقعہ اسی بات کے ظاہر کرنے کے لئے بیان فرمایا ہے۔ لیکن جب تک نبوت کا زمانہ موجود تھا۔ پیغمبرؐ کے قلب پر وحی اُترتی تھی جس کی اطاعت فرض ہے اور شک و شبہہ کو جس میں گنجائش نہیں نہ اول میں نہ آخر میں۔ مگر جب نبوت کا زمانہ ختم ہو گیا اور وحی موقوف ہو گئی تو اب نیک بندوں کا مقاصد کی سرانجام دہی میں دخل دینا یا فکر و اجتہاد سے ہو گا یا ایک قسم کے رویا (یعنی خواب) الہام اور فراست سے ہو گا یہ سب چیزیں گو (اس وقت) آدمیوں کے مکلف کرنے کا باعث نہ ہوں لیکن جب کام انجام کو پہونچ گیا اور اُس کا حق ہونا مثل سفیدۂ صبح کے ظاہر ہو گیا تو تمام اہل تحقیق کو معلوم ہو گیا کہ وہ خالص حق تھا۔ مثلاً جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اس مباحثہ کے متعلق جو اُن کے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان مرتدوں کے مسئلہ میں ہوا تھا فرمایا کہ (آخر میں) مجھے معلوم ہو گیا کہ وہی حق ہے (جو حضرت ابوبکر کہتے ہیں) خلفاء کے دل میں جب کسی کام کا ارادہ پیدا ہوتا تو اس کی یہی صفت ہوتی تھی۔

(خلفائے راشدین کی) خلافت کا زمانہ بقیۂ زمانہ نبوت تھا (دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیے کہ آپ بعد نبوت تئیس ۲۳ برس اپنی عمر مبارک کے ساتھ اور تیس ۳۰ برس بزمانہ خلافت راشدہ کل ترپن ۵۳ برس دنیا میں رہے فرق صرف یہ تھا کہ، گویا زمانہ نبوت میں تصریحاً زبان سے تمام باتیں بیان فرماتے تھے اور زمانہ خلافت میں ساکت بیٹھے ہوئے ہاتھ سے اور سر سے اشارہ کرتے تھے بعض لوگ (ان اشارات سے) اصل مقصود سمجھ گئے اور بعض نے سمجھنے میں غلطی کی اجماع (کا لفظ) تم نے علمائے دین کی زبانی سُنا ہو گا اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تمام مجتہدین کسی ایک مسئلہ پر ایک ہی وقت میں ایسا اتفاق کر لیں کہ اُن میں سے ایک بھی علیحدہ نہ رہے کیونکہ یہ صورت نہ ہوئی ہے اور نہ ہو سکتی ہے۔ بلکہ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ خلیفہ (خاص) صاحب رائے حضرات سے مشورہ کرنے کے بعد یا بلا مشورہ کوئی حکم دے اور وہ حکم ایسا نافذ ہو کہ تمام عالم اسلامی میں شائع اور تمام اسلامی دنیا میں ممکن ہو جائے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے (اسی اجماع کی حجیت کی طرف اشارہ کرنے کے لئے) فرمایا ہے کہ "تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت جو میرے بعد ہوں گے"۔ (ترجمہ حدیث)

جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب جاننا چاہیئے کہ خدائے تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے (اور وہ وعدہ خلافی نہیں کرتا) کہ مہاجرین اولین کو (جو میدان ایمان و عبادت میں پیش قدم ہیں) خلیفہ بنائیں گے اور اُن سے کار ملت

نمایاں ظاہر ہوں گے۔ اس وعدہ کے پورا ہونے کی صورت یہی ہے کہ مہاجرین اولین میں سے یکے بعد دیگرے (کچھ لوگ) خلیفہ ہوں (کیونکہ) بغیر خلیفہ مقرر کیئے ہوئے کسی بڑی قوم کا غالب ہونا عادۃً محال ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ "امام (مثل) سپر (کے ہوتا) ہے کہ اُس کو سامنے کرکے (یعنی اُس کے بل پر) جنگ کیجاتی ہے۔ اور کسی شاعر کا شعر ہے ؎

(ترجمہ شعر عربی)

لا یصلح الناس فوضیٰ لاسراۃ لھم ؛ ولاسراۃ اذا جُھّالھم سادوا ؛

جو لوگ بے سر ہوں اُن کا کوئی سردار نہ ہو تو اُن میں صلاح و فلاح نہیں پیدا ہو سکتی ؛ اور جب کسی قوم کے جاہل سردار بن جائیں تو اُس قوم کو بے سر سمجھنا چاہیے ؛

(المختصر) اس قدر تو یقینی طور پر معلوم (کہ اس وعدہ کے پورے ہونے کی یہی ایک صورت ہے) لیکن اس وقت (یعنی بوقت انعقاد خلافت) ایک قسم کی پیچیدگی اور اشکال تھا کہ (بہ صراحۃً معلوم نہ تھا کہ) کون کون لوگ خلیفہ ہوں گے اور اس خلافت کی مدت کس قدر ہوگی اور اُن کی خلافت کی ترتیب کس طرح ہوگی (لہذا) وہ وقت مشورہ کرنے کا وقت تھا کہ (دیکھا چاہیئے) پسندیدگی کا قرعہ کس کے نام نکلتا ہے اور (کارپردازان قضا و قدر) مہاجرین اولین میں سے کسکو اس دولت سے سرفراز کرتے ہیں۔ جب یکے بعد دیگرے خلفا کی تعیین کا الہام ہوگیا تو کچھ لوگوں نے فوراً اس الہام کو قبول کرلیا اور اُس کے پورا کرنے میں اہتمام کیا اور کچھ لوگوں نے چون و چرا اور بحث و تحیص کے بعد سرِ اطاعت، خم کیا۔ مگر جب اوصاف (موعودہ خلفا پر) منطبق ہوگئے تو سب پر ظاہر ہوگیا کہ جو حق تھا وہی واقع ہوا اور آنکھیں کھل گئیں کہ یہ فعل (انتخاب خلیفہ) جماعتِ (اسلام) کا فعل نہ تھا (بلکہ وعدۂ خدا تھا جس نے اسنے افکار اور قیاسات کے پردہ سے ظہور کیا۔ ؎

کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں ؛ مصلحت را تہمتے بر آہوِ چین بستہ اند

(ترجمہ) "مشک افشانی تیری (محبوب) ہی زلف کا کام ہے۔ لیکن عاشقوں نے مصلحت کی خاطر یہ تہمت آہوئے چین پر رکھ دی ہے"

اب بھی اگر تمہارے دل میں یہ شبہ ہو کہ وعدۂ الٰہی (تو بیشک) درست ہے مگر یہ کیسے کر یقینی طور پر ہم کو معلوم ہو کہ (وہ) وعدہ (انہیں خلفاء کے لئے تھا اور اس وعدہ) کا ایفاء انہیں معین اشخاص پر ہوا؟ کیونکہ (آیت میں نہ کہیں ان کا نام ہے نہ کچھ مشخصات اُن کے مذکور ہیں۔ باقی رہا لفظ) منکم (تو) اس میں احتمال ہے کہ (الذین امنوا کی) تاکید ہو نہ تاسیس (یعنی تخصیص ان لوگوں کے لئے نہ ہو جو نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ اس شبہ کے ازالہ کے لئے پہلے) ایک نقل سنو وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو دلائل میں سے (ایک دلیل، انبیائے سابقین کا آپ کی خبر دینا اور توریت و انجیل نیز دیگر کتب الٰہیہ (میں آپ کے ظہور) کی نصوص (کا موجود ہونا) ہے اور یہ ایک بڑا وسیع مبحث ہے۔ صحابہؓ (نیز) مؤمنین اہل کتاب نے بہت چیزیں اس بحث سے متعلق روایت کی ہیں۔ متاخرین متکلمین اس دلیل پر ایک اعتراض اٹھاتے ہیں اور اُس کے جواب سے عاجز ہوکر سرے سے اس دلیل کے کمزور ہونے کی طرف ہی مائل ہو جاتے ہیں (متکلمین کے) اعتراض کا خلاصہ یہ ہے کہ کتب الٰہیہ میں جو وصف بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا توصیفی مذکور ہے۔ اس کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ سننے والوں

کا ذہن اس وصف سے ایک غیر معین شخص کی طرف جاتا ہے کہ اس کلی کا کوئی بھی فرد جو ان اوصافِ کلیہ سے
حاصل ہوتی ہے پیغمبرؐ ہوگا کیونکہ اوصاف کلیہ اشارہ حسیہ کے بغیر کسی خاص شخص تک ذہن کو نہیں پہنچا سکتے
اوصاف کلیہ کو جب جمع کیا جائے گا تو نتیجہ کلی ہی نکلے گا بلکہ غیر معین شخص (کی نبوت) کی طرف ذہن کا جانا لازم
نہیں آتا اس وجہ سے کہ کتب الٰہیہ میں اشارات مذکور ہیں نبوت کا بھی عنوان (مذکور) نہیں ہے اور نہ تمام مشخصات
بیان کئے گئے ہیں اس صورت میں (کتب الٰہیہ کے اُن نصوص کی بنا پر) کسی خاص شخص کی نبوت کے اقرار پر مکلف
ہونا ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا یہ ہے متاخرین متکلمین کے اعتراض کا حاصل ہے (اسی اعتراض کو) قاضی عضد نے مواقف
میں (اس طرح) بیان کرتے ہیں کہ اگر تم کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت مفصل (توریت و انجیل میں)
آئی ہے کہ آپ فلاں سنہ فلاں شہر میں پیدا ہوں گے اور آپ کی یہ یہ صفت ہوگی (جب آپ پیدا ہوں) تو
تم لوگ سمجھ لینا کہ یہ نبی ہیں یہ سمجھنا غلط ہے۔ ہم تورات و انجیل کو ان باتوں سے خالی پاتے ہیں اگر تم یہ کہو کہ
آپ کا ذکر (تورات و انجیل میں) مجمل طور پر ہے اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو یہ نبوت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ کسی
انسانِ کامل کے پیدا ہونے کو بتلاتا ہے۔ نیز یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ شاید وہ کوئی اور شخص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے سوا) ہو جو ابھی پیدا نہیں ہوا اُس کا جواب ہماری طرف سے یہ ہے کہ اصل دلیل (نبوت) معجزہ کا آپ کے ہاتھ
پر ظاہر ہونا ہے۔ اور یہ دلیل (کہ تورات و انجیل میں بھی آپ کی بشارت ہے) مزید تقویت اور تکملہ کے لئے ہے
(بنیادی دلیل نہیں ہے) (قاضی عضد کی عبارت ختم ہوئی) یہ فقیر کہتا ہے (خدا اُس سے درگزر کرے) کہ یہ ایک
لغزشِ قدم ہے جو متاخرین متکلمین سے ظاہر ہوئی (خدا ہم سے اور اُن سے درگزر کرے) کہ (تورات و انجیل کی
بشارت سے ذہن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی طرف نہیں جاتا) عام مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسی باتوں
کو نہ سُنیں اور علما کو چاہیے کہ تردید کریں جس طرح علما اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی مجتہد یا کسی قاضی کا فیصلہ
صریح قرآن یا صریح حدیثِ مشہور یا صریح اجماع یا صریح قیاس جلی کے مخالف ہو تو وہ نافذ نہیں ہوتا اور اس
کی تقلید جائز نہیں ہوتی (اسی طرح متاخرین متکلمین کا یہ قول بھی واجب التردید ہے۔ کیونکہ) خدا تعالےٰ
فرماتا ہے :۔

اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۔ (سورہ شعراء — پارہ ۱۹)

(ترجمہ) کیا ان لوگوں کے لئے (ہمارے نبیؐ کے سچے ہونے کی) یہ نشانی (کافی) نہیں ہے کہ اُن کو بنی اسرائیل جانتے ہیں"۔

اور فرماتا ہے کہ :۔

يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۔ (سورۂ بقر۔ پارہ ۲)

(ترجمہ) یہود و نصاریٰ حضرت کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں"۔

اِن آیتوں سے معلوم ہوا کہ تورات و انجیل کے جاننے والے پیغمبر آخر الزمان کے وصف سے واقف ہونے
کی وجہ سے (آپ پر ایمان لانے کے ساتھ) مکلف ہوئے اور حجت تشریعیہ اُن پر قائم ہوگئی پس اس بات
کا قائل ہونا کہ یہ توریت و انجیل کی خبریں الزام قائم کرنے والی دلیل نہیں ہیں خلاف قرآن ہے۔ بتحقیق اس بارہ

میں یہ ہے کہ جس قدر اوصاف آپ کے کتب سابقہ میں آئے ہیں اُن سے حجت قائم ہوگئی اور تکلیف (شرعی) ثابت ہوگئی (کیونکہ) یقین دو چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ قیاس سے خواہ اقترانی ہو یا استثنائی بشرطیکہ مقدمات اُس کے یقینی ہوں اور شکل بھی نتیجہ دینے والی ہو۔ یا حدس سے (حدس کی تعریف یہ ہے کہ تمام مقدمات (قیاس کو ذکر نہ کریں اور بعض مقدمات سے طفرہ کے طور پر مطلب کی طرف ذہن منتقل ہو جائے جیسے چاند کی روشنی کا آفتاب کی روشنی سے مستفاد ہونا معلوم کریں اس بات کو دیکھ کر کہ چاند کی حالتیں آفتاب کے ساتھ قرب و بُعد کے اختلاف سے بدلتی رہتی ہیں (کہ جیسے جیسے قرب بڑھتا ہے اور بُعد کم ہوتا ہے چاند کا حصۂ روشن بڑھتا جاتا ہے اور جب بُعد زیادہ ہونے لگتا ہے اور قرب گھٹتا جاتا ہے تو اُس کا حصہ روشن کم ہوتا جاتا ہے) لیکن حدس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ حدس ہوتا ہے کہ بہت کم آدمی اُس کا احساس کرتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ ماخذ باریک و گہرا ہوتا ہے عند اللہ تعالیٰ اس قسم کے حدس سے تمام آدمیوں کو مکلف نہیں کرتا۔ دوسرا وہ حدس جس کا احساس اکثر افراد انسانی کر لیتے ہیں (اس وجہ سے کہ اُس کا ماخذ قریب ہوتا ہے) جیسے یہ حدس کہ دن اور رات کا وجود آفتاب کے طلوع و غروب سے ہوتا ہے اس قسم کے حدس سے تکلیف (شرعی) واقع ہو جاتی ہے اور حجت الٰہیہ قائم ہو جاتی ہے پس اگرچہ پیغمبر آخر الزمان کے ظہور کے متعلق جس قدر نصوص کتب الٰہیہ میں ہیں وہ قیاس اقترانی یا استثنائی کے طریقہ پر اُس فرد خاص کی تخصیص نہیں کرتیں جو افضل افراد البشر ہے مگر حدس قریب الماخذ کے طریقہ پر ضرور وہ اس تعیین تک ذہن کو پہونچا دیتی ہیں۔ اسی وجہ سے ان نصوص کے جاننے والے آپ پر ایمان لانے کے ساتھ مکلف ہو جاتے ہیں (اس حدس کی صورت یہ ہے کہ) یہ تو یقینی ہے کہ ان اوصاف موعودہ کا جامع ایک مدت دراز کے بعد ایک ہی شخص ہوگا پس جیسے ہی وہ اوصاف کسی شخص میں پائے گئے فوراً حدس وہاں ٹھیر جاتا ہے (کہ وہ شخص موعود یہی ہے)

جب یہ نقل پوری ہو چکی تو اب جاننا چاہیے کہ خلافتِ خلفاء کی آیتیں گو (ابتداء میں) کسی قسم کا غموض و اشکال رکھتی ہوں مگر جب عجم و شام کی فتح ان خلفاء کے ہاتھ پر اس طریقہ سے ظاہر ہوئی کہ حضرت آدم کے زمانہ سے لے کر اس وقت تک کبھی نہ ہوئی تھی مسلمانوں کی تالیف اور اُن کے دلوں کا اطمینان، دین کی تمکین اس طرح پائی گئی کہ کسی ملت میں اور کسی زمانہ میں اس کا دسواں حصہ بھی نہیں پایا گیا۔ پس وعدہ استخلاف کا مصداق ہونے کے لئے کون سی خلافت اس سے بہتر ہوگی؟ اسی طرح اور بھی بہت سے قرینے اس کے ساتھ مل گئے (تو فوراً) حدس قریب الماخذ پیدا ہو گیا۔ کہ (اُن آیتوں میں) بشارت انہیں بزرگوں کی دی گئی ہے۔ اور اس حدس قریب کے سبب سے آدمیوں پر تکلیف قائم ہوگئی۔ (لہٰذا ان خلفاء کا ماننا ضروری ہو گیا) تفسیر آیات میں اس قسم کی گفتگو ان بزرگوں کے لئے ہے جنہوں نے احادیث نبویہ کا تتبع نہ کیا ہو ورنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن عظیم کے (اصلی) مفسر ہیں (قرآن کے متعلق) جہاں کہیں کچھ اشکال پیش آجائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی طرف رجوع کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لتبین للناس ما نزل الیہ الایۃ (ترجمہ اے نبی ہم نے تمکو اس لئے بھیجا ہے تاکہ جو مضامین لوگوں کے پاس بھیجے گئے اُن کو آپ اُن سے

ظاہر کر دیں۔ (سورہ نحل۔ پارہ ۱۴ ع ۲) (لہٰذا) اب ہم پردہ اُلٹتے ہیں اور مضمون کو نئے رنگ پر چلاتے ہیں۔ (یعنی احادیث کی مدد سے ان آیات کی توضیح کرتے ہیں)

جب یہ آیتیں نازل ہوئیں (جو اصل معنی میں کسی قسم کی پوشیدگی نہ رکھتی تھیں مگر ان موعودہ خلفاء کی تعیین اور اُن کی ترتیب، خلافت اور مدت خلافت میں کچھ غموض تھا) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم غیب کے منتظر رہے کہ (وہاں سے) کیا افاضہ ہوتا ہے (چنانچہ) خدائے تعالیٰ نے خواب میں (جو انبیا علیہم السلام کے لیے حکم وحی کا رکھتا ہے) اس معمے کو حل کر دیا۔ بعض خواب آپ نے خود دیکھے اور بعض آپ کے اصحابؓ نے۔ اور تعبیر ان خوابوں کی آپ نے بیان فرما دی (یہ بالکل ایسا ہی ہے) جیسے اذان کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ یا لیلۃ القدر کو خواب میں دیکھنے کا واقعہ (تفصیل یہ ہے) فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز میں سو رہا تھا میں نے اپنے کو ایک کنوئیں کے پاس دیکھا جس پر ایک ڈول رکھا ہوا تھا میں نے اُس کنوئیں سے جس قدر ڈول اللہ کو منظور تھے نکالے پھر اُس ڈول کو مجھ سے ابو قحافہ کے بیٹے (یعنی حضرت صدیق) نے لے لیا۔ اور انہوں نے ایک یا دو ڈول نکالے مگر اُن کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی اللہ اس کو معاف کرے پھر وُہ ڈول بڑا (چرس) بن گیا اور اُس کو ابن خطاب نے لے لیا اور پھر نا شروع کر دیا میں نے کسی زور مند آدمی کو اس طرح ڈول نکالتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح عمرؓ اس (کو) نکالتے تھے یہاں تک کہ لوگوں نے (خود تو سیراب ہو ہی گئے تھے) اپنے اونٹوں کو (بھی) سیراب کر لیا۔ اُس حدیث کو بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے اور ترمذی نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ اور ابن مردویہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے کہا ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس طلوع آفتاب کے بعد تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے فجر سے پہلے یہ خواب دیکھا کہ مجھے مقالید اور موازین دی گئی ہیں۔ مقالید سے مراد کنجیاں (کہ اُن سے تمام دنیا کے خزانے کھول سکوں) اور موازین سے مراد یہی ترازو ہیں جن سے تولا جاتا ہے چنانچہ ترازو کے ایک پلے میں میں رکھا گیا اور دوسرے پلے میں میری تمام امت رکھی گئی اور وزن کیا گیا مگر میرا ہی پلہ بھاری رہا اس کے بعد ابو بکرؓ لائے گئے اور وہ (میری جگہ پہ رکھ کر) تمام اُمت کے ساتھ تولے گئے تو انہیں کا پلہ بھاری رہا پھر عمرؓ لائے گئے اور وہ (ابو بکر کی جگہ پہ رکھ کر) تمام امت کے ساتھ تولے گئے تو انہیں کا پلہ بھاری رہا۔ پھر عثمان لائے گئے اور وہ (عمرؓ کی جگہ پہ رکھ کر) تمام اُمت کے ساتھ تولے گئے تو پلہ اُنہیں کا بھاری رہا۔ بعد اُس کے وہ ترازو (آسمان کو) اُٹھا لی گئی۔ ابو داؤد نے حضرت ابو بکرہؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اُتری (اُس میں) آپؐ اور ابو بکرؓ تولے گئے تو آپؐ بھاری نکلے۔ پھر ابو بکرؓ و عمرؓ تولے گئے تو ابو بکرؓ بھاری نکلے۔ پھر عمرؓ و عثمانؓ تولے گئے تو عمرؓ بھاری نکلے پھر وہ ترازو اُٹھا لی گئی۔ اس بات سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ (اس کی تعبیر) خلافت نبوت ہے۔ خلافت نبوت کے بعد اللہ جس کو چاہے گا بادشاہت دے گا۔ (خلافت نبوت نہ دے گا) ابو عمرؓ نے (استیعاب میں بھی) حضرت عرفجہ سے اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے۔ ابو داؤد نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک روز صحابہؓ سے) فرمایا کہ آج شب کو ایک نیک مرد کو یہ

(خواب) دکھلایا گیا کہ ابوبکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے دامن) سے لٹکائے گئے ہیں اور عمرؓ ابوبکرؓ کے دامن سے لٹکائے گئے ہیں اور عثمانؓ عمرؓ (کے دامن) سے لٹکائے گئے ہیں۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھے تو ہم لوگوں نے (بطور خود) کہا کہ وہ نیک مرد تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں (جن کو یہ خواب دکھلایا گیا) اور ایک کا دوسرے (کے دامن) سے لٹکنا (صاف بتا رہا ہے کہ) یہ لوگ اس دین کے والی ہوں گے جس کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ ابوداؤد ہی نے حضرت سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا پھر ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے اس کی عرقوہ پکڑ لی اور پیا (مگر) کمزور طریقہ سے پیا پھر عمرؓ آئے اور اُنہوں نے اس کی عرقوہ پکڑ لی اور پیا۔ یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے۔ پھر عثمانؓ آئے اور انہوں نے اُس کی عرقوہ پکڑ لی اور پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے پھر علیؓ آئے اور انہوں نے اُس کی عرقوہ پکڑی ہی تو وہ کھل گئی اور اُس پانی کی کچھ چھینٹیں بھی اُن پر پڑیں۔ (عرقوہ اس لکڑی کو کہتے ہیں جو چمڑے کے ڈول کے منہ پر جانب عرض میں لگائی جاتی ہے) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے (وہ کہتے تھے) کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے عرض کیا کہ میں نے آج شب کو (خواب میں) دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے اس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے پھر میں نے لوگوں کو دیکھا کہ دونوں ہاتھوں سے اُس کو لے رہے ہیں کسی نے کم لیا کسی نے زیادہ اور میں نے دیکھا کہ ایک رسی آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے پھر میں نے یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپؐ کو دیکھا کہ آپؐ نے اس رسی کو پکڑ لیا اور اس کے زور سے آسمان پر چڑھ گئے پھر ایک اور شخص نے (آکر) اس رسی کو پکڑا اور اس کے زور سے آسمان پر چڑھ گیا اس کے بعد پھر ایک اور شخص (آیا اور اُس) نے اس رسی کو پکڑا تو وہ رسی ٹوٹ گئی مگر پھر جُڑ گئی اور وہ شخص بھی چڑھ گیا۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں اگر آپؐ مجھے اجازت دیں تو میں اس (خواب) کی تعبیر بیان کروں؟ آپؐ نے فرمایا (اچھا) بیان کرو۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ ابر (سے) مراد اسلام ہے اور (اس ابر سے) جو روغن و شہد ٹپکتا ہے وہ قرآن ہے (روغن سے مراد) قرآن کی نرمی اور (شہد سے مراد) قرآن کی حلاوت ہے اور زیادہ لینے والا اور کم لینے والا (اُس شہد و گھی کا) وہ ہے جو قرآن کا علم زیادہ حاصل کرے اور کم حاصل کرے اور آسمان سے زمین تک رسی لٹکتی ہوئی جو اُس شخص نے دیکھی اس سے مُراد وہ دین حق ہے جس پر آپؐ ہیں آپؐ اس کو پکڑے ہوئے ہیں پھر (جب) اللہ تعالیٰ آپؐ کو اٹھا لے گا تو آپؐ کے بعد ایک اور شخص اس کو پکڑ لے گا اور اس کے ذریعہ سے بلند (مرتبہ) ہو جائے گا پھر ایک اور شخص اُس کو پکڑ لے گا اور اُس کے ذریعہ سے بلند (مرتبہ) ہو جائے گا۔ پھر ایک دوسرا شخص اُس کو پکڑ لے گا تو وہ رسی ٹوٹ جائے گی (مگر) پھر وہ رسی اُس کی جوڑ دی جائے گی اور وہ شخص بھی بلند (مرتبہ) ہو جائے گا۔ یا رسول اللہؐ فرمایئے میں نے ٹھیک بیان کیا یا غلط؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ ٹھیک اور کچھ غلط۔ ابوبکر صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم میں آپؐ کو قسم دیتا ہوں کہ جو کچھ میں نے غلطی کی اُس کو آپ بیان فرما دیجئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم مت دلاؤ" اس حدیث کو بخاری و مسلم، دارمی اور ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ

فرمانا کہ تم نے کچھ غلطی کی ہے علماء نے اس غلطی کی کئی صورتیں بیان کی ہیں لیکن جو کچھ اس فقیر کے ذہن میں آیا وہ یہ ہے کہ غلطی سے مراد اُن خلفاء کے ناموں کا ظاہر نہ کرنا ہے جس کو ایک طرح کے استعارہ میں غلطی کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حسن بصری سے مروی ہے وہ کہتے تھے (مجھ کو خبر ملی ہے کہ) ابوبکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ میں اپنے کو برابر (خواب میں) دیکھتا ہوں کہ میں لوگوں کے بول و براز میں چل رہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تم لوگوں میں ممتاز ہو گے (پھر) ابوبکرؓ نے عرض کیا میں نے یہ بھی خواب میں دیکھا کہ میرے سینہ میں دو تحریریں ہیں آنحضرت صلعم نے فرمایا اس کی تعبیر ہے دو سال۔ یہ حدیث ابن سعد سے مروی ہے۔ پھر (اس قسم کے خوابوں کے علاوہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فراست نے بھی بعض میں کام کیا۔ اور اُن سے آپ نے استنباط فرمایا کہ یہی لوگ خلیفہ ہیں (چنانچہ) حاکم نے سفینہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد (اقدس) کی بنیاد ڈالی تو (پہلے) آپؐ نے ایک پتھر رکھا پھر آپؐ نے فرمایا میرے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر ابوبکرؓ رکھیں پھر آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر عمرؓ رکھیں پھر آپؐ نے فرمایا کہ عمرؓ کے پتھر کے پہلو میں ایک پتھر عثمان رکھیں۔ پھر فرمایا کہ یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہیں۔ ابو یعلیٰ اور حاکم نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد مدینہ (یعنی مسجد نبویؐ) کی بنیاد ڈالی تو (پہلے) آپؐ نے ایک پتھر لا کر رکھا پھر ابوبکرؓ نے (آپؐ کے حکم سے) ایک پتھر لا کر رکھا، پھر عثمانؓ نے (آپؐ کے حکم سے) ایک پتھر لا کر رکھا اور جب اس کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا یہی لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ بزارؒ اور طبرانی نے (معجم) اوسط میں اور بیہقی نے حضرت ابوذر سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ (ایک روز) نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم تنہا بیٹھے ہوئے تھے کہ میں آیا اور آپ کے پاس بیٹھ گیا، پھر ابوبکرؓ آئے اور سلام کیا (اور بیٹھ گئے) پھر عمر آئے پھر عثمان آئے اور سلام کے بعد بیٹھ گئے اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ساتؐ کنکریاں پڑی ہوئی تھیں آپؐ نے وہ کنکریاں لے کر اپنی ہتھیلی پر رکھیں تو وہ کنکریاں تسبیح پڑھنے لگیں یہاں تک کہ میں نے اُن کی آواز سنی شہد کی مکھی کی آواز کے مانند۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کنکریوں کو زمین پر رکھ دیا تو وہ کنکریاں خاموش ہو گئیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کنکریوں کو اُٹھا کر ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھا تو پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے اُن کی آواز سنی شہد کی مکھی کی آواز کے مانند پھر ابوبکرؓ نے اُن کو رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپؐ نے اُن کنکریوں کو اُٹھا کر عمرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو پھر وہ تسبیح پڑھنے لگیں حتےٰ کہ میں نے اُن کی آواز سنی شہد کی مکھی کی آواز کے مانند۔ حضرت عمرؓ نے اُن کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آنحضرت صلعم نے اُن کو اُٹھا کر عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھا تو وہ تسبیح پڑھنے لگیں حتیٰ کہ میں نے اُن کی آواز سنی مثل شہد کی مکھی کی آواز کے مانند، پھر حضرت عثمانؓ نے اُن کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔ پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ خلافت نبوت ہے"۔ (یعنی جو معاملہ غیب سے نبیؐ کے ساتھ ہوا یعنی کنکریاں اُن کے ہاتھ میں گویا کی گئیں وہی معاملہ اُن لوگوں کے ساتھ بھی ہوا) ابن عساکرؒ نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کنکریاں اپنے ہاتھ میں اُٹھا لیں تو اُن کنکریوں نے آپؐ کے ہاتھ میں تسبیح پڑھی یہاں تک کہ ہم نے تسبیح کی

آواز) سُنی پھر آپؐ نے اُن کو ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا تو اُن کے ہاتھ میں بھی (کنکریوں نے تسبیح پڑھی یہاں تک کہ ہم نے تسبیح کی آواز سنی۔ پھر آپؐ نے وہ کنکریاں عمرؓ کے ہاتھ میں رکھدیں تو اُن کے ہاتھ میں بھی (کنکریوں نے تسبیح پڑھی یہاں تک کہ ہم نے تسبیح (کی آواز) سُنی۔ پھر آپؐ نے وہ کنکریاں عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھدیں تو اُن کے ہاتھ میں بھی (کنکریوں نے تسبیح پڑہی یہاں تک کہ ہم نے تسبیح (کی آواز) سنی۔ پھر ہم (جتنے بیٹھے ہوئے تھے) سب کے ہاتھ میں آپؐ نے فرداً فرداً وہ کنکریاں رکھیں، مگر (ہم لوگوں کے ہاتھ میں) اُن میں سے ایک کنکری نے بھی تسبیح نہ پڑھی"۔

جب ان افاضات غیبیہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک پُر ہو گیا تو اُن کا کچھ حصہ (آپؐ کی زبان مبارک سے) لوگوں کے سامنے ظاہر ہوا آپؐ نے اس (خلافت) کی مدت اور مقام کو معین فرما دیا اور خبر دے دی کہ یہی لوگ امت کا کام انجام دیں گے (جیسا کہ تعیین مدت کے متعلق سفینہؓ کی حدیث میں ہے) کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) کہ میرے بعد خلافت تیس[۳۰] برس رہے گی (اور) ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اسلام کی چکی پینتیس[۳۵] سال چلتی رہے گی (یعنی نظام اسلام کمال پر رہے گا۔ اس زمانہ کا آغاز ہجرت خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تو دس[۱۰] برس آپکے عہد مبارک کے اس سے نکالنے کے بعد مدت خلافت پچیس[۲۵] سال رہ جاتی ہے) ان دونوں حدیثوں میں (بظاہر تناقص معلوم ہوتا ہے کہ حدیث سفینہ سے مدت خلافت تیس[۳۰] سال ظاہر ہوتی ہے اور حدیث ابن مسعود سے پچیس[۲۵] سال معلوم ہوتی ہے مگر، در حقیقت کوئی تناقص نہیں ہے کیونکہ اگر حضرت مرتضیٰ کو (اُن کی اسلامی خدمات کی قوت پر نظر کر کے اور اُن کے زمانہ خلافت میں اُن کے افضل الناس ہونے پر نظر کرتے ہوئے) خلفاء میں شمار کریں تو خلافت کی مدت (موافق حدیث سفینہ تیس[۳۰] سال ہوتی ہے اور اگر اسباب پر نظر کریں کہ حضرت علیؓ کی خلافت نے نظام (کامل) نہ پایا اور اُن کو خلفاء میں نہ شمار کریں تو حضرت عثمانؓ کی موت سے خلافت خاصہ منقطع ہو گئی، تو موافق حدیث ابن مسعود خلافت کی مدت پچیس[۲۵] سال ہے، اس مضمون کے اندر اکثر حدیثیں وارد ہوئی ہیں　　(تعیین مقام خلافت) ابو ہریرہ وغیرہ کی حدیث میں ہے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) خلافت مدینہ میں ہو گی اور سلطنت شام میں۔ ان حدیثوں میں اور جو حدیثیں اس کے بعد آئیں گی ان میں لفظ خلافت اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ (اس سے) مقصود لفظ استخلاف کی تفسیر ہے جو آیۃ کریمہ میں وارد ہوا ہے۔ جیسا کہ حدیث خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لھن سبیلا اسبات پر دلالت کرتی ہے کہ (آیت کریمہ) حتی یجعل اللہ لھن سبیلا میں جو وعدہ ہے اُس کے پورا ہونے کو آپ بیان فرما رہے ہیں۔ (اور) امت کا کام سر انجام دینے کی خبر ان حدیثوں میں ہے) حاکم نے حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے وہ فرماتے تھے مجھے (قبیلۂ) بنی مصطلق (کے لوگوں) نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں (یہ دریافت کرنے کے لئے) بھیجا کہ اگر کوئی حادثہ آپؐ پر پیش آجائے تو ہم اپنی زکوٰۃ کس کو دیں؟ چنانچہ (میں نے جا کر آپؐ سے پوچھا) آپؐ نے فرمایا (جاؤ کہہ دو) کہ ابوبکرؓ کو دینا۔ میں نے جا کر بنی مصطلق کے لوگوں سے کہہ دیا حضرت انس کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے مجھ سے کہا پھر جاؤ (اور) آپؐ سے کہو کہ اگر ابوبکرؓ کو موت آجائے تو ہم اپنی

زکوٰۃ کس کو دیں؟ چنانچہ میں نے آپؐ سے پوچھا، آپؐ نے فرمایا (کہہ دو) کہ عمرؓ کو دینا، میں نے اُن لوگوں سے کہہ دیا) ان لوگوں نے (مجھ سے) کہا پھر (جاؤ اور) پوچھو کہ عمرؓ کے بعد کس کو دیں؟ میں نے آپؐ سے پوچھا آپؐ نے فرمایا (جاؤ کہہ دو) کہ عثمانؓ کو دینا۔ اور[۱۸] سہل بن ابی حثمہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے کوئی (چیز) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ (بطور قرض) فروخت کی تھی حضرت علیؓ نے اُس اعرابی سے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور اُن سے پوچھو کہ اگر انہیں موت آجائے تو یہ قرض کون ادا کرے گا چنانچہ وہ اعرابی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور اُس نے آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ تم کو دیں گے پھر وہ حضرت علیؓ کے پاس گیا اور یہی اُن سے بیان کر دیا۔ حضرت علیؓ نے کہا جاؤ پھر پوچھو کہ اگر ابوبکرؓ کو موت آجائے تو اُس کو کون ادا کرے گا؟ چنانچہ وہ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپؐ سے پوچھا آپؐ نے فرمایا عمر ادا کریں گے۔ پھر اس اعرابی نے آکر حضرت علیؓ سے بیان کیا انھوں نے کہا کہ پھر جاؤ اور پوچھو کہ عمرؓ کے بعد کون ادا کرے گا؟ (چنانچہ اُس نے جاکر پوچھا) آپؐ نے فرمایا کہ عثمان ادا کریں گے (اس اعرابی نے یہی جاکر حضرت علی سے بیان کیا) حضرت علی نے اس اعرابی سے کہا کہ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور پوچھو کہ اگر عثمان کو موت آجائے تو اُس کو کون ادا کرے گا؟ چنانچہ وہ اعرابی پھر گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب ابوبکرؓ کو بھی موت آجائے اور عمرؓ کو بھی موت آجائے اور عثمانؓ کو بھی موت آجائے (تو پھر دنیا رہنے کی قابل نہ ہوگی لہٰذا تم سے ہو سکے تو تم بھی مر جانا۔" اس روایت کو اسمٰعیلی نے اپنی معجم میں لکھا ہے۔ نیز انھوں نے اس[۱۸] روایت کو حضرت ابوہریرہ سے بھی نقل کر کے لکھا ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے کچھ اونٹنیاں (قرض) مول لیں۔ اس اعرابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر آپ کو جلد موت آجائے تو میرا قرض کون ادا کرے گا آپؐ نے فرمایا ابوبکر اُس نے عرض کیا کہ اگر ابوبکر کو بھی جلد موت آجائے تو میرا قرض کون ادا کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا عمرؓ۔ اُس نے عرض کیا کہ اگر عمر کو بھی جلد موت آجائے تو میرا قرض کون ادا کرے گا؟ آپؐ نے فرمایا عثمانؓ اُس نے عرض کیا کہ اگر عثمان کو بھی جلد موت آجائے تو میرا قرض کون ادا کرے گا۔ آپؐ نے فرمایا عثمان کے بعد دنیا رہنے کی جگہ نہ ہوگی (لہٰذا) اگر تم سے ہو سکے تو تم بھی مر جانا۔ (و[۱۹]) حضرت جبیرؓ بن مطعم سے مروی ہے کہ ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئی اور اُس نے آپ سے کسی معاملہ میں کچھ گفتگو کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ پھر آنا اُس نے عرض کیا کہ اگر میں آپ کو نہ پاؤں؟ (اس کا مطلب یہ تھا کہ آپؐ کی وفات ہو جائے) آپؐ نے فرمایا اگر مجھے نہ پایا تو ابوبکرؓ کے پاس جانا۔ اس حدیث کو بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے لکھا ہے۔ حضرت[۲۰] ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے کچھ قرض ایک سال کے وعدہ پر لیا اُس یہودی نے کہا کہ اگر میں آؤں اور آپؐ کو نہ پاؤں تو پھر کس کے پاس جاؤں؟ آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ کے پاس، اُس نے کہا اگر ان کو بھی نہ پاؤں تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ عمرؓ کے پاس، اُس نے کہا اگر اُن کو بھی نہ پاؤں تو؟ آپؐ نے فرمایا جب عمرؓ مر جائیں تو اگر تجھ سے ہو سکے تو تو بھی مر جانا۔ اس روایت کو محب طبری نے ریاض میں قلعی (یعنی ابراہیم بن سعد) سے نقل کیا ہے۔ اور[۲۱] ابن سعد نے ابن شہاب سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا اس کو ابوبکرؓ سے بیان کیا فرمایا کہ

تھا کہ گویا ہم اور تم دونوں ایک زینہ پر چڑھ رہے ہیں اور میں تم سے ڈھائی سیڑھیاں آگے ہوں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (اس کی تعبیر تو میری سمجھ میں یہ آتی ہے کہ) اللہ تعالیٰ جب آپ کو اپنی رحمت و مغفرت کی طرف اٹھالے گا تو میں ڈھائی سال آپ کے بعد اور زندہ رہوں گا۔ اور[۲۱] بیہقی و ابونعیم نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ عنقریب میں بارہ خلیفہ ہوں گے۔ ابوبکرؓ تو میرے بعد بہت تھوڑے دنوں زندہ رہیں گے اور وہ دار الحرب کی چکی گھومانے والا اچھی اور عمدہ زندگی پائے گا اور شہید ہو کر مرے گا۔ کسی شخص نے پوچھا کہ یا رسول اللہ وہ کون ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا عمر بن خطابؓ اس کے بعد حضرت عثمان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لوگ تم سے خواہش کریں گے کہ وہ قمیض جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں پہنایا ہے اُتار دو مگر قسم اُس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ اگر تم نے وہ قمیض اُتار دیا تو جنت میں ہرگز نہ داخل ہو سکو گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ سے نکل جاوے۔ اور[۲۲] ابویعلیٰ نے حضرت عُبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ (آپؐ نے فرمایا) اس کام یعنی دین اسلام کی ابتدا نبوت اور رحمت سے ہوئی ہے پھر آگے چل کر خلافت اور نبوت ہو جائے گی پھر آگے چل کر ملک عضوض ہو جائے گا پھر آگے چل کر سرکشی اور جبر ہوگا اور امت میں فساد پیدا ہوگا۔ ریشمی کپڑوں کو، شرابوں کو، (عورتوں کی) شرمگاہوں کو اور بد عہدی حلال سمجھنے لگیں گے۔ مگر باوجود اس کے ان کی مدد کی جائے گی اور اُن کو رزق ملے گا، یہاں تک کہ وہ خدا سے جا ملیں۔ اور[۲۳] حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف نہیں لے گئے یہاں تک کہ آپؐ نے مجھے خبر دے دی کہ آپؐ کے بعد ابوبکر دین اسلام کے والی ہوں گے پھر عمرؓ، پھر عثمانؓ، پھر میری طرف رجوع کیا جائے گا مگر میرے اوپر لوگوں کا اتفاق نہ ہوگا اس حدیث کی بعض سندیں ریاض النضرۃ میں اور بعض غنیۃ الطالبین میں مذکور ہیں۔ بعض لوگ اس حدیث میں ایک اعتراض پیش کرتے ہیں کہ جب یہ حدیث حضرت مرتضےٰؓ کو معلوم تھی تو ابوبکر صدیق کی بیعت میں ایک مدت تک اُن کا توقف کرنا اور حضرت عثمانؓ کی بیعت میں تامل کرنا یہاں تک کہ عبدالرحمن حکم بنائے گئے کوئی وجہ نہیں رکھتا؟ اور یہ احتمال کہ شاید حضرت مرتضیٰ اس حدیث کو بھول گئے ہوں نہایت بعید ہے مگر (اس اعتراض کے جواب میں) اس فقیر کے نزدیک جو بات تحقیق ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مضمون اس حدیث کا صحیح ہے بیشک حضرت مرتضیٰ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی خبر دی لیکن اصل امر یہ خبر خلافۃ کی طرح کچھ دقیق و غامض رہی اس وقت اس کا صاف مطلب سمجھ میں نہیں آیا مگر خلافتوں کے واقع ہونے کے بعد اس کا مطلب (مثل سفیدۂ صبح کے ظاہر ہو گیا اور (یہ) نہایت بعید ہے کہ رویا وغیرہ) کی حدیثیں جو مستفیضہ ہیں ان میں سے ایک حدیث بھی حضرت مرتضیٰ کو نہ پہنچی ہو حالانکہ حدیث ان تستخلفوا ابابکر تجدوہ الخ خود حضرت مرتضےٰ کی روایت کی ہوئی ہے اور وہ بھی خلافتِ شیخین کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

اور[۲۴] ابن عباس سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم ابوبکر و عمر کی خلافت کتاب اللہ میں مذکور ہے فرمایا اللہ تعالیٰ نے واذ اسرّ النبی الی بعض ازواجه حدیثا الایۃ (پارہ ۲۸۔ سورۃ تحریم) (ترجمہ) اور جب بطور

رازسے کہ کبھی نبی (صلعم) نے اپنی بعض ازواج (مطہرات) سے ایک بات (حضرت ابن عباس کہتے ہیں وہ بات یہ تھی کہ
آپ نے حفصہؓ سے فرمایا تمہارے باپ اور عائشہؓ کے باپ میرے بعد لوگوں کے حاکم ہوں گے مگر خبردار کسی سے
اس کو بیان نہ کرنا اس حدیث کو واحدی نے لکھا ہے۔ اس کی بہت سی سندیں ہیں جن میں سے بعض ریاض النضرۃ
میں مذکور ہیں۔ اور[26] غنیۃ الطالبین میں مذکور ہے کہ بروایت ابی ہریرہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔ آپ
نے فرمایا کہ جب مجھے معراج ہوئی تو میں نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ میرے بعد خلیفہ علی بن ابی طالبؓ
کو کردے۔ فرشتوں نے کہا اے محمدؐ اللہ جو چاہے گا کرے گا۔ اور اللہ کی مشیت میں (خلیفہ آپؐ کے بعد ابوبکرؓ
ہیں۔ اور[27] بخاری کی حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حذیفہ سے اس فتنہ کی بابت (جس کے متعلق حدیث میں آیا
ہے) کہ وہ دریا کی طرح موج زن ہوگا، سوال کیا کہ تم کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی کون کون سی حدیثیں اس کے متعلق یاد
ہیں تو انہوں نے کہا کہ اے امیر المؤمنین آپ کو اس فتنہ سے کیا مطلب؟ (آپ کیوں اس کے متعلق پوچھتے ہیں؟) آپ
کے اور اس کے درمیان ایک مقفل دروازہ (حائل) ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا (اچھا بتاؤ) وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا
جائے گا؟ حضرت حذیفہ نے کہا کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑا جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ
کبھی بند نہ ہوگا۔ اس کے بعد حذیفہ نے بیان کیا کہ وہ دروازہ خود حضرت عمرؓ کی ذات تھی۔ (اور دروازہ کے توڑے جانے
سے ان کی شہادت کی طرف اشارہ تھا)۔ اس (تعیین مدت وغیرہ) کے بیان فرمانے کے بعد صراحۃً اور اشارۃً آپ نے
ان خلفاء کی اقتدا کا حکم دیا چنانچہ حضرت ابن مسعود کی حدیث میں ہے (کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا)
اقتدا کرو ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے۔ (یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ)۔ اور[29] حذیفہ کی حدیث میں ہے کہ (آپ نے فرمایا
میں نہیں جانتا کہ میرا قیام تم میں کب تک ہے لہٰذا میں کہے دیتا ہوں کہ میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا۔ اور آپ
نے ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرف اشارہ کیا۔ اس حدیث میں اسم موصول (یعنی الذین) کا آنا اس بات پر دلالت کرتا ہے
کہ صحابہ اس بات سے واقف تھے کہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے شیخین امت کا کام انجام دیں گے ورنہ
بجائے اس کے ھذین اسم اشارہ ہوتا اور وہ کیونکر واقف نہ ہوتے؟ جب کہ اس قدر حدیثیں خلافت کی تشخیص
اور تعیین کے متعلق زبان وحی ترجمان سے سن چکے تھے۔ اور[30] ابن ماجہ کی حدیث میں حضرت عرباض بن ساریہ
سے مروی ہے (کہ آپ نے فرمایا جو شخص تم میں سے میرے بعد کا زمانہ پائے اسکو لازم ہے میری سنت اور میرے
خلفائے راشدین کی سنت کو اے لوگو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑنا۔ پھر اس پر بھی قناعت نہ فرمائی اور وفات
کے قریب قولاً و فعلاً حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی طرف اشارہ فرمایا۔ حضرت[31] عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات کی شدت سے کچھ پہلے فرمایا بیشک میں نے یہ ارادہ کیا کہ ابوبکرؓ اور ان
کے بیٹے کو بلوا بھیجوں اور ایک وصیت نامہ لکھ دوں تاکہ کہنے والے نہ کہیں اور تمنا کرنے والے تمنا نہ کریں۔ مگر پھر
میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ نہ راضی ہوگا اللہ، اور روک دیں گے مسلمان (یا یہ فرمایا) روک دے گا اللہ اور نہ مانیں
ہوں گے مسلمان۔ اس حدیث کو بخاری نے لکھا ہے اور مسلم نے بھی اس کے ہم معنی حدیث روایت کی ہے جسمیں
یہ الفاظ ہیں کہ اللہ اور مسلمان سوائے ابوبکرؓ کے کسی سے راضی نہ ہوں گے۔ یہ حدیث صحیح بصراحت ظاہر کرتی ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ حضرت صدیق کو خلیفہ بنانے کا تھا۔ مگر خلیفہ بنانے کے مروجہ طریقہ کو فصل

پر (بوجہ وعدہ الٰہی کے) اعتماد کرکے چھوڑ دیا، لیکن اس ارادہ کو اس طرح پورا کیا کہ (اس کے بعد امامت نماز
حوالِ معالم دین ہے) ان کے سپرد کردی (یہ واقعہ مشہور ہے)

الحاصل یہ حدیثیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیتوں کی تفسیر میں بیان فرمائیں (اور آپؐ کے
ذکر دینے کے بعد کسی کے بیان کرنے کی حاجت نہیں) اور اپنے موقع پر انشاء اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ حدیثیں
کی جائیں گی المختصر یہ سب حدیثیں اصل آیت سے مل گئی ہیں۔ جیساکہ وضو میں مسح سر کی مقدار کا بیان جو
حدیث مسح میں (مذکور ہے) اصل آیت (وضو) کے ساتھ مل گیا۔ ان حدیثوں کو آیت سے ملا دینے کے بعد (گویا
آیت میں ان بزرگوں کا نام بھی بیان کردیا گیا (اب) اگر استخلاف خلیفہ بنانے کے معنی میں ہے تو یوں سمجھو
ان بزرگوں کو اس موعودہ خلافت کے لئے) نامزد کردیا۔ اور اگر استخلاف ایک قوم کو دوسری قوم کا جانشین
بنانے کے معنی میں ہے تو (یوں سمجھو کہ ان بزرگوں کا نام بتلانے سے مقصود یہ ہے کہ) ان بزرگوں کا خلیفہ بنانا ہی اس
وعدہ کے پورا ہونے کی صورت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب؛

تیسری آیت:۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ انبیاء (سترھویں پارہ) میں فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۵

بیشک ہم نے لکھ دیا (پیغمبروں کے) صحیفوں میں توریت کے بعد کہ زمین (معمورہ کا جسقدر حصہ ہے) وارث اس کے ہوں گے میرے شائستہ بندے۔"

مراد زبور سے یا عام صحیفے ہیں یا خاص حضرت داؤد کی زبور۔ لفظ زبور (از روی لغت) ہر لکھی ہوئی چیز کے
(معنی) میں ہے۔

کلام خدا کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تصدیق کرتا ہے (جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں یہاں بھی اس کا نمونہ
ہے) اللہ تعالیٰ نے (دوسری جگہ) فرمایا ہے ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ كَزَرْعٍ
أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ ان دونوں آیتوں کا مضمون ایک ہے عبارت مختلف ہے اس آیت میں
اور ذکر کہا گیا اس آیت میں توریت وانجیل، (مآل دونوں کا ایک ہے) یہاں میراث ارض کہا گیا وہاں ...
أَخْرَجَ شَطْأَهُ حاصل دونوں کا یہی ہے کہ دولت اسلامیہ غالب ہوگی۔ یہاں عبادی الصالحون کہا گیا
مثلہم کی ضمیر الذین معہ کی طرف پھیری گئی (مطلب دونوں کا ایک ہوا)

اس آیت کے متعلق ہم شیخ جلال الدین سیوطی کی کتاب خصائص سے چند روایتیں نقل کرتے ہیں
ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے اس آیت کے متعلق روایت کی ہے انہوں
کہا اللہ سبحانہ نے تورات اور زبور میں اپنے علم ازلی کی وجہ سے جو اس کو آسمان اور زمین کی پیدائش سے بھی پہلے
حاصل تھا فرمایا کہ امت محمدیہ کو میں زمین کا وارث بناؤں گا۔

اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالدرداء سے روایت کیا ہے انہوں نے یہ آیت پڑھی:۔ ان الارض یرثہا
عبادی الصالحون۔ اور فرمایا وہ نیک بندے ہمیں لوگ ہیں؛

سیوطی نے کہا ہے کہ میں نے زبور کا ایک نسخہ دیکھا اس میں ایک سو پچاس ۱۵۰ سورتیں ہیں چوتھی سورت میں یہ مضمون

ہے کہ اے داؤد سنو جو کچھ میں کہتا ہوں اور سلیمان کو حکم دو کہ وہ تمہارے بعد لوگوں سے بیان کر دیں کہ زمین میری ہے
میں اس کا وارث محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کی اُمت کو بناؤں گا۔

(۴) اور ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ابوبکر صدیق رضؓ فرماتے تھے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے ایک مرتبہ یمن گیا اور وہاں قبیلۂ ازد کے ایک بوڑھے آدمی کے یہاں مہمان ہوا۔ وہ عالم تھا اور کتب (سماویہ) پڑھا ہوا تھا اس کی عمر تین سو نوے برس کی تھی اُس نے مجھ سے کہا میں سمجھتا ہوں کہ تم حرم کے رہنے والے ہو میں نے کہا ہاں! اُس نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ تم قریشی ہو میں نے کہا ہاں! اُس نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ تم تیمی ہو میں نے کہا ہاں! اُس نے کہا تو اب ایک بات تمہاری مجھے نہیں معلوم، میں نے کہا وہ کون سی بات ہے؟ کہنے لگا تم اپنا شکم مجھے دکھلا دو۔ میں نے کہا کیوں؟ کہنے لگا مجھے علم صادق میں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ایک نبی حرم میں مبعوث ہوں گے ان کے کام میں ایک جوان اور ایک ادھیڑ عمر والا مدد دے گا جوان بڑا جفاکش اور حلال مشکلات ہوگا اور ادھیڑ گورے رنگ کا اور دُبلا ہوگا اور اُس کے شکم میں ایک تل ہوگا اور اُس کی بائیں ران میں ایک علامت ہوگی اگر تم مجھے اپنا شکم دکھلا دو تو تمہارا کیا حرج ہے؟ مجھے جو بات معلوم نہیں وہ معلوم ہو جائے گی۔ حضرت ابوبکر فرماتے تھے کہ میں نے اپنا شکم اُس کے سامنے کھول دیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک سیاہ تل میری ناف کے اوپر ہے۔ کہنے لگا قسم رب کعبہ کی وُہ (ادھیڑ عمر والے) تمہیں ہو۔

(۵) اور ابن عساکر نے ربیع بن انس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے اگلی کتابوں میں ابوبکر صدیق رضؓ کو آب باراں سے تشبیہہ دی گئی ہے کہ وہ جہاں پہونچ جاتا ہے نفع دیتا ہے۔

(۶) اور ابن عساکر نے ابوبکر سے روایت کی ہے کہ میں (ایک مرتبہ) حضرت عمر رضؓ کے پاس گیا تو کچھ لوگ ان کے پاس کھانا کھا رہے تھے انہوں سب کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا تو اُس سے پوچھا کہ اگلی کتابوں میں تم نے کیا پڑھا ہے اُس نے کہا میں نے یہ پڑھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اُن کا صدیق ہوگا۔

(۷) ابو مروان دینوری نے مجالسہ میں، ابن عساکر نے بروایت زید بن اسلم لکھا ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عمر بن خطاب نے ہم سے بیان کیا کہ میں زمانہ جاہلیت میں بغرض تجارت قریش کے ایک قافلہ کے ساتھ شام کی طرف گیا جب ہم وہاں سے فارغ ہو کر مکہ کی طرف چلے تو مجھے اپنا ایک کام یاد آیا تو میں پھر پیچھے لوٹ گیا اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میں آکر تم سے مل جاؤں گا۔ پس میں شام کی ایک بازار میں جا رہا تھا کہ مجھے ایک بطریق ملا، اُس نے میری گردن پکڑ لی میں اُس سے لڑنے لگا بالآخر وہ مجھے اپنے گرجا میں لے گیا۔ وہاں کچھ مٹی کا ڈھیر تھا مجھے اُس نے ایک بیلچہ ایک پھاوڑا اور ایک ٹوکری دی اور کہا اس مٹی کو یہاں سے ہٹا دے یہ کہہ کر وہ تو چلا گیا اور پھاٹک بند کرتا گیا میں بیٹھ کر سوچنے لگا کہ اب کیا کروں! پھر وُہ دوپہر کے وقت میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو نے کچھ بھی مٹی نہیں کھودی پھر اُس نے ایک گھونسا میرے سر میں مارا اب تو مجھے غصہ آگیا اور میں نے اُس کے سر پر پھاوڑہ (وغیرہ) دے مارا جس سے (اُس کا سر پھٹ گیا اور) بھیجا اس کا نکل پڑا اس کے بعد میں اُسیوقت وہاں سے بھاگا اور میری سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کہاں جاؤں۔ الغرض میں اُس دن کا حصہ اور پوری رات چلتا ہی رہا صبح ہوتے ایک دیر کے پاس پہنچا اور اس کے سایہ میں جا کر بیٹھ گیا اُس دیر

ایک شخص نکلا اور اُس نے مجھ سے کہا کہ اے بندۂ خدا تو یہاں کیوں آیا ہے؟ میں نے کہا کہ میں اپنے ساتھیوں سے چھوٹ کر، راستہ بھول گیا ہوں۔ پھر وہ میرے لئے کھانا اور پانی لے آیا اور ایک مرتبہ نیچے سے اوپر تک مجھے بغور دیکھا۔ بعد اس کے کہنے لگا کہ اے شخص تمام اہل کتاب جانتے ہیں کہ اب روئے زمین پر کوئی مجھ سے زیادہ کتاب کا عالم نہیں ہے اور میں (اپنے علم سے) تجھ کو وہی شخص سمجھتا ہوں جو ہم کو اس دیر سے نکالے گا۔ اور اس شہر پر قابض ہو گا میں نے اس سے کہا کہ صاحب آپ تو کہیں اور چلے گئے اس نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا عمر بن خطابؓ! (یہ سنتے ہی) اُس نے کہا خدا کی قسم تم وہی شخص ہو کچھ شک نہیں۔ اچھا اس دیر کا اور جو کچھ از قسم اراضی و اموال اس میں ہے اس کا معافی نامہ تو ہمیں لکھ دو میں نے کہا صاحب آپ نے میرے ساتھ احسان کیا ہے اب اس کو اس طرح نہ مٹائیے۔ اُس نے کہا، ایک کاغذ لکھ دو تمہارا اس میں کیا نقصان ہے اگر تم وہی شخص ہو تو ہمارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ اور اگر تم وہ شخص نہیں ہو تو یہ تحریر تمہیں کچھ ضرر نہ دے گی۔ میں نے کہا اچھا لائیے لکھ دوں، چنانچہ میں نے ایک تحریر اس کو لکھ دی اور اس پر مہر بھی کر دی (حضرت ابوبکرہ اس کی روایت کرتے ہیں کہ) پھر جب حضرت عمرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں شام تشریف لے گئے تو وہ راہب آپ کے پاس وہی تحریر لایا اور وہ راہب دیر قدس کا متولی تھا حضرت عمرؓ نے اس تحریر کو دیکھ کر تعجب کیا اور اسی وقت انہوں نے یہ سب واقعہ ہم لوگوں سے بیان کیا اس راہب نے آپ سے کہا کہ اب میرا وعدہ پورا کیجئے حضرت عمرؓ نے کہا میں اس وعدہ کو کیسے پورا کر سکتا ہوں بیت المقدس میں کچھ بھی حصہ نہ تو عمر کا ہے نہ عمر کے بیٹے کا عمر یہاں کا مالک نہیں بلکہ خدا کی طرف سے متولیانہ قبضہ رکھتا ہے۔

اور ابن سعد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ (ایک مرتبہ) حضرت عمر گھوڑ اوڑاتے ہوئے چلے جا رہے تھے یکایک اُن کی ران قبا کے نیچے سے کھل گئی اہل نجران نے (جو کہ نصرانی تھے) دیکھا کہ اُن کی ران پر سیاہ تل ہے۔ کہنے لگے کہ یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق ہم اپنی کتاب میں دیکھتے ہیں کہ وہ ہم کو ہمارے ملک سے نکالیگا

اور عبد الرحمٰن بن احمد نے زوائد زھد میں بروایت ابو اسحاق عبیدہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں گھوڑا دوڑائے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ یکایک اُن کی ران کے نیچے سے کھل گئی تو اہل نجران میں سے ایک شخص نے دیکھا کہ ان کی ران پر ایک تل ہے کہنے لگا یہی شخص ہے جس کی نسبت ہم اپنی کتاب میں دیکھتے ہیں کہ وہ ہم کو ہمارے شہروں سے نکالے گا۔

اور ابو نعیم نے بروایت شہر بن حوشب حضرت کعب سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمر سے شام میں (جب کہ وہ اپنے عہد خلافت میں تشریف لے گئے تھے) بیان کیا کہ ان تمام کتابوں یعنی توریت و انجیل میں لکھا ہوا ہے کہ یہ شہر صالحین میں سے ایک شخص کے ہاتھ پر فتح ہو گا اور وہ ایمانداروں پر مہربان اور کافروں پر سخت ہو گا۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو گا۔ اس کا قول اُس کے فعل کے خلاف نہ ہو گا قریب و بعید سب اُس کے نزدیک حق میں برابر ہوں گے اس کے ساتھ والے رات کو تارک الدنیا درویش اور دن کو شیران جنگی ہوں گے۔ باہم نہایت مہربان اپنے قرابت داروں کے ساتھ سلوک اور احسان کرتے ہونگے حضرت عمرؓ نے مجھ سے فرمایا کیا تم سچ کہتے ہو میں نے کہا ہاں اللہ کی قسم تو انہوں نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے

ہم کو ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں عزت دی، بزرگی دی، شرافت دی اور ہم پر رحم کیا۔

(۱۱) ابن عساکر نے عبیدہ ابن آدم اور ابو مریم اور ابو شعیب بن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر جب العزم بیت المقدس مقام جابیہ میں پہونچے تو آپ نے پہلے سے خالد بن ولید کو بیت المقدس بھیجدیا، جب وہ وہاں پہونچے تو بیت المقدس والوں نے کہا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا خالد بن ولید۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ تمہارے بادشاہ کا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا عمر بن خطاب رضؓ۔ ان لوگوں نے کہا کچھ اُن کا حلیہ ہم سے بیان کرو چنانچہ حضرت خالد نے بیان کیا ان لوگوں نے کہا کہ تم تو بیت المقدس فتح نہیں کر سکتے، ہاں! عمر رضؓ فتح کر لیں گے مگر اپنی کتابوں سے ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ بیت المقدس سے پہلے قیساریہ فتح ہوگا لہذا تم لوگ قیساریہ جاؤ اور اُس کو فتح کرنے کے بعد اپنے بادشاہ کو لے کر یہاں آؤ۔

(۱۲) اور طبرانی نے اور ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں مغیث اوزاعی سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے کعب احبار سے پوچھا کہ میری صفت تم نے توراۃ میں کس طرح دیکھی ہے اُنہوں نے کہا (یہ دیکھا ہے کہ) ایک خلیفہ ہوگا روئین تن بہت مضبوط حاکم ہوگا اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے گا۔ پھر جو شخص اس کے بعد خلیفہ ہوگا (اس کی نسبت لکھا ہے کہ) اُس کو ظالم لوگ قتل کر دیں گے اور اُس کے قتل کے بعد فتنہ پھیل جائیگا

(۱۳) اور ابن عساکر نے اقرع سے جو حضرت عمر رضؓ کے مؤذن تھے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے ایک پادری کو بلوایا اور پوچھا کہ کیا تم لوگ اپنی کتابوں میں کچھ ہمارا ذکر بھی دیکھتے ہو؟ اُس نے کہا ہاں آپ لوگوں کی صفت اور آپ کے کاموں کا بیان اپنی کتابوں میں دیکھتے ہیں صرف آپ کے نام نہیں دیکھتے حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ میرے متعلق تم نے کیا دیکھا ہے؟ اُس نے کہا یہ دیکھا ہے ایک شخص روئین تن ہوگا! حضرت عمر رضؓ نے پوچھا کہ روئین تن سے کیا مراد ہے؟ اُس نے کہا سخت حاکم ہوگا! حضرت عمر رضؓ نے کہا اللہ اکبر! پھر پوچھا جو شخص میرے بعد ہوگا اسکی نسبت کیا لکھا ہے؟ اُس نے کہا (یہ لکھا ہے) کہ ایک نیک آدمی ہوگا اپنے عزیزوں کو ترجیح دے گا۔ حضرت عمر رضؓ نے کہا اللہ ابن عفان رضؓ پر رحم کرے پھر پوچھا جو شخص اُن کے بعد ہوگا اس کی نسبت کیا لکھا ہے؟ اُس نے کہا یہ لکھا ہے کہ کامیل ہوگا۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا آہ یہ کیسی خواری ہوگی اُس نے کہا اے امیر المؤمنین رضؓ یہ نہ کہیئے وہ بھی ایک شخص ہوگا مگر اس کی خلافت کی یہ حالت ہوگی کہ خونریزی ہو رہی ہوگی اور تلوار میان سے نکلی ہوگی۔

(۱۴) اور ابن عساکر نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کعب احبار نے حضرت عمر رضؓ سے (ایک دن) پوچھا یا امیر المؤمنین کیا آپ خواب میں کچھ دیکھ لیتے ہیں حضرت عمر رضؓ نے اُن کو ڈانٹا کعب نے کہا ہم اپنی کتابوں میں ایک شخص کا ذکر دیکھتے ہیں کہ وہ امت کے معاملات میں دیکھ لیا کرے گا اس لئے میں نے آپ سے ایسا پوچھنے کی جرأت کی۔

(۱۵) اور ابن راہویہ نے اپنی مسند میں بسند حسن افلح (جو حضرت ابو ایوب انصاری کے غلام تھے) روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عبداللہ بن سلام اہل مصر کے آنے سے پہلے سرداران قریش کے پاس تشریف لے جاتے تھے اور اُن سے فرماتے تھے کہ اس شخص (یعنی عثمان) کو قتل نہ کرو۔ وہ لوگ جواب دیتے تھے کہ واللہ ہم ان کے قتل کا ارادہ نہیں رکھتے مگر حضرت عبداللہ بن سلام یہ کہتے ہوئے اُٹھتے تھے واللہ یہ لوگ ان کو ضرور قتل کریں گے

ںدالله بن سلام نے اُن سے کہا تم اُن کو قتل نہ کرنا۔ واللہ وہ چالیس روز میں ضرور مر جائیں گے ان لوگوں نے
ارکیا۔ پھر عبداللہ بن سلام کچھ دنوں کے بعد اُن کے پاس آئے اور اُن سے کہا تم اُن کو قتل نہ کرنا واللہ۔ وہ
رہ روز میں ضرور مر جائیں گے۔

) اور ابن مسعود اور ابن عساکر نے طاؤس سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد
، اللہ بن سلام سے پوچھا گیا کہ تم عثمان کی صفت اپنی کتابوں میں کس طرح دیکھتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم یہ دیکھتے
ں کہ وہ قیامت کے دن اپنے قتل کرنے والے اور رخذول کرنے والے سب پر سردار ہوں گے۔

۱) اور ابن عساکر نے بواسطہ محمد بن یوسف کہ اُن کے دادا عبداللہ بن سلام سے روایت کی ہے کہ وہ حضرت
ثمان کے پاس (جبکہ وہ محصور تھے) گئے حضرت عثمان نے اُن سے پوچھا کہ تمہاری کیا رائے ہے لڑنے اور نہ لڑنے
متعلق حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ نہ لڑنا آپ کی، حجت کو زیادہ قوی کر دے گا اور ہم خدا کی (اگلی) کتا
ں دیکھتے ہیں کہ آپ قیامت کے دن قتل کرنے والے اور قتل کا حکم دینے والے دونوں پر سردار ہوں گے۔

۱) نیز انہوں نے اسی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے اُن اہل مصر سے (جو حضرت
مان کا محاصرہ کئے ہوئے تھے) فرمایا کہ عثمان کو قتل نہ کرو، کیونکہ وہ ذی الحجہ کا مہینہ بھی پورا نہ کرنے پائیں گے کہ اپنی
رت سے مر جائیں گے۔

۱) پھر حاکم نے ابوالاسود دئلی سے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے
ے عبداللہ بن سلام میرے پاس آئے اور میں بارادہ سفر عراق اپنا پیر رکاب میں رکھ چکا تھا انہوں نے کہا عراق
جائیے کیونکہ اگر آپ وہاں جائیں گے تو تلوار کی باڑھ آپ کو لگ جائے گی (یعنی شہید ہو جائیں گے) حضرت
ں نے کہا اللہ کی قسم تم سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہی فرما چکے ہیں ابوالاسود کہتے ہیں میں نے اپنے
ں میں کہا کہ آج کے سوا میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ جو شخص لڑنے کے لئے جا رہا ہو وہ ایسی باتیں لوگوں کے سامنے
رے۔

۲) اور ابوالقاسم بغوی نے سعید بن عبدالعزیز سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ
سلم کی وفات ہوئی تو ذی قربات حمیری سے (جو یہود کے بڑے عالموں میں سے تھا) پوچھا گیا کہ اے ذی قربات
حضرت کے بعد کون (خلیفہ) ہوگا؟ اُس نے کہا امین (یعنی ابوبکرؓ) پوچھا گیا پھر اُن کے بعد کون؟ تو اُس نے کہا ایک رومین
ن (یعنی عمرؓ)، پوچھا گیا پھر اُن کے بعد کون؟ اُس نے کہا ایک سخی آدمی (یعنی عثمان)، پوچھا گیا پھر اُن کے بعد کون؟
س نے کہا ایک گورے رنگ کا مقتمند آدمی (یعنی معاویہ)

۲) اور ابن راہویہ اور طبرانی نے عبداللہ بن مغفل سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عبداللہ بن سلام نے کہا جب کہ
حضرت علی شہید ہوئے کہ یہ چالیسویں سال کا آغاز ہے اور اب عنقریب (اہل عراق اور اہل شام میں) صلح ہونا
چاہیئے تھی۔

۲۲) اور ابن سعد نے ابوصالح سے روایت کی ہے کہ (ایک مرتبہ) حادی حضرت عثمان کے متعلق یہ شعر پڑھ
رہا تھا۔

(شعر)	(ترجمہ شعر)
ان الامیر بعدہٗ علی	یقیناً عثمان کے بعد علی خلیفہ ہوں گے؛ اور زبیر میں بھی
و فی الزبیر خلف مرضی	پسندیدہ خلافت کی علامت ہے؛

کعب نے کہا زبیر نہیں بلکہ معاویہ۔ حضرت معاویہ کو اس کی خبر ملی تو انہوں نے کعب سے کہا کہ اے ابو اسحاق یہ کیونکر ہو سکتا ہے درآں حالیکہ اصحاب محمد مثل علیؓ و زبیرؓ موجود ہیں، کعب نے کہا میں جانتا ہوں، تمہیں سمجھ لینا چاہیے کہ سنۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ جب کوئی بڑا کام عالم غیب میں مقدر ہوتا ہے اور ملأ اعلیٰ میں اُس کی صورت منقوش ہو جاتی ہے تو ملأ سافل اس صورت کو لے لیتے ہیں اور جب یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے تو کاہن لوگ اپنی کہانت سے اُس کام کو معلوم کر لیتے ہیں اور روشن ضمیر لوگ خواب میں (اس کو دیکھ لیتے ہیں) بلکہ بعض اجسام اور جسمانیات میں بھی اس واقعہ کی صورت منقوش ہو جاتی ہے۔ اس کے متعلق بھی ہم چند روایتیں (اسی کتاب خصائص سے لکھتے ہیں۔

(۲۳) چنانچہ سطیح کا قول ہے کہ اُس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر کے کہا کہ اُن کے دین کے والی صدیق ہوں گے کہ جب وہ فیصلہ کریں گے تو سچا فیصلہ کریں گے اور لوگوں کا حق دلانے میں نہ متحیر ہوں گے اور نہ بدحواس۔ پھر اُن کا خلیفہ ایک راستباز اور تجربہ کار سردار ہوگا مہمانوں کی مہمان نوازی کرے گا اور اسلام کو مضبوط کرے گا پھر اُس کا خلیفہ ایک پرہیزگار اپنے کام میں تجربہ کار ہوگا مگر بالآخر کچھ لوگ اُس کے قتل کے لئے جمع ہوں گے اُن پر خدا کا غضب ہوگا وہ خلیفہ ذبح کر دیا جائے گا اور اُس کا عضو عضو جدا کر دیا جائے گا پھر کچھ لوگ اُس کا انتقام لینے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں گے پھر اُس کا خلیفہ اُس کا مددگار ہوگا اور تدبیر کے ساتھ اپنی رائے کو غلو طارکھے گا روئے زمین پر لشکروں کو جمع کرے گا۔ (مددگار سے یہاں مراد معاویہ بن ابی سفیان ہیں)

(۲۴) اور ابن عساکر نے ابوالطیب یعنی عبدالمنعم بن غلبون مقری سے روایت کی ہے کہ جب شہر عموریہ فتح ہوا تو لوگوں نے اُس کے ایک گرجا پر آب زر سے یہ عبارت لکھی ہوئی دیکھی۔ وہ بہت ہی بُرے خلف ہیں جو سلف کو بُرا کہیں اور ایک شخص سلف میں سے ہزار خلف سے بہتر ہے اے صاحب غار تم نے قابل فخر بزرگی پائی کہ تمہاری تعریف ملک جبار نے کی جیسا کہ وہ اپنی اُس کتاب میں جو اُس نے اپنے نبی مرسل پر نازل کی۔ فرماتا ہے ثانی اثنین اذ ہما فی الغار (اے عمرؓ تم والی نہ تھے بلکہ (تمام رعیت پر) والد کی طرح مہربان) تھے۔ اے عثمانؓ تم کو لوگوں نے ظلم کے ساتھ قتل کر دیا اور تم کو مدفون بھی نہ دیکھ سکے اور تم اے علیؓ ابرار کے پیشوا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے کافروں کو ہٹانے والے ہو۔ پس وہ صاحب غار ہیں۔ اور وہ نیکوں میں سے ایک ہیں اور وہ ملکوں کے فریاد رس ہیں اور وہ ابرار کے پیشوا ہیں جو شخص اُن کو بُرا کہے اس پر جبار کی لعنت میں نے اُس گرجا کے خادم سے جس کے دونوں ابرو بڑھاپے کی وجہ سے لٹک آئے تھے پوچھا کہ یہ تحریر تمہارے گرجا کے دروازہ پر کب سے ہے اُس نے کہا تمہارے نبی کی بعثت کے دو ہزار برس پہلے سے۔

(۲۵) اور ابن عساکر نے دمشق میں کعب احبار سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے ابوبکر صدیقؓ کے اسلام کا باعث ایک وحی آسمانی ہے۔ اُس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ شام میں تجارت کرتے تھے وہاں انہوں نے ایک

خواب دیکھا اور اُس کو بحیرا راہب سے بیان کیا بحیرا نے (وہ خواب سُنکر) پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو، حضرت ابوبکر رضؓ نے کہا کہ مکہ کا رہنے والا ہوں! اُس نے پوچھا کہ مکہ کے کس خاندان سے ہو؟ انہوں نے جواب دیا، قریش سے! اُس نے پوچھا کہ تم کون سا پیشہ کرتے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ تاجر ہوں یہ سب پوچھ کر اُس نے کہا کہ اللہ تم نے تمہیں سچا خواب دکھلایا ہے۔ ایک نبیؐ تمہاری قوم سے مبعوث ہوں گے اُن کی زندگی میں تم اُن کے وزیر ہو گے اور اُن کی وفات کے بعد اُن کے خلیفہ ہو گے۔ ابوبکرؓ نے اس بات کو سب سے پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ابوبکرؓ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ آپؐ کے دعوے کی دلیل کیا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا وہی خواب جو تم نے شام میں دیکھا تھا یہ سُنتے ہی حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ سے معانقہ کیا اور آپؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان میں بوسہ دیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ خدا کے (سچے) رسولؐ ہیں۔

(۲۶) اور ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شب کو مجھے معراج ہوئی میں نے دیکھا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر فاروق عثمان ذوالنورین ؛

(۲۷) اور ابویعلےٰ نے اور طبرانی نے (معجم) اوسط میں اور ابن عساکر نے اور حسن بن عرفہ نے اپنے مشہور رسالہ میں حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شب مجھے معراج ہوئی ہے میرا گذر جس آسمان پر ہوا میں نے دیکھا کہ اس میں میرا نام لکھا ہوا ہے (یعنی محمد رسول اللہؐ) اور میرے نام کے بعد ابوبکر الصدیق لکھا ہوا ہے۔

(۲۸) اور دارقطنی نے افراد میں اور خطیب و ابن عساکر نے حضرت ابوالدرداء سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے آپؐ نے فرمایا شب معراج میں مَیں نے عرش میں ایک سبز رنگ کا جواہر دیکھا جس میں سفید نور سے لکھا ہوا تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق ؛

(۲۹) اور ابن عساکر اور ابن بخار نے اپنی تاریخوں میں ابوالحسن یعنی علی بن عبداللہ ہاشمی رقی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں ہندوستان کے بعض شہروں میں گیا تو میں نے وہاں کی بعض بستیوں میں سیاہ گلاب کا درخت دیکھا جس کا پھول بہت بڑا اور سیاہ رنگ کا ہوتا ہے اور اس میں بہت ہی عمدہ خوشبو ہوتی ہے اس پر سفید حروف میں لکھا ہوتا ہے لا الٰہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق مجھے یہ دیکھ کر شبہہ ہوا اور میں نے سمجھا کہ یہ مصنوعی ہے لہذا میں نے ایک ناشگفتہ کلی چیر کر دیکھی تو اس میں بھی وہی عبارت دیکھی جو باقی پھولوں میں تھی اُس بستی میں اُس گلاب کے بہت پودے تھے۔"

چوتھی آیت :- اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ (چھٹے پارہ) میں فرمایا ہے :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٍ

(ترجمہ) اے مومنین جو کوئی تمہاری جماعت اپنے دین سے پھر جائے گی تو لائے گا خدا ایک ایسے گروہ کو کہ دوست رکھے گا وہ اُن کو اور دوست رکھیں گے وہ اس کو تواضع کرنے والے

عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

ہوں گے مسلمانوں کے لئے اور سخت طبیعت ہوں گے کافروں پر جہاد کریں گے راہ خدا میں اور نہ ڈریں گے ملامت سے کسی ملامت کرنے والے کی یہ بخشش خدا کی ہے دیتا ہے وہ اُسے جس کو چاہتا ہے۔ اور اللہ بخشش والا اور دانا ہے :: سوا اس کے نہیں کہ کارساز اور مدد دینے والا تمہارا خدا ہے اور رسولؐ اس کا اور وہ مومن جو قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ، اور وہ خشوع کرنے والے ہیں یا نفل نمازیں پڑھنے والے ہیں :: اور جو شخص دوستی پیدا کرے گا اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور مومنوں سے پس یقیناً اس کو سمجھ لینا چاہیے کہ خدا ہی کا گروہ غالب رہتا ہے"

یا ایھا الذین اٰمنوا اس سے مقصود اُس حادثہ کی خبر دینا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض موت میں پیش آیا اور جو آپؐ کے انتقال کے بعد اپنے کمال کو پہونچ گیا۔ اس تدبیر کا بتانا ہے جو خدائی غیب میں اس حادثہ کے لئے مقرر فرمائی ہے تاکہ جس وقت وہ حادثہ پیش آئے لوگ اس سے کچھ واقفیت رکھتے ہوں اور ان کے دلوں پر اضطراب غالب نہ ہونے پائے۔ اور جب وہ تدبیر غیب سے ظاہر ہو تو اس کے اہتمام میں کوشش کریں اور اُس کے پورا کرنے میں اپنی سعادت سمجھیں۔

اس حادثہ کی شرح یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخر زمانہ میں عرب کے تین فرقے مرتد ہو گئے اور ہر فرقہ میں سے ایک ایک شخص دعوئ نبوت کرتا ہوا اٹھا اور اُس کی قوم نے اس کی تصدیق کی اور ایک فتنہ عظیم برپا ہو گیا (اوّل) ذو الخمار عنسی نے (جو کہانت اور شعبدہ بازی میں بڑی مہارت رکھتا تھا) قبیلہ مذحج کے اندر دعوئ نبوت کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو (جو اُن دنوں سرور عالم صلعم کی طرف سے یمن کے قاضی تھے) اور اُن تمام مسلمانوں کو جو اُن کے ہمراہ تھے خط لکھا کہ ذو الخمار سے لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں حضرت فیروز دیلمی نے جو حضرت معاذ کے ساتھیوں میں سے تھے ذو الخمار کو قتل کر ڈالا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی بذریعہ وحی اطلاع ہوئی اور آپؐ نے فرمایا کہ فیروز کامیاب ہو گئے مگر خارج میں اس واقعہ کی خبر اخیر ربیع الاول میں حضرت صدیقؓ کو ملی اور یہ پہلی خوشخبری فتح کی تھی جس سے حضرت صدیقؓ خوش ہوئے۔

(دوسرا) مسیلمہ کذاب (یہ) قبیلہ بنی حنفیہ کے درمیان شہر یمامہ میں دعوئ نبوت کرنے لگا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں (اس گستاخ نے) ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا (مسیلمہ رسول اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ کو واضح ہو کہ ملک آدھا میرا ہے اور آدھا آپ کا یہ خط اُس نے دو آدمیوں کے ہاتھ حضور مقدسؐ میں بھیجا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن دونوں سے پوچھا کہ کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ مسیلمہ اللہ کا رسول ہے ان دونوں نے کہا ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ نہ ہوتا کہ قاصد قتل نہیں کئے جاتے تو میں تمہاری گردن مارنے کا حکم دیتا بعد اس کے آپ نے اُس کے خط کا جواب لکھا جس کا مضمون عالی یہ تھا،

"محمد الرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مسیلمہ کذاب کو معلوم ہو کہ ملک اللہ تعالیٰ کا ہے جسکو چاہتا ہے اس کا مالک بناتا ہے اور انجام کار پرہیز گاروں ہی کے لئے ہے۔"

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور اُس کے دفعیہ کی تدبیر کیے بغیر رفیق اعلیٰ سے مل گئے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ حضرت خالد بن ولید کو مسیلمہ کی طرف بھیجا اُنھوں نے اس کا کام تمام کر دیا۔ وحشی نے اس کذاب کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا اُس کی تمام جماعت متفرق ہو گئی ان میں سے بعض نے توبہ بھی کی۔

(تیسرا) طُلیحہ اسدی (یہ) بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں قبیلہ بنی اسد کے درمیان مدعیٔ نبوت ہوا تھا۔ آپؐ کے انتقال کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خالد بن ولید کو اس کی جماعت کی طرف بھیجا حضرت خالد نے اس کی تمام جماعت کو شکست دی اور طُلیحہ بھاگا۔ اور اس کے بعد پھر اسلام لایا اور جنگ قادسیہ میں خوب کام انجام دیئے۔

اس کے بعد ارتداد کا فتنہ نہایت زور شور سے بلند ہوا، حرمین اور قریہ جواثی کے علاوہ اکثر عرب مرتد ہو گئے یہاں تک کہ ایک فرقہ نے زکوٰۃ ہی موقوف کر دی۔ اس فرقہ کی بابت فقہائے صحابہ میں باہم مباحثہ ہوا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں ان کا قتل جائز نہیں ہے۔ انہیں لوگوں میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ (یا خلیفۂ رسول اللہؐ) آپ کیونکر ان لوگوں سے لڑ سکتے ہیں؟ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو فرما چکے ہیں کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں سے لڑوں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیں۔ جس نے یہ اقرار کر لیا میری طرف سے اس کی جان اور مال محفوظ ہے مگر کسی حق کی وجہ سے۔ اور اُس کا حساب خدا پر ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا اللہ کی قسم میں ہر اُس شخص سے لڑوں گا جو نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کرے (نماز اگر حق بدن ہے) تو بیشک زکوٰۃ حق مالی ہے۔ واللہ اگر وہ ایک بکری کا بچہ جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو میں اُن سے اُس کی بابت لڑوں گا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ پھر میں سمجھ گیا کہ ابوبکرؓ کی رائے حق ہے۔ اس روایت کو بخاری اور مسلم وغیرہما نے روایت کیا ہے

اور اُس تدبیر کی شرح جو کہ خدائے تعالیٰ نے اس حادثہ میں مقرر فرمائی تھی یہ ہے کہ جہاد کا ارادہ حضرت صدیق اکبرؓ کے دل میں بڑے اہتمام کے ساتھ ڈال دیا یہی مطلب اس حدیث کا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کے متعلق فرمایا کہ بچنے کی صورت اس فتنہ میں تلوار (اٹھانا) ہے۔ (رواہ حذیفہ) اکثر صحابہ اس معاملہ میں متردد تھے یہاں تک کہ فاروق اعظمؓ نے صدیق اکبرؓ سے نرمی کی درخواست کی اور حضرت صدیق نے فرمایا کہ کیا تم جاہلیت میں سختی کرنے والے اور اسلام میں سُستی کرنے والے بن گئے اور حضرت مرتضیٰ سے بھی اسی قسم کا سوال و جواب ہوا۔

قال انس بن مالک کرہ الصحابۃ قتال مانعی الزکوٰۃ وقالوا اھل القبلۃ فتقلد ابوبکر سیفہ وخرج

حضرت انس بن مالک کہتے ہیں کہ (ابتداء) میں تمام صحابہ مانعین زکوٰۃ سے لڑنے کو بُرا سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ اہل قبلہ ہیں مگر جب حضرت ابوبکرؓ نے اپنی تلوار زیب دوش کی اور

وحدہ فلم یجد وا بُدًا من الخروج و قال ابن مسعودؓ کرھنا ذلك فی الابتداء ثم حمدناہ علیہ فی الانتہاء اخرجھما البغوی وغیرہ۔

تنہا چلے تو پھر سب نے جانے کے سوا کوئی مفر نہ دیکھا اور کہا رسول اللہ آپ بیٹھیے ہم جاتے ہیں، حضرت ابن مسعود کہتے ہیں کہ ہم ابتدا میں اُس (لڑائی) کو بُرا سمجھتے تھے مگر آخر میں ہم نے ابوبکرؓ کی اس معاملہ میں شکر گزاری کی۔ یہ دونوں روایتیں بغوی وغیرہ نے نقل کی ہیں۔

حضرت صدیق کے دل میں جو ارادہ (اس معاملہ کے متعلق کارکنانِ قضا و قدر نے) ڈالا وہ مثل ایک چراغ کے کہ جو اُس کے سامنے آجاتا تھا روشن ہو جاتا تھا۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی بڑی بڑی جماعتیں آمادۂ جہاد ہو گئیں اور سب نے خوب کوشش کی۔

قال ابو بکر بن عیاش سمعتُ اباحُصَین یقول ما ولد بعد النبیین افضل من ابی بکر قام مقام نبی من الانبیاء فی قتال اھل الردۃ اخرجہ البغوی

ابوبکر بن عیاش کہتے تھے کہ میں نے ابوحصین کو یہ کہتے ہوئے سُنا کہ بعد پیغمبروں کے کوئی شخص ابوبکر سے افضل پیدا نہیں ہوا اہل ردت سے لڑنے میں انہوں نے وہ کام کیا جو ایک نبی کرتا اس روایت کو بغوی نے لکھا ہے۔

ابوحصین کا یہ قول اشارہ ہے اُسی ارادۂ الٰہیہ کے قبول کرنے کی طرف جو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نفس نفیس میں منقش ہو گیا تھا۔ اور انہیں کے دل سے تمام مسلمانوں کے دل میں ارادۂ جہاد پیدا ہوا۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے قاسم بن محمد سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ابوبکر پر وہ مصیبت پڑ گئی کہ اگر پہاڑوں پر پڑتی تو اُن کو ریزہ ریزہ کر دیتی نفاق تمام مدینہ میں پھیل گیا اور اہل عرب مرتد ہو گئے مگر خدا کی قسم ان لوگوں نے ایک نقطہ میں بھی اختلاف کیا تو میرے والد فوراً اُس کو مٹانے اور اسلام کو اس سے بے نیاز کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کے ساتھ ہی حضرت عمرؓ کی شان میں کہا کرتی تھیں کہ جو شخص عمر بن خطاب کو دیکھ لیتا وہ سمجھ لیتا کہ وہ اسلام کے لئے (سرمایۂ) بے نیازی بنائے گئے ہیں۔ اللہ کی قسم بڑے صائب الرائے اور یکتائے روزگار تھے ہر کام پر انہوں نے اس کام کے قابل آدمی مقرر کر رکھے تھے۔

فسوف یأتی اللہ بقوم یہ لانا اس طریقہ کا نہیں ہے کہ عدم سے وجود میں لائے گا یا کفر سے اسلام کی طرف بلکہ مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو اُس ارادہ کے ذریعہ سے جو صدیق اکبرؓ کے دل میں (کارکنانِ قضا و قدر نے) ڈالا جہاد کی طرف مائل کرے گا اور اُن سب کو ایک سلسلہ میں منسلک کر دے گا (یعنی سب کے دل میں وہ ارادہ الٰہی موج زن ہو جائے گا) تاکہ وہ سب اس صورت اجتماعیہ کے ساتھ حق تعالیٰ کے آورد سمجھے جائیں یعنی وہ ہیأت اجتماعیہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے، اُس کے الہام اور اُس ہمت کے سبب سے جو اُس نے اُن سب کے دل میں ڈالی، پیدا ہوئی ہے۔ (ورنہ ایک آگ کا سب کے دل میں لگ جانا ممکن نہیں)

یحبہم ویحبونہ الخ یہاں چھ صفتیں (اُن لوگوں کی) بیان ہوئیں دو تو وہ ہیں جن کا تعلق بندے اور خدا کے درمیان میں ہے (خدا اُن کو دوست رکھتا ہے، وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں) اور دو وہ ہیں جن کا تعلق

خود باہم بندوں کے درمیان ہے۔ جو مومن ہے اُس کے ساتھ وہ ایسا برتاؤ رکھتے ہیں جو باپ کو بیٹے کے ساتھ رکھنا چاہئے۔ اور جو کافر ہے اس کے حق میں (مثل جبرائیلؑ کے کہ باوجود انبیاء و مومنین کے لئے رحمت ہونے کے صیحۂ ثمود کے وقت موجب ہلاکت بن گئے خدا کی طرف سے ذریعہ تلف و ہلاکت بن جاتے ہیں اور دو وہ ہیں جو دینی خدمات کے متعلق ہیں ایک فعل جہاد جس کے لئے (آیۃ تمکین میں) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا لفظ آیا ہے اور دوسری ان کی قوت الہامیہ کہ لوگوں کے کہنے سے یا قرابت کے خیال یا اور ایسے ہی کسی بات سے ان کا الہامی ارادہ زائل نہیں ہوتا ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ الخ یہ ایک نہایت نادر خلاصہ ہے جو ان صفات مذکورہ کے ثبوت اور عند اللہ اُن صفات کی منزلت ظاہر کرنے میں بہت اعلےٰ پیمانہ پر وارد ہوا ہے یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر و حدیبیہ کے بعد قتالِ مرتدین کا درجہ آتا ہے اور یہ قتال بھی اُن ہی مشاہد عظیمہ کا ایک نمونہ تھا۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ۔ (لفظ) انما کلام عرب میں مضمون سابق کے مدلل کرنے اور اُس کی حقیقت تعینیت دواما کے ثابت کرنے کے لئے آتا ہے مطلب یہ ہوا کہ اے مسلمانو عرب کے مرتد ہو جانے اور اُن کی مجتمعہ جماعتوں سے کیوں ڈرتے ہو، یقیناً تمہارا کارساز و مددگار حقیقت میں خدا ہے (اور خدا کی مدد کی صورت یہ ہے) کہ وہ الہام خیر کرتا ہے اور (بندوں کے شروع کئے ہوئے) کاموں کو انجام تک پہونچاتا ہے۔ اور (تمہارا مددگار) اس کا رسولؐ ہے (رسولؐ کی مدد کی ایک صورت یہ ہے) کہ ترغیبِ جہاد کا سلسلہ دُنیا میں لایا ہوا انہیں کا ہے اور (دوسری صورت یہ ہے) کہ اپنی امت کی دعائے خیر سے دستگیری فرماتے ہیں۔ اور ظاہر میں وہ کامل الایمان لوگ تمہارے مددگار ہیں جو خشوع و خضوع کے ساتھ نماز قائم رکھتے ہیں۔ اور زکوٰۃ دینے کی صفت رکھتے ہیں اور (اُن کے مدد کی یہ صورت ہے کہ) وہ الہام الٰہی کو قبول کر لیتے ہیں اور خدا تعالیٰ اُن کے ہاتھ سے نیک کاموں کو سرانجام دیتا ہے۔

اِس آیت کے سبب نزول اور مصداق صدیق اکبرؓ ہیں۔ گو الفاظ عام ہیں اور تمام کامل الایمان لوگوں کو (تاقیامت) شامل ہیں مگر (جو شخص) سبب نزول (ہو اُس) کا (آیت کے مصداق میں) داخل ہونا قطعی ہے۔ اسی عموم کی وجہ سے حضرت جابر بن عبد اللہ نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عبد اللہ بن سلام کے حق میں نازل ہوئی تھی جبکہ اُن کو اُن کی قوم یعنی یہودیوں نے (مسلمان ہو جانے کی وجہ سے) چھوڑ دیا تھا (اس موقع پر حضرت علیؓ کا نام لینا بھی اسی عموم کی وجہ سے ہے چنانچہ) بغوی نے ابو جعفر یعنی محمد بن علی (معروف بہ باقر) سے روایت کی ہے کہ آیت انما ولیکم اللہ سب ایمان والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے اُن سے کہا گیا کہ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ یہ علیؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے انہوں نے کہا علیؓ بھی مومنوں میں سے ہیں (لہٰذا اُن لوگوں کا قول بھی صحیح ہے) نہ جیسا کہ شیعوں نے گمان کیا ہے اور ایک جھوٹا قصہ روایت کرتے ہیں اور (ترکیب نحوی میں) راکعون کو یوتون الزکوٰۃ کا حال بناتے ہیں اور حالت رکوع میں حضرت علیؓ کا ایک فقیر کی جانب انگوٹھی پھینکنا بیان کرتے ہیں۔ اور (اس آیت کو ماقبل اور مابعد سے بے تعلق کر کے) آیت کے سیاق و سباق کو برہم کر دیتے ہیں "خدائے تعالیٰ اُن کے اعضاء کو ایک دوسرے

سے جدا کر دے جس طرح انہوں نے آیتوں کو (جو ایک دوسرے سے مرتبط تھیں) جدا کر دیا۔

والذین امنوا الخ اس کلام کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمانوں کا ولی و کارساز ہونا (ہر معاملہ میں خاص کر ایسے بڑے بڑے حادثوں میں (جیسے فتنۂ ارتداد تھا) انہیں سابق القدم لوگوں کو زیبا ہے جو صفات کمال کے ساتھ موصوف ہوں، کسی اور کے لئے مناسب نہیں ہے۔

ومن یتول اللہ الخ خدا اور رسولؐ کی اور خلیفۂ رسول کی اطاعت کا حکم (دیا جا رہا) ہے اور اسکی ترغیب (دی جا رہی) ہے اور اس بات کا بیان ہے کہ غلبۂ اسلام اسی (اطاعت) پر موقوف ہے اور سعادت دارین اسی اطاعت میں منحصر ہے۔

جب یہ سب بیان ہو چکا تو جاننا چاہئے کہ خدائے تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ مگر اس وعدہ کا انجام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہیں ہوا کیونکہ اس زمانہ میں کوئی فوج جمع ہو کر مرتدوں سے لڑنے کے لئے نہیں نکلی اور شیخین کے بعد بھی اس تمام طویل مدت میں کبھی فوجوں کو جمع کرنے اور آلات حرب کو درست کرنے کے بعد مرتدوں سے لڑائی نہیں ہوئی۔ پس ضروری ہے کہ اس وعدہ کی مصداق حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج (ظفر موج) ہے جو مرتدوں سے لڑنے کے لئے نکلی تھی جس نے اللہ تعالیٰ کی مدد سے بہت جلد اور نہایت عمدہ طریقہ سے اتنے بڑے کام کو انجام دے دیا اور چونکہ فوجوں کا جمع کرنا اور مرتدوں سے لڑنا خلافت خاصہ کے لوازم سے ہے اس لئے کہ خلافت راشدہ اسی سرداری کو کہتے ہیں جو دین کے قائم رکھنے اور دشمنان خدا سے جہاد کرنے اور کلمۂ خدا کے بلند کرنے کے لئے بنی اس طرح پر کہ وہ خود اور اس کے پیرو سب اس دین کے قائم رکھنے میں ممدوح ہوں اور (خدا کی) تعریف و خوشنودی ان کے شامل حال ہو اور یہ ظاہر ہے کہ (مرتدوں سے جہاد کرنا دین قائم رکھنے کی اعلےٰ ترین قسم ہے اور مرتدوں سے جہاد کرنے والوں کی تعریف اور اُن سے خوشنودی ان آیات میں دوپہر کے آفتاب سے بھی زیادہ روشن ہے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ حضرت صدیق رضؓ سے خلافت خاصہ کی مسند کو زیب و زینت تھی)

یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ من یتول اللہ (میں) خلیفۂ راشد سے محبت کرنے کی ترغیب ہے اور (یہ) ثابت ہو چکا کہ (صدیق اکبرؓ اس آیت کے مصداق ہیں (لہٰذا اس آیت میں اُن سے محبت رکھنے کا حکم نکلا اور خلیفۂ راشد سے محبت رکھنا اشارہ ہے اس طرف کہ اس کی اطاعت واجب ہے۔

اور یہ بھی سمجھ لو کہ اس آیت میں بھی حضرت صدیق کی خلافت کے وقوع کی دلالت موجود ہے۔

اور یہ مدعا اس تقریر سے بھی ثابت کیا جا سکتا ہے (جاننا چاہیئے کہ حق سبحانہ نے تاکید کے ساتھ گواہی دی ہے کہ وہ لوگ قتال مرتدین کے وقت میں (خدا کے) محبوب اور محب اللہ ایسے ایسے ہوں گے اور یہ سب باتیں اعلےٰ درجہ کی خوبیاں ہیں۔ لہٰذا اگر بقول اہل باطل حضرت صدیق اپنی خلافت میں برحق نہ ہوتے تو وہ لوگ جنہوں نے اُن کے حکم سے جہاد کیا اور اُن سے بیعت کی اور اُن کے خلیفہ بننے سے راضی تھے (خدا کے محب و محبوب اور اعلےٰ درجہ کی صفات کے ساتھ کیوں کر موصوف ہو سکتے ہیں؟ اور ان کا ان صفات کے ساتھ موصوف نہ ہونا اللہ تعالےٰ کی شہادت سے باطل ہے اور یہ باطل لازم آیا ہے حضرت

صدیق کی خلافت برحق نہ ہونے سے۔ لہٰذا اُن کی خلافت کا برحق نہ ہونا محال ہو گا کیونکہ جس چیز سے باطل لازم آئے وہ چیز محال ہوتی ہے۔

اور یہ جو فرمایا کہ "فسوف یأتی اللہ بقوم۔ عنقریب اللہ تعالیٰ ایک ایسی قوم کو لائے گا۔" حالانکہ ظاہر میں مسلمانوں کو (جہاد مرتدین کے لیے) جمع کرنا حضرت صدیق کے ہاتھ سے ہوا بالکل ایسا ہی ہے جیسے فرمایا وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ ان صفات کے ساتھ موصوف کا لوگوں کو جمع کرنا درحقیقت حق سبحانہ وتعالیٰ کا فعل تھا۔ اور حضرت صدیق تو مثل اعضاء کے تھے اب بتاؤ، حضرت انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم کے مرتبہ کے بعد کون مرتبہ اس سے بڑھ کر ہوگا اور کون ایسا کامل ومکمل فرد بشر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مثل ہو سکتا ہے؟ ... یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑا فضل والا ہے۔

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ آیت انما ولیکم اللہ میں گو لفظ عام ہیں مگر (چونکہ) مصداق آیت کے صدیق اکبرؓ ہیں اور مصداق آیت کا حکم آیت میں داخل ہونا قطعی ہے لہٰذا صدیق اکبر مسلمانوں کے ولی اور کارساز ہوئے اور خلافت راشدہ کے یہی معنی ہیں۔ اور یہ بھی اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ، صدیق اکبر خشوع وخضوع سے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے کے ساتھ یا نوافل کی کثرت کے ساتھ موصوف تھے اور یہ بات بھی لوازم خلافت خاصہ سے ہے۔

اور یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ عرف عام میں قتال وجہاد کا فعل، حکم دینے والے کی طرف منسوب کیا جاتا ہے بلکہ حکم دینے والے کو ان صفات کے ساتھ زیادہ موصوف ہونا چاہیے تاکہ اُس کے دل کا پرتو دوسروں پر اثر کرے لہٰذا یہ چھ صفتیں کُل کی کُل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بدرجہ کمال ہوں گی۔ یہ بات بھی لوازم خلافت خاصہ سے ہے بلکہ ممکن ہے کہ یہ صفتیں خاص حضرت صدیقؓ ہی کی ہوں لیکن یہاں بطور تعریض ذکر کی گئی ہوں، جیسا کہ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ یہاں حضرت صدیقؓ ہی مراد ہیں مگر لفظ جمع لایا گیا ہے جیسا کہ تعریض کا قاعدہ ہے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان صفات کے خاص ہونے کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ مرتدوں سے جہاد کرنے میں کسی مسلمان کی ملامت (سوا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے کسی کو) پیش نہیں آئی اور کافروں کی ملامت کا تو کچھ اعتبار ہی نہیں لہٰذا لا یخافون لومۃ لائم تو حضرت صدیق کے ساتھ (قطعاً) خاص ہو گا۔ پس جب یہ ایک جملہ حضرت صدیق کے نزدیک ساتھ خاص ہوا تو اوپر کے جملوں کا بھی خاص ہونا بعید نہیں۔

جب مانعین زکوٰۃ سے لڑنے میں صحابہؓ نے اعتراض کیا اور ملامت کرنے لگے اور چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ان کا کفر وارتداد ثابت ہو چکا تھا لہٰذا صحابہؓ کے اعتراض وملامت سے اُن کے دل مبارک میں کچھ بھی خیال پیدا نہ ہوا اور وہ اپنی رائے کی تنفیذ سے باز نہ آئے ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے کا یہی مطلب ہے۔

پانچویں آیت، اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح (چھبیسویں پارہ) میں فرمایا ہے:۔

قُل لِّلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ (ترجمہ کہہ دے اے محمدؐ پیچھے چھوڑے ہوؤں کو (جو) بادیہ نشینوں

سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا۝

سے (ہیں) کہ عنقریب بُلائے جاؤ گے تم ایک ایسی قوم کی لڑائی کی طرف (جو سخت لڑنے والی ہو گی) تم اُن سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے پس اگر اطاعت کرو گے تم تو دے گا خدا تم کو اچھا بدلا اور اگر مُنہ پھیرو گے تم جیسے منہ پھیرا تھا اس بلانے سے پہلے تو عذاب کرے گا تم پر درد دینے والا عذاب۔"

اس آیت کا سبب نزول باجماع مفسرین اور بہ دلالت سیاق و سباق آیات اور موافق مضمون احادیث صحیحہ کے یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حُدَیْبِیَّہ کے سال ارادہ کیا کہ عمرہ بجالائیں لہٰذا آپ نے اعراب یعنی بادیہ نشینوں کو دعوت دی تاکہ وہ بھی اس سفر میں آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم رکابی کی سعادت حاصل کریں کیونکہ قوی احتمال تھا کہ قریش مکہ کے اندر داخل ہونے سے روکیں گے اور بدر، اُحد و احزاب میں جو اُن کے عزیز مارے گئے تھے اس کا کینہ اُن کے دلوں میں بھرا ہوا تھا لہٰذا آمادہ جنگ ہو جائیں گے۔ لہٰذا عقلی تقاضہ تھا ایک بڑی جماعت ہمرکابی میں جائے تاکہ قریش کے شر و فساد کا خوف نہ رہے۔ بہت سے اعراب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کا کچھ خیال نہ کیا اور (اس سفر مقدس) سے پیچھے بیٹھ رہے اور بعض اپنے خانگی اور مالی کاموں کا بہانہ کرکے ہٹ گئے صرف اُن پُرخلوص مسلمانوں نے جو از سرتاپا بشاشت ایمان سے لبریز تھے آپ کی ہمرکابی و معیت کو سعادت سمجھ کر رفاقت اختیار کی جب یہ حضرات مقام حُدیبیہ میں پہنچے تو قریش کی حمیتِ جاہلیت نے اُن کو برسرپیکار بنا دیا۔ کچھ اُونچ نیچ کے بعد مسلمانوں کو وہاں مغلوبانہ صلح کرلینی پڑی اور (انجام یہ ہوا کہ) مکہ سے باہر احصار کی قربانی دے کر واپس لوٹ آئے چونکہ اس سفر میں مخلصوں کا اخلاص بالکل کھل گیا اور اُن کے دلوں پر بے چینی بھی بہت غالب تھی عُمرہ کے فوت ہو جانے کی وجہ سے بھی اور مغلوبانہ صلح کی وجہ سے بھی! لہٰذا حکمت الٰہی کا تقاضہ ہوا کہ دلوں کی شکستگی کا مداوا کسی طریقہ پر کہ غنائم خیبر جو عنقریب اُن کے ہاتھ میں آنے والی تھیں اُن کو حاضرینِ حدیبیہ کے ساتھ خاص کر دے لہٰذا حق تعالیٰ نے غزوۂ خیبر میں جانے کی اجازت حاضرینِ حدیبیہ کے سوا کسی کو نہ دی اور خیبر کی غنیمت میں کسی کو حصہ نہ دیا چنانچہ (اس آیت سے پہلے) فرمایا ہے:۔ سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ الخ (سورۂ فتح پارہ)
(ترجمہ) عنقریب (اے نبیؐ) کہیں گے پیچھے چھوڑے ہوئے اعراب مسلمانوں سے جب چلو گے تم مال غنیمت کی طرف تاکہ لو اُس کو کہ ہمیں بھی اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ چلیں۔ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کی بات کو بدل دیں اے نبی کہہ دو کہ تم ہمارے ساتھ ہرگز نہ آؤ اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ایسا فرما دیا ہے۔"
(اور حکمت الٰہی نے چاہا کہ اُن شکستہ دلوں کی بستگی کا سامان کرے اس طریقہ پر کہ، ان لوگوں کے لئے اپنی خوشنودی اور رضا بیان کرے جنہوں نے حدیبیہ میں بیعت کی ہے۔ چنانچہ (اسی صورت میں ہے)

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ"

ترجمہ: بیشک اللہ راضی ہو گیا مومنوں سے جب کر رہے تھے اے نبیؐ تم سے بیعت درخت کے نیچے۔"

حاضرینِ حدیبیہ میں سے کوئی بھی اس بیعت سے سوائے جد بن قیس منافق کے پیچھے نہ رہا۔ نیز بغوی وغیرہ نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں اُن لوگوں میں سے کوئی بھی داخل نہ ہوگا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ یہ واقعہ حدیبیہ مشاہد خیر میں سے ایک عظیم الشان مشہد ہے کہ صحابہ کرامؓ اس مشہد میں اعلیٰ درجہ کے مراتب پر پہونچے اور حکمت الٰہی نے چاہا کہ اُن کے دلوں پر مرہم رکھے (اُن غنیمتوں سے جن پر اہل عرب کو کبھی قدرت نہ ملی تھی اور وہ غنائم فارس و روم ہیں کہ اہل فارس و روم کی قوت و شوکت اور کثرت افواج و آلات حرب کی وجہ سے اُن پر غالب آجانے کا خیال بھی اہل عرب کو نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ (اسی سورت میں) وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ (یعنی اللہ نے تم سے بہت غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے) اس سے ملک عرب کی غنیمتیں مراد ہیں۔ جیسے غنیمت حنین فعجل لکم ھذہ (یعنی یہ غنیمتیں تم کو علی الفور دیں) مراد اس سے غنائم خیبر ہیں جو حدیبیہ کے بعد متصلاً اُن کو ملیں۔ واخری لم تقدروا علیھا (یعنی کچھ غنیمتیں اور ہیں جن پر تمہیں دادا پر دادا کے وقت سے آج تک کبھی قابو نہیں ملا۔ مراد اس سے فارس و روم کی غنیمتیں ہیں۔

نیز حکمت الٰہیہ نے چاہا کہ جو لوگ حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے ان کو ڈانٹا جائے اور اُن کی حالت کی خرابی بیان کی جائے لہٰذا فرمایا قل للمخلفین الخ یہی اس آیت کا سبب نزول ہے۔

(اس آیت میں) آگے چل کر سخت لڑنے والی قوم سے لڑنے کے لئے اُن کو بلائے جانے کا ذکر اس لئے کر دیا گیا کہ اس واقعہ کے ظہور سے پہلے بلانے کے منظور کرنے یا نہ کرنے کے انجام پر غور رکھیں تاکہ جب وہ واقعہ پیش آئے (اور وہ بُلائے جائیں) تو ناواقف نہ رہیں اور احتمالات عقلیہ اُن کے دل کو پریشان نہ کریں۔ یہی مضمون ستدعون سے بیان ہو رہا ہے۔

اور ستدعون سے بطورِ اقتضاء النص) یہ بھی سمجھا گیا کہ زمانہ آیندہ میں کوئی بلانے والا اعراب کو جہاد کفار کی طرف بلائے گا اور اُس کے بلانے سے تکلیف شرعی قائم ہو جائے گی یعنی اگر وہ لوگ اُس کے بلانے کو مان جائیں گے تو ثواب پائیں گے۔ ورنہ عذاب کیا جائے گا۔ یہ وصف خلیفہ راشد کا لازم ہیں ہے اور جہاد کی طرف بلانا خلیفہ کی بڑی صفات سے ہے۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ بلانے والے کون تھے؟ اور یہ (چاروں) اوصاف کس شخص میں پائے گئے؟

ایک وصف یہ ہے کہ اعراب (جہاد کے لئے ضرور) بلائے جائیں خواہ اہل شہر بھی بلائے گئے ہوں۔

دوسرا وصف یہ ہے کہ جن کفار سے لڑنے کے لئے بلائے جائیں وہ اولی باس شدید ہوں۔

اولی باس شدید کا مطلب یہ ہے کہ جس قدر لڑائیاں اس سے پہلے ہو چکی ہیں اُن لڑائیوں کے فریقین سے قوت و شوکت زیادہ رکھتے ہوں۔ اگر یہ مطلب نہ لیا جائے تو اولی باس شدید کی کوئی ایک حد نہ ہوگی کیونکہ قوت و ضعف امر نسبتی ہے۔ کمزور آدمی بھی بہ نسبت اپنے سے کمزور کے قوی کہا جا سکتا ہے لیکن عرف عام یہی ہے کہ جس قدر لڑائیاں اب تک ہو چکی ہیں اُن کے فریقین کی بہ نسبت

جمعیت میں زیادہ اور قوی ہوں اور آلات حرب زیادہ رکھتے ہوں تو اولی بأس شدید کہا جائے گا ورنہ نہیں اُولی بأسٍ شدید کی پہچان یہ نہیں ہے کہ بزدلی کی وجہ سے کسی قوم کی دہشت غالب ہو جائے اور اُس کو اُولی بأسٍ شدید کہہ دیا جائے بلکہ اولی بأسٍ شدید وہ قوم ہے کہ بمقتضائے قیاس اور بحکم عقل خالص جو بنی آدم میں اس سرشت کے ساتھ پیدا کی گئی ہے۔ نیز (میدان جنگ میں) اُس قوم کے غالب ہو جانے کے قرائن زیادہ ہوں یہ دوسری بات ہے کہ (انجام کار) فضل الٰہی بطورِ خرق عادت اُس پرشوکت قوم کو ان کمزوروں کے ہاتھ سے درہم وبرہم کر دے۔

تیسرا وصف یہ ہے کہ وہ کافر جن سے لڑنے کے لئے اعراب بلائے جائیں قریش کے علاوہ ہوں کیونکہ لفظ قوم کا (بقاعدۂ علم نحو) نکرہ لانا بتا رہا ہے کہ یہ قوم اُن لوگوں کے علاوہ ہے جس کی لڑائی کی طرف رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں بلایا تھا اگر اس قوم سے مراد جس کی طرف بلائے جانے کا ذکر اس آیت میں ہے قریش مراد ہوتے تو عبارت یوں ہونی چاہیے تھی ستدعون الیھم مرۃ اخریٰ (یعنی تم پھر دوبارہ اُن کی لڑائی کی طرف بلائے جاؤ گے) یہ نہ کہا جاتا کہ ستدعون الی قوم یعنی تم کسی ایسی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے)۔

چوتھا وصف یہ ہے کہ یہ بلانا ایسے جہاد کے لئے ہوگا جو بغیر اسلام لائے یا بغیر قوم اُولی بأسٍ شدید سے جنگ ہوئے ختم نہ ہوگا یہ بلانا خلیفہ کی خلافت مضبوط کرنے یا مسلمان باغیوں کو شکست دینے کے لئے نہ ہوگا جیسا کہ حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے اہل مدینہ کو (اپنی خلافت مضبوط کرنے کے لئے اور جمل اور صفین والوں کو شکست دینے کے لئے) بلایا تھا نیز اس بلانے کا انجام یہ نہ ہوگا کہ دشمن ہیبت سے ڈر جائے اور پھر نوبتِ جنگ نہ آنے پائے اور مسلمان لوٹ آئیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک میں اہل روم سے لڑنے کے لئے بلایا تھا۔ مگر قیصر (روم) نے اپنی جگہ سے جنبش نہ کی اور مسلمان لوٹ آئے، لڑائی نہ ہوئی۔

جب یہ بات معلوم ہو گئی تو اب جاننا چاہیے کہ یہ بلانے والے خلفائے ثلاثہ تھے ان کے سوا کوئی نہ تھا کیونکہ احتمالات عقلیہ کے مطابق بلانے والے حضرات (یہی چند ہو سکتے ہیں) یا جناب[۱] نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم یا خلفائے[۲] ثلثہ، یا حضرت[۳] علی مرتضےٰ[۴]، یا بنی امیہ یا بنی[۵] عباس، یا ترک[۶] جو سلطنت عرب کے ختم ہو جانے کے بعد ابھرے تھے۔ ان (چھ احتمالوں) سے زیادہ کوئی احتمال نہیں نکلتا لا یتجاوز الامر عن ذلک) (اب دیکھو خلفائے ثلاثہ کے سوا جس قدر احتمال ہیں سب باطل ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قسم کا بلانا کبھی ظاہر نہیں ہوا اس لئے کہ یہ آیت حدیبیہ میں نازل ہوئی اور حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات گنتی کے ہیں اور معلوم ہے کہ اُن میں سے کسی میں اس قسم کا بلانا نہیں ہوا حدیبیہ کے بعد ہی علی الاتصال غزوہ خیبر ہوا اس غزوہ میں اعراب کے کسی متنفس کو آپ نے نہیں بلایا بلکہ اس غزوہ میں تو سوا ان لوگوں کے جو حدیبیہ میں شریک تھے کسی اور کا شریک کرنا منع تھا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے قل لن تتبعونا کذٰلکم قال اللہ من قبل (یعنی اے نبی (اعراب

ہے) کہہ دو کہ تم (خیبر میں) ہمارے ساتھ نہ آؤ تمہارے متعلق پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے ایسا فرما دیا ہے)
خیبر کے بعد غزوۂ فتح پیش آیا اس غزوہ میں کچھ اعراب بلائے گئے مگر اہل مکہ قوم اولی باس شدید
تھے کیونکہ یہ وہی لوگ تھے جن سے لڑنے کے لئے حدیبیہ میں بلائے جا چکے تھے اور الفاظ آیت بتا رہے
ہیں کہ قوم اولی باس شدید سے اہل مکہ کے علاوہ کوئی دوسری قوم مراد ہے۔ غزوہ حنین بھی مراد
نہیں ہو سکتا کیونکہ اہل ہوازن جن سے اس غزوہ میں لڑائی تھی بہت ہی قلیل و ذلیل تھے ایسے نہ تھے
کہ ان کو بارہ ہزار مردان جنگی کے مقابلہ میں (جو حنین میں، ہم رکاب حضرت نبوی صلے اللہ علیہ وسلم تھے
یعنی مہاجرین وانصار ومسلمین فتح) اولی باس شدید کہا جائے یہ دوسری بات ہے کہ حکمت الٰہی
نے میدان جنگ میں بوجہ اس کے کہ مسلمانوں کو اپنی کثرت پر کچھ ناز پیدا ہو گیا تھا دوسرا رنگ دکھا دیا۔
غزوۂ تبوک بھی مراد نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں تقاتلونہم او یسلمون نہیں پایا جاتا (یعنی اس غزوہ کا
انجام یہ نہیں ہوا کہ حریف اسلام لاتا یا اس سے جنگ کی نوبت آتی (مقصود الٰہی) اس غزوۂ سے صرف
اہل شام وروم کے دلوں ہیبت کا پیدا کر دینا تھا۔ جب ہرقل نے جنبش نہ کی اور فوج بھیجی تو مسلمان
لوٹ آئے (باقی رہے حضرت مرتضٰے) اور بنی امیہ اور بنی عباس اور ان کے بعد والے تو ان لوگوں نے حجاز اور
یمن کے اعراب کو کافروں سے لڑنے کے لئے بلایا ہی نہیں جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے۔
یقیناً یہ خاص قسم کا بلانا جس میں چاروں مذکورہ اوصاف پائے جائیں، اتنی طویل مدت میں سوائے
خلفائے ثلاثہ کے اور کسی سے ظہور میں نہیں آیا۔ واقدی نے لکھا ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات ہوئی تو ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے آپ کے عہد میں مسیلمہ کذاب ابن قیس مارا گیا
جس نے دعوئ نبوت کیا تھا اور آپ ہی نے بنو حنیفہ سے قتال کیا۔ نیز آپ ہی کے زمانہ میں سجاح، اور
اسود عنسی مارے گئے اور طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا اور آپ ہی نے یمامہ کو فتح کیا اور تمام عرب آپ
کا مطیع ہو گیا۔ اُس وقت صدیق اکبر رضؓ نے ارادہ کیا کہ ملک شام پر لشکر کشی کریں اس سلسلہ میں آپ کی توجہ
غزوۂ روم کی طرف مائل ہوئی چنانچہ آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد (نبوی ؐ) میں جمع کیا اور منبر پر کھڑے
ہو کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا اس کے بعد فرمایا کہ "اے لوگو تم کو واضح ہو
کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کے سبب سے فضیلت دی ہے اور تم کو محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت
میں کیا ہے اور تمہارے ایمان اور یقین کو ترقی دی ہے اور کھلم کھلا تمہاری مدد کی ہے اور تمہارے ہی حق میں
فرمایا ہے کہ "الیوم اکملت" یعنی آج میں نے کامل کر دیا تمہارے لئے تمہارا دین، اور پوری کر دی ہیں
نے تم پر اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین"۔ تم کو معلوم ہونا چاہیے کہ رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی توجہ اور ہمت ملک شام کی طرف تھی مگر اللہ نے ان کو اٹھا لیا اور ان کے لئے اپنا قرب پسند
کیا صلے اللہ علیہ وسلم۔ لہٰذا اب میں ارادہ رکھتا ہوں کہ تمام مسلمانوں کو جمع کر کے شام کی طرف
بھیجوں کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے (اشارۃً) مجھے اس کا حکم دیا تھا اور فرمایا
تھا کہ زمین کے مشرق ومغرب سب میرے لئے لپیٹ دیئے گئے اور جس قدر حصہ زمین کا میرے لئے

لپیٹا گیا وہاں تک میری امت کی سلطنت پہونچے گی پس اب تم لوگ (اس بارہ میں) کیا کہتے ہو؟ اللہ تم پر رحم کرے ...ان لوگوں نے جواب دیا کہ یا خلیفۂ رسول اللہ (ہمارا کہنا آپ کے سامنے کیا مناسب ہے) آپ اپنے حکم سے ہمیں اطلاع دیں اور جہاں چاہیں ہمیں بھیج دیں کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ کی اطاعت ہم پر فرض کی ہے چنانچہ فرمایا ہے اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم یہ سنکر حضرت ابوبکر بغایت ہی خوش اور زیادہ مسرور ہوئے اس کے بعد منبر سے اتر آئے۔ اور بادشاہانِ یمن، سردارانِ عرب اور اہلِ مکہ کے نام خطوط لکھے ان تمام خطوط کا مضمون (ایک ہی) یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، من عبد اللہ عتیق ابن ابی قحافۃ الی سائر المسلمین سلامٌ علیکم فانی احمد اللہ الذی لا الٰہ الا ھو ونصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وانی قد عزمت علی ان اوجھکم الی الشام لتاخذوھا من ایدی الکفار فمن عول منکم علی الجہاد فلیبادر علی طاعۃ اللہ وطاعۃ رسولہ ثم کتب، انفروا خفافا وثقالا الآیۃ، ثم بعث الکتاب الیھم واقام منتظر جوابھم وقدومھم فکان اول من بعث الی الیمن انس بن مالکؓ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتہیٰ کلامہ۔

(ترجمہ) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اللہ کے بندے عتیق بن ابی قحافہؓ کی جانب سے تمام مسلمانوں کے نام!!
سلامٌ علیکم، (تم سب پر خدا کی سلامتی ہو!) سب سے پہلے میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے نبیؐ پر درود بھیجتا ہوں جن کا اسم گرامی محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ہے (اس تمہید کے بعد تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ) میں نے ارادہ کیا ہے کہ تم کو ملک شام کی طرف بھیجوں، تاکہ تم اس ملک کو پنجۂ کفار سے چھڑا لو۔ لہٰذا تم میں سے جو شخص "جہاد" کا قصد رکھتا ہے وہ جلدی کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و فرماں برداری کا یہی تقاضہ ہے۔ خط کے اختتام پر آپ نے یہ آیت (جہاد) رقم فرمائی:۔ انفروا خفافا وثقالا، الآیۃ۔

اس کے بعد یہ سب خطوط آپ نے بھیج دیئے اور اُن کے جواب کا انتظار کیا۔ سب سے پہلے جو شخص یمن بھیجا گیا وہ حضرت انس بن مالک تھے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ واقدی کا کلام ختم ہوا۔

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اس بلانے میں مثل جارحہ کے ہونا اور اُن کا اس واقعہ میں اس حدیث قدسی کا مظہر ہونا جو اللہ تعالیٰ نے بخطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائی کہ تم ایک لشکر بھیجو تو ہم ویسے ویسے پانچ لشکر بھیجدیں گے بالکل کھلا ہوا ہے۔ چنانچہ (اُن کے اس خط نے لوگوں کے دلوں میں ایسا اثر کیا) جو دنیاوی عقل سے بالاتر ہے۔ یہاں تک کہ غزوۂ یرموک میں چالیس ہزار آدمی جمع ہو گئے اور ان کے ہاتھ سے عجیب کوشش ظاہر ہوئی اور ایسی فتح حاصل ہوئی جو حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اس وقت تک کبھی نہ ہوئی تھی۔ اور بمقابلہ کوشش واہتمام دوگنا چوگنا نتیجہ حاصل ہوا۔

حضرت صدیقؓ کا یہی عمل فاروق اعظم کے لئے بھی دستور العمل بنا آپ نے بھی اسی طریقہ سے غزوۂ قادسیہ میں اعراب کو دعوت دی۔ روضۃ الاحباب میں غزوۂ قادسیہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ جب یہ خبر ملی کہ اہل عجم نے یزدگرد کو بادشاہ بنالیا ہے تو حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں کو اس مضمون کا خط بھیجا کہ ان اطراف میں جس کو تم جانتے ہو کہ اس کے پاس گھوڑا اور ہتھیار ہے، ہمت و شجاعت والا ہے، اور فن حرب سے بھی واقف ہے اُس کو فوراً سامان درست کرکے مدینہ بھیجدو"۔ اسیطرح حضرت عثمان نے بھی عبداللہ بن ابی سرح کی کمک کے لئے جبکہ انہوں نے افریقہ میں وہاں کے بادشاہ سے جنگ چھیڑی اعراب کو بلایا اور یہ واقعہ بھی مشہور رہے۔

جب ثابت ہوگیا کہ وہ بلانا جس کا ذکر قرآن مجید میں ہے انہیں خلفائے ثلاثہ سے ظاہر ہوا تو ثابت ہوگیا کہ وہ خلیفہ راشد تھے اور اُن کا (لوگوں کو جہاد کی طرف) بلانا موجب تکلیف شرعی تھا یعنی اُن کا حکم ماننے سے مستحق ثواب اور اُن کا حکم نہ ماننے سے مستوجب عذاب ہوئے۔

چھٹی آیت: اللہ تعالیٰ نے (اسی) سورۂ فتح (چھبیسویں پارہ) میں فرمایا ہے:۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ○

محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پیغمبر خدا ہیں۔ اور جو لوگ اُن کے ہمراہ ہیں سخت ہیں کافروں پر مہربان ہیں باہم (اے دیکھنے والے تو دیکھتا ہے اُن کو رکوع کرنے والا اور سجدہ کرنے والا طلب کرتے ہیں بخشش کو خدا سے اور خوشنودی کو۔ علامت اُن (کے نیک ہونے) کی اُن کے چہروں میں ظاہر ہی سجدوں کے نشان سے یہ جو کچھ ذکر کیا جاتا ہے اُن کی وہ حالت ہے جو توریت میں (بیان ہوئی) اور اُن کی وہ حالت ہے (جو) انجیل میں (بیان ہوئی ہے) (یہ لوگ) مثل اس کھیتی کے ہیں جس نے نکالا اپنا انکھوا پھر اس کو قوی کیا اس نے پھر وہ فربہ ہوگیا پھر کھڑا ہوگیا اپنی ڈنڈی پر، کاشتکاروں کو خوش کرتا ہے غلبہ اسلام کی حالت کا انجام یہ ہے کہ غصہ میں لائے خدا بسبب اُن کے کافروں کو وعدہ دیا ہے خدائے تعالیٰ نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے (امت محمدیہ سے) بخشش کا۔"

یہ کلام خاص اُنہیں مخلصوں کی بزرگی ظاہر کرنے کے لئے لایا گیا ہے جو سفر حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور اُن کے تمام فرقوں پر غالب آجانے کی بشارت بھی اس کے اندر موجود ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ جب اُس گروہ کی تعریف کی گئی تو اُن کے سردار کا ذکر بھی ضروری ہوا ہے۔ لہذا ابتدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی اور آپ کی تعریف میں صرف اسی ایک کلمہ رسول اللہ پر قناعت

کی گئی جس سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ کوئی فضیلت ایسی نہیں ہے جو لفظ رسول اللہ کے ضمن میں نہ آگئی ہو (مثل ہے کہ جتنے شکار ہیں سب گورخر کے پیٹ میں ہیں (یعنی گورخر کے مقابلہ میں حقیر ہیں۔ اسی طرح وصف رسالت ؐ کے مقابلہ میں باقی اوصاف کی حالت ہے)

وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اس سے مراد وہی جماعت ہے جو سفر حدیبیہ میں آنجناب کے ہمرکاب تھی کیونکہ (اول تو) اوپر سے کلام انہیں کی تعریف میں چلا آرہا ہے (دوسری وجہ یہ ہے کہ) معیت کے معنی حقیقی کسی مقام میں ساتھ ہونے یا کسی سفر میں ساتھ ہونے کے ہیں (اس کے علاوہ دوسرے قسم کی معیت مثلاً معیت دینیہ معنی مجازی ہیں اور جب تک حقیقی معنی بن سکیں مجازی معنی مراد نہیں لئے جاتے تیسرے حدیث مستفیض میں اہل حدیبیہ کی فضیلت بھی وارد ہوتی ہے۔

اشداء (یہاں سے ان لوگوں کے فضائل کا آغاز ہے فضائل دو قسم کے ہوتے ہیں (اول) اپنے ابنا جنس کے درمیان معاملہ کی درستگی۔ اور (دوسرے) خود اپنی درستگی اور تہذیب نفس، خدا تعالیٰ نے دونوں قسم کے فضائل ان حضرات کے لئے جمع کر دیئے ہیں۔ (اشداء اور رحماء میں قسم اول کے فضائل کی طرف اشا ہے) کہ یہ اپنے ہم جنسوں سے اس طرح کا معاملہ کرتے ہیں کہ اپنے غصہ کو بھی انہوں نے غضب الٰہی کا تابع کر دیا ہے اور اپنی مہربانی اور نرمی کو بھی انہوں نے رحمت الٰہی کا تابع کر دیا ہے جو اس کا مردود ہے اس ان کا بھی غصہ رہتا ہے اور جو اس کا مقبول ہے اس پر ان کی بھی مہربانی رہتی ہے۔ یہ اخلاق الٰہی سے متصف ہونے کا اعلیٰ درجہ ہے اور (تراهم ركعا سجدا سے قسم دوم کے فضائل کی طرف اشارہ ہے کہ یہ اپنے اور خدا کے درمیان میں جو معاملات ہیں ان کی درستی کے لئے نمازوں کی کثرت میں مشغول ہیں کہ نماز مومن کی معراج ہے۔

یبتغون فضلا ان کے کمال اخلاص کا بیان ہے کہ ان کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔

سیماهم فی وجوههم یعنی ان (اصحاب حدیبیہ) کا خشوع و خضوع بارگاہ الٰہی میں ایسا نہیں کہ عارضی طور پر ایک وقت ہو جائے اور دوسرے وقت باقی نہ رہے۔ بلکہ وہ ایک مضبوط ملکہ ہے جس حاصل کرنے میں انہوں نے عمریں خرچ کر دی ہیں ان کے دل ان کی نمازوں سے پورے لطف اندوز ہو ہیں اور ان کی مناجات کے رنگ نے ان کے باطن کو ایسا گھیر لیا ہے کہ اس کا کچھ حصہ ان کے دل سے جوش زن ہو کر ان کے چہروں پر آگیا ہے اور ان کے انوار باطن کا پرتو ان کے ظاہر میں بھی آشکار ہے (مثل مشہو ہے) کہ ہر ظرف سے وہی ٹپکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے کل اناء یترشح بما فیہ۔

ذٰلك مثلهم۔ ذلك (اسم) اشارہ ہے کلمہ کزرع (جو اس کے بعد مذکور ہے اس) کا مش الیہ ہے۔ اسم اشارہ کا مشار الیہ سے پہلے آنا کلام عرب میں رائج ہے حتی کہ خود کلام پاک میں سے جیسے حق تعالیٰ کا یہ قول ہے وقضینا الیہ ذلك الامر ان دابر هؤلاء مقطوع مصبحین یہ بھی لفظ ذلك کا مشار الیہ ان دابر هؤلاء الخ ہے جو اشارہ کے بعد آیا ہے۔

کزرع اخرج شطأه، یہاں چار باتیں بیان کی گئی ہیں سب سے پہلی بات (یعنی کھیتی کا نکل

نکلنا، کام کے آغاز پر دلالت کرتی ہے اور اخیر بات (یعنی درخت کا ڈنڈی پر کھڑا ہو جانا) اس کام کی انتہائی ترقی پر دلالت کرتی ہے جس کے بعد پھر کوئی زینہ ترقی کا باقی نہیں رہتا۔ اور اس میں شک نہیں... کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ترقیاں بتدریج اس قدر ہیں کہ صرف چار درجے اُن کے لئے کافی نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ یہاں بڑی بڑی ترقیاں مراد ہیں اور ان بڑی ترقیوں کے چار درجے نکلتے ہیں (جس طرح کھیتی کی ترقی کے بے شمار مدارج ہیں ہر آن میں اُس کو نئی ترقی حاصل ہوتی ہے مگر بڑی بڑی ترقیاں اُس کی یہی چار ہیں جو آیت میں بیان ہوئیں)۔ یہ تو الفاظ کے معنی تھے۔ اب جو ہم مصداق اس کا تلاش کرتے ہیں تو بڑی بڑی تبدیلیوں کے چار درجے پاتے ہیں۔

اول وہ حالت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں مبعوث ہوئے تمام اہل مکہ مشرک تھے اور اپنے باپ دادا کی تحریفات پر قناعت کئے ہوئے تھے وہ سب لوگ مخالفت اور ضرر رسانی پر آمادہ ہو گئے۔ اس وقت گویا اسلام نیا پیدا ہوا اور اخرج شطأہ کا مرتبہ ظہور میں آیا آنحضرت ؐ اُس کے ظاہر کرنے پر بھی قادر نہ تھے۔

دوسری وہ حالت تھی کہ مشرکوں کے ہاتھ سے رہائی پاکر آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کی اور دشمنانِ خدا سے جہاد کرنے میں مشغول ہوئے قریش سے قصداً اور غیر قریش سے تبعاً آپ نے جہاد کیا یہاں تک کہ مکہ فتح کر لیا اور تمام حجاز آپ کی اطاعت میں اچھی طرح آ گیا اُس وقت ایک چھوٹی سی ریاست کی صورت پیدا ہو گئی (اور فآزرہ کا درجہ حاصل ہوا) مگر اسی حالت کے آخر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے رفیق اعلےٰ کی طرف انتقال فرمایا۔

تیسری حالت وہ تھی کہ شیخین نے دو پُرشوکت بادشاہوں سے کہ تمام دنیا پر غالب تھی یعنی کسریٰ وقیصر سے قصد جہاد کیا یہاں تک کہ یہ دونوں سلطنتیں شوکت اسلام سے پامال ہو گئیں اور اُن کا نام و نشان باقی نہ رہا (اب فاستغلظ کا درجہ حاصل ہوا)

چوتھی حالت وہ تھی کہ چھوٹی چھوٹی لڑائیاں بھی فتح ہو گئیں اطراف و جوانب کے بادشاہ جو در اصل کسریٰ وقیصر کے باج گذار تھے اور اپنی جگہ پر خود اُنھوں نے بھی قوت و شوکت حاصل کر لی تھی درہم و برہم کر دیئے گئے اور اسلام کا رواج مفتوحہ شہروں میں پیدا ہو گیا اور ہر شہر میں مسجدیں بن گئیں اور قاضی مقرر ہو گئے اور حدیث کے راوی اور فقہ کے مفتی سکونت پذیر ہوئے اور فاستویٰ علیٰ سوقہ کا درجہ حاصل ہو گیا:

پس جب ہم نے اس مثال کو (جو آیت میں مذکور ہے) اسلام کے ساتھ بڑی بڑی تبدیلیوں میں مطابق پایا تو معلوم ہو گیا کہ قرآن کے اشارات انھیں تبدیلیوں کی طرف تھے۔

جب یہ بات واضح ہو گئی تو اب جاننا چاہیے کہ خلفاء کا الذین معہ (یعنی ہمراہیان حدیبیہ) سے ہونا قطعی ہے لہٰذا اشداء علی الکفار اور رحماء بینھم بھی اُن کا وصف ہوگا اور یہ بات (یعنی کافروں پر سخت اور مومنوں پر نرم ہونا) خلافت خاصہ کے لوازم سے ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ فاستغلظ

خلافت شیخین کی طرف اشارہ ہے اور فاستوٰی علیٰ سوقہ، کا اشارہ اُن چھوٹی چھوٹی لڑائیوں کی طرف ہے جو حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں واقع ہوئیں۔ نیز اُن فتوحات کی طرف اشارہ ہے جو مسلمانوں کے کسی مقام پر جانے اور اُن کے باہمی اتفاق سے بقصد خلیفۂ وقت یا بغیر قصد خلیفۂ وقت محض فضل الٰہی سے حاصل ہوئیں۔

اس آیت سے خلفاء کی شان کی عظمت اور تائید اسلام میں اُن کا راسخ القدم ہونا بھی معلوم ہوا اور یہ کہ اُن کے ہاتھ سے دشمنانِ خدا پر جہاد اور کلمۂ خدا کی بلندی اس طرح واقع ہوگی کہ جناب پروردگار میں مقبول ہوگی اور عمدہ تعریف کی مستحق قرار پائے گی لیعجب الزراع کا لفظ (اللہ کی) کمال خوشنودی پر دلالت کرتا ہے کیونکہ اسلام کی کھیتی کا کاشتکار وہی معبود برحق ہے۔

وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت منھم میں منھم کی ضمیر (مجرور متصل) اس جماعت کی طرف پھرتی ہے جو ازر (اور استغلظ اور استوی سے سمجھی جاتی ہے مطلب یہ ہوا کہ اسلام جب غالب ہو جائے گا اور ایک بہت بڑی جماعت اسلام میں داخل ہو جائے گی تو خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ اُس بڑی جماعت میں سے جو لوگ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ موصوف ہوں گے اُن کو بڑا اچھا بدلا یعنی ہمیشگی کی نعمت عنایت فرمائے گا۔

ساتویں آیت اللہ تعالیٰ نے سورۃ توبہ (دسویں پارہ) میں یہ حکم دینے کے بعد کہ اھل کتاب سے لڑو یہاں تک کہ وہ ذلیل ہو کر ہاتھ سے جزیہ دیں اور اس کے بعد کہ اُن کے کفر کا اور اللہ کے سوا معبود بنانے کا ذکر کیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے غضب اور اُن کے قتل کا حکم دینے کو مقتضی ہے۔" فرمایا ہے۔

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝

مشرک اور نصاریٰ وغیرہ کی خواہش ہے کہ نور خدا کو اپنے مُنہ سے بجھا دیں اور قبول نہیں کرتا خدا مگر اس بات کو کہ پورا کرے نور اپنا، اگرچہ ناپسند کریں اس کو کافر۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسولؐ ہدایت اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے وہ اُس کو تمام دینوں پر اگرچہ ناخوش ہوں اس سے مشرک۔"

یہی آیت الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ دوسرے مقام پر بھی آئی ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے سورۃ صف (اٹھائیسویں پارہ) میں اللہ عزوجل پر بہتان باندھنے والوں کا ذکر کر کے فرمایا ہے۔ "يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ۝" اس آیت سے مقصود یہ ہے کہ نصاریٰ نے خصوصاً اور دوسرے منسوخ مذہب والوں نے عموماً بُرے بُرے اعتقاد ذات خداوندی کے متعلق پیدا کر لئے ہیں اور دین برحق یعنی ملت ابراہیمیہ کی عداوت پر آمادہ ہو گئے ہیں یہ بات غضب الٰہی کو جوش میں لائی لہٰذا ارادۂ خداوندی ان فرقوں کے سرنگوں اور درہم برہم کر دینے کے متعلق قائم ہو گیا

ور اس کی صورت عالم غیب میں اس طرح تجویز ہوئی ہے کہ ایک رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا جائے تاکہ وہ دین حق کے لئے تمام دینوں پر غالب آجانے کا ذریعہ بن جائے۔

یریدون لیطفئوا کا مطلب دو طرح بیان کیا جاتا ہے ایک یہ کہ کافروں نے نورِ خدا کو کوئی دیا، چراغ یا تھوڑی سی آگ سمجھ لیا ہے کہ منہ سے پھونک دینے میں بجھ جائے حاشَ لِلّٰہِ یہ نورِ خدا ہے منہ کی پھونکوں کو اس سے کیا واسطہ، ولنعم ما قیل۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن ✣ پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا (مترجم عفا اللہ عنہ)

دوسرا مطلب یہ ہے کہ کفار اعتراضات پیش کرتے ہیں اور کمزور سمجھ والوں پر دین کو مشتبہ بنا دیتے ہیں اس خیال سے کہ ایسا کرنے سے دین اسلام میں نقصان آجائے گا حاشَ لِلّٰہِ، یہ دین حق سبحانہ وتعالیٰ کا منظور نظر ہے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

قولہ تعالیٰ "لیظھرہ علی الدین کلہ" چونکہ دین حق کا غلبہ تمام دینوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حاصل نہیں ہوا کیونکہ نصاریٰ و مجوس اس وقت تک اپنے طمطراق پر قائم تھے لہذا اکثر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں عاجز ہو گئے ہیں۔ ضحاک نے کہا کہ یہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت ہو گی۔ حسن بن فضل نے کہا ہے کہ غلبہ سے مراد حجت و برہان کا غلبہ ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ نے ان سب سے زیادہ مضبوط بات بیان کی ہے انہوں نے کہا ہے کہ اپنے رسول کو تمام دینوں پر غالب کر دیا (اس طرح) کہ جن لوگوں نے آپ کا کلام سنا ان پر واضح کر دیا کہ یہی حق ہے اور جس قدر دین اس کے خلاف ہیں باطل ہیں اور نیز آپ کو اس طرح غالب کر دیا کہ گروہ مشرکین میں اصل دین دو تھے ایک اہل کتاب کا دین دوسرے اُمیوں کا دین، تو اُمیوں کو تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے مغلوب کر لیا یہاں تک کہ وہ لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور اہل کتاب کی یہ حالت ہوئی کہ ان میں سے بعض نے ذلت کے ساتھ جزیہ دینا منظور کیا اور آپ کا حکم ان پر جاری ہو گیا، یہی مطلب آپ کے دین کا تمام دینوں پر غالب آجانے کا ہے۔

یہ فقیر کہتا ہے (خدا اس کے گناہوں کو درگذر فرمائے) کہ جب کسی آیت کے معنی میں کچھ مشکل پیش آجائے تو وہاں دو باتوں کی ضرورت ہے۔ اول یہ کہ ہم الفاظ قرآنی کو لوگوں کے بیان کئے ہوئے معنی کے ساتھ عقل خالص کی ترازو میں (جو اوہام کی آفت سے محفوظ ہو) تولیں اگر دونوں میں موافقت ظاہر ہو تو فبہا ورنہ اس معنی کو ہم چھوڑ دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو ہم اپنا پیشوا بنا لیں کیونکہ آپ قرآن کے (حقیقی اور اصلی) مفسر ہیں (اس قاعدہ کے موافق) جب ہم (لوگوں کے بیان کئے ہوئے معنی یعنی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلبہ کو جو (مقام) نجران کے نصرانیوں اور ہجر کے مجوسیوں اور خیبر کے یہودیوں پر آپ کو حاصل ہوا اور آپ نے ان سے جزیہ اور خراج لیا عقل خالص کی ترازو کے ایک پلہ میں رکھتے ہیں اور الفاظ قرآنی یعنی، لیظھرہ علی الدین کلہ کو دوسرے پلہ میں رکھتے ہیں تو دونوں میں باہم کچھ مناسبت نہیں پاتے ایک تھوڑے سے حصہ پر غالب آجانا تمام دینوں پر غلبہ نہیں کہلا سکتا۔ تمام

دینوں پر غلبہ کے معنی تو یہ ہیں کہ تمام دین ریزہ ریزہ ہو جائیں اور اُن کے حمایتی درہم برہم ہو جائیں اور
کوئی شخص اُن دینوں کی طرف بلانے والا باقی نہ رہے نیز اُن دینوں کی عزت و بزرگی بالکل زائل ہو
جائے (لہٰذا ہمیں اس باب میں احادیث پر نظر ڈالنی چاہیئے تو ہم دیکھتے ہیں کہ مسلم نے عیاض
بن حمار مجاشعی سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے خطبہ میں فرمایا
کہ سنو "میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں بتادوں جو تم نہیں جانتے اور آج اللہ
نے مجھے اُن کا علم دیا ہے اللہ فرماتا ہے کہ جس قدر مال میں نے کسی بندے کو دیا وہ حلال ہے اور فرماتا
ہے میں نے اپنے سب بندوں کو عقیدۂ شرک سے خالی پیدا کیا ہے مگر شیاطین ان کے پاس
آئے اور اُن کو اُن کے (فطری) دین سے ہٹادیا۔ اور (فرماتا ہے کہ) میں نے بندوں کے لئے جو چیزیں حلال
کی تھیں شیاطین نے ان پر حرام کردیں۔ اور شیاطین نے اُنہیں سکھایا کہ وہ میرے ساتھ اس کو شریک
بنائیں جس کی کوئی سند میں نے نہیں اُتاری اور (فرماتا ہے کہ) اللہ نے تمام روئے زمین کے لوگوں کو
دیکھا اور سب کو ناپسند کیا، کیا عرب کیا عجم، سوا چند اہل کتاب کے (جو اصلی دین پر قائم ہیں) اور فرماتا
ہے کہ (اے محمدؐ) میں نے تم کو اس لئے بھیجا ہے کہ تاکہ (اُن لوگوں کے ذریعہ سے) تمہاری آزمایش کروں
اور تمہارے ذریعہ سے اُن کی آزمایش کروں۔ اور (فرماتا ہے کہ) میں نے تم پر ایک ایسی کتاب نازل
کی ہے جس کو پانی دھو نہیں سکتا تم سوتے اور جاگتے اُس کو پڑھتے ہو اور سنو اللہ نے حکم دیا ہے
کہ میں قریش کو جلا (کر ہلاک کر) دوں میں نے عرض کیا کہ اے پروردگار اگر ایسا کروں تو وہ میرا سر
کیوں باقی رکھنے لگے فرمایا کہ تم بھی ان کو (مکہ سے) نکال دو جس طرح اُنھوں نے تم کو نکال دیا اور تم اُن سے
جہاد کرو ہم تم کو جہاد کی قوت عنایت کریں گے اور تم (جہاد کے لئے) خرچ کرو ہم تمہیں دیں گے اور تم ایک
لشکر بھیجو ہم ویسے ہی ویسے پانچ لشکر بھیج دیں گے۔

(۲) اور مسلم نے حضرت ثوبان سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے
میرے لئے زمین کو لپیٹ دیا اور میں نے اُس کے مشرق و مغرب سب دیکھ لئے اور بے شک میری
امت کی سلطنت اس حصۂ زمین تک پہونچے گی جو میرے لئے لپیٹا گیا اور (فرمایا کہ) مجھے سُرخ و سفید
دونوں قسم کے خزانے دیئے گئے۔

(۳) اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کسریٰ
(یعنی شاہِ فارس) برباد ہو گیا اب اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر بھی یقیناً برباد ہو جائے گا اور اس کے
بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ اور تم لوگ ان دونوں (بادشاہوں) کے خزانے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کرو گے۔

(۴) اور مسلم نے حضرت جابر بن سَمُرۃ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ یقیناً ایک جماعت مسلمانوں کی (یا فرمایا) مومنوں کی آل کسریٰ کے خزانے
کو جو ملک فارس میں ہیں فتح کرے گی۔

(۵) اور ترمذی نے ایک بڑی حدیث میں حضرت عدی بن حاتم سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! میں تم پر فاقہ (کی مصیبت) کا خوف نہیں رکھتا کیونکہ اللہ تمہارا مددگار اور تمہارا دینے والا ہے (تمہاری دولت مندی اس حد تک پہونچے گی کہ) ایک بڑھیا یثرب سے لے کر حیرہ تک جہاں اکثر چوروں کا خوف ہوتا ہے تنہا سفر کرے گی اور کوئی اُس سے مزاحمت نہ کریگا حضرت عدی کہتے ہیں اُس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ قبیلہ طئے کے ٹھگ (اُس زمانہ میں) کہاں چلے جائیں گے۔

(۶) ۱۶ ویں امام احمد نے حضرت مقداد سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرماتے تھے روئے زمین پر کوئی گھر اور کوئی خیمہ باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تعالیٰ کلمۂ اسلام کو داخل نہ کرے کسی سعادت مند کو عزت دے کر یا کسی بدنصیب کو ذلت دے کر عزت دینے کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اہل اسلام میں سے کر دے اور ذلت دینے کی صورت یہ ہے کہ وہ اسلام کے محکوم بن جائیں حضرت مقداد کہتے ہیں میرے دل خیال آیا کہ فیکون الدین کلہ للہ (یعنی اُس وقت ہر جگہ دین اللہ کا ہوگا)

ان احادیث صحیحہ کا مقتضا یہ ہے کہ دین کا پورا غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوگا لہٰذا انہیں احادیث کو ہم نے پیشوا بنایا اور آیۃ کریمہ کو آپ کے زمانہ حیات سے متعلق نہ رکھا الفاظ قرآنی بھی اس کو نہیں چاہتے کہ حضرت کی حیات ہی میں دین حق کو غلبۂ کامل ہو جائے چنانچہ **اگر لیظھرہ** کی ضمیر (منصوب متصل کو ھدی اور دین حق کی طرف ہم پھیریں تو مطلب یہ ہوگا کہ رسول کا ھدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجنا اس ہدایت اور دین حق کے تمام دینوں پر غالب آجانے کا سبب بن جائے گا۔ اس صورت میں کچھ ضروری نہیں ہے کہ وہ غلبہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہو جائے۔ خود آپ کا مبعوث ہو جانا غلبہ کا سبب ہو گیا۔ اگرچہ تکمیل اس غلبہ کی آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں کے ہاتھوں ہوئی اور اگر یہ ضمیر رسول کی طرف پھیری جائے تب بھی کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ دین حق کا جو غلبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں کے ہاتھوں سے ہوا بلا شبہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ ہے۔

اگر تم سُن سکتے ہو تو ایک باریک نکتہ سنو۔ خدائے تعالیٰ جب کسی پیغمبر کو اصلاح عالم کے لئے اور بنی آدم کو نیکیوں سے نزدیک کرنے اور بدیوں سے دُور کرنے کے لئے مبعوث فرماتا ہے اور غیب الغیب میں کوئی خاص صورت اس اصلاح کی مقرر کر دیتا ہے تاکہ وہ اصلاح اسی صورت میں ظاہر ہو تو لامحالہ وہ صورت خاص اس پیغمبر کی بعثت میں پوشیدہ ہوتی ہے پھر جب حکمت الٰہی اس پیغمبر کو عالم ادنےٰ سے رفیق اعلےٰ کی طرف اس صورت کی تکمیل سے پہلے لے جانا چاہتی ہے تو لامحالہ وہ پیغمبر اُن مقاصد کے پورا کرنے کے لئے جو اس کی بعثت میں مندرج ہیں اپنی امت میں سے کسی شخص کو اپنا آلہ بناتا ہے اور اُس کی تربیت کرتا ہے تاکہ اس کا دل الہام خداوندی کے نزول کے قابل ہو جائے اور پھر اُس شخص کو اُن مقاصد کی وصیت کر دیتا ہے اور اُن کی ترغیب دیتا ہے اور اُن مقاصد کے پورے ہونے کی دُعا مانگتا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص بدنی قوت نہ رکھتا ہو کہ حج کا ارادہ کر سکے مگر مالی طاقت رکھتا ہو تو اُس پر ضروری ہے کہ فریضۂ

حج کے پورا کرنے کے لئے دوسرے سے حج کرائے اور اُس کے نامۂ اعمال میں دوسرے کا حج لکھا جائے اور یہ شخص بوجہ سبب ہونے کے حکم الٰہی کا مطیع ہو اور ثوابِ حج کا پورا حصہ حاصل کرے۔ اس قسم کا خلیفہ بنانا ہر دین میں ہوا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوشع کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں کو اپنا خلیفہ بنایا تھا حضرت عیسیٰؑ کے خلیفہ بنانے کا ایک عجیب طریقہ تھا انجیل میں مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے ایک روٹی اپنے ہاتھ میں لی اور فرمایا کہ یہ عیسیٰ کا گوشت اور پوست ہے پھر وہ روٹی آپ نے حواریوں میں تقسیم کر دی جب اُنہوں نے اس روٹی کو کھا لیا تو حضرت عیسیٰؑ مناجات کرنے لگے اور فرمایا کہ یا اللہ جس طرح اُنہوں نے یہ روٹی کھا لی اور وہ اُن کے بدن میں محلول ہو گئی اسیطرح عیسےٰ ان کے بدن میں حلول کر جائے۔ اے خداوند جو نظرِ رحمت تو میری طرف رکھتا ہے وہی ان پر مبذول فرما تاکہ یہ لوگ تیرے بندوں کو تیری طرف بلائیں۔

اسی قاعدہ کے موافق جب عالم میں جناب الوہیت کے متعلق بُرے اعتقاد پھیل گئے اور عقیدۂ ارجا کا رواج ہو گیا یعنی اعمال کو ساقط از درجۂ اعتبار سمجھنا اور (بُرے) کاموں کے بد انجام سے خوف نہ کرنا جو تمام انبیا علیہم السلام کی شریعتوں کے خلاف ہے تو غضب الٰہی جوش میں آیا اور ارادہ انتقام عالم ملکوت میں پیدا ہوا پھر ان لوگوں کے ہلاک و برباد کرنے کا ایک وقت مقرر ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لکل امۃ اجل (سورۃ اعراف۔ پارہ ۸) (ترجمہ) ہر گروہ کے لئے ایک وقت ہے جب وُہ وقت آجاتا ہے تو ایک ساعت کے لئے بھی وہ گروہ نہ پیچھے ہٹ سکتا ہے نہ آگے چنانچہ وہ وقت آگیا تو حق تعالیٰ نے افضل افرادِ بشر یعنی ذاتِ مقدس ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور اپنی وحی آپ پر نازل فرمائی اور آنجنابؐ نے اپنی انتہائی کوشش کے ساتھ اس ہدایت اور دین حق کی طرف لوگوں کو بلایا۔ قابلیت رکھنے والے سعادت اندوز ہوئے اور بدبخت لوگ ملعون ابدی بن گئے اسی بعثت کے ضمن میں وہ ارادۂ انتقام ان لوگوں سے جو جناب الوہیت کے متعلق بُرے اعتقادات رکھتے تھے قائم کیا گیا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ (باوجود سراپا رحمت ہونے کے) اس انتقام میں بمنزلہ جارحہ (الٰہی) کے ہو گئے جس طرح حضرت جبرئیل (باوجود سراپا رحمت ہونے کے) صیحۂ ثمود کے وقت جارحہ الٰہی بنے تھے اسی وجہ سے جو لڑائیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے واقع ہوئیں وہ اُن لڑائیوں میں شریک ہونے والوں کے لئے موجب نزول برکات عظیمہ ہیں اور اُن لڑائیوں میں ایک ساعت کی شرکت صد سالہ عبادت کی برابر تہذیب باطن میں کارگر ہوئی اسیوجہ سے ہماری شریعت میں جہاد کا ثواب تمام عبادات کے ثواب سے بالاتر ہے اور اہل بدر، اہل احد و اہل حدیبیہ کی فضیلت مانی گئی ہے **خلاصہ** یہ کہ (اس آخر زمانہ میں) عالم کی اصلاح اور دشمنان خدا سے انتقام لینے کی ایک خاص صورت مقرر ہو گئی تھی اور وہ صورت یہ نہ تھی کہ وہ (مثل قوم قارون کے) زمین میں دھنسا دیئے جائیں یا (مثل قوم ہود وغیرہ کے) ان پر آسمان سے پتھر برسائے جائیں یا مثل قوم ثمود کے صیحہ سے ہلاک کئے جائیں اس خاص صورت کی تعیین کسی ایسی حکمت کے سبب سے ہوئی جس کو سوا اللہ کے کوئی نہیں جانتا

ر وہ خاص صورت یہ تھی کہ ادیان (باطلہ) کے حامیوں اور دعوت دینے والوں کو بذریعہ قتل گرفتاری، تاراج
بندش وخراج وجزیہ سرنگوں کرکے اور اُن کی دولت وشوکت کو پائمال اور بے حقیقت کرکے آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ کے دین کو غلبہ دیا جائے اور یہ صورتِ خاص آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی بعثت کے ساتھ لپٹی ہوئی تھی اور آنجنابؐ کی بعثت اس خاص صورت پر متضمن تھی۔ یہی مطلب
اس آیت کا ہے کہ اللہ نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اس لئے بھیجا تاکہ اس دین کو تمام
دینوں پر غالب کر دے اور یہی مطلب اس حدیث قدسی کا ہے کہ اے محمدؐ تم کو میں نے اس لئے بھیجا
ہے کہ تمہاری آزمائش کروں اور تمہارے ذریعہ سے لوگوں کی) آزمایش کروں۔

عجم وروم کی تواریخ میں یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہوتی ہے کہ وہ لوگ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ
عنقریب ہماری دولت درہم وبرہم ہوجائے گی اور دولت عرب (عالم) میں جاگزین ہوگی نجومیوں نے
بات اوضاع فلکی کو اپنی سلطنت کے حق میں منحوس دیکھ کر اور اس سلطنت کے ستاروں کی باہمی عداوت
کو دیکھ کر اور ستارۂ عرب کی قوت کو دیکھ کر جان لیا تھا۔ اور کاہنوں نے اپنی کہانت کے زور سے اور عام
آدمیوں نے خواب سے اور غیبی آوازوں سے اور اسی قسم کی چیزوں سے سمجھ لیا تھا مگر یہ نکتہ ان لوگوں
کو معلوم نہ ہوا کہ سات آسمانوں کے اوپر سے ارادۂ انتقام نازل ہوا ہے اور ملأ اعلےٰ اور ملأ سافل سب
اس رنگ میں رنگ گئے ہیں یہ اوضاع فلکی اس انتقام کا وقت آجانے کی علامت ہیں نہ مؤثر حقیقی۔ اگر
اس ارادہ کو جو غیب الغیب سے نازل ہوا تھا وہ لوگ سمجھ لیتے تو حق اور باطل کی اُن کو تمیز ہو جاتی۔

الحاصل اس وقت تمام ملک دو پرشوکت بادشاہوں یعنی کسریٰ وقیصر کے زیر حکم تھا یہ دونوں بادشاہ
تمام دوسرے مذاہب پر غالب تھے یہ دونوں بادشاہ (مذہب) اباحت کی طرف میل رکھتے تھے اور عقیدہ
فساد ان دونوں پر غالب تھا کسریٰ اور قیصر ان دونوں مذہبوں کے حامی تھے اور قولاً وفعلاً ان دونوں مذہبوں
کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے اور ان دونوں مذہبوں کی ترویج کا سبب بنے ہوئے تھے کیونکہ لوگ اپنی بادشاہوں
کے دین پر ہوتے ہیں۔ روم، روس، فرنگ، جرمن، افریقیہ، شام، مصر اور بعض بلاد مغرب وحبش قیصر کی
موافقت میں نصرانیت کے مذہب پر تھے۔ اور خراسان وتوران وترکستان وزاولستان وباختر وغیرہ کے
لوگ کسریٰ کی پیروی میں مجوسی تھے۔ اور باقی مذاہب جیسے مذہب یہود مذہب مشرکین ومذہب ہنود و
مذہب صابئین یہ سب انہیں دونوں بادشاہوں کی شوکت میں پامال اور کمزور ہو رہے تھے اور ان مذاہب
کے معتقدین درہم وبرہم ہوچکے تھے۔ لہٰذا ارادۂ الٰہی نے جو کہ دین برحق کے غالب کرنے اور کفار نابکار سے
انتقام لینے کے متعلق تھا سرزمین حجاز میں {جو نہ کسرای کے تصرف میں تھی نہ قیصر کے دونوں اس سے غافل
تھے اور ابتداءً شاہانہ غلبہ اُس سرزمین کے سوا دوسری جگہ ممکن نہ تھا} دین برحق کے قائم ہو جانے کے بعد
کسریٰ وقیصر کی سلطنت کو اپنا نشیمن بنایا کہ جب یہ دونوں دولتیں درہم وبرہم ہوجائیں گی جو موجودہ مذاہب
میں سب سے بڑی اور سب سے زیادہ مشہور ہیں اور سطوت اسلام ان دونوں سلطنتوں کے قائم مقام ہو جائے
گی تو باقی مذاہب شوکت اسلام سے خود بخود پامال ہو جائیں گے جس طرح ان دونوں سلطنتوں سے پامال

تھے اور چونکہ خدائے تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اُن روحانی نعمتوں کو جو بغیر رفیق اعلیٰ سے ملے ہوئے حاصل نہیں ہوسکتیں پسند فرمایا اس لئے ضروری ہوا کہ دین حق کے غلبہ کو کامل کرنے اور دشمنان خدا کی سرنگونی کو پورا کرنے کے واسطے آپ کسی کو خلیفہ بنائیں تاکہ یہ سب باتیں آپ کے صحیفۂ اعمال میں درج ہوجائیں اور وہ ارادۂ انتقام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ضمن میں لپٹا ہوا تھا اپنا کام پورا کرے

اس کی مثال یہ ہے کہ بادشاہ کا کوئی خاص بندہ محبت کی مجالس اور مقدس محافل میں بادشاہ کا ہم نشین ہو جائے اور بعض قلعوں کا فتح کرنا جن کے لئے بادشاہ نے بہت کچھ تاکید کی ہے (وہ بندہ) اپنے کسی اچھے کارگزار کے متعلق کردے اور جب وہ قلعے (اس کارگزار کے ہاتھ پر) فتح ہوجائیں تو یہ خاص بندہ اور مزید خلعتوں اور نوازشوں سے مخصوص بنے۔

جب یہ سب باتیں بیان ہوچکیں تو اب سمجھ لینا چاہیے کہ صحیح مطلب اس آیت کا یہ ہے، کہ جو بھی غلبہ دین حق کو حاصل ہوا وہ سب لیظھرہ میں داخل ہے اور اس غلبہ کے تمام اقسام میں اعلیٰ درجہ کی قسم یعنی دولت کسریٰ وقیصر کا درہم وبرہم کرنا بدرجۂ اولیٰ داخل ہے اور اس اعلیٰ مرتبہ کے حاصل کرنے والے خلفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے انہیں بزرگواروں کی کوششیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجنے سے حق تعالیٰ کو مقصود تھیں اور ان کی کوششیں آپ کی بعثت کے ساتھ لپٹی ہوئی تھیں۔ اور یہ بزرگوار تدبیر غیبی کے لئے اُس کے ظہور کے آلات تھے، خلافت خاصہ کے یہی معنی ہیں۔

پھر یہ بھی سمجھ لو کہ آیت مذکورہ میں لیظھرہ کے لفظ سے ظاہر ہے کہ وہ ہدایت اور دین حق جس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے گئے تھے ظاہر وغالب اور روشن ومشہور رہے گی نہ مخفی وپوشیدہ جیسا کہ شیعوں کا گمان ہے۔

یہ آیت حَکَم ہے اہل سنت واہل بدعت کے درمیان! اہل سنت اسی آیت کے موافق کہتے ہیں خدائے تعالیٰ نے ہدایت اور شریعت حقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو صحابہؓ تک پہونچایا اور صحابہؓ نے اُن معانی کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الفاظ سے مراد لئے تھے سمجھ لیا اور انہوں نے وہ تمام باتیں تابعین تک پہونچائیں اور تابعین نے بھی اُن کی مراد سمجھ کر تبع تابعین تک پہونچایا وعلیٰ ہذا کیونکہ مقصود الٰہی صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نہ تھی نہ یہ مقصد تھا کہ آپؐ فرض تبلیغ سے سبکدوش ہوجائیں گو سننے والے آپؐ کی مراد نہ سمجھیں بلکہ مقصود الٰہی ہر زمانہ میں ظہور اور غلبۂ دین حق تھا۔ لہٰذا جو شخص کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق صحابہؓ کو پہنچ
مگر صحابہ اُن معانی کو نہ سمجھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مراد لئے تھے یا سمجھے مگر غرض نفسانی اُن کو اس دین کے پوشیدہ کرنے پر باعث ہوئی وہ شخص بدعتی ہے۔

معتزلہ اور شیعہ جو کہتے ہیں کہ حدیث انکم سترون ربکم (ترجمہ "بیشک تم دیکھو گے اپنے پروردگ کو") معنی دیکھنے کے یہ ہیں کہ قیامت کے دن علم یقینی وجود خدا کا حاصل ہوجائے گا مگر صحابہؓ اس معنی کو بوجہ دقیق ہونے کے نہ سمجھ سکے۔ اور شیعہ جو کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضر

...تضیٰ کی خلافت پر نص فرما دی تھی مگر صحابہؓ نے غرض نفسانی کی وجہ سے اُس کو چھپا ڈالا اور خلافِ حکم کیا، یہ
...ب لوگ بدعتی ہیں۔ جب دین حق کا غلبہ خدا کو مقصود تھا تو اُس کے مقصود کو کوئی برہم نہیں کر سکتا؛

...سبحانك هذا بهتان عظيم "

آٹھویں آیت: اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران (چوتھے پارہ) میں فرمایا ہے:۔

...تم خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ
...أْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ
...نِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَوْ
...آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا
...هُمْ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ وَأَكْثَرُهُمُ
...الْفَاسِقُونَ ﴿﴾

تم ہو بہترین اُس گروہ کے جو نکالے گئے واسطے اصلاح آدمیوں کے حکم دیتے ہو پسندیدہ کام کا اور منع کرتے ہو ناپسندیدہ (کام) سے اور ایمان لاتے ہو خدا پر اور اگر ایمان لے آتے اہل کتاب تو بہتر ہوتا اُن کے لئے کچھ لوگ اُن میں سے مومن ہیں اور بہت لوگ اُن میں کے حد سے باہر نکل گئے ہیں"

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں اول یہ کہ تم اس صفت کے ساتھ فی الحال موصوف (دوم یہ کہ) تم علم الٰہی میں (پہلے ہی سے) اس صفت کے ساتھ موصوف تھے۔ کنتم کا مصدر کینونۃ ...ی ہستن بھی آتا ہے اور بمعنی بودن اسی لحاظ سے یہ دو معنی ہوئے

اخرجت للناس یہ نکالا جانا ایسا نہیں ہے کہ عدم سے وجود میں یا کسی تنگ مقام سے وسیع ...ان میں) نکالے گئے ہوں بلکہ مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ لوگ حق تعالیٰ کے آوردہ ہیں (آوردہ ہونے کی صورت ...ئی کہ کارپردازانِ قضا و قدر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا باطن مقدس اصلاح بنی آدم کے ارادہ ...لبریز کر دیا اور اس ارادہ کی ایک شعاع نور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک سے ...جس قدر لوگ قابلیت رکھتے تھے وہ اُس نور سے منور ہو گئے اور اسی ارادہ نے اُن کے اندر بھی ...ش کیا لہٰذا تمام افراد بشر میں وہی لوگ اس دولت سے سرفراز ہوئے اور اس نعمت کے ساتھ مخصوص ...ئے پس یہ لوگ افراد بشر کے درمیان حق تعالیٰ کے آوردہ ہوئے۔ اور لِلنَّاسِ (کا لام جو بقاعدہ لغت ...کے معنی دیتا ہے) ظاہر کر رہا ہے کہ یہ تدابیر الٰہی بندوں کی اصلاح کے لئے ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ایک اس گروہ کے ذریعہ سے نورانی اور با ادب ہو جائے (اب اس آیت کی تفسیر میں چند حدیثیں سنو)

بغوی وغیرہ نے حضرت ابو سعید خدری سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ کہ ...پؐ نے فرمایا آگاہ رہو کہ یہ امت سترویں امت ہے اور گذشتہ تمام امتوں سے اللہ عز و جل کی نزدیک ...ر اور بزرگ تر ہے۔

اور بغوی نے بہز بن حکیم سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اُن کے دادا سے روایت کی ہے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کنتم خیر اُمّۃ کے متعلق فرماتے ہوئے سنا کہ تم لوگ سترویں ...ت ہو اور ان سب امتوں سے اللہ کے نزدیک بہتر اور بزرگ ہو۔

اور ابو عمرؒ نے (کتاب) استیعاب میں حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ انہوں نے

فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے دل کو دیکھا تو اُن میں سب سے بہتر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو پایا لہٰذا اُن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ اُن کو مبعوث فرمایا پھر (دوبارہ) اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا تو محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد سب بندوں کے دلوں سے آپؐ کے اصحابؓ کے دلوں کو بہتر پایا، لہٰذا اُن کو اپنے نبیؐ کا وزیر بنایا کہ وہ اُس کے دین (کی طرف) سے لڑتے ہیں۔

(۴) اور ابو عمر نے حضرت ابوہریرۃ سے کنتم خیر امۃ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اس امت کے لوگ بنی آدم کے لئے سب آدمیوں سے زیادہ نافع ہیں کہ اُن کو (میدان جنگ سے پکڑ کر) زنجیروں میں جکڑ کر لاتے ہیں اور اسلام میں داخل کرتے ہیں۔

تامرون بالمعروف یہ ایک نیا جملہ ہے ان لوگوں کے بہترین اُمت ہونے کی دلیل ہے یعنی اُن اوصاف جمیلہ کے سبب سے تم بہترین ہو) مجاہد (امام المفسرین) نے کہا ہے کہ بیشک وہ لوگ سب سے بہتر تھے اُن اوصاف کے سبب سے جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائے ہیں (یعنی) تامرون بالمعروف الایۃ پھر (دیکھو کہ) یہاں دو وصف بیان کئے گئے ہیں۔

ایک (وہ جو اُن معاملات کی درستی پر دلالت کرتا ہے جو) اُن کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان ہیں۔ اور وہ (وصف) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ دوسرا وہ (جو ان معاملات کی پاکیزگی پر دلالت کرتا ہے جو) اُن کے اور اللہ کے درمیان میں (رہتے ہیں) اور وہ ایمان ہے جس میں ستر سے اوپر کچھ شاخیں ہیں (یہ دونوں وصف جس میں موجود ہوں) اس کے جامع اوصاف اور بہترین ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے۔

ولو امن میں، اس امت مرحومہ کے لانے کا سبب بیان فرماتا ہے وہ یہ کہ اہل کتاب بھی کسی وقت میں اخرجت للناس۔ کے مصداق تھے چونکہ ان کی حالت متغیر ہوگئی لہٰذا حکمت الٰہی نے عرب سے ایک دوسری قوم کو ظاہر کا تقاضا کیا بغوی (مفسر) نے کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اُنھوں نے فرمایا کنتم خیر امۃ کی فضیلت صرف ہمارے اگلوں کے لئے ہے پچھلوں کے لیے نہیں ہے اور ابو عمر نے کہا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب سے مروی ہے کہ جس کو خواہش ہو کہ اس گروہ میں (جس کی شان خیر امۃ ہے) داخل ہو جائے اُس کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اوصاف ہم میں بیان کئے ہیں، اُن کو حاصل کرے حضرت عمر کے ان دونوں قولوں میں باہم مخالفت نہیں ہے کیونکہ مفہوم آیت کا تمام اُن لوگوں کو شامل ہے جن کے دل میں اصلاح عالم کی روح (کارکنان قضاء و قدر) پھونک دیں خواہ اس امت کے اگلوں سے ہوں یا پچھلوں لہٰذا یہ کہنا صحیح ہوا کہ جس کو خواہش ہو وہ ایسا کرے لیکن (چونکہ) مصداق ان اوصاف کے خارج میں اس امت کے اگلے لوگ تھے (لہٰذا یہ فرمانا بھی بجا ہے کہ یہ آیت صرف اگلوں کے لئے ہے) کیونکہ قرن کے بعد جہاد اور امر معروف اور نہی منکر کا طریقہ مٹ گیا۔

جب یہ سب باتیں بیان ہو چکیں تو اب جاننا چاہیئے کہ حضرات خلفاء اسی (بہترین) گروہ سے ہیں جن کی صفت (اس آیت میں) اُخرجت للناس (وارد ہوئی) ہے بوجہ اس کے کہ ان کے حالات سے امر بالمعروف

نہی عن المنکر اور ایمان کے ساتھ ان کا موصوف ہونا) بتواتر ثابت ہوچکا ہے. اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ مسلمانوں
لی بڑی بڑی جماعتیں انہیں بزرگوں کی قوت ہمت سے یکجا اور متفق ہوئیں اور انہوں نے بڑی وسیع
ہوں کو فتح کیا اور لوگ گروہا گروہ ان کی کوشش سے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے لہٰذا ثابت ہوگیا کہ یہ
ب بہترین امت ہیں (اور جب بہترین امت ہوئے تو خلافت ان کی برحق ہوئی غصب و ظلم کی جھوٹی
مت سے ان کا دامن پاک ہے) اور یہی مقصود ہے۔

نویں آیت: اللہ تعالیٰ سورہ حدید (ستائیسویں پارہ) میں فرماتا ہے:۔ ترجمہ

یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ
بْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ
عْظَمُ دَرَجَۃً مِّنَ الَّذِیْنَ
نْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا
کُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی
اللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بِیْرٌ ۝

برابر نہیں ہے تم میں سے وہ شخص جس نے (راہِ خدا میں) مال
خرچ کیا فتح سے پہلے اور جہاد کیا اس نے اس شخص کے ساتھ
جس نے ایسا نہ کیا وہ لوگ جو فتح سے پہلے یہ کام کرچکے بزرگ تر
ہیں (بلندی) مراتب میں اُن لوگوں سے جنہوں نے (راہِ خدا
میں) مال خرچ کیا اور جہاد کیا بعد فتح کے اور ہر ایک کو وعدہ
دیا ہے اللہ تعالیٰ نے اچھی چیز (یعنی نجات) کا اور خدا جو تم کرتے
ہو اس سے واقف ہے"

یہ آیت ظاہر کر رہی ہے کہ سب صحابہ ایک مرتبہ میں نہیں ہیں بعض بعض سے افضل و اکمل ہیں
فاق و جہاد میں تقدیم و تاخیر کے مطابق (ائمہ) ائمہ محدثین نے بواسطۂ حضرت ابوسعید خدری نبی صلے اللہ
لیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میرے صحابہ کو برا نہ کہو قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان
ہے کہ اگر کوئی شخص تم میں سے کوہ احد کی برابر سونا (راہ خدا میں) خرچ کرے تو وہ اُن کے ایک مد یا نصف
کے خرچ کی برابر (ثواب میں) نہیں ہوسکتا

من قبل الفتح میں فتح کے دو معنی بیان کئے گئے ہیں اول فتح مکہ اور یہی اکثر مفسرین کا قول ہے دوسرے
ملح حدیبیہ اور یہ معنی احادیث فضائل حدیبیہ کے زیادہ مناسب ہیں یہ اختلاف فتح کے معنی میں
کلمہ انا فتحنا لک فتحا مبینا کی تفسیر پر مبنی ہے کہ اسکے بھی دو معنی بیان کئے گئے ہیں جو لوگ فتح مبین
سے فتح مکہ مراد لیتے ہیں وہ یہاں بھی فتح کے معنی فتح مکہ بیان کرتے ہیں اور جو لوگ فتح مبین سے صلح حدیبیہ
مراد لیتے ہیں وہ یہاں بھی فتح کے معنی صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔

یہ آیت بطور منطوق بتا رہی ہے کہ جن لوگوں نے فتح سے پہلے مال خرچ کیا اور جہاد کیا وہ اُن لوگوں
سے افضل ہیں جنہوں نے بعد فتح خرچ کیا اور جہاد کیا اور بطور مفہوم موافق بتا رہی ہے کہ جس نے فتح سے
پہلے (زیادہ خرچ کیا ہو اور زیادہ جہاد کیا ہو اُس کا مرتبہ (اُن لوگوں میں بھی) سب سے اقدم و افضل ہوگا اور یہ
بھی سمجھنے کے قابل ہے کہ جو جہاد مکہ میں قبل از ہجرت تھا وہ ہاتھ اور لاٹھی سے تھا اور جو جہاد بعد ہجرت واقع
ہوا وہ تلوار سے اور نیزوں سے تھا اور لغت میں دونوں کو قتال کہتے ہیں لہٰذا جو جہاد قبل ہجرت ہوتا رہا اُس کا
بھی لحاظ کیا جائیگا اسی مفہوم کے لحاظ سے چونکہ ابوبکر صدیق کا جہاد قبل ہجرت سب سے فائق تھا لوگوں نے

کہا ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ بغوی نے لکھا ہے کہ محمد بن فضیل نے کلبی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حق میں نازل ہوئی ہے کیونکہ سب سے پہلے وہی اسلام لائے اور سب سے پہلے اُن ہی نے اللہ عزوجل کی راہ میں (اپنا مال) خرچ کیا حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے تلوار ہاتھ میں لے کر اپنا اسلام ظاہر کیا وہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم تھے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں (ایک روز) نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا اور (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی (اس وقت) آپ کے پاس (بیٹھے ہوئے) تھے اور اُن کے جسم پر اس وقت ایک کملی تھی جس کے دونوں کنارے اُنھوں نے اپنے سینہ کے پاس (ایک کانٹے سے) اٹکائے تھے اسی حالت میں جبرائیل علیہ السلام آئے اور (اُنھوں نے) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کیا سبب ہے میں دیکھتا ہوں کہ ابوبکر (کے جسم پر) ایک کملی ہے جس کے دونوں کنارے اُنھوں نے اپنے سینہ پر ٹانکہ لئے ہیں حضرت نے فرمایا (وجہ یہ ہے کہ) وہ اپنا مال قبل فتح میرے اوپر خرچ کر چکے حضرت جبریل نے کہا اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ ابوبکر سے میرا سلام کہئیے اور اُن سے پوچھئے کہ اپنی اس فقر کی حالت میں مجھ سے خوش ہو یا ناخوش پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ای ابوبکر اللہ عزوجل تم کو سلام فرماتا ہے اور تم سے پوچھتا ہے کہ تم اپنے اس فقر کی حالت میں مجھ سے خوش ہو یا ناخوش؟ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میری کیا ہستی جو میں اپنے پروردگار سے ناخوش ہوں میں اپنے پروردگار سے خوش ہوں میں اپنے پروردگار سے خوش ہوں۔

اور حاکم اور ابو عمر نے ہشام بن عروہ سے اُنھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ابوبکر صدیق جب اسلام لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار (اشرفیاں) تھیں وہ سب اُنھوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر راہ خدا میں خرچ کر دیں (یہ تو حضرت صدیق کے خرچ کرنے کی کیفیت تھی اب اُن کے جہاد کی حالت سنو) ریاض النضرۃ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے وہ کہتی تھیں کہ (ایک روز) رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام اصحاب یکجا ہوئے وہ کل انتالیس[۳۹] مرد تھے تو ابوبکر نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اعلان اسلام کی بابت اصرار کیا آپ نے فرمایا ای ابوبکر ابھی ہم لوگ بہت تھوڑے ہیں مگر وہ برابر آپ سے اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور تمام مسلمان کعبہ کے اندر اِدھر اُدھر بیٹھ گئے اور ابوبکر رضؓ وعظ کہنے کھڑے ہوئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیٹھے ہوئے تھے وہ سب سے پہلے واعظ ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل اور اُس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگوں کو بلایا۔ حضرت صدیق رضؓ کا وعظ کہنا تھا کہ مشرکوں نے اُن پر اور نیز اور مسلمانوں پر ہجوم کر لیا اور اُن مارنا شروع کیا کعبہ کے اندر جس قدر مسلمان تھے سب کو بہت سخت مارا اور ابوبکر تو پیروں سے روندے گئے اور بہت ہی سخت مارے گئے۔ اور (اسی حالت میں) عتبہ بن ربیعہ خبیث اُن کے قریب گیا اور اُس نے دسلی ہوئی جوتیوں سے اُن کو مارنا شروع کیا اور اُن کے مبارک چہرہ پر مارتے مارتے پھٹنے کے قریب پہونچا دیا چہرہ پر اس قدر ورم آگیا کہ ناک اور منہ معلوم نہ ہوتا تھا۔

ائے میں حضرت صدیق کے قبیلہ، بنی تیم کے لوگ دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے مشرکوں کو ابوبکرؓ
کے پاس سے ہٹایا اور اُن کو کپڑے میں لاد کر اُن کے گھر لے گئے ان سب کو یقین تھا کہ اب یہ زندہ نہ رہیں
گے پھر بنی تیم کے لوگ لوٹ کر کعبہ میں آئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم اگر ابوبکر مر گئے تو ہم ضرور ضرور عتبہ کو مار
ڈالیں گے اس کے بعد پھر وہ ابوبکر کے پاس گئے ابو قحافہ (اُن کے والد) اور قبیلہ بنی تیم کے لوگ برابر اُن کو پکارتے
تھے (مگر وہ جواب نہ دیتے تھے) بالآخر شام کے قریب جواب دیا اور یہ بات کہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کیسے ہیں تمام بنی تیم کے لوگوں نے اُن کو ملامت کی اور طعنے دیئے (کہ دیکھو تم نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے
اپنی جان و آبرو سب تباہ کر دی) اُس کے بعد وہ لوگ اٹھ گئے اور (حضرت صدیقؓ کی والدہ) ام الخیر بنت صخر
سے کہہ گئے کہ دیکھو اِن کو کچھ کھلا پلا دینا چنانچہ وہ اُن کے پاس گئیں اور انھوں نے بہت اصرار کیا مگر وہ یہی پوچھتے
رہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں ام الخیر نے کہا واللہ مجھے تمہارے صاحب کی کچھ خبر نہیں حضرت ابوبکرؓ
نے کہا اگر تم ام جمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور اُن سے حضرت کا حال پوچھو چنانچہ وہ ام جمیل کے پاس
گئیں اور کہا کہ ابوبکر تم سے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ابن عبداللہ کا حال پوچھتے ہیں ام جمیل نے (براہ رازداری
صاف انکار کر دیا) کہا نہ میں ابوبکر کو جانتی ہوں نہ محمد بن عبداللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) کو اور اگر تم چاہو
تو میں تمہارے ہمراہ تمہارے بیٹے کے پاس چل سکتی ہوں ام الخیر نے کہا اچھا چلو چنانچہ ام جمیل ان
کے ہمراہ گئیں اور انھوں نے دیکھا کہ ابوبکر پڑے ہوئے ہیں اور بہت سقیم حالت ہے ام جمیل
اُن کے قریب گئیں اور (ضبط نہ کر سکیں) چلا اٹھیں کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ ایسا کیا ہے بڑے
بدکار لوگ ہیں مجھے یقین ہے کہ اللہ تمہارا انتقام اُن سے لے گا حضرت ابوبکر نے کہا یہ
باتیں تو پھر کرنا پہلے یہ بتاؤ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں ام جمیل نے (آہستہ سے) کہا
کہ تمہاری والدہ سن رہی ہیں (ابھی نہ پوچھو) حضرت ابوبکر نے کہا کہ میری والدہ سے تم کچھ اندیشہ
نہ کرو ام جمیل نے کہا بحمد اللہ صحیح و سالم ہیں حضرت ابوبکر نے پوچھا کہ کہاں تشریف رکھتے
ہیں ام جمیل نے کہا کہ ارقم کے گھر میں (اس کے بعد ام جمیل اور حضرت صدیق رضؓ کی والدہ
دونوں نے ان سے کھانے کے لئے اصرار کیا حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ میں نے اللہ سے
عہد کیا ہے کہ جب تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں نہ پہونچوں گا
نہ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ ان دونوں نے یہ سنکر توقف کیا یہاں تک کہ جب
رات بہت آگئی (اور) پیروں کی چاپ موقوف ہو گئی اور سب لوگ اپنی اپنی جگہ
پر سو رہے تو دونوں اُن کو لے چلیں ابوبکر ان دونوں پر ٹیک لگائے ہوئے چل رہے
تھے یہاں تک کہ دونوں نے اُن کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچا دیا حضرت
عائشہ رضؓ کہتی ہیں کہ (پہونچتے ہی) حضرت ابوبکر رضؓ آپ پر جھک پڑے اور آپ کی پیشانی
مبارک کا بوسہ لیا اور تمام مسلمان ابوبکر صدیق رضؓ پر جھک پڑے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو اُن کی حالت دیکھ کر بہت سخت رقت طاری ہوئی حضرت ابوبکر نے کہا میرے

ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں اُس خبیث نے جو میرے منہ پر مارا تھا اب اُس کا کچھ بھی اثر مجھے نہیں معلوم ہوتا اس وقت ایک عرض یہ ہے کہ (میری) یہ والدہ اپنے ماں باپ کی بڑی خدمت گزار ہیں اور آپ مورد برکت ہیں لہٰذا ان کو اللہ کی طرف بلایئے اور اللہ عزوجل سے اُن کے لئے دعا کیجئے امید ہے کہ اللہ اُن کو آپ کی برکت سے دوزخ سے بچالے چنانچہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے لئے دعا کی اور وہ اسلام لے آئیں ایک مہینہ تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف انتالیس ۳۹ مسلمان تھے جس روز حضرت ابوبکر مارے گئے اسی دن حضرت حمزہ اسلام لے آئے۔

اور بخاری نے عُروہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے عبداللہ بن عمرو بن عاص سے پوچھا کہ سب سے زیادہ سخت کام جو مشرکوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا وہ کیا تھا انھوں نے کہا سب سے زیادہ سخت نظارہ جو میں نے دیکھا وہ یہ تھا کہ عقبہ بن ابی معیط نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ کی چادر آپ کے گلے میں لپیٹ کر اُس نے آپ کا گلہ گھونٹنا شروع کیا حضرت ابوبکر کو خبر ہوئی تو وہ آئے اور اُنھوں نے عقبہ کو آپ کے پاس سے ہٹایا اور کہا کیا تم ایک شخص کو قتل کئے ڈالتے ہو اس بات پر کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس کھلی ہوئی نشانیاں تمہارے پروردگار کے پاس سے لایا ہے۔

اور حاکم نے حضرت انس رضہ سے روایت کی ہے کہ کافروں نے (ایک مرتبہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مارا کہ آپ بے ہوش ہو گئے، اتنے میں ابوبکر آگئے اور اُنھوں نے آپ کو بچا لیا بعد اُس کے وہ کھڑے ہو گئے اور پکار کر کہنے لگے تم لوگوں کی خرابی ہو گیا تم ایک شخص کو قتل کیئے ڈالتے ہو صرف اس بات پر کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے اور بیشک وہ معجزات بھی تمہارے پاس تمہارے پروردگار کے یہاں سے لایا ہے کافروں نے پوچھا یہ کون ہے کسی نے کہا کہ یہ ابوقحافہ کا مجنون بیٹا ہے۔

اور (حضرت عمر کے جہاد کی حالت سنو) ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے نافع نے حضرت ابن عمر رضہ سے روایت کر کے بیان کیا کہ جب حضرت عمر اسلام لائے تو انھوں نے (لوگوں سے) پوچھا کہ قریش کا کون شخص بات کو جلد مشہور کرتا ہے کسی نے کہا کہ جمیل بن معمر جمحی، چنانچہ حضرت عمر اس کے پاس گئے۔ عبداللہ بن عمر رضہ کہتے ہیں کہ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے گیا اس زمانہ میں میں بچہ تھا مگر جو کچھ دیکھتا تھا اُس کو سمجھ لیتا تھا حضرت عمر رضہ نے اس کے پاس پہنچ کر فرمایا کہ اے جمیل کیا تمہیں معلوم ہے میں اسلام لے آیا اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے دین میں داخل ہو گیا حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ اُس نے اُس کا کچھ جواب نہ دیا اور اپنی چادر گھسیٹتا ہوا چلا۔ اور حضرت عمر رضہ بھی اُس کے ساتھ ہو لیئے میں بھی اپنے والد کے ساتھ تھا یہاں تک کہ وہ جا کر کعبہ کے دروازہ پہ کھڑا ہوا اور نہایت بلند آواز سے اُس نے پکارا کہ اے گروہ قریش اور وہ سب لوگ کعبہ کے گرد اپنی اپنی نشستگاہ میں تھے سنو ابن خطاب بے دین ہو گیا۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضہ اس کے ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ یہ جھوٹا ہے

یں بے دین نہیں ہوا بلکہ مسلمان ہو گیا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں
ر محمد صلے اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں یہ سنتے ہی کافروں نے اُن پر
ہوم کیا اور میرے والد کافروں کو مارنے لگے اور کافر میرے والد کو، یہاں تک کہ وہ پہر ہو گئی۔
لآخر میرے والد تھک کر بیٹھ گئے اور وہ سب لوگ آ کر اُن کے پاس کھڑے ہوتے (اور مارنا شروع
کیا) میرے والد یہ فرماتے تھے کہ جو تم سے ہو سکے کرو میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم لوگ
ین سو بھی ہوتے، تو یا تو ہم مکہ کو تمہارے لئے خالی کر دیتے یا تم مکہ ہمارے لئے خالی کر دیتے
حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ اسی اثنا میں قریش کا ایک بوڑھا آدمی آیا اور وہ (مقام) حیرہ کی (بنی ہوئی) چادر اور
ہبند اور ایک عمدہ قمیص پہنے تھا اُس نے کہا کہ تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو ان لوگوں نے کہا کہ عمر
بے دین ہو گیا ہے اس نے کہا اچھا تو چھوڑ دو۔ ایک شخص نے اپنے نفس کے لئے جو چاہا کیا اب تم
کیا چاہتے ہو، کیا تم سمجھتے ہو کہ بنی عدی اپنا آدمی تمہارے حوالہ کر دیں گے (کہ تم اس کو قتل کر ڈالو
ہذا) اس شخص کو چھوڑ دو۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ لوگ (چاروں طرف سے) مثل چادر کے
حضرت عمر کو لپٹے ہوئے تھے (جب ہٹائے گئے تو معلوم ایسا ہوا کہ چادر) آپ کے اُوپر سے اُتار
ی گئی۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں پھر میں نے بعد اس کے کہ حضرت عمر مدینہ ہجرت کر کے آئے
وچھا کہ ابا جان، وہ کون شخص تھا جس نے مکہ میں آپ کے لئے جب آپ اسلام لائے کافروں
کو ڈانٹا تھا کہ اس شخص کو کیوں قتل کیے ڈالتے ہو حضرت عمرؓ نے کہا اے بیٹے وہ عاص
ن وائل سہمی تھا۔

جب ہم یہ بیان کر چکے تو اب کہتے ہیں کہ جب شیخین کا ان لوگوں سے افضل ہونا جو
بعد فتح مسلمان ہوئے منطوق آیت سے ثابت ہو گیا اور قبل فتح اسلام لانے والوں سے اُن
کا افضل ہونا مفہوم آیت سے ثابت ہوا تو یقیناً معلوم ہو گیا کہ، خلافت ان کی خلافت راشدہ
ہے اور یہ اس لئے کہ اوپر بیان ہو چکا کہ خلافت خاصہ کے لوازم سے ہے کہ خلیفہ عام مسلمانوں
فضیلت کلی رکھتا ہو اور خواص پر یعنی اُن لوگوں پر جو خلافت کی قابلیت رکھتے ہوں۔ اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے ساتھ برتاؤ کیا ہو جو ولی عہد کے ساتھ ہونا چاہیئے
فضیلت جزئی رکھتا ہو مگر ایسی کہ قریب قریب فضیلت کلی کے ہو خصوصاً اُن امور میں جو
یاست وخلافت کے لئے ضروری ہیں (اور شیخین کے لئے اس قسم کی فضیلت عوام و خاص
سب پر اس آیت سے ثابت ہو گئی۔ لہٰذا ان کی خلافت کے خلافت خاصۂ راشدہ ہونے میں
کیا شک رہا واللہ اعلم۔

دسویں آیت: اللہ تعالیٰ سورہ حجر چودھویں پارہ میں فرماتا ہے۔

نَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝ یقیناً ہم نے اُتارا قرآن، اور یقیناً ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

گیارھویں آیت: اللہ تعالیٰ سورہ قیامۃ (انتیسویں پارہ) میں فرماتا ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ:

(اے نبیؐ) نہ حرکت دو قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو اس لئے کہ جلدی کرو اس کے یاد کرنے میں تحقیق (وعدہ) ہے ہم پر اس کے جمع کرنے اور پڑھے جانے کا پس جس وقت ہم اس کو پڑھیں (یعنی نازل کریں)، تو پیچھے رہو اس کے پڑھنے کے (یعنی اس کو سنو) پھر یقیناً ہم پر (وعدہ) ہے اس کے واضح کرنے کا۔

(۱) مسلم نے بواسطہ حضرت عیاض بن حمار کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اللہ بزرگ و برتر فرماتا ہے کہ میں نے تم پر ایسی کتاب نازل کی ہے جس کو پانی نہیں دھو سکتا مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن کے معدوم کرنے میں تمام بنی آدم کی کوششیں صرف ہو جائیں تب بھی کامیاب نہ ہوں گے۔ حفاظت قرآن کی یہی تفسیر ہے۔ پھر دوسری (یعنی گیارہویں) آیت میں اس حفاظت کا طریقہ بھی بیان فرمادیا (کہ اس کو مصاحف میں جمع کرادیں گے اور لوگوں کے دل میں اس کی تلاوت اور تفسیر کا بے اندازہ شوق پیدا کر دیں گے)

(۲) بخاری نے حضرت ابن عباس سے آیت "لا تحرك به لسانك" کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے وقت بہت محنت اپنے اوپر گوارا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک محنت یہ تھی کہ آپؐ (وحی سنتے جاتے تھے اور ساتھ ہی) پڑھتے بھی جاتے تھے مگر نہ باآواز بلکہ صرف) اپنے ہونٹوں کو ہلاتے تھے۔ لہٰذا اللہ عزّ وجلّ نے یہ آیت نازل کی لا تُحرِّك به الخ۔ جمع کرنے سے مراد سینہ میں جمع کرنا ہے اور پڑھنے سے مراد آنحضرت صلعم کا پڑھنا ہے۔

فاتبع قرانه کا مطلب یہ ہے کہ اس کو سنو اور سکوت کرو ثم انّ علینا بیانَهٗ میں بیان کا مطلب یہ ہے کہ اے محمدؐ ہم اس کو تمہیں پڑھا دیں گے۔ لہٰذا اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ جب جبرئیلؑ آپؐ کے پاس (وحی لے کر) آتے تو آپؐ اس کو سنتے، پھر جب جبرئیلؑ چلے جاتے تو آپؐ اس کو پڑھتے جس طرح جبرئیلؑ نے پڑھا تھا۔ (بخاری کی روایت ختم ہوئی) اس روایت میں مرفوع حدیث اسیقدر ہے جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کے متعلق ہے جمع کی تفسیر حضرت ابن عباسؓ کی ذاتی رائے ہے۔

یہ فقیر کہتا ہے (اللہ اس سے درگزر کرے) کہ اس تفسیر میں اعتراض ہے کیونکہ حضرت ابن عباسؓ نے لفظ جمع اور لفظ قرآن اور لفظ بیان کا مآل ایک کر دیا (سینہ میں جمع کر دینا زبان سے پڑھوا دینا سب کا مآل ایک ہے تینوں لفظوں کو قریب قریب معانی پر محمول کرنا بلاغت کی شان سے بعید معلوم

ہوتا ہے ہاں (سورہ سبح اسم کی آیت) سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى کی تفسیر میں یہ تقریر صحیح ہو سکتی ہے پھر ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کا ایسا مطلب بیان کرنا جو بغیر معقول تاخیر کے واقع ہوا ہو اور بھی زیادہ (شان بلاغت سے) بعید رکھتا ہے چونکہ لفظ ثم کلام عرب میں تاخیر کے لئے آتا ہے لہٰذا) زیادہ مناسب اس آیت کی تفسیر میں یہ ہے کہ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ کا یہ مطلب لیا جائے کہ قرآن کو مصاحف میں جمع کرنے کا وعدہ ہمارے ذمہ ہے اور قُرْاٰنَهٗ کا مطلب یہ لیا جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی امت کے قاریوں کو نیز عوام کو ہم قرآن کی تلاوت کی توفیق دین گے تاکہ سلسلہ تواتر کا ٹوٹنے نہ پائے (گویا) خدا ی تعالےٰ فرماتا ہے کہ تم یہ فکر نہ کرو کہ قرآن تمہارے دل سے فراموش ہو جائے گا اور اُس کے یاد کرنے کی محنت نہ اُٹھاؤ چنانچہ یہ ایک معجزہ تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے یاد کرنے کی محنت جس طرح سب مسلمان اُٹھاتے ہیں نہ اُٹھاتے تھے حضرت جبریلؑ کے سناتے ہی فوراً آپ کے دل میں جاگزین ہو جاتا تھا (الغرض تم ای ہی یہ فکر نہ کرو) اس فکر کا کیا موقع ہے (دیکھو تو ہم نے قرآن کے لیئے وہ بات اپنے ذمہ لازم کرلی ہے جو تمہارے فرض منصبی یعنی تبلیغ سے بھی کئی درجہ پیچھے ہے یعنی قرآن کو مصاحف میں جمع کرا دینا اور امت سے اس کا پڑھوانا کیا خواص کیا عوام لہٰذا تم اپنا دل اس کے یاد کرتے میں نہ لگاؤ بلکہ جب ہم جبریل کی زبان سے اُس کو پڑھیں تو سنتے رہو پھر (ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ کا یہ مطلب لیا جائے کہ ہمارے ذمہ ہے قرآن کی توضیح یعنی ہر زمانے میں ہم ایک جماعت کو لغات کی شرح کرنے اور اس کے شان نزول بیان کرنے کی توفیق دین گے تاکہ وہ لوگ (آیات قرآنی کے) حکم کا مصداق بیان کرتے رہیں اور یہ بات تمہارے یاد کرنے سے اور تمہاری تبلیغ سے بدرجہا بعد کی ہے چونکہ آیات قرآنیہ متشابہ (یعنی ایک دوسرے سے ملتی جلتی اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والی ہیں (لہٰذا ان دونوں یعنی دسویں و گیارھویں آیت کو ایک دوسرے کی تفسیر قرار دینا نہایت مناسب ہے) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم قرآن عظیم کے (حقیقی) مفسر ہیں (لہٰذا احادیث سے بھی تفسیر میں مدد لینی چاہیئے اور احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حفاظت قرآن جس کا وعدہ حق تعالیٰ نے کیا ہے اس طریقہ سے ظاہر ہو گی کہ لوگ اس کو مصاحف میں جمع کریں اور تمام مسلمان کیا اہل مشرق کیا اہل مغرب (رات دن اس کی تلاوت کی توفیق پائیں چنانچہ حدیث (یغسلہ الماء سے یہ بات مفہوم ہوتی ہے۔

پھر ایک بات یہ بھی سمجھو کہ جمعہ اور قرآنہ کو (بذریعۂ واو عطف کے) ایک جگہ ذکر کرنا اور وعدۂ بیان میں ثُمَّ لانا جو تاخیر کے لئے ہے اس بات کو بتا رہا ہے کہ قرآن کی تلاوت کا کام تو اُس کے مصاحف میں جمع ہونے کے ساتھ ساتھ جاری ہو جائے گا اور تفسیر قرآن (کا علم) کچھ زمانے کے بعد ظاہر ہو گا چنانچہ خارج میں ایسا ہی واقع ہوا قرآن کے حفظ (کرانے) کا کام حضرت اُبی بن کعب اور عبداللہ بن مسعود سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شروع ہوا اور تقریباً یہی زمانہ قرآن کے مصاحف میں جمع ہونے کا بھی تھا اور علم تفسیر کی ترویج حضرت ابن عباس سے زمانہ خلافت خاصہ کے گذر جانے پر ایک معقول تاخیر کے بعد شروع ہوئی۔

جب یہ سب باتیں ہم بیان کر چکے تو اب جاننا چاہیئے کہ شیخین کا قرآن عظیم کو مصاحف میں جمع کرنا قرآن کی اس حفاظت کا ذریعہ بنا جس کو خدائے تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کیا تھا اور جس کا وعدہ فرمایا تھا۔ پس درحقیقت یہ جمع کرنا خدا کا کام تھا۔ اور اسی کے وعدہ کا انجاز تھا۔ اور جو شیخین کے ہاتھ سے ظاہر ہوا (لہٰذا شیخین جارحۂ الٰہی ہوئے اور یہ بات یعنی جارحۂ الٰہی ہونا خلافت خاصہ کے لوازم سے ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

اب ہم اس فصل کو ایک باریک نکتے پر ختم کرتے ہیں۔

وہ باریک نکتہ یہ ہے کہ اہل حق کے نزدیک نبوت کسبی چیز نہیں ہے کہ نفسانی اور بدنی یا اختیاری سے اس کو حاصل کر سکیں نہ پیدائشی چیز ہے کہ (کارکنان قضاو قدر نے) نفس پیغمبر کو پیدائش کے وقت نفس قدسی بنا دیا ہو جس کی وجہ سے خواہ مخواہ (بالاضطرار) پیغمبر سے ایسے ہی افعال صادر ہوں جو تقدس کے مناسب ہوں بلکہ (نبوت ایک اعلیٰ درجہ کا مرتبہ ہے جو عین وقت پر عنایت ہوتا ہے اس مرتبہ کے عنایت ہونے کے اسباب و شرائط یہ ہیں کہ) جب دنیا کی حالت ایسی ہو جائے کہ حکمت الٰہیہ اس بات کا تقاضہ کرنے لگے کہ خدائے تعالیٰ سات آسمانوں کے اوپر سے بنی آدم کی اصلاح کا اور اُن کی کج رفتاریوں کو راست کرنے کا ارادہ فرمائے اس طرح کہ جو شخص بنی آدم میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور عالی ہمت اور راستباز ہو اس کے دل میں اپنا ارادہ ڈالے تاکہ وہ اُن علوم و اعمال کا جن میں نبی آدم کی اصلاح ہوگی، حکم دے اور حجت و برہان سے اُنکو قائل کرے اگر وہ لوگ مان جائیں فبہا اور اگر نہ مانیں تو اُن سے زبانی یا سیفی جہاد کرے یہاں تک کہ سعادت مند لوگ بدنصیبوں سے ممتاز ہو جائیں اور دنیا نور ہدایت سے منور ہو جائے دنیا کا اس حالت پر آجانا اس خاص کیفیت (یعنی اصلاح بنی آدم کے متعلق ارادہ خداوندی کے قائم ہونے) کو مقتضی رہوتا ہے اور یہ مقتضی) ہونا ایسا ہے جیسے صغریٰ اور کبریٰ کا کسی شخص کے ذہن میں جمع ہونا اس بات کو مقتضی ہوتا ہے کہ نتیجہ اس شخص کے نفس پر فائض ہو جائے یا پانی کا گرم کرنا اس بات کو مقتضی ہوتا ہے کہ وہ پانی ہوا بن کر اُڑ جائے المختصر جب حالت دنیا اس کو مقتضی ہوتی ہے تو قضائے الٰہی سات آسمانوں کے اوپر سے ملأ اعلیٰ میں اُترتی ہے اور ملأ اعلیٰ سب اس رنگ سے رنگین ہو جاتے ہیں اور بے حساب برکتیں ملأ اعلیٰ کی اُس نفس قدسی پر جس کے نبی بنانے کا ارادہ ہے نازل ہوتی ہیں اور ملأ کے لوگ اس نفس قدسی کے سامنے مناسب شکلوں میں متشکل ہو کر آتے ہیں۔ اور علوم ظاہری و باطنی وغیرہ اس نفس میں ڈالتے ہیں۔ اور یہ نفس قدسی اُس غیر مادی تدبیر سے جو سات آسمانوں کے اوپر سے اُتر کر سدرۃ المنتہیٰ میں احکام مثالیہ کے لباس میں جلوہ گر ہو کر ملأ اعلےٰ میں شہرت پا کر زمین میں اُتری ہے واقف ہو جاتا ہے اور پھر وہی تدبیر اس وحی متلو یا غیر متلو

ذریعہ سے جو عالم مجرد سے اس ارادۂ الٰہی (متعلق باصلاح عالم) کے ساتھ ساتھ نازل ہوئی ہے
ملاء اعلیٰ کے مناسب لباس پہننے کے بعد دوبارہ الفاظ و حروف ظاہری کا لباس زیب تن
کر کے اس پیغمبر کے دل میں اُترتی ہے اور اس وقت اصطلاح شریعت میں کہا جاتا ہے
کہ فلاں شخص کو اللہ نے نبی بنا کر بھیجا اور اُس کو تبلیغ احکام کا حکم دیا اور اس پر وحی نازل کی
خلاصہ یہ کہ نبوت ایک صفت ہے جو ارادۂ بعثت پیغمبر بنا بر اصلاح عالم
کے سبب سے عین وقت پر (شخص مقصود میں) پیدا ہو جاتی ہے کوئی پیدائشی چیز نہیں
ہے نہ کوئی کسبی چیز ہے۔ ہاں (یہ ضرور ہے کہ کار پردازان قضا و قدر یہ دولت نہیں دیتے
مگر اسی شخص کو جس کا نفس نفس قدسی ہو اور اصل پیدائش میں ملأ اعلےٰ میں اُس کا
شمار ہو اور قوائے ملکیہ جو اُس میں ہیں نہایت درجہ ظاہر اور غالب ہوں اور اُس کی صفائی
صلاحیت اور سعادت اور اُس کا جسمانی مزاج نہایت معتدل ہو طبیعت اس کی حد درجہ کی قوی
ہو مگر قلب کی مطیع ہو قلب اس کا نہایت متین اور دلیر ہو مگر عقل کا فرماں بردار ہو اور عقل
اس کی نہایت تیز اور صحیح ہو مگر ملأ اعلےٰ کی مطیع ہو بلکہ انہیں میں کا ایک فرد اور اُن کا آئینہ
ہو۔ اُس کی قوت عاقلہ ملأ اعلےٰ کے ادراک کے مشابہ ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے وہ وحی کو قبول کرتا
ہے اور اُس کی عملی طاقت نہایت صلاحیت میں ہوتی ہے۔ اسی سبب سے عصمت اس کی
صفت ہوتی ہے۔ یہ باتیں نبوت کے لئے نہایت ضروری ہیں عادت الٰہی یوں ہی قائم ہے، کہ
نبوت نہیں عنایت ہوتی مگر ایسے ہی شخص کو کہ جس کو کارکنان قضا و قدر نے ایسا پیدا کیا ہو
اور بہت سے نفوس قدسیہ والے ایسے ہوتے ہیں جن میں یہ بعض اوصاف یا کل اوصاف پائے
جاتے ہیں مگر نبوت اُن کو نصیب نہیں ہوتی۔ چنانچہ یہ مثل مشہور ہے:۔

گور نہ گرفت مگر آں کہ دوید ؛ نہ ہر آں کہ دوید گور گرفت :۔ (ترجمہ) کسی نے گورخر کا شکار نہیں
کیا، مگر اُس نے جو دوڑا اور ہر دوڑنے والا بھی گورخر کا شکار نہیں کر سکتا۔"

اور ایک عربی شاعر اسی مضمون کو کہتا ہے:۔

ولا کل من یسعیٰ یصید غزالۃ ولکن من صاد الغزالۃ قد سعیٰ

غرض یہ کچھ ضرور نہیں کہ ہر نفس قدسیہ والے کو نبوت مل جائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ یعلم
الآیۃ (ترجمہ) اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ کس نفس میں قائم کرے رسالت اپنی"

جس طرح نبوت کسبی اور پیدائشی چیز نہیں ہے اسی طرح پیغمبر کی خلافت خاصہ بھی کسبی اور
پیدائشی چیز نہیں ہے (بلکہ وہی) ارادہ الٰہی جو ساتوں آسمانوں کے اوپر سے ہدایت پیغمبر کو لوگوں میں جاری
کرنے اور نور پیغمبر کو کامل کرنے اور اُس کے دین کو غالب کرنے اور جو وعدے پیغمبر سے ہوئے ہیں اُن کے
پورا کرنے کے لئے نازل ہوتا ہے ایک داعیہ خلیفہ کے دل میں پیدا کرتا ہے (اس داعیہ کا پیدا ہونا ہی خلافت
خاصہ ہے تو یہ داعیہ نہ کسبی ہے نہ پیدائشی) پیغمبر کے حواری جن کے دل میں دین پیغمبر کی مدد کرنے کا داعیہ

افاضات غیبیہ کی وجہ سے جاگزین ہو ہزاروں ہوں مگر یہ خلیفہ (ان میں) بمنزلہ دل کے ہوتا ہے اور باقی سب لوگ بمنزلہ ہاتھ پیر کے سب سے پہلے داعیۂ الٰہیہ کے حلول کرنے کا مقام خلیفہ کا دل ہے۔ پھر خلیفہ کے دل سے وہ داعیہ (مثل روشنی چراغ کہ چراغ سے نکل کر دیواروں میں لگے ہوئے آئینوں میں چھپ جاتی ہے) دوسروں کے دل میں اترتا ہے۔ اور یہ سب باتیں حدس قریب الماخذ سے معلوم ہو جاتی ہیں گویا ایک بدیہی چیز ہے بلکہ ایسا سمجھو کہ آنکھوں سے دکھلائی دیتی ہے۔

(جس طرح نبی کی تعریف کے یہ الفاظ "نبی وہ ہے جو شریعت الٰہیہ کی تبلیغ پر مامور ہو" ایک ظاہری صورت رکھتے ہیں اور ایک باطنی۔ ظاہری صورت اُن کی شریعت کا لوگوں میں پہونچا دینا، اور باطنی صورت اُن کی وہ داعیۂ قویہ ہے جو اس کے دل کے درمیان سے جوش کرتا ہے اسی طرح خلیفہ خاص کی تعریف کے یہ الفاظ "خلیفہ وہ ہے جو نبی کی شریعت کو لوگوں میں جاری کرے اور اُس کے ہاتھ پر خدا کے وہ وعدے جو اُس کے نبی کے ساتھ تھے پورے ہوں" ایک ظاہری صورت رکھتے ہیں اور ایک باطنی۔ ظاہری صورت احکام نبی کا نافذ کرنا اور باطنی صورت اُن کی وہی داعیۂ قویہ ہے جو بواسطۂ پیغمبر کے اس کے دل میں جاگزین ہو گیا ہے بلکہ اُس کے دل کے اندر سے جوش مارتا رہتا ہے۔

یہ داعیہ جس کے دل سے جوش نہ کرے اُس کو خلیفہ خاص نہ کہیں گے کو اس سے دین کی خدمت ظاہر ہوتی ہو بلکہ) اگر وہ فاجر ہے تو اس حدیث کا مصداق ہوگا کہ اللہ (کبھی) اپنے دین کی مدد فاجر آدمی سے کرا دیتا ہے۔ اور اگر وہ فاجر نہیں ہے تو (یوں سمجھنا چاہیے کہ کارکنانِ قضا و قدر اُس کو پتھر یا لکڑی کی طرح حرکت دے رہے ہیں اور اُس کو حرکت دلا کر مقصود پورا کر رہے ہیں اُس شخص کی کوئی فضیلت اس میں نہ ہوگی۔ اور (یہ بھی سمجھ لو کہ) خلیفۂ خاص میں اس داعیہ کا موجود ہونا حدس قریب الماخذ سے (جو مثل بدیہی کے یا مثل محسوس کے ہوتا ہے) ثابت ہوتا ہے

ہر چند احتمال عقلی اس بات کو جائز رکھتا ہے کہ کوئی شخص اخیر زمانہ حیات پیغمبر میں مسلمان ہو اور یہ داعیہ اس کے دل سے جوش کرنے لگے مگر ایسا واقع نہیں ہوا خدا کی سنت یوں ہی جاری ہے۔

ولن تجد الآیۃ (ترجمہ) اور تم خدا کی سنت میں ہر گز کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے مگر کارکنانِ قضا و قدر یہ داعیۂ قویہ جو سات آسمانوں کے اوپر سے ملأ اعلیٰ کی توجہات کا لباس پہن کر نازل ہوا ہے نہیں ڈالتے مگر اُس شخص کے دل میں جس کا جوہرِ نفس انبیاء کے جوہر نفس کی مشابہ پیدا کیا ہو اور اُس کی قوت عاقلہ میں نمونۂ وحی ودیعت رکھا ہو جو محدثیت کے نام سے مشہور ہے اور اس کی عملی قوت میں عصمت کا نمونہ دیا ہو جو صدیقیت کے نام سے مشہور) ہے اور شیطان کا اس کے سایہ سے بھاگنا بھی اُسی عملی قوت کا نتیجہ ہے مگر (نبی میں اور اس شخص میں فرق

ہے کہ اس کے نفس کی استعداد سو رہی ہے جب تک کہ پیغمبر اُس کو نہ جگائے گا بیدار نہ ہوگی
پس کے نفس کی قابلیت بالقوۃ ہے۔ بغیر نفس پیغمبر کی مدد کے فعل میں نہ آئے گی۔ یہ مجمل طور پر ہم نے
بیان کیا، اس کی شرح بہت بسط چاہتی ہے۔

عمرے باید کہ یار آید بہ کنار این دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

(ترجمہ) وصل محبوب کے لئے ایک عمر دراز چاہیے۔ (پھر بھی) یہ سرمدی دولت ہر ایک کو نہیں
ملتی۔

سالہا سال اُس نے پیغمبر کے سایہ میں زندگی بسر کی ہو اور بارہا پیغمبر کے نفس قدسی کے پرتو نے
اس کی انانیت کو زیر و زبر کیا ہو اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اُس نے بڑی مضبوط
محبت حاصل کر لی ہو کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص مؤمن نہیں
ہو سکتا تا وقتیکہ میں اُس کے نزدیک اُس کی جان اور اُس کے مال اور اُس کی اولاد سے بھی زیادہ
محبوب نہ ہو جاؤں اور (اس سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں) جس قدر آب شیریں پیاسے کو محبوب
ہوتا ہے) اور پیغمبر کی مدد کرنے میں اپنی جان و مال سے سبقت لے گیا ہو اور فرائض جہاد کے بجالانے
میں پیغمبر کی تقلید اس کے حق میں (تقلید نہ رہی ہو بلکہ) مرتبہ تحقیق کو پہونچ گئی ہو اور سختی اور مصیبت
کے وقت پیغمبر کا شریک رہا ہو گویا (ان مصائب کو اس نے پیغمبر کی وجہ سے نہیں بلکہ) اصالۃً
خود اٹھایا ہو۔ تہذیب نفس میں اصحاب الیمین کے درجہ سے بھی گذر کر مسند سابقین پر جلوہ افروز
ہو گیا ہو۔ پیغمبر کے نفس قدسی نے بارہا اس کا تجربہ کیا ہو کہ اس باعزت کے نفس میں وہی اعمال جگہ
پاتے ہیں جو نجات دینے والے ہیں اور خسیس اور ہلاکت میں ڈالنے والے افعال سے اس کا نفس
مجتنب رہتا ہے اور پیغمبر نے بار بار اُس کے جنتی اور عالی مدارج ہونے کی بشارت دی ہو اور اس
کے اوصاف حسنہ اور درجات عالیہ بیان فرمائے ہوں اور اس کی بزرگی اور عظمت اور قابلیت
خلافت پیغمبر کے اقوال و افعال سے ظاہر ہوتی ہو۔ ایسا شخص اس قابل ہوتا ہے کہ اُس داعیہ کو جو
سات آسمانوں کے اوپر سے ملأ اعلےٰ کے رنگ کا ملبوس پہن کر اُٹھتا ہے اپنے جوہر نفس میں اُٹھالے
اور اس داعیہ کی وجہ سے دین پیغمبر کا اجراء اور اُس کے وعدوں کا ایفا کرے۔ الغرض، یہ خدا کا فضل ہے
جس کو چاہتا ہے دیتا ہے یہ خلافت خاصہ بقیہ ایام نبوت ہے یہ خلافت خاصہ ولایت کی اقسام
میں سب سے زیادہ کمالاتِ انبیاء سے مشابہت رکھتی ہے نبی کے ساتھ بحیثیت نبوت مشابہ ہونا
اسی قسم پر صادق آتا ہے۔

یہ سب اوصاف جو ہم نے بیان کیے خلافت خاصہ کے لازم عام ہیں کیونکہ، اکثر ایسا ہوتا ہے
کہ کوئی بزرگ یہ تمام اوصاف رکھتا ہے مگر ارادۂ الٰہیہ اس کی خلافت کے متعلق قائم نہ ہوا اور
تدبیر غیب نے اس کو اس مسند عالی پر نہ بٹھلایا یعنی یہ داعیہ اُس کے دل میں نہ ڈالا اور سبب
بعض کاملوں کی تخصیص کا کہ بعض کاملوں کی خلافت کے ساتھ، ارادۂ الٰہیہ متعلق ہوا بعض کے ساتھ

نہ ہوا) منجملہ اُن امور کے ہے جن کو علوم بشریہ احاطہ نہیں کر سکتے (جس طرح کہ بعض مفہتین کو نبوت کے ساتھ خاص کرنا بعض کو اس سے محروم رکھنا منجملہ ان امور کے ہے کہ عام لوگوں کا ادراک اس کے قریب تک نہیں جا سکتا۔) سوا اس کے کہ یہ شخص جو خلیفہ بنایا گیا ہے دو طرح کی فضیلت اپنی تمام رعیت پر رکھتا ہے۔ ایک فضیلت اس کی خلیفہ بن جانے کے بعد (معلوم ہوتی ہے وہ یہ کہ ریاست عالم کی (کارکنان قضاو قدر نے) اس کو دی اوروں کو نہ دی قائم مقام پیغمبر کا اس کو بنایا اور دوسروں کو نہ بنایا اور دوسری (فضیلت اس کی) خلیفہ بننے سے پہلے بھی معلوم ہوتی ہے (کیونکہ فعل حکیم کا حکمت سے خالی نہیں ہوتا چہ جائے کہ حکیم اعلیٰ کا فعل جل برہانہ) کہ وہ یہ کہ یہ الشخص بہ نسبت ان لوگوں کے جو خلافت کی قابلیت نہیں رکھتے فضیلت کلی رکھتا ہے اور بہ نسبت اُن لوگوں کے جو خلافت خاصہ کی قابلیت رکھتے ہیں (یعنی خواص اصحاب پیغمبر) فضیلت جزئی رکھتا ہے مگر ایسی کہ قریب فضیلت کلی کے ہوتی ہے۔

اور اگر اس شخص میں (جس کو تدبیر غیب نے خلافت پیغمبر کی مسند پر بٹھلایا ہے) سوا حسن سیاست اور اہل اسلام کی تالیف قلب میں پوری دستگاہ رکھنے کے دوسرا کوئی وصف نہ ہو تو وہ بھی خلیفہ خاص ہے کیونکہ ایسا بہت ہوتا ہے۔ **الغرض** داعیۂ الٰہیہ کا اُس کے دل میں پایا جانا اور کلمۂ حق کا اس کے ہاتھ سے بلند ہونا اصل ہے اور دوسرے لوازم فرع ہیں۔

حتیٰ کہ جو اوصاف خلافت کے لوازم میں شمار کیے گئے ہیں اُن کا کسی شخص میں) زیادہ پایا جانا دراں حالے کہ وہ داعیہ اُس کے دل میں نہ دیں اور دین حق کا اجراء اُس کے ہاتھ سے نہ کرائیں اس شخص کو بالائے مسند خلافت پیغمبر نہیں بٹھلا سکتا۔ اور اگر وہ داعیہ کسی کے دل میں دیں اور دین کو اُس کے ہاتھ سے غالب کرائیں اور یہ لوازم اُس میں (زیادہ نہیں بلکہ) صرف اس مقدار پر جس کے بغیر یہ داعیہ نزول نہیں کرتا موجود ہوں یہ شخص خلیفہ (خاص پیغمبر) ہو جائے گا **مثال اس کی** ایسی ہے، جیسے کسی شریر کا قتل بادشاہ کو مقصود ہوا ایک شخص نے اُس کو گلا گھونٹ کر یا پتھر مار کر مار ڈالا اور دربارِ شاہی میں اُس نے عزت پائی۔ ایک بیوقوف اعتراض کرتا ہے کہ فلاں شخص تیر اندازی یا شہسواری کا فن تم سے زیادہ جانتا ہے وہ (عزت یافتہ) شخص جواب دیتا ہے کہ جس قدر قوت و شجاعت اس شریر کے قتل کے لئے درکار تھی مجھ میں موجود ہے اس سے زیادہ اس کام میں درکار نہیں ہے بلکہ اصل مقصود میرا کسی کو قتل کرنا نہیں ہے بلکہ اصل مقصود قوت و شجاعت بھی نہیں میرا مقصود بادشاہ کی خوشنودی تھی جو حاصل ہو گئی۔

چونکہ یہ مضمون (جو اس نکتۂ باریک میں ہم نے بیان کیا) اس آب و تاب کے ساتھ تم نے علم کلام کی کتابوں میں نہ پڑھا ہوگا لہٰذا ممکن ہے کہ (اس سے) کچھ اجنبیت تمہیں محسوس ہو۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ کچھ حدیثیں جو ہمارے اس مقصد کی شاہد ہو سکیں اس مقام پر لکھ دیں۔

یہ جو ہم نے بیان کیا کہ بنی آدم میں جہل و گمراہی اور جناب الوہیت کے متعلق برے اعتقادات کا پیدا ہو جانا اور اسی قسم کے دوسرے امور بعثت انبیاء کو مقتضی ہوتے ہیں اعلیٰ درجہ کی بدیہیات مذہب سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لتنذر قومًا الایۃ (ترجمہ) اے نبی ہم نے تم کو اس لئے بھیجا ہے کہ تم ان لوگوں کو ڈراؤ جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے۔

(مطلب یہ ہوا کہ چونکہ جہل و گمراہی ان میں بڑھ گئی اسی لئے ہم نے تم کو بھیجا) اور بواسطۂ حضرت عیاض نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس قدر مال میں نے کسی بندہ کو دیا وہ اس کے لئے حلال ہے اور میں نے اپنے سب بندوں کو اصل فطرت میں شرک سے پاک پیدا کیا ہے مگر شیاطین اُن کے پاس آتے اور اُن کو اُن کے اصلی و فطرتی دین سے ہٹا دیا اور انہیں شیاطین نے اُن پر حرام کر دیں وہ چیزیں جو میں نے اُن کے لئے حلال کی تھیں اور شیاطین نے انہیں سکھایا کہ میرے ساتھ اُس کو شریک بنائیں جس کی کوئی سند میں نے نہیں اُتاری اور بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام اہل زمین کو دیکھا اور سب کو ناپسند کیا کیا عرب، کیا عجم، چند اہل کتاب کے سوا۔ اور فرمایا کہ اے محمدؐ میں نے تم کو اس لئے بھیجا ہے کہ تمہاری آزمائش کروں اور تمہارے ذریعہ سے دوسروں کی آزمائش کروں اس حدیث کو مسلم نے لکھا ہے۔

اور یہ جو ہم نے بیان کیا کہ قضائے الٰہی پہلے ملاءِ اعلیٰ میں اُترتی ہے اس کی شاہد محبت ڈالنے کی حدیث ہے۔ وہ یہ کہ امام مالک نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو جبرائیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبرائیلؑ میں فلاں شخص کو دوست رکھتا ہوں تم بھی اُس کو دوست رکھو۔ چنانچہ جبرئیلؑ بھی اس کو دوست رکھنے لگتے ہیں۔ پھر جبرئیلؑ تمام آسمان والوں میں اعلان دیتے ہیں کہ اللہ نے فلاں شخص کو دوست رکھا ہے لہٰذا تم لوگ بھی اُس کو دوست رکھو چنانچہ آسمان والے اس کو دوست رکھنے لگتے ہیں۔ پھر اللہ اُس کی مقبولیت زمین میں پیدا کر دیتا ہے۔

اور یہ جو ہم نے بیان کیا کہ انبیا علیہم السلام اپنے پیدائشی اخلاق میں دوسروں سے فوقیت رکھتے ہیں یہ بھی مذہب کے بدیہیات سے ہے جو شخص حکمت پیدائش کے قوانین سے واقف ہے۔ وہ یقین جانتا ہے کہ اخلاق جمیلہ کا انتظام اُس روش کے ساتھ جو کہ انبیا علیہم السلام سے ظاہر ہوئی ہے بغیر اس کے کہ نفس قلب کا اور قلب عقل کا مطیع ہو نا ممکن ہے۔

نیز حضرت انس کی حدیث سے بھی اس کی شہادت نکلتی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور بخاری نے محمد بن جبیر بن مطعم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ حنین کی واپسی کے وقت ایک دن رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چل رہے تھے اور

آپ کے ساتھ اور لوگ بھی تھے کہ اتنے میں بدوی آئے اور آپ کو لپٹ گئے اور آپ سے سوال کر
لگے یہاں تک کہ مجبور ہو کر پیچھے ہٹتے ہٹتے آپ درخت سمرہ کے پاس پہونچے اور اُن لوگوں نے
آپ کی چادر اُتار لی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے اور فرمایا کہ مجھے میری چادر دے دو خدا کی
قسم اگر میرے پاس اس درخت کے کانٹوں کے برابر اونٹ ہو جائیں تو میں سب تم میں تقسیم کر د
اور تم مجھے نہ بخیل پاؤ، نہ جھوٹ بولنے والا اور نہ بزدل۔

دارمی نے زہری سے روایت کی ہے کہ حضرت جبرئیل نے ایک روز رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم سے عرض کیا کہ زمین میں دس آدمی بھی ایسے نہیں ہیں جن کو میں نے آزمایا نہ ہو مگر میں نے
اے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے زیادہ مال کا خرچ کرنے والا کسی کو نہیں پایا۔

اور یہ جو ہم نے بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام کے سوا اور لوگ بھی کبھی اصل جوہر نفس
میں انبیاء علیہم السلام کے جوہر نفس کے مشابہ ہوتے ہیں پس شاہد اس کا یہ ہے کہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔ اس روایت کو بخاری
نے لکھا ہے۔ اور نیز آپ نے فرمایا نیک روش، نبوت کا پچیسواں حصہ ہے۔ اس روایت
کو مسلم نے لکھا ہے۔

اور یہ جو ہم نے بیان کیا کہ خلفائے راشدین جوہر نفس میں انبیاء علیہم السلام کے مشابہ تھے
اس کی سند وہ روایت ہے جو ابو عمر نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے نقل کی ہے کہ انہوں
نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دل کو دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو سب بندو
کے دل سے بہتر پایا لہذا اُن کو برگزیدہ کیا اور اپنی رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا پھر محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے بعد دوبارہ بندوں کے دل کو دیکھا تو آپ کے اصحاب
کے دل اور بندوں سے بہتر پائے، لہذا اُن کو اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا وزیر بنایا کہ وہ آپ
کے دین کی طرف سے لڑتے ہیں۔ اور ابو عمر نے حضرت ابن عباس سے اللہ عز وجل کے قول قُلِ الْحَمْدُ
لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى کی تفسیر میں روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا
برگزیدہ بندوں سے مراد اصحاب محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہی سُدی اور حسن بصری اور سفیان
ابن عُیینہ اور ثوری کا قول ہے۔ اور بخاری اور مسلم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے کی اُمتوں میں کچھ لوگ محدث ہوتے تھے، میری امت میں اگر
کوئی محدث ہے تو بیشک وہ عمر بن الخطاب ہیں۔ اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت
کی ہے وہ فرماتی تھیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز گھر کے اندر بیٹھے ہوئے تھے کچھ شور اور بچوں
کی آواز سُنائی دی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم باہر دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے دیکھا ایک
حبشی عورت کچھ کھیل رہی ہے اور بچے اس کے گرد جمع ہیں حضرت نے فرمایا اے عائشہ آؤ اور دیکھو پس
میں گئی اور میں نے اپنا منہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شانے پر رکھ دیا اور شانے اور سر مبارک کے

رمیانی راہ سے میں اُس کو دیکھنے لگی۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم ابھی سیر نہیں ہوئیں کیا تم ابھی سیر
نہیں ہوئیں میں برابر یہ کہتی جاتی تھی نہیں میرا مقصد یہ تھا کہ دیکھوں حضرت کے دل میں میری کتنی
قدر ہے۔ اسی اثنا میں یکایک عمرؓ آگئے تو سب لوگ اس حبشی عورت کے پاس سے بھاگ گئے۔
رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شیاطین جن و انس دونوں کو دیکھتا ہوں کہ عمرؓ سے
بھاگتے ہیں۔ اس کے بعد میں لوٹ آئی۔

اور یہ جو ہم نے بیان کیا کہ انبیاء علیہم السلام کو ہدایتِ قوم کی بابت ایک مضبوط داعیہ
کارکنانِ قضا و قدر عنایت کرتے ہیں اُس کی سند یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلعم نے
فرمایا قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں کافروں سے دین کے لئے لڑتا رہوں گا
یہاں تک کہ میری گردن جدا ہو جائے، یا اللہ اپنا کام پورا کرے۔ اس روایت کو بخاری نے لکھا
ہے۔ یہی الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ابوطالب سے مخاطب ہو کر فرمائے تھے
اور ابوسہیل سے بھی یہ لفظ حُدَیبیہ میں فرمائے تھے۔

اور یہ جو ہم نے بیان کیا کہ پیغمبر کے حواری کو بھی کارپردازانِ قضا و قدر یہ داعیہ دیتے ہیں۔
اس کی سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ عِیسَی بْنُ مَرْیَمَ الآیۃ (ترجمہ) عیسٰی بن مریم نے
حواریوں سے کہا کہ کون خدا کے لئے میرا مددگار بنتا ہے حواریوں نے کہا کہ ہم خدا کے مددگار ہیں) یہ اشارہ
ہے اس طرف کہ پیغمبر کی مدد کا داعیہ اُن کے دلوں غالب تھا۔ باقی رہا شیخین کے دل میں اجرائے
دین کا داعیہ ہونا اس قدر ظاہر ہے کہ کسی دلیل کے پیش کرنے کی حاجت نہیں۔ یہ بات اعلیٰ درجہ کے
بدیہیات سے ہے کہ کسی شخص سے سالہا سال شب و روز ایک قسم کے افعال خاص ترتیب کے
ساتھ نہیں ظاہر ہو سکتے جب تک کہ اس کے اصل نفس میں اُن افعال کا داعیہ قوی موجود نہ ہو،
کون عقلمند باور کر سکتا ہے کہ خواجہ حافظ نے اپنا دیوان لکھ ڈالا بغیر اُس کے کہ اُن کو فن شعر میں مہارت
ہو اور اُنہوں نے اُن غزلوں کے نظم کرنے میں پوری توجہ خرچ کی ہو یا ابوعلی ابن سینا نے اپنی مشہور
کتاب قانون کو تصنیف کر دیا بغیر اس کے کہ ان کو فن طب میں بصیرت ہو اور نہ انہوں نے اس فن
کے مسائل کی تحقیق و ترتیب میں پوری محنت کی ہو سُبحانہ ھذا بہتانٌ عظیمٌ۔
اگر شیخین کے دل میں داعیہ نہ تھا تو یہ ایک قسم کے افعال مدت دراز تک وہاں سے کیوں کر ظاہر
ہوتے رہے۔ اور اگر کہو کہ داعیہ تھا مگر نہ داعیۂ الٰہیہ بلکہ داعیۂ دنیا تھا تو پھر اس کا کیا جواب ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان غیب ترجمان پر ان کی تعریف کیوں جاری ہوئی۔ اور وہ تعریف
بھی یہاں تک کہ حد تواتر کو پہونچ گئی۔ اور اگر کہو کہ وہ داعیہ خالص دنیا کا بھی نہ تھا بلکہ قوای نفس
سے مرکب تھا بغیر اس کے کہ اوپر سے نازل ہوا ہو تو یہ سب برکات جو شیخین کے ہاتھوں سے
ظاہر ہوئیں ہرگز ظاہر نہ ہوتیں اور کوشش سے زیادہ نتیجہ کبھی نہ نکلتا۔
اور یہ جو ہم نے بیان کیا کہ کسی شخص کی خلافت خاصہ کے ساتھ ارادۂ الٰہی قائم ہوتے ہی

قبل از وقوع خلافت اس شخص کو فضیلت حاصل ہو جاتی ہے اس کی سند میں چند حدیثیں ہیں منجملہ اُن کے حضرت ابوذر کی حدیث ہے جس کو دارمی نے حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ جب نبی بنائے گئے تو آپ نے کیسے جانا کہ میں نبی ہوں؟ حضرتؐ نے فرمایا اے ابوذر میرے پاس دو فرشتے آئے اور اُس وقت میں بطحائے مکہ میں تھا۔ ایک فرشتہ تو زمین پر اُتر آیا اور دوسرا آسمان وزمین کے درمیان معلق رہا ایک نے دوسرے سے کہا کہ کیا وہ جس کی نبوت کا فرمان ملأ اعلیٰ میں شائع ہوا ہے، یہی ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ہاں تو اُس نے کہا اچھا اس کو ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو چنانچہ میں ایک آدمی کے ساتھ وزن کیا گیا میں اُس سے وزنی نکلا۔ پھر اُس نے کہا اس کو دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ میں دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا گیا اُن دس سے بھی میں وزنی نکلا۔ پھر اُس نے کہا اس کو سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو چنانچہ میں سو کے ساتھ وزن کیا گیا ان سو سے بھی وزنی نکلا پھر اُس نے کہا اس کو ہزار آدمی کے ساتھ وزن کرو چنانچہ میں ہزار آدمی کے ساتھ وزن کیا گیا اُن ہزار سے بھی وزنی نکلا۔ گویا اب بھی میں اُن کو دیکھ رہا ہوں کہ پلے کے ہلکے ہونے کے سبب سے وہ لڑھکے جاتے ہیں پھر ایک فرشتہ نے دوسرے سے کہا کہ اگر اس کو تمام امت کے ساتھ وزن کروگے تب بھی یہ ہی وزنی رہے گا۔

اور دارمی نے عتبہ بن عبد سلمی سے ایک طویل قصہ کے ذیل میں (جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شق صدر کا بیان ہے جو آپؐ کی دایہ حلیمہؓ کے یہاں ہوا تھا) یہ روایت کی ہے کہ دو فرشتے آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ اس شخص (یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم) کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھو اور اس کی امت کے ہزار آدمی دوسرے پلہ میں رکھو۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ایسا ہی کیا گیا، ان ہزار آدمیوں کا پلہ ہلکہ ہونے کے سبب سے اس قدر اونچا ہو گیا کہ میرے برابر آگیا۔ یکایک میں دیکھنے لگا کہ وہ ہزار آدمی میرے سر پہ آگئے اور مجھے خوف ہوا کہ کہیں اُن میں کوئی میرے اوپر نہ گر پڑے۔ تو دوسرے فرشتے نے کہا کہ اگر اس کی تمام امت اس شخص کے ساتھ وزن کی جائے تو بھی اس شخص کا پلہ بھاری رہے گا۔ اس کے بعد وہ دونوں فرشتے مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔ اور احمد بن مردویہ نے حضرت ابن عمرؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب نکلنے کے بعد باہر تشریف لائے اور آپؐ نے فرمایا فجر سے پہلے میں نے (خواب میں) دیکھا کہ گویا مجھے بہت سی مقالید اور موازین دی گئی ہیں مقالید کنجیوں کو کہتے ہیں اور موازین ترازوؤں کو کہتے ہیں جن میں تولا جاتا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ میں ترازو کے ایک پلہ میں رکھا گیا اور میری امت دوسرے پلہ میں رکھی گئی میں سب سے وزنی نکلا بعد اس کے ابوبکر لائے گئے اور وہ سب امت کے ساتھ وزن کئے گئے تو وہ سب سے وزنی نکلے پھر عمر لائے گئے اور وہ سب امت کے ساتھ وزن کئے گئے تو وہ سب سے وزنی نکلے پھر عثمان لائے گئے اور وہ سب امت کے ساتھ وزن کئے گئے تو وہ سب سے وزنی نکلے بعد اس کے وہ ترازو آسمان پر اٹھا لی گئی۔

اِن حدیثوں سے ہمارا استدلال اس طرح پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کیساتھ وزن کئے جانے اور بہ نسبت اُن کے اپنے وزنی نکلنے سے اپنے نبی ہونے کو سمجھ لیا (کیونکہ حضرت ابوذر کے اس سوال کے جواب میں کہ آپ نے اپنا نبی ہونا کیسے جانا آپ نے یہ واقعہ ذکر فرمایا ہے) اور اس وزن کئے جانے اور وزنی نکلنے نے آپؐ کے افضل لفضل کلی ہونے پر دلالت کی (اور فضل بھی وہ) جو عند اللہ معتبر ہو پس (معلوم ہوا کہ) یہ فضل کلی لازم نبوت ہے (یعنی کسی شخص کے نبی بنانے کا ارادۂ الٰہیہ قائم ہوتے ہی فضل کلی تمام رعیت پر اُسے عند اللہ حاصل ہو جاتا ہے گو ہنوز وہ مبعوث نہ ہُوا ہو کیونکہ حضرت اس وقت تک مبعوث نہ ہوئے تھے) اور یہی خواب (بعینہٖ) آپؐ نے خلفاء کے متعلق بھی دیکھا لہٰذا یہاں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ کسی شخص کی خلافت کا ارادۂ الٰہیہ قائم ہوتے ہی فضل کلی تمام رعیت پر اُس کو حاصل ہو جاتا ہے گو ہنوز اس کو خلافت نہ ملی ہو اور خلفاء کا اپنی رعیت سے عند اللہ افضل ہونا اور علم خدا میں برتر ہونا خلافت خاصہ کو لازم ہے۔

جس طرح خلیفہ بننے کی حقیقت ارادہ الٰہیہ کے متعلق ہوتے ہی ثابت ہو جاتی ہے اور دوسری باتیں مثل بیعت اہل حل وعقد یا نفاذ احکام خلیفہ) عادت الٰہی کے موافق خلافت کے وجود خارجی کو لازم ہوتی ہیں اسی طرح یہ قسم افضلیت کی بھی ارادۂ الٰہیہ کے متعلق ہوتے ہی خلیفہ بننے کے ضمن میں ثابت ہو جاتی ہے اور اُس کے ہمراہ وہ افضلیت جو بوجہ سوابق اسلامیہ یا بوجہ اوصاف خلقیہ مثل حسن سیاست وغیرہ کے ہو ایک چیز ہے جو عادت الٰہی کے موافق خلیفہ بننے کی حقیقت کو لازم ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

تیسری فصل ختم ہو گئی

(وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ)

فصل چہارم

یعنی اُن احادیث و آثار کا بیان، جن سے خلفاء راشدین کی خلافت پر صراحۃً یا اشارۃً دلالت ہوتی ہے اور جو اُن کے لئے لوازم خلافت خاصہ کو ثابت کرتی ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم مقصود کو شروع کریں جاننا چاہیے کہ خلافتِ خلفاء کے اثبات میں علماء نے بہت سی کتابیں لکھی ہیں اور ہر عالم کو جداگانہ بیان کی توفیق ملی ہے مگر اس فقیر کثیر التقصیر کے دل میں ایسا آتا ہے اس باب میں جس قدر حدیثیں ہیں اُن کو مسانید صحابہؓ کے طریقہ پر تقسیم کیا جائے اور ہر صحابی کی مرفوع حدیثیں لکھ کر ان کے تحت میں ان کی موقوف روایتیں بھی ذکر کی جائیں تاکہ خاص و عام سب کو معلوم ہو جائے کہ یہ جو مشہور ہے کہ ان حضرات کی خلافت کا ثبوت یعنی انعقاد اجماع سے اور خلیفۂ سابق کی وصیت سے ہوا ہے ایک محقق بات ہے۔

مگر اجماع کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر شخص اپنی فکر سے (جو شرع سے مستند نہ ہو بلکہ محض مصلحت وقت کے متعلق ہو، ایک رائے پیدا کرے (اور اتفاقاً سب وہی ایک رائے پیدا کریں یا بحث و مباحثہ کے بعد سب کسی ایک رائے پر متفق ہو جائیں) بلکہ اجماع کے معنی یہ ہیں کہ ہر صحابی نے دلیل شرعی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سنیہ سے اُن کی خلافت استنباط کی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح سے کبھی آپؐ کی تلویحات سے یہاں تک کہ اس دلیل کے ملاحظہ سے وہ صحابی اُن کی خلافت کے ماننے پر مکلف ہو گیا اور جب اس طرح (قرن اول کے مجتہدین نے اُن کی خلافت پر اتفاق کر لیا تو اجماع ثابت ہو گیا اور اُن کے بعد کسی کو مخالفت کرنے کی گنجائش نہ رہی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارات (جو اُن حضرات کی خلافت کے متعلق ہیں اُن کا حاصل یا تو خلافت عامہ کے لوازم کو ان حضرات کے لئے ثابت کرنا ہے یا خلافت خاصہ کے لوازم کو۔ مثلاً یہ فرمایا کہ زکوٰۃ میرے بعد ابوبکرؓ کو دینا اس حدیث میں خلافت عامہ کے بعض لوازم یعنی حفاظت بیت المال اور مسلمانوں سے زکوٰۃ لینے کو ثابت فرمایا۔ اور مثلاً یہ فرمایا کہ ابوبکر صدیق ہیں اور عمرؓ شہید یا فرمایا کہ اُن کے درجے بہشت میں بہت بلند ہوں گے۔ یا اُن کو بہشت کی بشارت دی خاص کر جب کہ وہ بشارت بہ ترتیب خلافت ہے یا فرمایا کہ یہ لوگ بہترین امت ہیں و علیٰ ہذا القیاس (ان حدیثوں میں) خلافت خاصہ کے لوازم کو (خلفائے راشدین کے لئے) ثابت فرمایا ہے یہ سب اُن خلافت راشدہ کی تلویح ہے۔

اگر تمہارے دل میں کچھ تردد پیدا ہو کہ (جو لازم (اپنے ملزوم کے) مساوی (ہو اس) کی دلالت ملزوم کے وجود پر ہم کو مسلّم ہے مگر (جو لازم (اپنے ملزوم سے) عام (ہو اس) کی دلالت ملزوم کے وجود پر ہم نہیں مانتے تو ہم جواب دیں گے کہ بیشک لازم عام ملزوم کے وجود پر دلالت نہیں کرتا مگر (تعریض ضرور کرتا ہے اور) تعریض بھی بیان کی ایک قسم ہے سمجھنا اور سمجھانا (دونوں) اس سے حاصل ہو جاتے ہیں (لہذا اس تعریض سے ان حضرات کی خلافت راشدہ کا سمجھا دینا شارع کی طرف سے اور سمجھ لینا امت کی طرف سے حاصل ہو گیا تعریض سے سمجھنے اور سمجھانے کی ایک مثال بھی سن لو) امام مالک عمرہ بنت عبد الرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب کے زمانہ میں دو شخصوں میں باہم گالی گلوچ کی نوبت پہونچی ایک نے دوسرے سے کہا واللہ میرا باپ زانی نہیں ہے نہ میری ماں زانیہ ہے (یہ مقدمہ حضرت عمر کے سامنے پیش ہوا تو حضرت عمر نے اس کے متعلق صحابہ سے مشورہ لیا کسی نے کہا کہ اس نے اپنے ماں باپ کی تعریف کی (کسی کو گالی نہیں دی لہذا اس کو کوئی سزا نہ دی جائے) اور کسی نے کہا اس کے ماں باپ کی تعریف علاوہ زانی نہ ہونے کے اور بھی ہو سکتی تھی (خاص اسی تعریف کا بیان کرنا اس موقع پر ضرور گالی دینے کی نیت سے ہے لہذا ہماری رائے یہ ہے کہ اس کو آپ سزا دیں چنانچہ حضرت عمر نے اس کو اسّی درّے مارے جانے کا حکم دیا (حالانکہ اس نے گالی کی تعریض کی تھی) پس (معلوم ہوا کہ) تعریض جلی تصریح کے حکم میں ہے۔

تعریض کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ محض الفاظ کی وجہ سے تو دلالت نہیں کرتی لیکن قرائن کی مدد سے (ضرور) وہ دلالت کرتی ہے اس میں شک نہیں کہ قرائن کچھ نہ کچھ دلالت کرتے ہیں خواہ وہ دلالت قطعی ہو یا ظنی جیسے دھوئیں کی دلالت آگ کے وجود پر (یہ دلالت قطعی ہے) یا ابر اور ہوا کی رطوبت مینھ برسنے پر دلالت کرتی ہے (مگر یہ دلالت ظنی ہے) اسی طرح لفظ بھی اپنے معنی منطوق پر دلالت کرتا ہے (اور یہ دلالت کبھی قطعی ہوتی ہے اور کبھی ظنی) پس تعریض میں دونوں چیزیں جمع ہو جاتی ہیں (لفظ بھی اور قرینہ بھی) ایک کی کمی دوسرے سے پوری ہو جاتی ہے۔ اس فقیر کے نزدیک ایما اور فحاوی کی بابت بھی تحقیق یہی ہے کہ ان میں بھی (صرف لفظی دلالت نہیں ہوتی بلکہ لفظ قرینہ کے ساتھ مل کر دلالت کرتا ہے قرینہ کبھی خفی ہوتا ہے کبھی جلی (لہذا) اس قسم کے دلائل سے معانی کے استنباط کرنے میں (دلالت کے جلی یا خفی ہونے کی) پہچان اہل زبان کا اس قسم کے موقع میں سمجھ لینا ہے (یعنی اگر اہل زبان اس قسم کے موقع میں اس معنی کو سمجھ لیتے ہوں تو دلالت جلی ہے ورنہ خفی) اسی وجہ امام شافعی کے نزدیک جو کہ استنباط کرنے والوں کے سردار ہیں مفہوم وصف کی دلالت چند شرائط پر موقوف ہے جیسے جیسے وہ شرائط پائے جائیں گے معنی مقصود کے قرینے بنتے جائیں گے۔ اس تحقیق کی بنا پر لازم عام کا ملزوم خاص کے وجود پر دلالت کرنا کچھ بعید اور نہیں ہے اس تحقیق کے بعد اب ہم اصل مقصود شروع کرتے ہیں۔

مسند ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹- روایات)

(۱) دارمی نے حیّہ بنت ابی حیّہ سے انہوں نے صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک (طویل) قصہ (کے ذیل) میں روایت

کیا ہے وہ کہتی تھیں کہ میں نے خثعم کی لڑائی اور جاہلیت کی بعض دوسری لڑائیوں کا ذکر کیا اور پھر اسلام کی وجہ سے اللہ نے جو الفت اور فراخی پیدا کر دی ہے (اس کا ذکر کیا) (ابن عون راوی نے الفت کی کیفیت بیان کرنے کے لئے) اپنی انگلیوں کے درمیان میں تشبیک کی اور معاذ راوی نے بھی تشبیک کی اور احمد راوی نے بھی تشبیک کی) پھر میں نے پوچھا کہ یا امیر المؤمنین لوگوں کی یہ کیفیت (الفت و محبت کی آپ کی رائے میں کب تک باقی رہے گی حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا جب تک آئمہ سیدھی راہ پر چلیں گے میں نے پوچھا کہ ائمہ کون انھوں نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ سردار اپنی خرگاہ میں ہوتا ہے اور لوگ اس کی راہ پر چلتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں بس وہ سردار جب تک سیدھی راہ پر رہیں گے یہی حالت باقی رہے گی اور دارمی نے قیس بن ابی حازم سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ ایک مرتبہ قبیلۂ احمس کی ایک عورت کے پاس تشریف لے گئے جس کا نام زینب تھا دیکھا کہ وہ کلام نہیں کرتی حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ یہ عورت کلام کیوں نہیں کرتی لوگوں نے کہا کہ اس نے سکوت کے حج کی نیت کی ہے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تجھ کو کلام کرنا چاہیے یہ جاہلیت کا کام ہے چنانچہ اس نے کلام کیا پھر اس نے پوچھا کہ آپ کن مہاجرین میں سے ہیں فرمایا کہ قریشیوں سے اس نے پوچھا کہ آپ قریش کے کس خاندان سے ہیں حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ تو بڑی پوچھنے والی ہے تیرے سوالات ختم ہی نہیں ہوتے ہیں میں ابوبکر ہوں اس عورت نے کہا اچھا یہ تو بتائیے کہ ہمارا قیام اس نیک کام پر جو اللہ نے زمانہ جاہلیت کے بعد ظاہر فرمایا (یعنی اسلام پر) کب تک رہے گا حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ جب تک تمہارے آئمہ راہ راست پر رہیں گے اس عورت نے کہا آئمہ سے کیا مراد ہے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ کیا تیری قوم میں کچھ سردار اور بزرگ لوگ نہ تھے جو لوگوں پر حکومت کرتے ہوں اور لوگ ان کی اطاعت کرتے ہوں اس عورت نے کہا ہاں تھے حضرت صدیقؓ نے فرمایا آئمہ ایسے ہی لوگوں کو کہتے ہیں جو آدمیوں پر حکومت کریں (راہ راست پر رہنا جس کا ذکر اس روایت میں ہے علم اور عدالت و شجاعت وغیرہ کو شامل ہے

اخرجه البخاری فی حدیث عمر الطویل ان ابا بکر قال للانصار ما ذکرتم فیکم من خیر فانتم له اهل ولن یعرف هذا الامر الا لهذا الحی من قریش هم اوسط العرب نسبا ودارا اخرج ابوبکر بن ابی شیبة فی حدیث طویل فقال ابوبکر علی رسلکم فحمد الله واثنی علیه ثم قال

ترجمہ:۔ اور بخاری نے حضرت عمرؓ کی طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے (سقیفہ بنی ساعدہ میں) انصار سے فرمایا کہ جو کچھ تم نے اپنے متعلق فضائل بیان کئے بیشک تم اس کے سزاوار ہو مگر یہ کام (خلافت) کا ہر گز پہچانا نہیں گیا مگر اسی قبیلۂ قریش کے لئے جو تمام عرب میں نسب میں اور شرافت (مسکن میں) فائق ہے اور ابوبکر ابن ابی شیبہ نے ایک طویل حدیث (کے ضمن میں) روایت کیا ہے کہ (سقیفہ بنی ساعدہ میں) حضرت ابوبکرؓ نے (لوگوں سے جو انتخاب خلیفہ کے متعلق ادھر ادھر بھٹک رہے تھے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ اس کے بعد انھوں نے ا

ا معشرَ الانصار انا واللہ
ما ننکرُ فضلکم ولا بلاءَ کم
فی الاسلام ولا حقکم الواجبُ
علینا ولکنکم قد عرفتم
ان ھٰذا الحی من قریشٍ بمنزلۃ
من العرب لیس بہا غیرھم
وان العرب لن تجتمع
الا علٰی رجل منہم فنحن
الامراء و انتم الوزراء
فاتقوا اللہ ولا تصدّعوا اسلام
ولا تکونوا اول من احدث فی الاسلام

کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا کہ اے گروہ انصار اللہ کی قسم ہم تمہاری بزرگی کا انکار نہیں کرتے نہ تمہاری اسلامی خدمات کا انکار ہے نہ جو حق تمہارا ہم پر واجب ہے اُس کا انکار کرتے ہیں مگر خلافت تم میں نہیں ہو سکتی کیونکہ تم جانتے ہو کہ یہ قبیلہ قریش کا عرب میں جو عزت رکھتا ہے وہ اور کسی قبیلہ کو حاصل نہیں ہے اور یہ بھی تم جانتے ہو کہ تمام عرب نہ متفق ہوں گے مگر اسی شخص پر جو قریش میں سے ہو۔ لہٰذا ہم قریشی لوگ خلیفہ ہوں اور تم لوگ ہمارے وزیر رہو۔ اللہ سے ڈرو اور اسلام میں تفرقہ نہ ڈالو۔ اور اسلام میں پہلے رخنہ انداز نہ بنو۔ خلیفہ کے لئے قریشی النسب ہونے کی شرط پر تمام اہل سنت کا اجماع ہے۔")

۵) بخاری اور مسلم اور دارمی وغیرہم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے تھے کہ ایک شخص رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ میں نے آج شب کو (خواب میں) دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے اُس سے روغن اور شہد ٹپک رہا ہے پھر میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کو لے رہے ہیں مگر کسی نے زیادہ لیا اور کسی نے کم اور میں نے ایک رسّی آسمان سے زمین تک لٹکتی ہوئی دیکھی اور میں نے یا رسول اللہؐ آپ کو دیکھا کہ آپؐ اس رسّی کو پکڑ کر اوپر چڑھ گئے پھر ایک اَور شخص نے اس رسّی کو پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا پھر ایک اور شخص نے اس رسّی کو پکڑا اور وہ بھی اوپر چڑھ گیا پھر ایک اور شخص نے اُس رسی کو پکڑا تو وہ رسی کٹ گئی مگر پھر جُڑ گئی اور وہ شخص بھی اُوپر چڑھ گیا (یہ خواب سُنکر) حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں مجھے اجازت دیجیے تو میں اس کی تعبیر بیان کروں، آپؐ نے فرمایا اچھا تم ہی اس کی تعبیر کہو۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ ابر سے مراد اسلام ہے اور روغن و شہد جو اُس سے ٹپک رہا ہے اُس سے مُراد قرآن ہے۔ نرمی اُس کی قائم مقام روغن کے ہے اور حلاوت اُس کی (قائم مقام شہد کے ہے) اور کسی نے اُس روغن و شہد کو زیادہ لیا کسی نے کم اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا علم کسی نے زیادہ حاصل کیا کسی نے کم، اور رسی جو آسمان سے زمین پر لٹک رہی ہے اُس سے مراد وہ دینِ حق ہے جس پر آپ ہیں آپ اس کو پکڑے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ اُس کی وجہ سے آپؐ کو بلند مرتبہ کرے گا پھر آپؐ کے بعد ایک اور شخص اس کو پکڑے گا وہ بھی اس کے سبب سے بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ بعد اس کے ایک اور شخص اُس کو پکڑے گا وہ بھی اس کے سبب سے بلند مرتبہ ہو جائے گا اس کے بعد ایک اور شخص اُس کو پکڑے گا تو وہ دینِ حق منقطع ہو جائے گا مگر پھر اس کے لئے جوڑ دیا جائے گا اور وہ اس کے سبب سے بلند مرتبہ ہو جائے گا۔

یارسول اللہؐ آپ مجھ سے فرما دیجیے کہ میں نے صحیح تعبیر کہی یا غلط، نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کچھ صحیح کہی اور کچھ غلط۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ میں آپ کو قسم دلاتا ہوں کہ
آپؐ مجھ سے بیان فرما دیجیے کہ میں نے کیا غلطی کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم نہ دلاؤ۔
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت صدیقؓ جانتے تھے کہ خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد تین آدمیوں کو علی الترتیب حاصل ہوگی اور وہ تینوں پیغمبر کی روش پر ہوں گے اور پیغمبر
کی روش پر دنیا سے گزر جائیں گے۔ باقی رہی یہ بات کہ جب کہ حضرت صدیق کی تعبیر
موافق خارج میں واقع بھی ہوا تو پھر تعبیر میں غلطی کس طرح ہوئی۔ یہ فقیر کہتا ہے کہ ان خلفاء کا نام
لینا باوجودیکہ اُن کے نام لینے پر قدرت تھی ظاہری طور پر خطا کی طرف نسبت کیا گیا اور اس بات
دلیل کہ حضرت صدیق ان خلفا کو مشخص طور پر جانتے تھے چند روایتیں ہیں جو (کتاب) خصائص (تالیف
علامہ سیوطی میں مذکور ہیں (وہ یہ ہیں) ابن عساکر نے حضرت کعب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے
حضرت ابوبکر صدیق کے اسلام کا باعث ایک وحی آسمانی تھی اس کی کیفیت اس طرح پر ہے کہ حضرت
ابوبکر ملک شام میں تجارت کیا کرتے تھے (وہاں) انھوں نے ایک خواب دیکھا تو اس کو بحیرا راہب
سے بیان کیا بحیرا نے (اس خواب کو سن کر) پوچھا کہ تم کہاں کے رہنے والے ہو حضرت ابوبکر نے کہا
کا رہنے والا ہوں اُس نے پوچھا کہ مکہ کے کس خاندان سے ہو حضرت صدیق نے کہا خاندان قریش سے
پھر اُس نے پوچھا کہ تمہارا پیشہ کیا ہے حضرت صدیق نے فرمایا تاجر ہوں بحیرا نے کہا اللہ نے تمہیں
سچا خواب دکھایا ہے ایک نبی تمہاری قوم میں مبعوث ہوں گے اُن کی زندگی میں تم اُن کے وزیر رہو گے
اور اُن کی وفات کے بعد اُن کے خلیفہ بنو گے حضرت ابوبکر نے اس خواب کو پوشیدہ رکھا یہاں تک
نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو حضرت ابوبکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا کہ اے
محمد آپ جو دعویٰ کرتے ہیں اس پر کیا دلیل ہے حضرت نے فرمایا کہ وہی خواب جو تم نے شام میں
دیکھا تھا (یہ سنتے ہی) حضرت ابوبکر نے آپ سے معانقہ کیا اور آپ کی دونوں (مقدس) آنکھوں
کے درمیان میں بوسہ دیا اور کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں

اور ابن عساکر نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق فرماتے تھے
کہ میں (ایک مرتبہ) یمن کی طرف قبل بعثت نبی صلے اللہ علیہ وسلم گیا اور قبیلہ اَزد کے ایک شخص
کے یہاں جو کتب (آسمانی) پڑھا ہوا تھا اور اُس کی عمر تین سو نوے برس کی تھی فروکش ہوا اس نے مجھ
کہا کہ میں تم کو حرم کا رہنے والا خیال کرتا ہوں (کیا یہ صحیح ہے) میں نے کہا ہاں تو اُس نے کہا میں تم کو
سمجھتا ہوں (کیا یہ صحیح ہے) میں نے کہا ہاں اُس نے کہا میں تم کو تیمی سمجھتا ہوں (کیا یہ صحیح ہے) میں نے
کہا ہاں تو اُس نے کہا اب صرف ایک بات تمہاری باقی رہ گئی ہے جو مجھے نہیں معلوم میں نے
وہ کیا بات ہے اُس نے کہا تم میرے سامنے اپنا شکم کھول دو میں نے کہا کیوں اُس نے کہا میں
صادق (یعنی آسمانی کتابوں) میں دیکھتا ہوں کہ ایک نبی حرم میں مبعوث ہوگا اس کے کام پر ایک جوان (

ور ایک ادھیڑ عمر کا آدمی مدد کرے گا، جوان بڑا جفاکش اور حلال مشکلات ہوگا اور ادھیڑ گورے رنگ کا اکھرے بدن کا ہوگا۔ اس کے شکم پر ایک تل ہوگا اور اس کی بائیں ران پر ایک نشانی ہوگی تمہارا اس میں کیا حرج ہے اگر تم مجھے اپنا شکم دکھا دو کیونکہ سب باتیں میری تم میں پائی جاتی ہیں سوا اس بات کے جو مجھے معلوم نہیں حضرت ابوبکرؓ فرماتے تھے کہ میں نے اپنا شکم اُس کے سامنے کھول دیا تو اس نے ایک سیاہ تل میرے ناف کے اوپر دیکھا اور کہا قسم رب کعبہ کی وہ تمہیں ہو۔

اور ابن سعد نے حضرت حسن بصری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں ہمیشہ اپنے کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں لوگوں کے بول و براز میں چل رہا ہوں، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ضرور ضرور تم لوگوں میں باعزت ہوگے۔ نیز حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ میں نے اپنے سینہ میں دو نشان سے دیکھے ہیں حضرتؐ نے فرمایا اس کی تعبیر دو برس ہے اگر کوئی کہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب جانتے تھے کہ اُن کو خلافت کی بشارت مل چکی ہے تو پھر بیعت کے وقت اُنہوں نے کیوں توقف کیا اور کیوں حضرت فاروق اور حضرت ابوعبیدہ کی طرف اشارہ کیا کہ ان دو میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت کر لو تو ہم جواب دیں گے کہ کسی چیز کی بشارت ملنا اس بات کو مقتضی نہیں ہے کہ اس کو طلب بھی کریں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی زوجہ ہوں گی مگر باوجود اس کے آپؐ نے اُن سے نکاح ہو جانے کی کوشش نہ کی۔ اور فرمایا کہ "اگر یہ بات خدا کی طرف سے ہے تو وہ اس کو پورا کر دے گا۔ اِن یکن ھذا من عند اللہ یُمضِہٖ (الفاظ نبیؐ)

اصل یہ ہے کہ با خدا لوگوں کی حالت ایسے مواقع میں مختلف ہوتی ہے کبھی جس چیز کی بشارت ملی ہے اس کے حاصل کرنے میں کوشش کرتے ہیں باوجودیکہ اُن کو اس چیز کے حاصل ہو جانے کا یقین ہوتا ہے اور کبھی خاموشی اختیار کرتے ہیں اور تدبیر غیب کے منتظر رہتے ہیں کہ دیکھیں لطف الٰہی کس قالب میں روح کو پھونکتا ہے (یعنی کس طریقہ سے اس بشارت کو پورا کرتا ہے) حضرت صدیقؓ نے اسی اصل کے موافق توقف کی راہ اختیار کی تاکہ شرکت نفس سے دور رہیں یا اور کسی وجہ سے جو اس کے مثل ہو۔

حضرت صدیقؓ کا اپنی خلافت کو سوابق اسلامیہ سے ثابت کرنا

(۶) ترمذی نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا۔ "کیا میں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق نہیں ہوں؟ کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا، کیا میں نے فلاں کام نہیں کیا، کیا میں نے فلاں کام نہیں کیا؟ (حضرت صدیق کا بیعت عامہ ہو جانے کے بعد اپنی بیعت میں توقف کرنے سے (لوگوں کو) روکنا یہ کہہ کر کہ مسلمانوں کی قوت پراگندہ ہو جائے گی۔

(۷) حاکم نے ابوسعید سے ایک طویل قصہ میں روایت کی ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ منبر پر رونق افروز ہوئے

تو لوگوں کو دیکھا علی کو اُن میں نہ پایا پوچھا کہ وہ کہاں ہیں پس کچھ لوگ انصار میں سے اُٹھے اور حضرت علی
کو لے آئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے ابن عم و داماد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کیا تم یہ چاہتے ہو کہ
مسلمانوں کی قوت پراگندہ کر دو حضرت علی نے عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سرزنش نہ کیجئے (مجھے ایک عذر تھا) بعد اس کے حضرت علی نے اُن سے بیعت کر لی۔ پھر حضرت صدیقؓ
نے زبیر بن عوّام کو نہ دیکھا تو پوچھا کہ وہ کہاں ہیں یہاں تک کہ کچھ لوگ اُن کو لے آئے۔ حضرت صدیق
نے اُن سے فرمایا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی کے بیٹے اور آپ کے حواری کیا تم یہ چاہتے
ہو کہ مسلمانوں کی قوت پراگندہ کر دو اُنھوں نے بھی حضرت علی کی طرح عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم سرزنش نہ کیجیے۔ الغرض دونوں نے حضرت صدیق سے بیعت کر لی۔

(۸) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت فاروق کی خلافت کو اُن کی افضلیت سے ثابت کرنا۔ ترمذی
حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر سے ایک مرتبہ
کہا کہ آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے
یہ کہا تو سنو بیشک میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے کہ آفتاب نے طلوع
نہیں کیا کسی ایسے شخص پر جو بہتر ہو عمرؓ سے۔

(۹) اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے زید بن حارث سے روایت کی ہے کہ جب ابوبکر صدیقؓ کی وفات
کا وقت قریب آیا تو انھوں نے حضرت عمر کو بُلوا بھیجا تاکہ اُن کو خلیفہ بنائیں لوگوں نے عرض کیا کیا آپ
ہم پر ایسے شخص کو خلیفہ بناتے ہیں جو اب بھی تند خو اور درشت گو ہے۔ اور جب وہ ہم پر حاکم بنے گا تو
اور زیادہ تند خو اور درشت گو ہو جائے گا۔ پس اگر آپ نے حضرت عمر کو ہم پر خلیفہ بنا دیا تو جب آپ اپنے پروردگار
سے ملیں گے اس کا کیا جواب دیں گے حضرت ابوبکر نے فرمایا کیا تم مجھے میرے پروردگار کا خوف دلاتے ہو
اچھا سنو میں یہ جواب دوں گا کہ یا اللہ میں نے اُن پر اُس شخص کو خلیفہ بنایا جو سب میں بہتر ہے الی آخرہ

(۱۰) اور ابوبکر ابن ابی شیبہ نے محمد سے انھوں نے قبیلۂ بنی زُریق کے ایک شخص سے ایک طویل قصہ
ذیل میں روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر سے فرمایا کہ تم مجھ سے زیادہ قوی ہو، حضرت عمرؓ نے
عرض کیا کہ (قوت دوسری چیز ہے مگر) آپ مجھ سے افضل ہیں (با انصاف ناظرین ان آثار کو دیکھ کر
اس نتیجہ کے نکالنے میں مجبور ہو جاتے ہیں کہ ان اوصاف کو اُس خلافت خاصہ کے اثبات میں جو اس امت
کے طبقۂ اُولیٰ میں تھی کچھ دخل ہے ورنہ ان باتوں کو خلافت ثابت کرنے کے موقع میں ذکر کرنا قاعدہ
گفتگو کے خلاف ہوگا)

مُسند عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷ روایت)

شرائط خلافت کے متعلق یہ روایات ہیں۔ (۱) امام ابو یوسف نے ابو المُلیح بن اُسامہ ہُذلی سے روایت
کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز خطبہ پڑھا جس میں انھوں نے

بیان کیا کہ اے سرداران قوم تحقیق ہمارا حق تم پر یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے ہماری خیرخواہی کرو اور نیک کام میں ہماری مدد کرو اے سرداران قوم (خوب سمجھ لو کہ) اللہ کے نزدیک امام (یعنی خلیفۂ وقت) کے عالم اور اس کے خوش خلق ہونے سے زیادہ کوئی چیز محبوب و نافع تر نہیں ہے اور امام کے جاہل اور بے وقوف ہونے سے زیادہ کوئی چیز اللہ کے نزدیک ناپسندیدہ اور ضرر رساں نہیں ہے اور جو شخص اپنے آپس میں عافیت کو اختیار کرتا ہے اس کو (آسمان کے) اوپر سے عافیت عطا ہوتی ہے۔

(۲) اور (امام) ابو یوسف نے عثمان بن عطاء کلاعی سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عمر بن خطاب نے (ایک روز) لوگوں کے سامنے خطبہ پڑھا جس میں اللہ کی حمد و ثنا کے بعد بیان کیا کہ اے لوگو میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے کی جو ہمیشہ باقی رہے گا اور اس کے سوا سب فنا ہو جائیں گے جو اپنی طاعت کے وسیلہ سے اپنے دوستوں کو نفع پہونچاتا ہے اور اپنی نافرمانی کے سبب سے اپنے دشمنوں کو ضرر پہونچاتا ہے (سنو) جو شخص تبہ کار ہو جائے اس کا کوئی عذر (مسموع) نہ ہوگا اس ضلالت کے ارتکاب میں جس کو اس نے (اپنی کج فہمی سے) ہدایت سمجھا نہ اس امر حق کے ترک کر دینے میں وہ معذور سمجھا جائے گا جس کو اس نے (اپنی جہالت سے) ضلالت سمجھا (سنو) حاکم اپنی رعیت کی خبرگیری جن امور میں کرے ان سب میں خبرگیری کے زیادہ حقدار وہ امور ہیں جو اللہ نے اُن پر فرض کیئے ہیں یعنی اُن کے دینی فرائض کے متعلق جن کی ہدایت اللہ نے اُن کو کی ہے اور ہم پر فرض ہے کہ ہم تم کو اس چیز کا حکم دیں جس کا حکم اللہ نے تم کو دیا ہے یعنی اس کی عبادت کا اور تم کو منع کریں اُس چیز سے جس سے اللہ نے تمہیں منع کیا ہے یعنی اُس کی نافرمانی سے اور یہ کہ اللہ کا حکم قریب و بعید سب پر یکساں جاری کریں اور یہ کہ ہم کچھ گرفت نہ کریں اُس شخص پر جو حق بات کہے (مسلمانو) خبردار ہو کہ اللہ تعالیٰ نے (تم پر) نماز فرض کی ہے اور اُس کے لیئے کچھ شرطیں مقرر کی ہیں۔ منجملہ اُس کی شرائط کے وضو اور خشوع اور رکوع اور سجود ہیں اے لوگو (خوب) سمجھ لو کہ غیر اللہ سے طمع رکھنا فقر کا سبب ہے اور (غیر اللہ سے) نا امید ہو جانا (غنا کا سبب) ہے اور عزلت میں برے ہم نشینوں سے نجات ملتی ہے اور (یہ بھی) جان لو کہ جو شخص کسی حکم الٰہی سے جو اُس کی طبیعت کے خلاف ہو راضی نہ ہو تو وہ اُن امور میں جو اس کی طبیعت کے موافق ہوں خدا کا حق شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہر زمانہ میں ایسے ہوتے ہیں کہ جو باطل کو ترک کر کے بالکل مٹا دیتے ہیں اور حق کو ذکر کر کے اُسے رواج دیتے ہیں۔ امید اور خوف کی حالت میں رہتے ہیں (اس کے عذاب سے) بے خوف نہیں ہو جاتے (اب اس وقت ان کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ (چشم بصیرت سے دیکھ کر ایسا کامل) یقین حاصل کرتے ہیں کہ جو سر کی آنکھوں کے دیکھنے سے نہ حاصل ہو اب وہ ایسے مقام تک پہونچ گئے جہاں سے ہٹ نہیں سکتے۔ اُن کو خوف (الٰہی) نے خالص کر دیا لہذا جو چیز منقطع ہونے والی ہے اُسے اُنھوں نے چھوڑ دیا (اُن کا یہ حال ہے کہ) زندگی اُن پر وبال ہے اور موت اُن کے حق میں کرامت کا سبب ہے۔

(۳) اور (امام) ابو یوسف نے زہری سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ

اگر کوئی ایسا کرے تو میں اُس کے ایک رخسارے کو زمین پر رکھ کر دوسرے رخسارہ پر اپنا پیر رکھوں گا یہاں تک کہ وہ حق کو مان لے اور اپنے ظلم و تعدی سے باز آئے اور اے لوگو میرے ذمہ تمہارے چند حقوق ہیں وہ حقوق تم سے ذکر کرتا ہوں تم کو لازم ہے کہ ان حقوق کے متعلق مجھ سے مواخذہ کرو (منجملہ ان کے) تمہارا حق میرے ذمہ یہ ہے کہ میں نہ تمہارے خراج کے مال سے کچھ اپنے واسطے لوں اور نہ غنیمت کے مال سے جو اللہ نے تم کو دیا ہے کچھ لوں مگر اسی طور سے کہ جس کا مستحق ہوں اور منجملہ ان کے میرے ذمہ یہ بھی واجب ہے کہ تمہارے عطایا اور وظائف (مقررہ) پر اضافہ کردوں اگر اللہ نے چاہا اور تمہارے امن کے لئے تمہارے دشمنوں کے سرحدوں کی حفاظت کروں اور منجملہ ان کے تمہارے لئے مجھ پر یہ لازم ہے کہ تمہیں ہلاکت میں نہ ڈالوں اور نہ تمہیں ہمیشہ کے لئے دشمن کے مقابلہ پر متعین رکھوں اور اب تم سے ایسا زمانہ قریب ہو گیا ہے کہ جس میں امانت دار کم ہوں گے قرآن کے پڑھنے والوں کی کثرت ہوگی (مگر) سمجھ دار لوگ کم ہو جائیں گے۔ اور ایسے لوگ زیادہ ہوں گے کہ اُن کی آرزوئیں بکثرت ہوں گی اس زمانہ میں بعضے لوگ آخرت کے لئے عمل کریں گے مگر اپنے عمل سے دنیا کی وسعت و فراخی رزق طلب کریں گے (اور وہ بھی) حاصل ہوگی مگر جس کے پاس ہوگی اس کے دین کو اس طرح کھالے گی کہ جس طرح آگ خشک ایندھن کو کھالیتی ہے۔ (اے لوگو) ہوشیار رہنا جو کوئی تم میں ایسا زمانہ پائے تو اُسے چاہیئے کہ اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے اور دنیا کی تکلیفوں پر صبر کرے اے لوگو اللہ کا حق اس کی مخلوق کے حق سے بالاتر ہے چنانچہ اس نے اپنے بڑے بڑے حقوق کو یوں ارشاد فرمایا ہے وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ الاٰیۃ آلِ عمران پارہ ۳ (ترجمہ) اور نہیں حکم کرتا تم کو خدا کا کوئی رسول یہ کہ بناؤ تم فرشتوں اور پیغمبروں کو اپنے پروردگار۔ کیا تم کو کفر کرنے کا حکم کرے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوئے (اے سرداران قوم) ہوشیار رہو کہ میں نے تمہیں مسلمانوں پر سردار کر کے اس لئے نہیں بھیجا کہ تم ان پر حکومت کرو اور اُن پر جبر و تعدی کرو بلکہ تمہیں امام ہدایت کرنے والا بنا کر بھیجا ہے تاکہ مسلمان تمہارے سبب سے ہدایت پائیں لہٰذا تم کو لازم ہے کہ مسلمانوں کے حقوق اُن کو دیتے رہو اور انھیں ذلیل کرنے کے لئے نہ مارو اور نہ انھیں مبتلائے مصیبت کرنے کے لئے دشمن کی سرحد پر روک رکھو اور ان کے لئے دروازے بند نہ کرو ورنہ جو قوی ہیں وہ ضعیف کو پامال کر کے ان کے مال کھا جائیں گے اور نہ اُن پر اپنے کو ترجیح دو ورنہ اس صورت میں تم ان پر ظلم کروگے اور اُن کے ساتھ جہالت سے پیش نہ آؤ اُن کو لشکر اُن کی طاقت کے موافق کفار سے لڑاؤ اور جب تم اُن میں ماندگی اور خستگی دیکھو تو اُن کو دشمن کے مقابلہ سے باز رکھو اور ان کو سستا لینے دو تاکہ ان کی قوت عود کرے کیونکہ یہ ترکیب تمہارے دشمن سے جہاد کرنے اور اس کے پست کر دینے میں کارگر ہوگی اے لوگو میں تمہیں سرداران ملک پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے انھیں تم پر اس لئے سردار بنا کر بھیجا ہے کہ وہ لوگوں کو اُن کے دین کی باتیں بتائیں اور ان پر ان کے غنیمت

کی خدمت میں آیا اُس نے آپ سے پوچھا کہ یا امیر المؤمنین آیا میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا کروں اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈروں یا صرف اپنے ہی نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہوں۔ آپ نے فرمایا کہ جو مسلمانوں کے کام میں کچھ بھی اختیار رکھتا ہو تو اُسے اللہ کے دین کے متعلق حق بات کہنے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا چاہیئے اور جو شخص مسلمانوں کے کام اور اُن کی حکومت سے بالکل بے تعلق ہو تو اُسے لازم ہے کہ بس اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہو اور اپنے حاکم کی خیر خواہی کرتا رہے۔

(۴) اور (امام) ابو یوسف نے سعید بن بُردہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو اس مضمون کا فرمان لکھا کہ خدا کے نزدیک سرداروں میں بڑا نیک بخت سردار وہ ہے کہ جس سے اُس کی رعیت آرام پائے اور سرداروں میں بڑا بد بخت وہ ہے جس سے اُس کی رعیت تکلیف اُٹھائے تم اس سے بچتے رہنا کہ فراغت اور خوش عیشی کے ساتھ کھانے پینے میں مشغول ہو جاؤ اور تمہیں دیکھ کر تمہارے ماتحت عامل بھی تمہاری طرح عیش میں مصروف ہو جائیں اگر تم نے ایسا کیا تو خدا کے نزدیک تمہاری وہی مثل ہوگی کہ ایک جانور (مثل بکری وغیرہ کے) کسی زمین کی سبزی اور شادابی کو دیکھ کر اُس میں چرنے لگا اس کا مقصود (اس چرائی سے) اپنے کو فربہ کرنا تھا مگر اُس کا فربہ ہونا ہی اُس کی ہلاکت کا باعث ہے کیونکہ جب فربہ ہوگا لوگ اُسے ذبح کر کے کھائیں گے والسّلام۔

(۵) اور (امام) ابو یوسف بواسطۂ ایک شخص کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ کے حکم کو وہی شخص قائم کر سکتا ہے جو نہ مضارعت کرے اور نہ مصانعت کرے اور نہ طمع کا درپے ہو۔ اور اللہ کے حکم کو وہی شخص قائم کر سکتا ہے جس کی ہمت پست نہ ہوئی ہو اور امر حق میں اپنی جماعت کے لوگوں کی رعایت نہ کرے۔

(۶) اور (امام) ابو یوسف فرماتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن اسحاق نے بیان کیا وہ کہتے تھے مجھ سے اس شخص نے بیان کیا کہ جس نے طلحہ بن معدان یعمری سے سنا تھا وہ کہتے تھے کہ ہم لوگوں کے سامنے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا بعدہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ذکر کر کے اُن کے لئے بھی دعاء مغفرت کی پھر فرمایا کہ اے لوگو کسی حقدار کا حق اس درجہ تک نہیں ہو سکتا کہ اللہ کی نافرمانی میں بھی اُس کی اطاعت کی جائے اور میں اس بیت المال کے مال میں تین باتیں مناسب سمجھتا ہوں کہ حق کے موافق لیا جائے اور حق کے ساتھ خرچ کیا جائے اور ناحق خرچ سے محفوظ رکھا جائے اور میرے لئے تمہارا مال ایسا ہے جیسا والی یتیم کے لئے یتیم کا مال، اگر میں اس مال سے بے نیاز ہوں گا تو اس سے بالکل علیحدہ رہوں گا اور اگر میں تمہارے مال کا محتاج ہوں گا تو حسب دستور بقدر ضرورت اس میں سے لے کر کھاؤں گا اور میں کسی کو کسی پر ظلم و تعدی نہ کرنے دوں گا۔

مال تقسیم کریں اور اُن کے مقدمات کا فیصلہ کرتے رہیں اور کسی امر میں اُن کو دشواری واقع ہو تو اُسے مجھ تک پہونچائیں میں اس کا فیصلہ کروں گا راوی کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ امر (خلافت) درست نہ ہوگا مگر ایسی شدت اور درشتی کے ساتھ جو بغیر جبر اور ظلم کے ہو اور ایسی نرمی کے ساتھ جو بغیر ضعف کے ہو۔

(۷) اور ابو یعلی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو کیا میں تمہیں نہ بتادوں کہ تمہارے بُرے سردار کون ہیں اور اچھے سردار کون ہیں سنو اچھے سردار وہ ہیں کہ جن کو تم دوست رکھتے ہو اور تم کو وہ دوست رکھتے ہوں اور تم ان کے لئے اچھی دعا کرتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہوں اور تمہارے بُرے سردار وہ ہیں کہ جن سے تم بغض رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں اور تم اُن پر لعنت اور بددعا کرتے ہو اور وہ تم پر لعنت کیا کرتے ہوں۔

(۸) اور امام مسلم اور ابو یعلی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن خطبہ پڑھا اس میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو ذکر کیا پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ذکر کرکے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مرغ نے مجھے ایک یا دو چونچیں ماریں جس کی تعبیر میں یہی سمجھتا ہوں کہ میری موت کا زمانہ قریب آگیا ہے اور بعضے لوگ مجھے رائے دیتے ہیں کہ میں کسی کو اپنی جگہ پر خلیفہ بناؤں اور میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ اللہ اپنے دین کو ضائع نہ کرے گا اور نہ اس خلافت کو برباد کرے گا اور نہ اس روشن طریقۂ اسلام کو جس کے ساتھ اُس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اور میں یہ بھی یقیناً جانتا ہوں کہ بعضے لوگ اس کام یعنی خلافت خاص پر طعن کریں گے مگر وہ لوگ قابل اعتبار نہیں ہیں میں نے اپنے ہاتھوں سے اُنھیں اسلام پر قائم رہنے کے لئے مارا ہے پس اگر وہ لوگ طعن کریں گے تو وہ خدا کے دشمن کافر سخت گمراہ ہوں گے اگر میرے ساتھ امر الٰہی نے عجلت کی اور میں مرگیا تو خلافت انھیں لوگوں میں سے کسی کو باہمی مشورے سے ملنا چاہیئے جن سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بوقت وفات خوش گئے تا آخر حدیث (حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کو ضائع نہ کرے گا میرے نزدیک اس میں صرف خلافت خاصہ کی طرف اشارہ ہے یعنی خلافت خاصہ کے زمانہ میں امور دینی کے اجرا میں کسی طرح کا نقص نہ آنے پائے گا، ورنہ خلافت عامہ کے متعلق تو خود حضرت عمر نے فرما دیا ہے کہ وہ زمانہ قریب آگیا ہے جس میں امانت دار کم ہوں گے الیٰ آخرہ اور حضرت عمر کا یہ فرمانا کہ لوگ اس کام میں طعن کریں گے میرے نزدیک اس میں خلافت خاصہ کے خلافت عامہ کی طرف منتقل ہو جانیکا اشارہ ہے اور یہ کہ اس خلافت خاصہ کے لئے ایسے لوگ منتخب ہونگے جو مہاجرین اولین سے نہ ہونگے اور آپ کا یہ فرمانا کہ یہ لوگ خدا کے دشمن اور سخت گمراہ ہیں صرف بطور تہدید و تخویف کے ہے اس کلام سے حقیقت کفر آپ کی مراد نہ تھی واللہ اعلم

(۹) اور امام بخاری اور ابو یعلی وغیرہما عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوا حضرت عمر کی آمد کی خبر سن کر امیر مکہ نافع بن علقمہ استقبال کے لئے آئے حضرت عمر

نے اُن سے فرمایا کہ اے نافع تم بجائے اپنے اہل مکہ پر کسے حاکم کر کے آئے ہو انھوں نے جواب دیا کہ عبدالرحمٰن بن ابزٰی
و آپ نے (براہ عتاب) فرمایا کہ تم نے ایک شخص کو غلاموں میں سے وہ رتبہ دیا کہ اسے) اہل مکہ پر جن میں قریش اور اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حاکم کر دیا نافع نے جواب دیا ہاں بیشک میں نے اُن کو خلیفہ کر دیا ہے مگر میں نے
اُن کو دیگر اشخاص کی بہ نسبت کتاب اللہ کا اچھا قاری پایا اور مکہ ایسی جگہ ہے کہ وہاں لوگ آتے رہتے ہیں لہٰذا میں
نے یہ مناسب سمجھا کہ آنے والے لوگ ایک ایسے شخص سے جو قرآن کا پڑھنا اچھی طرح جانتا ہے کتاب الٰہی کو سنیں
اور اس کے برکات سے فائدہ مند ہوں یہ سن کر حضرت عمر نے فرمایا کہ تمہاری رائے صحیح ہے بیشک اللہ کچھ لوگوں
کو قرآن کے ذریعہ سے بلند مرتبہ کرتا ہے اور کچھ لوگوں کو اسی کی تعظیم نہ کرنے کی شامت کے سبب سے پست
و ذلیل کرتا ہے اور عبدالرحمٰن بن ابزٰی اُن لوگوں میں ہیں کہ جن کو اللہ نے قرآن کی بدولت بلند مرتبہ کیا ہے۔ اور ایک
روایت میں ہے کہ جب حضرت عمر نے نافع کو اُن کی دار الحکومت کے باہر دیکھا تو آپ اُن پر ایسے غصہ ہوئے کہ مارے
غصے کے اونٹ کی رکابوں پر کھڑے ہو گئے اور بکمال غضب فرمایا کہ اے نافع کیا تم نے اہل بیت اللہ پر عبدالرحمٰن
بن ابزٰی کو خلیفہ بنا دیا اور خود یہاں چلے آئے انھوں نے جواب دیا بیشک میں نے ایسا کیا ہے مگر میں نے انھیں
کتاب اللہ کا اچھا پڑھنے والا اور اللہ کے دین میں خوب سمجھ دار پایا لہٰذا انھیں خلیفہ کر دیا اس کلمہ کے سننے سے
حضرت عمر نرم ہوئے یہاں تک کہ اپنی سواری پر اطمینان کے ساتھ بیٹھ گئے پھر فرمایا کہ تم نے ایسا کیا ہے تو (سنو)
میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ اس دین کے ذریعہ سے بعضوں کو بلند کرے
گا اور بعضوں کو اسی کے ذریعہ سے پست کر دے گا

(۱۰) حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے بتواتر ثابت ہے از انجملہ بروایت
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابن عمر نے حضرت ابوبکر کی بیعت پر اتفاق ہونے کے قصہ میں حضرت عائشہ سے
روایت کی ہے (کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نہایت بلاغت کے ساتھ گفتگو شروع
کی اور انھوں نے اپنے کلام میں یہ بھی فرمایا کہ ہم لوگ (یعنی اہل قریش) سردار ہیں اور تم لوگ ہمارے وزیر ہو اس فقرے
پر حباب بن منذر نے کہا کہ قسم خدا کی ہم ایسا نہ کریں گے بلکہ ہم میں سے ایک سردار ہو اور تم میں سے ایک سردار ہو حضرت
ابوبکر نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا بلکہ ہم لوگ سردار ہیں اور تم لوگ ہمارے وزیر ہو (تم میں سرداری نہ ہوگی کیونکہ
وہ (یعنی اہل قریش) باعتبار خاندان کے سب سے بہتر اور حسب میں معروف و مشہور ہیں (لہٰذا امارت ان ہی کا حق
ہے تم کیسے پا سکتے ہو تم کو مناسب ہے کہ عمر یا ابوعبیدہ بن جراح سے بیعت کر لو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا نہیں بلکہ ہم سب آپ کی بیعت کرتے ہیں کیونکہ آپ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب میں بہتر ہیں اور
ہم سب سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ زیادہ محبوب ہیں (یہ فرما کر) پھر حضرت عمر نے
حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی اور اُن کے بعد سب نے بیعت کر لی۔

(۱۱) جناب حاکم نے ہشام بن عروہ سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے انھوں
نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سردار اور ہم میں سب سے بہتر تھے
اور ہم سب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب تھے۔

(۱۲) اور انجملہ بروایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، امام بخاری نے بروایت حضرت ابن عباس حضرت ابوبکر کی بیعت پر اتفاق کرنے کے قصہ میں حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نے لوگوں کو مخاطب کرکے عہد خلافت میں فرمایا مجھے یہ خبر پہونچی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کہتا ہے کہ خدا کی قسم اگر عمر مر گئے تو میں فلاں شخص سے بیعت کرلوں گا (اے لوگو) تم میں سے کوئی شخص دھوکے میں آکر یہ نہ کہے کہ ابوبکر کی بیعت ابتداء میں دفعۃً واقع ہوئی اور اس کے بعد کامل ہوگئی (سنو) بیشک ایسا ہی ہوا ہے ولیکن اللہ نے اس قسم کی بیعت میں جو شر اور فتنہ ہوتا ہے اُس کے شر سے سب کو محفوظ رکھا اور (اے لوگو) تم میں ابوبکر کے مثل کوئی نہیں جس کے آگے لوگوں کی گردنیں جھکیں (اور) اسی حدیث میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے جماعت مسلمین میں تمہارے لئے ان دونوں آدمیوں میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو پھر حضرت ابوبکر نے میرا اور ابوعبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ دونوں شخص ہیں، اور اس وقت وہ ہمارے درمیان میں بیٹھے ہوئے تھے مجھے حضرت ابوبکر کی کوئی بات سوا اس فقرہ کے ناپسند نہیں ہوئی خدا کی قسم اگر میں بلاقصور قتل کر دیا جاؤں تو میرے نزدیک اس سے اچھا ہے کہ ایسی قوم میں (کہ) ابوبکر ہوں سردار بنایا جاؤں۔ ہاں (اگر خدانخواستہ) میری موت کے قریب میرا نفس اُس بات کو میری نظر میں اچھا کرکے دکھلائے کہ جسے اس وقت اچھا نہیں جانتا تو یہ دوسری بات ہے

(۱۳) (از انجملہ بروایت حضرت انس) امام بخاری نے حضرت انس سے روایت کی ہے حضرت انسؓ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر کا دوسرا خطبہ سنا جبکہ حضرت عمر منبر پر بیٹھے اور یہ خطبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دوسرے دن کا سب سے پہلے حضرت عمر نے کلمۂ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر اُس وقت خاموش تھے پھر حضرت عمر نے فرمایا کہ میری آرزو تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دن اور زندہ رہتے اور ہم سب آپ کے سامنے راہی ملک عدم ہوتے، آپ ہم سب کے بعد (اس عالم سے) تشریف لے جاتے (لیکن) ہماری آرزو کے خلاف، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو بھی دین کا نقصان نہیں ہوا کیونکہ اللہ نے تمہارے درمیان اُس نور کو باقی رکھا جس سے کہ تم ہدایت پاؤ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اسی نور سے ہدایت دی تھی اور (دوسرا فضل خدا کا یہ ہے کہ) ابوبکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے یار اور ثانی اثنین ہیں تم میں موجود ہیں) اور وہ سب مسلمانوں سے زیادہ تمہارے کاموں کے حقدار ہیں لہذا (اے مسلمانو) اٹھو اور بیعت کرلو اس سے قبل سقیفہ بنی ساعدہ میں بہت سے صحابہ آپ سے بیعت کرچکے تھے مگر بیعت عامہ اس دن منبر پر ہوئی۔

(۱۴) از انجملہ بروایت شیبہ امام بخاری نے ابووائل سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں شیبہ کے ساتھ کعبہ کے اندر کرسی پر بیٹھا تھا تو شیبہ نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ایک دفعہ یہاں بیٹھے تھے اور یہ فرمایا کہ میں نے قصد کیا کہ خانہ کعبہ میں سونا چاندی بالکل نہ باقی رکھوں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ کے صاحبین (یعنی) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیقؓ نے تو ایسا نہیں کیا فرمایا وہی دونوں تو ہیں جن کی اقتدا کرتا ہوں، پس حضرت عمر نے ارادہ فسخ کر دیا

...) ازانجملہ قبیلہ بنی زریق کے ایک شخص کی روایت جو حضرت ابوبکرؓ کی بیعت پر اتفاق کے بارے میں ہے
...ر بن ابی شیبہ نے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے لوگو حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کر لو حضرت
...ر نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ تم مجھ سے قوی ہو۔ لہذا میرے ہاتھ پر نہیں بلکہ تمہارے ہاتھ پر بیعت کرنی چاہیئے
...رت عمرؓ نے فرمایا آپ مجھ سے افضل ہیں۔ پھر دوبارہ دونوں میں اسی قسم کی گفتگو ہوئی پھر جب تیسری مرتبہ نوبت
...ی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میری قوت آپ کی فضیلت کے ساتھ مل جائے گی۔ یعنی میں آپ کے ہر کام میں شریک
...ہر طرح آپ کا مطیع ہوں۔ راوی کا قول ہے کہ پھر سب نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کی۔

...) ازانجملہ بروایت جابر بن عبداللہ، ترمذی نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے
...رت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اے سب سے بہتر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد، حضرت ابوبکرؓ نے
...ا تم مجھ سے یہ کہتے ہو، سنو، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے آفتاب نے
...سے بہتر کسی شخص پر طلوع نہیں کیا۔

...) اور ازانجملہ بروایت علقمہ بن قیس وقیس بن مروان، ابو یعلی نے علقمہ اور قیس بن مروان سے حضرت عبداللہ
...سعود کے فضائل میں حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے میں ایک روز علی الصباح
...سعود کے پاس انہیں بشارت دینے گیا وہاں پہونچ کر میں نے ابوبکرؓ کو پایا کہ مجھ سے پہلے اُن کے پاس
...ہونچ گئے تھے اور انہیں بشارت دے چکے تھے۔ قسم خدا کی میں نے جب کسی نیک کام میں ابوبکرؓ پر
...سبقت لے جانے کا ارادہ کیا تو ناکام ہی رہا اور وہی مجھ سے اس میں سبقت لے گئے۔

...) اور مشکوٰۃ میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اُن کے سامنے حضرت ابوبکرؓ کا ذکر کیا گیا تو وہ رونے
...اور فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے سارے اعمال خیر اُن کے ایک دن اور اُن کی ایک رات کے
...ل کے مثل ہوتے۔ رات تو وہ جس میں حضرت ابوبکرؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار کو گئے تھے
...جب دونوں اس غار تک پہونچے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا اے رسول اللہ خدا کی قسم آپ اس غار میں نہ تشریف
...جائیں جب تک کہ میں آپ سے پہلے اس غار میں نہ جاؤں تاکہ اگر کوئی موذی چیز ہو تو مجھ ہی کو صدمہ پہنچائے
...ہ کہ حضرت صدیق غار میں داخل ہوئے اور اسے جھاڑا۔ اور غار کے ایک جانب چند سوراخ پائے
...پنی چادر پھاڑ پھاڑ کر سوراخوں کو بند کر دیا لیکن دو سوراخ بند ہونے سے رہ گئے جن میں انہوں نے
...ے دونوں پیر لگا دیئے پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اب آپ تشریف لائیں پھر
...ل خدا صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکرؓ کے زانو پر سر رکھ کر سو رہے آپ ابھی
...روف خواب تھے کہ حضرت ابوبکرؓ کے پاؤں میں کسی زہردار جانور نے کاٹ لیا مگر انہوں نے ضبط کیا
...اس خوف سے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیدار نہ ہو جائیں اپنے پیر کو حرکت نہ دی پھر بھی اس کے
...ٹنے کے صدمہ سے بے چین ہو گئے اور آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور چند قطرے آنسو کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
...چہرۂ مبارک پر گرے آپ بیدار ہو کر فرمایا کہ اے ابوبکر تمہیں کیا ہوا کیوں روتے ہو؟ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا میرے
...باپ آپ پر فدا ہوں کسی جانور نے مجھے کاٹ لیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن اُن کے پیر میں لگا دیا،

جس سے وہ کیفیت زائل ہوگئی۔ پھر اسی زہر نے آخر میں عود کیا اور وہی ان کی وفات کا سبب ہوا۔ یہ حضرت ابوبکر کی رات تھی
ان کے دن کی فضیلت سنو ان کا دن وہ ہے کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اس عالم سے تشریف لے گئے تو عرب
بعض قبائل مرتد ہوگئے اور کہا کہ ہم زکوٰۃ نہ دیں گے۔ یہ خبر سنکر حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ اگر مجھے زکوٰۃ کے اونٹ تو بڑی چیز ہے
اونٹ کے پیر کا بندھن جو دیا کرتے تھے نہ دیں گے تو میں اُس کے نہ دینے پر بھی اُن سے ضرور جہاد کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ اے خلیفہ
رسول اللہ اس وقت موقع تو یہ ہے کہ آپ لوگوں کی تالیف کیجیے اور اُن کے ساتھ نرمی فرمائیے۔ فرمایا اے عمر تم تو جاہلیت
بڑے سخت تھے کیا اسلام میں نرم ہوگئے؟ اے عمر وحی منقطع ہو چکی، دین پورا ہو گیا، کیا دین کم ہو جائے اور میں زندہ رہو
یہ نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے۔ (عمر فاروق کا خلافۃ صدیق رضؓ پہ امامۃ مسلمین سے استدلال
(۱۸) حاکم اور ابوبکر نے عاصم سے انھوں نے زر سے اُنہوں نے عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے
جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو انصار نے کہا ہم مہاجرین میں سے ایک امیر ہو اور ا
امیر تم میں سے ہو۔ حضرت عمر اس اختلاف کی خبر سنکر انصار کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ اے گروہ انص
کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حکم د
کہ وہ لوگوں کی امامت کریں، اب تم میں سے کس کا دل اس بات کو گوارا کرے گا وہ ابوبکر سے مقدم ہو جا
پھر انصار نے جواب دیا کہ ہم خدا کی پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ابوبکر سے ہم مقدم ہوں۔
(۱۹) اور امام احمد نے رافع طائی سے جو غزوہ سلاسل میں حضرت ابوبکر کے رفیق تھے روایت کی ہے
کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر سے مسلمانوں کی بیعت کے متعلق جو گفتگو پیش آئی تھی دریافت کی تو ا
نے مجھ سے وہ تمام گفتگو بیان کی جو انصار نے کی تھی اور جو کچھ حضرت عمر نے انصار کو ان کی تقریر کا جواب
تھا اور فرمایا کہ عمر نے اُن کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے آپ کے مرض وفات میں میرا امام
بننا یاد دلایا تھا۔ اسی بات پر سب نے مجھ سے بیعت کر لی اور میں نے اُن کی بیعت قبول کر لی اور میں
اس بات سے ڈرا کہ مبادا میرے انکار سے کوئی فتنہ پیدا ہو کہ جس کا نتیجہ ارتداد تک پہونچے۔
(۲۰) (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خلافت حضرت صدیق پر سوابق اسلامیہ سے استدلال!) ابوبکر بن ابی شیبہ نے حض
ابن عباس سے حضرت ابوبکر کی بیعت پر اتفاق کرنے کے قصہ میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے میں نے کہا ا
گروہ انصار اے اہل اسلام رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی جانشینی کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہے جو مصداق ث
اثنین اذ ہما فی الغار کا ہے یعنی ابوبکر جو سب سے اسلام میں کھلم کھلا سبقت لے جانے والے ہیں، پھر یہ کہہ کر میں نے بیعت
حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر ایک شخص نے انصار میں سے مجھ پر سبقت کی اور قبل اس کے کہ میں اپنا ہاتھ ان کے ہا
میں دوں اور اُن سے بیعت کروں اُس نے اپنا ہاتھ اُن کے ہاتھ میں دے کر بیعت کر لی تو پھر سب لوگوں نے بیعت کر
حضرت عمر کا زمانہ ظہور و قوت اسلام میں خلافت واقع ہونے کے بعد خلفاء راشدین کی خلافت کو خلافتِ خاصہ سمجھ
(۲۱) ابو یعلیٰ نے علقمہ بن عبد اللہ مزنی سے اُنہوں نے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں مدینہ
ایک مجلس میں تھا جہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے آپ نے اپنے ایک ہمنشین سے پوچھا کہ تم نے رسول
خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اسلام کی صفت کس طرح سنی تھی انہوں نے کہا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا

آپ فرماتے تھے کہ اسلام جب شروع ہوا تو جذع تھا پھر ثنی پھر رباعی، پھر سدیس، پھر بازل بنا۔
یہ سنکر حضرت عمر نے فرمایا کہ بازل ہو جائے کے بعد نقصان کے سوا اور کیا ہوگا۔ (حدیث ہذا مضمون آیت کریمہ اخرج شطأہ فآزرہ فاستغلظ فاستویٰ الآیۃ کے موافق ہے) حضرت عمرؓ کا حدیث قرون ثلثہ سے خلفاء راشدین کی خلافت خاصہ کو سمجھنا۔ (۲۲) ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت عمر مقام جابیہ میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے لوگو میں تم میں اس طرح کھڑا ہوں جسطرح رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہم میں کھڑے ہوتے تھے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنے صحابہ کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں پھر اُن لوگوں کے بارہ میں جو اُن کے بعد ہوں (یعنی تبع تابعین) پھر اس زمانہ کے بعد جھوٹ کا رواج ہو جائے گا یہاں تک اس کی کثرت ہوگی) کہ انسان قسم لینے سے پہلے جھوٹی قسم کھالے گا اور خود بخود جھوٹی گواہی دے گا بدوں اس کے کہ اُسے گواہ بنائیں۔

(۲۳) حضرت عمر رضی اللہ تعا عنہ کا اس بات سے کہ جب تک میں زندہ ہوں فتنہ عامہ نہ واقع ہوگا اپنی خلافت کو خلافت خاصہ سمجھنا) امام بخاری نے شقیق سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں نے حذیفہ سے سُنا وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ آپ نے فرمایا فتنہ کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تم میں سے کس کو یاد ہے حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا وہ فتنہ جو انسان کو اُس کے اہل اور اُس کے مال اور اُس کی اولاد اور اس کے ہمسایہ کے متعلق لاحق ہو اس کا کفارہ (تو) نماز اور صدقہ اور امر معروف اور نہی منکر سے ہو جاتا ہے حضرت عمر نے فرمایا کہ میں تم سے اس فتنہ کو نہیں پوچھتا بلکہ اُس فتنہ کے متعلق دریافت کرتا ہوں جو دریا کی لہروں کی طرح پھیل جائے گا میں نے کہا اے امیرالمومنین آپ کو اُس فتنہ سے کچھ خوف نہ کرنا چاہیئے کیونکہ آپ کے اور اس فتنہ کے درمیان ایک مقفل دروازہ حائل ہے حضرت عمر نے پوچھا کہ وہ دروازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا میں نے کہا کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑا جائے گا حضرت عمرؓ نے فرمایا جب ٹوٹ گیا تو پھر بند نہ ہوگا میں نے کہا ہاں بیشک ایسا ہی ہے۔ شقیق کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ کیا عمر اُس دروازہ کو جانتے تھے کہ کون ہے؟ کہا ہاں وہ اس دروازہ کو اس طرح یقین کے ساتھ جانتے تھے جس طرح میں یقیناً جانتا ہوں کہ کل دن کے بعد رات ہوگی اور یہ کہنا میرا اس لئے ہے کہ میں نے جو بات اُن سے کہی وہ پیچیدہ نہ تھی بلکہ بالکل واضح تھی پھر ہماری جرأت نہ ہوئی کہ حضرت حذیفہ سے پوچھیں کہ دروازہ سے کیا مراد ہے لہٰذا ہم نے مسروق سے کہا کہ تم حضرت حذیفہ سے دریافت کرو انہوں نے اُن سے پوچھا تو حضرت حذیفہ نے جواب دیا کہ دروازہ حضرت عمرؓ تھے۔

(۲۴) حضرت عمر رضی اللہ تعا عنہ کا اپنی خلافت پر اپنی محدثیت اور اپنی رائے کے مطابق وحی ہونے سے استدلال کرنا۔ امام مسلم نے ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ تین موقعوں پر میری رائے میرے پروردگار کی وحی کے موافق رہی۔ یعنی[۱] مقام ابراہیم کے متعلق اور[۲] حجاب ازواج مطہرات کے

کے متعلق، اور قیدیان بدر کے متعلق۔

(۲۵) حضرت عمر کا اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنی افضلیت کا بیان فرمانا۔ امام محمد مؤطا میں سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ دوسرا شخص مجھ سے زیادہ اس کام یعنی خلافت کا بار اٹھانے کی قوت رکھتا ہے تو میرے نزدیک آسان تھا کہ میری گردن ماری جائے بہ نسبت اس کے کہ ایسے شخص کے ہوتے ہوئے میں خلیفہ بنا دیا جاؤں جو شخص میرے بعد منصب خلافت پر فائز ہو اس کو جان لینا چاہیئے کہ قریب و بعید غرض ہر قسم کے لوگ اس سے خلافت کو ہٹانا چاہیں گے اور اس پر طرح طرح کے بے جا الزام لگائیں گے اور خدا کی قسم میں تو لوگوں کو اپنے نفس سے دفع کرتا رہا۔ یعنی بے جا تہمت لگانے کا کسی کو موقع نہ دیتا تھا۔

(۲۶) اور امام مسلم نے سماک سے اُنہوں نے حضرت عمرؓ سے قصۂ ایلاء میں روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ ایسا کم ہوتا ہے کہ میں کوئی بات کہوں اور مجھے یہ امید نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ میری بات جو میں کہوں اُس کو پورا کرے الیٰ آخرہٖ۔

(۲۷) "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے بعد خلافت کو چھ شخصوں کے درمیان بطور شوریٰ دائر کر دینا" امام بخاری نے حضرت عمر کی شہادت کے قصہ میں اور حضرت عثمان پر مسلمانوں کے اتفاق کرنے کے بیان میں بروایت عمرو بن میمون حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ جب مسلمانوں نے کہا کہ اے امیر المومنین آپ کچھ وصیت فرمائیں کسی کو خلیفہ بنائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اُن لوگوں سے زیادہ جن سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم راضی اور خوش تشریف لے گئے ہیں کسی کو اس امرِ خلافت کا مستحق نہیں سمجھتا۔ پھر آپ نے حضرت علی، عثمان، زبیر، طلحہ، سعد اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہم کے نام لئے تا آخر حدیث۔

مسند عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ (۱۷، روایت)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استدلال حضرات مشائخ ثلاثہ کی خلافتِ خاصہ پر بایں طور کہ یہ حضرات منجملہ سابقین اسلام ہیں۔

(۱) ترمذی نے ابو عبدالرحمٰن سُلمی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ جب حضرت عثمان محصور ہوئے تو وہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر محاصرہ کرنے والوں کے سامنے آئے اور فرمایا کہ میں تمہیں خدا کی قسم دے کر یاد دلاتا ہوں کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جب کوہ حرا کو جنبش ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا تھا اے حرا ٹھہر جا کیوں جنبش کرتا ہے، تیرے اوپر تو نبی یا صدیق یا شہید ہیں محاصرین نے جواب دیا ہاں یہ حدیث معلوم ہے۔

(۲) ترمذی نے ثمامہ بن حزن قشیری سے ایک طویل قصہ میں روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے محاصرین کو مخاطب کر کے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم اور اسلام کا واسطہ دیتا ہوں کہ بولنا کیا تم جانتے ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے پہاڑ ثبیر نامی پر تشریف فرما تھے اور آپ

اتھ حضرت ابوبکر و حضرت عمر تھے اور میں بھی تھا کہ ناگاہ پہاڑ نے جنبش کی یہاں تک کہ اُس کے پتھر اوپر سے
ھک کر نیچے گرے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس پہاڑ پر اپنا پیر مارا اور فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا کیونکہ
رے اوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو[2] شہید ہیں۔ محاصرین نے جواب دیا کہ بار خدایا یہ حدیث صحیح ہے
ضرت عثمان رضی نے یہ سنکر تین[3] مرتبہ فرمایا اللہ اکبر قسم رب کعبہ کی کہ ان لوگوں نے میرے شہید ہونے کی
صدیق کر دی۔

(۳) امام بخاری نے عبید اللہ بن علائی بن خیار سے ایک قصہ میں روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی نے
رمایا۔ اما بعد اللہ نے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو دین حق کے ساتھ بھیجا اور آپ نے خدا کے دین کی طرف
ن کے سب بندوں کو دعوت کی پس میں اُن لوگوں میں ہوں کہ جنہوں نے اور اللہ اور اُس کے
سول[4] کی دعوت کو قبول کیا اور جس امر حق کے ساتھ آپ مبعوث ہوئے تھے اُس پر ایمان لایا اور
ں نے دونوں ہجرتیں کیں اول بجانب حبشہ، دوم بجانب مدینہ منورہ۔ جیسا کہ میں نے بارہا بیان کیا
ور میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا اور آپ کی بیعت کی۔ پھر بیعت کر کے خدا کی
سم میں نے کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کی اور نہ کبھی آپ کی خیانت کی اور میں اسی اطاعت اور بیعت پر
ائم رہا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد
وبکر رضی خلیفہ ہوئے اور اُن کا بھی مطیع رہا۔ پھر حضرت عمر رضی کا زمانہ آیا اور میں اُن کا بھی فرماں بردار رہا۔ پھر ان دونوں
ے بعد میں خلیفہ کیا گیا تو کیا میرا وہ حق نہیں ہے کہ جو اُن بزرگوں کا تھا مخاطبین نے جواب دیا کیوں نہیں
آپ کا بھی حق ہم پر ویسا ہی ہے۔ فرمایا پھر یہ کیا باتیں ہیں جو تم لوگوں کی طرف سے مجھے پہنچ رہی ہیں۔
ی آخرہٖ۔ حضرت عثمان رضی کا اپنی بغاوت کے ممنوع ہونے پر اپنے سوابق اسلامیہ سے استدلال کرنا۔
ہ استدلال متواتر ہے بہت لوگوں نے اس کو حضرت ذی النورین سے روایت کیا ہے۔

(۴) از انجملہ ابو اسحٰق کی روایت بواسطہ عبد الرحمٰن سلمی کے حضرت عثمان سے ہے۔ ترمذی نے ابو عبد الرحمٰن
سلمی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ جب حضرت عثمان رضی کا محاصرہ کیا گیا تو وہ اپنے گھر کی چھت پر
بڑھ کر محاصرہ کرنے والوں کے سامنے آئے اور اُن سے فرمایا کہ میں تمہیں یاد دلاتا ہوں اللہ کے واسطے
تا دو تم جانتے ہو یا نہیں کہ جب کوہ حرا پر میں اور شیخین رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ گئے تو
س نے جنبش کی رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے حرا ٹھہر جا تیرے اوپر نبی ہیں یا صدیق
شہید لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان رضی نے فرمایا میں تمہیں یاد دلاتا ہوں
للہ کے واسطے بتا دو تم جانتے ہو یا نہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جیش عسرت (یعنی غزوہ تبوک)
ں فرمایا تھا کہ کون ہے جو اس لشکر کے سامان کے لیے کچھ قابل قبول خرچ دے اس وقت سب صحابہ
فلس اور تنگ دست تھے میں نے اپنے پاس سے اس لشکر کا سامان کر دیا لوگوں نے کہا ہاں ہمیں یاد
ہے۔ پھر حضرت عثمان نے فرمایا میں تمہیں یاد دلاتا ہوں اللہ کے واسطے بتا دو تم جانتے ہو یا نہیں کہ رومہ
امی کنوئیں سے کوئی شخص بغیر قیمت دیئے ہوئے پانی نہ پی سکتا تھا میں نے اس کو مول لے کر غنی

اور فقیر اور مسافر سب کے لئے وقف کر دیا لوگوں نے کہا بار خدایا ہاں یاد ہے۔ اسی طرح کی اور بھی چند باتیں حضرت عثمان نے ذکر فرمائیں۔

(۵) ازانجملہ احنف بن قیس کی روایت ہے نسائی نے احنف بن قیس سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے ہم حج کرنے کے لئے چلے جب مدینہ پہونچے تو ہم نے چاہا کہ یہاں دو ایک روز قیام کریں پس اس حال میں کہ ہم اپنی منزلوں میں اسباب رکھ رہے تھے ایک شخص آیا اور اُس نے بیان کیا کہ لوگ مسجد میں جمع ہیں اور کچھ گھبرائے ہوئے ہیں یہ سنکر ہم لوگ مسجد نبوی گئے دیکھا تو درمیان مسجد میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور بہت سے آدمی اُن کو گھیرے ہوئے ہیں وہ لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے علی و زبیر، طلحہ اور سعد بن ابی وقاص تھے۔ ہم کھڑے ہوئے تھے کہ یکایک حضرت عثمان بن عفان تشریف لائے اُن کے جسم پہ ایک زرد رنگ کی چادر تھی اور اُسی چادر سے اپنا سر بند کئے ہوئے تھے اُنھوں نے آتے ہی پوچھا کہ کیا علی یہاں ہیں کیا طلحہ یہاں ہیں کیا زبیر یہاں ہیں کیا سعد یہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں ہیں۔ حضرت عثمان نے صحابۂ مذکورین سے مخاطب ہو کر کہا اے لوگو میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں بتاؤ تم جانتے ہو یا نہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو شخص چاہ رُومہ کو فلاں شخص سے خرید لے گا اللہ اُسے بخش دے گا چنانچہ میں نے اُس کو اس قدر روپیہ دے کر خریدا اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے اُس کو اس قدر روپیہ میں خرید لیا۔ حضرت ؐ نے فرمایا تم اُس کو مسلمانوں کے لئے وقف کر دو ثواب اس کا تمہیں ملے گا۔ اُن لوگوں نے کہا بار خدایا ہاں ہم جانتے ہیں۔ حضرت عثمان نے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دلاتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں بتاؤ تم جانتے ہو یا نہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جیش العسرۃ یعنی غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ جو کوئی ان کا سامان جہاد درست کر دے اللہ اس کو بخش دے گا تو میں نے اُن کا سامان درست کر دیا اور ایسا کامل سامان دیا کہ اونٹ کے پیر کا بندھن اور نکیل بھی اُن کو ڈھونڈھنا نہ پڑا لوگوں نے کہا بار خدایا ہاں ہم جانتے ہیں حضرت عثمان نے یہ سنکر فرمایا یا اللہ گواہ رہ، یا اللہ گواہ رہ۔ یہ میرے فضائل کا اقرار کر رہے ہیں۔

(۶) اور ازانجملہ ثمامہ بن حزن قشیری کی روایت حضرت عثمان رضؓ سے ہے۔ ترمذی اور نسائی نے ثمامہ بن حزن قُشیری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے (اور یہ جو عبارت ہم نقل کرتے ہیں نسائی کی ہے۔ میں حضرت عثمان کے گھر میں موجود تھا جب کہ وہ مکان کی چھت پہ چڑھ کر بلوائیوں کے سامنے آئے اور فرمایا کہ میں تمہیں اللہ کی اور دینِ اسلام کی قسم دیتا ہوں سچ سچ کہنا کیا تم جانتے ہو، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے ہیں اور اس وقت مدینہ بجز چاہ رومہ کے میٹھا پانی کہیں نہ تھا تو آپ نے فرمایا کہ کون ایسا خدا کا بندہ ہے کہ چاہ رومہ کو اس کے مالک سے خرید لے اور اس کے عوض جنت میں اُسے اس کنویں سے بہتر معاوضہ ملے گا۔ اپنا ڈول

ن میں مسلمانوں کے ڈول کے برابر کر دے (یعنی اس کو تمام مسلمانوں کے لئے وقف کر دے) پھر میں
نے خاص اپنے مال سے اُسے خرید لیا اور اپنا ڈول بھی مسلمانوں کے ڈول کے برابر کر دیا اور یہ بھی کچھ
عجیب بات نہیں ہے کہ تم لوگ آج مجھے اس کنویں کے پانی سے روکتے ہو اور میں مجبوراً کھاری پانی
پیتا ہوں۔ سب نے جواب دیا کہ ہاں ہم اسے خوب جانتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان نے فرمایا میں
تمہیں اللہ کی اور دین اسلام کی قسم دیتا ہوں بھلا یہ تو بتاؤ کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اپنے مال سے
جیش العسرت کا سامان درست کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان نے
فرمایا میں تمہیں اللہ اور دین اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں ذرا انصاف سے کہنا کیا جانتے ہو کہ
مسجد نبوی جماعت اسلام کے بڑھ جانے سے مسلمانوں پر تنگ ہو گئی تھی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ کون ہے جو فلاں گھرانے کی زمین خرید کر کے اس مسجد میں زیادہ کر دے اس کے عوض
جنت میں اُسے اُس زمین سے بہتر معاوضہ ملے گا۔ پس میں نے اُس زمین کو خاص اپنے مال سے خرید ا
ور مسجد نبوی میں اضافہ کر دیا اور آج تم لوگ مجھ ہی کو اُس مسجد میں دو رکعت نماز پڑھنے سے منع کرتے
و سب نے کہا ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان نے فرمایا میں تمہیں خدا کی قسم اور دین اسلام کی
ے کر پوچھتا ہوں کیا تم نہیں جانتے کہ ایک دفعہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کوہ ثبیر پر تشریف فرما
ھے اور آپؐ کے ساتھ ابو بکر او عمر تھے اور میں بھی تھا کہ ناگاہ پہاڑ نے حرکت کی تو رسول خدا صلے اللہ
علیہ وسلم نے اپنا پائے مبارک اس پر مارا اور فرمایا اے ثبیر ٹھہر جا کیوں مضطرب ہوتا ہے تجھ پر تو صرف
یک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ بلوائیوں نے کہا ہاں ہم یہ بھی خوب جانتے ہیں۔ حضرت
عثمان رضؓ نے یہ سنکر فرمایا برب کعبہ یہ لوگ اس کی شہادت دیتے ہیں کہ میں شہید ہوں۔

(۵) اور از انجملہ ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن بن عوف کی روایت ہے۔ نسائی نے ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے
روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان محاصرہ کے زمانہ میں ایک دن اپنے مکان کی چھت پر چڑھے اور
محاصرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اس شخص کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے یوم الجبل
میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو جبکہ پہاڑ نے حرکت کی تو آپؐ نے اپنے پیر سے اُسے
مار کر فرمایا کہ اے پہاڑ ٹھہر جا کیونکہ تیرے اوپر ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں اور اس دن
میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ اس پر چند لوگوں نے جواب دیا کہ ہم جانتے ہیں۔ پھر
حضرت عثمان نے فرمایا میں خدا کی قسم دے کر اُس شخص سے سوال کرتا ہوں جس نے بیعۃ الرضوان
میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہو کہ یہ ہاتھ میرا ہے اور یہ عثمان کا ہے۔
آپؐ نے اپنے ہاتھ کو میرا ہاتھ فرمایا تھا۔ اس پر چند لوگوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم نے سُنا ہے۔ پھر
حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں خدا کی قسم دے کر اُس شخص سے سوال کرتا ہوں جس نے رسولِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کو تیاری جیش العسرۃ کے دن یہ فرماتے ہوئے سنا ہو کہ کون ہے جو راہ خدا میں
قابل قبول خرچ دے پس میں نے اپنے مال سے نصف لشکر کا سامان درست کر دیا اس پر کچھ لوگوں نے

جواب دیا کہ ہاں ہم جانتے ہیں۔ پھر حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا کہ میں اُس شخص سے خدا کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں کہ جس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہو کہ آپ فرماتے تھے کون ہے جو بعوض ایک گھر کے جو اُسے جنت میں ملے گا ہماری اس مسجد میں کچھ زمین لے کر بڑھا دے پس میں نے اپنے مال سے زمین خرید لی اور مسجد میں اضافہ کر دیا۔ اس پر بھی چند اشخاص بول اٹھے کہ ہاں ہم نے یہ حدیث سنی ہے۔ پھر حضرت عثمان رضؓ نے فرمایا میں اُس شخص سے قسم دے کر دریافت کرتا ہوں جو چاہِ رومہ فروخت ہوتے وقت موجود رہا ہو اور اُسے معلوم ہو کہ میں نے ہی اُس کنوئیں کو خرید کیا اور مسافروں کے لئے ونیز سب مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا کہ وہ بتا دے یہ واقعہ صحیح ہے یا نہیں۔ اس پر بھی چند اشخاص نے جواب دیا کہ ہاں یہ واقع صحیح ہے۔

(۸) حضرت عثمان کا اپنے سوابق اسلامیہ کی قدرح کے متعلق جواب:۔ احمدؒ نے عاصم سے انہوں نے شقیق سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے ولید بن عقبہ سے ملاقات کی ولید نے اُن سے کہا کیا وجہ ہے میں دیکھتا ہوں کہ آپ نے حضرت عثمان سے قطع تعلق کر لیا۔ عبد الرحمٰن نے ولید بن عقبہ کو جواب دیا کہ وہ اسی قابل ہیں۔ تم میری طرف سے اُن سے کہہ دینا کہ میں یوم عینین میں جنگ کفار سے نہیں بھاگا۔ (عاصم کہتے ہیں یوم عینین سے یوم احد مراد ہے) اور نہ میں جنگ بدر سے اپنے گھر بیٹھ رہا اور نہ میں نے حضرت عمرؓ کے طریقہ کو چھوڑا اور آپ میں یہ سب باتیں ہیں۔ لہٰذا میں آپ سے نہیں ملتا) راوی کا بیان ہے کہ ولید بن عقبہ نے حضرت عثمان کو جا کر اس تقریر سے خبر دی حضرت عثمان نے ان الزاموں کا یہ جواب دیا۔ عبد الرحمٰن کا یہ کہنا کہ وہ یوم عینین میں نہیں بھاگے اور میں بھاگا تو وہ کس طرح مجھ پر طعن کرسکتے ہیں اُس گناہ کے متعلق جسے اللہ نے معاف کر دیا، اور اس کے بارے میں فرماتا ہے کہ:۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ (آل عمران پارہ ۴)	(ترجمہ) یقیناً تم میں جن لوگوں نے پشت پھیر دی تھی جس روز کہ دونوں جماعتیں باہم مقابل ہوئیں اس کے سوا اور کوئی بات نہیں ہوئی کہ انہیں شیطان نے لغزش دے دی۔ ان کے بعض اعمال کے سبب سے اور یقین سمجھو کہ اللہ نے انہیں معاف کر دیا۔"

اور عبد الرحمٰن کا یہ الزام دینا کہ میں جنگ بدر کے دن حاضر نہ ہوا اس کا جواب سن لو کہ میں بحکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رقیہؓ بنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمار داری میں مصروف رہا اور مجھے اس کا موقع ہی نہ ملا کہ جنگ میں شریک ہوتا یہاں تک کہ انہوں نے انتقال کیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جنگ بدر کے مال غنیمت کا حصہ عنایت فرمایا۔ اور جس کے لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حصہ مقرر فرمایا وہ گویا جنگ بدر میں حاضر ہوا لہٰذا مجھے جنگ بدر کے حاضرین میں شمار نہ کرنا ظلم صریح ہے اور ان کا یہ الزام دینا کہ انہوں سنتِ عمرؓ کو ترک نہیں کیا

میں نے اُن کی سنت وروش ترک کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عمر کی سنت پر عمل کرنے
کی پوری پوری طاقت نہ انہیں ہے اور نہ مجھے ہے۔ اے ولید اب تم عبد الرحمن کے پاس جاؤ۔
اور میری طرف سے یہ جواب اُن سے بیان کر دو۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے جنتی ہونے کو یقین کے ساتھ جانتے تھے۔

(۹) امام احمد نے زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے اُن کے والد کہتے تھے
جس دن حضرت عثمان موضع جنائز میں محصور ہوئے اس روز میں موجود تھا۔ اس دن لوگوں کا
اس قدر ہجوم تھا کہ اگر اوپر سے پتھر ڈالا جاتا تو بے شک کسی نہ کسی شخص کے سر پر گرتا میں نے دیکھا
کہ حضرت عثمان رضؓ نے اس کھڑکی سے سر نکالا جو مقام جبرئیل علیہ السلام کے متصل تھی۔ پھر آپ نے
فرمایا اے لوگو کیا تم میں طلحہ ہیں اس کا جواب کسی نے نہ دیا۔ پھر انہوں نے فرمایا اے لوگو کیا تم میں
طلحہ ہیں اس پر بھی سب خاموش رہے۔ پھر انہوں نے فرمایا اے لوگو کیا تم میں طلحہ ہیں لوگ پھر
بھی چپ رہے اور کسی نے جواب نہ دیا۔ پھر انہوں نے چوتھی بار فرمایا کہ اے لوگو کیا تم میں طلحہ ہیں؟
اس مرتبہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے حضرت عثمان رضؓ نے اُن سے فرمایا کیا میں تمہیں یہاں
موجود دیکھتا ہوں مجھے یہ خیال نہ تھا کہ تم ایسی قوم میں ہوگے جو میرا پکارنا تین بار سنے اور ایک بار بھی
مجھے جواب نہ دے۔ اے طلحہ میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں سچ کہنا کیا تمہیں یاد ہے کہ میں اور تم
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فلاں مقام میں تھے میرے اور تمہارے سوا کوئی صحابی رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ تھا۔ حضرت طلحہ نے جواب دیا ہاں مجھے یاد ہے۔ پھر حضرت عثمان نے
فرمایا کہ اچھا یہ بھی یاد ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے طلحہ ہر نبی کے ساتھ اس
کی امت میں سے کچھ صحابی جنت میں اس کے رفیق ہوتے ہیں۔ پھر میری طرف اشارہ کر کے فرمایا اور
عثمان بن عفان جنت میں میرے ساتھ میرے رفیق ہوں گے۔ حضرت طلحہ نے کہا ہاں مجھے یاد ہے۔
یہ کہہ کر حضرت طلحہ اُس مجمع سے چلے گئے۔

حضرت عثمان رضؓ کا یقینی طور سے جاننا کہ یہ بلوہ اُن کو پیش آئے گا۔

(۱۰) ترمذی اور حاکم نے اسمٰعیل بن ابی خالد سے انہوں نے قیس سے انہوں نے ابو سہلہ مولیٰ حضرت
عثمان سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ محاصرہ کے دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک وصیت کی ہے اور میں اُس پر قائم رہوں گا۔ اور حاکم
اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان
بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں خلافت کا کرتا پہنائے گا پس اگر لوگ تم سے وہ کرتا اتارنا چاہیں تو ہرگز
نہیں اتارنے نہ دینا۔

(۱۱) اوس بروایت حضرت ابو موسیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا درجۂ صحت کو پہونچ گیا
ہے۔ حضرت عثمان کو جنت کی بشارت دے دو اُس بلوے کے عوض جو اُن پر ہوگا۔

حضرت عثمان کا یقین کے ساتھ جاننا کہ میں حق پر ہوں :-

(۱۳) ترمذی نے بروایت مرہ بن کعب نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کا ذکر فرمایا اور ان کا زمانہ قریب ہی بیان فرمایا اس اثناء میں ایک شخص کپڑے سے اپنا سر چھپائے اُدھر سے گذرے آپ نے ان کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص اس دن ہدایت پر ہوگا میں نے آپ سے یہ سنکر اس شخص کے منہ پر سے کپڑا اٹھا کر دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت عثمان بن عفان ہیں۔ پھر میں نے اُن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر کے عرض کیا کہ کیا یہی شخص ہیں آپ نے فرمایا ہاں وہی ہیں۔

(۱۴) اور ترمذی نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنہ کا ذکر کیا پھر حضرت عثمان کے بارے میں فرمایا کہ یہ اس فتنہ میں مظلوم شہید ہوں گے۔

(۱۵) اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ عنقریب فتنہ اور اختلاف ہوگا (یا فرمایا) اختلاف اور فتنہ ہوگا۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس فتنہ کے متعلق کیا حکم دیتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم اُس وقت اپنے سردار اور اُن کے اصحاب کے ساتھ رہنا اور آپ نے حضرت عثمان کی جانب اشارہ فرمایا۔

(۱۶) اور امام احمد نے کثیر بن صلت سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ جس دن حضرت عثمان شہید ہوئے کچھ دیر سو گئے پھر بیدار ہو کر فرمایا کہ اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ لوگ کہیں گے کہ عثمان نے خود اس فتنہ کی تمنا کی تو میں ضرور تم سے ایک بات بیان کرتا ہم نے کہا اللہ آپ کی حالت درست کرے آپ ہم سے بیان فرمائیں ہم وہ بات نہ کہیں گے جو اور لوگ کہتے ہیں حضرت عثمان نے فرمایا کہ میں نے ابھی حالتِ خواب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے فرمایا کہ اے عثمان تم آج جمعہ میں ہمارے پاس آجاؤ گے۔

(۱۷) اور امام احمد نے نائلہ بنت فرافصہ زوجہ حضرت عثمان بن عفان سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی تھیں کہ امیرالمومنین عثمانؓ پر نیند کا غلبہ ہوا اور وہ سو گئے جب بیدار ہوئے تو فرمایا بیشک میری قوم مجھے قتل کرے گی میں نے کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا انشاء اللہ کیونکہ اب آپ کی رعایا آپ سے خوش ہوگئی آپ نے فرمایا نہیں یہ تو ضرور ہونا ہے کیونکہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ابھی خواب میں دیکھا ہے اور حضرت ابوبکر وعمر کو بھی دیکھا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ (اے عثمان) آج تم ہمارے پاس روزہ افطار کرو گے۔

مسند علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۶ روایت)

(۱) (شرائط خلافت) امام احمد نے عبدالملک بن عمیر سے انھوں نے عمارہ بن رؤیبہ سے انھوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت کی ہے حضرت علیؓ فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے میرے کانوں نے سُنا اور میرے دل نے یاد کر لیا آپ فرماتے تھے کہ سب لوگ قریش کے تابع ہیں نیک لوگ ان کے نیکوں کے تابع ہیں اور برے لوگ اُن کے بروں کے تابع ہیں

(۲) اور ابو یعلیٰ نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ پڑھا اس میں

...کہ اے لوگو آگاہ رہو سردار قریش سے ہونا چاہیے ، آگاہ رہو سردار قریش سے ہونا چاہیے ، آگاہ رہو سردار
...ن سے ہونا چاہیے ۔ جب تک وہ تین صفتوں کو قائم رکھیں حاکم بنائے جائیں تو عدل کریں اور وعدہ
...یں تو اُس کو پورا کریں اور اُن سے رحم کی خواہش کی جائے تو رحم کریں اور جو کوئی ان میں ایسا نہ کرے
...و اُس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے ۔

شیخین کی افضلیت کا بیان جو حضرت علی سے بتواتر ثابت ہے مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی اگرچہ یہ مسئلہ (افضلیت
...شیخین) تمام اہل حق کا مذہب ہے مگر صحابہ میں سے کسی نے اس مسئلہ کو حضرت علی مرتضےٰ کی طرح
...ی تصریح اور مضبوطی کے ساتھ بیان نہیں کیا چنانچہ اس مسئلہ میں ان کی مرفوع حدیث یہ ہے کہ ابو بکر
...و عمر پیران اہل جنت کے سردار ہیں یہ حدیث متعدد سندوں کے ساتھ حضرت علی سے مروی ہے چنانچہ
شعبی نے حارث سے انھوں نے حضرت علی سے نقل کیا ہے جس کو ترمذی اور ابن ماجہ نے نبی صلی اللہ
...وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابو بکر و عمر انبیا اور مرسلین کے سوا باقی تمام
...ن اہل جنت کے اگلے اور پچھلے سب کے سردار ہیں ۔ اے علی تم اُن دونوں کو اس کی خبر نہ دینا

... اور اولاد حضرت حسن نے بھی اس کو حضرت علی سے روایت کیا جس کو عبد اللہ بن احمد نے زوائد مسند
...حسن بن زید بن حسن سے نقل کیا ہے کہ زید بن حسن مثنیٰ کہتے تھے مجھ سے میرے والد نے بیان کیا وہ اپنے
...(حضرت حسن) سے وہ حضرت علی سے روایت کرتے تھے وہ فرماتے تھے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم
...خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ابو بکر اور عمر تشریف لائے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے خطاب
...کے فرمایا کہ اے علی یہ دونوں انبیا اور مرسلین کے بعد جملہ اہل جنت کے بوڑھوں اور جوانوں کے سردار ہیں

... اور اولاد حضرت حسین بن علی نے بھی اس کو حضرت علی سے روایت کیا ہے (جیسے) ترمذی نے زہری سے
...ن نے حضرت علی بن ابی طالب سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے ایک دفعہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
...ساتھ تھا کہ ابو بکر اور عمر تشریف لائے تو انھیں دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دونوں بجز
...یا اور مرسلین کے باقی سب اگلے اور پچھلے پیران اہل جنت کے سردار ہیں اے علی تم ان کو اس کی خبر نہ

... اور صحابہ نے بھی اس روایت میں حضرت علی کی موافقت کی ہے ۔

چنانچہ ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت
...بکر اور حضرت عمر کی شان میں فرمایا ہے کہ یہ دونوں اہل جنت کے اگلے اور پچھلے لوگوں میں بوڑھوں کے سردار
...اے علی تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ کرنا اور ابن ماجہ نے ابو جحیفہ سے روایت کر کے کہا ہے کہ رسول خدا
...صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انبیا و مرسلین کے سوا جنت کے سب اگلے اور پچھلوں میں بوڑھوں کے سردار
...بکر اور عمر ہیں اور اس مسئلہ میں حضرت علی کی موقوف حدیث یہ ہے کہ اس امت کے سب لوگوں سے
...بہتر ابو بکر اور عمر ہیں اس حدیث کو (علی مرتضےٰ سے) بہت زیادہ لوگوں نے روایت کیا ہے ۔

... منجملہ اُن کے حضرت علی کے بیٹے محمد بن حنفیہ کی روایت ہے (جیسے امام) بخاری اور ابو داؤد بروایت
...سفیان ثوری جامع بن راشد سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے تھے ہم سے ابو یعلیٰ نے محمد بن حنفیہ سے روایت کر کے

بیان کیا کہ وہ کہتے تھے میں نے اپنے والد حضرت علی سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہتر کون ہے انھوں نے فرمایا ابوبکر پھر میں نے پوچھا کہ اُن کے بعد کون فرمایا عمر پھر میں ڈرا کہ اس کے بعد عثمان کو نہ ذکر کریں لہٰذا میں نے کہا کہ پھر ان دونوں کے بعد آپ ہیں فرمایا نہیں میں تو مسلمانوں میں سے ایک شخص ہوں۔

(۷) اور منجملہ ان کے عبداللہ بن سلمہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے (جیسے) ابن ماجہ نے عبداللہ بن سلمہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے حضرت علیؓ سے سُنا کہ فرماتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد سب سے بہتر عمر ہیں۔

(۸) اور منجملہ اُن کے علقمہ بن قیس نے حضرت علی سے روایت کی ہے (جیسے امام) احمد نے نقل کیا ہے اور منجملہ ان کے حضرت علی کے علم بردار عبد خیر نے حضرت علی سے روایت کی ہے۔ عبد خیر کے متعدد راویوں نے اس کو نقل کیا ہے۔

(۹) چنانچہ حبیب ابن ابی ثابت نے عبد خیر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت علی سے سنا کہ آپ منبر پر فرماتے تھے (اے لوگو) کیا میں تمہیں اس شخص کو جو امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ہے نہ بتادوں پھر اُنھوں نے حضرت ابوبکر کو ذکر کیا پھر فرمایا کیا میں دوسرے شخص کو بھی نہ بتادوں جو ان کے بعد سب سے بہتر ہیں پھر حضرت عمر کو ذکر کیا پھر فرمایا کہ اگر میں چاہوں تو تمہیں تیسرے شخص کے نام سے بھی آگاہ کردوں پھر فرما کر آپ نے سکوت کیا (آپ کے سکوت کرنے سے) ہم لوگوں نے سمجھا کہ آپ اپنے کو مراد لیتے ہیں مگر اپنی زبان سے کہنا پسند نہیں کرتے۔ سعید کہتے ہیں میں نے عبد خیر سے پوچھا کہ کیا تم نے حضرت علی کو کہتے ہوئے سُنا ہے اُنھوں نے کہا ہاں برب کعبہ میں نے سنا ہے اور اگر نہ سنا ہو تو خدا کرے میرے دونوں کان بہرے ہوجائیں۔

(۱۰) اور چنانچہ عطاء بن سائب نے عبد خیر سے اُنھوں نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کیا میں تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین امت سے آگاہ نہ کردوں (سنو وہ) ابوبکر ہیں اور بہترین امت ابوبکر کے بعد عمر ہیں پھر اللہ بہترین امت جسے چاہے بنائے

(۱۱) اور چنانچہ مسیّب بن عبد خیر سے مروی ہے وہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ نے کھڑے ہوکر (ہم لوگوں میں) فرمایا کہ اس امت میں سب سے بہتر نبی کے بعد ابوبکر اور عمر ہیں اور ہم تو اُن کے بعد بہت سے نئے کام کئے ہیں اللہ جو چاہے اُن کے متعلق حکم دے۔

(۱۲) اور چنانچہ ابو اسحاق نے عبد خیر سے اُنھوں نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ اس امت میں نبی کے بعد سب سے بہتر ابوبکر اور عمر ہیں۔

(۱۳) اور منجملہ ان کے ابوجحیفہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے ابوجحیفہ سے بھی متعدد راویوں نے اس کو نقل کیا ہے (چنانچہ) ابن ابی النجود سے مروی ہے وہ زر بن حبیش سے وہ ابوجحیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے میں نے حضرت علیؓ سے سُنا کہ وہ فرماتے تھے کیا میں تمہیں اس شخص سے آگاہ نہ کردوں جو امت میں نبیؐ کے بعد سب سے بہتر ہو (سنو وہ) ابوبکر ہیں پھر فرمایا کیا میں تمہیں اُس شخص سے آگاہ نہ کردوں جو ابوبکر کے بعد بہترین امت ہو (سنو وہ) عمر ہیں۔

اور جیسا کہ امام شعبیؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں مجھ سے ابو جحیفہ نے جن کا نام حضرت علیؓ نے وہب خیر رکھا
بیان کیا وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ نے مجھ سے فرمایا اے ابو جحیفہ کیا میں تمہیں آگاہ نہ کر دوں ایسے شخص سے جو
امت میں نبی کے بعد سب میں افضل ہو میں نے کہا ضرور آگاہ کیجئے ابو جحیفہ کہتے ہیں مجھے اس کا گمان
نہ تھا کہ کوئی شخص حضرت علیؓ سے افضل ہوگا (مگر میرے گمان کے خلاف) انھوں نے فرمایا کہ نبی کے بعد
سب سے افضل ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد عمر ہیں اور ان دونوں کے بعد ایک تیسرا شخص ہے مگر حضرت
نے اس تیسرے کا نام نہ بتایا۔

اور جیسا کہ ابو اسحاق نے ابو جحیفہ سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اس امت میں
سب سے بہتر نبی کے بعد ابوبکر اور ان کے بعد عمر ہیں اور اگر میں چاہوں تو تمہیں تیسرے شخص کے نام سے آگاہ
کردوں۔

اور جیسا کہ عون بن ابی جحیفہ سے روایت ہے عون کہتے ہیں میرے والد حضرت علیؓ کے سپاہیوں میں
اور وہ منبر کے قریب ہی تھے (وہ بیان کرتے تھے کہ) حضرت علیؓ منبر پر رونق افروز ہوئے اور انھوں نے
کی حمد وثنا بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا پھر فرمایا کہ بہترین امت نبی کے بعد ابوبکر ہیں اور دوسرے
میں عمر ہیں اور فرمایا کہ ان کے بعد اللہ جس کو چاہے گا بہترین امت بنائے گا۔

اور سفیان ثوری نے اسود بن قیس سے انھوں نے ایک شخص سے انھوں حضرت علیؓ سے روایت
ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ نے بروز جنگ جمل فرمایا کہ دربارۂ امارت (خلافت) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
کچھ وصیت نہیں کی کہ ہم مطابق اس کے عمل کریں بلکہ یہ ایسی بات تھی کہ ہم سب نے اپنی ذاتی رائے
اس کو ضروری سمجھا چنانچہ ابوبکر خلیفہ کئے گئے خدا ان پر رحمت نازل فرمائے انھوں نے (کما حقہ) اقامت
فرمائی اور خود بھی راہ مستقیم پر رہے۔ پھر حضرت عمر خلیفہ بنائے گئے اللہ ان پر رحم کرے انھوں نے بھی
حقہ دین کی اقامت فرمائی اور خود بھی مستقیم رہے یہاں تک کہ دین اسلام نے زمین پر اپنا جران رکھ دیا
کمال قوت کو پہنچ گیا) ان سب روایتوں کو امام احمد نے نقل کیا ہے۔

مسعر بن کدام نے عبد الملک بن میسرہ سے انھوں نے نزال بن سبرہ سے انھوں نے حضرت
سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا بہترین امت نبیؐ کے بعد ابوبکر و عمر ہیں۔ اس حدیث کو ابو عمر نے
کتاب استیعاب میں روایت کیا ہے۔ نیز حضرت علیؓ کی موقوف روایتوں سے یہ روایت ہے
حضرت علیؓ فرماتے تھے فضیلت کے میدان میں) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے بڑھ گئے
ان کے پیچھے حضرت ابوبکر ہوئے پھر تیسرے درجہ میں حضرت عمر۔

چنانچہ حاکم نے قیس محاملی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں حضرت علیؓ سے سنا آپ فرماتے تھے
یدان فضیلت میں) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سب سے آگے رہے پھر ان کے پیچھے ابوبکر پھر عمر پھر ہمیں فتنہ
بد حواس کر دیا اور (اس فتنہ میں) جس سے اللہ چاہے درگذر فرمائے اور جس سے چاہے مواخذہ کرے

اور امام شعبی سے روایت ہے وہ ابو وائل سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ حضرت علیؓ ابن

ابی طالب سے کہا گیا کہ آپ ہم لوگوں پر کسی کو خلیفہ کیوں نہیں بناتے آپ نے جواب دیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا تاکہ میں بھی کسی کو خلیفہ بناؤں ولیکن اگر خدا کو لوگوں کے ساتھ بھلائی منظور ہوگی تو وہ عنقریب میرے بعد سب کو کسی ایسے شخص پر متفق کر دے گا جو سب میں بہتر ہوگا۔

(۲۱) اور منجملہ ان موقوف روایتوں کے جو مرفوع پر مشتمل ہیں وہ روایت ہے (جیسے) بخاری وغیرہ نے ابن ابی مُلیکہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے میں نے حضرت ابن عباس سے سُنا وہ کہتے تھے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ (غسل و تکفین کے بعد) چارپائی پر رکھے گئے تو قبل اس کے کہ اُن کا جنازہ اُٹھایا جائے چاروں طرف سے لوگوں نے اُنھیں گھیر لیا سب اُن کے لئے دعای رحمت کرتے تھے اور میں بھی تھا اس وقت اچانک کسی نے (پیچھے سے آکر میرے) دونوں شانے پکڑ لئے میں نے دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اُنہوں نے حضرت عمر کے لئے دعا کی اور بکمال حسرت و افسوس فرمایا اے عمر آپ نے اپنے بعد کسی ایسے شخص کو نہ چھوڑا کہ اُس جیسے اعمال نامہ کے ساتھ خدا سے ملنا آپ کے اعمال نامہ سے زیادہ مجھے محبوب ہو قسم خدا کی مجھے یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں کے ساتھ کرے گا۔ کیوں میں اکثر اوقات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا حضور اپنی آمد و رفت میں اور اپنے کاموں میں ان دونوں کو شریک رکھتے تھے اور یوں فرماتے تھے کہ میں گیا اور ابوبکر و عمر۔ اور میں داخل ہوا اور ابوبکر و عمر۔ اور میں نکلا اور ابوبکر و عمر رض۔

(۲۲) اور امام احمد نے نافع سے اُنہوں نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ جب لوگوں نے حضرت عمر رض بن خطاب کے جنازے کو نماز پڑھنے کے لئے منبر اور قبر نبوی کے درمیان رکھا تو حضرت علی بن ابی طالب تشریف لائے اور صفوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ وہی ہیں اس کلمہ کو تین بار فرمایا پھر فرمایا اے عمر آپ پر خدا رحمت نازل کرے (ای لوگو) خلق اللہ میں مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال نامہ کے بعد اس شخص کے اعمال نامہ سے زیادہ جو کپڑوں میں ڈھکا ہوا ہے کسی دوسرے شخص جیسے اعمال نامہ کے ساتھ خدا سے ملنا محبوب نہ تھا۔

(۲۳) اور امام احمد نے عون بن ابی جحیفہ سے اُنہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں حضرت عمر رض کے جنازے کے پاس تھا ان کو بعد وفات کے بعد چادر اوڑھا دی گئی تھی کہ اتنے میں حضرت علی رض تشریف لائے اور حضرت عمر کے منہ پر سے کپڑا ہٹایا پھر فرمایا کہ اے ابوحفص آپ پر خدا کی رحمت ہو خدا کی کہ اس شخص سے زیادہ جو چادر اوڑھے ہوئے لیٹا ہے کوئی ایسا نہیں ہے جس جیسے اعمالنامہ کے ساتھ خدا سے ملنا مجھے محبوب ہو۔ اور (۲۴) حاکم نے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے جعفر صادق بن محمد باقر سے اُنہوں نے اپنے والد سے اُنہوں نے حضرت جابر رض سے روایت کی ہے کہ حضرت علی حضرت عمر کے جنازہ کے پاس گئے اس حال میں کہ اُن کے جسم پر کپڑا پڑا ہوا تھا حضرت علی نے کہا اللہ آپ پر رحمت نازل کرے، بعد اس کے فرمایا اے لوگو! کوئی ایسا نہیں ہے کہ اُس جیسے اعمالنامہ کے ساتھ مجھے خدا سے ملنا اس چادر پوش کے اعمالنامہ سے زیادہ محبوب ہو

(۴) اور امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ سے انہوں نے محمد بن علی یعنی امام باقر سے بطور مرسل مثل
روایت گذشتہ نقل کیا ہے۔
(۵) حضرت علیؓ کو شیخین پر فضیلت دینے والا شخص (بقول علیؓ) بدعتی اور مستحق تعزیر ہے۔ چنانچہ ابو عمر نے استیعاب
لم بن مجل سے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے تھے جو شخص مجھے ابوبکر اور عمرؓ پر فضیلت دے گا میں
کو مفتری کی حد یعنی اسّی درّے ماروں گا۔
) ابو القاسم طلحی اپنی کتاب کتاب السنۃ میں کہتے ہیں کہ ہمیں ابوبکر مردویہ نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے
مان بن احمد نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے حسن بن منصور رمانی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے داؤد بن
نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابو سلمہ عتکی یعنی عبد اللہ بن عبد الرحمٰن نے سعید بن ابی عروبہ سے انہوں
منصور بن معتمر سے انہوں نے علقمہ سے روایت کر کے بیان کیا کہ حضرت علیؓ کو یہ خبر پہونچی کہ کچھ لوگ انہیں
حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے افضل جانتے ہیں تو آپ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا آ
مجھے خبر پہونچی ہے کہ بعض لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر پر فضیلت دیتے ہیں اور اگر مجھے
بھی یہ خبر مل چکی ہوتی اور میں اس کی ممانعت کا اعلان کر چکا ہوتا۔ اس کے بعد آج پھر مجھے یہ خبر ملتی
ں اس پر سزا دیتا۔ لہذا آج کے بعد اگر میں یہ بات کسی سے سنوں گا تو وہ کہنے والا مفتری ہے اس پر
ری کی حد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس امت کے بہترین اشخاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ
۔ پھر عمرؓ، ان کے بعد اللہ بہتر امت سے زیادہ باخبر ہے، کہ کون ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ اُس مجلس
حضرت حسن بن علی تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ اگر حضرت علی تیسرے شخص کا نام لیتے تو ضرور حضرت عثمان کا نام لیتے۔
) اور ابو القاسم نے حضرت علیؓ کے علمبردار یعنی عبد خیر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت علیؓ نے فرمایا
یں تمہیں اُس شخص سے آگاہ نہ کر دوں جو اس امت میں نبیؐ کے بعد سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا
پر کسی نے کہا ہاں اے امیر المومنین ہمیں ضرور آگاہ فرمائیے۔ حضرت علی نے فرمایا وہ ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ۔
ی نے کہا اے امیر المومنین کیا وہ دونوں آپ سے پہلے جنت میں جائیں گے؟ حضرت علیؓ نے
ہاں قسم اُس ذات کی جس نے دانہ سے درخت نکالا اور روح کو پیدا کیا بے شک یہ دونوں جنت میں
ل ہوں گے اس حال میں کہ میں معاویہ کے ساتھ موقف حساب میں رُکا ہوا ہوں گا۔
(۲) حضرت علی کی وہ حدیث جو شیخین کے جنتی ہونے کی بشارت پر دلالت کرتی ہے۔ بخاری نے بروایت
ن بن محمد بن علی نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حاطب بن ابی بلتعہ کے واقعہ میں
کہ وہ (یعنی حاطب) جنگ بدر میں شریک ہوئے ہیں اور کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالے اہل بدر کے
م سے مطلع ہے اور اُس نے فرما دیا کہ اے اہل بدر جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔
(۲) حضرت علی کی وہ حدیث جو شیخین کے سابقین مقربین ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ترمذی نے حضرت
سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے سات نجباء اور رُقباء ہوئے
ں مگر مجھے چودہ نجباء اور رقباء عطا ہوئے ہیں۔ ہم لوگوں نے حضرت علی سے پوچھا کہ وہ کون ہیں انہوں نے فرمایا

کہ میں[1] اور میرے دونوں بیٹے حسن[2] و حسین[3]، جعفر[4]، حمزہ[5]، ابوبکر[6] و عمر[7]، مصعب بن عمیر[8]، بلال[9]، سلمان فارسی[10]
عمار[11]، عبداللہ بن مسعود[12]، ابوذر[13] اور مقداد[14]۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(۳۱) حضرت علیؓ کی وہ حدیث جس سے شیخین کی خلافت پر استدلال کیا جاتا ہے بوجہ اس کے کہ اس میں شیخین کے ساتھ ولیعہدی کا برتاؤ مذکور ہے"۔ حاکم نے ابواسحٰق سے انہوں نے زید بن یسیع سے انہوں نے حضرت علی سے روایت کی ہے کہ حضرت علی فرماتے تھے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کے بعد کسے سردار بنائیں؟ آپ نے فرمایا اگر تم ابوبکر کو سردار بناؤ گے تو تم انہیں ہدایت کرنے والا اور امانت دار، دنیا سے بے پروا آخرت کی جانب رغبت کرنے والا پاؤ گے اور اگر تم عمر کو سردار بناؤ گے تو تم انہیں ایک ایسا قوی امانت دار پاؤ گے کہ جو اللہ کے حقوق بجالانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا اور اگر تم علی کو سردار بناؤ گے اور میں نہیں جانتا کہ تم ان دونوں کی موجودگی میں ایسا کرو تو اُن کو بھی ایک شخص ہدایت کرنے والا ہدایت یافتہ پاؤ گے تم سب کو راہ مستقیم پر چلائیں گے۔ حضرت علی کی وہ حدیث جس میں شیخین کی خلافت بطور تعریض علی استدلال کیا جاتا ہے"۔

(۳۲) ترمذی نے بروایت ابی حیان تیمی اُن کے والد سے انہوں نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رحم کرے ابوبکرؓ پر انہوں نے بڑے بڑے کام کیے ہیں مجھے اپنی بیٹی بیا دی، اور مجھے دار ہجرت یعنی مدینہ تک سوار کر لائے اور بلال کو اپنے مال سے خرید کر کے آزاد کیا۔ اللہ رحم فرمائے عمر پر، سچ کہتے ہیں اگرچہ وہ تلخ ہو ان کو حق بات بولنے نے اس حال پر پہنچا دیا کہ حق بولنے کے سبب کوئی ان کا دوست نہ رہا۔ اللہ رحم فرمائے عثمان پر وہ ایسے باحیا ہیں کہ جن سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ اللہ رحم فرمائے علی پر خداوندا جس طرف وہ پھریں ان کے ساتھ حق کو بھی اُسی جانب پھیر دے۔

(۳۳) حضرت صدیق کی خلافت پر تفویض امامت نماز سے حضرت علی کا استدلال۔ ابوعمر نے استیعاب میں حسن بصری سے روایت کیا ہے وہ قیس بن عباد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب نے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مرض وفات میں کچھ دن اور کچھ راتیں ایسی تھیں کہ جب اذان ہوتی تو آپ فرماتے کہ اے لوگو ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ پھر جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے اس امر پر نظر کی کہ نماز اسلام کی علامت ہے اور دین کا ستون ہے۔ لہٰذا جب ابوبکر اس امر میں ہمارے امام ہو چکے تو ہم سب نے اپنے دنیا کے سردار ہونے کے لیے اس شخص کو پسند کر لیا جس کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کی سرداری کے لیے پسند فرمایا تھا پس بلا تکلف ہم سب نے حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی۔" حضرت علی کی حضرت صدیق کی وفات کے بعد اُن کی مدح و ثناء۔ ابوعمر نے حضرت اسید بن صفوان کے تذکرہ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت اسید نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو پایا ہے اور ایک حسن حدیث حضرت علیؓ سے حضرت ابوبکر صدیق کی تعریف میں روایت کی ہے جو حضرت علیؓ نے بوقت وفات ابوبکر صدیق بیان فرمائی حدیث حسب ذیل ہے عمر بن ابراہیم بن خالد نے عبدالملک بن عمیر سے انھوں نے اسید بن صفوان سے روایت کیا ہے اور اسید نے عہد نبوی کو پایا تھا وہ کہتے تھے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وفات پائی اور ان پر چادر ڈال دی گئی تو اُن کی موت کے غم و الم سے سارا مدینہ رونے کی آواز سے گونج اٹھا اور تمام

شت غم سے ایسے مدہوش ہوئے جیسے اُس دن مدہوش ہوئے تھے جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
انتقال فرمایا تھا اس حادثہ کی خبر پاکر حضرت علی بن ابی طالب تیز رفتاری سے روتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھتے ہوئے
تشریف لائے اور دروازہ پر ٹھہر گئے پھر فرمایا اے ابوبکر خدا آپ پر رحمت نازل فرمائے پھر پوری حدیث ذکر کی
(...ی نے کتاب ریاض النضرۃ میں یہی حدیث پائی جس کے الفاظ یہ ہیں) اسید بن صفوان سے روایت ہے
آ... نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے۔ کہتے تھے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق نے انتقال فرمایا تو اُن پر ایک چادر
ڈالی گئی اور مدینہ رونے والوں کی آواز سے گونج اٹھا تھا پھر حضرت علیؓ تشریف لائے اس حال میں کہ آپ
اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے جاتے تھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ آج خلافت نبوت کا خاتمہ ہو گیا یہاں تک
کہ آپ اس مکان کے دروازہ پر جس میں حضرت ابوبکر رہتے تھے (پہنچ کر) ٹھہر گئے اور حضرت ابوبکر کے جسم اطہر
پر چادر پڑی تھی پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اے ابوبکر آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے اور
آ... اُن کے مونس تھے اور آپ اُن کے مرجع و معتمد تھے اور آپ اُن کے رازدار اور مشورہ دینے والے تھے آپ
سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے زیادہ خالص الایمان تھے اور سب سے زیادہ مضبوط یقین کے تھے
اور سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھتے تھے اور سب سے زیادہ اللہ کے دین کے لئے نافع تھے اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کی نگہداشت میں سب سے فائق تھے اور سب سے زیادہ اسلام پر شفقت کرنے والے تھے اور اصحاب
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں بہت بابرکت تھے اور سب سے زیادہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حق
رفاقت ادا کرنے والے تھے اور سب سے زیادہ مناقب ہیں اور سب سے افضل سوابق اسلامیہ میں اور سب
سے بلند مرتبہ اور سب سے زیادہ بارگاہ رسالت میں مقرب اور سب سے زیادہ روش و عادت مہربانی اور
... میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور سب میں مرتبہ کے لحاظ سے اشرف تھے اور سب سے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک باعزت تھے اور سب سے زیادہ آپ کے نزدیک قابل وثوق تھے
...الی آپ کو اسلام کی طرف سے اور اپنے رسول کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے (اے ابوبکر آپ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بمنزلہ کان اور آنکھ کے تھے آپ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اس
وقت کی تھی کہ جب تمام لوگ ان کی تکذیب کرتے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آپ کا نام صدیق رکھا چنانچہ
... الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِہٖ (ترجمہ۔ اور وہ شخص جو سچ کو لایا اور وہ شخص جس نے اس کی تصدیق کی
... لانے والے محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور اس کی تصدیق کرنے والے ابوبکرؓ ہیں) اے ابوبکر آپ نے رسول خدا صلعم کی اپنی جان
سے غمخواری اُس وقت کی جب کہ اور لوگ مال سے بخل کرتے تھے اور آپ نے حضرت کی رفاقت مصائب کے وقت کی جب کہ
...ل آپ کی اعانت سے بیٹھ رہے تھے اور آپ نے سختی کے زمانہ میں اُن کی صحبت اختیار کی آپ صحابہ میں سب سے مکرم ممدوح
...نین اور غار میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے وہ ساتھی تھے جن پر خدا کی طرف سے سکینہ اور وقار اتارا گیا، اور آپ
...میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی رفیق اور خدا کے دین میں اور امامت میں اُن کے خلیفہ تھے آپ نے فرائض خلافت کو خوب ادا
...ور اس وقت آپ نے وہ کام کیا جو کسی نبی کے خلیفہ نے نہ کیا تھا آپ مستعد رہے جب کہ آپ کے ساتھی سستی ظاہر کرتے تھے اور
میدان میں آگئے جب کہ وہ چھپ رہنا چاہتے تھے اور آپ قوی رہے جب کہ وہ ضعف ظاہر کرنے لگے۔ اور آپ نے

طریقہ رسول کو مضبوط پکڑا جب کہ وہ لوگ اِدھر اُدھر بھٹکنے لگے تھے۔ آپ کی خلافت منافقوں کی ذلت کافروں کی ہلاکت
حاسدوں کی ناگواری باغیوں کی ناخوشی کا سبب تھی۔ اور آپ اس وقت امرِ حق کے اجراء میں قائم ہوئے ہیں جب کہ اور
لوگوں نے ہمتیں پست کردی تھیں اور آپ ثابت قدم رہے جب کہ اور لوگوں میں تردد پیدا تھا اور آپ نورِ الٰہی کے سا
خطرناک راستوں سے گذر گئے جب کہ اور لوگ ٹھہر گئے تھے پھر آپ کو راہ پر دیکھ کر سب نے آپ کی پیروی کی اور سب نے
راہ پائی۔ اور آپ آواز میں سب سے پست تھے کسی کو سختی و درشتی سے جھڑکتے نہ تھے اور فوقیت مراتب میں سب سے برتر تھے
اور آپ کلام کرنے میں سب سے بہتر تھے اور آپ کی گفتگو سب کی گفتگو سے زیادہ ٹھیک ہوتی تھی اور آپ کی خاموشی سب سے بڑھی
ہوئی تھی۔ اور آپ کا قول سب سے بلیغ ہوتا تھا اور آپ کا دل سب سے زیادہ شجاع تھا اور سب سے زیادہ امور دینی و دنیوی کی پہچان والے
تھے اور عمل کے لحاظ سے سب میں اشرف تھے۔ اے صدیق قسم خدا کی آپ دین کے سردار تھے ابتدا میں بھی جب کہ لوگ دین سے
بھاگے تھے اور آخر میں بھی جب کہ لوگ دین کی جانب متوجہ ہوئے آپ مسلمانوں کے مہربان باپ تھے یہاں تک کہ سب مسلمان
آپ کے لئے اولاد کی مانند ہوگئے اور جس بار کے اٹھانے سے وہ ضعیف تھے وہ بار آپ نے اپنے سر پر اٹھالیا اور جو امور اُن سے فروگذاشت
ہوئے تھے آپ نے اُن کی نگہداشت کی اور جس کو انہوں نے ضایع کیا آپ نے اس کی حفاظت کی اور جس بات سے وہ جاہل رہے آپ نے اُسے
جان لیا اور جس وقت وہ اجراء امور دین میں سُست ہوئے تو آپ اُن کاموں میں کمر باندھ کر مستعد ہوگئے اور جب وہ لوگ گھبرائے
تو آپ نے صبر و استقلال سے کام لیا پس اُن کے مطالب کے قصور کو معلوم کر لیا اور وہ آپ کی رائے سے اپنے مقاصد کی طرف راہ یاب ہوئے
تو انہوں نے اپنی مراد کو پا لیا اور آپ کے سبب سے اُن بلند مدارج کو پہنچے کہ جس کا انہیں گمان ہی نہ تھا اے ابوبکر آپ کافروں پر تو عذاب
آسمانی اور غضب الٰہی کی آگ تھے اور ایمان داروں کے لئے خدا کی رحمت اور انس اور ایک مضبوط قلعہ تھے پس ا
محامد و کمالات کے سبب آپ اس خلافت کے دریا میں داخل ہوئے اور انتہا تک پہونچ گئے اور اس کی فضائل
حاصل کر لئے اور اُس کے سوابق پالئے اور باوجودے کہ یہ کام مشکل تھا مگر آپ کی حجت نے کمی نہ کی اور آپ ک
بصیرت ضعیف نہ ہوئی اور آپ کے دل نے بزدلی نہ کی اور آپ کا قلب نہ گھبرایا اور آپ خلافت میں آکر حیرا
نہیں ہوئے آپ مثل پہاڑ کے تھے کہ جسے بادل کا گرجنا اور تیز آندھیاں اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکیں اور اے ابوبکر
درحقیقت آپ موافقِ ارشاد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے اپنی رفاقت اور مال سے سب سے زیادہ رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم پر احسان کرنے والے تھے۔ اور نیز حسب ارشاد نبوی آپ اپنے بدن میں ضعیف تھے مگر خدا کے
کام میں قوی تھے منکسر النفس تھے مگر خدا کے نزدیک باعظمت تھے۔ لوگوں کی نظروں میں جلیل القدر تھے اور
دلوں میں بزرگ تھے کسی شخص کو آپ پر موقع نہ ملتا اور نہ کوئی گرفت کرنے والا آپ میں عیب نکال سکتا
تھا اور نہ کوئی آپ سے خلافِ حق کی طمع کر سکتا تھا اور نہ کسی کی آپ کے یہاں ناجائز رعایت تھی جو ضعیف
و ذلیل تھا وہ آپ کے نزدیک قوی غالب تھا یہاں تک کہ اس کا حق دلا دیتے تھے اور قوی ظالم آپ کے نزدیک
ذلیل تھا یہاں تک کہ آپ اس سے حقدار کا حق لے لیتے تھے اس بارہ میں قریب و بعید آپ کے نزدیک یکساں
تھے۔ سب سے زیادہ مقرب آپ کے یہاں وہ تھا جو اللہ تعالیٰ کا بڑا مطیع اور اُس سے بڑا ڈرانے والا تھا آپ کی شان
حق کام کرنا اور سچ بولنا اور نرمی کرنا تھی آپ کی بات لوگوں کے لئے حکم اور قطعی حکم تھی اور آپ کا کام سراسر
وہوشیاری تھا آپ کی رائے علم اور عزم مصمم تھی آپ نے جب ہم سے مفارقت کی تو ہم کو اس حال میں چ

راہ صاف تھی اور دشواریاں آسان ہوگئی تھیں اور ظلم و تعدی کی آگ بجھ گئی تھی۔ اور آپ کی ذات سے
ن قوی ہوگیا تھا اور اسلام و مسلمان ثابت قدم ہوگئے تھے۔ اور خدا کا حکم ظاہر ہوگیا تھا اگرچہ کافروں
ناگوار گذرا۔ پس خدا کی قسم اے ابوبکر آپ اوصاف حسنہ میں سب سے بڑھ گئے اور بہت دُور
پنچے اور آپ نے اپنے بعد کے لوگوں کو سخت تعب و تکلیف میں ڈالا کیونکہ امور خلافت میں آپ کی
ہی کوئی شخص کوشش نہیں کرسکتا اور واضح طور پر خیر تک پہونچے۔ اب آپ نے اپنی وفات سے
مہ سے سب کو رونے اور غم کرنے میں مبتلا کیا۔ آپ کی مصیبت وفات آسمان اور بڑی باعظمت ہے
آپ کے فراق کی مصیبت نے لوگوں کو شکستہ دل اور ویران خاطر کردیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
اللہ سے اُس کے حکم پر راضی ہوے اور اس کا کام اسی کے سپرد کیا۔ قسم خدا کی رسول اللہ صلی اللہ
یہ وسلم کے بعد کبھی مسلمان آپ جیسے شخص کی وفات کی مصیبت نہ اٹھائیں گے۔ آپ دین کی عزت
دین کی حفاظت اور دین کی پناہ تھے اور مسلمانوں کے مرجع و ماوٰے اور ان کے فریاد رس تھے۔ اور
فقوں پر سخت اور اُن کے غصہ کا سبب تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملادے
ہمیں آپ کے غم میں صبر کرنے کے اجر سے محروم نہ رکھے اور آپ کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرے۔ اِنَّا لِلّٰہِ
وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ راوی کا بیان ہے کہ سب لوگ اس تقریر کے وقت خاموش رہے یہاں تک
حضرت علی نے اپنی تقریر ختم کی تو پھر سب روئے یہاں تک کہ اُن کے رونے کی آواز بلند ہوئی
سب نے کہا کہ اے دامادِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ فرمایا۔

حضرت علیؓ کی حضرت عثمان کے قتل سے اپنی برائت اور حضرت کی فضیلت پر شہادت۔

(۱) حاکم کے دو سندوں سے روایت کیا ہے ایک سند یہ ہے ہارون بن اسمٰعیل خزاز نے قرہ بن خالد
انہوں نے قیس بن عباد سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سُنا
وہ جنگ جمل کے روز فرماتے تھے خداوندا میں عثمانؓ کے خون سے تیرے سامنے اپنی برائت ظاہر
کرتا ہوں اور بے شک جس دن عثمان شہید ہوے ہیں میری تو عقل ٹھکانے نہ رہی تھی اور میں نے اپنے
کی حالت متغیر پائی لوگ میرے پاس بیعت کے لئے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ خدا کی قسم مجھے خدا سے
شرم آتی ہے کہ اُس قوم سے بیعت لوں جس نے ایک ایسے شخص کو شہید کیا جس کے لیے رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا ہم اُس شخص سے حیا نہ کریں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اور بیشک
میں خدا سے شرم کرتا ہوں کہ میں تم سے بیعت لوں اس حال میں کہ عثمانؓ مقتول پڑے ہوئے ہیں اور ہنوز
دفن نہیں ہوئے۔ میرے اس کہنے سے وہ لوگ واپس گئے۔ پھر جب حضرت عثمان دفن کر دیئے گئے
وہ لوگ پھر میرے پاس آئے اور مجھ سے بیعت کی درخواست کی میں نے اپنے دل میں کہا خدایا میں
اس چیز یعنی خلافت سے ڈر رہا ہوں جس پر میں لوگوں کے کہنے سے جانا چاہتا ہوں۔ الغرض میں نے
بیعت پہلو تہی کی مگر ضرورت درپیش ہوئی اور میں نے لوگوں سے بیعت لی پھر لوگوں نے مجھے "یا امیر المومنین"
کہا تو گویا میرا دل اس کلمے کے سننے سے پاش پاش ہوگیا اور میں نے بارگاہ الٰہی میں بکمال عجز و زاری کہا

کہ خداوند مجھ سے عثمانؓ کا بدلہ لے لے یہاں تک کہ وہ راضی ہو جائیں۔

(۴۴) اور حاکم نے اوزاعی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں نے میمون بن مہران سے سُنا وہ ذکر کرتے تھے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کبھی یہ امر گوارا نہ ہوتا کہ میں عثمانؓ کے قتل کرنے میں اپنی تلوار اپنے ہاتھ میں لیتا چاہے مجھے اس کے عوض میں دنیا و ما فیہا کی دولت دے دی جاتی۔

(۴۵) اور حاکم نے بروایت اسمٰعیل بن ابی خالد حصین حارثی سے نقل کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ عبادت کی غرض سے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے اُس وقت اُن کے پاس اور لوگ بھی تھے اور حضرت عثمان کا کچھ ذکر رہے تھے حضرت علیؓ نے فرمایا سب خاموش رہو سب خاموش رہو۔ خدا کی قسم تم مجھ سے جس چیز کے متعلق سوال کروگے میں تمہیں جواب دوں گا۔ زید نے کہا میں آپ کو خدا کی قسم دیتا ہوں یہ تو فرمائیے کیا آپ نے حضرت عثمان کو قتل کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت علی کچھ دیر تک سر جھکائے خاموش رہے پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس نے دانہ سے درخت نکالا اور روح کو پیدا کیا کہ میں نے اُن کو قتل نہیں کیا اور نہ کسی کو اُن کے قتل کا حکم دیا یا اشارہ کیا۔

(۴۶) حضرت علی کا اس امر پر شہادت دینا کہ حضرت عثمان بمصداق آیۃ کریمہ اُن لوگوں میں سے ہیں جو ایمان لائے پھر خدا سے ڈرے اور ایمان لائے پھر خدا سے ڈرے اور اچھے کام کیے تا آخر آیت (سورۃ مائدہ پ۷) اور یہ کہ حضرت عثمان اہل جنت سے ہیں یعنی اُن لوگوں میں سے کہ جن کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: نَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ الایۃ (سورۂ حجر، پارہ ۱۴) (ترجمہ) اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کریں گے۔ حاکم نے بروایت حاطبی یعنی عبد الرحمٰن بن محمد اُن کے والد سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ جب جنگ جمل ختم ہو چکی تو میں مقتولین کو دیکھنے نکلا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت علی اور حضرت حسن بن علی اور عمار بن یاسر اور محمد بن ابی بکر اور بن صوحان مقتولین کی لاشوں کو دیکھتے پھرتے تھے اتنے میں حضرت حسن بن علی نے ایک مقتول کو دیکھا جو سرنگوں پڑا تھا اُسے سیدھا کر کے دیکھا تو ایک چیخ مار کر کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ قسم خدا کی یہ تو قریش کا بچہ ہے۔ اُن کی یہ آواز سن کر اُن کے والد حضرت علی نے فرمایا کون ہے اے میرے بیٹے۔ حضرت حسن نے جواب دیا اے والد بزرگوار یہ محمد بن طلحہ بن عبید اللہ ہیں حضرت علی نے فرمایا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ خدا کی قسم جوان صالح تھا یہ فرما کر آپ غمگین و رنجیدہ خاطر وہاں بیٹھ گئے حضرت حسنؓ نے فرمایا اے والد بزرگوار میں نے تو پہلے ہی آپ کو اس سفر سے منع کیا تھا مگر آپ پر فلاں اور فلاں کی رائے غالب آئی۔ حضرت علی نے فرمایا ہاں! بیشک اے بیٹے ایسا ہی ہوا، اور مجھے تو یہ آرزو ہے کہ کاش اس واقعہ کے پیش آنے سے بیس برس پہلے مر چکا ہو۔ محمد بن حاطب کہتے ہیں پھر میں نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ اے امیر المومنین ہم لوگ مدینہ جاتے ہیں اور وہاں ہم سے لوگ حضرت عثمان کی بابت سوال کریں گے کہ وہ کیسے تھے تو ہم ان کو اس کا کیا جواب دیں؟ میرے اس کہنے سے حضرت عمار بن یاسر اور محمد بن ابی بکر آزردہ خاطر ہوئے اور ان دونوں —

[حضر]ت عثمان کے خلاف بہت کچھ کہا اس پر حضرت علی نے ان دونوں سے فرمایا کہ اے عمار اور اے محمد [تم] کہتے ہو کہ عثمان نے اپنی رائے سے کام لیا اور حکومت بُری طرح کی اور تم نے اس کا بدلہ ان سے لیا تو [سنو] والله تم نے بہت بُرا بدلہ لالیا اور عنقریب تم ایک حاکم عادل کے روبرو پیش ہو گے جو تمہارے اور [ان] کے درمیان ٹھیک فیصلہ کر دے گا۔ پھر محمد بن حاطب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے محمد بن حاطب [ج]ب تم مدینہ میں جاؤ اور تم سے حضرت عثمان کی نسبت پوچھا جائے تو تم کہنا کہ خدا کی قسم حضرت عثمان [ان] لوگوں میں تھے جو ایمان لائے پھر خدا سے ڈرے اور ایمان لائے پھر خدا سے ڈرتے رہے اور نیک کام [کر]تے رہے اور اللہ دوست رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں کو اور اللہ ہی پر چاہیئے کہ توکل کریں [توک]ل کرنے والے۔

اور حاکم نے بروایت ہارون بن عشرہ اُن کے والد سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے خورنق نامی [مقام] میں حضرت علی کو ایک تخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور ابان بن عثمان بھی اُن کے پاس تھے حضرت علی نے [فرمای]ا میں امید رکھتا ہوں کہ جنت میں مَیں اور تمہارے والد اُن لوگوں میں ہوں گے جن کی شان میں [اللہ] تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ونزعنا ما فی صدورہم (ترجمہ) اور ان کے دلوں جو کینہ تھا وہ سب ہم دور کر دیں گے [و]ہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے (یعنی اہل جنت)

مسند ابو عبیدہ بن جراح و معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ (۲۰ روایت)

ان صاحبان کی وہ حدیث جس سے خلفاء کی خلافت خاصہ پر اس طریقہ سے استدلال کیا جاتا ہے [ک]ہ اُن کی خلافت اُس درجہ میں واقع ہو گی جس کا نام نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت اور رحمت رکھا تھا [۔] ابو یعلے نے بروایت لیث عبد الرحمٰن بن سابط سے اُنہوں نے ابو ثعلبہ خشنی سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے ایک مرتبہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل باہم آہستہ آہستہ گفتگو کر رہے تھے میں نے اُن دونوں [س]ے کہا کہ کیا آپ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وہ وصیت یاد نہیں رکھی جو آنحضرت صلعم نے آپ [دو]نوں کو کی تھی، اسی لئے آپ مجھ سے علیحدہ ہو کر مخفی باتیں کر رہے ہیں۔ عبد الرحمٰن کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ [عل]یہ وسلم نے ان دونوں کو میرے لئے وصیت فرمائی تھی ان دونوں نے جواب دیا کہ اس وقت ہمارا یہ ارادہ [ن]ہ تھا کہ تم سے چھپا کر آپس میں کوئی بات کریں بلکہ ہم کو اس وقت ایک حدیث یاد آئی جسے رسول خدا صلی اللہ [عل]یہ وسلم نے فرمایا تھا پھر وہ دونوں اس حدیث کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے [فر]مایا ہے کہ یہ دین نبوت اور رحمت کے ساتھ شروع ہوا ہے پھر ایک زمانہ میں خلافت اور رحمت ہو جائے [گ]ا پھر اس کے بعد مثل درندہ کے کاٹنے والی بادشاہت ہو گی پھر سرکشی و جبر ہو جائے گا اور امت میں فساد ہو [جا]ئے گا لوگ حریر پہننے کو شراب پینے کو اور حرام شرم گاہوں کو اور اُمت مرحومہ میں فساد کرنے کو حلال سمجھیں [گے] اور باوجود اس کے ان کو انہیں اعمال قبیحہ پر فتح دی جائے گی اور رزق پاتے رہیں گے۔ یہاں تک [ک]ہ دنیا سے رخصت ہو کر خدا سے مل جائیں (حضرت ابو عبیدہ بن جراح کا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت

پر آپ کے سوابق اسلامیہ سے استدلال) ابوبکر بن شیبہ نے ابن عون سے اُنھوں نے محمد یعنی ابن سیرین سے ایک طویل میں روایت کیا ہے محمد کہتے تھے حضرت ابوبکر کی بیعت کے وقت کچھ لوگ ابو عبیدہ بن جراح کے پاس آئے کہ ہم لوگ آپ سے بیعت کرنا چاہتے ہیں انھوں نے جواب دیا تم میرے پاس بیعت کرنے آئے ہو حالانکہ تم ثالث ثلثہ یعنی ابوبکر موجود ہیں۔ ابن عون کہتے ہیں کہ میں نے محمد سے پوچھا ثالث ثلثہ کون ہیں اُنھوں نے کہا قسم خدا کی وہی جن کو ثانی اثنین اذ ھما فی الغار۔ کہا گیا ہے۔

مسند عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳، روایت)

(۱) (ان کی حدیث میں دس صحابہ کے جنتی ہونے کی بشارت کا بیان ہے) ابویعلیٰ نے بروایت قتیبہ سعید مالک بن انس سے انھوں نے عبدالعزیز بن محمد سے اُنھوں نے عبدالرحمن بن محمد سے اُنھوں نے اپنے والد سے اُنھوں نے عبدالرحمن ابن عوف سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس شخص جنتی ہیں ابوبکرؓ جنتی ہیں عمرؓ جنتی ہیں عثمانؓ جنتی ہیں علیؓ جنتی ہیں طلحہؓ جنتی ہیں زبیرؓ جنتی ہیں عبدالرحمن بن عوف جنتی ہیں سعدؓ ابن ابی وقاص جنتی ہیں سعیدؓ بن زید بن عمرو جنتی ہیں ابوعبیدہؓ بن جراح جنتی ہیں (رضی اللہ عنہم اجمعین)

(۲) (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر حضرت عبدالرحمان کی رائے) حاکم نے موسیٰ بن عقبہ سے اُنھوں نے سعد بن ابراہیم سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے مجھ سے ابراہیم بن عبدالرحمن بن عوف نے بیان کیا ہے کہ عبدالرحمن بن عوف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور محمد بن مسلمہ نے حضرت زبیر کی تلوار توڑ ڈالی تھی پھر حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے خطبہ پڑھا اور یہ معذرت آمیز تقریر کی کہ خدا کی قسم کبھی تھوڑی دیر کے لئے بھی حکومت کی خواہش نہیں ہوئی اور نہ مجھے خلافت کی کچھ رغبت تھی اور نہ میں نے ظاہر و باطن میں کبھی اللہ عزوجل سے خلافت کو طلب کیا بلکہ میں نے فتنہ کا اندیشہ کر کے خلافت کو قبول کیا حالانکہ مجھے حکومت میں کوئی راحت نہیں بلکہ میں نے اس وقت ایک ایسے بڑے امر عظیم کے بار کو اپنے سر پر اٹھالیا کہ بدون اللہ تعالیٰ عزوجل کی تائید کے مجھے کوئی طاقت اس بار کے اٹھانے کی نہیں ہے اور میں اب بھی چاہتا ہوں کہ کوئی شخص جو مجھ سے زیادہ اس کام پر قدرت رکھتا ہو وہ آج میری جگہ اس کام پر مقرر ہو جائے۔ حضرت ابوبکر کی اس بات کو مہاجرین نے تسلیم کرلیا تا آخر حدیث۔

(۳) (حضرت عبدالرحمن بن عوف کی رائے بسلسلہ خلافت عثمانؓ) امام بخاری قصہ و شہادت حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمانؓ پر سب کے اتفاق کرنے میں روایت کرتے ہیں کہ جب سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن سے فراغت پائی تو وہ لوگ جن کو حضرت عمرؓ نے منتخب کیا تھا۔ ایک جگہ جمع ہوئے حضرت عبدالرحمن نے فرمایا کہ تم لوگ (منجملہ چھ آدمیوں کے) تین کو اس کام کے لئے منتخب کرلو تاکہ مستحقین کی کمی ہو جائے اور تعیین میں آسانی ہو حضرت زبیر نے کہا کہ میں اپنی طرف سے حضرت علیؓ کو منتخب کرتا ہوں اور حضرت طلحہ نے کہا میں حضرت عثمانؓ کو منتخب کرتا ہوں اور حضرت سعد نے فرمایا میں حضرت عبدالرحمن کو منتخب کرتا ہوں پھر حضرت

رحمٰن نے (حضرت علیؓ اور حضرت عثمان سے) کہا کہ آپ دونوں میں سے جو اپنے لئے خلافت نہ چاہتا ہو ہم
کا انتخاب اسی کے متعلق کر دیں اور ہم اس کو خدا کی اور اسلام کی قسم دیتے ہیں کہ وہ خلافت کے لئے ایسے کو
ب کرے جو اس کے نزدیک افضل ہو اس پر وہ دونوں خاموش رہے پھر حضرت عبد الرحمٰن نے فرمایا کہ کیا آپ
اس انتخاب کو میری رائے پر چھوڑ سکتے ہیں اور میں خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ سب سے افضل شخص کے انتخاب
میں کوتاہی نہ کروں گا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں (آپ کی رائے پر چھوڑتے ہیں) پھر حضرت
رحمٰن نے ان دونوں میں سے ایک کا (یعنی حضرت علی رضؓ کا) ہاتھ پکڑ کر کہا کہ آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
وہ قرابت حاصل ہے اور اسلام لانے میں دیگر اصحاب پر وہ تقدم اور سبقت ہے کہ جیسے آپ خوب جانتے ہیں
پ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کہ اگر میں آپ کو خلیفہ بناؤں تو آپ رعایا میں عدل کریں گے اور اگر عثمان کو خلیفہ بناؤں
ب ان کا حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے پھر دوسرے (یعنی حضرت عثمان) سے بھی اسی طرح کہا پھر جب
ں سے اقرار کرا لیا تو کہا کہ اے عثمان آپ اپنا ہاتھ لائیے یہ کہہ کر پہلے خود حضرت عثمان سے بیعت کر لی اور جب
حضرت علیؓ نے بیعت کی پھر سب اہل مدینہ آتے گئے اور بیعت کرتے گئے۔

مُسند زبیر بن عوّام رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (ایک روایت)

(حضرت زبیر کا کسی قدر توقف کے بعد حضرت ابو بکر کی خلافت کا تسلیم کر لینا اور اُن کی فضیلت اور استحقاق
ت کو مان لینا) حاکم نے بروایت ابراہیم بن عبد الرحمٰن بن عوف ایک طویل حدیث میں نقل کیا ہے کہ حضرت
نے جب اپنی بے رغبتی خلافت سے اور مجبوری اس پر اپنی رضامندی بیان کی تو مہاجرین نے حضرت
کا فرمانا تسلیم کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر نے فرمایا کہ ہم کسی امر سے ناخوش نہیں ہوئے مگر صرف
بات سے کہ ہم مشورے میں مؤخر رکھے گئے حالانکہ ہم خود بھی اس کو جانتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
حضرت ابو بکر سب سے زیادہ خلافت کے مستحق ہیں کیونکہ وہ صاحب غار ہیں اور ثانی اثنین ہیں اور ہم اُن کی
ت اور بزرگی خوب جانتے ہیں (اور یہ بھی جانتے ہیں کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں آپؓ
لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

مُسند طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۳، روایت)

(حضرت طلحہؓ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ثنا و صفت بیان کرنا) محب طبری نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم
سے روایت کر کے ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شاہان فارس کی لڑائی کے لئے جو بمقام نہاوند جمع ہوئے
لشکر روانہ کرنے کی بابت مسلمانوں سے مشورہ لیا حضرت طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے اور وہ ان مقررین صحابہ
تھے جو تقریر عمدہ کرتے تھے۔ آپ نے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد کہا کہ اے امیر المومنین آپ کو امور اور واقعات
نے پختہ کر دیا اور محنت و جفاکشی آپ کے خمیر میں داخل ہو گئی ہے اور مختلف تجربوں نے آپ کو مضبوط کر
ہے آپ خود اپنے کام کو سمجھ سکتے ہیں اور آپ کی رائے اس امر میں کافی ہے اس کام کا مدار بھی آپ (ہی)

کی رائے پر ہے آپ ہم سے کیا مشورہ لیتے ہیں آپ ہمیں حکم دیں ہم آپ کی اطاعت کریں گے آپ ہمیں جا
جس سخت کام کی طرف بلائیے ہم حاضر ہوں گے اور ہمیں چاہے جس مہم پر بھیج دیجئے ہم ابھی اس مہم کے لئے
آمادہ ہوئے ہیں اور ہمیں جہاں چاہے کھینچ لے جائیے ہم آپ کے پیچھے ہیں کیونکہ آپ ان تمام کا مول
اختیار رکھتے ہیں اور آپ نے تو بارہا امتحان کرلیا اور آزمالیا اور تجربہ سے معلوم کیا تو آپ سے نتیجۂ قضا الٰہ
خیر ہی ظاہر ہوتا رہا یہ کہہ کر حضرت طلحہؓ بیٹھ گئے۔

(۲) (حضرت طلحہؓ کی حدیث دربارۂ فضیلت عثمانؓ) حاکم نے زید بن اسلم سے انھوں نے اپنے والد
روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے جس دن حضرت عثمانؓ موضع جنائز میں محصور ہوئے ہیں تو انھوں نے فرمایا کہ ا
طلحہؓ میں تم کو خدا کی قسم دیتا ہوں (سچ کہنا) کیا تمہیں وہ دن یاد ہے کہ میں اور تم دونوں فلاں جگہ رسول خدا صلی
علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بجز میرے اور تمہارے کوئی
صحابی نہ تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے طلحہؓ کوئی نبی ایسا نہیں گذرا ہے کہ اس کی
امت میں کوئی رفیق اس کے ساتھ جنت میں نہ ہو چنانچہ عثمانؓ جنت میں میرے رفیق ہوں گے حضرت
طلحہؓ نے جواب دیا ہاں مجھے یاد ہے۔

(۳) اور ابو یعلیٰ نے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لئے جنت میں ایک رفیق ہوگا اور میرے رفیق جنت میں عثمان ہیں۔

مسند سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۵، روایت)

حدیث "مالقیک الشیطان" یعنی حضرت عمرؓ سے شیطان کا بھاگنا۔

(۱) امام مسلم نے بروایت ابن شہاب (زہری) نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے مجھے عبد المجید بن عبد ال
بن زید نے خبر دی وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول خدا صلی اللہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی اس وقت خدمت نبوی میں قریش کی
عورتیں موجود تھیں اور آپ سے بلند آواز میں بہت کچھ باتیں کر رہی تھیں جب حضرت عمرؓ
اپنے حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو وہ عورتیں خدمت نبوی سے اٹھ کر جلدی سے پردہ میں
پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو اجازت دی وہ اندر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ
خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے رسول خدا آپ کیوں
ہنس رہے ہیں خدا آپ کے دانتوں کو ہمیشہ ہنستا رکھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
ان عورتوں کی گھبراہٹ سے ہنسی آئی جو ابھی میرے پاس تھیں جب تمہاری آواز
تو جلدی سے پردہ میں چلی گئیں حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ اس کے مجھ
زیادہ مستحق تھے کہ وہ آپ سے خوف کرتیں پھر حضرت عمرؓ نے (ان عورتوں سے) کہا
اپنی جانوں کی دشمنو کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتی

عورتوں نے جواب دیا ہاں وجہ اس کی یہ ہے کہ تم بہ نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے تند خو
ضرت گو ہو پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے اے
جب تمہیں شیطان کسی راستہ میں چلتا ہوا دیکھتا ہے تو اس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ چلنے لگتا ہے۔
اور ابو بکر بن ابی شیبہ نے بروایت ابو سلمہ نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت سعد نے کہا قسم خدا کی وہ یعنی
ضرت عمر بن خطاب اسلام لانے میں ہم سے پہلے نہیں اور ہجرت کرنے میں بھی ہم پر مقدم نہیں مگر میں
ب جانتا ہوں کہ کس چیز کے سبب سے وہ ہم سے افضل ہیں وہ ہم سب سے زیادہ دنیا سے بے تعلق
ے

حضرت سعد کا حضرت عثمان کی بغاوت سے لوگوں کو روکنا۔

ابو یعلیٰ نے بسر بن سعید سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص نے حضرت عثمانؓ کے فتنہ
ے زمانہ میں لوگوں سے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے
تھے عنقریب ایک ایسا فتنہ پیدا ہو گا کہ اُس میں بیٹھ رہنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے
چلنے والے سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ حضرت سعدؓ فرماتے تھے یہ سن کر میں
ے عرض کیا کہ اے رسول خدا مجھے ارشاد ہو کہ اگر کوئی شخص اس زمانہ میں میرے گھر کے اندر داخل ہو اور اپنا
ہ میرے قتل کے لئے بڑھائے تو میں اس وقت کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ تم اس وقت مثل فرزند آدم
یہ السلام یعنی ہابیل کے ہو جانا۔

اور ابو یعلےٰ نے بروایت عامر بن سعد بن ابی وقاص نقل کیا ہے کہ جب اُن کے والد نے رسول خدا
لی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا باہمی اختلاف اور افتراق دیکھا تو اُنھوں نے بکریوں کا ایک گلہ خرید کیا اور
پنے اہل و عیال بمعیت مدینہ سے نکل کر کسی جنگل میں ایک چشمہ پر اقامت اختیار کی اُن کے بیٹے کہتے ہیں
ہ حضرت سعدؓ کی نظر بہت تیز تھی چنانچہ ایک روز انھوں نے بہت دور پر ایک چیز آتی ہوئی دیکھی اپنے
راہیوں سے اُس جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ کیا تم کسی چیز کو دیکھتے ہو انھوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم
ایک چیز مثل پرندہ کے نظر آتی ہے آپ نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک سوار اونٹ پر آ رہا ہے پھر تھوڑی دیر
بعد آپ کے بیٹے عمر بن سعد ایک اعرابی اونٹ یا اونٹنی پر سوار آئے حضرت سعد نے انہیں دیکھ کر فرمایا خداوندا
ں تیری پناہ مانگتا ہوں اس چیز کے شر سے جو ان کو یہاں لائی ہے اس کے بعد عمر مذکور پہونچ گئے اور انھوں نے سلام کیا
اپنے والد سے عرض کیا کہ کیا آپ نے اسے بہتر سمجھا ہے کہ آپ اپنے مویشیوں کے پیچھے ان پہاڑوں میں پڑے رہیں
ر آپ کے اصحاب (یعنی صحابہ کرام) امت کے کاموں میں جھگڑتے رہیں میری رائے میں تو ایسی حالت میں آپ کی بادیہ نشینی
ی نہیں حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپ فرماتے تھے کہ عنقریب میرے بعد
کچھ فتنے ہونگے یا فرمایا کہ کچھ واقعات پیش آئیں گے اس زمانہ میں سب سے بہتر وہ شخص ہو گا جو غنی، مخفی اور متقی ہو لہذا میں
نے جب فتنہ کے آثار دیکھے تو اپنے کو اس حالت میں رکھنا سب سے بہتر جانا میری رائے تو یہ ہے کہ اے بیٹے اگر تم سے
ہو سکے تو تم بھی ایسے ہی بن جاؤ عمر مذکور نے کہا کہ کیا آپ کے پاس اس کے سوا کچھ نہیں؟ حضرت سعدؓ نے فرمایا نہیں اے بیٹے

اور کچھ نہیں ہے یہ سنتے ہی اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے اونٹ پر سوار ہونے لگے ہنوز اونٹ کا کجاوہ انہوں نے کھولا نہ تھا کہ حضرت سعدؓ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ ہم تم کو کچھ کھلادیں، انہوں نے کہا مجھے آپ کے کھانے کی کچھ حاجت نہیں ہے حضرت سعدؓ نے کہا اچھا ہم تمہارے لئے کچھ دودھ ہی دوھ دیں اور تم کو پلادیں انہوں نے کہا مجھے آپ کے پلانے کی بھی کچھ حاجت نہیں اس کے بعد وہ سوار ہو گئے اور اپنے مقام پر واپس گئے

حضرت سعدؓ کی وہ حدیث جس میں خلافت کا قریش کے ساتھ مخصوص ہونا مفہوم ہوتا ہے۔

(۵) ابو یعلیٰ نے محمد بن سعد بن ابی وقاص سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے جو شخص قریش کے ذلیل کرنے کا ارادہ کرے اللہ اس کو ذلیل کرے

مسند سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴، روایت)

اُن کی وہ حدیث جو دس صحابیوں کے لئے بشارتِ جنت سے متعلق ہے۔

(۱) ابو یعلےٰ نے عبد الرحمٰن بن اخنس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ایک مرتبہ ہمارے سامنے مغیرہ بن شعبہ نے خطبہ پڑھا جس میں انہوں نے حضرت علیؓ کی کچھ برائی بیان کی تو حضرت سعید بن زیدؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ فرماتے تھے کہ نبی جنتی ہیں ابو بکرؓ جنتی ہیں، عمرؓ جنتی ہیں، عثمانؓ جنتی ہیں، علیؓ جنتی ہیں، طلحہؓ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبد الرحمٰن بن عوف جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں اور اگر میں چاہوں تو دسویں شخص کا نام بھی بتادوں۔

(۲) اور ترمذی نے عبد الرحمٰن بن حمیدؒ سے اُنہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ ان سے سعید بن زید نے نیز اور بہت سے اشخاص نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دس آدمی جنتی ہیں ابو بکر جنتی ہیں، عمر جنتی ہیں، عثمان جنتی ہیں، علی جنتی ہیں، طلحہ جنتی ہیں، زبیر جنتی ہیں، عبد الرحمٰن جنتی ہیں سعد جنتی ہیں، سعد بن ابی وقاص جنتی ہیں (راوی کہتے ہیں کہ) اُنھوں نے انھیں نو کا نام بتایا اور دسویں کے نام سے سکوت کیا لوگوں نے کہا ہم آپ کو خدا کی قسم دلاتے ہیں کہ اے ابو اعور بتا دیجئے دسویں شخص کا کیا نام ہے تو اُنھوں نے فرمایا کہ تم نے مجھے خدا کی قسم دلائی ہے تو سنو دسواں شخص ابو اعور ہے وہ بھی جنتی ہے۔

حضرت ابو بکر کا صدیق اور بقیہ خلفا کا شہید ہونا۔

(۳) ابو یعلےٰ نے عاصم سے اُنھوں نے زر بن حبیش سے اُنھوں نے حضرت سعید بن زید سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ہم ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کوہ حرا پر چھپنے کے لئے چڑھے جب ہم لوگ پہاڑ پر پہونچ گئے تو پہاڑ ہلنے لگا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ مارا اور فرمایا اے حرا ساکن ہو جا کیونکہ تیرے اوپر نبی اور صدیق اور شہید ہیں اور اس وقت اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر و عثمان و علی و طلحہ و زبیر و سعد و عبد الرحمٰن و سعید بن زید (اس حدیث کے راوی) تھے۔

(۴) اور امام بخاری نے قیس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے سعید بن زید سے سنا وہ کہتے تھے قسم

[کہ] کی میں نے آپ کو اس حال میں دیکھا ہے کہ حضرت عمر مجھے اسلام پر پابند رہنے والے تھے قبل اس [سے] کہ وہ اسلام لائیں اور اگر کوہ احد اپنی جگہ سے ہٹ جاتا بوجہ اس حرکت کے جو تم نے عثمان کے ساتھ کی [بے] شک سزاوار تھا۔

مسانید مکثرین اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم

مسند عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

شیخین کے لئے جنت کی بشارت:۔ ترمذی نے عبد اللہ بن سلمہ سے انھوں نے عبیدہ سلمانی سے [انھو]ں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا [کہ] ابھی ایک شخص اہل جنت میں سے تمہارے سامنے آنے چاہتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر سامنے آئے [اس] کے بعد پھر آپ نے فرمایا کہ ایک شخص اہل جنت میں سے تمہارے سامنے آنے چاہتا ہے چنانچہ حضرت [عمر سا]منے آئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کو شیخین کی پیروی کا حکم دینا۔

[(۲)] ترمذی اور حاکم نے سلمہ بن کہیل سے انھوں نے ابوالزعراء سے انھوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ [س]ے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے فرمایا کہ پیروی کرو ان دونوں کی جو [میر]ے بعد ہونگے میرے صحابہ میں سے یعنی ابوبکر و عمر کی اور عمار کی روش اختیار کرو اور ابن مسعود کے اقوال سے [تمس]ک کرو۔

حضرت ابن مسعودؓ کا خلفائے راشدین کے قول کو جبکہ وہ کوئی فیصلہ کریں یا کوئی حکم نافذ کریں ادلۂ شرعیہ [کی] ترتیب میں حدیث رسولؐ کے بعد امر کو قیاس سے مقدم رکھنا۔

[(۳)] دارمی نے سفیان سے انھوں نے اعمش سے انھوں نے عمارہ بن عمیر سے انھوں نے حریث بن [ظہی]ر سے انھوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے ایک زمانہ ہم پر [ایسا] تھا کہ ہم کوئی فیصلہ نہ کرتے تھے اور ہم کو اس کی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم اور شیخین [رضی] اللہ عنہما کا وجود ہم کو اس سے مستغنی کر رہا تھا مگر اللہ نے یہ مقدر کیا تھا کہ ہم اس حالت کو پہونچے جو اب تم دیکھ رہے ہو [یعن]ی وہ مقدس سائے ہمارے سر سے اٹھ گئے۔ لہٰذا اب ضرورت فتوی دینے اور فیصلہ کرنے کی لوگوں کو پیش آئے تو یاد رکھو [جس] شخص کو فیصلہ کرنے کی ضرورت پیش آئے اس کو چاہئیے کہ کتاب اللہ کے موافق فیصلہ کرے اور اگر کوئی ایسا واقعہ پیش [آجا]ئے جس کا حکم کتاب اللہ میں نہ ہو اس کو چاہئیے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق فیصلہ کرے اور اگر کوئی [ایس]ی صورت پیش آجائے جس کا حکم کتاب اللہ میں بھی نہ ہو اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کے متعلق کوئی [فیص]لہ نہ کیا ہو تو اس کو چاہئیے کہ صالحین کے فیصلہ کے موافق فیصلہ کرے اور اپنے قیاس سے یہ نہ کہے کہ مجھے ایسا [معلوم] ہوتا ہے

ہوتا ہے یا میری۔ اسی یوں ہے کیونکہ حلال چیزیں واضح ہیں اور حرام چیزیں واضح ہیں ان دونوں کے درمیان
میں کچھ مشتبہ چیزیں ہیں پس تم کو چاہیئے کہ جس چیز میں شبہہ ہو اس کو چھوڑ کر وہ چیز اختیار کرو جس میں شبہہ نہ ہو

(۴) اور دارمی نے شعبہ سے بسند مذکور روایت کی ہے۔ جس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا
جب تم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو کتاب اللہ میں دیکھو اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو حدیث رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم میں دیکھو اگر حدیث میں بھی اس کو نہ پاؤ تو اس صورت کو اختیار کرو جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو اگر مسلمانوں
کے اجماعیات میں بھی وہ مسئلہ نہ ملے تو اپنی اپنی رائے سے اجتہاد کرو اور کچھ تردد نہ کرو الی آخرہ۔

(۵) نیز دارمی نے بواسطہ ابو عوانہ اور جریر ان دونوں کے اعمش سے اسی کے قریب روایت کیا ہے

(۶) اور دارمی نے اعمش سے انھوں نے ابراہیم (نخعی) سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عبداللہ
ابن مسعودؓ فرمایا کرتے تھے کہ عمر جب ہم کو کسی راستہ میں چلاتے تھے تو ہم اس کو آسان پاتے تھے۔ اس سے
میں حضرت عمر کے قول کو ترجیح دیتا ہوں اور بیشک انھوں نے اس صورت میں کوئی عورت شوہر اور ماں باپ
کو چھوڑ کر مر جائے یہ فتویٰ دیا تھا کہ شوہر کو آدھا مال ملے گا اور ماں کو باقی مال کی ایک تہائی (اور باپ کو
دو تہائی)

(۷) اور نیز دارمی نے اسی سند سے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ جب حضرت
عمر کسی راستہ کو اختیار کرتے تھے تو ہم بھی اس میں ان کے پیچھے ہو لیتے تھے اور ہم اس کو آسان پاتے تھے اور
انھوں نے اس صورت میں کہ کوئی شخص ایک زوجہ اور ماں باپ کو چھوڑ کر مر جائے مال کے چار حصے کرائے
تھے (ایک حصہ یعنی) چوتھائی زوجہ کو دلایا تھا اور ایک حصہ یعنی) مابقی کی تہائی ماں کو اور (دو حصے یعنی) دو تہائی باپ

حضرت ابن مسعودؓ کا قائل بافضیلت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہونا۔

(۸) ابو عمر نے استیعاب میں حضرت ابن مسعود سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے تھے اے لوگو اپنا امام
(نماز) اس شخص کو بناؤ جو تم سب میں افضل ہو کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کا امام (نماز) حضرت
ابوبکر صدیق کو بنایا تھا جو تمام صحابہ سے افضل تھے۔

حضرت ابن مسعودؓ کا حضرت عمر کی تعریف کرنا اور ان کے سوابق اسلامیہ کا ذکر کرنا۔

(۹) ابو عمر نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے تھے میرا حضرت عمر کی صحبت میں گھڑی
بھر بیٹھنا میرے نزدیک ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے

(۱۰) اور حاکم نے مجالد سے انھوں نے شعبی سے انھوں نے مسروق سے انھوں نے حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ
کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ اسلام کو عزت دے عمر بن خطابؓ یا ابو جہل بن ہشام
اسلام سے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حضرت عمر کے حق میں قبول فرمائی اور مملکت اسلام
بنا ان کی ذات اقدس پر قائم فرمائی اور ان کی ذات سے بتوں کی پرستش کی بنیاد منہدم کر دی۔

(۱۱) او حاکم نے مسعودی سے انھوں نے قاسم بن عبدالرحمن سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حضرت عبد
بن مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے اللہ کی قسم ہم کعبہ کے پاس کھلم کھلا نماز نہ پڑھ سکتے تھے یہانتک کہ حضرت عمر اسلام آ

(۱۱) اور حاکم نے سفیان سے انھوں نے اسمٰعیل بن ابی خالد سے انھوں نے ابو حازم سے انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے ہم (سب مسلمان) غالب ہوتے چلے گئے جب سے عمرؓ اسلام لائے۔

(۱۲) اور حاکم نے ابو اسحٰق سے انھوں نے ابو عبیدہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے حضرت عبد اللہ ابن مسعود فرماتے تھے تین آدمی فراست میں سب سے بڑھے ہوئے تھے عزیز مصر کہ اس نے اپنی فراست سے حضرت یوسف علیہ السلام کا حال معلوم کر لیا اور اپنی بی بی زلیخا سے کہا کہ اس کو عزت سے رکھو وہ عورت (یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی) جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ کر اپنی فراست سے اُن کا امین ہونا معلوم کیا اور اپنے والد سے کہا کہ ای باپ ان کو مزدوری میں لگا لیجیے یہ قوی اور امین ہیں حضرت ابو بکر صدیق کہ انہوں نے اپنی فراست سے حضرت عمر کو (کامل و مکمل جان کر) خلیفہ بنایا۔

(۱۴) اور حاکم نے زہیر سے انھوں نے یزید بن ابی زیاد سے انھوں نے ابو جحیفہ سے انھوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے یقیناً حضرت عمر ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں اسلام داخل ہوتا تھا اور اس سے نکل نہ سکتا تھا مگر جب حضرت عمر شہید ہوئے تو اس قلعہ میں رخنہ ہو گیا کہ اب اسلام اس قلعہ سے خارج ہوتا جاتا ہے اور اس میں داخل نہیں ہوتا جب نیک لوگوں کا ذکر کیا جائے تو سب سے پہلے حضرت عمر کا نام آنا چاہیے حضرت ابن مسعود کا یہ بیان کہ حضرت عمر نے حضرت صدیق کی امامت کی حدیث پیش کر کے انصار کو خلافت سے باز رکھا

(۱۵) حاکم نے زر بن حبیش سے انہوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو انصار نے مہاجرین سے کہا کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے پھر حضرت عمر اُن کے پاس گئے اور اُن سے کہا کہ ای گروہ انصار کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کو یہ حکم دیا تھا کہ لوگوں کے امام (نماز) بنیں پس تم میں سے کس کا نفس اس بات کو گوارا کر سکتا ہے کہ ابو بکر کا پیشوا بنے سب نے کہا ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اس بات سے کہ ابو بکر کے پیشوا بنیں۔

حضرت ابن مسعود کا خلافت صدیقیہ پر اجماع سے استدلال۔

(۱۶) حاکم نے عاصم سے انھوں نے زر سے انھوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے جس بات کو سب مسلمان (یعنی صحابہ) اچھا سمجھیں وہ بات اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جس بات کو سب مسلمان بُرا سمجھیں وہ بات اللہ کے نزدیک بھی بری ہے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ نے اسی کو اچھا سمجھا کہ ابو بکر خلیفہ بنائے جائیں۔

حضرت ابن مسعود کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ سے (خلافت صدیقیہ پر استدلال۔ جو آپ نے اپنی وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا تھا جس میں حضرت صدیق کے مناقب تھے اور مناقب بھی اس قسم کے جن میں ان کی خلافت پر کھلی ہوئی تعریض ہے اس استدلال پر ابو عمر نے استیعاب میں اعتماد کیا ہے)

(۱۷) مسلم نے ابو الاحوص سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے عبد اللہ بن مسعود سے سنا وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ آپ فرماتے تھے اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو یقیناً ابو بکر کو بناتا لہٰذا ابو بکر میرے خلیل تو نہیں ہیں مگر وہ میرے بھائی اور میرے ہم نشین ہیں اور اللہ نے تمہارے صاحب کو

یعنی مجھے اپنا خلیل بنایا ہے۔

حضرت ابن مسعود کی وہ حدیث جس سے خلفائے ثلثہ کی خلافت پر استدلال کیا جاتا ہے اس وجہ سے کہ اس حدیث میں اس مدت کا بیان ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی چکی کے گھومنے کے لئے بیان فرمادی تھی اور ان خلفاء کی خلافت اسی مدت کے اندر واقع ہوئی۔

(۱۸) حاکم کئی سندوں کے ساتھ منصور سے انھوں نے ربعی بن حراش سے اُنھوں نے براء بن ناجیہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود بیان کرتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اسلام کی چکی پینتیس ۳۵ برس کے بعد یا فرمایا چھتیس ۳۶ برس کے بعد یا فرمایا سینتیس ۳۷ برس کے بعد اپنی جگہ سے ہٹ جائے گی اس کے بعد اگر لوگ ہلاک ہو جائینگے تو ان کا وہی راستہ ہے جو اور ہلاک ہونے والوں کا ہے اور اگر اُن کا دین ان کے لئے باقی رہ گیا تو پھر ستر برس قائم رہے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ گذشتہ زمانہ ملا کر یا صرف آئندہ کے ستر برس حضرت نے فرمایا نہیں آئندہ کے سترہ برس۔

(۱۹) اور حاکم نے بسندہای صحیح متعدد طرق سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ذیحجہ ۳۵ھ میں شہید ہوئے اور ان کی خلافت بارہ برس رہی۔

حضرت ابن مسعود کی وہ حدیث جس سے خلفای ثلثہ کی خلافت پر استدلال کیا جاتا ہے یعنی قرون ثلثہ کی حدیث

(۲۰) امام احمد نے ابراہیم سے اُنھوں نے عبیدہ سے اُنھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر میرا قرن ہے پھر اُن لوگوں کا جو میرے قرن والوں کے بعد ہوں پھر اُن لوگوں کا جو اُن کے بعد ہوں پھر اس کے بعد کچھ لوگ ایسے بے احتیاط پیدا ہوں گے کہ اُن کی گواہی اُن کی قسم سے پہلے اور قسم گواہی سے پہلے چلے گی اس حدیث سے استدلال کی بنا ایک صحیح توجیہ پر ہے جس کی شاہد اکثر حدیثیں ہیں وہ توجیہ یہ ہے کہ پہلا قرن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے آپ کی وفات تک لیا جائے اور دوسرا قرن حضرت صدیق کی ابتدای خلافت سے حضرت فاروق کی وفات تک ہوا اور تیسرا قرن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ اور ہر قرن بارہ سال کا ہوا ہے قرن لغت میں اس قوم کے لوگوں کو کہتے ہیں جو سن میں باہم قریب قریب ہوں (عرفاً) ان لوگوں میں بھی مستعمل ہے جو ریاست و خلافت میں قریب قریب ہوں جب خلیفہ دوسرا ہوا اور اُس کے وزیر اور سرداران ملک بھی اور ہوئے اور افسران فوج بھی دوسرے سپاہی بھی دوسرے حربی بھی دوسرے ذمی بھی دوسرے ہوئے تو قرن بدل گیا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول حضرت عثمان کی خلافت کے متعلق۔

(۲۱) حاکم نے اعمش سے اُنھوں نے عبداللہ بن بشار سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ جب حضرت عثمان کی بیعت کی خبر ملی تو حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ لوگوں نے ہمارے اعلے و افضل کے خلیفہ بنانے میں کوتاہی نہیں کی یعنی اسی کو خلیفہ بنایا جو سب میں اعلےٰ و افضل تھا۔

(۲۲) حضرت ابن مسعود کا حضرت عثمان رض کی بغاوت سے لوگوں کو روکنا۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے ابوسعید مولای حضرت ابن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت ابن مسعود نے فرمایا واللہ اگر یہ لوگ عثمان کو شہید کردینگے تو پھر ان کا مثل نہ پائینگے

مسند عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴۲ روایت)

(۱) (خلافت قریش میں ہے) احمد اور ابویعلیٰ وغیرہما نے مختلف سندوں سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کام خلافت کا ہمیشہ قریش میں رہے گا
جب تک کہ ان میں سے دو آدمی بھی باقی رہیں، وہ مہاجرین اولین جنھوں نے ابتدائے اسلام میں رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہو کر کفار قریش سے جہاد کیا خلافت کے لئے اولیٰ ہیں۔

(۲) بخاری نے معمر سے انھوں نے زہری سے انھوں نے سالم سے انھوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ
بن عمر سے ایک روایت نقل کی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ جب لوگ متفرق ہو گئے حضرت معاویہ نے
خطبہ پڑھا اور کہا کہ جو شخص کچھ کہنا چاہے وہ ہمارے سامنے آئے پھر حضرت حسنؓ و علیؓ مرتضےٰ پر تعریض کر کے فرمایا
بے شک ہم ان سے اور اُن کے باپ سے زیادہ مستحق خلافت ہیں حبیب بن سلمہ نے جو حضرت ابن عمرؓ
کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان سے کہا کہ آپ نے حضرت معاویہ کو جواب کیوں نہ دیا حضرت عبداللہ بن
عمر نے فرمایا میں مستعد ہوا تھا اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ کہوں آپ سے زیادہ حقدار خلافت کا وہ شخص
ہے جس نے آپ سے اور آپ کے والد سے جب آپ دونوں کافر تھے اسلام کے لئے قتال کیا
یعنی علی مرتضےٰ لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں میرے مونھ سے ایسی بات نہ نکل جائے جو جماعت میں افتراق پیدا
کر دے اور خونریزی کی نوبت آجائے اور بات کسی دوسرے طریقہ سے مشہور کی جائے اس کے ساتھ ہی مجھے
نعمتیں یاد آگئیں جو اللہ نے جنت میں نیکوں کے لئے مہیا فرمائی ہیں (کہ وہ حضرت علی کے لئے کافی ہیں اگر
دنیا میں ان کی تنقیص کرے تو کیا پروا ہے) لہٰذا میں نے اپنی زبان روک لی حبیب مذکور نے کہا آپ منجانب اللہ
فتنہ سے محفوظ رہے اور بچا لئے گئے۔

(۳) خلفائے راشدین کی افضلیت بترتیب خلافت حضرت ابن عمرؓ سے بروایت صحیحہ و معتبرہ حد شہرت کو
پہنچ گئی ہے چنانچہ بخاری نے یحییٰ بن سعید سے انھوں نے نافع سے اُنھوں نے حضرت ابن عمر سے روایت
کی ہے کہ وہ کہتے تھے ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جب اس کا چرچہ کرتے تھے کہ سب
سے بہتر کون ہے تو کہا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ سب سے بہتر ہیں۔ ان کے بعد عمرؓ ان کے بعد عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۴) اور بخاری اور ابوداؤد نے عبدالعزیز بن ابی سلمہ ماجشون سے انھوں نے عبیداللہ سے انھوں نے نافع
سے انھوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکر
کے برابر کسی کو نہ سمجھتے تھے پھر عمرؓ کو ایسا ہی جانتے تھے پھر عثمان کو اس کے بعد اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
میں ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دیتے تھے۔

(۵) اور ابوداؤد نے حضرت یونس سے انھوں نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ہم لوگ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ ابوبکر و عمر و عثمان افضل امت ہیں۔ اور امام احمد اور یعلیٰ
کی بعض روایتوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر ہے۔

(۶) چنانچہ ابو یعلےٰ نے عمر بن اسید سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کہا کرتے تھے کہ نبی کے بعد ابو بکر ہیں پھر عمر اور علی کو تین وصف ایسے ملے ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو سرخ اونٹوں سے بھی زیادہ مجھے محبوب ہے انہوں نے حضرت فاطمہ سے نکاح کیا اور ان کے بطن سے ان کی اولاد ہوئی اور مسجد نبوی میں ان کے سوا سب کے دروازے بند کر دیئے گئے اور خیبر کے دن جھنڈا انہیں دیا گیا۔

کنویں والا خواب جو خلافت شیخین پر کھلی ہوئی دلیل ہے۔

(۷) بخاری نے عبید اللہ سے انھوں نے ابو بکر بن سالم سے انھوں نے سالم سے انہوں نے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا ہوا ایک بڑا ڈول بھر بھر کر نکالتا ہوں پھر ابو بکر آئے اور انھوں نے میرے ہاتھ سے لے کر ایک ڈول یا دو ڈول کچھ کمزوری کے ساتھ نکالے اللہ ان کو معاف کرے اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب آئے اور انہوں نے ابو بکر سے ڈول ان کے ہاتھ میں جاتے ہی وہ ڈول بڑا بن گیا میں نے کسی طاقت ور کو نہیں دیکھا جو ان کے مثل قوت کے ساتھ نکالے یہاں تک کہ لوگ سیراب ہو گئے اور انھوں نے اپنے اونٹوں کو بھی سیراب کر لیا اور پانی کے گرد بٹھلادیا۔

ترتیب کے ساتھ فضائل کا شمار خلافت پر کھلی تعریض۔

(۸) ابو یعلےٰ نے محمد بن عبد الرحمن سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ مہربان ہیں اور سب سے زیادہ سخت اسلام میں عمر ہیں اور حیا میں سب سے کامل عثمان بن عفان ہیں اور سب عمدہ فیصلہ کرنے والے علی ابن ابی طالب ہیں اور فرائض کے سب سے زیادہ عالم زید بن ثابت ہیں اور حلال وحرام کے سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبل ہیں اور قراءت میں سب سے بڑھے ہوئے ابی بن کعب ہیں اور امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔

نبی کے ساتھ قبر سے اٹھنے کی شیخین کے لئے بشارت:۔

(۹) ترمذی اور حاکم نے عاصم بن عمر عمری سے انہوں نے عبد اللہ بن دینار سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں پہلا شخص ہوں جس کی قبر شق ہوگی (یعنی سب سے پہلے قبر سے میں اٹھوں گا) پھر ابو بکر پھر عمر پھر میں مدفونان جنۃ البقیع کے پاس جاؤں گا اور ان کو پکاروں گا تو وہ بھی میرے ساتھ اٹھائے جائیں گے اس کے بعد میں مکہ والوں کا انتظار کروں گا۔ الغرض حرمین کے درمیان میں جس قدر ہیں سب اٹھائے جائیں گے

(۱۰) اور ابن ماجہ اور حاکم نے اسمعیل بن امیہ سے انھوں نے نافع سے انھوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ایک روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے درمیان میں چلے جاتے تھے پس آپ نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اسی طرح ساتھ ساتھ مبعوث ہوں گے

(۱۱) مناقب صدیق رضی اللہ عنہ:۔ بخاری نے موسیٰ بن عقبہ سے انھوں نے سالم سے انھوں

نے والد حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ازراہ
نیچا کپڑا پہنے گا اللہ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہ فرمائے گا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض
اگر میرا کپڑا ایک جانب سے نیچے سرک جایا کرتا ہے جب تک اس کی خوب احتیاط نہ کروں رسول خدا
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر تم ازراہ تکبر اس کو نہیں لٹکاتے۔

ترمذی نے جمیع بن عمیر سے انھوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ تم میرے ساتھی ہو حوض کوثر پر اور تم میرے ساتھی تھے غار میں۔

مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ:۔

بخاری و مسلم وغیرہما نے متعدد سندوں کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دودھ پیا یہاں تک کہ اس کی تازگی میرے ناخنوں میں دوڑنے لگی اس
بعد اپنا پس خوردہ میں نے عمر بن خطاب کو دے دیا صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ اس کی تعبیر؟ علم ہے۔

اور بخاری نے عمر بن محمد سے روایت کی ہے کہ زید ابن اسلم نے اپنے والد سے روایت کر کے بیان کیا ہے
وہ کہتے تھے مجھ سے حضرت ابن عمر نے حضرت عمر کے کچھ حالات پوچھے چنانچہ میں نے بیان کیے پھر وہ خود
نے لگے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یعنی جب سے آپ کی وفات ہوئی کسی کو نہیں دیکھا
بن خطاب سے زیادہ نیکی کرنے والا اور سخی ہو۔

اور ترمذی نے خارجہ بن عبد اللہ انصاری سے انھوں نے نافع سے انھوں نے حضرت ابن عمر سے روایت
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ ابو جہل یا عمر بن خطاب میں جو تجھے محبوب ہو اس سے
م کو عزت دے چنانچہ حضرت کی دعا حضرت عمر کے حق میں قبول ہوئی معلوم ہوا کہ ان دونوں میں خدا کو محبوب
رت عمر تھے۔

اور نیز ترمذی نے اسی سند کے ساتھ حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
یا اللہ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری کر دیا ہے حضرت ابن عمر یہ بھی فرماتے تھے کہ جب کوئی معاملہ لوگوں
یں آتا تھا اور لوگ اس میں رائے دیتے تھے تو اس معاملہ کے متعلق قرآن حضرت عمر ہی کی رائے کے موافق نازل
تھا۔

اور حاکم نے خالد بن ابی بکر بن عبید اللہ بن عمر سے انھوں نے سالم بن عبد اللہ (ابن عمر) سے انھوں نے حضرت
اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر اسلام لائے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار ان کے سینہ
پا دست مبارک پھیرا اور تین مرتبہ دعا مانگی کہ یا اللہ ان کے سینہ میں جس قدر کینہ تھا اس کو ایمان سے بدل دے
ور حاکم نے عبید اللہ سے انھوں نے نافع سے انھوں نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
مانگی کہ یا اللہ عمر بن خطاب سے دین کو قوت دے۔

اہل بدر کو بشارت:۔

ابو یعلی نے بروایت عمر بن حمزہ سالم سے انھوں نے اپنے والد حاطب سے بن ابی بلتعہ کا قصہ نقل کیا ہے جس میں

یہ مضمون ہے کہ حضرت عمر نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے حاطب کے متعلق اجازت دیجئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم حاطب کو قتل کر دو گے حضرت عمر نے عرض کیا کہ ہاں بشرطیکہ آپ مجھے اجازت دیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ اہل بدر کے انجام کار سے واقف ہے اور اس نے فرما دیا ہے کہ اے اہل بدر تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے

حضرت ابن عمر کی مدافعت عثمان غنی رضی اللہ عنہ :-

(۲۰) بخاری نے عثمان بن موہب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ایک شخص اہل مصر سے آیا اور اس نے کعبہ کا طواف کیا اس کے بعد اس نے دیکھا کہ کچھ لوگ کعبہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اس نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا یہ قریش کے لوگ ہیں پھر اس نے پوچھا کہ بوڑھے جو ان میں بیٹھے ہوئے ہیں کون ہیں لوگوں نے کہا عبد اللہ بن عمر ہیں پھر اس شخص نے کہا اے ابن عمر میں آپ سے ایک بات پوچھتا ہوں کیا آپ جا ہیں کہ حضرت عثمان غزوہ احد سے بھاگے تھے انہوں نے فرمایا کہ ہاں اس شخص نے کہا کیا آپ جانتے ہیں کہ بدر میں شریک نہ تھے اور غزوہ بدر میں حاضر نہیں ہوئے انہوں نے فرمایا ہاں پھر اس شخص نے کہا آپ جانتے ہیں کہ وہ بیعۃ الرضوان میں بھی شریک نہ تھے انہوں نے فرمایا ہاں تو اس شخص نے خوش ہو کر کہا اللہ اکبر اور چلا لگا۔ حضرت ابن عمر نے فرمایا یہاں آؤ میں تم سے اصل واقعات بیان کروں احد سے ان کے بھاگنے کے متعلق شہادت دیتا ہوں کہ اللہ نے ان کو معاف کر دیا اور بخش دیا اور بدر میں ان کے شریک نہ ہونے کی وجہ یہ کہ ان کے نکاح میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھیں اور وہ بیمار تھیں لہذا ان سے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بدر میں نہ شریک ہو بلکہ اپنی زوجہ کی تیمارداری کرو۔ تم کو اس شخص برابر ثواب اور مال غنیمت ملے گا جو بدر میں شریک رہا ہو۔ اور بیعۃ الرضوان میں ان کے شریک نہ ہو کی وجہ یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا تھا۔ اگر مکہ میں حضرت عثمان سے زیا کسی کی عزت ہوتی تو آپ اسی کو بجائے حضرت عثمان بھیجتے نیز بیعۃ الرضوان تو حضرت عثمان کے مکہ جا کے بعد ہوئی ہے۔ اس بیعۃ الرضوان میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کی نسبت فرمایا کہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اسی کو اپنے بائیں ہاتھ پر رکھ کر بیعت کر لی اور فرمایا کہ یہ عثمان کی بیعت ہے۔ اس کے بع کے بعد حضرت ابن عمر نے اس شخص سے فرمایا کہ اب ان باتوں کو بھی اپنے ساتھ لیتے جاؤ۔

حضرت ابن عمر کی حضرت عثمان کے متعلق یہ روایت کہ وہ مظلومیت کی حالت میں شہید کئے جائیں گے

(۲۱) ترمذی نے کلیب بن وائل سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کو ذکر کیا اور حضرت عثمان رض کی نسبت فرمایا کہ وہ اس فتنہ میں مظلومیت ساتھ شہید کیے جائیں گے۔

(۲۲) اور حاکم نے ایوب سے انہوں نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رض نے ایک صبح کو لوگوں سے بیان کیا کہ میں نے آج شب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا آپ فرماتے تھے اے عثمان آ افطار ہمارے ساتھ کرنا، چنانچہ حضرت عثمان رض نے اس دن روزہ رکھا اور اسی دن شہید ہوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت ابن عمرؓ کا فتنہ سے علیٰحدہ رہنا۔

۱) ابو یعلےٰ نے بروایت عمر بن محمد نقل کیا ہے کہ اُن سے اُن کے والد نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے یت کر کے بیان کیا، کہ وہ کہتے تھے ہم لوگ حجۃ الوداع میں باہم کچھ باتیں کر رہے تھے اور رسول خدا ، اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں موجود تھے ہم اُس وقت یہ بھی نہ جانتے تھے کہ حجۃ الوداع کیا چیز ہے کہ ، میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور آپ نے خدائے واحد کی حمد و ثنا بیان کی ں کے بعد آپ نے مسیح دجال کا ذکر کیا اور اُس کے ذکر میں طول دیا۔ بعد ازاں فرمایا کہ اللہ نے جس نبی کو وث کیا ہے اُس نے اپنی امت کو مسیح دجال سے ضرور ڈرایا ہے حتیٰ کہ نوح نے اور اُن کے بعد کے نبیوں بھی اپنی امت کو اُس سے ڈرایا ہے حالانکہ وہ اُن کے زمانہ میں نکلنے والا نہ تھا بلکہ تمہارے زمانہ میں نکلے گا و حالات اُس کے تم سے پوشیدہ ہیں وہ پوشیدہ نہ رہنا چاہئیں۔ سنو! اس کی داہنی آنکھ پھوٹی ہوئی بھری ہوئی مثل اس انگور کے ہے جو اپنے خوشہ میں سب سے ابھرا ہوا ہو۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ۔نے تمہارے اوپر اپنے بھائی مسلمانوں کے خون اور اپنے بھائی مسلمانوں کے مال ہمیشہ کے لئے حرام کر دیئے ں۔ جس طرح تمہارے اس دن اس شہر تمہارے اس مہینہ میں حرام ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ اور بتاؤ، آیا میں نے ام خداوندی پہنچا دیئے یا نہیں؟ سب نے عرض کیا ہاں آپ نے پہونچا دیئے۔ آپ نے فرمایا اے اللہ واہ رہ اُس کے بعد فرمایا اے لوگو تمہاری خرابی آنے والی ہے دیکھو کہیں ایسا نہ ہو کہ تم میرے بعد کافر جاؤ۔ ایک دوسرے کی گردن زنی کرنے لگو۔

۱) اور ابو یعلیٰ نے ابن فضیل سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سالم سے انہوں نے حضرت ابن عمرؓ سے یت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ فتنہ اطراف آئے گا۔ اور آپ نے مشرق کی طرف اشارہ کیا جہاں سے شیطان کا سینگ طلوع ہوتا ہے۔ اور یا اس فتنہ میں تم لوگ ایک دوسرے کی گردن زنی کرو گے کہیں موسیٰ کے فعل سے تمسک نہ کرنا کیونکہ نیٰؑ نے جو آل فرعون میں سے ایک شخص کو قتل کیا تھا وہ انہوں نے غلطی سے قتل کیا تھا چنانچہ اللہ تعالیٰ اُن سے فرمایا:۔ وقتلت نفسًا الآیۃ (ترجمہ) "قتل کیا تم نے اے موسیٰ ایک شخص کو پھر نجات دی ہم نے کو غم قصاص سے اور آزمائش کی تمہاری خوب۔"

مسند عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲ روایت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر قبل وفات سے صدیق اکبرؓ کی خلافت پر استدلال۔

) بخاری نے بروایت ایوب عکرمہ سے اُنہوں نے حضرت ابن عباس سے انہوں نے نبی اکرم صلی ند علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو یقیناً ابوبکر کو بناتا لیکن ابوبکر میرے بھائی اور میرے ہم نشین ہیں۔

۲) اور امام احمد نے یہ روایت جریر بن یعلےٰ ابن حکیم سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے

حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں ایک روز اپنے سر کو کپڑے سے باندھ کر باہر تشریف لائے اور منبر پر رونق افروز ہوئے پھر آپؐ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے ابوبکر بن ابی قحافہ سے زیادہ اپنی جان اور مال سے مجھ پر احسان کیا ہو اور اگر میں کسی آدمی کو اپنا خلیل بناتا تو بے شک ابوبکر کو خلیل بناتا مگر ابوبکر کے ساتھ مجھے اسلامی محبت سب سے زیادہ ہے میری مسجد سے سب کی کھڑکیاں بند کر دو ابوبکر کی کھڑکی کے سوا۔

امامت نماز کی حدیث سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر استدلال۔

(۳) امام احمد نے بروایت ابو اسحاق ارقم بن شرحبیل سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مرضِ وفات کے متعلق روایت کی ہے کہ بلال آپؐ کے حضور میں نماز کی اطلاع کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرتؐ نے فرمایا ابوبکرؓ کو کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ الیٰ آخرہٖ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب۔

(۴) ابن ماجہ نے بروایت عوام بن حوشب مجاہد سے انہوں حضرت ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو جبریلؑ نازل ہوئے اور انہوں نے کہا اے محمدؐ عمرؓ کے اسلام سے آسمان والے خوش ہوئے۔

(۵) اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ دعا فرماتے تھے کہ یا اللہ اسلام کو عمرؓ سے عزت دے۔

(۶) اور ترمذی نے بروایت نضر یعنی ابو عمر عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز دعا مانگی کہ یا اللہ اسلام کو عزت دے ابوجہل بن ہشام سے یا عمرؓ سے چنانچہ اس کے دوسرے روز صبح کو حضرت عمر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے

(۷) اور بخاری نے بروایت ایوب ابن ابی ملیکہ سے انہوں نے مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے جب حضرت عمر زخمی ہوئے تو خوف الٰہی سے بہت بے چین تھے حضرت ابن عباس نے ان کا خوف دور کرنے کے لیے عرض کیا کہ یا امیر المومنین آپ اس قدر کیوں بے چین ہوتے ہیں آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور اُن کا حق صحبت ادا کیا پھر جب آپ اُن سے جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے پھر ابوبکر کی صحبت میں رہے اور اُن کا حق صحبت خوب ادا کیا اور جس وقت آپ اُن سے جدا ہوئے تو وہ آپ سے راضی تھے۔ اس کے بعد آپ اصحاب نبیؐ کی صحبت میں رہے اور آپ نے اُن کا حق خوب ادا کیا اور جس وقت آپ اُن سے جدا ہوں گے تو وہ بھی آپ سے راضی ہوں گے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تم نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ کی رضامندی کا ذکر کیا تو بے شک یہ اللہ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا اور جو تم نے ابوبکر کی صحبت اور اُن کی رضامندی کا ذکر کیا یہ بھی اللہ کا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا مگر یہ بے چینی میری جو تم دیکھ رہے ہو محض تمہارے اور تمہارے اصحاب

...ئے مسلمین کے سبب سے ہے۔ نہیں معلوم کہ اُن کے حقوق میں مجھ سے کیا کیا قصور ہوئے۔ اگر مجھے ...برکر سونا مل جائے تو میں اللہ عزوجل کے عذاب کے معاوضہ میں دے دوں قبل اس کے کہ وہ عذاب ...ٹھایا جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے قول کو ادلۂ شرعیہ کی ترتیب ...صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بعد اور قیاس سے پہلے رکھنا:

...رمی نے عبد اللہ بن یزید سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباس سے جب کوئی ...پوچھا جاتا تھا تو اگر وہ قرآن میں ہوتا تو اُس کو بحوالۂ قرآن بیان کرتے اور اگر قرآن میں نہ ہوتا اور رسول خدا ...علیہ وسلم سے مروی ہوتا تو بحوالۂ حدیثِ رسول اس کو بیان کر دیتے تھے۔ اگر حدیث میں بھی نہ ہوتا ...وعمرؓ کے اقوال سے تلاش کرتے۔ اگر مل جاتا تو اُن کے حوالہ سے بیان کر دیتے۔ پھر اگر ابوبکر و عمر ...اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال میں بھی نہ ہوتا تو اپنی رائے سے قیاس کر کے فتویٰ دیتے۔

...والے خواب کی حدیث سے خلافت خلفا پر استدلال!

...م احمد وغیرہ نے بروایت سفیان زہری سے انہوں نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے ...کہتے تھے ایک شخص نے خواب دیکھا اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوا اور ...بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے جس سے شہد اور گھی ٹپک رہا ہے اور لوگ ...شہد اور گھی کو اُٹھا رہے ہیں۔ کسی نے زیادہ اُٹھایا کسی نے کم، کسی نے متوسط درجہ میں اور میں نے دیکھا ...ایک رسی آسمان سے لٹک رہی ہے آپؐ تشریف لائے اور آپ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھے اللہ تعالیٰ نے ...کو اوپر چڑھا لیا۔ پھر آپؐ کے بعد ایک شخص آیا اور رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے ...بھی اوپر چڑھا لیا۔ پھر آپ دونوں کے بعد ایک شخص اور آیا اور وہ اس رسی کو پکڑ کر اوپر چڑھا۔ ...اس کو بھی اوپر چڑھا لیا پھر آپ تینوں کے بعد ایک اور شخص آیا اور اُس نے اس رسی کو پکڑا تو وہ ...ٹ گئی کہ پھر جوڑی گئی اور وہ اوپر چڑھا اللہ نے اس کو بھی اوپر چڑھا لیا۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول ...اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجیے تو میں اس کی تعبیر کہوں، حضرتؐ نے اُن کو اجازت دی۔ انہوں نے ...کہ ابر جو اس شخص نے دیکھا وہ اسلام ہے۔ اور گھی اور شہد جو اس سے ٹپک رہا ہے وہ قرآن کی ...ہے قرآن کا علم کسی نے زیادہ حاصل کیا کسی نے کم، کسی نے متوسط درجہ میں اور رسی جو اس نے ...دین ہے جس پر آپؐ ہیں۔ آپؐ بلند ہوں گے پھر اللہ آپؐ کو بلند کر دے گا۔ پھر ایک اور شخص آپ کے ...ہی کے طریقہ پر ہو گا وہ بھی بلند ہو گا اللہ اس کو بلند کر دے گا پھر آپ دونوں کے بعد ایک اور ...ہو گا وہ بھی آپ ہی دونوں کے طریقے پر چلے گا اور بلند ہو گا، اللہ اس کو بلند کر دے گا۔ پھر آپ تینوں ...ایک اور شخص ہو گا کہ وہ رسی اس کے لیے کٹ جائے گی، مگر پھر اس کے لیے جوڑ دی جائے گی اور وہ ...ہو جائے گا، اللہ اُس کو بلند کر دے گا۔ یا رسول اللہ میں نے صحیح کہا یا غلط؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ...نے صحیح کہا اور کچھ غلطی کی۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں قسم دلاتا ہوں کہ آپ

مجھے بتا دیجیے۔ حضرت نے فرمایا قسم نہ دلاؤ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو علی کی خلافت پر کوئی خصوصی نص کی نہ بنی ہاشم کی خلافت پر:۔

(۱۰) امام احمدؒ نے بروایت ابن مبارک یونس سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عبداللہ بن کعب سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت علیؓ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے آپ کے مرضِ وفات کے زمانہ میں آئے تو لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ یا ابوالحسن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ انہوں نے کہا بحمد اللہ تم اچھے ہیں۔ حضرت عباس نے کہا تم کو معلوم نہیں، میرا خیال یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس مرض میں وفات پائیں گے کیونکہ میں عبدالمطلب کی اولاد کے چہرے دیکھ کر موت کے آثار معلوم کر لیتا ہوں۔ لہٰذا آؤ ہم تم دونوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلیں۔ اور آپ سے کہیں کہ اگر خلافت ہم میں ہونے والی ہو تو اس کو بیان کر دیں اور اگر اور لوگوں میں ہونے والی ہو تو ہم آپ سے کہیں کہ ہماری سفارش کر دیجیے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ اگر حضرت نے خلافت اور لوگوں میں بیان کر دی تو پھر لوگ ہم کو کبھی خلافت نہ دیں گے۔ لہٰذا میں اس بارہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہ کہوں گا۔

وفات یافتہ ابوبکرؓ صدیق ہیں، اور باقی خلفاء شہید ہیں:۔

(۱۱) ابویعلیٰ نے بسند غریب عکرمہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کوہِ حرا پر تھے کہ پہاڑ کو جنبش ہوئی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قائم رہ، تیرے اوپر ایک نبی ہیں اور صدیق اور شہید حالانکہ اس پہاڑ پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ و عثمانؓ و طلحہؓ و زبیرؓ و عبدالرحمٰن بن عوفؓ و سعد بن ابی وقاصؓ و سعید بن زیدؓ بن عمرو بن نفیل

حضرت ابن عباس کا قول حضرت عثمانؓ کے متعلق:۔

(۱۲) ابوعمرؒ نے استیعاب میں روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن عباس نے فرمایا اگر سب لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل پر متفق ہو جاتے تو ان پر آسمان سے پتھر برستے جیسے قوم لوط پر برسائے گئے تھے۔

مسند ابوموسیٰ اشعری یعنی عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ (۸۔ روایت)

(۱) "خلافت قریش میں دائر ہے" امام احمدؒ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا یہ کام خلافت کا قریش میں رہے گا جب تک ان کی یہ حالت کہ جب ان سے رحم کی خواہش کی جائے تو رحم کریں اور جب وہ حکم بنائے جائیں تو انصاف کریں اور تقسیم کریں تو برابر کریں۔ قریش میں اس صفت کے ہوتے ہوئے جو ایسا نہ کرے یعنی ان کو خلیفہ نہ اس پر اللہ کی لعنت اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی اس سے نہ کوئی پرہیزگاری قبول ہوگی نہ عبادت خلفاء کے لیے جنت کی بشارت، اور ان کی خلافت پر کھلی ہوئی تعریض۔ اور حضرت عثمان کو بلوے دو شیخین یعنی بخاری و مسلم و دیگر نے بروایت متعدد صحیح اس مضمون کو روایت کیا ہے منجملہ ان کے د

…بخاری نے سعید بن مسیب سے انہوں نے ابو موسیٰ اشعری سے روایت کی ہے کہ ایک روز وہ وضو
…کے اپنے گھر سے چلے اور وہ بیان کرتے تھے کہ میں نے اپنے دل میں یہ ارادہ کیا کہ آج میں دن بھر
…ل خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہوں گا اس کے بعد وہ مسجد گئے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
…چھا لوگوں نے کہا کہ آپ فلاں جانب تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ میں آپ کے
…قدم پر آپؐ کو پوچھتا ہوا چلا یہاں تک کہ یہ معلوم ہوا کہ آپؐ بیر اریس نامی کنوئیں پر تشریف لے گئے
…ہیں دروازے کے پاس بیٹھ گیا دروازہ اُس کا کھجور کی شاخوں کا تھا۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
…جب قضائے حاجت سے فراغت پائی اور آپ وضو کر چکے تو میں آپؐ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ آپ
…اریس پر بیٹھے ہوئے اور اس کی منڈیر کے درمیان تشریف رکھتے ہیں۔ اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھولے
…اور دونوں پیر کنوئیں کے اندر لٹکائے ہوئے ہیں۔ میں نے آپؐ کو سلام کیا اس کے بعد پھر میں
…ہوا اور دروازہ کے پاس بیٹھ گیا اور اپنے دل میں کہا کہ آج میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا دربان
…گا اسی اثنا میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے
…انہوں نے کہا ابوبکر میں نے کہا اچھا ٹھہرو۔ اس کے بعد میں آنحضرتؐ کے پاس گیا اور میں نے عرض کیا
…رسول اللہؐ ابوبکرؓ اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا ان کو اجازت دو اور ان کو جنت
…بشارت دو چنانچہ میں گیا اور میں نے ابوبکر سے کہا کہ اندر آجائیے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
…کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ پس ابوبکر اندر آئے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی داہنی جانب
…کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے اور انہوں نے بھی اپنے پاؤں کنوئیں میں لٹکائے جس طرح نبی کریم
…اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیاں بھی اُنہوں نے کھول دیں۔ میں اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا میں گھر
…اپنے بھائی کو وضو کرتا ہوا چھوڑ آیا تھا اور وہ بھی میرے پاس آنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اس وقت میں نے
…دل میں کہا کہ اگر اللہ اس کے ساتھ نیکی کرنا چاہے گا تو اُسے بھی یہاں لے آئے گا۔ میرے دل میں
…پیدا ہو رہی تھی کہ یکایک ایک شخص آکر دروازہ کو ہلانے لگا۔ میں نے پوچھا کہ کون ہے اس نے کہا عمر بن
…میں نے کہا اچھا ٹھہریئے۔ میں پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپؐ کو سلام کیا
…کیا کہ عمر بن خطابؓ اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں حضرتؐ نے فرمایا ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت
…چنانچہ میں دروازے کے پاس گیا اور میں نے کہا اندر آجایئے آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی
…ت دی ہے۔ پھر وہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کنوئیں کی منڈیر پر آپ کے بائیں جانب
…گئے اور انہوں نے بھی اپنے دونوں پیر کنوئیں میں لٹکائے۔ میں پھر اپنی جگہ جا کر بیٹھ گیا اور پھر میں نے اپنے
…میں کہا کہ اگر اللہ میرے بھائی کے ساتھ بھلائی کرنا چاہے تو اس کو اس وقت یہاں بھیج دے۔ دریا تو
…اس وقت جوش پر ہے اس کو بھی کچھ حصہ مل جائے۔ یکایک ایک شخص آکر دروازے کو ہلانے لگا میں
…پوچھا کون؟ اس نے کہا عثمان بن عفان۔ میں نے کہا اچھا ٹھہریئے اور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس
…اور میں نے آپؐ سے بیان کیا آپؐ نے فرمایا ان کو اندر آنے کی اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو

اس بلوے کے عوض جو اُن پر ہوگا میں حضرت عثمانؓ کے پاس گیا اور میں نے اُن سے کہا کہ اندر آجائیے آپ کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے بعوض اس بلوے کے جو آپ کو پہونچے گا پس وہ اندر آگئے کنوئیں کی جگت اب خالی نہ تھی، لہٰذا وہ دوسری جانب بیٹھ گئے۔ شریک (راوی حدیث) کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب کہتے تھے کہ میں نے اس حدیث سے ان کی قبروں کی ترتیب بھی سمجھی۔

(۳) اور بخاری نے بروایت ابو عثمان نہدی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مدینہ کے ایک باغ میں تھا ایک شخص آیا اور اس نے دروازہ کھلوایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اُن کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے موافق بشارت دی انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اُس نے دروازہ کھلوایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دروازہ کھول دو اور اُن کو جنت کی بشارت دو۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اُن کو آگاہ کر دیا، انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ پھر ایک اور شخص نے دروازہ کھلوایا آنحضرت صلعم نے مجھ سے فرمایا کہ دروازہ کھول دو اور اُن کو جنت کی بشارت دو اس بلوے کے عوض جو اُن پر ہوگا۔ میں نے دروازہ کھولا تو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ میں نے ان کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے آگاہ کر دیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ اس بلوے میں بھی اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔

"حدیث امامت نماز سے خلافت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر استدلال":

(۴) امام احمدؒ نے عبد الملک بن عمیر سے انہوں نے حضرت ابو بردہ سے انہوں نے حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے اور آپ کا مرض بہت بڑھ گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھاویں حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ابو بکرؓ ایک نرم دل شخص ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو اُن پر ایسی رقت طاری ہوگی کہ وہ لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ نے فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھاویں۔ اور فرمایا تم لوگ یوسف کی ہم نشین عورتوں کے مثل ہو۔ چنانچہ حسب ارشاد نبویؐ ایک شخص یہ پیغام لے کر صدیقؓ کے پاس گیا اور انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔

"حضرت ابو موسیٰ اشعری کا فتنہ سے علیحدہ رہنا بروایات متعددہ صحیحہ مروی ہے۔ الی آخرہ۔"

(۵) ترمذی نے ہذیل بن شرجیل سے انہوں نے حضرت ابو موسیٰ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فتنہ کے بیان میں فرمایا کہ تم لوگ اپنی کمانیں توڑ ڈالنا اور ان کے تانت کاٹ ڈالنا اور اپنے گھروں کے اندر بیٹھ رہنا اور مثل ابن آدم کے بن جانا۔

(۶) اور امام احمدؒ نے ہذیل بن شرجیل سے اُنہوں نے حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے فتنے ہوں گے تیرہ و تار شب تاریک کے ٹکڑوں کی مانند ان

ر یہ ہوگا کہ صبح کو آدمی مومن اُٹھے گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا تو صبح کو کافر
جائے گا۔ اس فتنہ میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے
ہوگا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ لہذا تم اپنی کمانیں توڑ ڈالنا اور اُن کے چلّے کاٹ ڈالنا
پنی تلواریں پتھر سے کوٹ کر چور کر دینا۔ پھر اگر باوجود اس کے کوئی شخص تم میں سے کسی کے گھر میں گھس
ئے تو اس کو چاہیئے کہ مثل اُس ابن آدم کے ہو جائے جو بہتر تھا۔

، اور امام احمدؒ نے بروایت حطّان بن عبداللہ حضرت ابوموسیٰ سے اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا قیامت سے پہلے ہرج ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ ہرج کیا چیز ہے
رت نے فرمایا قتل! صحابہؓ نے عرض کیا اس سے زیادہ قتل ہوگا جس قدر ہم آج کل کر رہے ہیں! ہم
ایک سال میں ستر ہزار سے زیادہ کافروں کو قتل کر دیتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا یہ مراد نہیں ہے کہ تم
روں کو قتل کرو گے بلکہ یہ مراد ہے کہ تم باہم ایک دوسرے کو قتل کرو گے۔ صحابہؓ نے تعجب کے ساتھ
چھا کہ اُس وقت ہماری عقلیں ہمارے پاس ہوں گی، حضرتؐ نے فرمایا اُس زمانہ کے اکثر لوگوں کی عقلیں
ب کر لی جائیں گی اور اس زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا کر دیئے جائیں گے جو یہ سمجھیں گے کہ ہم کسی دین
یں، حالانکہ وہ کسی دین پر نہ ہوں گے۔ حضرت ابوموسیٰ نے اس حدیث کو بیان کر کے کہا کہ قسم اس کی
ں کے ہاتھ میں میری جان ہے میں اپنے لئے اور تمہارے لیے اس فتنہ سے نکلنے کی صورت نہیں دیکھتا
ب کہ اس نے مجھے اور نیز تم کو لے لیا، سوا اس کے کہ ہم اس سے نکل چلیں جس طرح اس میں داخل
ئے تھے بغیر اس کے کہ اس سے کچھ حصہ لے لیں۔

، اور امام احمدؒ نے بروایت حسن بصری حضرت ابوموسیٰ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فرمایا کہ جب دو مسلمان تلوار کے ساتھ ایک دوسرے سے ملیں یعنی باہم قتال کریں پھر ایک ان میں سے
سرے کو قتل کر دے تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں کسی نے عرض کیا کہ قاتل تو خیر مجرم ہے مگر
تول کیوں دوزخی ہے؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا اس وجہ سے کہ وہ اپنے مسلمان حریف کے قتل کا ارادہ
ھتا تھا۔

مسند حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳، روایت)

، خلفاء کو جنتی ہونے کی بشارت۔ امام احمدؒ نے بروایت قتادہ ابن سیرین انہوں نے حضرت عبداللہ
ن عمرو سے روایت کی ہے کہ وہ فرماتے تھے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابوبکرؓ آئے
ر اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرتؐ نے فرمایا ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ اس کے بعد عثمانؓ
ئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔
ں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں کہاں جاؤں گا؟ جنت میں یا دوزخ میں۔ حضرت صلعم نے فرمایا تم اپنے
لد کے ساتھ ہو۔

"حضرت عبداللہ بن عمرو کی وہ حدیث جس سے خلفائے راشدین کی خلافت کے خلافت خاصہ ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے بوجہ اس کے کہ وہ زمانہ عافیت میں واقع ہوئی۔"

(۲) امام احمدؒ نے اعمش سے انہوں نے زید بن وہب سے انہوں نے عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں عبداللہ بن عمرو بن عاص کے پاس گیا وہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور بہت سے لوگ اُن کے پاس جمع تھے۔ میں نے اُن سے سنا کہ وہ کہتے تھے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں تھے۔ ایک منزل میں ہم لوگوں نے قیام کیا کسی نے خیمہ نصب کر لیا تھا اور کوئی یوں ہی پڑ رہا تھا اور کچھ لوگ تیر اندازی کی مشق میں مصروف تھے کہ یکایک حضرتؐ کے منادی نے آواز دی کہ "الصلوٰۃ جامعۃ"۔ چنانچہ ہم سب لوگ یکجا ہو گئے۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا مجھ سے پہلے جس قدر نبی گذرے ہیں سب نے اپنی امت کو وہ باتیں بتائی ہیں جن کو ان کے لئے مفید سمجھا اور ان باتوں سے ڈرایا ہے جن کو اُن کے لئے مضر سمجھا لہٰذا میں بھی تم سے کچھ کہتا ہوں۔ سنو، اس امت کی عافیت دور اول میں رکھی گئی ہے اور دور آخر میں لوگ سخت مصیبت میں گرفتار ہوں گے اور ایسی باتیں ہوں گی جن کو تم برا سمجھو گے۔ اور پے در پے ایسے فتنہ آئیں گے کہ ایک فتنہ کے سامنے دوسرا فتنہ حقیر معلوم ہوگا۔ جب ایک فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا کہ یہ مجھے ہلاک کر دے گا۔ پھر وہ رفع ہو جائے گا اور دوسرا فتنہ آئے گا تو مومن کہے گا کہ خیر پہلے فتنہ سے تو میں بچ گیا مگر یہ فتنہ ضرور مجھے ہلاک کر دے گا، پھر وہ بھی دفع ہو جائے گا لہٰذا تم میں سے جس شخص کو یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہو کہ وہ دوزخ سے بچا لیا جائے اور جنت میں داخل کیا جائے تو چاہیے کہ وہ ایسی کوشش کرے کہ موت اس کو اس حال میں آئے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور چاہیے کہ وہ لوگوں سے ایسا معاملہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہو اور جو شخص کسی امام یعنی خلیفہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے اور اس کی اطاعت قبول کر لے تو چاہیئے کہ جہاں تک اس میں طاقت ہو اس کی اطاعت کرے۔ پھر اگر دوسرا آئے اور پہلے خلیفہ سے جھگڑا کرے تو تم سب لوگ دوسرے خلیفہ کی گردن مار دینا۔ (عبدالرحمٰن راوی حدیث) کہتے تھے میں نے لوگوں کے درمیان سے اپنا سر نکال کر ان سے کہا کہ میں آپ کو اللہ کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا ہے تو انہوں نے اپنے کان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے ان دونوں کانوں نے اس حدیث کو سنا ہے اور میرے دل نے اس کو یاد رکھا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ کے چچا کے بیٹے یعنی معاویہ تو ہمیں مسلمانوں کا مال ناحق کھا جانے اور مسلمانوں کو مار ڈالنے کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ الخ (ترجمہ) اے مسلمانو اپنے بھائیوں کے مال ناحق نہ کھاؤ، پھر اب بتائیے کہ معاویہ کی اطاعت کیسے کریں؟ حضرت عبداللہ بن عمرو نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ لئے اور تھوڑی دیر تک سر جھکائے رہے۔ اس کے بعد سر اٹھایا اور فرمایا کہ اللہ کی اطاعت میں ان کی اطاعت کرو، اور اللہ کی معصیت میں ان کی اطاعت چھوڑ دو۔"

(۳) "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوابق"۔ بخاری نے عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے وہ کہتے

نے حضرت عبد اللہ بن عمرو سے پوچھا کہ سب سے زیادہ سخت کام جو مشرکوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہو وہ کیا تھا انہوں نے کہا میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ اُس نے اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر آپ کے گلوی مبارک کو نہایت سختی کے ساتھ گھونٹنا شروع کیا اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے اور انہوں نے اُس کو آپ کے پاس سے ہٹایا اور کہا، کیا تم ایسے شخص کو قتل کرو گے جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور وہ واضح نشانیاں تمہارے پروردگار کے پاس سے لایا ہے۔

مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۳، روایت)

(۱) امام احمدؒ اور شیخین یعنی بخاری و مسلم وغیرہم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اس کام میں قریش کے تابع بنائے گئے ہیں مسلمان مسلمین قریش کے اور کافر کافرین قریش کے۔

(۲) اور امام احمدؒ نے بروایت ابن ابی ذئب کے سعید مقبری سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک قریش کو حق خلافت کا ہے جب تک ان میں یہ صفت رہے کہ اگر وہ حاکم بنائے جائیں تو انصاف کریں اور اگر امین بنائے جائیں تو حق امانت ادا کریں۔ اور اگر ان سے رحم کی خواستگاری کی جائے تو رحم کریں۔

"اوپر والی حدیث سے خلافت خلفاء پر استدلال بروایت ابی ہریرہؓ شیخین وغیرہما نے مختلف اسندوں سے روایت کیا ہے۔ منجملہ ان کے وہ ہے جو"۔

(۳) ابوداؤد نے بروایت زہری عبید اللہ بن عبد اللہ سے انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ بیان فرماتے تھے ایک شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا ہے اس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے پھر میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کو لے رہے ہیں کسی نے زیادہ لیا کسی نے کم، اور میں نے ایک رسی دیکھی جو آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے پھر میں نے یا رسول اللہ آپ کو دیکھا کہ آپ نے اس رسی کو پکڑا اور اوپر چڑھ گئے۔ اس کے بعد ایک اور شخص نے اُس رسی کو پکڑا اور اس کے ذریعہ سے اوپر چڑھ گیا۔ اُس کے بعد ایک اور شخص نے اس رسی کو پکڑا اور اُس کے زور سے اوپر چڑھ گیا۔ پھر ایک اور شخص نے اس رسی کو پکڑا تو وہ ٹوٹ گئی، مگر پھر جوڑی گئی اور وہ بھی اس کے زور سے اوپر چڑھ گیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں آپ مجھے اجازت دیجئے تو میں اس کی تعبیر بیان کروں حضرتؐ نے فرمایا بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ ابر کی تعبیر تو اسلام ہے اور جو گھی اور شہد اُس سے ٹپک رہا ہے وہ قرآن ہے گھی سے اس کی نرمی اور شہد سے اس کی حلاوت کی طرف اشارہ ہے اور کسی نے زیادہ لیا کسی نے کم اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کا علم کسی نے زیادہ حاصل کیا کسی نے کم۔ اور رسی جو آسمان سے زمین تک لٹکتی ہوئی

اس نے دیکھی ہے وہ دین حق ہے جس پر آپؐ قائم ہیں۔ آپؐ اس کو لیئے ہوئے ہیں لہذا اللہ آپؐ کو بلند رتبہ کر دے گا۔ پھر آپؐ کے بعد ایک اور شخص اس کو لے گا، وہ بھی اس کے سبب سے بلند رتبہ ہو جائے گا۔ پھر ایک اور شخص اس کو لے گا وہ بھی اس کے سبب بلند رتبہ ہو جائے گا۔ پھر ایک اور شخص اس کو لے گا تو وہ منقطع ہو جائے گی مگر پھر اس کے لیے جوڑ دی جائیگی اور وہ بھی اس کے سبب سے بلند مرتبہ ہو جائے گا۔ یا رسول اللہ آپ فرمایئے کہ میں نے صحیح تعبیر دی یا غلط حضرت نے فرمایا کچھ صحیح تعبیر دی، کچھ غلط۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کو قسم دلاتا ہوں آپؐ مجھ سے بیان فرما دیجیے جو کچھ میں نے غلطی کی ہو۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم نہ دلاؤ۔

"کنوئیں والی حدیث سے خلافت پر استدلال":۔

(۴) بخاریؒ نے ابن شہاب سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے مجھے سعید نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرہ بیان کرتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ میں سو رہا تھا میں نے اپنے کو ایک کنوئیں پر کھڑا ہوا دیکھا اور اس کنوئیں پر ایک ڈول رکھا ہوا تھا میں نے اس سے ڈول بھر بھر کر نکالے جس قدر اللہ نے چاہا پھر اُس ڈول کو میرے ہاتھ سے ابن ابی قحافہ نے لے لیا اور اُنہوں نے اس سے ایک ڈول یا دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی اللہ اس کو معاف کرے۔ پھر وہ ڈول بڑا بن گیا اور اس کو اُن کے ہاتھ سے عمر بن خطاب نے لے لیا میں نے کسی زور آور آدمی کو نہیں دیکھا کہ وہ عمرؓ کی طرح زور و قوت کے ساتھ ڈول نکالتا ہو۔ یہاں تک کہ لوگ خود تو سیراب ہو ہی گئے اپنے اونٹوں کو بھی انہوں نے سیراب کر کے بٹھلایا۔

(۵) اور بخاری نے بروایت معمر، ہمام حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس حال میں کہ میں سو رہا تھا میں نے دیکھا کہ میں ایک حوض پر ہوں۔ لوگوں کو اس سے بھر بھر کر پانی پلا رہا ہوں۔ پھر ابوبکر میرے پاس آئے اور اُنہوں نے مجھے آرام دینے کے لئے ڈول میرے ہاتھ سے لے لیا۔ پھر انہوں نے دو ڈول نکالے اور ان کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی اللہ تم معاف کرے۔ بعد اس ابن خطابؓ آئے اور انہوں نے وہ ڈول ابوبکر سے لے لیا اور بھر بھر کر نکالنا شروع کر دیا یہاں تک کہ لوگ پانی پی پی کر لوٹ گئے اور حوض بہنے لگا۔

"تعیین مقام خلافت سے خلفاء کی خلافت پر استدلال ۔ بروایت ابی ہریرہ رضؓ!

(۶) حاکمؒ نے بروایت ہُشیم عوام بن حوشب سے انہوں نے سلیمان بن ابی سلیمان سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا خلافت مدینہ میں ہوگی اور سلطنت ملک شام میں۔

"قرون ثلاثہ والی حدیث سے خلفائے راشدین کی خلافت کے خلافت خاصہ ہونے پر استدلال!

(۷) امام احمدؒ وغیرہ نے بچند طرق اس کو روایت کیا ہے از انجملہ بروایت عبداللہ بن شقیق حضرت ابوہریرہ سے منقول ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے بہتر وہ قرن ہے جس میں مبعوث کیا گیا پھر وہ لوگ جو میرے قرن کے لوگوں کے بعد ہوں۔ پھر وہ لوگ جو اس قرن کے لوگوں کے بعد ہوں

ہتا ہے مجھے یاد نہیں کہ تیسرے قرن کی نسبت بھی آپ نے بہتر ہونے کو فرمایا یا نہیں۔ اس کے بعد کچھ لوگ ایسے
ا ہوں گے جو فربہی کو دوست رکھیں گے یعنی عیش دنیاوی پر حریص ہوں گے۔ وہ لوگ جھوٹی گواہی دیں گے
ل اس کے کہ اُن سے گواہی طلب کی جائے۔

"نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر قبل وفات سے صدیق اکبرؓ کی خلافت پر استدلال۔ بروایت ابی ہریرہؓ"

(۸) ترمذیؒ نے بروایت داؤد بن یزید اودی جو اپنے والد سے اور وہ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں،
وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کسی کا کچھ احسان ہمارے اوپر تھا ہم نے اُس کا بدلہ
لہ دیا سوا ابوبکرؓ کے کہ ان کا جو احسان ہم پر ہے اس کا بدلہ اللہ قیامت میں ان کو دے گا۔ کسی کے مال نے
بھی مجھ کو اس قدر نفع نہیں دیا جس قدر ابوبکرؓ کے مال نے مجھے نفع دیا۔ اگر میں خدا کے سوا کسی کو خلیل بناتا
یقیناً ابوبکرؓ کو خلیل بناتا آگاہ رہو تمہارا صاحب (یعنی میں) "خلیل اللہ ہے"۔

(۹) اور امام احمدؒ نے بروایت اعمش ابو صالح سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ
ہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کے مال نے مجھے کبھی اس قدر نفع نہیں دیا جس قدر ابوبکرؓ
کے مال نے مجھے نفع دیا یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ رونے لگے اور انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میں اور
یرا مال دونوں آپ ہی کے ہیں۔

"اللہ تعالیٰ کے وعدے جو خلفاء کے ہاتھوں پر پورے ہوئے"۔

(۱۰) شیخین وغیرہما نے بچند طرق روایت کیا ہے۔ از انجملہ بخاریؒ نے ایوب سے انہوں نے محمدؒ سے انہوں نے
ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے کلام کی کنجیاں
ی گئی ہیں اور رُعب سے میری مدد کی گئی۔ اور ایک روز میں سو رہا تھا میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے روئے زمین
کے خزانوں کی کنجیاں دی گئیں یہاں تک کہ میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ حضرت ابو ہریرہ نے اس حدیث
کو بیان کر کے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو دار البقا کو تشریف لے گئے اب تم اُن خزانوں کو تصرف
کر رہے ہو۔

(۱۱) اور شیخین وغیرہما نے بطرق متعددہ روایت کیا ہے۔ از انجملہ امام احمد نے زہری سے انہوں نے سعید
نے انہوں نے حضرت ابو ہریرہ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا
جب کسریٰ ہلاک ہو جائے گا۔ تو اس کے بعد پھر کوئی کسریٰ نہ ہو گا اور جب قیصر ہلاک ہو جائے گا تو اس کے
بعد کوئی قیصر نہ ہو گا۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ تم لوگ کسریٰ و قیصر کے خزانوں کو اللہ کی راہ
میں خرچ کرو گے۔

"ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب

(۱۲) بخاریؒ نے زہری سے انہوں نے حمید بن عبد الرحمٰن سے انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت
کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص کسی چیز کا
ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کرے گا وہ جنت کے کئی دروازوں سے بلایا جائے گا کہ اے بندۂ خدا

اس دروازہ سے آؤ، یہ بہت اچھا ہے۔ پھر جو کوئی اہل نماز سے ہوگا وہ نماز کے دروازہ سے بلایا جائے گا اور جو اہل جہاد سے ہوگا۔ وہ جہاد کے دروازہ سے بلایا جائے گا۔ اور جو اہل صدقہ ہوگا وہ صدقہ کے دروازہ سے بلایا جائے گا اور جو اہل صیام سے ہوگا وہ صیام کے دروازہ سے بلایا جائے گا جس کا نام باب الریان ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جو شخص ان تمام دروازوں سے بلایا جائے اس کو تو پھر کسی قسم کی ضرورت نہ رہے گی۔ یا رسول اللہ کیا ایسا بھی کوئی شخص ہوگا جو ان تمام دروازوں سے بلایا جائے گا۔ حضرت نے فرمایا اے ابوبکر میں امید رکھتا ہوں کہ تم انہیں میں سے ہوگے جو ان سب دروازوں سے بلائے جائیں گے۔

(۱۳) ابوداؤد نے بروایت عبدالسلام بن حرب ابو خالد دالانی سے انہوں نے ابو خالد مولائے آل جعدہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھلایا جس میں میری امت کے لوگ داخل ہوں گے۔ ابوبکر رضؓ نے کہا یا رسول اللہ کاش میں اس وقت آپؐ کے ساتھ ہوتا اور اس دروازہ کو میں بھی دیکھ لیتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر رضؓ سنو تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے۔

"عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب"۔

(۱۴) بخاری نے ابن شہاب سے انہوں نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے تھے ہم لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اپنے کو جنت میں دیکھا کہ ایک عورت ایک محل کے سامنے وضو کر رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے فرشتوں نے کہا یہ عمر رضؓ کا ہے۔ مجھے ان کی غیرت کا خیال آیا اور میں محل کے اندر نہیں گیا۔ پیچھے لوٹ آیا۔ یہ سنکر حضرت عمر رضؓ روئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ؐ کیا میں آپؐ پر غیرت کرتا۔

(۱۵) اور بخاری نے ابراہیم بن سعد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے جو امتیں گذر چکی ہیں ان میں بھی کچھ لوگ محدَّث ہوا کرتے تھے۔ میری امت میں اگر کوئی ایسا شخص ہے تو یقیناً وہ عمر رضؓ ہیں۔ اور بخاری کی دوسری روایت میں یوں ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے جن سے کلام کیا جاتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ میری امت میں اگر کوئی ایسا ہے تو وہ عمر رضؓ ہیں۔

(۱۶) اور بخاری نے ابن شہاب سے انہوں نے سعید اور ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں کہتے تھے ہم نے حضرت ابوہریرہ سے سنا وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چرواہا اپنی بکریوں کے گلہ میں تھا کہ بھیڑیے نے جست کی اور اس گلہ میں سے ایک بکری اس نے پکڑ لی۔ وہ چرواہا اس کے پیچھے دوڑا یہاں تک کہ اس نے بکری کو بھیڑیئے سے چھڑا لیا۔ بھیڑیا اس کی طرف متوجہ ہوا، اور اس نے کہا کہ یوم السبع میں بکری کو کون بچائے گا؟ جس دن سوا میرے کوئی ان کا چرواہا نہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا، سبحان اللہ، بھیڑیا باتیں کر رہا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ کو بیان کر کے فرمایا کہ

ں واقعہ پر ایمان لاتا ہوں میں اور ابوبکر و عمر. حالانکہ ابوبکر و عمر وہاں موجود نہ تھے اور بخاری کی ایک دوسری
ایت میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا ایک شخص بیل کو ہانک رہا تھا اور اُس نے اُس پر بوجھ لادا تھا یکایک
ں اُس کی طرف متوجہ ہوا اور اُس سے کہنے لگا کہ میں بوجھ لادنے کے لیے نہیں پیدا کیا گیا ہوں لوگ
ں واقعہ سے متعجب ہوئے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مگر اس واقعہ پر ایمان لاتا ہوں میں
ر ابوبکرؓ و عمرؓ۔

"حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب"۔

(۱) ابن ماجہ نے اپنے والد عبد الرحمن بن ابی الزناد سے انہوں نے اعرج سے انہوں نے حضرت ابوہریرہؓ
ے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے جنت میں ایک رفیق ہوتا ہے چنانچہ
برے رفیق جنت میں عثمان بن عفانؓ ہیں۔

(۲) اور نیز ابن ماجہ نے اسی سند سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے دروازہ پر حضرت عثمانؓ
ے ملے اور فرمایا کہ اے عثمان یہ جبریل کھڑے ہوئے ہیں انہوں نے مجھے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُم کلثوم کا
کاح تمہارے ساتھ کر دیا بعوض اس قدر مہر کے جو رقیہ کا تھا اور بشرط اسی حسن معاشرت کے جو رقیہ کے
ساتھ تم نے کی۔

"حضرت عثمانؓ کا ظلماً قتل کیا جانا اور جس روز وہ قتل ہوئے اُن کا حق پر ہونا"۔

(۱۹) حاکم نے موسیٰ اور محمد اور ابراہیم فرزندان عقبہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے ہم سے ہمارے نانا ابو حبیبہ
نے بیان کیا کہ میں حضرت ابوہریرہ کے پاس گیا جب کہ حضرت عثمانؓ اپنے گھر میں محصور تھے تو حضرت ابوہریرہؓ
نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے تھے کہ عنقریب ایک فتنہ اور اختلاف
ہوگا یا فرمایا کہ اختلاف اور فتنہ ہوگا۔ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے کہ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ پھر آپ
ہم کو اس فتنہ میں کیا حکم دیتے ہیں آپؐ نے فرمایا تم اپنے سردار اور اسکے رفقا ساتھ رہنا اور آپنے حضرت عثمانؓ کیطرف اشارہ کیا

(۲۰) اور حاکم نے بروایت ابوزرعہ حضرت ابوہریرہؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عثمانؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ
جنت خرید کی ایک مرتبہ جب انہوں نے چاہ رُومہ کو خریدا اور دوسری مرتبہ جبکہ انہوں نے جیش العسرۃ کا سامان درست کر دیا۔

"حضرت ابوبکرؓ کا صدیق اور باقی خلفاء کا شہید ہونا"۔

(۲۱) ترمذی نے بروایت عبد العزیز بن محمد سہیل سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت
کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علی بن ابی طالبؓ و طلحہؓ و زبیرؓ کوہ حرا پر تھے یکایک وہ پہاڑ
ہلنے لگا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے پہاڑ ٹھہر جا تیرے اوپر نبیؐ ہیں یا صدیق، یا شہید۔

"اہل بدر کے جنتی ہونے کی بشارت"۔

(۲۲) ابوداؤد نے عاصم سے انہوں نے ابوصالح سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اہل بدر کے انجام پر مطلع ہے۔ اسی لیے اُس نے فرمایا کہ
اے اہل بدر جو چاہو کرو میں نے یقیناً تمہیں بخش دیا۔

"حضرت ابوہریرہ کا فتنہ سے علیحدہ رہنا"

(۲۳) ترمذی نے بروایت عبدالعزیز بن محمد علاء بن عبدالرحمن سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کام کرنا ہے اُن فتنوں سے پہلے کر لو جو مثل شب تاریک کے ٹکڑوں کے ہوں گے جن میں صبح کو آدمی مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا آدمی اپنا دین دنیا کے تھوڑے سے مال پر بیچ ڈالیگا

مُسند ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (۱۶، روایت)

"مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھنے کی حدیث سے خلفا کی خلافت پر استدلال بروایت عائشہ رض"

(۱) حاکم نے بروایت احمد بن عبدالرحمن ابن وہب اُن کے چچا سے انہوں نے یحیٰی بن ایوب سے انہوں نے ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتی تھیں سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی بنیاد کے لئے پتھر اٹھایا پھر ابوبکر نے ایک اور پتھر اٹھایا پھر عمر نے ایک اور پتھر اٹھایا پھر عثمان نے ایک اور پتھر اٹھایا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ دیکھیے تو یہ لوگ کس طرح آپ کے ساتھ مل کر کام کر رہے ہیں حضرت نے فرمایا اے عائشہ یہ لوگ میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ حاکم نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے موافق شرط شیخین مگر شیخین نے اس کو نہیں لکھا یہ حدیث ایک کمزور سند کے ساتھ بروایت محمد بن فضل بن عطیہ مشہور تھی اسی وجہ سے چھوڑ دی گئی اور شیخین نے اس کو نہ لیا۔

"قرون ثلثہ والی حدیث سے خلفا کی خلافت پر استدلال"

(۲) امام احمد نے بسند غریب عبداللہ بہی سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے بہتر کون لوگ ہیں آپؐ نے فرمایا وہ جو اس قرن میں ہیں جس میں میں ہوں بعد اس کے دوسرا قرن بعد اس کے تیسرا قرن +

"حضرت عائشہ کا قول خلافت شیخین کے متعلق"

(۳) امام مسلم نے بروایت ابن ملیکہ نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے حضرت عائشہ سے پوچھا گیا کہ اگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ بناتے تو کس کو بناتے تو میں نے سنا کہ انہوں نے یہ جواب دیا کہ ابوبکر کو۔ پوچھا گیا کہ ابوبکر کے بعد کس کو انہوں نے جواب دیا کہ عمر کو۔ پوچھا گیا پھر عمر کے بعد کس کو انہوں نے کہا ابو عبیدہ بن جراح کو بس یہاں تک پہنچ کر انہوں نے کسی کو نہ بتایا۔

(۴) اور ترمذی نے عبداللہ بن شقیق سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے حضرت کو کون محبوب تر تھا انہوں نے کہا کہ ابوبکرؓ میں نے پوچھا کہ پھر کون انہوں نے کہا عمر میں نے پوچھا پھر کون انہوں نے کہا ابو عبیدہ بن جراح میں نے پوچھا کہ پھر کون تو انہوں نے سکوت کیا۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔

"حدیث ادع لی ابا بکر جس سے حضرت صدیق کی خلافت پر استدلال کیا جاتا ہے"

) حاکم نے بروایت زہری عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتی تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا اے عائشہ میرے پاس اپنے والد یعنی ابوبکر کو اور اپنے بھائی یعنی عبدالرحمن کو بلوا دو تاکہ میں تحریر لکھ دوں کیوں کہ میں اندیشہ کرتا ہوں کہ کہیں کوئی تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں مستحق خلافت ہوں۔ حالانکہ وہ مستحق نہ ہوگا۔ اور یہ کہہ کر آپ نے فرمایا اچھا رہنے دو (۱۲ منہ) اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے سوا کسی سے راضی نہ ہوں گے۔

"نبی کریم صلعم کی تقریر قبل وفات سے صدیق اکبرؓ کی خلافت پر استدلال۔ بروایت عائشہؓ"

) ترمذی نے زہری سے انہوں نے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کے سوا سب کے دروازوں کو مسجد نبوی سے بند کرنے کا حکم دیا۔

"امامت نماز کی حدیث سے خلافت حضرت صدیق پر استدلال"

) ترمذی نے بروایت امام مالک ہشام بن عروہ سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت عائشہؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں حضرت عائشہ نے کہا یارسول اللہ ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کے سبب سے ان کی آواز لوگ نہ سن سکیں گے لہذا آپ عمر کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے حفصہ سے کہا کہ تم بھی حضرت سے عرض کرو کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے رونے کے سبب سے ان کی آواز لوگ نہ سن سکیں گے لہذا آپ عمرؓ کو حکم دیجئے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں چنانچہ حضرت حفصہ نے ایسا ہی کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم تو گویا یوسف کی ہمنشین عورتیں ہو ابوبکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں حضرت حفصہ اپنے کہنے پر بہت پشیمان ہوئیں انہوں نے حضرت عائشہ سے کہا کہ مجھے کبھی تم سے فائدہ نہ پہونچا۔

) اور ترمذی نے قاسم بن محمد سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں ابوبکر موجود ہوں اس قوم کے لئے ابوبکر کے سوا کسی اور کا امام بننا جائز نہیں ہے۔

"مناقب ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ"

) ترمذی نے بروایت اسحاق بن یحییٰ بن طلحہ ان کے چچا اسحاق بن طلحہ سے انہوں نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں حاضر ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا تم آتش دوزخ سے اللہ کے عتیق (یعنی آزاد کئے ہوئے) ہو اس دن سے اُن کا لقب عتیق مشہور ہوا۔

) اور حاکم نے عائشہ بنت طلحہ سے انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کو کسی ایسے شخص کے دیکھنے کی خوشی ہو جو دوزخ کی آگ سے

آزاد ہو تو اُسے چاہیئے کہ ابوبکر کو دیکھے۔

(۱۱) اور حاکم نے بروایت معمر زہری سے انہوں نے عروہ سے اُنہوں نے حضرت عایشہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میں بیت المقدس تشریف لے گئے اور صبح کو آپ نے یہ واقعہ لوگوں سے بیان کیا تو کچھ لوگ جو آپ پر ایمان لا چکے تھے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہو گئے اور اس واقعہ کو جا کر انہوں نے ابوبکر سے بیان کیا اور کہا کہ اب آپ اپنے صاحب کو دیکھیئے وہ کہتے ہیں کہ گذشتہ شب کو وہ بیت المقدس گئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ کیا وہ درحقیقت ایسا کہتے ہیں؟ اُن لوگوں نے کہا ہاں وہ ایسا ہی کہتے ہیں۔ تو ابوبکرؓ نے کہا کہ اگر انہوں نے ایسا کہا ہے تو سچ کہا۔ ان لوگوں نے کہا کیا آپ اُنؐ کی اس بات کو سچ سمجھتے ہیں؟ کہ وہ شب کو بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا ہاں میں اس بات کو سچ سمجھتا ہوں مگر اس میں تعجب کیا؛ میں تو آپؐ کی اُن باتوں کو بھی سچ سمجھتا ہوں جو اس سے بھی زیادہ دُور از عقل ہیں۔ میں ان کو آسمان کی خبروں میں سچا سمجھتا ہوں جو صبح یا شام میں آپؐ کے پاس آ جاتی ہیں۔ اسی وجہ سے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب صدیق ہُوا۔

مناقب عمرؓ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۱۲) مسلم نے بروایت ابراہیم بن سعد ان کے والد سے انہوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے حضرت عایشہؓ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ فرماتے تھے بیشک تم سے پہلے کی امتوں میں کچھ لوگ محدَّث ہوتے تھے اگر میری امت میں کوئی شخص ایسا ہے تو وہ عمر بن خطابؓ ہیں

(۱۳) اور ابن ماجہ نے بروایت زنجی بن خالد ہشام بن عروہ سے اُنہوں نے اپنے والد سے اُنہوں نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتی تھیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ اسلام کو عزت دے خاص کر عمر بن خطاب سے۔

(۱۴) اور ترمذی نے بروایت یزید بن رومان عروہ سے اُنھوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہتی تھیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم ایک روز گھر میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کچھ شور اور کچھ بچوں کی آوازیں آئیں پس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک حبشی عورت اُچھل کود کر رہی ہے اور بچے اس کے گرد ہیں پس آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ آؤ دیکھو چنانچہ میں گئی اور میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شانے پر اپنی ٹھوڑی رکھ دی اور شانہ اور سر مبارک کی درمیانی راہ سے میں اس کو دیکھنے لگی حضرت مجھ سے پوچھتے تھے کہ کیا تم سیر نہیں ہوئیں کیا تم سیر نہیں ہوئیں میں کہتی تھی نہیں نہیں میرا مقصد یہ تھا کہ میں دیکھوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں میری کتنی جگہ ہے یکایک عمرؓ آ گئے تو سب لوگ اس حبشی عورت کو چھوڑ کر بھاگ گئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے میں شیاطین جن وانس کو دیکھتا ہوں کہ وہ عمر سے بھاگتے ہیں حضرت عایشہ کہتی تھیں کہ پھر میں بھی لوٹ آئی۔

"حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کے مناقب"

(۱۵) مسلم نے عطاؤ سلیمان فرزندان لیسار سے اور ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے

حضرت عائشہ رضؓ کہتی تھیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز اپنے گھر میں لیٹے ہوئے تھے اور اپنے زانو یا کپڑا اپنی پنڈلیاں کھولے ہوئے تھے ابوبکرؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرتؐ نے ان کو اجازت فرمائی اور اسی طرح لیٹے رہے۔ ابوبکرؓ نے کچھ باتیں کیں اور چلے گئے۔ پھر عمرؓ نے اجازت مانگی آپؐ نے ان کو بھی اجازت دے دی اور اسی طرح لیٹے رہے۔ انہوں نے بھی کچھ باتیں کیں اور چلے گئے۔ پھر عثمانؓ نے اجازت مانگی۔ تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے لباس کو درست کرلیا۔ یعنی پنڈلیاں بند کرلیں۔ حضرت عثمانؓ اندر آئے اور کچھ باتیں کرکے چلے گئے۔ حضرت عائشہ رضؓ کہتی ہیں جب وہ باہر چلے گئے تو میں نے عرض کیا ابوبکرؓ آئے آپؐ نے کچھ خیال نہ فرمایا اور کچھ پروانہ کی۔ عمرؓ آئے آپؐ نے کچھ خیال نہ فرمایا اور کچھ پروانہ کی۔ پھر عثمان آئے تو آپ اُٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنا لباس بھی درست کرلیا۔ حضرتؐ نے فرمایا میں کیوں نہ اُس شخص سے حیا کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔

(۱۱) ترمذی نے نعمان بن بشیر سے انہوں نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان شاید تمہیں اللہ تعالیٰ قمیص خلافت پہنائے گا۔ لوگ اگر اس کو اتاریں تو تم ہرگز ان کے کہنے سے نہ اتارنا۔

مُسند حضرت انس بن مالکؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۲ روایت)

(۱) "خلافت کا قریش میں ہونا" امام احمد نے بکر بن وہب جزری سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے مجھ سے حضرت انس بن مالک نے کہا میں تم سے ایک ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو میں ہر شخص سے نہیں بیان کرتا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے دروازہ پر کھڑے تھے اور ہم لوگ کعبہ کے اندر تھے۔ پس آپؐ نے فرمایا خلفا قریش میں ہوں گے بیشک ان کا تم پر حق ہے اور تمہارا بھی اُن پر ویسا ہی حق ہے جب تک قریش میں یہ تینؔ صفتیں رہیں اگر ان سے رحم کی خواہش کی جائے تو رحم کریں اور اگر عہد کریں تو اس کو پورا کریں۔ اور اگر حاکم بنائے جائیں تو انصاف کریں اور جو ان میں سے ایسا نہ کرے اس پر اللہ کی اور فرشتوں اور سب آدمیوں کی لعنت۔

(۲) اور امام احمدؒ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلایا تاکہ آپؐ ان کو بحرین معافی میں دے دیں۔ انصار نے عرض کیا کہ ہم نہ لیں گے جب تک کہ آپؐ ہمارے بھائی مہاجرین کو بھی نہ دیں۔ حضرتؐ اس جواب سے خوش ہوئے اور آپؐ نے فرمایا عنقریب تم لوگ میرے بعد اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح پاتے ہوئے دیکھو گے تو تم صبر کرنا یہاں تک کہ مجھ سے مِل جانا۔

"حضرتؐ کے بعد خلفاء کو تحصیل زکوٰۃ کا اختیار عنایت ہونے سے ان کی خلافت پر استدلال"۔

(۳) حاکم نے بروایت علی بن مہر مختار بن فلفل سے انہوں نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی وہ کہتے تھے کہ قبیلہ بنی مصطلق کے لوگوں نے مجھے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا اور کہا جاکر ہماری طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنا کہ آپؐ کے بعد ہم اپنی زکوٰۃ کس کو دیں۔ چنانچہ

میں حضرت ؐ کی خدمت میں گیا اور میں نے آپؐ سے پوچھا آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو دیں۔ میں نے
جاکر بھی ان لوگوں سے بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا پھر جاؤ اور آپؐ سے پوچھو کہ اگر ابوبکرؓ پر کوئی حادثہ
پیش آجائے، تو کس کو زکوٰۃ دیں؛ چنانچہ میں پھر آپؐ کے پاس گیا اور آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا
عمرؓ کو دیں۔ میں نے جاکر ان لوگوں سے اس کو بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا پھر جاؤ اور آپؐ سے پوچھو کہ
اگر عمرؓ پر کوئی حادثہ پیش آجائے تو کس کو دیں؛ چنانچہ میں پھر حضرتؐ کی خدمت میں گیا اور آپؐ سے
پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا عثمانؓ کو دیں۔ میں نے جاکر ان لوگوں سے بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا پھر جاؤ اور آپؐ
سے پوچھو، کہ اگر عثمانؓ پر کوئی حادثہ پیش آجائے تو کس کو دیں۔ چنانچہ میں پھر گیا اور آپؐ سے پوچھا آپؐ
نے فرمایا کہ اگر عثمانؓ پر کوئی حادثہ پیش آجائے تو پھر ہمیشہ تمہارے لئے ہلاکت رہے گی۔ حاکم نے کہا
ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے مگر شیخین نے نہیں لکھی۔

"حضرت ابوبکرؓ کا صدیق اور باقی خلفا کا شہید ہونا"۔

(۴) **بخاری** نے یحییٰ سے انہوں نے سعید سے اُنہوں نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ انس بن مالکؓ
نے اُن سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ کوہ احد پر چڑھے اور ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ بھی آپؐ
کے ساتھ تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا تو آپؐ نے فرمایا کہ اے احد ٹھہر جا۔ تیرے اوپر ایک نبیؐ ہیں اور ایک صدیق
اور دو شہید۔

(۵) "دو شیخین کا افضل امت ہونا"۔ **ترمذی** نے بروایت محمد بن کثیر اوزاعی سے انہوں نے قتادہ سے
انہوں نے حضرت انسؓ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؓ سے مخاطب
ہوکر ابوبکرؓ و عمرؓ کی شان میں فرمایا کہ یہ دونوں سوا انبیاء و مرسلین کے تمام پیرانِ اہل جنت کے سردار
ہیں، کیا اگلے اور کیا پچھلے۔ اے علیؓ تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ کرنا۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند دیگر صحابہ کے ساتھ تعریف کرنا"۔

(۶) **امام احمدؒ** و ترمذی نے معمر سے انہوں نے قتادہ سے اُنہوں نے حضرت انس بن مالک سے روایت
کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سب سے زیادہ مہربان میری امت
پر ابوبکرؓ ہیں۔ اور سب سے زیادہ سخت خدا کے کام میں عمرؓ ہیں اور سب سے زیادہ کامل حیا میں
عثمان بن عفان ہیں اور سب سے زیادہ واقف حلال و حرام سے مُعاذ بن جبل ہیں۔ اور سب سے
زیادہ علم فرائض کے جاننے والے زید بن ثابت ہیں۔ اور سب سے زیادہ قرات کے ماہر ابی بن کعب
ہیں۔ اور ہر امت کے لئے ایک امین ہوتا ہے۔ اس امت کے امین ابو عبیدہ بن جراح ہیں

(۷) **ترمذی** نے کہا ہے کہ اس حدیث کو ابو قلابہ نے بھی حضرت انس سے انہوں نے نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت کیا ہے۔

"رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جس روز کہ آپ کی وفات ہوئی امامت نماز کا واقعہ"۔

(۸) **بخاری** نے ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے مجھ سے حضرت انس بن مالکؓ

یا کہ اس حال میں کہ دوشنبہ کے دن مسلمان نماز فجر میں تھے اور ابوبکرؓ ان کو نماز پڑھا رہے تھے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کے حجرہ کا پردہ اٹھایا اور مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ
باندھے ہوئے نماز میں کھڑے ہیں یہ دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔ ابوبکرؓ نے
پیچھے ہٹ کر صف سے مل جائیں۔ ان کو یہ خیال ہوا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے
لانا چاہتے ہیں۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ مسلمان رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس قدر
ہوئے کہ نماز توڑ دینا چاہتے تھے۔ مگر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے انہیں اشارہ
تم لوگ اپنی نمازیں پوری کرو۔ اس کے بعد آپؐ حجرہ کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ ڈال دیا۔

بارگاہِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں شیخین کا مرتبہ و تقرب"!

ترمذی نے حکم بن عطیہ سے اُنہوں نے ثابت سے اُنہوں نے حضرت انس سے روایت کی ہے
سول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب یعنی مہاجرین و انصار کے پاس تشریف لاتے اور ان
وبکر و عمر بھی ہوتے تو یہ کیفیت ہوتی کہ کوئی شخص ہیبت سے آپؐ کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھتا تھا۔
بکر و عمر کے کہ یہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھتے تھے۔ وہ آپ کو دیکھ کر
تے تھے اور آپ اُن کو دیکھ کر مسکراتے تھے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب":-

بن ماجہ نے بروایت معتمر بن سلیمان حمید سے اُنہوں نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے
ی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ سب سے زیادہ آپ کو کس سے محبت ہے آپ نے فرمایا عائشہؓ
عرض کیا گیا کہ مردوں میں فرمائیے فرمایا کہ ان کے والد سے۔

ور امام احمدؒ نے بروایت جعفر بن سلیمان ضبعی ثابت سے انہوں نے حضرت انس سے روایت کی
وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز بیان فرمایا کہ جنت میں ایک قسم کا
ہے۔ قد و قامت میں مثل اونٹنی کے وہ جنت کے درختوں میں چرا کرتا ہے۔ حضرت
نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ پرند نہایت نفیس ہوگا، حضرتؐ نے فرمایا اس کے کھانے
اس سے زیادہ نفیس ہوں گے تین مرتبہ آپؐ نے اس کو فرمایا۔ اور بے شک میں امید
ہوں کہ اے ابوبکر تم بھی ان لوگوں میں ہوگے جو اس پرند کا گوشت کھائیں گے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب":

ترمذی نے بروایت اسماعیل بن جعفر حمید سے انہوں نے حضرت انس سے روایت کی
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ سونے کا ایک
ہے۔ میں نے پوچھا کہ یہ محل کس کا ہے فرشتوں نے کہا قریش کے ایک شخص کا ہے میں نے
کہ شاید وہ میں ہی ہوں۔ لہٰذا میں نے پوچھا کہ قریش کے کس شخص کا ہے فرشتوں نے
عمر بن خطاب کا۔

"حضرت انس رضی اللہ عنہ کا محبت شیخین کو جناب الٰہی میں وسیلہ تقرب بنانا"

(۱۳) بخاری نے بروایت حماد ثابت سے انہوں نے حضرت انس سے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کو پوچھا کہ کب ہوگی حضرتؐ نے فرمایا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا سامان کیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ کچھ نہیں سوا اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ کو اور اُس کے رسولؐ کو دوست رکھتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ جس سے تم محبت کرتے ہو قیامت میں اُسی کے ساتھ ہوگے۔ حضرت انس نے یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ ایسی خوشی ہم لوگوں کو کبھی نہیں ہوئی جیسی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے ہوئی کہ تم اسی شخص کے ساتھ ہوگے جس سے محبت رکھتے ہو کیونکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھتا ہوں اور چونکہ میں اُن سے محبت رکھتا ہوں اس لئے امید رکھتا ہوں کہ قیامت میں انہیں کے ساتھ ہوں گا، گو میں نے ان جیسے کام نہیں کئے

مسند ابوسعید خدری رضی اللہ تعالےٰ عنہ (۶، روایت)

(۱) "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی وفات سے پانچ دن پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مناقب میں خطبہ"۔ بخاری نے بسر بن سعید سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبل از وفات خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ بزرگ و برتر نے اپنے ایک بندہ کو دنیا اور آخرت میں اختیار دیا ہے کہ چاہے وُہ دنیا میں رہے چاہے آخرت کی طرف انتقال کرے۔ اُس بندہ نے آخرت کو اختیار کرلیا یہ سنکر ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رونے لگے ہم لوگوں نے اُن کے رونے پر تعجب کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک بندہ کی کیفیت بیان فرما رہے ہیں کہ اس کو اختیار دیا گیا۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ مگر آنحضرت صلعم کی وفات ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ بندہ جس کو اختیار دیا گیا تھا خود رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور یہ بات ظاہر ہوگئی کہ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اُس بندہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے زیادہ احسان کرنے والے اپنی رفاقت سے اور اپنے مال سے ابوبکرؓ ہیں اور اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو بے شک ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن ان کے ساتھ اخوت اسلام اور محبت اسلام جو مجھے ہے وہ کافی ہے۔ دیکھو مسجد میں کسی کا دروازہ باقی نہ رکھا جائے۔ سب بند کر دیئے جائیں، ابوبکر کے دروازہ کے علاوہ۔

(۲) اور ترمذی نے عبید بن حنین سے انہوں نے حضرت ابوسعید خدری سے روایت کی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندہ کو اختیار دیا کہ چاہے تو اس کو مال و متاع دنیا دے دے جس کی وہ خواہش کرے۔ اور چاہے تو اُس کو وہ نعمتیں دی جائیں جو اللہ تعالےٰ کے یہاں ہیں۔ اس بندہ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں

ار کر لیا۔ اس کے بعد ترمذی نے مثل گذشتہ حدیث کے نقل کیا ہے۔

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب"۔

بخاری نے ابن شہاب سے انہوں نے ابو اُمامہ ابن سہل بن حُنیف سے اُنہوں نے حضرت ابو سعید
ری سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ فرماتے
کہ اس حال میں کہ میں سو رہا تھا، میں نے دیکھا کہ لوگ میرے سامنے پیش کیے گئے اور وہ سب
تہ پہنے ہوئے ہیں۔ کسی کا کرتہ سینہ تک ہے اور کسی کا اس سے نیچا۔ اور عمر بن خطاب جو میرے
منے لائے گئے تو میں نے دیکھا کہ ان کا کرتہ اس قدر نیچا ہے، کہ وہ اپنے کرتہ کو کھینچتے ہوئے
جا رہے ہیں۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ نے اس کی کیا تعبیر لی؟ حضرتؐ نے فرمایا
رتہ سے مراد دین ہے۔

"شیخین کے جنتی ہونے کی بشارت اور اُن کے سابقین مقربین میں ہونے کی طرف اشارہ"۔

) ترمذی نے بروایت سالم بن ابی حفصہ اور اعمش اور نیز بہت لوگوں کے نقل کیا ہے یہ سب لوگ
یہ سے وہ حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ
نے فرمایا جنت میں اوپر کے درجہ والوں کو نیچے کے درجہ والے ایسا روشن دیکھیں گے جیسے
اس ستارہ کو روشن دیکھتے ہو جو آسمان کے کنارہ پر ہو اور بے شک ابوبکرؓ و عمرؓ بھی انہیں
کے درجہ والوں میں سے ہیں اور بلکہ اُن سے بھی اچھے ہیں۔

"شیخین کا ولی عہد ہونا اور دین کے کام کا اُن سے پورا ہونا"۔

، ترمذی نے بروایت ابو حجاف عطیہ سے اُنہوں نے حضرت ابو سعید خدری سے نقل کیا
. کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے
وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں۔ چنانچہ میرے
وزیر آسمان والوں میں سے جبرائیلؑ و میکائیلؑ ہیں۔ اور میرے دو وزیر زمین والوں
سے ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔

"خلفاء کی خلافت پر یہ دلیل کہ اُن کی خلافت امراء خیر کے موعودہ زمانہ میں ہوئی"۔

) امام احمدؒ نے بروایت عبد اللہ بہی حضرت ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا
ی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ میرے بعد تم پر وہ لوگ حاکم ہوں گے جن پر دلوں کو اطمینان ہوگا اور
ن کے جسم اُن کے سامنے جھکیں گے بعد اس کے تم پر ایسے لوگ حاکم ہوں گے جن سے دل متنفر
ں گے اور جن کے نام سے جسم پر رونگٹے کھڑے ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول
لہؐ کیا ہم ایسے بڑے حاکموں سے قتال نہ کریں۔ حضرتؐ نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ نماز
ھتے رہیں۔

❁ ❁ ❁

مُسند جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۸ روایت)

"خلافت کا خاص قریش کے لئے مخصوص ہونا۔

(۱) امام احمدؒ نے بروایت ابن جریج ابو الزبیر سے اُنہوں نے حضرت جابر سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ خیر و شر دونوں میں قریش کے تابع ہیں۔

"خلفاء راشدین کی خلافت کی دلیل"۔

(۲) امام احمدؒ اور حاکم نے بروایت زبیدی ابنِ شہاب زہری سے انہوں عمرو بن میمون۔ انہوں نے جابر بن عبد اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ بیان کرتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آج کی شب ایک نیک مرد کو خواب میں دکھایا گیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے لٹکائے گئے اور عمرؓ ابوبکرؓ کے دامن سے لٹکائے اور عثمانؓ عمرؓ کے دامن سے لٹکائے گئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ جب ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے اُٹھے تو ہم نے کہا کہ نیک مرد تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جو کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کا دوسرے کے دامن سے لٹکایا جانا ذکر تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جس کام یعنی دین کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے ہیں یہ لوگ آپؐ کے بعد اس کام کے والی اور حاکم ہوں گے۔

"خلفاء راشدین کے لیے جنتی ہونے کی بشارت"۔

(۳) امام احمدؒ بروایت عبداللہ بن محمد بن عقیل بن ابی طالب حضرت جابرؓ سے نقل کر ہیں۔ وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھجوروں کے اس جھنڈ کے نیچے۔ ابھی ایک جنتی مرد تمہارے پاس آتا ہے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ آپؐ کے فرمانے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔ ہم نے اُن کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب جنت کی بشارت دی۔ پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تو کے بعد فرمایا کہ کھجوروں کے اس جھنڈ کے نیچے سے ایک جنتی مرد تمہارے پاس آتا ہے۔ آنخ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لائے حضرت جابرؓ کہتے ہیں ہم نے اُن کو بھی جو آنحضر نے فرمایا تھا، اُس کی بشارت دی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کھجوروں کے ا جھنڈ کے نیچے سے ایک جنتی مرد تمہارے پاس آتا ہے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت عثما رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، اس کی بشار ان کو بھی دی گئی پھر فرمایا کہ کھجوروں کے اس جھنڈ کے نیچے سے ایک جنتی مرد تمہارے پاس آتا پھر آپؐ نے تین مرتبہ یہ دعا مانگی یا اللہ اگر تُو چاہے تو آنے والے علی ہوں۔ حضرت جابرؓ ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے۔

"حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مناقب"۔

حاکم نے محمد بن منکدر سے اُنہوں نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ہم ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپؐ کے پاس قبیلہ عبدالقیس کے کچھ لوگ آئے انہیں سے بعضوں نے کچھ گفتگو کی اور عمدہ تقریر کی۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابوبکر جو کچھ اُنہوں نے کہا تم نے سنا؟ حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ ہاں یا رسول اللہؐ میں نے سب سنا اور سمجھ لیا۔ پھر آپؐ نے فرمایا تو تم ان کو ان کی بات کا جواب دو۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ پھر حضرت ابوبکرؓ نے وفد عبدالقیس کی بات کا جواب دیا اور اچھا جواب دیا۔ ان کا جواب سنکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے پھر فرمایا اے ابوبکرؓ اللہ نے تمہیں رضوان اکبر عطا فرمائی۔ کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ رضوان اکبر کیا چیز ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا۔ اور ابوبکرؓ کے لیے خاص تجلی فرمائے گا۔

"حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب"۔

(۵) امام بخاری بروایت عبدالعزیز بن ماجشون محمد بن منکدر سے وہ حضرت جابرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ کہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں گیا تو مجھے وہاں رُمیصاء زوجۂ ابوطلحہ ملیں۔ پھر میں نے کسی کے چلنے کی آواز سنی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہے؟ کسی نے جواب دیا یہ بلالؓ ہیں۔ پھر میں نے جنت میں ایک محل دیکھا اس کے صحن میں مجھے ایک جوان عورت نظر آئی۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ محل کس کا ہے؟ جواب ملا کہ عمرؓ کا۔ پھر میں نے اُس محل میں جانا چاہا تاکہ اُس کے اندر سیر کروں۔ تو (اے عمرؓ) میں نے تمہاری غیرت کو یاد کیا اور محل کے اندر نہ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں" کیا میں آپؐ سے غیرت کرتا"؟

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب"۔

(۶) حاکم نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ ہم مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ جن میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، ایک مکان میں بیٹھے تھے۔ اور اُس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونق افروز تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے کفو کے پاس کھڑا ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمانؓ کے پاس کھڑے ہو گئے اور اُن سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا کہ اے عثمانؓ تم دنیا و آخرت میں میرے ولی ہو۔

اہل حدیبیہ کے لیے جنتی ہونے کی بشارت:۔

(۷) ابو داؤد نے بروایت لیث ابو زبیر سے انہوں نے حضرت جابر رض سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے مجھ سے بیعت رضوان کی ہے ان میں سے ایک بھی دوزخ میں نہ جائے گا۔

(۸) امام احمد نے بروایت سفیان عمرو سے انہوں نے حضرت جابر رض سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے ہم حدیبیہ کے دن ایک ہزار چار سو اشخاص تھے ہم سب کے حق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آج تم تمام روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہو۔

مسانید مہاجرین اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

مسند عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ (۲، روایت)

"شیخین کا سب سے افضل اور سابقین مقربین سے ہونا اور حضرت ابوبکر کا حضرت عمر سے افضل ہونا"

(۱) ابو یعلیٰ نے بروایت حماد بن ابی سلیمان ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے حضرت عمار بن یاسر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمار ابھی میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ اے جبرائیل عمر بن خطاب کے وہ فضائل جو آسمان میں فرشتوں کے درمیان مشہور ہیں بیان کرو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں آپ سے عمر رض کے فضائل اس مدت تک کہ حضرت نوح علیہ السلام اپنی امت میں رہے یعنی ساڑھے نو سو برس ۹۵۰ تک بیان کرتا رہوں پھر بھی ان کے فضائل ختم نہ ہوں گے باوجود اس کے حضرت ابوبکر رض کا وہ مرتبہ ہے کہ حضرت عمر رض حضرت ابوبکر کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہیں۔

"حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوابق اسلامیہ"

(۲) امام بخاری نے ہمام سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت عمار سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت دیکھا ہے کہ آپ کے ساتھ پانچ غلام اور دو عورتیں اور حضرت ابوبکر تھے۔

مسند حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ۹، روایت

خلفائے راشدین کی خلافت کی دلیل ان کے ساتھ ولی عہدی کے برتاؤ سے۔

(۱) حاکم نے بروایت عبد الملک بن عمیر نقل کیا ہے وہ ربعی بن حراش سے وہ حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ فرماتے تھے کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ اطراف ممالک میں چند اشخاص بھیج دوں جو لوگوں کو دین کے فرائض اور

سنتیں سکھلائیں جس طرح حضرت عیسٰی بن مریم علیہ السلام نے اپنے حواری بھیجے تھے
وہ اُن کے دین کی اشاعت کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ
اِس کام کے لیے کیوں نہیں بھیج دیتے؟ آپؐ نے فرمایا کہ اُن سے تو ہر وقت مجھے کام رہتا
۔ اور بے شک وہ دونوں دین اسلام کے لیے مثل کان اور آنکھ کے ہیں پھر وہ کس طرح
سے جدا ہو سکتے ہیں۔

"شیخین کے قول کی حجیت اور اُن کی پیروی کا وجوب"۔

حاکم نے بروایت مِسْعَر بن کدام عبدالملک بن عُمیر سے اُنھوں نے ربعی بن حراس سے انھوں
حضرت حذیفہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان دونوں
اقتدا کرو جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے یعنی ابوبکرؓ اور عمرؓ کی اور عمار کی سیرت اختیار کرو۔ اور
تم سے ابن ام عبد "یعنی حضرت ابن مسعود" کوئی بات بیان کریں تو اس کی تصدیق کرو۔

اور ترمذی کی روایت میں ہے جسے سُفیان نے عبدالملک بن عُمیر سے اُنھوں نے ربعی کے
لے سے اُنھوں نے ربعی بن حراش سے اُنھوں نے حُذیفہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے تھے
ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نہیں
تا کہ میں کب تک تمہارے پاس رہوں گا لہٰذا تم میرے بعد ان دونوں کی اقتدا کرنا جو میرے
میرے جانشین ہوں گے اور آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کی جانب اشارہ فرمایا۔ اور یہ
فرمایا کہ عمار کی سیرت اختیار کرنا۔ اور جو کچھ ابن مسعود تم سے کہیں اُسے سچ جاننا۔

"حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کی دلیل اور یہ کہ وہ باب فتنہ کے قفل تھے"۔

امام بخاری نے بروایت اعمش نقل کیا ہے وہ کہتے تھے ہم سے شقیق نے بیان کیا۔ وہ
تے تھے میں نے حضرت حذیفہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے
۔ اُنھوں نے فرمایا کہ تم میں سے کس کو فتنہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث یاد ہے
رت حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا انسان کا فتنہ اُس کے اہل اور مال اور اولاد اور اس کی ہمسا
متعلق ہے ان سب کا کفارہ تو نماز اور صدقہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے ہو جاتا ہے۔
حضرت عمرؓ نے فرمایا میں تم سے یہ فتنہ نہیں پوچھتا بلکہ وہ فتنہ جو دریا کی طرف موج زن ہوگا
رت حذیفہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا اے امیر المومنین آپ کو اس فتنہ سے کچھ خوف نہ کرنا چاہیے
ونکہ آپ کے اور اُس فتنہ کے درمیان ایک بند دروازہ حائل ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ وہ
دازہ توڑا جائے گا یا کھولا جائے گا؟ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا کھولا نہیں جائے گا بلکہ توڑا جائے
۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ٹوٹ کر کبھی بند نہ ہو گا۔ حضرت حذیفہ کا بیان کہ میں نے کہا ہاں بیشک
سا ہی ہو گا۔ شقیق کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ کیا حضرت عمرؓ جانتے تھے کہ دروازہ
ون ہے؟ اُنھوں نے جواب دیا ہاں خوب جانتے تھے جیسا کہ میں جانتا ہوں کہ کل دن کے بعد رات

ضرور ہونی ہے۔ اور یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ میں نے اُن سے کوئی پیچیدہ بات نہیں کہی تھی بلکہ
صاف صاف حدیث بیان کی تھی۔ پھر ہماری جرأت نہ ہوئی کہ حضرت حذیفہ رض سے دریافت کریں
کہ دروازہ سے کیا مراد ہے۔ لہٰذا ہم نے مسروق سے کہا کہ وہ ان سے دریافت کریں۔ چنانچہ اُنہوں
نے حضرت حذیفہ رض سے پوچھا کہ دروازہ کون تھا؟ اُنہوں نے جواب دیا حضرت عمر رض ہی دروازہ تھے

(۵) اور حاکم بروایت سفیان، منصور سے وہ ربعی سے وہ حضرت حذیفہ سے روایت کرتے ہیں
کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت عمر رض کے زمانہ میں اسلام ایسے شخص کی مانند تھا جو سامنے سے آرہا ہو
کہ ہر ساعت اُس کی نزدیکی ہم سے بڑھتی جاتی ہے، پھر جب حضرت عمر رض نے شہادت پائی
اسلام اس شخص کے مثل ہو گیا جو ہماری طرف سے پیٹھ موڑ کر چل دیا ہو کہ وہ ہم سے دُور
ہی ہوتا جاتا ہے۔

"حضرت عثمان رض کی خلافت کی دلیل اور یہ کہ وہ شہید ہو جائیں گے تو پھر امر خلافت کبھی مستقیم نہ
(۶) ترمذی نے عبداللہ بن عبدالرحمٰن انصاری اشہلی سے روایت کی ہے وہ حضرت حذیفہ
یمان سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات
کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم لوگ اپنے امام کو قتل
کروگے اور باہم شمشیر زنی نہ کروگے اور تمہارے بُرے لوگ تمہاری دنیا کے وارث ہو جائیں۔

"حضرت حذیفہ رض کا قول باغیان عثمان رض کے متعلق"۔
(۷) حاکم نے ربعی بن حراش سے روایت کی ہے۔ ربعی کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں لوگوں نے
حضرت عثمان رض پر خروج کیا تھا۔ میں مدائن میں حضرت حذیفہ رض کے پاس گیا انہوں نے مجھ سے
دریافت کیا کہ اے بیٹے تمہاری قوم کے لوگوں نے کیا کیا۔ میں نے کہا آپ اُن کے کس حال
متعلق مجھ سے دریافت کرتے ہیں حضرت حذیفہ رض نے کہا تم میں سے اس شخص یعنی حضرت عثمان رض
کس کس شخص نے خروج کیا ہے۔ پھر میں نے اُن لوگوں کے نام لیے جو بغاوت پر نکلے
تو حضرت حذیفہ رض نے کہا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرما
تھے جو شخص جماعت سے جُدا ہوا اور اس نے امارت اسلام کو ذلیل کیا وہ قیامت میں اللہ
سے اس حال میں ملے گا کہ اُس کے پاس اُس کے بچاؤ کے لیے کوئی حجت نہ ہوگی۔

"اس امر کی دلیل کہ حضرت علی رض مستحق خلافت تھے مگر اُمت اُن پر متفق نہ ہوگی۔ اسی
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خلیفہ نہیں کیا"۔
(۸) حاکم نے بروایت شریک بن عبداللہ و عثمان بن عُمیر سے اُنہوں نے شقیق بن مسلمہ سے ا
نے حضرت حذیفہ رض سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپ
ہم پر اپنا جانشین بنا دیتے تو اچھا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو تم پر خلیفہ بنا دوں
اُس کی نافرمانی کرو تو تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر آپ حضرت علی رض کو

جائیں تو بہت مناسب ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم ایسا نہ کرو گے۔ اور اگر ایسا کرو تو تم اُن کو ہدایت
نے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے۔ وہ تم کو راہِ ہدایت پر چلائیں گے۔

"خلفاء راشدین کی خلافت کی دلیل اُس ترتیب سے جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
ت ملت اسلامیہ کے لئے بیان فرمائی ہے"

) امام احمدؒ نے نعمان ابن بشیر کے مسند میں بروایت حبیب بن سالم نقل کیا ہے وہ نعمان
بشیر سے وہ حضرت حذیفہؓ سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا جب تک خدا چاہے گا تم میں نبوت رہے گی۔ پھر اُسے اللہ تعالیٰ اُٹھالے گا۔ بعد اس کے
افت بر منہاج نبوت ہوگی اور جب تک خدا چاہے گا یہ نبوت رہے گی پھر اسے بھی خدا اُٹھالیگا
بادشاہی کاٹنے والی ہوگی اور جب تک خدا چاہے گا یہ بادشاہی رہے گی۔ پھر اسے بھی خدا اٹھائے گا
جابرانہ سلطنت ہوگی اور جب تک خدا چاہے گا رہے گی پھر اسے بھی خدا اٹھائے گا پھر اخیر زمانہ میں
افت بر منہاج نبوت ہو جائے گی۔ یہ فرما کر آپؐ نے سکوت فرمایا۔

مسند ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲، روایت)

"خلافت خلفاء ثلاثہ پر سہل تعریض"۔

) محب طبری نے بروایات متعددہ سُوید بن برید سُلمی سے نقل کیا ہے سُوید کہتے ہیں کہ میں مسجد نبوی م
داخل ہوا تو وہاں ابوذرؓ کو تنہا بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے اس تنہائی کو غنیمت جانا اور اُن کے پاس بیٹھ کر
سے باتیں کرنے لگا۔ پھر اور لوگ بھی آگئے اُن میں سے کسی شخص نے حضرت عثمانؓ کا ذکر کیا۔ اس پر
رت ابوذرؓ نے فرمایا کہ میں تو حضرت عثمانؓ کی شان میں ہمیشہ اچھی ہی بات کہتا ہوں، میں تو حضرت
مانؓ کی شان میں ہمیشہ اچھی ہی بات کہتا ہوں، میں تو حضرت عثمانؓ کی شان میں ہمیشہ اچھی ہی بات
ہتا ہوں۔ جب سے کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے یہاں ایک بات دیکھی میرا دستور تھا میں
ول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خلوتوں کے اوقات تلاش کرتا رہتا تھا۔ اور ان اوقاتِ خلوت میں آپؐ
علم دین سیکھا کرتا تھا چنانچہ ایک دن آپؐ اپنے دولتخانہ سے برآمد ہو کر ایک جانب روانہ ہوئے یہانتک
ہ فلاں فلاں مقام پر پہنچے اور وہاں بیٹھ گئے۔ میں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چلا جاتا تھا۔ بالآخر آپؐ کی خدمت
پہنچا اور سلام کرکے آپؐ کے پاس بیٹھ گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوذر تم کو یہاں کون لایا؟ میں نے
ض کیا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ۔ اتنے میں حضرت ابوبکرؓ آئے اور سلام کرکے آپ کی داہنی طرف بیٹھے
پؐ نے اُن سے بھی فرمایا کہ اے ابوبکر تم کو یہاں کون لایا؟ اُنہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ
ر حضرت عمرؓ آئے اور سلام کرکے حضرت ابوبکرؓ کی داہنی طرف بیٹھ گئے۔ آپؐ نے اُن سے بھی فرمایا۔
لہ اے عمرؓ تمھیں یہاں کون لایا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسولؐ۔ پھر حضرت عثمان آئے
ر سلام کرکے حضرت عمرؓ کی داہنی جانب بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے

بھی فرمایا کہ اے عثمان تمہیں یہاں کون لایا؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اُس کا رسول۔ پھر رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو سنگریزے اُٹھائے اور انہیں اپنی مٹھی میں رکھ لیا۔ وہ سنگریزے
تسبیح پڑھنے لگے یہاں تک کہ اُن کی تسبیح کی آواز مثل شہد کی مکھی کی آواز کے میں نے سُنی۔ پھر آپ
نے وہ سنگریزے زمین پر رکھ دیئے، سنگریزے خاموش ہو گئے۔ پھر آپؐ نے انہیں اٹھا کر حضرت
ابوبکرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ وہ پھر تسبیح پڑھنے لگے۔ اور میں نے بدستور سابق اُن کی آواز سُنی۔ پھر آپ
نے اُن سنگریزوں کو حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ سے اٹھالیا اور زمین پر رکھ دیا۔ سنگریزے پھر خاموش ہو
گئے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لے کر حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ وہ یہاں بھی تسبیح
پڑھنے لگے اور میں نے بدستور سابق اُن کی آواز سُنی۔ پھر آپؐ نے وہ سنگریزے حضرت عمرؓ کے ہاتھ سے
لے لیے اور زمین پر رکھ دیئے۔ سنگریزے خاموش ہو گئے۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سنگریزوں
کو زمین سے لے کر حضرت عثمانؓ کے ہاتھ میں رکھا وہ پھر تسبیح پڑھنے لگے اور میں نے بدستور سابق
اُن کی آواز سُنی۔ پھر آپؐ نے وہ سنگریزے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ سے اُٹھالیے سنگریزے خاموش ہو گئے۔

"حضرت عمرؓ محدَّث ہیں وہ جو حکم کریں یا کوئی سنت کی راہ یا طریقہ نکالیں اُس میں اُن کی اقتدا واجب ہے"

(۲) حاکم نے بروایت ہشام بن غازی نقل کیا ہے وہ ابن عجلان اور محمد بن اسحاق سے وہ دونوں مکحول
سے وہ غضیف بن حارث سے وہ حضرت ابوذر سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ایک جوان حضرت
عمرؓ کے پاس ہو کر گذرا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کیا اچھا جوان ہے راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر اُس
جوان کے پیچھے ہو لئے اور اُس سے کہا کہ اے جوان تم میرے لئے خدا سے مغفرت کی دعا کرو۔ اُس
جواب دیا کہ اے ابوذر میں آپ کے لئے دعائے مغفرت کروں حالانکہ آپ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
کے صحابی ہیں اور مجھ سے بدرجہا افضل ہیں۔ حضرت ابوذرؓ نے پھر کہا کہ میرے لیے دعائے مغفرت
کرو۔ اس جوان نے کہا کہ میں دعا نہ کروں گا یہاں تک کہ آپ اس اصرار کے سبب سے مجھے آگاہ فرما
حضرت ابوذرؓ نے کہا کہ تم ابھی حضرت عمرؓ کے پاس ہو کر گذرے تو حضرت عمرؓ نے تمہارے حق میں فر
کہ کیا اچھا جوان ہے۔ اور میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے اللہ تعالیٰ
حق کو عمرؓ کی زبان اور دل پر جاری کر دیا ہے لہٰذا میں تم سے دعا کا طالب ہوا۔

مُسند مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

"خلفاء راشدین کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ایفاء"۔

(۱) امام احمدؒ بروایت سُلیم بن عامر نقل کرتے ہیں وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت مقداد بن اسو
سُنا وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ روئے زمین پر کو
مٹی کا مکان اور کوئی اُون کا خیمہ بھی ایسا باقی نہ رہے گا کہ اللہ تعالیٰ کسی مستحق عزت کو عزت د
یا کسی مستحق ذلت کو ذلیل کر کے کلمۂ اسلام کو اُس میں داخل نہ کر دے۔ عزت دینے کی صورت یہ

اللہ اُن کو اہلِ اسلام میں سے کم کر دے۔ اور ذلیل کرنے کی صورت یہ ہے کہ وہ اسلام کی محکوم ہو جائیں یعنی جزیہ دینے لگیں۔

مسند خباب بن ارت رضی اللہ عنہ (۱- روایت)

"اللہ عزّ و جل کے وعدے جو خلفاء راشدین کے ہاتھوں پورے ہوئے"

ابو یعلی بروایت اسماعیل نقل کرتے ہیں۔ وہ قیس سے وہ حضرت خباب سے روایت کرتے تھے وہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کی ایذا رسانی کی شکایت کی آپ اس وقت کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر سے تکیہ لگائے لیٹے تھے ہم نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ہماری نصرت کیلئے خدا تعالیٰ سے کیوں نہیں دعا کرتے۔ آپ یہ سن کر اُٹھ بیٹھے اور فرط غضب سے چہرہ مبارک سُرخ ہوگیا فرمایا کہ تم سے پہلے اور امتوں میں یہ حال تھا کہ مرد مومن پکڑ لیا جاتا تھا۔ پھر اُس کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا اور وہ اُس میں نصف جسم تک گاڑ دیا جاتا۔ پھر اُس پر آرہ چلتا مگر وہ اُف نہ کرتا اور یہ ظلم شدید اُسے اُس کے دین سے منحرف نہ کر سکتا تھا۔ یا کسی کے جسم میں تیز دانتوں والا لوہے کا کنگھا کرتے تھے جس سے اُس کا تمام پوست اور گوشت اُڑ جاتا اور کنگھے کے دندانے ہڈی اور پٹھے تک پہونچ جاتے۔ مگر وہ کچھ بھی نہ کرتا اور یہ تشدّد بھی اُسے اُس کے دین سے منحرف نہ کر سکتا تھا۔ لہٰذا تم کو بھی لازم ہے کہ کفار کی ایذا رسانی پر صبر کرو دیکھو ایک وہ دن ہوگا کہ بے شک اللہ تعالیٰ اس دین کو پورا کر دے گا۔ اور ہر جگہ اسلام ہی اسلام نظر آئے گا اور ہر طرح امن ہو جائے گا یہاں تک کہ سوار تنہا صنعاء سے حضر موت تک چلا جائے گا اور سوا اللہ عزّ و جل کسی چور یا رہزن وغیرہ کا خوف اس کو نہ ہوگا۔ یا انسان اپنی بکریوں پر بھیڑیئے کا خوف کھائے گا باقی اور کسی قسم کا خوف نہ رہے گا۔ ایسا ضرور ہوگا مگر تم لوگ جلدی کرتے ہو۔

مسند بُریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ (۸- روایت)

"حضرت ابو بکرؓ کا صدیق ہونا اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا شہید ہونا"

امام احمدؒ نے حسین بن واقد سے روایت کی ہے وہ عبد اللہ بن بُریدہ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے، وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کوہِ حرا پر بیٹھے تھے اور آپ کی ساتھ ابو بکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ تھے ناگاہ پہاڑ نے جنبش کی تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حرا ٹھہر جا تجھ پر تو نبی یا صدیق یا دو شہید ہی ہیں۔

(۲) "حدیث قرون ثلاثہ"۔ امام احمدؒ نے عبد اللہ بن خولہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں حضرت بُریدہ اسلمی کے ساتھ کہیں جا رہا تھا اُنہوں نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ اس میں بہتر لوگ اُس زمانہ کے ہیں کہ جس میں میں مبعوث ہوا پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوں گے پھر ایسے لوگ ہوں گے

کہ جن کی شہادت ان کی قسموں سے سبقت کرے گی اور اُن کی قسمیں ان کی شہادت سے سبقت کرینگی۔

"حدیث امامت نماز"۔

(۳) امام احمدؒ نے عبد الملک بن عُمیر سے روایت کی ہے وہ ابن بُریدہ سے وُہ اپنے والد سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اے لوگو ابو بکر سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ اس پر حضرت عائشہ رضؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میرے والد ایک نرم دل آدمی ہیں شاید وہ نماز نہ پڑھا سکیں۔ کسی دوسرے کو حکم فرما دیجیے۔ پھر آپؐ نے فرمایا نہیں ابو بکرؓ سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اے عورتو تم حجت نہ کرو تم لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی ہم نشین عورتوں کے مثل ہو۔ پھر حضرت ابو بکر رضؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔

"مناقب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ"۔

(۴) امام احمدؒ نے حسین بن واقد سے روایت کی ہے وہ عبد اللہ بن بُریدہ سے روایت کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے میں نے اپنے والد سے سنا وہ کہتے تھے کہ ایک دن صبح کو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ کو طلب فرما کر اُن سے دریافت فرمایا کہ اے بلال کس عمل کے سبب تم مجھ سے پہلے جنت میں پہونچے۔ کیونکہ میں جب کبھی جنت میں گیا ہوں تو میں نے تمہارے جوتے کی آواز اپنے آگے سُنی۔ چنانچہ میں شب گزشتہ میں جنت کے اندر داخل ہوا تو بھی تمہارے جوتے کی آواز سُنی۔ پھر میں سیر کرتا ہوا ایک بڑے بلند محل تک پہونچا جو سونے سے بنا تھا میں نے دریافت کیا کہ یہ کس کا محل ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا ایک عربی شخص کا ہے۔ میں نے کہا میں بھی عربی ہوں۔ بتاؤ یہ کس کا محل ہے۔ فرشتوں نے کہا امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مسلمان شخص کا محل ہے۔ میں نے کہا محمدؐ تو میں ہوں پھر یہ محل کس کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ محل عمر بن خطاب کا ہے۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر اگر مجھے تمہاری غیرت کا خیال نہ آتا تو ضرور اُس محل میں جاتا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہؐ میں آپؐ کے تشریف لے جانے پر ہرگز غیرت نہ کرتا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت بلال سے دریافت فرمایا تھا کہ تم کس عمل کے سبب سے مجھ سے پہلے جنت میں پہونچے تو اس کے جواب میں انہوں نے کہا کہ جب میرا وضو نہیں رہتا تو فوراً میں وضو کر لیتا ہوں۔ اور وضو کر کے دو رکعت نفل پڑھتا ہوں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی سبب سے تم مجھ سے پہلے جنت میں پہونچتے ہو۔

(۵) اور امام احمد نے حسین سے انہوں نے عبد اللہ بن بریدہ سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ حضرت بُریدہ کہتے تھے کہ ایک حبشن لونڈی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی۔ آپؐ اُس زمانہ میں کسی جہاد سے واپس آئے تھے۔ اس لونڈی نے

ض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے منت مانی تھی کہ اگر اللہ آپ کو خیر سے مدینہ میں واپس
لا، تو میں آپ کے پاس دف بجاؤں گی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو نے منت مانی ہے تو خیر
د، بجا۔ اور اگر تو نے منت نہیں مانی تو نہ بجا۔ غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت
لونڈی دف بجانے لگی۔ اس درمیان میں حضرت ابو بکرؓ آئے اور وہ دف بجاتی رہی۔ اور
کے سوا اور لوگ بھی آئے وہ لونڈی دف بجاتی رہی۔ پھر حضرت عمرؓ آئے تو لونڈی نے
کو اپنی پیٹھ کے نیچے رکھ لیا اور وہ چادر سے منہ چھپائے بیٹھی تھی۔ اُس کی یہ حرکت دیکھ کر
ل خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر بے شک شیطان تم سے ڈرتا ہے۔ میں یہاں
تھا اور یہ لوگ بھی آئے مگر یہ لونڈی دف بجاتی رہی۔ پھر جب تم آئے تو اس نے کیا جو چھ
۔ یعنی تمہارے ڈر سے دف کو چھپالیا۔

مسند عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (۳۔ روایت)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ محدث ہیں ان کی رائے پر عمل کرنا چاہیئے"۔

ترمذی نے مشرح بن ہاعان سے روایت کی ہے وہ عقبہ بن عامر سے روایت کرتے تھے وہ کہتے
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو بیشک عمر بن خطاب ہوتے۔

"خدا کے وعدے جو خلفاء راشدین کے ہاتھوں پر ظاہر ہوئے"۔

امام احمد نے ابو الخیر سے انہوں نے عقبہ بن عامر جہنی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ایک روز رسول
لی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ سے برآمد ہوئے تو آپ نے شہداء احد پر نماز جنازہ پڑھی پھر آپ منبر پر تشریف لے
اور فرمایا۔ کہ اے لوگو میں قیامت کے دن تمہارا فرط ہوں گا۔ اور تم پر گواہ ہوں گا۔ اور قسم خدا کی میں اس وقت
حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا ہوئی ہیں اور قسم خدا کی مجھے تم سے یہ اندیشہ نہیں
کہ تم میرے بعد شرک میں مبتلا ہوگے۔ بلکہ مجھے یہی اندیشہ ہے کہ دنیا میں رغبت کروگے۔

اور امام احمد بروایت عمرو بن حارث نقل کرتے ہیں۔ وہ ابو علی سے وہ عقبہ بن عامر سے روایت
تے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے۔ عنقریب تم
لک و بلاد مفتوح ہو جائیں گے۔ اور اللہ عزوجل تمہاری کفایت کرے گا۔ پس کوئی تم میں سے تیر
ی کے مشق میں کوتاہی نہ کرے۔

مسند سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (۲۔ روایت)

"تعیین مدت خلافت سے خلفاء اربعہ کی خلافت کی دلیل"۔

ترمذی نے بروایت سعید بن جُمہان نقل کیا ہے وہ کہتے تھے مجھ سے حضرت سفینہ نے بیان کیا
کہتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خلافت میری امت میں تیس برس رہے گی

پھر اس کے بعد بادشاہت ہوگی۔ راوی کہتے ہیں مجھ سے حضرت سفینہ نے کہا کہ زمانہ خلافت حضرت ابوبکر کو پھر کہا کہ زمانہ خلافت حضرت عمر اور خلافت عثمان کو اس سے ملاؤ۔ پھر کہا کہ خلافت حضرت علی کی اس پر اضافہ کرو۔ چنانچہ ہم نے ان سب کے زمانہ کو ملاکر دیکھا تو تیس برس ہوئے۔ سعید کہتے ہیں پھر میں نے حضرت سفینہ سے کہا۔ بنی امیہ تو دعوے کرتے ہیں کہ خلافت ان میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ بنی زرقاء جھوٹے ہیں۔ اُن میں خلافت کہاں۔ بلکہ وہ بادشاہ اور برُے بادشاہ ہیں۔

"ترازو والے خواب سے خلفاء ثلثہ کی خلافت کی دلیل"۔

(۲) حاکم نے سعید بن جُمہان سے روایت کی ہے۔ وہ سفینہ مولیٰ حضرت ام سلمہ سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے۔ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت تھی۔ کہ جب آپ صبح نماز سے فارغ ہوتے تو اصحاب کی جانب متوجہ ہوکر اُن سے استفسار فرماتے کہ تم سے کسی نے شب کو کوئی خواب دیکھا ہے۔ چنانچہ ایک روز آپ کے استفسار پر ایک شخص نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک ترازو آسمان سے اُتاری گئی اس کے ایک پلہ میں آپ رکھے گئے۔ اور دوسرے میں حضرت ابوبکر تو آپ حضرت ابوبکر سے وزنی نکلے۔ پھر آپ پلہ سے اٹھائے گئے۔ اور حضرت ابوبکر اسی جگہ رہنے دیئے گئے بعد حضرت عمر بن خطاب لائے گئے۔ اور دوسرے پلہ میں رکھ کر تولے گئے تو حضرت ابوبکر وزنی نکلے۔ پھر حضرت ابوبکر اُٹھالئے گئے۔ اور حضرت عثمانؓ رکھے گئے۔ اور حضرت عمر کے ساتھ تولے گئے۔ تو حضرت عمر اُن سے وزنی رہے۔ بعد ازاں حضرت عمر پلہ سے اٹھالئے گئے وہ ترازو بھی اٹھ گئی۔ اس خواب کو سن کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ خلافت نبوت تیس برس رہے گی۔ پھر بادشاہت ہو جائے سعید بن جمہان کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سفینہ نے کہا۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت دو برس تو اور دس برس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت اور بارہ برس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت اور چھ برس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت یہ سب تیس برس ہوئے

مُسندِ عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ (۲- روایت)

"خلفاء راشدین کی سنتوں کا واجب الاتباع ہونا"۔

(۱) ابن ماجہ نے بروایت عبدالرحمٰن بن مہدی نقل کیا ہے وہ معاویہ بن صالح سے وہ ضمرہ بن حبیب سے وہ عبدالرحمٰن بن عمرو سُلمی سے روایت کرتے وہ کہتے تھے۔ میں نے عرباض بن ساریہ سے سُنا وہ کہتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمیں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ایسا وعظ سُنایا کہ اسے سن کر آنکھیں روئیں اور دلوں میں خوف الٰہی پیدا

نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ وعظ تو رخصت ہونے والے کی نصیحت معلوم ہوتی ہے آپ ہم کو کیا وصیت
تے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو ایسے صاف راستہ پر چھوڑا ہے کہ اُس کی رات مثل دن کے روشن
۔ اُس راستہ سے میرے بعد کوئی نہ ہٹے گا، مگر وہ شخص جو ہلاک ہونے والا ہے میرے بعد تم میں سے جو
ہ رہے گا وہ عنقریب بہت کچھ اختلاف دیکھے گا۔ پس تم اپنے اوپر لازم سمجھو میری سنت اور میرے
بت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت جو تم کو معلوم ہو اس کو دانت سے مضبوط پکڑو اور اپنے سردار کی
، اطاعت ضروری جانو اگرچہ تمہارا سردار ایک حقیر حبشی غلام ہو کیونکہ مومن احکام شریعت کے سامنے
ں پڑے ہوئے اونٹ کے مثل ہوتا ہے جس طرف چاہیں اُسے لے جائیں وہ ہر طرح مطیع ہے۔

اللہ کے وعدوں کا خلفاء راشدین کے ہاتھوں پر ظاہر ہونا۔

امام احمد نے بروایت اسماعیل بن عیاش نقل کیا ہے وہ ضمضم سے وہ شریح بن عبید سے روایت کرتے
ے وہ کہتے تھے کہ عرباض بن ساریہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس اکثر اوقات تشریف
لاتے تھے۔ ہم لوگ اُس وقت غریب اور نادار تھے۔ اور ہم لوگ جو تکیہ پہنے ہوتے تھے تو آپ فرماتے
ے کہ اگر تم واقف ہو جاؤ اس سے جو تمہارے لئے آخرت میں ذخیرہ رکھا گیا ہے تو تم کو دنیا کے عیش نہ ہونے
اور جو تمہیں نہیں دیا گیا ہے اس کے نہ ملنے کا ہرگز غم نہ ہو اور دنیا کے یہ تکالیف بھی سدا نہ رہیں گے بلکہ تمہارے لیے
، فارس اور روم کے بڑے بڑے ملک فتح ہو جائیں گے۔

مسند عبدالرحمٰن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

"شیخین کی رائے کا ثواب ہونا اور یہ کہ اُن کی رائے حجت شرعیہ ہے اور ان کی خدمت کی جانب اشارہ"

امام احمد بروایت عبدالحمید بن بہرام نقل کرتے ہیں وہ شہر بن حوشب سے وہ عبدالرحمٰن بن غنمؓ سے
بت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے فرمایا کہ اگر تم دونوں
ی مشورہ پر متفق ہو جاؤ گے تو میں تمہاری مخالفت نہ کروں گا۔

خلافت مہاجرین اولین کا حق ہے نہ طلقاء کا۔

ابو عمر نے استیعاب میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم نے حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابو درداءؓ پر
ست کی اور اُس وقت کا واقعہ ہے جب یہ دونوں حضرت معاویہ کی طرف سے قاصد بن کر حضرت علیؓ
، پاس گئے اور وہاں سے واپس ہو کر حمص میں عبدالرحمٰن کو ملے منجملہ اس تقریر کے جو حضرت عبدالرحمٰن نے
، دونوں سے کی تھی یہ بات بھی تھی کہ مجھے تم پر سخت حیرت اور تعجب ہے کہ کیونکر تم نے اپنے لئے جائز رکھا
حضرت معاویہ کا پیغام لے کر آئے اور حضرت علی کو اس بات کی ترغیب دیتے ہو کہ وہ خلافت کو شوریٰ
دیں حالانکہ اس امر کو تم خوب جانتے ہو کہ مہاجرین اور انصار اور اہل حجاز اور اہل عراق نے حضرت علی کے
ھ پر بیعت کرلی ہے اور بیشک جو حضرت علیؓ سے راضی ہوا وہ اس سے بہتر ہے جو اُن سے ناراض ہے اور جس
، ان سے بیعت کرلی وہ یقیناً اُس شخص سے بہتر ہے کہ جس نے ان سے بیعت نہیں کی اور حضرت معاویہ

کو شوریٰ میں کیا دخل ہے وہ تو طلقاء میں سے ہیں کہ جن کے لئے کسی طرح کا حق نہیں ہے اور حضرت معاویہ اور اُن کے باپ حضرت ابوسفیان کافروں کی جماعت کے سردار رہے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن کی اس گفتگوئے عتاب سے یہ دونوں حضرت علی کے پاس اپنے جانے پر نادم ہوئے اور حضرت عبدالرحمٰن کے روبرو دونوں نے توبہ کی۔

مُسند ابو اَروٰی دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱، روایت)

"شیخین کے خلافت کی دلیل اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کے وعدے جو نبی سے تھے اُن کے ہاتھوں پر ظاہر ہوں گے"

(۱) حاکم بروایت سُہیل بن ابی صالح اور محمد بن ابراہیم نقل کرتے ہیں وہ عبدالرحمٰن سے وہ ابی سلمہ رض بن عبدالرحمٰن سے وہ حضرت ابو اروٰی دوسی سے روایت کرتے تھے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا اتنے میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما آئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ سب تعریف اللہ کے لئے جس نے ان دونوں سے مجھے قوت دی۔

مُسند ابو اُمامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۔ روایت)

(۱) حاکم بروایت موسیٰ بن عمیر نقل کرتے ہیں وہ کہتے تھے میں نے مکحول سے سُنا اُن سے کسی شخص نے آیہ کریمہ فان اللہ ھو مولٰہ الآیۃ :۔ ترجمہ۔ پس تحقیق اللہ مولیٰ ہے نبی کا اور جبرئیل اور اچھے ایمان والے کا مطلب پوچھا تو انھوں نے کہا کہ مجھ سے ابو امامہ نے بیان کیا کہ اللہ نبی کا مولیٰ ہے اور جبرئیل ان کے مولیٰ ہیں۔ اور اچھے ایمان والے یعنی ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مُسند سالم بن عُبَید اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱، روایت)

"ان کی حدیث حضرت ابوبکر صدیق کی امامت نماز کے متعلق":۔

(۱) ابن ماجہ نے بروایت نبیط بن شریط سالم بن عبید سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مرض وفات میں بیہوش ہو گئے تو جب کسی قدر افاقہ ہوا۔ آپ نے پوچھا کہ نماز کا وقت آگیا لوگوں نے عرض کیا ہاں آپ نے فرمایا بلال رض سے کہہ دو کہ اذان دیں ابوبکر سے کہہ دو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں یہ فرما کر آپ پھر بے ہوش ہو گئے۔ جب کسی قدر افاقہ ہوا تو پھر فرمایا کیا نماز کا وقت آگیا۔ لوگوں نے کہا ہاں آگیا آپ نے فرمایا بلال سے کہہ دو کہ اذان دیں اور ابوبکر سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے والد نرم دل ہیں وہ جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو ضبط نہ کر سکیں گے۔ اگر آپ بجائے اُن کے دوسرے شخص کو حکم دیتے تو بہتر تھا اس درمیان میں پھر آپ پر غشی طاری ہوئی بعد اس کے جب افاقہ ہوا تو فرمایا کہ بلال سے کہہ دو کہ اذان دیں اور ابوبکر سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں اور اے عورتو تم تو حضرت یوسف علیہ السلام کی ہم نشین عورتوں کی طرح ہو راد ؟

ہے کہ پھر حضرت بلالؓ نے حکم نبوی پاکر اذان دی اور بموجب ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکرؓ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ ابھی نماز ہو رہی تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض میں افاقہ دیکھ کر فرمایا کہ کسی کو بلالو میں اس کے سہارے سے باہر جاؤں گا چنانچہ بریرہؓ اور ایک دوسرے شخص آئے اور آپ ان دونوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لائے جب حضرت ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو ارادہ کیا کہ جگہ سے پیچھے ہٹ جائیں اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے جگہ خالی کر دیں۔ آپ نے انہیں اشارے سے فرمایا کہ تم اپنی جگہ پر قائم رہو۔ پھر یہ فرما کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ حضرت ابوبکر نے نماز ختم کی اس کے بعد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔

مسند عرفجہ اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱، روایت)

"حدیث وزن" ابوعمر نے قطیبہ بن مالک سے انہوں نے عرفجہ اشجعی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ ہمیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ آج رات کو میں نے خواب دیکھا کہ میرے صحابہ وزن کئے گئے چنانچہ ابوبکر وزن کئے گئے وہ وزن میں لوگوں سے غالب رہے پھر عمر وزن کئے گئے وہ بھی غالب رہے پھر عثمان وزن کئے گئے تو وہ ہلکے رہے اور وہ ایک مرد صالح ہیں۔ اگرچہ وزن میں ہلکے ہیں۔

مسند عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ تعالےٰ عنہ (۱، روایت)

"ان کی یہ حدیث کہ اللہ نے اہل زمین پر نظر کی تو عرب وعجم سب کو ناپسند کیا"۔

امام مسلم نے عیاض بن حمار مجاشعی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ایک روز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خطبہ میں فرمایا اے لوگو آگاہ رہو کہ میرے پروردگار نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں سکھادوں جن سے تم ناواقف ہو اور وہ باتیں مجھے میرے خدا نے آج ہی تعلیم فرمائی ہیں۔ وہ باتیں یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جو مال میں اپنے بندے کو دیتا ہوں وہ حلال ہے اور میں نے اپنے سب بندوں کو شرک سے خالی پیدا کیا ہے۔ مگر ان کے پاس شیاطین آئے اور انہوں نے ان کو ان کے دین حق سے بہکا دیا۔ اور جو چیز کہ میں نے ان بندوں کے لئے حلال کی تھی شیطانوں نے اُسے ان پر حرام کر دیا اور شیاطین نے اُن بندوں کو حکم کیا کہ جس کی کوئی سند میں نے نہیں اتاری اُسے میرا شریک بنائیں۔ اور اللہ تعالےٰ نے اہل زمین پر نظر کی تو ان کے عرب وعجم کو یعنی سب کو ناپسند فرمایا۔ مگر کچھ باقی ماندہ اہل کتاب ایسے ہیں جو اللہ کو ناپسند نہیں ہیں۔ اور یہ بھی اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ اے محمدؐ میں نے تم کو اس لئے دنیا میں بھیجا ہے کہ تم کو آزماؤں اور تمہارے ذریعہ سے دوسروں کو آزماؤں۔ اور میں نے تم پر ایک ایسی کتاب اُتاری ہے کہ جسے پانی نہیں دھو سکتا جسے سوتے جاگتے پڑھتے رہتے ہو۔ اور اللہ نے مجھے یہ بھی حکم فرمایا میں اہل قریش کو جلا کر ہلاک

کر دوں پھر میں نے عرض کیا کہ خداوند اگر یہ قصد کروں گا۔ تو وہ لوگ میرا سر کچل ڈالیں گے۔ اللہ
فرمایا اچھا تو جس طرح انہوں نے تم کو مکہ سے نکال دیا ہے۔ تم بھی انہیں نکال دو اور تم اُن سے جہاد کر
تمہارے جہاد کا سامان درست کر دیں گے اور تم خرچ کرو ہم تم کو دیں گے۔ اور اُن پر لشکر بھیجو ہم ویسے
پانچ لشکر اُن پر بھیجیں گے اور تم اپنے فرماں برداروں کے ساتھ ہو کر اُن لوگوں سے لڑو جو تمہارے نا
ہیں تا آخر حدیث۔

مُسند ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱، روایت)

"حضور اکرم اور صحابہ کے درمیان ابوبکر صدیق کا مرتبہ"

(۱) امام احمد نے بروایت ابو عمران جونی ربیعہ اسلمی سے ایک حدیث طویل نقل کی ہے جس کے آخیر
یہ ہے کہ ربیعہ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مجھے ایک زمین عطا فرمائی۔ او
حضرت ابوبکر کو بھی ایک زمین اسی کے قریب عطا فرمائی۔ اس کے بعد دنیا کی کیفیت پیدا ہوئی اور
دونوں میں ایک آباد حصۂ زمین کے متعلق باہم اختلاف ہوا میں نے کہا کہ میری حد میں واقع ہے اور حضر
ابوبکر نے کہا نہیں وہ میری حد میں ہے اس پر میرے اور حضرت ابوبکر کے درمیان بحث بڑھ گئی اور حضر
ابوبکر نے مجھے آکر ایک ایسی بات کہی کہ جسے خود انہوں نے بُرا جانا۔ اور نادم ہوئے پھر مجھ سے کہا کہ اے
تم بھی مجھے ویسی ہی بات کہہ لو تا کہ بدلا ہو جائے میں نے کہا کہ میں تو نہ کہوں گا۔ پھر حضرت ابوبکر نے مجھ
کہا کہ تمہیں ضرور کہنا ہوگا۔ ورنہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تم پر اس کی بابت زور دلاؤں گا۔ میں
کہا کہ میں ہرگز وہ بات نہ کہوں گا۔ حضرت ربیعہ کہتے ہیں کہ پھر میں اپنی زمین پر ٹھہرا رہا۔ اور حضرت ابو
رضی اللہ عنہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوئے۔ اُن کے جانے کے بعد میں بھی اُن کے پ
روانہ ہوا مجھے چند اشخاص قبیلۂ اسلم کے ملے تو انہوں نے مجھ سے کہا حضرت ابوبکر پر خدا رحم فرمائے ہم حیران
کہ وہ کس بنا پر تمہاری شکایت کرنے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہے ہیں۔ حالانکہ خود ا
نے تم کو برا کہا ہے۔ میں نے اُن کو جواب دیا کہ تم جانتے ہو یہ شخص کون ہے۔ سنو یہ ابوبکر صدیق ہیں یہ ثانی اثنی
ہیں۔ اور یہ مسلمانوں کے بوڑھے اور بزرگ ہیں تم لوگ مجھ سے الگ رہو۔ مبادا وہ پیچھے پھر کر ادھر متوجہ ہو
نظر کریں اور تم کو دیکھیں کہ اُن کے مقابلے پر میری مدد کر رہے ہو اور اُن کو غصہ آجائے اور اسی حالت میں رس
خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچیں اور آپ ان کو غضب ناک دیکھ کر ان کے غصہ کی وجہ سے مجھ پر غض
ناک ہوں اور ان دونوں کے سبب سے اللہ عزوجل غضب فرمائے اور ربیعہ ہلاک ہو جائے۔ اُن لو
نے مجھ سے کہا تو اب تم ہم کو کیا حکم کرتے ہو میں نے کہا تم لوگ واپس جاؤ۔ اور میں تنہا خدمت نبوی میں
ہوں۔ حضرت ابوبکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے جاتے تھے اور میں بھی تنہا اُن کے پیچھے پیچھے
یہاں تک کہ حضرت ابوبکر خدمت نبوی میں پہونچے اور میں بھی اُن کے ساتھ تھا۔ پھر حضرت ابوبکر نے آ
کے سامنے سارا قصہ جو کچھ گذرا تھا بیان کیا پھر آپ نے سر مبارک اٹھا کر مجھ سے ارشاد فرمایا کہ اے ر

ے اور صدیق کے درمیان کیا نزاع ہے میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ "دراصل معاملہ تو" ایسا ہی تھا انہوں
ھے ایک ایسا ایک کلمہ کہا کہ جسے خود بُرا سمجھے پھر مجھ سے کہا کہ تم بھی وہی کلمہ میرے حق میں کہہ دو تاکہ بدلہ
ہ جائے میں نے ازراہ ادب اس سے انکار کیا۔ اس پر یہ ناخوش ہو کر آپ کے پاس آئے ہیں یہ سن کر رسول
لی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تمہارا کہنا درست ہے تم ان کو وہ کلمہ نہ کہو مگر اُن سے یہ کہہ دو کہ اے ابوبکر
تو بخش دے بموجب ارشاد نبوی میں نے کہا اے ابوبکر خدا آپ کو بخش دے حسن کہتے ہیں کہ پھر حضرت
ضی اللہ عنہ وہاں سے پھرے اور وہ فرطِ مسرت سے روتے تھے۔

مُسند ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ایک، روایت)

"ان کی حدیث اہل قریش کی خلافت میں"۔

امام احمدؒ نے سیّار بن سلامہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں اپنے والد کے ہمراہ حضرت ابو برزہ
کے پاس گیا انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سردار قریش سے ہیں سردار قریش
ب سردار قریش سے ہیں تمہارا حق اُن پر ہے اور اُن کا حق تم پر ہے تاوقتیکہ وہ تین کام کرتے رہیں۔
وہ حاکم بنائے جائیں عدل کریں اور جب اُن سے رحم طلب کیا جائے رحم کریں اور جب وعدے کریں
پورا کریں اور ان میں سے جو ایسا نہ کرے اس پر خدا کی لعنت اور فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت

مُسند عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲، روایت)

حضرت ابوبکر صدیق کے متقدم الاسلام ہونے کے متعلق ان کی حدیث"۔

امام احمدؒ نے بروایت سلیم بن عامر وغیرہ نقل کیا ہے وہ عمرو بن عبسہ سے روایت کرتے تھے وہ کہتے
بمقام بازار عکاظ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ
ر حق پر کون کون آپ کے تابع ہوا ہے آپ نے فرمایا۔ ایک آزاد اور ایک غلام۔ اس وقت آپ
اتھ حضرت ابوبکر اور حضرت بلال تھے۔ یہی دونوں اس وقت تک اسلام لائے تھے۔ پھر آپ نے
ے فرمایا کہ فی الحال تم اپنے گھر واپس جاؤ اور اپنے گھر میں رہو۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل اپنے رسول
رت اور شوکت عطا فرمائے۔

امام احمدؒ نے بروایت عبدالرحمٰن بن ابی عبدالرحمٰن نقل کیا ہے وہ حضرت عمرو بن
سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر
میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کے دین پر کون کون اشخاص آپ کے
ہیں آپ نے فرمایا کہ ایک آزاد اور ایک غلام یعنی ابوبکرؓ اور بلالؓ۔ اس کے بعد حضرت
بن عبسہ کہا کرتے تھے میں نے اپنے کو دیکھا کہ میں اسلام میں چوتھا شخص تھا۔

٭ ٭ ٭

مسند سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایک روایت)

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ان کا قول"

(۱) حاکم نے بروایت عمران بن خالد خزاعی بنانی نقل کیا ہے وہ حضرت انس بن مالک سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ آپ کے پاس حضرت سلمان آئے آپ نے اُن کی طرف تکیہ بڑھا دیا۔ تو حضرت سلمان نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ اے ابو عبد اللہ یہ جملہ اس وقت آپ نے کیوں کہا ہم سے بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ میں ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ اس وقت تکیہ لگائے تھے مجھے دیکھ کر آپ نے میری طرف تکیہ بڑھا دیا پھر مجھ سے فرمایا کہ سلمان اگر کوئی مسلمان کسی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے پھر وہ (یعنی صاحب خانہ) اس کی عزت کے لئے اس کی طرف تکیہ بڑھا دے تو اللہ اسے بخش دیتا ہے۔

مُسند ذی مخمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ایک روایت)

"ان کی حدیث خلافت قریش کے متعلق"

(۱) امام مسلم نے ابو حی سے نقل کیا ہے وہ حضرت ذی مخمر سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے یہ امر یعنی حکومت حمیر میں تھی پھر اللہ عزوجل نے اُن سے لے لیا اور کو قریش میں کر دیا اور عنقریب وہ وقت آئے گا کہ پھر انہیں میں لوٹ جائے گا۔

مُسند عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ (۳، روایت)

"ان کی حدیث خلافت راشدہ کے بیان میں"

(۱) امام مسلم نے عوف بن مالک اشجعی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام تمہارے وہ ہیں جن کو تم دوست رکھتے ہو اور وہ بھی تم کو دوست رکھتے ہوں اور تم ان کے لیے خیر کرتے رہتے ہو اور وہ تمہارے لئے دعا کرتے ہوں۔ اور بدترین امام تمہارے وہ ہیں کہ جن کو تم دشمن رکھتے وہ تم کو دشمن رکھتے ہوں اور وہ تم پر لعنت کرتے ہوں اور تم ان پر لعنت کرتے ہو۔ رادی کا بیان ہے کہ کہا۔ اے رسول خدا کیا اس وقت جبکہ یہ حالت ہو تو ہم ان کو چھوڑ دیں۔ آپ نے فرمایا خبردار ایسا نہ وقتیکہ وہ تم میں نماز کو قائم رکھیں۔ خبردار ایسا نہ کرنا تاوقتیکہ وہ تم میں نماز کو قائم رکھیں۔ خبردار رہو جس شخص حاکم ہو پس وہ اپنے حاکم کو دیکھے کہ کچھ بھی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے۔ تو اسے لازم ہے کہ جو نافرمانی خدا کی کرتا ہے اُسے بُرا جانے اور اس کی اطاعت سے اپنا ہاتھ نہ نکالے۔

(۲) اور ابو عمرو نے عبد الملک بن عمیر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے۔ مجھ سے ابو بردہ نے اور میرے

نے عوف بن مالک اشجعی سے روایت کر کے بیان کیا ہے کہ انہوں نے بعہد حضرت صدیق خواب میں دیکھا
کہ گویا سب لوگ جمع ہوئے ہیں اور ان میں ایک شخص ہے جو ان سب کا سردار ہے وہ ان سب سے
تین گز اونچا ہے۔ کہتے تھے میں نے خواب ہی میں پوچھا کہ یہ کون شخص ہے کسی نے کہا یہ عمر ہیں۔ میں نے کہا
یہ تین گز اونچے کیوں ہیں۔ لوگوں نے کہا اس وجہ سے کہ ان میں تین عادتیں سب سے فائق ہیں وہ اللہ کی
راہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے۔ وہ خلیفہ ہیں، اور خلیفہ سابق کے بنائے ہوئے
خلیفہ ہیں۔ وہ شہید ہیں اور شہید کئے جائیں گے پھر صبح کو عوف بن مالک حضرت ابوبکر کی خدمت میں گئے
اور یہ خواب ان سے بیان کیا انہوں نے حضرت عمر کو بلوا بھیجا تاکہ ان کو بشارت دیں۔ عوف بن مالک
کہتے تھے کہ پھر حضرت عمر آئے تو مجھ سے حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ اپنا خواب بیان کرو چنانچہ میں نے بیان
کرنا شروع کیا جب میں اس مقام پر پہونچا کہ وہ خلیفہ ہیں اور خلیفہ سابق کے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں تو
حضرت عمر نے مجھ کو ڈانٹا اور فرمایا کہ چپ رہو تم ایسی بات کہتے ہو اور ابوبکر زندہ ہیں عوف بن مالک کہتے
تھے کہ پھر جب عمر خلیفہ ہوئے تو میں شام میں گیا۔ اور حضرت عمر سے اس حال میں ملا کہ وہ اس وقت منبر
پر خطبہ پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے مجھے دیکھتے ہی اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ اپنا خواب جو تم نے دیکھا تھا
بیان کرو چنانچہ میں نے وہ خواب بیان کرنا شروع کیا۔ جب میں نے یہ بیان کیا کہ وہ اللہ کی راہ میں کسی
ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں ڈرتے تو حضرت عمر نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ اللہ مجھ ان لوگوں میں
کرے پھر میں نے کہا کہ وہ خلیفہ اور خلیفہ سابق کے بنائے ہوئے خلیفہ ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ بیشک مجھے
اللہ نے خلیفہ بنا دیا۔ اور تم خدا سے دعا مانگو کہ اس نے جس کام پر مجھے والی کیا ہے اس میں میری تائید کرتا رہے
پھر جب میں نے یہ بیان کیا کہ وہ شہید ہیں اور شہید کئے جائیں گے۔ فرمایا مجھے کیسے شہادت نصیب ہوگی
میں تو تم سب کے درمیان میں رہتا ہوں تم لوگ جہاد بھی کرتے ہو اور میں جہاد نہیں کرتا۔ پھر شہادت کی
امید کس طرح کر سکتا ہوں پھر فرمایا ہاں اگر اللہ چاہے تو یہ سعادت گھر بیٹھے ہی مجھے عنایت فرمائے۔

مسند عبد اللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ (۱، روایت)

"صحابہ کرام سے محبت رکھنے کے متعلق اُن کی حدیث"

(۱) امام احمدؒ نے عبد اللہ بن عبد الرحمٰن سے انہوں نے عبد اللہ بن مغفل مزنیؓ سے روایت کی ہے
کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو میرے اصحاب کو میرے بعد
ملامت کا نشانہ نہ بنانا جس نے اُن سے محبت رکھی اس نے میری ہی محبت کی وجہ سے
اُن سے محبت رکھی اور جس نے ان کے ساتھ بغض رکھا اس نے میرے ہی بغض کی وجہ سے
اُن سے بغض رکھا اور جس نے ان کے یعنی میرے صحابہ کو ایذا دی اس نے بیشک مجھے
ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو
عنقریب اس کو اللہ اپنے عذاب میں ماخوذ کرے گا۔

مسند ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، زوجۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (۲، روایات)

"حضرت عثمان کی فضیلت میں ان کی حدیث"

(۱) امام احمدؒ نے بروایت جریج ابو خالد سے اُنھوں نے عبداللہ بن سعید مزنی سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ مجھ سے حضرت حفصہ بنت عمرؓ نے بیان کیا وہ کہتی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز دونوں رانوں سے کپڑا ہٹائے بیٹھے تھے اتنے میں حضرت ابوبکرؓ تشریف لائے اور انھوں نے اندر آنے کی اجازت چاہی آپ نے ان کو اجازت دی اور وہ اندر آئے۔ آپ اسی طرح رانوں کو کھولے بیٹھے رہے پھر حضرت عمرؓ آئے اور اجازت آنے کی چاہی آپ نے ان کو بھی اجازت دی پھر دیگر اصحاب آئے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اسی ہیئت سے بیٹھے رہے حضرت عثمانؓ آئے اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کپڑا اٹھا کر اپنی رانوں پر ڈال لیا بعد اس کے صحابہ سے باتیں کرتے رہے پھر سب چلے گئے حضرت حفصہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ اور عمرؓ اور علیؓ اور دیگر صحابہ آپ کی خدمت میں آئے اور آپ اپنی ہیئت پر بیٹھے رہے اور اپنی رانوں کو نہیں چھپایا مگر جب عثمانؓ آئے تو آپ نے اپنی رانوں پر کپڑا ڈال لیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اس شخص سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔

"ان کی حدیث بشارت اہل بدر اور اہل حدیبیہ کے متعلق"

(۲) امام مسلمؒ نے حضرت حفصہ سے روایت کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ جو لوگ جنگ بدر اور صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے ہیں ان میں سے ایک بھی انشاء اللہ دوزخ میں نہ جائے گا۔ میں نے کہا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا اللہ نے قرآن میں یہ نہیں فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی ایسا نہیں کہ اس پر یعنی دوزخ پر نہ وارد ہو آپ نے فرمایا یہ تو ہے مگر کیا تم نے اس کے بعد والی آیت کو نہیں سنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے پھر ہم نجات دیں گے۔ ان لوگوں کو جو اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے اور ایک روایت اس طرح ہے کہ اصحاب شجرہ میں سے یعنی جنھوں نے درخت کے نیچے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے۔ کوئی شخص انشاء اللہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

مسانید انصار اصحابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

مُسند معاذ بن جبل، رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱، روایت)

مشکوٰۃ میں بروایت ابو عُبَیدہ اور معاذ بن جبل رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا یہ امر یعنی دین اسلام، نبوت اور رحمت ہو کر شروع ہوا ہے پھر خلافت اور رحمت ہو جائے گا پھر کاٹنے والی بادشاہت ہو جائے گی پھر جبر اور سرکشی اور زمین میں فساد بن جائے گا۔ اور ایسے لوگ ہوں گے کہ ریشمی کپڑوں کو اور شرم گاہوں کو اور شرابوں کو حلال کر لیں گے اور اس شرارت و ظلم پر بھی خدا کی جانب سے ان کو

رزق ا جائے گا اور من جانب اللہ اپنے مخالفوں پر نصرت پاتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اللہ سے ملیں گے
پھر وہ اپنے اعمال ناسزا کی سزا پائیں گے۔ اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔

مسند اُبَیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱، روایت)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ان کی حدیث"

(۱) کم نے بروایت یحییٰ بن سعید انہوں نے سعید بن مسیب سے اُنہوں نے حضرت ابی بن کعب سے
نقل ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے تھے۔ قیامت کے دن
سب سے پہلے جس شخص سے حق تعالیٰ معانقہ کرے گا۔ وہ عمر ہیں اور سب سے پہلے جس شخص سے حق تعالیٰ مصافحہ
کرے گا۔ وہ عمر ہیں اور سب سے پہلے فرشتے جس شخص کو ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے۔ وہ عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ ہیں

مُسند ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (۱، روایت)

(۱) ملکی فتوحات کے متعلق ان کی حدیث" حاکم نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے انہوں نے ابو ایوب انصاری
سے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں نے خواب میں سیاہ
بکریوں کے ایک گلہ کو دیکھا کہ جن میں کچھ کھبرے رنگ کی بکریاں آکر شامل ہوگئیں۔ پھر آپ نے حضرت ابوبکر سے
فرمایا اے ابوبکر تم اس کی تعبیر بیان کرو۔ حضرت ابوبکر نے کہا۔ اے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم وہ سیاہ بکریاں عرب
ہیں جو آپ کے تابع ہوں گے۔ پھر اُن کے بعد عجم آئیں گے۔ یہانتک کہ وہ عرب سے بڑھ جائیں گے۔ رسولِ خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعبیر سن کر فرمایا ایسی ہی تعبیر صبح کو فرشتے نے دی ہے۔

مُسند ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲، روایت)

ان کی حدیث تعریض خلافت شیخین کے متعلق"

(۲) کم نے سعید بن جُبیر سے انھوں نے ابو الدرداء سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم نے مختصر خطبہ دیا۔ جب آپ اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا
اے ابوبکر اب تم خطبہ دو۔ چنانچہ حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے اور اُنھوں نے خطبہ دیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کے خطبہ سے مختصر دیا۔ جب حضرت ابوبکر اپنے خطبہ سے فارغ ہوئے تو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
حضرت عمر سے فرمایا کہ اے عمر اب تم بھی خطبہ دو۔ حضرت عمر نے بھی خطبہ دیا۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے
خطبہ سے اور حضرت ابوبکر کے خطبہ سے مختصر خطبہ دیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جو مرتبہ تھا اس کے
متعلق ان کی حدیث امام بخاری نے بُسر بن عبید اللہ سے اُنہوں نے عائذ اللہ یعنی ابو ادریس سے انہوں نے

ابوالدرداء سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ اتنے میں
حضرت ابوبکر آتے ہوئے نظر آئے اس حالت سے کہ اپنی چادر کا کونہ پکڑے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ گھٹنے بھی کھل
گئے تھے۔ انکو اس ہیئت سے دیکھ کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا معلوم ہوتا
کہ تمہارے صاحب یعنی حضرت ابوبکر ابھی کسی سے لڑکر آرہے ہیں۔ غرضیکہ حضرت ابوبکر آگئے اور سلام کر کے
کہ میرے اور ابن خطاب یعنی حضرت عمر کے درمیان کچھ رنجش ہوگئی تھی مجھے جلدی سے اُن پر غصہ آگیا پھر
ہوا۔ اور اُن سے درخواست کی کہ میرا قصور معاف کردو۔ انھوں نے اس سے انکار کیا۔ لہذا اب میں آ
کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا اے ابوبکر خدا تمہیں بخش دے۔ راوی کا بیان ہے ک
حضرت عمر بھی نادم ہوئے اور حضرت ابوبکر کے مکان پر جاکر دریافت کیا کہ کیا یہاں حضرت ابوبکر ہیں گھر
نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر حضرت عمر اُن کے مکان سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اُن
دیکھتے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک غصہ سے متغیر ہوگیا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر ڈ
اور اپنے دونوں زانوؤں کے بل کھڑے ہوگئے اور بار بار کہا اے رسول خدا میں نے ہی ظلم کیا اور میری ہی طرف
زیادتی ہوئی۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مخاطب ہوکر فرمایا۔ اللہ نے مجھے تمہاری
بھیجا تو تم نے کہا تم جھوٹے ہو اور ابوبکر نے کہا آپ سچ کہتے ہیں اور اپنے جان و مال کے ساتھ میری غم خوا
اور مدد کی کیا تم میرے لئے میرے ساتھی اور میرے دوست سے تعرض کرنے کو ترک کرتے ہو یا نہیں یہ
آپ نے دو بار فرمایا۔ پھر اس کے بعد حضرت ابوبکر کو کسی نے کوئی ایذا دینے والی بات نہیں کہی۔

مُسند اُسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲، روایت)

"ان کی حدیث حضرت ابوبکر کی فضیلت میں صحابہ کرام کے نزدیک"

(۱) امام بخاری نے امام مالک سے اُنہوں نے عبدالرحمن بن قاسم سے اُنہوں نے اپنے والد
انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے آیت تیمم کے نازل ہونے کے قصہ میں روایت کی ہے جس میں
ہے کہ پھر اسید بن حضیر نے کہا اے آل ابوبکر یہ یعنی تیمم کا مشروع ہوتا تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ بلکہ ا
کی صدہا برکتیں تمہاری ذات سے ہمیشہ ہوتی رہی ہیں۔

"ان کا یہ قول کہ مفضول کو افضل پر ترجیح حضرت عمر کے بعد ہوگی"۔

(۲) ابو یعلیٰ نے بروایت محمود بن لبید ابن شُفیع سے نقل کیا ہے اور وہ طبیب تھے وہ اسید بن ح
سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرما
عنقریب تم لوگ میرے بعد دیکھو گے کہ تم پر دوسروں کو ترجیح دی گئی اسید بن حضیر کہتے ہیں کہ حضرت ع
خطاب نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ایک مرتبہ لوگوں کو حُلے تقسیم کئے۔ چنانچہ ایک حُلہ میرے پا
بھیجا وہ میرے جسم پر چھوٹا ہوا لہذا میں نے اپنے دو بیٹوں کو دے دیا پھر ایک روز میں نماز پڑھ رہا تھ
پاس سے ایک جوان قریشی گذرا اور اس کے جسم پر ایک حُلہ اسی قسم کے حُلوں میں سے تھا۔ جیسا

[حضر]ت عمر نے بھیجا تھا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا یاد کیا کہ عنقریب تم اپنے اوپر ترجیح دیکھا نا
[پاؤ]گے پھر میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ وہ جوان مجھ سے یہ سن کر حضرت عمر کے پاس پہنچا
[او]ر ان کو اس حال سے خبر دی یہ سنتے ہی حضرت عمر تشریف لائے۔ میں ابھی نماز پڑھ رہا تھا۔ انہوں نے
[کہا] اے اسید نماز پوری کر لو پھر جب میں نماز پڑھ چکا تو حضرت عمر نے فرمایا تم نے ابھی اس جوان سے کیا کہا
[میں] نے ان سے سارا حال بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے یہ حلہ جو یہ جوان پہنے ہے اسے نہیں دیا بلکہ یہ
فلاں شخص کو بھیجا تھا جو جنگ بدر اور احد اور بیعت عقبہ میں شریک ہوئے تھے۔ مگر اس جوان نے ہس
[ک]و ان سے خرید لیا ہے اور پہنے ہوئے ہے۔ کیا تم نے گمان کیا کہ یہ بات یعنی مفضول کو افضل پر ترجیح
میرے زمانہ میں ہوگی۔ میں نے کہا قسم خدا کی اے امیر المؤمنین مجھے تو یہی خیال تھا کہ یہ ترجیح آپ
[کے] زمانہ میں نہ ہوگی ولیکن اس جوان کو یہ حلہ پہنے ہوئے دیکھ کر مجھے تعجب ضرور ہوا۔

مسند زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (۱، روایت)

"ان کا یہ قول کہ مہاجرین سب سے زیادہ مستحق خلافت ہیں"۔

(۱) حاکم بروایت وہیب نقل کرتے ہیں وہ داؤد بن ابی ہند سے وہ ابو نضرہ سے وہ ابو سعید خدری سے
[روا]یت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ جب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو انصار کے خطیب
[کھ]ڑے ہوئے اور ایک شخص نے ان میں سے کہا کہ اے گروہ مہاجرین رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب
[تم] میں سے کسی کو عامل بناتے تھے۔ تو اس کے ساتھ ہم میں سے بھی کسی کو اس کے ساتھ کر دیا کرتے تھے
[تاکہ] دونوں مل کر کام کریں۔ لہٰذا اس وقت بھی ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ اس کام یعنی خلافت کے دو شخص
[متولی] ہوں ایک تم میں سے اور دوسرا ہم میں سے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر انصار کے اور خطیبوں نے بھی
[اس]ی بات کو بیان کیا۔ اور اسی پر زور دیا کہ دو شخص خلیفہ بنائے جائیں۔ پھر حضرت زید بن ثابت انصاری
[خط]بہ دینے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے۔ اس لئے خلیفہ
[مہ]اجرین ہی میں سے ہوگا۔ اور ہم سب اس کے انصار و مددگار رہیں گے۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
[وس]لم کے انصار تھے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے گروہ انصار اللہ
[تم]ہیں جزائے خیر دے اور تمہارے اس کہنے والے کو ثابت قدم رکھے۔ پھر فرمایا اگر تم اس رائے اخیر کے سوائے
[دو]سری رائے تجویز کرتے تو ہم ہرگز تم سے صلح نہ کرتے۔ پھر حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ
کر کہا کہ اے انصار یہ تمہارے خلیفہ ہیں ان سے بیعت کرو۔ ان کے کہنے سے سب لوگ حضرت ابوبکر کی
[ط]رف بڑھے۔ پھر جب حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھے تو حاضرین میں بغور نظر کی مگر حضرت علی کو نہ پایا ان کے متعلق
[لو]گوں سے دریافت کیا پھر کچھ لوگ انصار میں سے اٹھے اور حضرت علی کو لے آئے۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا
[ا]ے ابن عم و داماد رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق ڈالو حضرت
علی نے جواب دیا اے خلیفہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ مجھے ملامت نہ کریں۔ میرا یہ مقصود نہیں ہے

پھر انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کرلی پھر حضرت ابوبکرؓ نے حضرت زبیرؓ کو نہ دیکھا۔ ان کے متعلق بھی لوگ
سے دریافت کیا یہاں تک کہ کچھ لوگ اُن کو بھی لے آئے حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اے ابن عم وحواری رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم چاہتے ہو کہ مسلمانوں کی جماعت میں تفریق ڈالو۔ حضرت زبیرؓ نے جواب دیا اے خلیفہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے ملامت نہ کریں۔ میں مسلمانوں میں تفریق ڈالنا نہیں چاہتا یہ کہہ کر
انھوں نے بھی حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کرلی۔ الغرض دونوں نے حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کرلی۔ یہ حدیث
حسب شرط امام مسلم صحیح ہے مگر امام بخاری اور امام مسلم نے اس حدیث کو صحیحین میں درج نہیں کیا

مسند زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ۔ (۱۔ روایت)

"ان کا اپنی وفات کے بعد خلفائے ثلثہ کے فضائل بیان کرنا"۔

(۱) ابو عمرؓ نے بروایت سلیمان بن بلال کے یحییٰ بن سعید بن مسیب سے نقل کیا ہے کہ زید بن خارجہ
حارثی، خزرجی نے عہد خلافت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ میں وفات پائی تو ان کو ایک چادر
اڑھادی گئی۔ پھر لوگوں نے اُن کے سینہ سے کچھ آواز مثل گھنٹے کے سنی اس کے بعد وہ بولے اور انہوں نے کہا
احمد احمد اگلی کتاب میں اسی نام سے مذکور ہیں۔ سچ کہا سچ کہا۔ ابوبکر صدیق وہ اپنے کام میں ضعیف ہیں خدا
کے کام میں قوی ہیں۔ اگلی کتاب میں اسی وصف کے ساتھ مذکور ہیں سچ کہا، سچ کہا۔ عمر بن خطاب قوی
امانت دار اگلی کتاب میں اسی وصف کے ساتھ مذکور ہیں۔ سچ کہا سچ کہا عثمان بن عفان انہیں کے طریقہ
پر ہیں۔ چار برس گذر گئے اور دو برس باقی ہیں فتنے آپہونچے اور قوی نے ضعیف کو کھالیا۔ اور قیامت قائم ہو
اور عنقریب تمہارے پاس چاہ اریس کی خبر آئے گی اور تمہیں کیا خبر ہے کہ کیا ہے چاہ اریس یحییٰ بن سعید
کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب نے کہا پھر ایک شخص نے قبیلۂ بنی خطمہ سے وفات پائی وفات کے بعد اس
کے جسم پر چادر ڈال دی گئی تو لوگوں نے اُن کے سینہ سے آواز مثل گھنٹے کے سُنی پھر اُنھوں نے کلام کیا اور
کہا کہ بنی حارث بن خزرج کے بھائی یعنی زید بن خارجہ نے سچ کہا سچ کہا۔ ابو عمرؓ کہتے ہیں اس شخص کی وفات
حضرت عثمان کی خلافت میں ہوئی ہے اور ایسا ہی واقعہ ربعی بن خراش کے بھائی کا بھی پیش آیا تھا۔

مسند رفاعہ بن رافع زُرقی رضی اللہ عنہ۔ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث اہل بدر کی فضیلت میں"۔

(۱) بخاریؒ نے رفاعہ بن رافع سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے۔ جبرئیل نبی صلے اللہ علیہ وسلم
کے پاس آئے۔ اور اُنھوں نے پوچھا کہ آپ اہل بدر کو اپنے گروہ میں کیسا سمجھتے ہیں حضور
نے فرمایا سب مسلمانوں سے افضل یا اور کوئی ایسا ہی کلمہ فرمایا۔ حضرت جبرائیل
علیہ السلام نے کہا، کہ جس قدر فرشتے بدر میں شریک تھے ان کو بھی ہم اسی طرح
اپنے گروہ میں افضل سمجھتے ہیں۔

مسند رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ (۱ روایت)

"ان کی حدیث اہل بدر کی فضیلت میں"۔ ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ نے بروایت سفیان یحییٰ بن سعید سے انہوں
ن کے دادا رافع بن خدیج سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے۔ حضرت جبریل یا کوئی دوسرا فرشتہ نبی صلے
لیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ اپنے صحابہ سے پوچھئے کہ تم اُن لوگوں کو جو جنگ بدر میں شریک
ے ہیں اپنے گروہ میں کیسا سمجھتے ہو۔ سب نے جواب دیا ہم اُن کو سب سے بہتر سمجھتے ہیں۔ حضرت جبریل
ں فرشتہ نے کہا۔ اسی طرح جو فرشتے جنگ بدر میں مسلمانوں کے ساتھ شریک تھے۔ ان کو ہم سب
ں سے بہتر سمجھتے ہیں

مُسند ابو سعید بن معلّیٰ رضی اللہ عنہ (۱ روایت)

"ان کی حدیث اس خطبہ کے متعلق جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
کے مناقب میں پڑھا تھا"۔ ترمذی نے عبدالملک بن عمیر سے انہوں نے ابن معلیٰ سے روایت کی ہے
ے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ پڑھا۔ اس میں فرمایا کہ ایک نیک مرد کو اس
پروردگار نے اختیار دیا ہے کہ وہ جب تک چاہے دنیا میں رہے اور جو کچھ دنیا کی نعمتوں سے چاہے کھا
اپنے پروردگار کی ملاقات کو پسند کرے تو اُس نیک مرد نے اپنے پروردگار کی ملاقات کو پسند کیا راوی
ہیں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رونے لگے تو اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کیا تم اس شیخ یعنی حضرت
کے حال سے تعجب نہیں کرتے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہی فرمایا تھا کہ ایک نیک مرد کو اُس
پروردگار نے اختیار دیا ہے کہ چاہے دنیا میں رہے چاہے اپنے پروردگار سے ملے تو اس نے اپنے پروردگار
ملاقات کو اختیار کیا۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر بعد وفات حضرت کے
ب کو معلوم ہوگیا کہ ابوبکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے کو سب سے زیادہ سمجھتے تھے اور انہوں
ہا ہم لوگ اپنے باپ دادا اور اپنے مال کو آپ پر فدا کرتے ہیں۔ آپ ایسا قصد نہ فرمائیں۔ پھر رسول
لی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی صحبت اور اپنے مال میں ابن ابی قحافہ سے زیادہ ہم پر احسان کرنے والا کوئی
ہے اور اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابن ابی قحافہ کو خلیل بناتا لیکن محبت اور ایمان کی برادری اُن
ساتھ ہے یہ کلمہ آپ نے دو بار یا تین بار فرمایا اور فرمایا تمہارا صاحب اللہ کا خلیل ہے۔

مسند براء بن عازب رضی اللہ عنہ (۱ روایت)

اُن کی حدیث فتوح ممالک کے متعلق" ابویعلیٰ نے ابو عبداللہ یعنی میمون سے انہوں نے براء بن عازب
روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احزاب میں مدینہ منورہ کے گرد خندق
نے کا حکم دیا چنانچہ ہم لوگ خندق کھودنے میں مصروف ہوئے۔ ہم خندق کھود رہے تھے۔ کہ ایک بڑا

پتھر ایسا سخت نکل آیا کہ جس پر کدال اثر نہ کرتی تھی ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت
کی۔ آپ نے کدال لی میمون کہتے ہیں مجھے خیال ہوتا ہے کہ براء نے کہا۔ اور آپ نے اپنے کپڑے اتارے پھر
بسم اللہ کہہ کر پتھر پر کدال کو مارا جس سے ایک تہائی پتھر ٹوٹ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام
کی کنجیاں عنایت ہوئیں میں شام کے سرخ محل یہاں سے دیکھ رہا ہوں۔ پھر بسم اللہ کہہ کر آپ نے دوسری مرتبہ
کدال ماری جس سے دو تہائی پتھر ٹوٹ گیا اور آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے فارس کی کنجیاں عنایت ہوئیں خدا
کی قسم میں یہاں سے فارس کے سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے تیسری مرتبہ بسم اللہ کہہ کر کدال ماری
اور باقی پتھر ٹوٹ گیا اور فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں عنایت ہوئیں قسم خدا کی میں یہاں سے صنعاء کے
دروازے دیکھ رہا ہوں۔

مسند ام حرام انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۱۔ روایت)

"ان کی حدیث غزوہ بحر کے وعدے کے بیان میں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔"
(۱) امام بخاری نے خالد بن معدان سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ عمیر بن اسود عنسی نے ان سے بیان کیا
وہ کہتے تھے کہ میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ اور وہ ساحل حمص پر اپنے مکان میں رہتے
تھے اور ان کے ہمراہ ام حرام تھیں۔ عمیر کہتے ہیں کہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے میری امت کا پہلا لشکر جو دریا میں جہاد کرے گا۔ وہ جنت کا مستحق ہو گیا۔ ام
حرام کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں ان میں ہوں گی۔ آپ نے فرمایا تم ان
میں ہو گی ام حرام کہتی ہیں پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا پہلا لشکر جو کہ قیصر کے شہر میں جہاد کرے گا
وہ سب بخشے گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا اے رسول خدا میں ان میں ہوں آپ نے فرمایا نہیں۔ تم ان میں نہیں۔

مسند سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ (۲ روایتیں)

"ان کی حدیث حضرت ابوبکر کی صدیقیت اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کی شہادت کے اثبات میں"
(۱) ابو یعلیٰ نے عبد الرزاق سے انہوں نے معمر سے انہوں نے ابو حازم سے انہوں نے سہل بن سعد سے
روایت کی ہے۔ کہ کوہ احد ہلنے لگا۔ اور اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر و عثمان تھے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے احد ٹھہر جا تیرے اوپر صرف ایک نبی ہیں اور ایک صدیق اور
دو شہید ہیں۔

"ان کی حدیث حضرت ابوبکر کی منزلت کے بیان میں جو ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تھی"
(۲) ابو یعلیٰ نے حماد بن زید سے انہوں نے ابو حازم سے انہوں نے سہل بن سعد سے روایت کی ہے
کہتے تھے کہ قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے درمیان کچھ لڑائی ہوئی تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم ان میں صلح کرانے کو
ان کے پاس تشریف لے گئے۔ اور آپ مدینہ سے ظہر پڑھ کر گئے تھے۔ اور بلال کو یہ حکم دیا تھا کہ اگر عصر کا

...ر میں نہ آؤں تو ابوبکر سے کہنا کہ وہ نماز پڑھائیں۔ جب عصر کا وقت آیا۔ بلال نے اذان دی اور اقامت
...حضرت ابوبکر سے کہا کہ اے ابوبکر آپ امامت کیجئے۔ حضرت ابوبکر نے امامت کی ابھی نماز ہو رہی تھی
...خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور صفوں کو چیر کر آگے بڑھے۔ جب لوگوں کی نظر آپ پر پڑی۔ تو
...نے تالی بجانا شروع کی تاکہ حضرت ابوبکر کو آپ کا تشریف لانا معلوم ہو جائے۔ اور حضرت ابوبکر جب
...مصروف ہوتے تو کسی طرف التفات نہ کرتے جب کہ انہوں نے دیکھا کہ تالی بجانا موقوف نہیں ہوتا
...ت ہوئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے کھڑا ہوا دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو اشارے
...لہ نماز پوری کر لو۔ اور اپنی جگہ سے نہ ہٹو۔ حضرت ابوبکر کچھ دیر ٹھہرے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے
...نے پر کہ نماز پوری کرو اللہ کی حمد کرتے رہے۔ پھر حضرت ابوبکر الٹے پیروں پیچھے ہٹ آئے رسول خدا
...علیہ وسلم یہ دیکھ کر آگے بڑھے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ پھر نماز پوری کر کے آپ نے فرمایا اے ابوبکر جبکہ
...شارہ سے تم کو حکم دے دیا تھا کہ نماز پوری کرو تو پھر تم نے کیوں نہ نماز پوری کی حضرت ابوبکر نے جواب دیا
...تحافہ کو یہ زیبا نہ تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا امام بنے۔ پھر آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جب تمہیں
...واقعہ پیش آئے تو مرد اپنی جماعت میں سبحان اللہ کہیں اور عورتیں اپنی جماعت میں تالی بجائیں

مسند نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

...ن کی حدیث قرون ثلثہ کے بیان میں"۔ امام احمد نے بروایت عاصم بن بہدلہ خیثمہ اور شعبی سے انہوں
...ن بن بشیر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بہتر لوگوں میں میرے
...وگ ہیں۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد ہوں گے۔ پھر ایسے لوگ آئیں
...ن کی قسمیں اُن کی گواہی سے اور اُن کی گواہی ان کی قسموں سے سبقت کرے گی۔

مُسند عُویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

...ن کی حدیث صحابہ کو بُرا کہنے کی ممانعت میں اور صحابہ کی فضیلت کے بیان میں"۔ حاکم نے بروایت
...ن بن سالم بن عبدالرحمٰن بن عویم بن ساعدہ ان کے والد سے انہوں نے ان کے دادا سے انہوں نے عویم بن ساعدہ
...یا ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے پسند کیا اور میرے لئے میرے
...کو منتخب فرمایا پھر اُن میں سے بعض کو میرا وزیر اور بعض کو میرا انصار اور بعض کو میرا سسرالی رشتہ دار بنا دیا لہذا
...صحابہ کو برا کہے اس پر خدا کی اور اُس کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہے اس کی قیامت کے دن
...ں یا فرض عبادت نہ قبول نہ ہوگی۔

مسند شدّاد بن اوس رضی اللہ عنہ۔ (۱۔ روایت)

...ن کی حدیث فتوح ممالک کے متعلق ہے۔ امام احمد نے عبدالرزاق سے انہوں نے معمر سے انہوں نے

ایوب سے انھوں نے ابوالاشعث سے انہوں نے ابو اسماء رحبی سے انہوں نے شداد بن اوس سے روا
کی ہے وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ عزوجل نے میرے لئے ساری زمین لپیٹ دی یہاں
کہ میں نے اس کے مشارق اور مغارب کو دیکھا اور اس کی تعبیر میں یہ سمجھتا ہوں کہ میری امت کی حکومت
مقام تک پہونچے گی جہاں تک زمین میرے لئے لپیٹی گئی اور مجھے دو خزانے سفید اور سرخ عطا کئے گئے
میں نے اپنے پروردگار عزوجل سے دعا کی کہ میری امت کو عام قحط میں مبتلا کر کے نہ ہلاک کرے اور یہ بھی
کی کہ کسی غیر قوم کے دشمن کو اُن پر مسلط نہ فرمائے تاکہ وہ ان کو ہلاک کرے اور یہ بھی دعا کی کہ ان میں اختلا
نہ پیدا کر اور وہ باہم جنگ و خونریزی نہ کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں جب کوئی حکم
ہوں تو وہ کسی طرح ٹل نہیں سکتا اور میں نے تمہاری امت کے لئے یہ بات تو تمہاری دعا کی برکت
عطا کی ہے کہ انہیں عام قحط میں مبتلا کر کے نہ ہلاک کروں گا اور نہ غیر قوم کے دشمن کو اُن پر مسلط کروں گا۔ کہ
ان کو بالکل ہلاک کر دے۔ مگر تمہاری امت کے لوگ آپس میں خونریزی کریں گے۔ اور ایک دوسرے
کریں گے۔ راوی کا بیان ہے۔ اور نبی صلی اللہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنی امت کے حق میں اُن کے گمراہ کرنے و
سرداروں کے سوا اور کچھ خوف نہیں پھر جب میری امت میں تلوار رکھ دی جائے گی۔ یعنی اُن میں باہم شم
بازی شروع ہو جائے گی تو پھر قیامت تک اُن سے نہ اٹھائی جائے گی۔

مسند حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (۳۔ روایت)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف میں ان کے اشعار۔

(۱) حاکم نے بروایت غالب بن عبداللہ ان کے والد سے انھوں نے اُن کے دادا حبیب بن حبیب سے
کیا ہے وہ کہتے تھے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا جبکہ آپ نے حضرت حس
بن ثابت سے ارشاد فرمایا۔ کیا تم نے ابوبکر کی تعریف میں کچھ اشعار کہے ہیں تو مجھے بھی سناؤ۔ حضرت حسا
جواب دیا "ہاں" میں نے کچھ اشعار کہے ہیں وہ یہ ہیں۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدو به اذ صعد الجبلا
وکان حب رسول اللہ قد علموا
من الخلائق لم یعدل به بدلا

ترجمہ: حضرت صدیق غار شریف میں رسول خدا کے
ثانی اثنین تھے۔ جب حضرت صدیق اور رسول خدا
اللہ علیہ وسلم دونوں پہاڑ پر چڑھے۔ اور غار میں مخفی ہو
دشمنوں نے غار کو گھیر لیا۔ وہ یعنی حضرت صدیق رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہیں۔ اس بات کو سب
ہیں اور حضرت نے کسی مخلوق کو ان کے برابر نہیں سمجھا

سن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا۔
(۲) اور حاکم نے بروایت مجالد بن سعید نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ کسی نے شعبی سے سوال کیا سب سے
کون اسلام لایا۔ انھوں نے جواب دیا کیا تم نے حسان کا قول نہیں سنا وہ کہتے ہیں۔

(اشعار عربی)

اذ ذکرتَ شجوًا من اخی ثقۃ ٭
فـ ـرا خاك ابا بكر بما فعلا ٭
خـ ـالبريةَ اتقَاها واعدلها ٭
...النبيّ واوفاها بما حملا ٭
...انی التالی المحمود مشهدُہ ٭
و...ل النّاس منهم صَدّق الرُّسُلا ٭

(ترجمہ اشعار) اے مخاطب تو کسی ثقہ یعنی معتبر شخص کا غم یاد کرے تو اپنے بھائی ابوبکر کو اُن کے کام کے سبب سے یاد کرلیا کر۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہتر اور سب سے زیادہ پرہیزگار اور سب سے زیادہ عدل کرنے والے تھے۔ اور بار خلافت کے اٹھانے میں سب سے کامل تھے۔ مصداق ثانی اثنین شریعت کے تبع تھے۔ ان کی کارگزاری عمدہ ہے اور لوگوں میں سب سے اول خدا کے رسولوں کی انہوں نے تصدیق کی تھی"۔

اور ابو عمر نے بروایت ابوبکرؓ بن ابی شیبہ نقل کیا ہے وہ کہتے تھے ہم سے ہمارے ایک استاد نے بیان کیا ہے۔ وہ کہتے تھے ہم سے مجالد شعبی سے روایت کرکے بیان کرتے تھے وہ کہتے تھے میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا یا کسی اور شخص نے اُن سے پوچھا کہ لوگوں میں سب سے اول کون اسلام لایا تو اُنہوں نے جواب دیا کیا تم نے حسّان بن ثابت کا قول نہیں سُنا وہ کہتے ہیں: ترجمہ اشعار

"جب تم کسی ثقہ یعنی معتبر شخص کا غم یاد کرو تو اپنے بھائی ابوبکرؓ کو اُن کے کام کے سبب سے یاد کرلیا کرو کیونکہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین خلق سب سے زیادہ پرہیزگار سب سے زیادہ عدل کرنے والے تھے۔ اور بار خلافت کے اُٹھانے میں سب سے کامل تھے۔ وہ مصداق ثانی اثنین شریعت کے تبع تھے۔ اُن کی کارگزاری عُمدہ تھی اور لوگوں میں سب سے پہلے خدا کے رسولوں کی تصدیق اُنہوں نے کی تھی"۔

ابو عمر کہتے ہیں مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حسّان سے فرمایا کیا تم نے ابوبکر کی تعریف میں شعر کہے ہیں؟ اُنہوں نے عرض کیا ہاں! اور یہ اشعار مرقومہ بالا پڑھے۔ اور اُن میں ایک چوتھا شعر بھی تھا جو یہ ہے۔ ترجمہ شعر:

"اور غار شریف میں حضرت صدیق ثانی اثنین تھے۔ اور جب دونوں پہاڑ پر چڑھے اور غار میں جاکر چھپے تو غار کو دشمنوں نے گھیر لیا"۔

یہ اشعار سُن کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور فرمایا اے حسّان تم نے اچھے شعر کہے ہیں۔ ایک روایت میں پانچواں شعر بھی منقول ہے۔ وہ شعر یہ ہے:

...ن حبّ رسول الله قد علموا ٭
...البرية لم يعدل به رجلا ٭

(ترجمہ) اور حضرت صدیق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے اور اُسے سب جانتے ہیں۔ کہ وہ بہترین خلق تھے۔ آنحضرتؐ نے ان کی برابر کسی کو نہیں کیا"۔

مسند ابو الہیثم بن تیہان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۔ روایت)

"ابوعمر کہتے ہیں کہ منجملہ اشعار منقبت حضرت ابوبکرؓ ابوالہیثم بن تیہان کا یہ قول ہے"۔

وانی لارجو ان یقوم بامرنا ؛ ویحفظہ الصدیق والمرء من عدی ؛
اولاك خیار الحی فہر ابن مالك ؛ وانصار ھذا الدین من کل معتدی ؛

(ترجمہ اشعار) اور میں امید کرتا ہوں کہ حضرت صدیق او ایک شخص قبیلہ عدی سے یعنی حضرت عمرؓ ہماری کو کے کام پر قائم ہوں اور اس کی حفاظت کریں۔ یہ لوگ خاندان فہر بن مالک میں اشراف لعد معزز ہیں اور ہر سرکش، حد سے بڑھنے والے کے ہاتھ سے اس دین کے مددگار ہیں"۔

مسند کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ۔ (ا۔ روایت)

"ان کی حدیث اس بارے میں کہ حضرت عثمانؓ حق پر تھے"۔

(۱) امام احمدؒ نے بروایت مطر وراق ابن سیرین سے انہوں نے کعب بن عجرہ سے نقل کیا ہے۔ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور اس کا واقع ہونا قریب بیان فرمایا اس کا بڑا ہونا ظاہر فرمایا راوی کا بیان ہے کہ پھر ایک شخص چادر سے سر چھپائے ادھر سے نکلے تو آ فرمایا کہ یہ شخص اس دن حق پر ہوگا۔ کعب بن عجرہ کہتے ہیں پھر میں جلدی سے یا دوڑ کر چلا اور اس جا والے کے بازو پکڑ کر اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھلا کر عرض کیا اے رسول خداؐ کیا یہی شخص ہ فرمایا یہی ہیں۔ پھر ہم نے دیکھا تو وہ حضرت عثمان بن عفان تھے۔

مسانید دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

مسند جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۔ روایت)

(۱) امام بخاریؒ وغیرہ نے جابر بن سمرۃ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خد صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے یہ دین اسلام قایم رہے گا یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

(۲) اور امام احمدؒ نے عامر بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے ا غلام کے ہاتھ جابر بن سمرہ کے پاس ایک خط لکھ کر روانہ کیا۔ اس میں میں نے لکھا تھا کہ کوئی حدیث آپ نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہو مجھ سے بیان کیجیے انہوں نے مجھے لکھا کہ میں نے رسو صلعم سے جمعہ کے دن یعنی جس دن ماعز اسلمی زنا کی حد میں سنگسار کیے گئے اس کے دوسرے وقت کہ آپ نے فرمایا یہ دین اسلام ہمیشہ قائم رہے گا۔ یہاں تک کہ تم پر بارہ خلیفہ ہوں گے اور وہ قریش سے ہوں گے۔ اور میں نے آپ سے یہ بھی سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے مسلمانوں کی ایک

ابیض یعنی بیت کسریٰ یا بیت آل کسریٰ ملک فارس کو فتح کرے گی۔

اور امام بخاری نے بروایت عبد الملک بن عمیر حضرت جابر بن سمرہ سے نقل کیا ہے۔ جابر لو حدیث مرفوع کر کے بیان کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جب کسریٰ "شاہ فارس" ہلاک ہو جائے گا ں کے بعد پھر کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر "شاہ روم" ہلاک ہوگا تو اس کے بعد پھر قیصر نہ ہوگا قسم ں کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے تم خدا کی راہ میں دونوں کے خزانوں کو خرچ کرو گے۔

مسند عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۔ روایت)

"ان کی حدیث فتوح ممالک کے متعلق"۔

امام بخاری نے بروایت محل بن خلیفہ کے عدی بن حاتم سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے ایک مرتبہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا، اتنے میں ایک شخص آپ کے ں آیا اور اس نے آپ سے فاقہ کشی اور محتاجی کی شکایت کی۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے رہزنی کی یت کی۔ آپ نے فرمایا، اے عدی کیا تم نے مقام حیرہ دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا میں نے اسے یں دیکھا مگر مجھے اس کے متعلق لوگوں سے خبر ملی ہے۔ اور جانتا ہوں کہ حیرہ کوئی مقام ہے۔ آپ نے یا کہ اگر تم زندہ رہے تو ایک دن دیکھ لوگے کہ عورت تنہا حیرہ سے چل کر مکہ میں آکر کعبہ کا طواف کرے ۔ اور خدا کے سوا راستہ میں وہ کسی سے نہ ڈرے گی۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ اس وقت ے طے کے رہزن جنہوں نے اپنے ظلم و فساد کی آگ شہروں میں لگا رکھی ہے کہاں ہوں گے۔ نیز آپ نے اے عدی اگر تم زندہ رہے تو تم لوگ ضرور کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرو گے۔ میں نے عرض کیا کیا سریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا ہاں کسریٰ بن ہرمز۔ نیز آپ نے فرمایا اگر تم زندہ رہے تو ایک دن لو گے کہ انسان سونے یا چاندی سے ہتھیلی بھر کر صدقہ دینے کے لیے باہر نکلے گا اور خواہش کرے کہ کوئی اسے قبول کرے۔ مگر کسی کو ایسا محتاج نہ پائے گا کہ وہ اس سے اس سونے چاندی کو لے انسان ایک دن اپنے خدا سے اس حال میں ضرور ملے گا، کہ اس کے اور خدا کے درمیان کوئی ترجمان گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے کہے گا کیا میں نے تیری طرف رسول نہیں بھیجا؟ وہ جواب دے گا بیشک وندا تو نے رسول بھیجا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میں نے تجھے مال اور اولاد دنیا میں نہیں دیا؟ اور کیا نے تجھ پر اپنا فضل و کرم نہیں کیا؟ وہ عرض کرے گا بے شک خداوندا تو نے سب کچھ دیا۔ پھر وہ اپنی داہنی جانب نظر کرے گا تو اسے دوزخ ہی نظر آئے گی اور اپنے بائیں جانب نظر کرے گا پھر بھی زخ ہی نظر آئے گی۔ عدی کہتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے قہ دے کر آگ سے بچو اگرچہ ایک ٹکڑا کھجور کا سہی۔ پس جسے صدقہ دینے کے لئے ایک ٹکڑا کھجور بھی لے تو وہ اچھی بات کہہ کر سائل کو خوش کر دے۔ عدی کہتے ہیں پھر میں نے وہ زمانہ پایا، اور بچشم خود لیا کہ عورت تنہا حیرہ سے چلتی ہے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے۔ اور اپنے گھر واپس جاتی ہے

اور اس سفر میں وہ خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی ہے۔ اور میں بھی اُن لوگوں میں تھا کہ جنہوں نے کسریٰ
بن ہرمز کے خزانے فتح کیے۔ اگر تم لوگ کچھ دنوں اور زندہ رہے تو جو نبی اکرم ابوالقاسم صلے اللہ علیہ
نے فرمایا ہے کہ انسان ہاتھ بھر کر سونا چاندی لئے لئے پھرے گا اور کسی قبول کرنے والے کو نہ پائیگا اسے بھی دیکھ لو گے

مُسند کُرز بن علقمہ خزاعی رضی اللہ عنہ۔ (۱۔ روایت)

"اِن کی حدیث فتوحات ملکی کے متعلق"۔

(۱) حاکم بروایت سفیان اور معمر کے زہری سے اُنہوں نے عروہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے
میں نے کُرز بن علقمہ سے سُنا وہ کہتے تھے کہ ایک شخص نے رسول خدا صلی اللہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ
کیا اسلام کی ترقی کی کوئی انتہا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں عرب ہوں خواہ عجم جن گھر والوں کے لیے خدا
بھلائی چاہے گا تو اُن پر اسلام داخل ہوگا۔ بعد اُس کے فتنے آسمان سے بارش کی طرح برسیں
یہ حدیث موافق شرط شیخین کے صحیح ہے مگر اُنہوں نے اُس کو روایت نہیں کیا۔ حاکم کہتے ہیں میں۔
حافظ علی بن عمر سے سنا وہ کہتے تھے منجملہ ان امور کے جو امام بخاری اور امام مسلم پر لازم تھے کُرز بن علقمہ
کی اس حدیث "یعنی اسلام کی ترقی کے لیے کوئی انتہا ہے"۔ کا روایت کرنا بھی ہے۔

مُسند عبداللہ بن حوالہ رضی اللہ عنہ (۲۔ روایت)

"اُن کی حدیث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے متعلق"۔

(۱) حاکم نے عبداللہ بن شقیق سے اُنہوں نے عبداللہ بن حوالہ سے روایت کیا ہے۔ وہ کہتے
تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ایک روز بیعت کرنے کے لیے اس شخص
ہجوم کروگے جو چادر کا عمامہ باندھے ہوگا اور لوگوں سے بیعت لے رہا ہوگا۔ اور وہ شخص جنتی ہے
چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہم لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گرد ہجوم کئے ہوئے تھے اور وہ اُس وقت
حبرہ کی چادر اپنے سر سے لپیٹے ہوئے تھے اور لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔

"اُن کی حدیث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے بغاوت کی ممانعت میں"۔

(۲) حاکم نے بروایت لیث یزید بن حوالہ اسدی سے نقل کیا ہے وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ آپ نے فرمایا جس شخص نے تین چیزوں سے نجات پائی اُس نے
نجات پائی۔ لوگوں نے عرض کیا اے رسول خدا وہ تین چیزیں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا میری موت۔ ا۔
اُس خلیفہ کا قتل ۲ جو حق پر صبر کرنے والا ہوگا اور حق پر عمل کرتا ہوگا۔ اور دجال ۳۔

مسند ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

(۱) "اُن کی حدیث فتوح ممالک کے متعلق"۔ حاکم نے بروایت موسیٰ بن عبدالملک بن عمیر

بر رہ سے انہوں نے ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے مسلمان جزیرۂ عرب پر غالب ہوں گے، اور مسلمان فارس پر غالب ہوں گے اور مسلمان روم پر غالب ہوں گے اور مسلمان کانے دجال پر بھی غالب ہوں گے۔

مسند نافع بن عتبہ بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث فتوحات کے متعلق"۔

حاکم نے بروایت موسیٰ بن عبد الملک بن عمیر اُن کے والد سے اُنہوں نے جابر بن سمرہ سے انہوں نے نافع بن عتبہ سے نقل کیا ہے، وہ کہتے تھے کہ کچھ لوگ قوم عرب کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور انہوں نے آپ کو سلام کیا وہ لوگ اُونی لباس پہنے تھے۔ میں اٹھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اُن کے اور رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے درمیان میں بیٹھوں گا باتیں اچھی طرح سُن سکوں۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرگوشی کیا کرتے ہیں مجھے علیحدہ رہنا چاہیے۔ شاید یہ لوگ بھی کوئی مخفی بات کہیں۔ پھر میرے نے انکار کیا اور میں آپ کے پاس کھڑا ہی ہوگیا۔ میں نے سُنا کہ آپ فرماتے تھے تم لوگ جزیرۂ عرب جہاد کرو گے اور اُسے اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں پر فتح کردے گا۔ پھر تم فارس میں جہاد کرو گے اور اس کو فتح کردے گا۔ پھر تم روم پر جہاد کرو گے اُسے بھی اللہ فتح کردے گا۔

مسند عبد اللہ بن ہشام بن زہرہ قریشی رضی اللہ تعالےٰ عنہ (۲۔ روایات)

"اُن کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں"۔

امام بخاری نے بروایت ابن وہب نقل کیا ہے وہ کہتے تھے مجھے حیوۃ نے خبر دی وہ کہتے تھے مجھ سے یعنی زہرہ بن معبد نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ میں نے عبد اللہ بن ہشام سے سنا وہ کہتے تھے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ اُس وقت عمر ابن خطاب رضؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس حدیث کو امام بخاری نے اس سے زیادہ روایت نہیں کیا۔

اور حاکم نے بروایت رشید بن سعید اور ابن لہیعہ کے زہرہ بن معبد سے اُنہوں نے اپنے دادا عبد اللہ بن ہشام سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے اور آپ اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ میری جان کے سوا جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے باقی سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہیں۔ یہ سنکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر تم ہرگز مؤمن کامل نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ میں تمہارے نزدیک تمہاری جان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ پھر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ قسم اس کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی آپ بے شک میری جان سے زیادہ جو کہ میرے دونوں پہلوؤں

کے درمیان ہے مجھے محبوب ہیں۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر اب تم مؤمن کامل ہوئے۔

مسند عمران بن حصین خزاعی رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث بروایات متعددہ قرون ثلثہ کے ذکر میں۔ از انجملہ وہ روایت جسے"

(۱) حاکم نے بروایت اعمش ہلال بن یساف سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ میں بصرہ میں گیا
ایک مسجد میں داخل ہوا وہاں ایک شیخ ستون سے تکیہ لگائے بیٹھے تھے اور حدیث بیان کر
تھے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں
پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوں گے۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوں گے۔ پھر ایسے لوگ آئیں گے
گواہ بنائے جانے سے پہلے گواہی دیں گے۔

مسند عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ۔ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کی دلیل میں"

(۱) حاکم نے بروایت ابن ابی ملیکہ عبد الرحمن بن ابی بکرؓ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول خد
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا میرے پاس قلم دوات اور شانہ کی ہڈی لاؤ کہ میں تمہیں
ایسی تحریر لکھ دوں کہ پھر تم کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ اس کے بعد آپؐ نے ہماری طرف سے پیٹھ پھیر لی پھر ہمار
طرف منہ کر کے فرمایا نہ مانیں گے اللہ اور مسلمان کسیکو ابوبکرؓ کے سوا

مسند عثمان بن ارقم بن ابی ارقم مخزومی رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوابق اسلامیہ کے متعلق"

(۱) حاکم نے عثمان بن ارقم سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں اسلام کے ساتویں شخص کا بیٹا ہوں
میرے والد اسلام لانے والوں میں ساتویں شخص تھے اور اُن کا مکان کوہ صفا پر تھا۔ یہ وہی مکان ہے جس
میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ابتداءِ اسلام میں مخفی ہو کر چند روز رہے تھے۔ اور اسی مکان میں لوگو
کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور اسی مکان میں بہت سے لوگ اسلام لائے اور اسی مکان میں شن
دوشنبہ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اے اللہ عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام یعنی ابوجہ
ان دونوں شخصوں میں سے جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو اُس کے اسلام لانے سے اسلام کو عزت
چنانچہ آپ کی دعا کی برکت سے عمر بن خطاب دوسرے ہی دن علی الصباح خدمتِ نبوی میں آئے اور
مسلمان ہوئے یعنی میرے گھر میں اسلام لائے اور حضرت عمرؓ کے اسلام لاتے ہی سب مسلمان دار ارقم سے نکلے۔
اُن کی تعداد بھی اس وقت زیادہ ہو چکی تھی۔ اور علانیہ سب نے کعبہ کا طواف کیا اور دار ارقم یعنی میرا گ
دار الاسلام کے نام سے مشہور ہوا۔

مسند اسود بن سریع رضی اللہ عنہ ۔ (۱۔روایت)

"ان کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں"۔

حاکم نے بروایت ابراہیم بن سعد زہری سے انہوں نے عبد الرحمٰن بن ابی بکرہ سے انہوں نے بن سریع تمیمی سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کچھ اشعار کہے ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی ثنا آپ کی تعریف بیان کی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جن اشعار میں تم نے اللہ تعالیٰ کی ثنا بیان کی ہے وہ اور جن میں میری تعریف کی ہے اُن کو جانے دو۔ میں آپؐ کی اجازت پاکر شعر پڑھنے لگا اتنے میں ایک ں دراز قد بلند بینی آئے۔ آپؐ نے اُن کو آتا ہوا دیکھ کر مجھ سے فرمایا ٹھہرو۔ پھر جب وہ چلے گئے تو آپ پڑھو۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ یہ کون تھے کہ جن کے آنے سے آپؐ نے مجھے شعر پڑھنے سے روک دیا جب وہ چلے گئے تو آپؐ نے مجھے پھر اجازت دی۔ آپؐ نے فرمایا یہ عمر بن خطابؓ تھے یہ کسی بے کار میں متوجہ نہیں ہوتے۔

مسند ابو جُحیفہ سوائی رضی اللہ عنہ ۔ (۲۔روایت)

"اُن کی حدیث قریش کی خلافت میں"۔

حاکم نے عون بن ابی جُحیفہ سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں اپنے ے ساتھ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا آپؐ نے فرمایا میری اُمت کا کام برابر درست ہے گا یہاں تک کہ اُن میں بارہ خلیفہ ہوں گے۔ پھر آپؐ نے کچھ آہستہ سے فرمایا جسے میں نہ سمجھا تو میں نے چچا سے جو میرے آگے تھے پوچھا کہ چچا جان! رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟ انہوں نے کہا بیٹے، آپؐ نے یہ فرمایا کہ وہ سب قریش سے ہوں گے۔

"اُن کی حدیث فضیلت شیخین میں"۔

ابن ماجہ نے بروایت مالک بن مغول عون بن ابی جُحیفہ سے اُنہوں نے اپنے والد سے نقل کیا ۔ وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علاوہ انبیاء ومرسلین کے سب اگلے اور پچھلے لوگوں ابوبکر اور عمر پیران اہل جنت کے سردار ہوں گے۔

مُسند عبد اللہ بن زَمعہ بن اسود رضی اللہ عنہ (۳۔روایات)

"اُن کی حدیث ابوبکر رضی اللہ عنہ کی امامت نماز کے متعلق"۔

ابوداؤد اور حاکم نے بروایت ابن اسحاق زہری سے اُنہوں نے عبد الملک ابن ابی بکر بن عبد الرحمٰن اُنہوں نے اپنے والد سے اُنہوں نے عبد اللہ بن زمعہ بن اسود سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ جب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض بڑھ گیا اور میں اس وقت آپؐ کے پاس چند مسلمانوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ آپؐ کو حضرت بلال نے نماز کے لئے بلایا تو آپؐ نے فرمایا کہ کسی شخص سے کہہ دو کہ لوگوں کو نماز پڑھا دے۔ راوی کا بیان ہے کہ پس عبداللہ بن زمعہ باہر نکل آئے تو دیکھا کہ حضرت عمرؓ موجود ہیں۔ اور حضرت ابوبکرؓ نہیں ہیں۔ عبداللہ بن زمعہ کہتے ہیں میں نے کہا اے عمرؓ اٹھئے اور لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے چنانچہ وہ آگے کھڑے ہو گئے اور انہوں نے تکبیر تحریمہ کہی جیسے ہی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آواز سُنی اور وہ ایک بلند آواز آدمی تھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر کہاں ہیں۔ اللہ اس کو نامنظور کرتا ہے اور مسلمان بھی اس کو نامنظور کرتے ہیں۔ اللہ اس کو نامنظور کرتا ہے اور مسلمان بھی اس کو نامنظور کرتے ہیں۔ پھر آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بلوایا مگر وہ بعد اُس کے آئے کہ حضرت عمرؓ اس نماز کو ختم کر چکے تھے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی۔

(۲) حاکم نے اس قدر مضمون اور زیادہ روایت کیا ہے کہ عبداللہ بن زمعہ بیان کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے ابن زمعہ تمہاری خرابی ہو تم نے یہ کیا کیا جب تم نے مجھ سے نماز پڑھانے کو کہا تو واللہ میں یہی سمجھا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔ اور اگر یہ خیال نہ ہوتا تو میں ہرگز نماز نہ پڑھاتا۔ میں نے کہا کہ واللہ مجھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ جب میں نے حضرت ابوبکرؓ کو نہ دیکھا تو تمام حاضرین سے زیادہ آپ کو نماز پڑھانے کا مستحق سمجھا۔ اسی واسطے میں نے آپ کو نماز پڑھانے کے لیے کہا۔

(۳) اور ابوداؤد کی ایک روایت میں بسند ابن شہاب عبید اللہ بن عبداللہ سے مروی ہے۔ وہ عبداللہ بن زمعہ سے اس قصہ میں روایت کرتے ہیں کہ اُنہوں نے کہا جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو آپؐ اُٹھے اور اپنا سر حجرے سے نکال کر فرمایا نہیں، نہیں، نہیں۔ ابن ابی قحافہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ یہ جملہ آپؐ نہایت غصہ کی حالت میں فرما رہے تھے۔

مسند ابوبکرۂ ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۔ روایت)

(۱) "اُن کی حدیث وزن کے متعلق"۔ ابوداؤد نے حسن بصری سے اُنہوں نے حضرت ابوبکرہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز پوچھا کہ کسی نے تم میں سے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا میں نے دیکھا ہے۔ کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اُتری۔ پھر آپؐ اور ابوبکرؓ تولے گئے تو آپؐ ابوبکرؓ سے وزنی نکلے۔ پھر عمرؓ اور ابوبکرؓ تولے گئے تو ابوبکرؓ وزنی نکلے۔ پھر عمرؓ اور عثمانؓ تولے گئے تو عمرؓ وزنی نکلے۔ اس کے بعد ترازو اٹھا لی گئی۔ پس ہم نے کراہیت کے آثار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک میں دیکھے۔

(۲) اور ابوداؤد کی دوسری روایت میں بسند عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اُن کے والد سے اسی مضمون کی حدیث منقول ہے مگر اس میں کراہیت کا لفظ نہیں ہے۔ بلکہ یہ عبارت ہے کہ اس خواب کو سنکر رسول خدا

علی ... ند علیہ وسلم رنجیدہ ہوئے اور آپؐ نے فرمایا کہ خلافتِ نبوت ختم ہو گئی۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ جس ... چاہے گا سلطنت دے گا۔

مُسند سَمُرۃ بن جُنْدُب رضی اللہ عنہ (ا۔ روایت)

ان کی حدیث اس خواب کے متعلق جس میں ایک ڈول آسمان سے لٹکتا ہوا دیکھا گیا۔

ابو داؤد نے اشعث بن عبد الرحمٰن سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے سمُرہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا اے رسول خدا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک ڈول آسمان سے لٹک رہا ہے۔ پھر دیکھا کہ ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے اس ڈول کی دونوں عرقوہ پکڑ لیں اور اس سے پانی پیا مگر کمزور طریقہ سے۔ پھر عمرؓ آئے اور انہوں نے اس کی دونوں عرقوہ پکڑ لیں اور پانی پینا شروع کیا یہانتک کہ ... سیراب ہو گئے۔ پھر حضرت عثمان آئے اور انہوں نے بھی حضرت عمرؓ کی طرح خوب سیراب ہو کر پیا۔ پھر علیؓ آئے اور انہوں نے اس کی دونوں عرقوہ پکڑ لیں۔ تو وہ ڈول پھٹ گیا اور پانی کی کچھ چھینٹیں ان کے جسم پر پڑیں۔

مُسند عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ (ا۔ روایت)

ان کی حدیث حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی امامت نماز کے متعلق ہے۔

ابو یعلیٰ نے ابن شرحبیل سے انہوں نے ابن عباس سے انہوں نے حضرت عباس سے روایت کی ہے کہ ... کہتے تھے میں زمانۂ مرضِ وفات میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور آپ کے پاس آپ کی ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی تھیں۔ وہ مجھ سے چھپ گئیں سوا میمونہ کے۔ پھر حضرتؐ کے واسطے دوا ... اور آپؐ اس وقت بے ہوش تھے۔ آپؐ کے منہ میں ڈالی گئی۔ ہوش میں آنے کے بعد آپؐ نے ... گھر میں جس قدر لوگ ہیں سب کے منہ میں دوا ڈالی جائے سوائے عباس کے کہ ان کو میری قسم پہونچی۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ ابو بکر کو کہہ دو لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ تو حضرت عائشہؓ نے حضرت ... سے کہا کہ تم حضرتؐ سے کہو کہ ابو بکر جب آپؐ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو بہت روئیں گے۔ چنانچہ حضرت حفصہ نے آپؐ سے عرض کیا۔ آپؐ نے فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ سے کہا گیا اور انہوں نے نماز شروع کر دی۔ اس کے بعد رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خفت معلوم ہوئی تو آپؐ باہر تشریف لائے جب حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے ... نے ان کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ تم اپنی جگہ پر رہو۔ پھر حضرتؐ ان کے پہلو میں بیٹھ گئے ... تک حضرت ابو بکرؓ پڑھ چکے تھے اس سے آگے آپؐ نے پڑھنا شروع کیا۔

مسند ابو الطُفیل رضی اللہ تعالےٰ عنہ (ا۔ روایت)

اُن کی حدیث اس خواب کے بیان میں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ

کے متعلق دیکھا تھا۔"

(۱) ابو یعلیٰ نے بروایت حماد علی بن زید سے انہوں نے ابوالطفیل سے انہوں نے نبی اللہ صلی اللہ علیہ
سے نیز ابو یعلیٰ نے حبیب اور حمید سے انہوں نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ایک مرتبہ شب کو میں خواب میں ڈول بھر کر کنوئیں سے نکال رہا تھا کہ میرے پاس کچھ بکریاں
رنگ کی اور کچھ بکریاں بھورے رنگ کی آئیں۔ پھر ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے میرے ہاتھ سے ڈول لے
ایک یا دو ڈول نکالے اور اُن کے نکالنے میں کچھ کمزوری تھی، اللہ اس کو معاف کرے۔ اس کے بعد عمرؓ آئے
اور انہوں نے ابو بکرؓ کے ہاتھ سے ڈول لیا تو وہ ڈول پُر بن گیا۔ انہوں نے ڈول بھرنا شروع کیے۔ یہاں تک
کہ حوضوں کو انہوں نے پُر کر دیا۔ اور جس قدر آدمی اور مویشی پانی پینے آئے تھے سب کو سیراب کر دیا۔
کسی زور آور آدمی کو نہیں دیکھا جو عمرؓ سے زیادہ عمدہ ڈول نکالتا ہو۔ اس خواب کی تعبیر میں نے یہ لی کہ
بکریاں عرب ہیں اور بھوری، مٹیالی بکریاں عجم ہیں۔

مُسند مُرّہ بن کعب رضی اللہ عنہ (۲۔ روایت)

ان کی حدیث اس بارہ میں کہ عثمانؓ زمانہ فتنہ میں ہدایت پر ہوں گے۔

(۱) ترمذی نے ابو قلابہ سے انہوں نے ابوالاشعث صنعانی سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ شام
کچھ لوگ وعظ کہنے کھڑے ہوئے جن میں چند اصحابِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تھے۔ سب سے آخر
ایک شخص جن کا نام مرہ بن کعب تھا کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے کہا کہ اگر میں نے ایک حدیث رسول
صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہوتی تو میں ہرگز نہ کھڑا ہوتا۔ حضرت نے فتنوں کا ذکر کیا اور اُن کو بہت
بتایا۔ اسی اثنا میں ایک شخص چادر اوڑھے ہوئے اس طرف سے نکلا تو آپؐ نے فرمایا یہ شخص اُس دن ہدایت
پر ہوگا۔ میں نے اُٹھ کر اس شخص کو دیکھا تو وہ عثمان بن عفان تھے۔ میں نے اُن کا منہ حضرتؐ کے سامنے کر
پوچھا کہ یہی شخص ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا ہاں۔

(۲) اور امام احمد نے بروایت جبیر بن نفیر نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے ہم بعد شہادتِ حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ حضرت معاویہ کے ہمراہ لشکر میں تھے کہ کعب بن مرہ یا مرہ بن کعب کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اگر
میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث نہ سنی ہوتی تو میں ہرگز نہ کھڑا ہوتا۔ جب لوگوں نے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سُنا تو سب بیٹھ گئے اور متوجہ ہو کر سننے لگے۔ پس انہوں نے بیان کیا کہ ایک
روز ہم رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے کہ عثمان بن عفان اپنے بال کھولے ہوئے اس طرف تشریف
لائے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یقیناً ایک فتنہ میرے پاؤں کے نیچے یا فرمایا کہ میرے پاؤں
درمیان سے یعنی اسی مقام مدینۂ منورہ سے پیدا ہوگا یہ شخص اور جو اس کے ساتھ ہوں گے اس دن ہدایت
پر ہوں گے۔ پس ابن حوالہ ازدی منبر کے پاس سے اُٹھے اور انہوں نے کہا کہ اے مرہ بن کعب یہ واقعہ تمہارے
سامنے کا ہے انہوں نے کہا ہاں تو ابن حوالہ نے کہا اللہ کی قسم میں بھی وہاں موجود تھا۔ اگر میں سمجھتا کہ لشکر

شخص میری تصدیق کرے گا تو سب سے پہلے اس حدیث کو میں بیان کرتا۔

مسند ابی رمثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (ا۔ روایت)

"ان کی حدیث شیخین کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مقرب ہونے کے متعلق"۔
حاکم نے بروایت ازرق بن قیس نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے ہم کو ہمارے امام مسجد نے نماز پڑھائی
جن کی کنیت ابو رمثہ تھی۔ بعد اس کے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے یہی نماز یا کہا کہ ایسی ہی نماز
رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تھی۔ انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم
صف میں آپ کی داہنی جانب کھڑے ہوا کرتے تھے۔ ایک روز ایک شخص جو نماز کی تکبیر اولیٰ میں
شریک تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے اور دونوں جانب سلام پھیر چکے یہاں تک کہ ہم
نے آپ کے رخساروں کی سفیدی دیکھی اس کے بعد آپ اسی طرح مقتدیوں کی طرف پھر کر بیٹھ گئے۔
جس طرح میں تمہاری طرف پھر کر بیٹھا تو وہ شخص جو تکبیر اولےٰ میں آپ کے ساتھ شریک تھا، اٹھا اور دو رکعت
نماز پڑھنے لگا حضرت عمرؓ نے اٹھ کر اس کے شانے پکڑ لیئے اور اس کو ہلایا اور کہا کہ بیٹھ جا۔ اہل کتاب اسی
سبب سے تو ہلاک ہوئے کہ ان کی نمازوں کے درمیان میں فصل نہ ہوتا تھا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے نظر اٹھائی اور فرمایا کہ "اللہ تمہارا بھلا کرے اے ابن خطاب"۔

مسند نافع بن عبد الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۔ روایت)

"ان کی حدیث حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ کے جنتی ہونے کے متعلق، مثل حدیث حضرت موسیٰؓ"۔
امام احمدؒ نے بروایت وہیب موسیٰ بن عقبہ سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے میں نے ابو سلمہ سے سنا
وہ بیان کرتے تھے اور میرے خیال میں نافع بن عبد الحارث سے روایت کرتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ
وسلم مدینہ کے کسی باغ میں تشریف لے گئے اور کنویں کی جگت پر بیٹھ گئے۔ پھر ابوبکر آئے اور انہوں نے اندر
آنے کی اجازت مانگی حضرتؐ نے فرمایا ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ
آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا ان کو اجازت دو اور جنت کی بشارت دو۔
اس کے بعد حضرت عثمانؓ آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا ان کو اجازت
دو اور جنت کی بشارت دو۔ اور عنقریب وہ ایک مصیبت میں مبتلا ہوں گے۔
اور نیز امام احمدؒ نے یزید بن ہارون سے انہوں نے محمد بن عمرو سے انہوں نے ابو سلمہ سے روایت
کی ہے کہ وہ کہتے تھے نافع بن عبد الحارث نے بیان کیا اور ویسی ہی حدیث انہوں نے ذکر کی۔

مسند جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (ا۔ روایت)

"ان کی وہ حدیث جو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر دلالت کرتی ہے"۔

(۱) بخاری نے ابراہیم بن سعد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے محمد بن جبیر مطعم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور آپ نے اُس کو حکم دیا کہ پھر آنا۔ اس عورت نے کہا کہ فرمایئے اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں؟ اس کا اشارہ وفات کی طرف تھا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا اگر مجھ کو نہ پانا تو ابوبکر کے پاس جانا۔

مسند عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ (۳۔ روایت)

"اُن کی حدیث ابوبکر صدیق رض کی فضیلت میں"۔

(۱) بخاری نے بروایت حماد بن زید ایوب سے انہوں نے عبداللہ بن ابی مُلیکہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے اہل کوفہ نے حضرت ابن زبیر کو دادا کی میراث کے متعلق استفسار لکھ کر بھیجا تو انہوں نے یہ جواب لکھا کہ اس شخص نے جس کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر میں اس اُمت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو انہیں کو بناتا یعنی ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دادا کا وہی حصہ قائم کیا ہے جو باپ کا۔

"اُن کی حدیث حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں"۔

(۲) بخاری نے بروایت نافع بن عمر ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ایک مرتبہ دو خیر مجسم یعنی ابوبکر و عمر قریب تھا کہ باہم نزاع کر کے ہلاک ہو جائیں دونوں نے اپنی آواز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بلند کی جبکہ آپ کے پاس بنی تمیم کا وفد آیا تو حضرت نے شیخین سے مشورہ لیا کہ ان پر کس شخص کو حاکم بنایا جائے ایک نے یعنی حضرت عمر رض نے اقرع بن حابس برادر بنی مجاشع کی بابت مشورہ دیا اور دوسرے یعنی حضرت صدیق رض نے ایک دوسرے شخص کی بابت مشورہ دیا۔ نافع کہتے ہیں مجھے اس دوسرے شخص کا نام یاد نہیں رہا۔ پس حضرت ابوبکر رض نے حضرت عمر رض سے فرمایا کہ تم نے ہمیشہ مخالفت ہی کا ارادہ کیا۔ حضرت عمر رض نے کہا میں آپ کی مخالفت کا ارادہ نہیں کیا اسی کے متعلق دونوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا الآیۃ (ترجمہ) اے مسلمانو! بلند کرو آوازیں اپنی نبی کی آواز پر۔ ابن زبیر نے بیان کیا کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس قدر آہستہ بولتے تھے کہ آپ کے آواز تک اپنی آواز پہونچاتے یہاں تک کہ حضرت کو پھر ان سے پوچھنا پڑتا تھا۔ یہ کیفیت ابن زبیر نے اپنے باپ یعنی حضرت ابوبکر سے نقل نہیں کی۔

(۳) اور بخاری نے بروایت ابن جریج ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے لوگوں سے بیان کیا کہ کچھ سوار قبیلہ بنی تمیم کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں آئے پھر گذشتہ حدیث کے مثل بیان کیا۔

مسند عبدالرحمن بن خباب سلمی رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث حضرت عثمان رض کی فضیلت میں"۔

(۱) امام احمدؒ نے بروایت ولید بن ابی ہشام فرقد بن طلحہ سے انہوں نے عبدالرحمن بن خباب سلمی

یا ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک کی تیاری کے وقت خطبہ دیا، اور
العسرۃ کے سامان کی تیاری کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دی تو حضرت عثمان بن عفان رضؓ نے عرض کیا
رے ذمہ سو ۱۰۰ اونٹ ہیں ان کے خوگیر اور کجاوے سمیت۔ عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرتؐ نے پھر
ب دی تو حضرت عثمان رضؓ نے پھر کہا میرے ذمہ سو ۱۰۰ اونٹ اور ہیں اُن کے خوگیر اور کجاوے سمیت
کے بعد حضرتؐ منبر کے نیچے والے زینہ پر اُتر آئے اور آپؐ نے پھر ترغیب دی۔ پھر حضرت عثمان رضؓ نے
لہ میرے ذمہ سو ۱۰۰ اونٹ اور ہیں۔ اُن کے خوگیر اور کجاوے سمیت۔ عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ میں نے
م صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے اپنے ہاتھ کو اس طرح حرکت دے کر "اس حرکت کی کیفیت
مد راویِ حدیث نے بیان کی جس طرح متعجب آدمی اپنے ہاتھ کو حرکت دیتا ہے" فرمایا کہ عثمان پر کچھ نہیں
ب اس کے بعد جو چاہیں کریں۔

مُسند عبدالرحمٰن بن سَمُرۃؓ قریشی رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث حضرت عثمان رضؓ کی فضیلت کے متعلق ہے"

حاکم نے بروایت ابن شوذب عبداللہ بن قاسم سے انہوں نے کثیر سے جو عبدالرحمٰن بن سمرۃؓ کی غلام
ہوں نے عبدالرحمٰن بن سمرہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے حضرت عثمانؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے
بیس ہزار اشرفیاں لائے جب کہ آپ جیش العسرۃ کی تیاری کر رہے تھے۔ اور لا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ
گود میں ڈال دیں۔ عبدالرحمٰن رضؓ بیان کرتے تھے کہ نبی خدا صلے اللہ علیہ وسلم اُن اشرفیوں کو اُلٹتے پلٹتے
ند بار بار فرماتے تھے کہ آج کے بعد عثمان رضؓ جو چاہیں کریں اُن کو مضر نہ ہوگا۔

مسند معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۲۔ روایت)

"اُن کی حدیث خلافتِ قریش کے متعلق ہے"

بخاری نے بروایت شعیب زہری سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے محمد بن جبیر بن مطعم بیان کرتے
ہم لوگ قریش کے ایک وفد کے ساتھ حضرت معاویہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اسی حال میں اُن کے
یک خبر آئی کہ عبداللہ ابن عمرو بیان کرتے ہیں کہ عنقریب ایک بادشاہ قبیلہ قحطان سے ہوگا۔ یہ سنکر حضرت
ہ کو غصہ آیا اور وہ کھڑے ہوگئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جیسی کہ اس کے لائق ہے۔ اس کے
، اما بعد مجھے یہ خبر ملی ہے کہ کچھ لوگ تم میں سے ایسی باتیں بیان کرتے ہیں جو کتاب خدا میں نہیں ہیں۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ یہ لوگ جاہل ہیں۔ لہٰذا خبردار ایسی جھوٹی آرزومندانہ باتیں
ے نہ نکالو جو لوگوں کو گمراہ کریں۔ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرماتے تھے
ہ کام خلافت کا قریش میں رہے گا اور جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اللہ اس کو منہ کے بل اوندھا گرا دیگا
نک کہ قریش دین کو قائم رکھیں۔

"حضرت معاویہ کا بیان اُن احادیث کی فضیلت میں جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رائج تھیں"۔

(۲) **امام احمد** نے عبدالرحمٰن بن مہدی سے انہوں نے حضرت معاویہ بن صالح سے انہوں نے ر
بن یزید سے انہوں نے عبداللہ بن عامر یحصبی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے حضرت معاویہ
کہتے ہوئے سنا کہ خبردار رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں نہ بیان کرو، سوا اُن حدیثوں کے جو حضر
عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں رائج تھیں۔ کیونکہ انہوں نے خدا کی راہ میں لوگوں کو خوف دلایا تھا۔ اور حد
کے بیان کرنے میں بہت کچھ احتیاط کرائی تھی۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ
تھے کہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اُس کو دین کی سمجھ عنایت کرتا ہے۔ اور میں نے آپ کو فرماتے
سنا کہ میں تو صرف بانٹنے والا ہوں اور دینے والا اللہ عزوجل ہے۔ لہٰذا میں جس کو کوئی چیز خوشی دل سے
تو سزاوار ہے کہ اُس میں اُسے برکت دی جائے۔ اور جس کو میں ناگواری سے کچھ دوں تو وہ مثل اُس
کے ہوگا جو کھائے اور سیر نہ ہو۔ اور میں نے آپؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیشہ میری امت میں سے
غالب رہیں گے اور وہ حق پر ہوں گے۔ جو شخص اُن کی مخالفت کرے گا اُن کو نقصان نہ پہونچا سکے گا۔ ی
کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یعنی قیامت آجائے اور وہ اُس وقت بھی لوگوں پر غالب ہوں گے۔

مسند عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں"۔

(۱) **بخاری** نے بروایت ابو عثمان نقل کیا ہے و ہ کہتے تھے ہم سے عمرو بن عاص نے بیان کی
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو غزوۂ ذات السلاسل میں سردار لشکر بنا کر بھیجا۔ کہتے تھے کہ میں حضرت
میں گیا اور میں نے آپؐ سے پوچھا کہ آپؐ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا عائشہؓ میں نے
مردوں میں فرمایا اُن کے والد۔ میں نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا پھر عمر بن خطاب۔ اس کے بعد آ
اور چند آدمیوں کا نام لیا۔

مسند شخصے غیر معلوم الاسم از صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (۱ روایت)

(۱) **ابو یعلیٰ** نے بروایت قتادہ محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے کوفہ میں لوگوں کے
بیان کیا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو اُس کو سپاہی نے گرفتار کر لیا۔ اور لوگ اس کو حضرت
رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ اور کہا کہ اگر آپؓ نے ہم کو یہ ممانعت نہ کی ہوتی کہ کسی کو قتل نہ کرنا تو ہم ا
کو قتل کر دیتے یہ کہتا ہے کہ عثمانؓ شہید ہوئے۔ تو اس شخص نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ خود اس
دیجیے۔ آپ کو یاد ہے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور میں نے آپؐ سے سوال کیا آپؐ
دیا اس کے بعد میں ابوبکر کے پاس گیا اور میں نے اُن سے سوال کیا انہوں نے بھی مجھے دیا پھر میں عمرؓ کے پا
اور اُن سے میں نے سوال کیا انہوں نے بھی مجھے دیا۔ پھر میں عثمانؓ کے پاس گیا اور ان سے بھی میں نے

گیا ہوں نے بھی مجھے دیا۔ اس کے بعد میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے حضورؐ میں گیا اور میں نے عرض کیا کہ آپ
اللہ سے دعا فرمائیے کہ مجھے برکت دے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں برکت کیوں نہ دی جائے گی،
تم کو ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں نے دیا ہے۔ تم کو ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہیدوں نے دیا ہے۔
تم کو ایک نبی، ایک صدیق اور شہیدوں نے دیا ہے۔

مسند شخصے غیر معلوم الاسم از صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث خواب وزن کے متعلق"۔ امام احمدؒ نے بروایت اسود بن ہلال ان کی قوم کے ایک شخص سے
روایت کیا ہے کہ وہ حضرت عمر بن خطابؓ کی خلافت میں کہا کرتے تھے کہ عثمانؓ بغیر خلیفہ ہوئے نہ مریں گے۔ ہم نے
ان سے پوچھا کہ یہ آپ کو کیوں کر معلوم ہوا؟ اُنہوں نے کہا میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے
آپ فرماتے تھے کہ میں نے آج شب کو خواب میں دیکھا کہ میرے تین صحابی وزن کئے گئے یعنی ابوبکرؓ وزن کیے
گئے پھر عمرؓ وزن کیے گئے۔ پھر عثمانؓ وزن کیے گئے۔ عثمانؓ ان دونوں سے کم نکلے مگر وہ نیک مرد ہیں۔

مسند عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف میں"۔
حاکم نے بروایت یحییٰ بن سلیم جعفر بن محمد سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے عبد اللہ رضی اللہ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے تھے ابوبکرؓ ہم پر حاکم ہوئے تو وہ تمام مخلوق الٰہی سے بہتر اور سب سے زیادہ ہم پر مہربان اور شفیق تھے۔

مسند جریر بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ عنہ (۳۔ روایت)

"اُن کی حدیث ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سابق الی الخیر ہونے میں"۔
امام احمدؒ نے بروایت شعبہ عون بن ابی جحیفہ سے اُنہوں نے منذر بن جریر سے اُنہوں نے اپنے
والد سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ہم ایک دن اول وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے
ہوئے تھے آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جو برہنہ پا اور برہنہ جسم تھے۔ صرف ایک چادر صوف کی یا ایک عبا
پہنے ہوئے تھے، تلواریں حمائل کیے ہوئے تھے۔ اکثر لوگ ان میں سے بلکہ کل قبیلہ مُضر کے تھے۔ اُن کے
فاقہ کی حالت دیکھ کر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ متغیر ہوگیا اور آپؐ اندر تشریف لے گئے پھر باہر
آئے اور بلال کو حکم دیا تو اُنہوں نے اذان کہی اور اقامت کہی پھر حضرتؐ نے نماز پڑھی اس کے بعد خطبہ دیا۔
اس میں یہ آیت پڑھی یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ الآیۃ ترجمہ:
اے لوگو ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے پیدا کیا تم سب کو ایک شخص سے۔ اور وہ آیت جو سورۃ حشر میں ہے
یعنی۔ کہ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ الآیۃ ترجمہ چاہیے کہ ہر شخص دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا
کام کیا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ اُن لوگوں کو صدقہ دو۔ کوئی اشرفی دے اور کوئی روپیہ۔ کوئی کپڑے کوئی گیہوں

کوئی چھوارے۔ یہاں تک کہ آپؐ نے فرمایا جس سے ایک ٹکڑا چھوارے کا ہو سکے وہ وہی دے۔ پس
میں سے ایک شخص ایک تھیلی لے آیا جو اُس کے ہاتھ سے اُٹھتی نہ تھی پھر اور لوگوں نے لانا شروع کیا
کہ میں نے وہ دو ڈھیر غلہ کے اور کپڑے کے دیکھے۔ اور میں نے دیکھا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرہ
خوشی سے چمکنے لگا بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ سونے کا رنگ آپؐ کے چہرۂ مبارک پر ہے پھر آپؐ نے فرمایا
جس نے کسی عمدہ کام کی بنیاد ڈالی اس کو اس کا بھی ثواب ملے گا اور جس قدر لوگ اس کے بعد اس کا
کریں گے اس کا بھی ثواب ملے گا بغیر اس کے کہ اُن کے ثواب سے کچھ کم کیا جائے۔ اور جس نے اس
میں کسی برے طریقہ کی بنیاد ڈالی اس کو اس کا بھی گناہ ملے گا اور جس قدر لوگ اس برے کام کو اس کے بعد
ان کا بھی گناہ ملے گا بغیر اس کے کہ ان کے گناہوں میں سے کچھ کم کیا جائے۔

اور امام احمدؒ نے اسی قصہ میں بروایت عبدالرزاق معمر سے انہوں قتادہ سے اُنہوں نے حمید بن
سے اُنہوں نے جریر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص انصار میں سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ
کے پاس ایک تھیلی سونے کی لایا جو اس کے ہاتھوں کو بھرے ہوئے تھی۔ اور اُس نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی راہ
نذر ہے۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے دیا۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے دیا
بعد مہاجرین کھڑے ہوئے اور انہوں نے دیا۔ یہاں تک کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک خوشی
چمکنے لگا۔ اور میں نے آپؐ کے رخساروں پر اس چمک کو محسوس کیا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا جس
اچھا طریقہ اسلام میں جاری کیا۔ الخ

"حضرت جریر کا ذوعمرو سے یہ قول نقل کرنا کہ مسلمان ہمیشہ بہتری پر رہیں گے جب تک کہ خلافت
انعقاد اجماع سے ہوتا رہے گا نہ تلوار سے۔"

(۲) امام احمد نے بروایت اسمٰعیل بن ابی خالد قیس بن ابی حازم سے اُنہوں نے جریر سے اس
واقعہ میں "کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن بھیجا تھا" بیان کیا ہے کہ میں ذوعمرو سے ملا تو انہوں
مجھ سے کہا کہ اے جریر تم لوگ ہمیشہ بھلائی پر رہو گے جب تک تم میں یہ دستور رہے گا کہ جب ایک
مر جائے تو دوسرے کو تم اجماع سے منتخب کر لو۔ اور جب خلیفہ کا تقرر تلوار سے ہو گا تو تم بھی بادشاہوں کا
غصہ کرنے لگو گے۔ اور بادشاہوں کی سی خوشی کرنے لگو گے۔

"ان کی یہ حدیث کہ قریش کے طلقاء دین میں مہاجرین کے برابر نہیں ہیں۔"

(۳) امام احمدؒ نے بروایت عاصم ابو وائل سے انہوں نے حضرت جریر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہاجرین وانصار باہم ایک دوسرے کے دوست اور ہمسر ہیں اور قریش
کے طلقاء اور قبیلۂ ثقیف کے عتقا باہم ایک دوسرے کے دوست و ہمسر ہیں قیامت تک یہی حال رہے گا۔

مسند جُندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

"اُن کی حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبہ کے متعلق جس میں ابوبکر صدیق کے فضائل

لم نے جندب بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کی وفات کے پانچ دن پہلے سنا آپؐ فرماتے تھے میں خدا کے سامنے اس بات سے برارت ظاہر
کہ میں نے تم میں سے کسی کو خلیل بنایا ہو۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیل بنایا ہے جس طرح
خلیل بنایا تھا۔ اگر میں اپنی امت میں سے کسی کو خلیل بناتا تو بے شک ابوبکرؓ کو خلیل بناتا۔ آگاہ رہو
م سے پہلے تھے وہ اپنے پیغمبروں اور نیک لوگوں کی قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے۔ میں تمہیں
سے منع کرتا ہوں۔

مسند محجن یا ابو محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۔ روایت)

ان کی حدیث چند صحابہ کی تعریف میں جن میں خلفاء اربعہ بھی ہیں۔

(۱) عمر نے بروایت عبدالحمید بن عبدالرحمٰن یعنی یحییٰ حمانی ابوسعید سے جو حضرت حذیفہؓ کے غلام تھے انہوں
نے ایک شخص سے جو صحابی تھے ان کو لوگ ابو محجن یا محجن بن فلاں کہتے تھے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے۔
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے میری اُمت میں سب سے زیادہ مہربان میری امت پر ابوبکرؓ ہیں۔
اور سب سے زیادہ قوی خدا کے کام میں عمرؓ ہیں۔ اور سب سے زیادہ کامل الحیار عثمانؓ ہیں۔ اور سب سے عمدہ
فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں۔ اور سب سے زیادہ قرات کے ماہر اُبی ہیں۔ اور سب سے زیادہ علم فرائض کے جاننے
والے زید ہیں اور سب سے زیادہ حلال و حرام کا علم رکھنے والے معاذ ابن جبل ہیں اور ہر امت کے لئے ایک
امین ہوتا ہے۔ اس امت کے امین عبیدہ بن جراح ہیں۔

(۲) اور ابوعمر نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے تذکرہ میں لکھا ہے کہ ان کے متعلق ابو محجن ثقفی نے یہ اشعار کہے تھے۔

وسميت صديقاً و كل مهاجر
سواك يسمّى باسمه غير منكر
سبقت الى الاسلام والله شاهدٌ
وكنت جليساً بالعريش المشتهر
وبالغار اذا سميت بالغار صاحبا
وكنت رفيقاً للنبيِ المطهر

(ترجمہ اشعار) آپؓ کا نام صدیق رکھا گیا ہے اور دوسرے مہاجرین
آپؓ کے علاوہ اپنے اپنے اچھے ناموں سے پکارے جاتے ہیں
خدا گواہ ہے آپؓ نے اسلام کی طرف سبقت کی، اور
آپؓ عریش میں آشکارا نبیؐ کے ہم نشین تھے۔ اور غار
میں بھی آپؓ نبی اکرمؐ کے ہم نشین تھے" اسی وجہ سے آپؓ کا نام
یار غارؓ رکھا گیا۔ آپؓ نبی مطہرؐ کے رفیق تھے۔

مُسند زرارہ بن عمرو نخعی والد عمرو بن زرارہ رضی اللہ عنہ (۱۔ روایت)

ان کی حدیث اس خواب کے متعلق جو حضرت عثمانؓ کے برسرحق ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ابوعمرؓ نے تعلیقاً روایت کی ہے کہ زرارہ بن عمرؓ قبیلہ نخع کے وفد کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے اثنائے راہ میں ایک خواب دیکھا جس سے
خوف طاری ہوا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا وہ خواب کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے یہ خواب دیکھا کہ

ایک گدھی جس کو میں گھر میں چھوڑ آیا ہوں اس نے ایک بچہ ابلق سیاہ رنگ کا جنا اور میں نے دیکھا کہ ایک
زمین سے نکلی اور وہ میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان میں حائل ہو گئی۔ اور وہ آگ کہتی تھی لظی لظی
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تم اپنے گھر میں کوئی لونڈی چھوڑ آئے ہو جو حاملہ تھی اور اپنا حمل
تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں۔ تو حضرت ؐ نے فرمایا کہ اس سے بچہ پیدا ہوا اور وہ تمہارا بیٹا ہے۔ پھر
پوچھا کہ اس کے ابلق اور سیاہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟ حضرت ؐ نے فرمایا کہ میرے قریب آؤ۔ کیا تم کو
کی شکایت ہے جس کو تم چھپاتے ہو؟ انہوں نے کہا قسم اس کی جس نے آپ ؐ کو حق کے ساتھ بھیجا کہ کوئی
آپ ؐ سے پہلے اس کو نہ جانتا تھا۔ تو اس کے ابلق اور سیاہ ہونے کا یہی مطلب ہے۔ اور وہ آگ جو
دیکھی ایک فتنہ ہے جو میرے بعد ہوگا۔ انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ فتنہ کیا چیز ہے؟ حضرت ؐ نے فرمایا
اپنے امام کو قتل کر دیں گے اور آپس میں خون ریزیاں کریں گے۔ اور آپ ؐ نے اپنی انگلیوں کے درمیان
میں فرق کر کے اس لڑائی کی کیفیت کو بیان فرمایا اور فرمایا کہ ایک مومن کا خون دوسرے مومن کے نزدیک
پانی سے بھی زیادہ خوشگوار ہوگا۔ بدکار اپنے کو نیکوکار سمجھے گا۔ اگر تم اس فتنہ سے پہلے مر گئے تو یہ فتنہ
بیٹے پر آئے گا۔ اور اگر تمہارا بیٹا مر گیا تو یہ فتنہ تم پر آئے گا۔ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تم سے دعا فرمائیے
فتنہ مجھ پر نہ آئے۔ چنانچہ آپ ؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔

مسند سعید بن مسیب رحمۃ اللہ تعالیٰ مرسلاً (۲۔ روایت)

ان کی حدیث ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں ہے۔

(۱) حاکم نے بروایت ربیعہ بن ابی عبد الرحمٰن، سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں بجائے وزیر کے تھے۔ اور ان سے آپ ؐ اپنے تمام کاموں میں مشورہ
تھے۔ اور وہ آپ ؐ کے ثانی تھے اسلام میں۔ اور آپ ؐ کے ثانی تھے غار میں۔ اور آپ ؐ کے ثانی تھے عریش
میں۔ اور آپ ؐ کے ثانی ہیں قبر میں اور حضرت ؐ ان کے اوپر کسی کو مقدم نہ کرتے تھے۔

(۲) اور ابو عمر ؒ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے تذکرہ میں تعلیقاً تحریر فرمایا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ و
ایک شخص سے جو اہل بدر میں سے نہ تھا اور حضرت ابوبکر کے آگے چل رہا تھا، فرمایا کہ تم اس شخص
آگے چل رہے ہو جو تم سے بہتر ہے۔

مسند عبد اللہ بن حنطب رحمۃ اللہ تعالیٰ مرسلاً (۱۔ روایت)

"ان کی حدیث فضیلت شیخین رضی اللہ عنہما کے متعلق"۔

(۱) ترمذی اور حاکم نے بروایت عبد العزیز بن عبد المطلب ان کے والد سے انہوں نے ان کے
بن حنطب سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کو دیکھ
کہ یہ دونوں جسم دین کے کان اور آنکھ ہیں۔

قول محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ

...رمذیؒ نے بروایت حماد بن زید ایوب سے اُنہوں نے محمد بن سیرین سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے،
...ں خیال کرسکتا کہ جو شخص ابوبکرؓ و عمرؓ کی تنقیص کرتا ہو وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے۔

چند اقوالِ ساداتِ اشراف

قول حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہم (۴، روایت)

...یعلیٰ نے بروایت ابو مریم جو جارود کے رضاعی بھائی تھے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے مَیں کوفہ میں تھا کہ
...حسن بن علی خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور اُنہوں نے فرمایا کہ اے لوگو میں نے آج شب کو ایک عجیب
...دیکھا میں نے اللہ تعالیٰ کو عرش کے اوپر دیکھا پھر دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور
...کے ایک پایہ کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پھر ابوبکرؓ آئے اور اُنہوں نے اپنا ہاتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
...نہ مبارک پر رکھ لیا۔ پھر عمرؓ آئے اور اُنہوں نے اپنا ہاتھ ابوبکرؓ کے شانہ پر رکھ لیا۔ پھر عثمانؓ آئے۔ اور
...ت سے آئے کہ اُن کے ہاتھ میں اُن کا سر تھا۔ اور اُنہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنے بندوں
...چھ کہ اُنہوں نے مجھے کس جرم میں قتل کیا؟ پس آسمان سے دو پرنالے خون کے زمین کی طرف جاری کر دیئے
...ی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حسنؓ کیا بیان کر رہے ہیں؛ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جو کچھ
...ں نے دیکھا ہے وہ بیان کر رہے ہیں۔

...ر ابو یعلیٰ نے ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت حسن بن علیؓ سے روایت کی ہے کہ میں تو اب اس
...کے بعد نہیں لڑوں گا جو میں نے دیکھا ہے، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ عرش پر
...ے ہوئے کھڑے ہیں۔ اور ابوبکرؓ کو دیکھا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانے پر ہاتھ رکھے ہوئے
...ے ہیں۔ اور عمرؓ کو دیکھا کہ وہ ابوبکرؓ کے شانے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ کو دیکھا کہ وہ
...عمرؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے پیچھے میں نے دیکھا کہ بہت سے آدمیوں کے خون بہہ
...یں۔ مَیں نے پوچھا کہ یہ خون کیسے ہیں۔ کسی نے کہا کہ یہ خون وہ ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ عثمانؓ کا
...ب لینا چاہتا ہے۔

...ور محب طبری نے ابن السمان سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے ایک تحریر حضرت حسن بن علیؓ کی الکالی
...یں لکھا ہوا تھا کہ میرے علم میں حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کی مخالفت کبھی نہیں کی، نہ کوفہ میں آکر اُن
...میں کچھ تغیر کیا جو حضرت عمرؓ نے رائج کی تھیں۔

...ور نیز محب طبری سے کتاب الموافقت میں منقول ہے کہ اُنہوں نے ابوجعفر یعنی حضرت باقر سے
...ت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ایک روز حضرت عمرؓ مدینہ کی کسی گلی میں چلے جا رہے تھے کہ اُن کو حضرت علی

اور حضرت علی رضؓ کے ہمراہ حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی تھے۔ حضرت علی رضؓ نے انہیں سلام کیا او
ہاتھ پکڑ لیا۔ حسنین نے داہنی اور بائیں جانب سے دونوں کو گھیر لیا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر حضرت
رونے کی حالت طاری ہوئی جیساکہ اکثر ہوا کرتی تھی۔ حضرت علی رضؓ نے پوچھا کہ یا امیر المؤمنین رضؓ
کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے زیادہ کس کو رونا چاہیئے، اے علی رضؓ میں اس
کے کاموں کا والی ہوا اور اس کے متعلق احکام نافذ کیا کرتا ہوں اور مجھے معلوم نہیں کہ میں برا
یا اچھا۔ حضرت علی رضؓ نے اُن سے کہا، کہ اللہ کی قسم آپ ایسا انصاف کرتے ہیں ایسا انصاف ک
مگر اُن کا رونا موقوف نہ ہوا۔ اس کے بعد حضرت حسن رضؓ نے کچھ گفتگو کی جو اللہ تعالیٰ کو منظور تھی
انہوں نے بھی ان کی حکومت اور عدل کی تعریف کی مگر ان کا رونا موقوف نہ ہوا۔ اس کے
حضرت حسین رضؓ نے ویسی ہی گفتگو کی تو حضرت حسین رضؓ کا کلام ختم ہوتے ہی ان کا رونا موقوف
اور انہوں نے فرمایا کہ اے میرے بھتیجو کیا تم اس میرے عدل و انصاف کی گواہی خدا کے س
دو گے؟ تو دونوں چُپ ہو گئے اور اپنی والدہ کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا کہ ہم
اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

اقوال اولادِ حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴۔ روایت)

(۱) عبداللہ بن احمدؒ نے زوائد مسند میں حسن بن زید بن حسن رضؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے
میرے والد نے اپنے والد سے انہوں نے حضرت علی رضؓ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سامنے سے آئے۔ حضرت نے
اے علی یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے بعد جنت کے بوڑھوں اور جوانوں سب کے سردار ہیں۔

(۲) اور محب طبری نے عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی ابن ابی طالب سے روایت کی ہے ک
حضرت ابو بکر رضؓ و عمر رضؓ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اُن دونوں کو تمام صحابہ رضؓ سے افضل سمج
اور اُن کے لئے دعائے مغفرت کیا کرتا ہوں۔ کسی نے اُن سے کہا کہ شاید یہ تقیہ ہے۔ آپ کے دل
کے خلاف ہے انہوں نے فرمایا مجھے محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ
میں اپنے دل کے خلاف کہتا ہوں۔

(۳) اور نیز انہیں سے روایت ہے کہ اُن سے حضرت ابو بکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کی بابت پوچھا گیا، اُنھ
فرمایا کہ صلی اللہ علیہما وسلم اللہ صلوٰۃ وسلام نازل کرے اُن پر، اور جو شخص اُن کے لیے طلب
نہ کرے اس پر اللہ رحم نہ کرے۔

(۴) اور حضرت حسن مثلث برادر حضرت عبداللہ مذکور سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک
جو بنی فاطمہ کی محبت میں غلو رکھتا تھا فرمایا کہ تمہاری خرابی ہو ہم سے اللہ کے لئے محبت کرو۔ یعنی اگ
کی اطاعت کریں تو ہم سے محبت کرو اور اگر ہم اللہ کی نافرمانی کریں تو ہم سے مبغض رکھو۔ تو ایک

کہا کہ آپ لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار اور آپ کے اہل بیت ہیں۔ ہم آپ سے
یسے رکھ سکتے ہیں۔ اُنہوں نے فرمایا تمہاری خرابی ہو اگر اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت
ر اپنی عبادت کے کسی کو نفع دیتا تو جو ہم سب سے زیادہ حضرت کے قرابت دار ہیں یعنی حضرت
بدین ان کو ضرور نفع دیتا واللہ میں اس بات کا خوف رکھتا ہوں کہ جو شخص ہم میں سے نافرمانی
گا اللہ اُس کو دونا عذاب دے گا اور واللہ میں اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ جو شخص ہم میں سے
کام کرے گا اللہ تعالیٰ اُس کو دونا ثواب دے گا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اے لوگو ہمارے باپ اور ماں
ے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا۔ اگر جو کچھ تم بیان کرتے ہو وہ دینِ خدا ہو کہ انہوں نے ہم کو
خبر نہ دی اور ہم کو اس سے مطلع نہ کیا اور اس کی ہم کو ترغیب نہ دی حالانکہ ہم تم سے زیادہ اُن
یب تھے اور تم سے زیادہ ہمارا حق ان پر تھا کہ وہ ہم کو دین کی تعلیم دیتے اور اگر بقول تمہارے
و جل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے علی کو رسول کے بعد خلافت کے لیے منتخب کیا ہوتا
سب سے زیادہ خطا کار اور سب سے زیادہ مجرم ہوئے کہ اُنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کو ترک کر دیا۔ اُن کو چاہیے تھا کہ خلافت اپنے متعلق کر لیتے جیسا کہ اُن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
دیا تھا۔ اور لوگوں کے سامنے یہی عذر کر دیتے کہ میں مجبور ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہی ہے
ی نے اُن سے کہا کہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ من کنت مولاہ یعنی میں
مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ آگاہ رہو، اللہ کی قسم اگر رسولِ خدا
لله علیہ وسلم اس سے خلافت اور سلطنت اور لوگوں کی حکومت مراد لیتے تو صاف صاف بیان
یتے جس طرح نماز کو، زکوٰۃ کو، روزے کو اور حج کو صاف صاف بیان فرما دیا اور یقیناً اس طرح فرماتے
ے لوگو یہ میرے بعد ولی ہے تم لوگ اس کا حکم سنو اور مانو۔

قول اولادِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم (۸۔ روایت)

رفوع حدیثیں ترمذی نے زہری سے انہوں نے علی بن حسین زین العابدین سے اُنہوں نے حضرت
ابی طالب سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا کہ ابوبکرؓ و
ی اللہ تعالیٰ عنہم سامنے سے آئے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دونوں پیران اہل جنت
سردار ہیں۔ اگلوں کے بھی اور پچھلوں کے بھی، سوا انبیاء و مرسلین کے۔ اے علیؓ تم اس کی خبر
دونوں کو نہ دینا۔

موقوف حدیثیں:۔ امام احمدؒ نے حضرت ذوالیدین کے مُسند میں ابو حازم سے روایت کی ہے
ہ کہتے مجھے ایک شخص علی بن حسین زین العابدین کے پاس آیا اور اُس نے پوچھا کہ ابوبکر و عمر
للہ تعالیٰ عنہما کا تقرب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں کس قدر تھا؟ فرمایا جس قدر اب ہے یعنی قبر شریف سے
حاکم نے بروایت عبد اللہ بن عمر بن ابان نقل کیا ہے وہ کہتے تھے ہم سے سفیان بن عیینہ نے جعفر صادق

ابن محمد باقر سے اُنہوں نے اپنے والد سے اُنہوں نے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ حضر
حضرت عمر رضؓ کے جنازے پر گئے اُن کے جسم پر چادر پڑی ہوئی تھی۔ تو حضرت علی رضؓ نے کہا کہ اے ع
آپ پر رحمت نازل فرمائے۔ اس کے بعد کہا کہ اس چادر پوش سے زیادہ کوئی شخص نہیں۔
اس جیسے نامۂ اعمال کے ساتھ میں خدا سے ملنے کی آرزو کروں۔

(۴) اور امام محمد بن حسن نے امام اعظمؒ ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے ہم سے ابو جع
محمد بن علی باقر نے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ حضرت علی بن ابی طالب حضرت عمر بن خطاب رضؓ کے پا
جب کہ وُہ زخمی ہوئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ آپ پر رحم کرے اللہ کی قسم زمین میں آپ کے بعد
کوئی نہیں ہے کہ میں اس کے ایسے اعمال نامہ کے ساتھ خدا سے ملنے کی آرزو کروں۔

(۵) اور نیز امام محمد نے ابن ابی حفصہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے محمد بن علی باقر
اور جعفر بن محمد صادق سے حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کی بابت پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ وہ
امام تھے عادل تھے۔ ہم ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور اُن کے دشمن سے بیزار ہیں۔ بعد اس کے
محمد میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے سالم کیا کوئی شخص اپنے نانا کو بُرا کہے گا، ابوبکر صدیق
نانا ہیں مجھے میرے جد محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں اُن سے محبت نہ
اور ان کے دشمن سے بیزار نہ ہوں۔

(۶) اور ابو جعفر باقر سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا جس نے حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کی فضیلت
وہ سنت رسول اللہ صلعم سے جاہل رہا، اور اُن سے پوچھا گیا کہ آپ حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کی
کیا کہتے ہیں؟ اُنہوں نے کہا میں اُن سے محبت رکھتا ہوں۔ اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرتا
اور میں نے اپنے گھر میں سب کو دیکھا کہ اُن سے محبت کرتے تھے۔

(۷) اور نیز اُن سے پوچھا گیا کہ جو لوگ حضرت ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ کو بُرا کہتے ہیں وہ کیسے ہیں؟ انہوں
وہ بے دین ہیں۔

(۸) اور نیز اُن سے مروی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا جس نے حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کی افضلیت میں
شک کیا وہ مثل اسکے ہے جس نے سنتِ رسولؐ کی حقیقت میں شک کیا۔ حضرت ابوبکر رضؓ و حضرت عمر رضؓ کا بغض
نفاق ہے۔ اور انصار کا بغض دلیل نفاق ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بنی ہاشم اور بنی عدی تیم کے د
میں کچھ کینہ تھا۔ مگر جب یہ لوگ اسلام لائے تو باہم دوست بن گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں
کینہ نکال دیا یہاں تک کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضؓ کے کوٹھے میں درد تھا تو علی اپنے ہاتھ کو گ
حضرت ابوبکر رضؓ کے کوٹھے کو سینکتے تھے۔ انہیں لوگوں کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ وَنَزَعْنَا
مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ الآیۃ (سورۂ حجر، پارہ ۱۴) ترجمہ ہم نے نکال دیا جو کچھ ان کے دلو
کینہ تھا۔ وہ بھائی بھائی بنے ہوئے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے جنت میں بیٹھے ہوں گے

❊ ❊ ❊

فذلکہ فصل چہارم

وہ مضمون جس کو اب ہم بیان کرنا چاہتے ہیں ایک مقدمہ کی تمہید پر موقوف ہے

مقدمہ ۔ ملتِ محمدیہ "علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام" کے احکام دو قسم پر ہیں۔ ایک قسم تو وہ ہے جن کی اصل
…ت سے پردہ اُٹھا دیا گیا۔ اور شریعت نے اُن کو صاف کھول کر بیان کر دیا۔ اور لوگوں کا اُن احکام کے
…مکلف ہونا ثابت ہو چکا۔ اب اگر کوئی شخص کسی کمزور شبہہ کو سند بنا کر ان احکام کی مخالفت کرے
…عند اللہ معذور نہ ہوگا۔ اور نہ ہی اس مخالفت کا مقلد معذور ہوگا۔

درحقیقت شریعت کی بنا انہیں احکام پر ہے۔ اور سنی اور بدعتی ہونا انہیں احکام کے قبول اور رد
…وابستہ ہے۔ اگر قبول کیا تو سنی، رد کیا تو بدعتی۔ اور عندکم من اللہ فیہ برھان اسی قسم کے احکام
…ادق ہے اور یہ احکام وہ ہیں جو صریح قرآن یا صریح حدیث مشہور یا طبقۂ اولی کے اجماع سے یا قرآن
…یث پر قیاس جلی کر کے نکالے گئے ہیں جب کوئی حکم شریعت کا اس طریقہ سے ثابت ہو جائے تو اس کی
…ت کی گنجائش نہیں رہتی اور مخالف ایسے حکم کا معذور نہیں ہوتا جیسے انکار زکوٰۃ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
کی وفات کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم نے اس بارہ میں مباحثہ کیا آخر سب نے حضرت صدیق رضی اللہ
کے قول کی طرف رجوع کیا کہ منکر زکوٰۃ معذور نہ سمجھا جائے اور سب نے بالاتفاق منکرین زکوٰۃ سے قتال
…ع کر دیا۔ قدریہ، مرجیہ، خوارج، روافض اسی درجہ میں ہیں جس میں منکرین زکوٰۃ تھے۔ صحیح حد…
ان چاروں فرقوں کی مذمت و تشنیع مذکور ہے۔

دوسری قسم وہ ہے کہ ان میں اصل حقیقت سے پردہ نہیں اُٹھایا گیا اور لوگوں کا ان احکام کے ساتھ
…ف ہونا واضح طور پر ثابت نہیں ہوا بلکہ دلائل کا اختلاف یا حدیثوں کا شایع نہ ہونا اس مسئلہ میں
…مقصود کا حجاب بن گیا یا کوئی صریح دلیل اس مسئلہ میں ملی ہی نہیں استنباطات اور قیاسات
…ف جانب سے گئے، اس قسم کے احکام میں اجتہاد کیا جاتا ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ ہر مجتہد صواب
ہے۔ اور بعض لوگوں کا قول ہے کہ صواب پر صرف ایک مجتہد ہے اور دوسرے مجتہد معذور ہیں۔

مگر اس بندۂ ضعیف کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ یوں تفصیل کی جائے کہ اگر حدیث [illegible]
…ہا کو پہنچی دوسرے کو نہ پہنچی تو جس کو پہنچی وہ صواب پر ہے جس کو نہ پہنچی ہو وہ معذور ہے اور اگر منشأ
…تلاف دو دلیلوں کے درمیان جمع کی صورتوں کا متعدد ہونا یا کوئی قیاس خفی ہے تو ایسی حالت میں دونوں
…تہد صواب پر ہیں۔ کیونکہ مقصد اصلی ایسی حالت میں شارع کی موافقت کرنا اور اُس کے حکم کی اطاعت
کرنا ہے۔ اور صورت مذکور میں ہر مجتہد اس موافقت کو بجا لایا۔ فقہائے اہل سنت کے مذاہب میں باہم
…ی قسم کا اختلاف ہے اور سب مقبول ہیں۔

ہماری غرض اس فصل میں بلکہ ان تمام فصلوں میں اس بات کا بیان کرنا ہے کہ خلفاء راشدین
قریشیت اور سوابق اسلامیہ اور جنتی ہونے نیز دوسرے فضائل کا ثبوت قسم اول میں داخل ہے
الٰہی اُن کے منکروں پر قائم ہے اور ان کے کمزور شبہات نے اُن کو عند اللہ معذور نہیں بنایا، جو
ان کا منکر ہے وہ بدعتی ہے حق سے دُور ہے۔ برہان الٰہی نے اُس کو محمدیوں (علی صاحبہم افضل ا
والیمن التحیات) کے مسند سے نکال دیا ہے۔ یہ بدعت اُن کی بعض علماء کے نزدیک کافر بنا
اور بعض کے نزدیک سخت فاسق بنا دینے والی ہے۔ پھر یہ بھی واضح رہے کہ قریشیت اور با
صفات کا خلافت خاصہ میں شرط ہونا آیات، احادیث صحیحہ اور آثار صحابہ سے ثابت ہے، پھر
واضح رہے کہ خلفاء کی خلافت شریعت میں ثابت ہے صحابہ و تابعین نے اس کے ثابت کرنے میں
طریقے اختیار کیے ہیں اور ہر طریقہ حقیقت خلافت پر دلالت کرتا ہے خواہ وہ دلالت قطعی ہو یا ظنی
ان سب استدلالوں کو جمع کرتے ہیں تو وہ متواتر بالمعنی ہو جاتے ہیں۔ اور جب آیتوں کے عموم او
اور اُن کے قرینے ان استدلالوں کے ساتھ مل جاتے ہیں تو وہ استدلال قطعی ہو جاتے ہیں۔

جب یہ مقدمہ بیان ہو چکا تو اب ہم کہتے ہیں کہ خلفاء کا قریشی ہونا اور سابقین اسلام سے
مہاجرین اولین سے ہونا اور بدر و حدیبیہ اور دوسرے مشاہد خیر میں شریک ہونا قطعی ہے کسی مخالف
کی گنجائش نہیں ہے اس میں زیادہ گفتگو کرنا مثل لغو کام کے معلوم ہوتا ہے تاہم کچھ حصہ ان
کا خلفاء کے مآثر میں عمدہ طریقہ سے مذکور ہوگا۔ شیخین کے متعلق تو کوئی بات نکلتی ہی نہیں سوا
کہ ذو النورین رضی اللہ عنہ بدر اور بیعت الرضوان میں اور حضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ تبوک میں
نہ تھے مگر وہ بھی حاضرین کا حکم رکھتے تھے جیسا کہ آیندہ بیان ہوگا۔ اب اس وقت اُن صفا
شرط خلافت ہونا اور خلفاء میں پایا جانا نہایت اختصار کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔

قریشی ہونا۔ یہ اس خلافت کی شرط ہے جو اپنے اختیار سے قائم کی جائے۔ ہماری گفتگو ا
میں نہیں ہے جو بضرورت قائم ہوئی ہو۔ پس اس کا شرط ہونا بہت حدیثوں سے ثابت ہے۔

ازانجملہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کی ہوئی مرفوع حدیث ہے کہ خلفاء ق
ہیں۔ اور نیز اُن کی موقوف حدیث ہے کہ یہ کام خلافت کا نہیں معلوم ہوتا مگر اسی قبیلہ قریش
جو باعتبار خاندان کے تمام عرب سے بہتر ہے۔

اور حضرت ذو النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سعد بن ابی وقاص کی مرفوع حدیث ہے کہ جو شخص
ذلیل کرنا چاہے اللہ تعالیٰ اُس کو ذلیل کرے۔

اور حضرت مرتضیٰ کی مرفوع حدیث ہے کہ آگاہ رہو خلفاء قریش میں سے ہونے چاہئیں
جب تک ان میں یہ تین صفتیں قائم رہیں اگر حکم بنائے جائیں تو انصاف کریں اور وعدہ کریں ت
کریں۔ اور اگر اُن سے رحم کی خواہش کی جائے تو رحم کریں۔

اور حضرت ابن عمر کی مرفوع حدیث ہے کہ یہ کام قریش میں رہے گا جب تک کہ دو قریشی بھی باقی رہیں

اور حضرت ابن عباسؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ حضرتؐ نے دعا مانگی یا اللہ جس طرح تو نے پہلے ان کو بلا میں مبتلا کیا اسی طرح اخیر میں اُن پر انعام کر۔ ترمذی نے اس کو روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابو موسیٰ کی مرفوع حدیث ہے کہ یہ کام قریش میں رہے گا جب تک کہ اُن میں یہ صفتیں رہیں کہ اگر اُن سے رحم کی خواہش کی جائے تو رحم کریں الخ۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوع حدیث ہے کہ لوگ اس کام میں قریش کے تابع ہیں۔ مسلمان مسلمان قریشیوں کے اور کافر لوگ کافر قریشیوں کے۔

اور نیز حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث ہے کہ قریش کا حق ہے جب تک کہ اُن میں تین رہیں کہ اگر حکم بنائے جائیں تو انصاف کریں امین بنائے جائیں تو حق امانت ادا کریں۔ اور ان سے رحم کی خواہش کی جائے تو رحم کریں۔

اور نیز حضرت ابو ہریرہ کی مرفوع حدیث ہے کہ منصب خلافت قریش میں ہے اور عہدہ قضا انصار میں، اور عہدۂ اذان حبشیوں میں، اور صفت امانت قبیلۂ ازد میں۔

اور حضرت جابر کی مرفوع حدیث ہے کہ لوگ قریش کے تابع ہیں نیکی میں بھی اور بدی میں بھی۔

اور حضرت انس کی مرفوع حدیث ہے کہ خلفاء قریش سے ہیں۔ اے لوگو بیشک قریش کا تم پر حق ہے اور اسی طرح تمہارا حق بھی قریش پر ہے، جب تک کہ قریش میں یہ صفتیں رہیں کہ اگر اُن سے رحم کی خواہش کی جائے تو رحم کریں اور وعدہ کریں تو اُس کو پورا کریں اور حاکم بنائے جائیں تو انصاف کریں پس ان میں سے ایسا نہ کرے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت۔

اور ابو برزہ اسلمی کی مرفوع حدیث ہے کہ خلفاء قریش سے ہیں۔ اے لوگو تمہارا حق قریش پر اور قریش کا حق تم پر ہے جب تک کہ ان میں تین صفتیں باقی رہیں۔ اس کے بعد حضرت انس کی حدیث کے مثل ہے

اور حضرت ذی مخمر کی حدیث ہے کہ یہ کام خلافت کا قبیلۂ حمیر میں تھا اگر اب اللہ نے نکال کر اس کو قریش میں رکھا

اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی مرفوع حدیث ہے کہ یہ کام خلافت کا قریش میں ہے جو شخص ان سے دشمنی کرے گا اللہ اس کو سرنگوں کر دے گا جب تک کہ قریش دین کو قائم رکھیں۔

اور حضرت جابر بن سمرہ اور ابو جحیفہ کی مرفوع حدیث ہے کہ بارہ خلفاء کے وقت تک اسلام غالب رہے گا یہ سب خلفا قریش سے ہوں گے۔

اور حضرت عمرو بن عاص کی مرفوع حدیث ہے کہ قریش قیامت تک سب لوگوں کے سردار ہیں نیکی میں بھی اور بدی میں بھی۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

اور امام شافعی نے ابن ابی فدیک سے انہوں نے ابن ابی ذیب سے انہوں نے اپنے مشائخ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں۔ از انجملہ ابن شہاب سے روایت کی ہے کہ ان کو یہ خبر ملی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش کو مقدم کرو تم خود اُن سے مقدم نہ بنو۔ اور قریش سے علم حاصل کرو تم خود ان کے معلم نہ بنو۔

اور از انجملہ حارث بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے ہم کو خبر ملی ہے کہ رسول خدا صلی
علیہ وسلم نے فرمایا اگر قریش میں فخر نہ پیدا ہو جاتا تو میں اُن کو اس نعمت سے آگاہ کر دیتا جو انکے لئے اللہ عز و جل کے یہ
اور از انجملہ شریک بن ابی تمر سے روایت ہے کہ وہ عطار بن لیسار سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا تم اس کام کے سب سے زیادہ حق دار ہو جب تک
کے ساتھ ہو۔ ہاں جب تم حق سے ہٹ جاؤ گے تو اس طرح چھیل کر پھینک دیئے جاؤ گے جیسے
یہ شاخ خرما۔ (ایک شاخ خرما آپ کے ہاتھ میں تھی اس کی طرف آپ نے اشارہ فرمایا) چھیلی جاتی۔

اور امام شافعی نے یحیٰی بن سلیم سے انہوں نے عبد اللہ بن عثمان بن خثیم سے انہوں نے اسم
بن عبید بن رفاعہ انصاری سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے اُن کے دادا رفاعہ سے روایت
ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ بلند آواز سے پکار کر فرمایا کہ اے لوگو قریش اہل امانت ہیں
شخص ان پر کوئی حادثہ لانا چاہے گا اللہ اس کو ناک کے بل گرا دے گا۔ یہی جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔

اور امام شافعی رحمۃ نے عبد العزیز بن محمد سے انہوں نے یزید بن ہادی سے روایت کی ہے کہ محمد بن ابر
نے اُن سے بیان کیا کہ قتادہ بن نعمان قریش کا ذکر کرنے لگے اور ان کی برائی بیان کی تو رسول خدا صلی
علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قتادہ چپ رہو قریش کو برا نہ کہو کیونکہ امید ہے کہ تم اُن میں کچھ لوگ ایسے
یا فرمایا کہ ان میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کے اعمال کے سامنے تم اپنے اعمال کو حقیر سمجھو گے۔ اور
تم ان کو دیکھو گے تو ان پر غبطہ کرو گے۔ اگر قریش کے مغرور ہو جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو بیشک
اُن کو آگاہ کر دیتا اُس نعمت سے جو اُن کے لئے اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے۔

اور امام شافعی نے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے ابن ابی نجیح سے انہوں نے مجاہد سے ا
کے قول وانہ لذکر لک ولقومک کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ قریش کا اس قدر نام ہو گا کہ پ
جائے گا فلاں شخص کس قوم کا ہے کہا جائے گا عرب کا ہے تو پوچھا جائے گا کہ عرب کے کس خاندا
تو جواب دیا جائے گا کہ خاندان قریش سے۔ یہ سن کر پوچھنے والا چپ ہو جائے گا کہ جب قریشی ہے تو اس کا کیا

اور امام شافعی نے تعلیقاً مگر بیہقی نے موصولاً اپنی سند کے ساتھ حضرت جبیر بن مطعم سے روایت
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک قریشی دو غیر قریشیوں کے برابر ہے۔ زہری سے پوچھا گیا
انہوں نے جواب دیا کہ یہ بوجہ ان کی عقلمندی کے ان تمام حدیثوں کو جو امام شافعی سے نقل کی گئیں بیہقی
اپنی سنن صغریٰ کے شروع میں لکھا ہے۔

المختصر صحابہ و تابعین کی ایک جماعت نے اس مضمون کو مختلف الفاظ اور متعدد سندوں سے
کیا ہے جن میں بعض خلافت قریش پر صراحۃً اور اشارۃً دلالت کرتی ہیں اور بعض میں کوئی قرینہ ایسا
کہ ذہن خلافت کی طرف جاتا ہے۔ ان سب باتوں کے بعد یہ دیکھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد انصار نے مہاجرین سے کہا کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے مہاجرین نے ا
خلافت قریش کے ذریعہ سے ان کو خلافت سے روک دیا اور اسی پر اجماع ہو گیا اور مخالف چپ

واقعہ کی بہت سندیں ہیں جن میں سے چند روایتیں ہم حضرت صدیق رضؓ کی خلافت کے منعقد ہونے کے
میں ذکر کریں گے حاصل یہ کہ ان مناظرین کے بعد اجماع ہوگیا کہ خلافت غیر قریش کو نہیں مل سکتی
ہ مجلس اسی اجماع پر ختم ہوگئی۔
مہاجرین اولین میں سے ہونا خلافت خاصہ کے لیے شرط ہے بدلیل قول حق تعالیٰ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ
، اَنْفَقَ الخ (ترجمہ) برابر نہیں ہیں تم میں سے وہ لوگ جنہوں نے راہِ خدا میں خرچ کیا فتح سے پہلے اور قتال
ان لوگوں کے جنہوں نے بعد فتح خرچ وقتال کیا۔ قبل از فتح خرچ وقتال کرنے والے بہت زیادہ ہیں
یں، اُن لوگوں سے جنہوں نے بعد فتح کے خرچ کیا اور قتال کیا اور بدلیل قول حق تعالیٰ اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ...
اور حضرت فاروق نے اپنے آخری خطبہ میں جب کہ انہوں نے خلافت کو بطور مشورہ کے چھ آدمیوں کے
یان میں دائر کیا، فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ کچھ لوگ اس بارہ میں طعن کریں گے۔ مگر اُن کے طعن کا کچھ اعتبار
ں، وُہ تو مسلم ہیں۔ میں نے اپنے اسی ہاتھ سے انہیں اسلام پر مارا ہے اگر وہ لوگ ایسا کریں تو وہ خدا کے
ن اور کافر اور گمراہ ہیں۔
اور حضرت ابن عمر نے حضرت معاویہ کی نسبت فرمایا کہ خلافت کا تم سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جس نے
سے اور تمہارے والد سے اسلام کی خاطر قتال کیا۔
اور حضرت زید بن ثابت نے بروز انعقادِ خلافتِ صدیقیہ فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین
گروہ سے تھے۔ لہٰذا خلیفہ بھی مہاجرین سے ہونا چاہیئے۔ اور ہم اس خلیفہ کے مددگار رہیں گے جس طرح
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار تھے۔
اور رفاعہ بن رافع زُرقی بدری نے "اس وقت جب کہ طلحہ و زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضرت علی رضؓ پر
وج کیا اور حضرت علی رضؓ کو اس کی خبر ملی" فرمایا جیسا کہ استیعاب میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے
ول صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا لیا تو ہم نے سمجھا تھا کہ اس کام کا استحقاق سب سے زیادہ ہم کو ہے کیونکہ
نے رسولؐ کی مدد کی ہے اور دین میں ہماری یہ منزلت ہے۔ مگر آپ لوگوں نے کہا کہ ہم مہاجرین اولین
ں۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت قریب حق دار ہیں ہم تمہیں اللہ کو یاد دلاتے ہیں کہ حضرتؐ
ں جانشینی کے متعلق ہم سے نزاع نہ کرو۔ پھر ہم نے خلافت کے متعلق آپ لوگوں سے کچھ نہ کہا کیونکہ
پ لوگ اپنی حالت کو خوب جانتے ہیں۔ ہم نے تو جب یہ دیکھا کہ حق پر عمل ہو رہا ہے اور قرآن
ں پیروی کی جا رہی ہے اور سنتِ نبویؐ قائم ہے تو ہم راضی ہوگئے۔ اور ہم کو اس کے سوا اور کچھ
ہیے بھی نہ تھا۔ مگر جب ہم نے دیکھا کہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جاتی ہے تو ہم نے اختلاف کیا۔ الی آخرہٖ۔
اور حضرت عبد الرحمٰن بن غنم اشعری نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو الدرداء سے کہا تھا کہ آپ
ں حضرت معاویہ کی طرف سے حضرت علی کو شوریٰ کا پیغام دینے کیوں آئے۔ معاویہ کو شوریٰ میں کیا
قل ہے معاویہ تو طلقاء میں سے ہیں جن کے لیے خلافت ہو ہی نہیں سکتی وہ اور اُن کے والد دونوں سرداران
حزاب میں تھے یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو الدرداء اپنے آنے پر نادم ہوئے اور دونوں نے

حضرت عبدالرحمٰن کے سامنے توبہ کی یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوالدرداء اور حضرت ابوہریرہ نے بالآ
حضرت عبدالرحمٰن کے قول کی طرف رجوع کیا۔

اور جریر بن عبداللہ کی مرفوع حدیث ہے کہ مہاجرین و انصار باہم ایک دوسرے کے ولی، دوس
اور مددگار ہیں۔ اور قریش کے طُلَقَاء اور ثقیف کے عتقاء باہم ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ قیامت تک
رہے گا اور اس بات کی ایک عمدہ دلیل حضرت مرتضیٰ کا یہ قول ہے جو انہوں نے کئی بار اہل شام کو لکھا
خلافت کا معاملہ مہاجرین و انصار کے اختیار میں ہے۔ کسی دوسرے کو منعقد کرنے یا نہ کرنے میں کچھ دخل نہ
جب مہاجرین و انصار نے کسی کے ہاتھ پر بیعت کرلی تو وہ خلیفہ ہوگیا۔ دوسر کو مخالفت کی گنجائش نہیں رہ

اور اس مقصد کے قرائن میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث ہے جو اس بارہ میں
کہ امامت نماز کا حق دار کون ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر بہت سے لوگ
سنت میں مساوی ہوں تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو وہ امامت نماز کا مستحق ہے۔

اور یہ آیت بھی اس مقصد کا قرینہ بن سکتی ہے۔ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ اللّٰتِيْ۔ الیٰ آخر ھا
مَعَكَ۔ (سورۃ احزاب۔ پارہ ۲۲) (ترجمہ) اے نبیؐ بے شک ہم نے حلال کیں واسطے آپ کے بیبیاں آپ
یہاں تک کہ فرمایا جنہوں نے ہجرت کی ہو آپ کے ساتھ ام ہانی اسی قید ہجرت کے سبب سے آنحضرت
علیہ وسلم کی زوجیت کے شرف سے محروم ہوگئیں۔

اور اس مدعا کا ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ حضرت عباس کو باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہونے اور بنی ہاشم کے سردار ہونے کے خلافت کے معاملہ میں کچھ دخل نہ تھا۔ اور اُن کا ذکر ہی نہ آتا تھا۔
اولاد میں بعض لوگوں نے اس کا سبب بیان کیا ہے چنانچہ حاکم نے ابواسحاق سے روایت کی ہے کہ وہ
تھے میں نے قثمؓ بن عباس سے پوچھا کہ علی کیوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فاصلہ جانشین ہوئے
آپ لوگ نہ ہوئے۔ قثم نے کہا علی چچا کے بیٹے ہونے کی وجہ سے جانشین نہیں ہوئے بلکہ اس سبب
کہ وہ ہم سب سے پہلے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل گئے تھے اور ہم سب سے زیادہ آپکی ملازمت میں ر

المختصر یہ بات کہ مہاجرین اولین میں سے ہونا شریعت اسلام میں ایک بہت بڑی بزرگی ہے
خلافت میں اس کی حاجت ہے۔ بہت سے دلائل سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت
منعقد ہونے کے بیان میں ان دلائل کا ذکر کیا گیا ہے۔

قریشیت اور اولیت ہجرت میں باہم عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے۔ صدیق اکبرؓ اور ان
حضرات خصوصًا باقی تین خلفا ماوہٗ اجماع تھے۔ لہٰذا انصار کو ان دونوں صفتوں کے ذریعہ سے روک دیا گیا
حضرت مرتضیٰ وحضرت معاویہ کے مناظرہ میں صرف یہی صفت ہجرت مدار فرق ٹھہری۔ کیونکہ دوسری صفت
قریشیت کی مشترک تھی۔

اس مقام پر ایک بہت عمدہ بحث ہے کہ آیا ہجرت تا قیامت باقی ہے یا کسی زمانہ خاص کے لیے
تحقیق حدیث ہجرت۔ بخاری نے عاصم سے انہوں نے ابوعثمان نہدی سے انہوں نے مجاشع بن مسعو

ت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں ابوسعید کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لے گیا تاکہ وہ آپؐ سے ہجرت
ت کریں۔ حضرتؐ نے فرمایا ہجرت تو اب ختم ہو چکی ہاں اسلام پر اور جہاد پر میں اُن سے بیعت لے لوں گا
ان راوی حدیث کہتے تھے کہ پھر مجھ سے ابومعبد سے ملاقات ہوگئی تو میں نے ان سے اس حدیث کو پوچھا
ں نے کہا مجاشع نے صحیح بیان کیا

اور بخاری نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے فرمایا اب یا فرمایا کہ بعد رسول خدا
للہ علیہ وسلم کے ہجرت باقی نہیں رہی۔

اور نیز بخاری نے مجاہد سے روایت کی ہے کہ ابن عمر فرماتے تھے کہ فتح کے بعد ہجرت باقی نہیں رہی۔

اور نیز بخاری نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتی تھیں اب ہجرت باقی نہیں رہی۔
ت اس زمانہ میں تھی جب مؤمن اپنا دین بچا کر اللہ اور رسول کی طرف بھاگتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں
ں مبتلا نہ ہو جائے۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے مؤمن جہاں چاہے اپنے پروردگار کی
ت کر سکتا ہے۔ لہٰذا اب ہجرت نہیں رہی۔ بلکہ جہاد اور نیت نیک کا ثواب رہ گیا ہے۔ ان احادیث
علوم ہوتا ہے کہ ہجرت فتح مکہ سے ختم ہوگئی۔

اور طبرانی نے معجم صغیر میں بروایت ابوهند یحییٰ بن عبداللہ بن حجر بن عبدالجبار بن وائل بن حجر حضرمی
نقل کیا ہے کہ وہ کوفہ میں بیان کرتے تھے کہ مجھ سے میرے چچا محمد بن حجر بن عبدالجبار نے بیان کیا وہ
تھے مجھ سے سعید بن عبدالجبار نے اپنے والد عبدالجبار سے اُنہوں نے اپنی والدہ ام یحییٰ سے انہوں نے
بن حجر سے ایک طویل حدیث نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ان کی حاضری اور پھر وطن کی
اور حضرت عثمانؓ کے فتنہ میں ان کی گوشہ نشینی پھر حضرت معاویہؓ کے پاس ان کے جانے کی کیفیت
لق روایت کی ہے اسی روایت میں ہے کہ حضرت وائل بن حجر سے حضرت معاویہ نے کہا کہ آپ ہماری
سے کیوں باز رہے حالانکہ حضرت عثمان نے آپ کو معتمد اور اپنا داماد بنایا تھا۔ وائل بن حجر کہتے ہیں میں نے
ب دیا کہ یہ وجہ تھی کہ آپ نے ایسے شخص سے قتال شروع کیا جو آپ سے زیادہ حضرت عثمانؓ کا
ار تھا۔ حضرت معاویہ نے کہا علی کیوں کر مجھ سے زیادہ عثمان کے حق دار ہیں حالانکہ میں بہ نسبت ان کے
ن سے قریب النسب ہوں۔ میں نے جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی اور عثمان کے درمیان
واخاۃ کرائی تھی لہٰذا علی ان کے بھائی ہوئے اور آپ ان کے چچا کے بیٹے ہیں اور بھائی چچا کے بیٹے سے زیادہ
ار ہوتا ہے۔ اور ایک وجہ میرے شریک نہ ہونے کی یہ بھی ہے کہ میں مہاجرین سے لڑنا نہیں چاہتا
ت معاویہ نے کہا کیا ہم لوگ مہاجر نہیں ہیں؟ میں نے جواب دیا اسی وجہ سے تو ہم آپ سے اور ان سے
ں سے الگ رہے۔ اور ایک وجہ میرے نہ شریک ہونے کی یہ بھی ہے کہ میں رسول خدا صلے اللہ
و سلم کی خدمت میں ایک روز حاضر تھا اس وقت اور بھی بہت سے لوگ حاضر تھے۔ حضرتؐ نے
بارک مشرق کی طرف بلند فرمایا اور پھر جھکا لیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ایسے تاریک فتنے تم پر آرہے ہیں
شب تاریک کے ٹکڑے۔ اور آپؐ نے ان فتنوں کی حالت بہت سخت بیان فرمائی اور ان کا زمانہ

قریب بتایا اور اُن کی برائی بیان کی۔ منجملہ حاضرین کے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ؐ فتنے کیا ہیں
حضرت ؐ نے فرمایا اے وائل جب اسلام میں دو۲ تلواریں باہم مختلف ہو جائیں تو تم دونوں سے علیح
رہنا۔ حضرت معاویہ نے فرمایا کہ اے وائل آپ تو شیعی ہو گئے۔ میں نے کہا نہیں بلکہ میں مسلما
کا خیر خواہ ہوں پھر حضرت معاویہ نے کہا اگر میں تم سے پہلے سے سن چکا ہوتا اور مجھے آپ کا یہ قول مع
ہو جاتا تو میں آپ کو نہ بُلاتا میں نے کہا کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ محمد بن سلمہ نے حضرت عثمان کی
کے وقت کیا کیا وہ اپنی تلوار ایک پتھر کے پاس لے گئے اور اس پتھر سے کوٹ کر اُسے چور کر دیا حض
معاویہ نے کہا یہ سب لوگ ہمارے مخالف ہیں۔ میں نے کہا اچھا آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسا
اس قول کا کیا جواب دیں گے؟ کہ انصار سے جو محبت رکھے گا وہ میری محبت کے سبب سے کہے گا
جو اُن سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کے سبب سے کہے گا۔

اور ابو یعلےٰ نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے رسو
صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ ؐ فرماتے تھے کہ ہجرت اس وقت تک ختم نہ ہو گی جب تک توبہ
بند نہ ہو یہی آپ ؐ نے تین۳ مرتبہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ توبہ کا دروازہ بند نہ ہو گا جب تک کہ آفتاب مغر
طلوع نہ کرے۔" ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہجرت تا قیامت باقی ہے۔" ان دونوں مختلف
میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ہجرت لغت میں اپنے وطن مالوف سے چلے جانے کو کہتے ہیں۔ مگر ش
ہجرت کی یہ ہے کہ مسلمان بوقت غربت اسلام و غلبۂ کفار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہ
کرے۔ اس نیت سے کہ آپ ؐ کی ملازمت کا شرف حاصل کرے اور کلمۃ الٰہی کے بلند کرنے میں آ
عمدہ عمدہ کوششیں عمل میں لائے۔ اور غلبۂ کفار سے کہ جو ارکان اسلام کے قائم کرنے سے مانع ہ
پائے۔ ہجرت کے معنی حقیقی شرعی یہی فرد کامل ہیں جو عرف شرع میں بغیر کسی قرینہ کے لفظ ہجرت س
جانتے ہیں۔ یہ معنی ہجرت کے فتح مکہ سے ختم ہو گئے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعد فتح کے ہجرت
نہیں رہی۔ اور دوسرے معنی ہجرت کے یہ ہیں کہ مسلمان اپنے وطن سے دینی فضائل حاصل کرنے
مثلاً طلب علم کے لئے یا بزرگوں کی زیارت کے لیے یا فتنوں سے محفوظ رہنے کے لیے کسی مقام پر چلا
ہجرت کی یہ قسم بھی نہایت عمدہ ہے گو باعتبار قسم اول کے کم رتبہ کی ہے۔ ؎

آسمان نسبت بعرشش آمد فرود ؛　　(ترجمہ شعر) آسمان عرش سے نیچا ہے ؛ مگر خاک
ورنہ بس عالی ست پیشِ خاک تود ؛　　کے سامنے پھر بھی بہت بلند ہے ؛

ہجرت کی یہ قسم ختم نہیں ہوئی، نہ ہو گی۔ اور اس ہجرت میں اعلیٰ درجہ کی ہجرت یہ ہے کہ آنح
صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں علم حاصل کرنے کے لیئے اور آپ ؐ کے اخلاق حسنہ سیکھنے کے لیے
کے سامان کے لیے حاضر ہو۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کو ہجرت کے دونوں معانی میں فرق نہیں
ہو سکا۔ اسی وجہ سے انہوں نے علی الاطلاق کہہ دیا کہ ہجرت تا قیامت باقی ہے۔ واللہ اعلم بحقیق
قریشیت و ہجرت کے علاوہ اور اوصاف کے شرط خلافت ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ خلاف

...ت کاملہ جو کچھ بھی کہو جب ہم اس کے معنی کی تنقیح کرتے ہیں تو اس کا مآل یہ نکلتا ہے کہ خلیفہ ...ات کے ساتھ موصوف ہو جو کاملوں اور مقربوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ ...ثیت اس کے کہ نبی تھے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے تھے ان صفات کے ساتھ موصوف ...۔ اور خلیفہ سے ایسے افعال صادر ہوں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبی مبعوث من اللہ ...کے کرتے تھے اور خلیفہ کا ان افعال وصفات کے ساتھ موصوف ہونا یقینی طور پر شریعت سے معلوم ہو۔ جب ہم پورے طور سے استقرار کرتے ہیں تو ان افعال کی تین قسمیں پاتے ہیں، پہلی قسم یہ ہے معاملات اس کے اور اللہ کے درمیان میں ہیں۔ اور جو معاملات اس کے اور مخلوق الٰہی کے درمیان میں ...تھے ہوں۔ دوسری قسم یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی اعانت و مدد دشمنان خدا سے جہاد کرنے ...کلمۃ الٰہی کے بلند کرنے میں کی ہو۔ تیسری قسم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس سے وہ افعال ...ہوں جو جناب نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے افعال کا تتمہ ہوں اور جو وعدے منجانب اللہ آنحضرت صلی اللہ ...لم سے ہوئے تھے۔ وہ وعدے اُن افعال سے پورے ہوں۔ مثلاً ملت کسریٰ وقیصر کے برہم کر دینے، ...ب کے فتح ہو جانے، اور علم دین کے شائع ہونے نیز اسی کے مثل دوسری چیزوں کا جو وعدہ آنحضرت ...د علیہ وسلم سے تھا یہ وعدے اس خلیفہ کے ہاتھ سے پورے ہوں۔ اسی طرح صفات نفسانیہ کی بھی ...سمیں ہیں۔

قسم اول یہ ہے کہ سابقین اور مقربین میں سے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تین[۳] قسمیں بیان ...یں۔ چنانچہ فرمایا "ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الایۃ (سورۃ فاطر۔ پارہ ۲۲) (ترجمہ) پھر ہم نے وارث بنایا کتاب آسمانی لوگوں کو جنہیں برگزیدہ کیا ہم نے اپنے بندوں سے۔ تو اُن میں بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ...ور بعض لوگ درمیانی حالت میں ہیں۔ اور بعض لوگ نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔"

اور نیز فرمایا۔ "وَکُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَۃً الایۃ۔ (سورۃ واقعہ۔ پارہ ۲۷) (ترجمہ) تم لوگوں کے تین[۳] حصے ہو جائیں گے ...نے ہاتھ والے کیا ہیں داہنے ہاتھ والے، اور بائیں ہاتھ والے کیا ہیں بائیں ہاتھ والے۔ اور سبقت کرنے ...سب سے آگے بڑھنے والے، وہی لوگ مقرب ہیں۔"

اور نیز فرمایا۔ "وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّیُّوْنَ الایۃ۔ (سورۃ تطفیف۔ پارہ ۳۰) (ترجمہ) اے نبی تم کو کس نے بتایا ...ون کیا چیز ہے؟ وہ ایک کتاب ہے جس کو دیکھیں گے مقرب لوگ۔"

ہمیں ہمارے شیخ ابو طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی نے اپنے گھر میں جو مدینہ منورہ کی بلندی پر تھا ...سمہ میں خبر دی۔ یہ روایت ان کے سامنے پڑھی جا رہی تھی اور میں سن رہا تھا شیخ مذکور نے بیان کیا ...ے میرے والد شیخ ابراہیم کردی نے خبر دی، وہ کہتے تھے مجھے شیخ احمد قشاشی نے خبر دی وہ کہتے تھے ...مس رملی نے اجازۃً زین زکریا سے انہوں نے ابن فرات سے انہوں نے عمر بن حسن مراغی سے انہوں ...بن بخاری سے انہوں نے فضل اللہ بن سعد نوقانی سے انہوں نے محی السنۃ ابو محمد حسین بن مسعود ...سے روایت کر کے خبر دی کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ ہمیں ابو سعید یعنی احمد بن ابراہیم شریحی

نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو اسحاق یعنی احمد بن محمد بن ابراہیم ثعلبی نے خبر دی وہ کہتے تھے ہمیں ابو عبداللہ
بن محمد بن فنجویہ ثقفی دینوری نے خبر دی وہ کہتے تھے ہم سے قاضی محمد بن علی بن حسین بن خاقان نے بیان کیا
کہتے تھے ہم سے بکر بن محمد مروزی نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم سے ابو قلابہ نے بیان کیا وہ کہتے تھے ہم
عمرو بن حسین نے فضل بن عمیرہ سے اُنہوں نے میمون کردی سے اُنہوں نے ابو عثمان نہدی سے روا
کرکے خبر دی کہ وہ کہتے تھے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا کہ اُنہوں نے منبر
ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ الآیۃ کو پڑھا اور کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمار
کے سابق لوگ تو سبقت لے جانے والے ہیں اور متوسط لوگ بھی ناجی ہیں۔ اور ظالم لوگ بھی بخش دیئے جا
ابو قلابہ کہتے تھے کہ میں نے یہ حدیث یحییٰ بن معین سے بیان کی تو وہ اس حدیث کو سنکر تعجب کرنے لگے
خلیفہ کو چاہیئے کہ قسم اول سے ہو۔ اور شریعت سے یقین کے ساتھ معلوم ہو چکا ہو کہ وہ سابقین مقربین
ہے یعنی صدیقین سے یا شہدا و صالحین سے

صفات نفسانیہ کی قسم دوم حکمت اور احکام الٰہی کا اس طور پر جاننا کہ شریعت و حکمت کی تبلیغ میں پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کا نا
قسم سوم حزم کی صفت اور نیز اُن تمام اوصاف کے ساتھ موصوف ہونا جن سے عالم کی سردار
ہوتی ہے مثل شجاعت و کفایت و مردم شناسی و خوش تدبیری وغیرہ۔ پھر یہ بھی سمجھ لو کہ انبیاء علیہم ا
کے ساتھ مشابہت بحیثیت نبوت تین چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ اوّل اس سے کہ آنحضرت
علیہ وسلم بذریعہ وحی اُس کے جنتی ہونے کی بشارت دیں دوسرے اس بات سے کہ آنحضرت
علیہ وسلم اپنے قول و فعل سے اس کا مستحق خلافت ہونا بیان فرمادیں تیسرے اس بات
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ وحی اس کے افضل امت ہونے کی طرف اشارہ فرمادیں۔

باقی رہیں عبادتیں۔ تو وہ مقرب ہونے کو لازم ہیں اور خلق اللہ کے ساتھ معاملگی رعیت پرور
ہے۔ لہذا یہ دونوں صفتیں اُن دونوں قسموں میں آگئیں۔ باقی رہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعان
کے بلند کرنے میں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یعنی آپ کی حیات میں اسی کا نام سوابق
ہے۔ لَا يَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اسی طرف اشارہ ہے اور ہجرت
انہیں سوابق اسلامیہ میں سے ہے۔ اب دیکھو سوابق اسلامیہ کا شرط خلافت ہونا بہت دلائل سے
ہے۔ شریعت مطہرہ سے یقین کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے کہ عند اللہ فضیلت کا مدار اور اسلامی بزرگیوں
سوابق اسلامیہ ہیں۔ بہت سی آیتیں اس بارہ میں نازل ہوتی ہیں چنانچہ آیت لَا يَسْتَوِیْ مِ
بھی اسی کے متعلق ہے۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت کے انعقاد کے وقت بہت سی باتیں پیش
جو قطعاً سوابق اسلامیہ کے قابل لحاظ ہونے پر دلالت کرتی ہیں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا تھا کہ
سب سے زیادہ مستحق خلافت نہیں ہوں کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا کیا مجھے فلاں او
فضیلت نہیں ہے؟ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تھا کہ حضرت ابوبکرؓ رسول خدا صلی اللہ
کے رفیق اور ثانی اثنین تھے اور وہ سب مسلمانوں سے زیادہ مستحق خلافت ہیں۔ اٹھو اور ان سے بیعت

رت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے سوابق اسلامیہ کو بتایا تھا۔ جب کہ لوگوں نے ان کی خلافت
رح کیا تھا۔ اور ان پر اعتراض کیا تھا۔ اور حضرت علی رضؓ نے بھی اپنے سوابق اسلامیہ اپنے زمانہ خلافت
ہایت تصریح کے ساتھ بیان فرمائے تھے۔ جب کہ اُنہوں نے اپنی خلافت کے ثابت کرنے اور
و دوسروں پر مرجح ثابت کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ
، نے فرمایا اللہ تعالیٰ اہل بدر کے حال سے مطلع ہے۔ اُس نے اُن سے فرمادیا ہے کہ جو چاہو کرو میں نے
بخش دیا۔ اور حضرت ابو عبیدہ نے لوگوں سے کہا تھا کہ تم لوگ ثالث ثلاثہ یعنی ابو بکر صدیق رضؓ کے
نے ہوئے میرے پاس کیوں آئے۔ اور حضرت ابن عمر نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا
ں کیا معلوم اللہ اہل بدر کے حال سے مطلع ہے۔ اُس نے اُن سے فرمادیا ہے کہ جو چاہو کرو۔
نے تمہیں بخش دیا۔

اور حضرت ابو ہریرہ نے روایت کی ہے کہ اللہ اہلِ بدر کی حالت سے مطلع ہے اسی لیے اس
ن سے فرمادیا ہے کہ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

اور حضرت حفصہ نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا بے شک میں امید کرتا ہوں کہ جو لوگ بدر
یبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی شخص آگ میں نہ داخل ہوگا۔

اور حضرت جابر نے روایت کی ہے کہ جن لوگوں نے درخت کے نیچے بیعت الرضوان کی تھی اُن
، سے کوئی دوزخ میں نہ جائے گا۔ اور یہ بھی اُنہیں نے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
وگوں سے صلح حُدیبیہ کے دن فرمایا کہ آج تم لوگ روئے زمین کے لوگوں سے بہتر ہو۔

اور رفاعہ بن رافع نے روایت کی ہے کہ حضرت جبرائیلؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے
انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہؐ آپؐ اہلِ بدر کو اپنے گروہ میں کیسا سمجھتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں
، افضل یا اور کوئی بات اسی قسم کی فرمائی تو جبرائیلؑ نے کہا کہ اسی طرح جو فرشتے بدر میں شریک
ے اُن کو ہم لوگ تمام فرشتوں سے افضل سمجھتے ہیں۔

اور رافع بن خدیج نے بھی اسی کے مثل روایت کی ہے۔

اور سعید بن مسیبؓ کہتے تھے کہ ابو بکر صدیق رضؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بجائے
یر کے تھے۔ آنحضرتؐ اُن سے اپنے تمام امور میں مشورہ لیا کرتے تھے اور وہ حضرتؐ کے ثانی تھے اسلام
ں، اور ثانی تھے غار میں، اور ثانی تھے عریش میں بروز بدر۔ اور قبر میں بھی ثانی ہیں۔ اور رسول خدا صلی اللہ
یہ وسلم اُن پر کسی کو مقدم نہ رکھتے تھے۔

اور ابو عمر نے تعلیقاً روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کو جو بدر میں شریک نہ تھا
ضرت ابو بکر رضؓ کے آگے چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ تم اُس شخص کے آگے چلتے ہو جو تم سے بہتر ہے۔

اور عارف سہروردی نے عوارف کے باب ۳ میں یہ روایت لکھی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
یک روز تنگ مقام میں بیٹھے ہوئے تھے کچھ لوگ اہل بدر میں سے آئے تو اُن کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی۔ پس

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو جو اہل بدر میں سے نہ تھے اپنے پاس سے اُٹھا دیا اور اُن کی ج
اہل بدر بیٹھ گئے۔ یہ بات ان لوگوں کو ناگوار گذری۔ اسی پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُ
(ترجمہ) جب تم سے کہا جائے کہ اُٹھ جاؤ تو اُٹھ جایا کرو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد میں اہل
کو اور اُن کے بعد اہل حدیبیہ کو تمام صحابہ پر مقدم رکھا۔ کیا دفتر مجاہدین میں نام لکھنے کے اعتبار سے او
وظائف کے اعتبار سے اور کیا محفلوں اور مجلسوں میں نشست کے اعتبار سے اور کیا معاملات استخ
خلافت کے اعتبار سے اور کیا اُن سے دعا کرانے اور برکت حاصل کرنے کے اعتبار سے حضرت فارو
کے بعد تمام امت مرحومہ آج تک ان کی توقیر و تعظیم کرتی رہی۔

واقدی نے ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے عمرو بن عاص کو یہ
وصیت کی تھی کہ اللہ سے ظاہر اور پوشیدہ ہر حال میں ڈرتے رہنا۔ کیونکہ وہ تم کو دیکھتا ہے اور تمہار
کام کو بھی دیکھتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ میں نے تم کو اُن لوگوں پر مقدم کیا ہے جو تم سے بہت آ
ہیں۔ اے عمرو تمہارے ساتھ مہاجرین و انصار ہیں جو اہل بدر میں سے ہیں۔ تم اُن کی عزت کرنا اور اُ
حق سمجھتے رہنا۔ اُن پر اپنی حکومت کی وجہ سے دست درازی نہ کرنا۔ دیکھو کہیں شیطانی نخوت نہ تم
پیدا ہو جائے اور تم کہو کہ مجھے ابوبکرؓ نے اس سبب سے حاکم بنایا کہ میں تم سب سے بہتر ہوں۔ خبر
نفس کے فریب سے بچتے رہنا۔ تم مثل انہیں میں کے ایک شخص کے رہنا اور جو کام کرنا چاہو اُس
اُن سے مشورہ کر لیا کرنا۔

اور بخاری نے قیس بن ابی حازم سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ اہل بدر کا وظیفہ پانچ پانچ ہزار
تھا۔ اور حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں ان کو ان کے بعد والے مسلمانوں سے زیادہ دوں گا۔ یہاں تک
تو ان صفات کا بیان تھا جو خلافت خاصہ کے لیے ضروری ہیں۔ اب دیکھو یہ صفات خلفائے راشدین میں کیسی
تھیں **خلفاء** کے جنتی ہونے کی بشارت کثیر سندوں سے ثابت ہے۔

اول تو قرآن کی وہ عام آیتیں ہیں جو مہاجرین اور مجاہدین قبل فتح اور حاضرین مشہد حدیبیہ، تبوک وغیرہ کی متعلق
دوسرے وہ حدیثیں جو اہل بدر کے فضائل میں ہیں مثل اُس حدیث کے کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کے حال
آگاہ ہے اور اُس نے فرما دیا ہے کہ اے اہل بدر تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔ جس کو حضرت عمرؓ
حضرت علیؓ اور ابن عمرؓ اور ابن عباسؓ ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے۔ اور مثل اس حدیث کے کہ جبرائیل
آئے اور انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اہل بدر کو اپنے گروہ میں کیسا سمجھت
آپؐ نے فرمایا کہ سب مسلمانوں سے افضل۔ جس کو رفاعہ بن رافع اور رافع ابن خدیج نے روایت کیا
اور مثل حدیث حضرت حفصہؓ و حضرت جابرؓ کے کہ میں اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ جو لوگ بدر اور حدیبیہ
شریک ہو چکے ہیں ان میں سے کوئی دوزخ میں نہ جائے گا۔

تیسرے وہ حدیثیں ہیں جو اہل حدیبیہ کے فضائل میں ہیں۔ جیسے وہ حدیث کہ دوزخ میں اُن
میں سے کوئی داخل نہ ہوگا۔ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ اور مثل اُس حدیث کے کہ اے اہل

اروئے زمین کے لوگوں سے افضل ہو۔ اس حدیث کو حضرت جابرؓ نے روایت کیا ہے۔
ا
ت تھے وہ حدیثیں جو دس صحابہ کے جنتی ہونے کے متعلق حضرت عبدالرحمٰن اور سعید بن زید سے مروی ہیں
پانچویں وہ حدیثیں ہیں جو خلفائے اربعہ کے جنتی ہونے کے متعلق وارد ہیں جیسے حضرت جابر بن عبداللہ کی حدیث
چھٹے وہ حدیثیں جو خلفائے ثلاثہ کے جنتی ہونے کے متعلق ہیں۔ جیسے حدیث حضرت ابوموسیٰ و نافع بن عبدالحارث
ساتویں وہ حدیثیں جو شیخین کے جنتی ہونے کے متعلق ہیں مثل حدیث حضرت ابوسعید خدری کہ جنت میں
رجہ والوں کو نیچے والے ایسا روشن اور چمکتا ہوا دیکھیں گے جیسے تم ستارے کو جو آسمان کے کنارہ میں
ر رہا ہو چمکتا ہوا دیکھتے ہو اور بے شک ابوبکرؓ و عمرؓ انہیں اوپر کے درجہ والوں میں سے ہیں۔ اور
، سے بھی اچھے ہیں۔ اور مثل حدیث حضرت مرتضیٰؓ و حضرت انس کے کہ یہ دونوں پیران اہل جنت
دار ہیں۔ اور مثل حدیث حضرت ابن مسعود کے کہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں کی نسبت حضرتؐ نے
ریب تم پر ایک شخص اہل جنت میں سے طلوع کرنا چاہتا ہے
آٹھویں وہ حدیثیں جو خاص کر صدیق اکبرؓ کی بشارت کے متعلق ہیں مثل حدیث حضرت ابوہریرہؓ کہ
ت کے سب دروازوں سے بلائے جائیں گے۔ اور مثل حدیث حضرت انس جو جنت کے پرندہ کی صفت
جن کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا تھا کہ "میں امید رکھتا ہوں کہ تم بھی
ں میں سے ہو جو اس پرندہ کو کھائیں گے۔"
ویں وہ حدیثیں جو خاص کر حضرت فاروق اعظمؓ کی بشارت کے متعلق ہیں جیسے وہ حدیث کہ آنحضرت
للہ علیہ وسلم نے سونے کا ایک محل خواب میں دیکھا جس کو حضرت جابرؓ و انس و ابوہریرہ و بریدہ سلمی
ایت کیا ہے۔
سویں وہ حدیثیں جو خاص کر حضرت ذوالنورینؓ کی بشارت کے متعلق ہیں جیسے حضرت عبداللہ
لہ کی حدیث کہ تم لوگ ایک ایسے شخص پر ہجوم کرو گے جو چادر کا عمامہ باندھے ہوئے ہوگا۔ وہ اہل جنت
سے ہوگا۔ چنانچہ وہ حضرت عثمانؓ تھے۔
گیارہویں وہ حدیثیں جو خاص کر حضرت مرتضیٰ کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں۔ از انجملہ یہ حدیث
پ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ تمہارے لئے جنت میں اس سے بہتر گھر ہے۔
خلفاء کا سابقین مقربین میں ہونا بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔ از انجملہ کوہ اُحُد کے جنبش کرنے
دیث جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے احد ٹھیر جا تیرے اوپر ایک نبی اور
صدیق اور ایک شہید ہیں یہ حدیث بکثرت سندوں سے مروی ہے۔
نجملہ ان کے حضرت عثمانؓ اور سعید بن زید اور ابوہریرہ اور ابن عباس اور انس اور بریدہ اور سہل بن سعد کی روایت سے
ور از انجملہ جبرائیلؑ کے فضائل شیخین بیان کرنے کی حدیث ہے جو حضرت عمارؓ نے روایت کی ہے
ور از انجملہ خواب میں خلفائے ثلاثہ کے پلّے کو بھاری دیکھنے کی حدیث ہے جو حضرت ابوبکرہ اور
غیرہ نے روایت کی ہے۔

اور ازانجملہ شیخین کے دو مقرب فرشتوں کے مشابہ ہونے کی حدیث ہی جو حضرت ابن مسعود وغیرہ نے وایت
اور ازانجملہ شیخین کے پیران اہل جنت کے سردار ہونے کی حدیث جو حضرت علیؓ اور انس نے روایت
اور ازانجملہ حضرت ابوبکرؓ کے مناقب میں یہ حدیث کہ وہ جنت کے سب دروازوں سے بلائے جائیں
اور ازانجملہ یہ حدیث ہے کہ تم سے پہلے کچھ لوگ محدث ہوتے تھے۔ بغیر اس کے کہ نبی
میری امت میں اگر کوئی ایسا ہے تو وہ عمرؓ ہیں۔

اور ازانجملہ شیطان کے حضرت عمرؓ کے سایہ سے بھاگنے کی حدیث ہے۔

اور ازانجملہ یہ حدیث ہے کہ عثمانؓ جنت میں میرے رفیق ہیں۔

خلفاء کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ برتاؤ کرنا جو ولی عہد کے ساتھ کیا جاتا
سندوں سے ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت سہل بن سعد کی یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کرانے کے لئے تشریف لے گئے اور امامت نماز حضرت صدیق اکبر
متعلق کر گئے۔ اور مرض وفات میں بہ تاکید ان کو امام نماز بنایا۔ یہ واقعہ متواتر بالمعنی ہے۔

اور امیر حج بنانے کی حدیث بھی مشہور ہے۔ اور حضرت ابوالدرداء کی حدیث میں فرمایا ہے کہ
میرے لئے میرے رفیق یعنی ابوبکر صدیقؓ کو نہ چھوڑو گے، چنانچہ اس کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کو پھر کسی نے نہیں
اور حضرت ابوسعید خدری کی روایت میں شیخین کا وزیر حضرت رسالت ہونا بیان کیا گیا۔

اور حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر اُن کی وفات کے بعد کہا تھا کہ مجھے پہلے
یہ اُمید تھی کہ اللہ آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق کے ساتھ کرے گا۔ کیونکہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا کہ آیا میں اور ابوبکرؓ و عمرؓ اور داخل ہوا میں اور ا
اور نکلا میں اور ابوبکر و عمر۔ غرض ہر کام میں آپ دونوں کو اپنے ساتھ شریک کرتے تھے۔

اور حضرت علی بن حسین زین العابدین سے پوچھا گیا۔ کہ ابوبکرؓ و عمرؓ کا تقرب نبی اکرم صلی
وسلم کے یہاں کس قدر تھا، انہوں نے کہا جس قدر اب ہے۔ "اور وہ دونوں اس وقت حضور
پاس ہی قبر میں لیٹے ہوئے تھے"۔ اور بہت سی حدیثوں میں حضرت صدیق کو امت پر سب سے
مہربان اور حضرت عمر فاروقؓ کو خدا کے کام میں سب سے زیادہ سخت اور حضرت ذوالنورینؓ کو
زیادہ کامل الحیاء، اور حضرت مرتضےٰ کو سب سے زیادہ عمدہ فیصلہ کرنے والا فرمایا۔ اُن میں
اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ یہ لوگ مسلمانوں کے سردار اعظم بن سکتے ہیں۔

اور حضرت حذیفہ اور ابن مسعود کی حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تم لوگ میرے بعد ابوبکر و عمر کی
اور مطلب بن ابی وداعہ کی حدیث میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے ابوبکر و عمر
اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے جس کو حاکم نے روایت کیا ہے کہ حضرتؐ نے
ابوبکر و عمر سے کسی وقت بے نیازی نہیں ہے۔ کیونکہ وہ دونوں دین میں مرتبہ رکھتے
بدن میں سر کا رتبہ ہے۔

عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کی روایت میں ہے کہ حضرتؐ نے شیخین سے فرمایا اگر تم دونوں کسی مشورہ
ں ہو جاؤ گے تو میں اس کے خلاف نہ کروں گا۔

حضرت انس کی حدیث میں ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب مسجد میں تشریف لاتے تھے
ں سے کوئی شخص ادب سے اپنا سر نہ اُٹھاتا تھا سوا ابوبکر و عمر کے کہ وہ دونوں آنحضرتؐ کی طرف
سکراتے تھے اور آپؐ ان دونوں کی طرف دیکھ کر مسکراتے تھے۔

فار کے ہاتھ پر خدائے تعالیٰ کے اُن وعدوں کا پورا ہونا جو امت مرحومہ سے تھے۔ اس مقام میں تین
یں پہلی بحث یہ ہے کہ یہ بات خلافتِ خاصہ کے لوازم سے ہے اور یہ بہت واضح ہے کیونکہ
بمعنی جانشینی ہے۔ اور عرف شرع میں اُن اُمور کے قائم کرنے کی کوشش کرنا جن کے
نے کیلئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ اور خلافت خاصہ اُسی وقت حاصل ہوتی ہے کہ
جانشینی کے ساتھ یہ بات بھی حاصل ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کی مشابہت
ی جائے۔ اور منجملہ سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ سب میں عمدہ بلاد کفار کا فتح کرنا تھا۔

سری بحث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت سے وعدہ فرمایا تھا کہ تم لوگ
م و عراق کو فتح کرو گے اور یہ بات متواتر المعنی حدیثوں میں وارد ہے چنانچہ حضرت ابوہریرہ اور عقبہ
ر اور عدی ابن حاتم اور خباب وغیرہ بے شمار صحابہ نے اس کو روایت کیا ہے۔

یسری بحث یہ ہے کہ یہ سب وعدے خلفا کے ہاتھ پر ظاہر ہوئے جمہور اہل اسلام یعنی فقہا و
و مؤرخین کے اقوال اس مقصد کے ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں۔ معہذا یہ حدیث کہ اللہ کا شکر ہے
نے ابوبکر و عمر سے میری تائید کی۔

ر یہ حدیث کہ آسمان والے حضرت عمر کے اسلام سے خوش ہوئے اور اس کے علاوہ اور حدیثیں
ں بات پر دلالت کرتی ہیں۔

لفاء کے قول کا حجت ہونا کہ جب خلفا کوئی حکم نافذ کریں اور وہ مسلمانوں میں نافذ ہو جائے
لم قیاس سے بالاتر ہے۔ اس کا ثبوت بھی ان بزرگوں کے لیے کثیر سندوں سے ثابت ہے
نانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ۔ اور نیز فرمایا اَلَّذِيْنَ
كَّنَّاهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ
عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ۔ اور عرباض بن ساریہ کی حدیث میں ہے کہ تم لوگ اپنے اوپر میری سنت اور
خلفاء کی سنت لازم سمجھو۔

ور حضرت ابن مسعود اور حضرت حذیفہ کی حدیث میں ہے کہ تم لوگ اقتدا کرو اُن دونوں کی جو
ے بعد ہوں گے۔ یعنی ابوبکر و عمر کی۔

ور حضرت عبدالرحمٰن بن غنم اشعری کی حدیث میں ہے کہ حضرتؐ نے شیخین سے فرمایا تم دونوں
شورہ میں متفق ہو جاؤ گے میں تمہاری مخالفت نہ کروں گا۔

اور اس بات کی واضح دلیلیں وہ حدیثیں ہیں جو متواتر المعنی ہیں۔ مثلاً یہ حدیث کہ وقار عمر
سے بولتا ہے جو حضرت علی و ابوذر و ابن عمر وغیرہم سے مروی ہے
اور نیز وہ متواتر المعنی حدیثیں جو حضرت عمر فاروق کی رائے کے موافق وحی ہونے کے متعلق
اور نیز بہت بڑی دلیل اس بات کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مصالح اور احکا
میں شیخین سے مشورہ کرتے تھے۔ اور اُن کے مشورہ کو قبول کرتے تھے۔ اور یہ متواتر المعنی حدی
اے لوگو سواد اعظم کی پیروی تم پر لازم ہے۔ یہ حدیث بہت سندوں سے مروی ہے جن کو
نے اجماع کے ثابت کرنے میں روایت کیا ہے۔ علماء ان احادیث کے مطلب میں مختلف
کچھ لوگ یہ مطلب لیتے ہیں کہ خلیفہ کی اطاعت واجب ہے بشرطیکہ کوئی گناہ کی بات
اور کچھ لوگ اس سے اجماع کا حجت ہونا نکالتے ہیں۔
مگر یہ فقیر عفی عنہ کہتا ہے کہ ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خلیفہ کا قول حجت ہے
وہ مسلمانوں میں نافذ ہو جائے۔ لہذا خلیفہ کی اطاعت اور اجماع کی حجیت دونوں باتیں اس حدی
نکل رہی ہیں۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ نے ان بزرگوں کے نفس میں ایک ملکہ
کیا ہے۔ اور اس کے بعد اپنی تائید اُن کے شامل حال کی ہے جس کی وجہ سے یہ حضرات حکمتوں
کے سمجھنے میں اور سیاست ملکی کے مصالح معلوم کرنے میں اکثر و بیشتر صواب پر رہتے ہیں۔
حق تعالیٰ نے اس اُمت میں یہ بزرگی رکھی کہ اس کا اتفاق باطل پر نہ ہو سکے اور اُس کی تائید بھی ا
میں نازل کر دی۔ پس جب یہ دونوں فضیلتیں جمع ہو جائیں یعنی خلیفہ کا حکم بھی ہو اور اس حکم کو
لوگ مان بھی لیں تو بلاشبہہ وہ قول دین میں حجت ہوگا اور نورٌ علیٰ نُور کا مصداق ہوگا۔ اللہ ا
کی طرف جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔
اور حاکم نے حضرت عمرؓ کا وہ خطبہ جو اُنہوں نے مقام جابیہ میں پڑھا تھا بہت سندو
روایت کیا ہے۔ از انجملہ بسند عبد اللہ بن دینار حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہ
حضرت عمرؓ نے مقام جابیہ میں خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ میں آج تم میں اُسی طرح خطبہ پڑھنے کھڑا ہ
جس طرح رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان میں کھڑے ہوا کرتے تھے۔ اور فرما
کہ اے لوگو میں تمہیں اپنے اصحاب کے بارے میں اچھائی کی وصیت کرتا ہوں۔ پھر اُن لوگو
بارے میں کی جو اُن کے بعد ہوں۔ پھر اُن لوگوں کے بارے کی جو ان کے بعد ہوں اس کے ب
کا اس قدر رواج ہوگا کہ آدمی بغیر اس کے کہ اس سے حلف لیا جائے حلف کرلے گا۔ اور بغیر ا
اس سے گواہی طلب کی جائے گواہی دے گا۔ پس جو شخص تم میں سے جنت کی خواہش رکھتا ہو ا
کہ جماعت کے ساتھ رہے۔ کیونکہ شیطان تنہا آدمی پر قابو پاتا ہے اور دو سے دور رہتا
رہو جو کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا ہے تو تیسرا شخص وہاں شیطان ہوتا ہے
آپ نے تین بار فرمایا۔ اور فرمایا کہ تم جماعت کو اپنے اوپر لازم سمجھو کیونکہ شیطان ایک کے سا

ڈو سے بہت بھاگتا ہے۔ سنو! جس شخص کو نیک کام کرنے سے خوشی ہوتی ہو اور برا کام کرنے
ء رنج ہوتا ہو وہ مومن ہے۔

اور از انجملہ بسند عامر بن سعد بن ابی وقاص ان کے والد سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے
رت عمر بن خطاب مقام جابیہ میں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا اللہ اس شخص پر
لرے جو میری بات سُنے اور اُس کو یاد رکھے۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک روز
لوگوں کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا کہ میرے حق کی حفاظت میرے اصحاب کے
یں کرو اُنکے بعد وہ لوگ ہیں جو اُن کے پیچھے آئیں۔ اُن کے بعد وہ لوگ ہیں جو اِن کے پیچھے آئیں۔ پھر فتنہ بہت
جائے گا اور جھوٹ کا رواج ہو جائے گا۔ آدمی بغیر اس کے کہ اس سے گواہی مانگی جائے گواہی
ے گا۔ اور بغیر اس کے کہ اُس سے حلف لیا جائے حلف کرے گا۔ پس جو شخص تم میں سے
ت کی آرزو رکھتا ہو وہ جماعت کے ساتھ رہنا لازم سمجھے۔ کیونکہ شیطان ایک شخص پر قابو پاتا ہے۔ اور
ء سے بہت دُور رہتا ہے۔ سُنو! کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے۔ ورنہ تیسرا شخص
اں شیطان ہوگا۔ سُنو جس شخص کو نیک کام کرنے سے خوشی اور برا کام کرنے سے رنج ہوتا ہے، وہ مومن ہے

اور بیہقی نے بسند امام شافعی ابن عیینہ سے انہوں نے عبد اللہ بن ابی لبید سے انہوں نے ابن
لیمان بن لیسار سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ مقام جابیہ
ں خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہم لوگوں کے درمیان میں ایک روز
ی طرح خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تھے جس طرح میں تمہارے درمیان میں کھڑا ہوا ہوں اور آپؐ نے
رمایا تھا کہ میرے صحابہ کی تعظیم کرو۔ پھر اُن لوگوں کی جو صحابہ کے بعد ہوں پھر اُن لوگوں کی جو اُن کے بعد
وں۔ اس کے بعد جھوٹ کا اس قدر رواج ہو جائے گا کہ آدمی بغیر اس کے کہ اس سے حلف لیا جائے
لف کر لے گا اور بغیر اس کے کہ اس سے گواہی لی جائے گواہی دے گا۔ پس جس کو جنت کی خواہش ہو
ہ جماعت کو لازم سمجھے۔ کیونکہ شیطان تنہا آدمی کے اوپر قابو پاتا ہے اور دو سے دُور رہتا ہے۔ اور یاد رکھو
ہ کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے گا وہاں تیسرا شخص شیطان ہوگا۔ سُنو! جس شخص کو نیک
کام کرنے سے خوشی اور بُرے کام کرنے سے رنج ہوتا ہے وہ مؤمن ہے۔

امام شافعی رحمہ نے اپنے اثنائے کلام میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ جماعت کو لازم سمجھنے کا کوئی مطلب نہیں
ہو سکتا، سوا اس کے کہ جس طریقہ پہ جماعت کے لوگ ہوں اور حلال و حرام کے متعلق جو اُن کا مذہب ہو
س مذہب کی پیروی کی جائے۔ جو شخص اس قول کا قائل ہو جو جماعت اہل اسلام کا قول ہو وہ شخص
جماعت اہل اسلام کے ساتھ ہے۔ خدا و رسولؐ کے احکام سے غفلت کا اندیشہ تنہائی کی حالت میں
ہوتا ہے۔ مگر جماعت میں انشاء اللہ تعالیٰ قرآن و حدیث سے غفلت ناممکن ہے۔

اور حاکم نے بسند معتمر بن سلیمان ایک شخص سے اُس نے عبد اللہ بن دینار سے انہوں نے حضرت
ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس امت کو گمراہی پر

کبھی متفق نہ کرے گا۔ اور فرمایا کہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے لہذا بڑی جماعت کی پیروی کرو
جماعت سے نکل جائے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔

معتمر بن سلیمان کے شاگردوں نے اس راوی کے نام میں جو معتمر بن سلیمان کے اور عبد اللہ
کے درمیان میں ہے، اختلاف کیا ہے۔ حاکم نے ان تمام اختلافات کو ذکر کیا ہے۔

اور حاکم نے بروایت عبد اللہ بن طاؤس اُن کے والد سے اُنہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے
کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ میری امت کو یا فرمایا کہ اس امت کو گمراہی پر کبھی
نہ کرے گا۔ اور اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔

اور حاکم نے حضرت انسؓ سے اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک طویل حدیث
کی جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ آپ نے خدا سے دعا کی کہ میری امت گمراہی پر کبھی متفق نہ ہو چنانچہ یہ دعا قبول ہو گئی
اور حاکم نے حضرت ابوذر سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
تھے جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا اُس نے اسلام کا رشتہ اپنی گردن سے نکال د

اور حاکم نے بروایت نافع عبد اللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا جو شخص جماعت سے ایک بالشت برابر بھی جدا ہوا اُس نے اسلام کا رشتہ اپنی گردن سے
یہاں تک کہ وہ پھر جماعت کی طرف رجوع کرے اور فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مر جائے کہ
جماعت کی ماتحتی میں نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

اور حاکم نے بروایت حارث اشعری ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس کے آخر میں یہ مضمون
ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جن کے ساتھ اللہ
مجھے مامور فرمایا ہے جماعت کا اتباع لازم سمجھو اور خلیفہ کا حکم سُنو اور اطاعت کرو۔ اور دار الحرب
ہجرت کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو۔ پس جو شخص جماعت سے ایک بالشت کے برابر جدا ہو
اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا مگر یہ کہ وہ پھر جماعت کی طرف رجوع کرے

اور حاکم نے حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص
جماعت سے ایک بالشت برابر بھی علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں جائے گا۔

اور حاکم نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ
سے سُنا آپؐ فرماتے تھے جو شخص اپنی جماعت سے الگ ہوا یا ہجرت کے بعد پھر اعرابی بن گیا
سامنے اس کا کوئی عذر قبول نہ ہو گا۔

اور حاکم نے بروایت حذیفہ ربعی بن حراش سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے میں حذیفہ بن یمان
پاس گیا اُس زمانہ میں جب کہ لوگ حضرت عثمانؓ پر خروج کر رہے تھے تو حضرت حذیفہ نے کہا میں
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپؐ فرماتے تھے جو شخص جماعت سے ایک بالشت برابر
ہوا اور اس نے ذلیل کیا وہ خدا سے اس حال میں ملے گا کہ کوئی حجت اس کے پاس نہ ہوگی۔

اور حاکم نے فضالہ بن عبید سے اُنہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے
ین آدمی ایسے ہیں کہ اُن سے کچھ پوچھا نہ جائے گا۔ اور دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔ ایک
ص جو جماعت سے علیحدہ ہو اور اپنے حاکم کی نافرمانی کرے اور نافرمانی کی حالت میں مر جائے
رے وہ غلام جو اپنے آقا سے بھاگا ہوا ہو اور اسی حال میں مر جائے۔ تیسری وہ عورت جس کا
ر باہر گیا ہو اور وہ اس عورت کے تمام دنیاوی مصارف کا سامان کر گیا ہو۔ پھر وہ عورت بعد اس
چلے جانے کے گھر سے باہر نکل جائے۔ لہٰذا ان لوگوں سے کچھ سوال نہ ہوگا۔

اور حاکم نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہر فرض نماز دوسری نماز کے وقت تک کے گناہوں کا کفارہ ہے اور ایک نماز جمعہ دوسری نماز جمعہ
ک کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ اور ایک ماہ رمضان دوسرے ماہ رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ ہے
کے بعد آپؐ نے فرمایا مگر تین باتوں کا کچھ کفارہ نہیں۔ ایک تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا۔ دوسرے
ت کو توڑنا۔ تیسرے سنت کو ترک کرنا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ شرک باللہ کو تو ہم
تے ہیں۔ مگر بیعت توڑنا اور سنت کو ترک کرنا ہم نہیں جانتے۔ آپؐ بتا دیجیے کہ کیا چیز ہے۔ حضرتؐ
رمایا بیعت توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی شخص سے بیعت کرو پھر اس کی مخالفت کرو اور اس سے
رلے کر قتال کرو۔ اور سنت کے ترک کرنے کا یہ مطلب ہے کہ جماعت سے علیحدہ ہو جاؤ۔

اور حاکم نے حضرت حذیفہ کی طویل حدیث میں روایت کیا ہے کہ حضرتؐ نے کچھ لوگوں کا ذکر کیا جو
ی کی روش کے خلاف روش پر چلیں گے۔ اور کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو جہنم کی طرف لوگوں کو
ں گے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ اگر میں اس زمانہ کو پاؤں تو آپؐ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں۔ حضرتؐ
رمایا مسلمانوں کی جماعت اور اُن کے امام کو لازم پکڑنا۔ میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کا کوئی امام اور
ی کوئی جماعت نہ ہو؟ حضرتؐ نے فرمایا تو تمام فرقوں سے علیحدہ رہنا۔

اور شیخین نے بروایت حضرت عمر باسانید متعددہ روایت کیا ہے کہ حضرتؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا
ل زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

اور حاکم نے بروایت ابوزہیر ثقفی نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
سنا آپؐ فرماتے تھے عنقریب تم لوگ اہل جنت اور اہل دوزخ کو پہچان لوگے یا فرمایا کہ اچھے
ں کو پہچان لوگے۔ عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ کیونکر؟ آپؐ نے فرمایا تعریف و مذمت سے۔ جس کی
پیچھے مسلمان تعریف کریں وہ اچھا جس کی مذمت کریں وہ برا۔ تم لوگ باہم ایک دوسرے پر گواہ ہو۔

اور مسلم نے بروایت حضرت ثوبان و مغیرہ و جابر بن سمرہ و جابر بن عبداللہ و معاویہ بن ابی سفیان
ں کیا ہے۔ الفاظ سب کے قریب قریب ہیں کہ حضرتؐ نے فرمایا میری امت میں سے ایک گروہ
شہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ قائم رہے گا۔ جو شخص ان کی رفاقت چھوڑ دے گا یا فرمایا کہ ان کی مخالفت
رے گا وہ اُن کو کچھ نقصان نہ پہونچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی قیامت آجائے اور وہ سب لوگ

غالب رہیں گے۔ ممکن ہے کہ جس حدیث میں امت کا گمراہی پر متفق نہ ہونا بیان کیا گیا ہے اس کا مط
موافق اس حدیث کے یہ لیا جائے کہ امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا، سنت پر عمل کرے گا
واجباتِ ملت کو قائم رکھے گا۔ اجماع کی حجیت کا مفہوم نہ نکالا جائے مگر پہلے ہی معنی زیادہ مشہو
اور اسی پر جمہور فقہاء نے اس حدیث کو محمول کیا ہے۔ ان احادیث کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مفا
جماعت کی حدیثیں اور سواد اعظم کی پیروی کا حکم جن جن الفاظ میں ہے اُن الفاظ میں جب
غور کرتے ہیں تو دو علتیں اُن سے ظاہر ہوتی ہیں اور دو مصلحتیں ان کے اشارات سے مفہوم ہوتی
ایک اقامتِ خلافت جس میں اس قدر فوائد ہیں دوسرے شریعت کا باہمی اختلاف سے محفوظ
پس یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ صریح حکم تو اُسی مقام کے لیے جہاں خلیفہ راشد کوئی حکم دے
اہل علم کے بعد خواہ سب سے مشورہ لے یا بعض سے اور وہ حکم مسلمانوں میں نافذ ہو جائے۔ باقی
جمہور فقہاء کے اجماعی مسائل جب کہ خلافت کی قوت اُن کے ساتھ نہ ہو۔ اسی طرح خلیفہ کا حکم
ان ایسے مسئلہ میں جو اجتہادی ہو ان کا اتباع بھی واجب ہے اور اُسی اصل منصوص کے ساتھ اس کا
الحاق کیا گیا ہے کیونکہ یہاں دو علتوں میں سے ایک علت پائی جاتی ہے یہ قصہ اسی کے مشابہ ہے کہ
شافعیؒ نے آیۃ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ الایۃ ترجمہ "جب تم سفر کرو زمین میں تو نہیں ہے تم پر کچھ گناہ کہ کم کرو
اگر خوف کرو تم کہ فتنہ میں ڈالیں گے تم کو کافر" میں کہا ہے کہ منطوق آیت سے تو صرف اس صورت
قصر کی اجازت نکلتی ہے جس میں سفر اور خوف دونوں ہوں مگر احادیث و اجماع امت نے اس
ہر سفر میں گو بغیر خوف کے ہو قصر کرنے کو الحاق کر دیا ہے۔

اصل اس مسئلہ میں یہ ہے کہ سفر اور خوف دونوں میں سے ہر ایک بسببِ تخفیف بن سکتا
لہٰذا جہاں صرف سفر پایا جائے خوف نہ ہو وہاں بھی قصر ہونا چاہیے۔ اسی طرح خلفائے راشد
احکام میں اُن کی رائے کے صائب ہونے کا علم ان دو مصلحتوں یعنی اقامتِ خلافت و حفاظت
کے ساتھ جمع ہوا اور یہ علم نہایت مضبوط ہو گیا۔ مگر جس مقام میں صرف ایک ہی مصلحت پائی
وہاں بھی صائب الرائے ہونے کا علم حاصل ہو جائے گا اور اتباع ضروری ہوگا۔

صائب الرائے ہونے کے خیال میں حضرت عبداللہ بن مسعود حدیث و قرات میں اور حضر
بن کعب قرات میں اور حضرت علی مرتضیٰ قضاء میں اور حضرت زید بن ثابت فرائض میں خلفائ
کے ہم رتبہ ہیں۔ اس لیے کہ ان امور کے متعلق ان کی عمدہ تعریف زبان غیب ترجمان آنحضرت صلی
علیہ وسلم پر گذر چکی ہے۔ مگر دوسری دو مصلحتوں کے اعتبار سے جن کا ذکر ابھی ہوا خلفائے راشد
پیچھے ہیں۔ اور فقہائے بلادِ اسلامیہ کا جن امور پر اتفاق ہو جائے بغیر حکمِ خلیفہ ان میں بھی صائب
ہونے کا خیال ہے اس مصلحت کے اعتبار سے جو امام شافعیؒ نے بیان کی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ غف
تو تنہائی میں ممکن ہے مگر ایک پوری جماعت سے قرآن و حدیث و قیاس کے معنی سے غفلت
ناممکن ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا ہے کہ جو فیصلہ اگلے نیک لوگ کر گئے ہیں

وافق فیصلہ کرو۔ اور یہ بھی یقین کے ساتھ معلوم ہے کہ اگر اجتہادی مسئلہ میں خلیفہ کے حکم کو نہ مانیں اور
شخص اپنی رائے پر عمل کرے تو خلافت کا حکم مضبوط نہ ہوگا۔ اور اقامت خلافت کی مصلحت فوت ہو جائے
گی۔ انہیں مراتب کے لحاظ سے امام شافعیؒ نے فرمایا کہ اگر ہم تقلید کریں تو آئمہ یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ
اقول ہمیں زیادہ محبوب ہے۔ اور مذہب قدیم میں انہوں نے حضرت علیؓ کے قول کو بھی خلفائے ثلاثہ
کے ساتھ شامل کیا تھا۔ مذہب جدید میں حضرت مرتضےٰ کے قول میں تردد کی وجہ یہ ہوئی کہ ان کے قول
کو تمکین نہیں ملی۔ اور امت ان کے قول پر متفق نہیں ہوئی۔ اور واجب الاتباع ہونے کیلئے یہ بھی ایک ضروری چیز ہے

خلفاء کا اپنے اپنے وقت میں تمام امت سے افضل ہونا بھی بدلائل قطعیہ ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت
ابن عمرؓ کی حدیث ہے کہ ہم جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اس کا چرچہ کرتے تھے کہ سب سے
بہتر کون ہے تو کہتے تھے کہ اس امت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ ہیں پھر عمرؓ پھر عثمانؓ۔
اور حضرت مرتضیٰ کی حدیث ہے کہ شیخین پیران اہل جنت کے سردار ہیں اور وزن کی حدیث اور
حضرت ابوبکرؓ کے وزنی ہونے کی جو بروایت ابوبکر ثقفی وعرفجہ وغیرہ ثابت ہے۔ اور عمر فاروق نے ابوبکر صدیقؓ
کی افضلیت کو بیان کیا ہے جو ان سے بتواتر منقول ہے۔

اور حضرت صدیق نے فرمایا کہ میں خدا کو یہ جواب دوں گا کہ یا اللہ میں نے اس شخص کو خلیفہ بنایا جو سب سے
بہتر تھا یعنی عمرؓ کو۔ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بوقت عقد خلافت حضرت ذوالنورین فرمایا تھا
کہ جس شخص کو انتخاب خلیفہ کا اختیار دیا جائے اس کو اللہ کی قسم ہے کہ وہ اپنی طرف سے افضل کے
انتخاب کرنے میں کوتاہی نہ کرے۔ اور حضرت مرتضیٰ نے کوفہ میں بر سر منبر فرمایا کہ اس امت میں سب سے
بہتر ابوبکرؓ ہیں۔ ان کے بعد عمرؓ۔ سفیان ثوری نے ان ہی اجماعیات کے لحاظ سے کہا ہے کہ جس نے
گمان کیا کہ علیؓ شیخین سے زیادہ مستحق خلافت تھے اس نے ابوبکرؓ و عمرؓ اور تمام مہاجرین و انصار کو خطا پر
سمجھا۔ اور میں نہیں سمجھتا کہ ان سب کو خطا پر سمجھنے کے بعد اس کا کوئی نیک کام آسمان تک جا سکے۔
اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ مجبور ہو کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے
تو انہوں نے آسمان کے نیچے ابوبکر سے بہتر کسی کو نہ پایا لہذا ان کو اپنی گردنوں کا مالک بنا لیا۔ اور بہت سے
صحابہ و تابعین نے کہا ہے کہ صدیق اکبرؓ نے قتال مرتدین میں وہ کام کیا جو انبیاء کے کرنے کا تھا۔

خلفاء کی خلافت کا اثبات بہت طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ از آنجملہ حضرت صدیق اکبر کی خلافت پر
صحابہ کا اجماع کرنا اس مسلک کو حضرت عبداللہ بن مسعود نے اختیار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود
نے فرمایا کہ مسلمان جس کام کو اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ اور مسلمان جس کام کو برا سمجھیں
وہ اللہ کے نزدیک بھی برا ہے۔ اور تمام صحابہ نے اسی کو اچھا سمجھا کہ ابوبکر کو خلیفہ بنائیں۔
اور از انجملہ حضرت صدیق اکبرؓ کا فاروق اعظم کو خلیفہ بنانا حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ سب سے
زیادہ کامل الفراست تین آدمی تھے ایک ابوبکر کہ انہوں نے حضرت عمر کو خلیفہ بنایا۔ اور مسلمانوں کا حضرت
عمر فاروق کی خلافت پر متفق ہو جانا اس طرح کہ کسی کو اس میں کوئی اعتراض نہ رہا اس قدر ظاہر ہے کہ

بیان کرنے کی حاجت نہیں پس اجماع کی صورت یہاں بھی پائی گئی لیکن خلیفہ بن جانے اور تسلط حاصل ہو جانے کے بعد۔ اسی طرح حضرت ذوالنورین کے اوپر لوگوں کا متفق ہونا وہ بھی مشہور ہے۔

متاخرین اشاعرہ نے خلافت خلفاء کے ثبوت میں اسی مسلک کو اختیار کیا ہے اور انہوں نے اسی مسلک پر قناعت کی ہے۔ ازانجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے زمانہ مرض میں حضرت صدیق کو امامت نماز تفویض کرنا۔ اس دلیل کو صحابہ نے عین وقت استخلاف پیش کیا اور مہاجرین وانصار کی جماعت نے اس دلیل کا یقین کیا اصل واقعہ حضرت صدیق کی امامت نماز کا متواتر ہے۔ امامت نماز کو خلافت کی دلیل قرار دینا اکابر فقہائے صحابہ سے بسند مستفیض منقول ہے مثل حضرت عمر فاروق و علی مرتضیٰ وابن مسعود رضی اللہ عنہم اور صدیق اکبر کی خلافت کے منعقد ہوتے وقت امامت کو ذکر کرنا۔ اور مخالفین کا مان لینا اور انصار کا مخالفت سے باز آنا اسی امامت نماز کی حدیث سے بروایت صحیحہ ثابت ہے جس کے ناقل حضرت ابوبکر صدیق و عمر فاروق و عبداللہ بن مسعود ہیں۔ امامت نماز سے خلافت پر استدلال کی تقریر ایک اجمالی ہے ایک تفصیلی۔ اجمالی یہ ہے کہ اکابر صحابہ نے اس سے استدلال کیا اور تمام امت نے اس استدلال کو مان لیا۔ اور مخالفین پر اسی دلیل سے الزام بھی قائم ہو گیا۔ پس اس استدلال کی صحت پر بھی اجماع ہو گیا۔ اور تفصیلی یہ ہے کہ کسی شخص کا دوسرے کو اپنا قائم مقام بنانا کبھی قول سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے۔ مگر فعل ایسا ہونا چاہیئے کہ لوگ سمجھ جائیں۔ لوگوں کا سمجھنا ہر طبقہ اور زمانہ میں مختلف رہتا ہے۔ مثلاً پیشہ ور اپنے خلیفہ کو اپنی دکان پر بٹھا دیتا ہے مدرس حلقۂ درس میں بٹھا دیتا ہے۔ اور عجم کے بادشاہ اپنے تخت پر بٹھا دیا کرتے تھے۔ اسلام میں چونکہ سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ امامت فرمایا کرتے تھے۔ لہذا صدیق اکبرؓ کو امامت نماز سپرد کرنا ان کو خلیفہ بنانے پر روشن دلیل ہے۔

ازانجملہ حضرت عائشہؓ اور عبدالرحمٰن کی حدیث ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا میں نے ارادہ کیا کہ ابوبکر کو بلاؤں اور ان کو کچھ وصیت کروں۔ الخ

اور ازانجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ جو آپؐ نے اپنی وفات سے پانچ دن پہلے بیان فرمایا تھا جس کو صحابہ کی ایک جماعت نے روایت کیا ہے جن میں حضرت ابن مسعود اور ابوسعید اور جندب بن عبداللہ اور ابوہریرہ وغیرہم بھی ہیں۔ ابوعمر مصنف کتاب استیعاب نے اسی طریقہ کو اختیار کیا ہے اور اسی پر اعتماد کیا ہے۔

اور ازانجملہ بہت سے خواب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھے یا صحابہ نے دیکھے اور آپؐ سے عرض کئے اور ان سب کی تعبیر خلفا کی خلافت ہوئی۔ یہ سب خواب آیت استخلاف اور آیت تمکین کی تفسیر ہیں۔ یہ خواب کئی قسم کے ہیں۔ اول کنویں والا خواب جس کو حضرت ابوہریرہ اور ابن عمر نے روایت کیا ہے۔ دوسرے وزن کا خواب جو بروایت ابوبکرہ و ثقفی کسی اور شخص نے دیکھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تعبیر خلافت کے ساتھ فرمائی۔ اور عرفجہ اور نیز اور بہت سے لوگوں نے روایت کی ہے۔ یہ خواب

ود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تھا کچھ بعید نہیں ہے کہ دونوں عورتیں واقع ہوئی ہوں۔
تیسرے بعض خلفار کا بعض کے دامن سے لٹکنا جس کو حضرت جابرؓ نے روایت کیا ہے۔
چوتھے۔ ڈول کا خواب جس کو حضرت سمرۃ بن جندب نے روایت کیا ہے۔
پانچویں ابر والا خواب اور رسی کا خواب کہ آسمان سے لٹک رہی ہے۔ جس کو حضرت ابو ہریرہؓ اور
ابن عباسؓ نے روایت کیا ہے۔
چھٹے وہ خواب جو حسن بصری نے مرسلاً روایت کیا ہے۔
اور از انجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر کھلی ہوئی تعریض کرنا۔ ان کاموں
کو اُن کے متعلق کر کے جو بیت المال سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم کی حدیث ہے
کہ ایک عورت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی آلخ جس کو شیخین نے روایت کیا ہے۔ امام شافعیؒ
نے کہا ہے کہ یہ حدیث حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کی دلیل ہے۔ اور حضرت انس کی حدیث کہ مجھے بنی المصطلق
نے بھیجا الخ اور حضرت سہل بن ابی حثمہ کی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے کچھ
معاملہ قرض کا کیا۔ اور حضرت ابو ہریرہ نے اسی کے قریب المعنیٰ حدیث روایت کی ہے۔
اور از انجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلفائے ثلاثہ کی خلافت پر کھلی ہوئی تعریض کرنا خلافت خاصہ
کے بعض خصوصیات کو ان بزرگوں میں بیان کر کے جیسے حضرت ابوذر کی یہ حدیث کہ علی الترتیب خلفائے
ثلاثہ کے ہاتھ میں کنکریوں نے تسبیح پڑھی اور حضرت انس کی حدیث بھی اسی کے قریب ہے۔
اور حضرت ابو الدرداء کی حدیث کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو خطبہ پڑھنے کا حکم دیا
ان کے بعد حضرت عمر کو خطبہ پڑھنے کا حکم دیا۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کی حدیث باغ کے قصہ کے متعلق۔
اور از انجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسجد کی بنیاد رکھتے وقت خلفائے ثلاثہ کی نسبت فرمانا کہ یہ لوگ
خلفا ہیں جس کو حضرت عائشہؓ اور سفینہ نے روایت کیا ہے۔
اور از انجملہ وہ حدیثیں جو خلفا کے ساتھ ولی عہدی کے برتاؤ پر دلالت کرتی ہیں۔ جب اُن کی خلافت
منعقد ہوگئی تو اُن حدیثوں نے اُن کی صحت خلافت پر دلالت کی مثل حدیث حضرت مرتضیٰ و حضرت حذیفہ
کے کہ اگر تم لوگ ابو بکرؓ کو خلیفہ بناؤ آلخ اور حدیث حضرت حذیفہ کے کہ مجھے ان دونوں سے بے نیازی نہیں ہے
کیونکہ یہ دونوں دین میں وہ مرتبہ رکھتے ہیں جو جسم انسان میں کان اور آنکھ کا رتبہ ہے۔ اور ایک روایت
میں بجائے کان اور آنکھ کے یہ ہے کہ جو رتبہ سر کو جسم میں ہے اور مثل حدیث ابو سعید خدری کے کہ زمین میں
میرے دو وزیر ہیں"۔
اور از انجملہ وہ حدیثیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت
اس ترتیب سے ہو گی پہلے نبوت و رحمت اس کے بعد خلافت اور رحمت۔ اور ایک روایت میں خلافت
بر منہاج نبوت اس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت۔ اور خارج میں زمانہ نبوت کے بعد خلفا کی خلافت
حاصل ہوئی اور اُس کے بعد کاٹنے والی بادشاہت ہوئی۔ پس معلوم ہوا کہ خلافت اُن بزرگوں کی

منہاج نبوت پر تھی اور خلافت ورحمت تھی۔ اس مضمون کی حدیثیں حضرت ابوعبیدہ اور معاذ بن جبل رضی
حذیفہ وغیرہ سے منقول ہیں۔

اور از انجملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات کو بیان فرمانا کہ سب سے بہتر میرا قرن ہے پھر
لوگ جو میرے بعد ہوں۔ پھر وہ لوگ جو اُن کے بعد ہوں۔ اس کے بعد کچھ لوگ ایسے ہوں گے جن کی قسمیں
ان کی شہادت سے آگے چلیں گی۔ اور ان کی شہادت ان کی قسم سے آگے چلے گی۔ اس حدیث کو بہت
بڑی جماعتِ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں حضرت عمر اور ابن مسعود اور عمران اور حذیفہ وغیرہم
قرنِ اول تو زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے ہجرت کے بعد سے وفات تک اور قرنِ دوم زمانہ شیخین
اور قرنِ سوم زمانہ حضرت ذوالنورین ہے۔ بعد اس کے اختلاف پیدا ہوئے اور فتنے ظاہر ہوتے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنہ کو جو بعد شہادت حضرت
عثمان رضی ظاہر ہوا بہت سی حدیثوں میں جو بہت سندوں کے ساتھ مروی ہیں بیان فرمایا ہے جیسا
عنقریب فصلِ آئندہ میں بیان ہوگا اور اس فتنہ سے پیشتر کے زمانہ کو کئی طرح سے عمدہ صفات کے
مخصوص کیا اور اس فتنہ کے بعد کے زمانہ کو بہت برائیوں سے یاد فرمایا۔ جب ہم ان تمام روایتوں
جو عبارت میں مختلف ہیں اور اصل مقصود میں متحد ہیں، لحاظ کرتے ہیں تو حدسِ قوی حاصل ہو جاتا
کہ قرونِ ثلاثہ سے مراد اسی مدت کی تفصیل ہے۔ اور اس مدت کو تین قرنوں پر تقسیم کرنا اور ان قرنوں کی تع
کرنا نہیں ہے۔ مگر اس سبب سے کہ ان قرنوں کے مدبر اور صاحبانِ حکومت نہایت کامل تھے۔
اعمالِ خیر کی اشاعت اور دولتِ اسلامیہ کا غلبہ اور غلبۂ دین کے متعلق اللہ عزوجل کے وعدوں کا پورا
ان قرنوں میں خوب خوب تھا۔

اور از انجملہ وہ حدیثیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ملت اسلامیہ کو ایک حد تک نشوونما
اس کے بعد پھر تنزل شروع ہوگا مثل حدیثِ حضرت علقمہ بن کرز رض اور اس حدیث کے کہ اسلام پہلے
پھر رباعی، پھر سدیس، پھر بازل وغیر ذالک۔ اور خارج میں بھی ایسا ہی دیکھا گیا کہ حضرت عثمان کے ز
اسلام ترقی پر رہا اس کے بعد کم ہوتا ہوا دکھا گیا۔ معلوم ہوا کہ ان تینوں خلفاء کی خلافت خلافتِ راشدہ
جس کی بشارت آیات واحادیث میں دی گئی ہے۔ اور از انجملہ حضرت ابن مسعود کی حدیث کہ اسلام
چھتیس ۳۶ سال چلتی رہے گی اس کے بعد آپؐ نے ایک فتنہ عظیمہ سے ڈرایا اور فرمایا کہ اگر اُس فتنہ میں
ہلاک ہو گئے تو اُن کی وہی راہ ہے جو اور ہلاک ہونے والوں کی راہ تھی۔ اسلام کی چکی کا چلنا اس بات
دلالت کرتا ہے کہ اسلامی کام بہت ٹھیک رہیں گے۔ اور تمام دینوں پر اس کو غلبہ رہے گا اور فتوحات
کثرت ہوگی۔ اور خلافت راشدہ کے یہی معنی ہیں۔ پس ان بزرگوں کی خلافت خلافتِ راشدہ ہوگی
از انجملہ حضرت ابوہریرہ کی حدیث ہے کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور سلطنت شام میں۔ اس حدیث
بھی معلوم ہوا کہ خلافتِ راشدہ مدینہ میں ہوگی اور خارج میں سوا خلفائے ثلاثہ کے مدینہ میں کسی خلیفہ
قیام نہیں کیا۔ اور از انجملہ وہ حدیثیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رض

ہ کے لئے قفل تھے اور فتنوں سے امت کے بچانے والے تھے بمثل حدیث حذیفہ جو اس باب کی تمام
ں سے زیادہ صحیح ہے۔ اور مثل حدیث عبد اللہ بن سلام اور ابوذر وغیرہ، اور خارج میں بھی ایسا ہی ہوا
ضرت عمر کے زمانہ میں کوئی فتنہ پیدا نہ ہوا۔ اس سے حضرت عمر بن خطاب کی خلافت کے خلافت راشدہ
ے کی بشارت نکلتی ہے۔ اور از انجملہ وہ حدیثیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عثمان
کے وقت حق پر ہوں گے اور اُن کے مخالف باطل پر ہوں گے۔ ان حدیثوں کی سندیں بہت
ہ ہیں۔ حضرت ابن عمر اور عبد اللہ بن حوالہ اور مُرّہ بن کعب اور کعب بن عُجرہ اور ابوہریرہ اور حذیفہ
ضرت عائشہؓ وغیرہ ان حدیثوں کے راوی ہیں۔ اور حضرت عثمانؓ فتنہ کے وقت بھی خلیفہ
اور اُن کے مخالف اُن سے خلافت کو نکال لینا چاہتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اُن کی
ت اللہ تعالیٰ و رسول ؑ کے نزدیک ثابت تھی۔

اور از انجملہ وہ حدیثیں ہیں جو خلافت خاصہ کے لوازم پر دلالت کرتی ہیں یہ حدیثیں بھی بہت
اور بہت سندوں سے مروی ہیں۔ ان لوازم سے استدلال کرنے کی بھی دو صورتیں ہیں،
یہ کہ پہلے ہم خلافت خاصہ کے معنی کی تنقیح کریں اور وہ اوصاف جن کی وجہ سے خلافت خاصہ
لافت عامہ صحیحہ اور خلافت جابرہ میں باہم امتیاز پیدا ہوتا ہے معلوم کر لیں پھر ہم خلافت خاصہ
اوصاف کو دلائل کے ساتھ خلفا میں ثابت کریں یہ صورت بھی یقیناً مقصود پر دلالت کرتی ہے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ صرف بعض لوازم کو بیان کریں اور اُن کو دلائل کے ساتھ خلفا میں
کریں اور ہر لازم کو جداگانہ دلیل سے ثابت کریں یہ صورت بھی کافی ہے۔ اکثر صحابہ و تابعین نے
ورت کو اختیار کیا ہے۔ اور خلافت خلفاء کی حقیت کو اسی طریقہ سے پہچانا ہے۔ صحابہ و تابعین کے
ثار میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ اُنہوں نے بعض لوازم کو ذکر کیا۔ اور بعض کو اس خیال سے چھوڑ دیا
وروں کو معلوم ہیں جیسا کہ بعض اوقات دلیل کے دو مقدموں میں سے ایک کو ذکر کرتے ہیں۔ اور
رے کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس صورت میں اصل استدلال پورا ہوتا ہے۔ مگر تقریر میں کچھ مسامحہ ہوتا ہے
دوسرے یہ کہ غرض اُن کی صرف اسی ایک لازم سے استدلال کرنا ہو کیونکہ ہر لازم اصل غرض اور
مقصد کے لئے مفید ہے۔ اس وقت میں دلیل ظنی یا خطابی ہو جائے گی۔ پس ایک جماعت صحابہ نے
سوابق اسلامیہ سے استدلال کیا اور ایک جماعت نے جنتی ہونے کی بشارت سے اور ایک
ت نے اس بات سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیقؓ و حضرت فاروقؓ کے ساتھ
ہدی کا برتاؤ کیا کرتے تھے۔ اور اسی قسم میں داخل ہے۔ حضرت عائشہؓ کے اس قول سے
تدلال کرنا، کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اگر کسی کو خلیفہ بناتے تو ابوبکرؓ کو بناتے ان کے بعد عمرؓ کو۔
یک جماعت نے اس بات سے استدلال کیا کہ خلفا کے لیے شریعت میں سابقین مقربین
صفت ثابت کی ہے۔ اور اسی قبیل سے ہے شیخ محی الدین ابن عربی کا استدلال حضرت
روقؓ کی خلافت راشدہ پر بایں مضمون کہ نبوت کی حقیقت وحی اور عصمت ہے اور خلافت نبوت

کی حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کا نمونہ خلیفہ میں موجود ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمادیا کہ فاروق محدث ہیں اور سکینہ اُن کی زبان پر بولتا ہے۔ اور فرمایا کہ شیطان فاروق کے
سے بھاگتا ہے۔ تو آپ نے اس بیان سے ان کی خلافتِ نبوت کو ثابت کردیا۔ اور ایک
نے خلفائے راشدین کی فضیلت سے جو حدیث وزن اور حدیث خیر الناس سے ثا
ہے استدلال کیا المختصر اس استدلال کے بہت طریقے ہیں جو شمار میں نہیں آسکتے۔ ذہ
عقلمند ہمارے کلام سے بہت طریقے نکال سکتا ہے۔ لہٰذا ہم اُن کو ذکر کرکے کلام کو طوال
نہیں دینا چاہتے۔

(چوتھی فصل ختم ہوگئی)

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِ

فصل چہارم میں مذکور صحابہ و تابعین کے مختصر حالات

مع

تعداد احادیث

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

حامداً و مصلیاً

چونکہ مصنف رح نے فصل چہارم میں صحابہ کرام اور چند تابعین و تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مسانید متعلق خلافت جمع فرمائے ہیں۔ لہٰذا مناسب معلوم ہوا کہ اس فصل کے آخر میں بطور ضمیمہ اُن حضرات کی مختصر حالات لکھ دیئے جائیں۔ تاکہ اس فصل کے پڑھنے والے کے لیئے مزید بصیرت کا سامان ہو جائے۔ صحابہ کرام کے حالات اسد الغابہ و الکمال سے لیے گئے ہیں اور تابعین و تبع تابعین کے تہذیب التہذیب سے۔

نمبر	نام صحابی	مختصر حالات صحابی
۱	ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۰۹ احادیث)	نام عبداللہ۔ صدیق و عتیق لقب ہیں۔ کنیت ابوبکر۔ والد کا نام ابو قحافہ قریشی تیمی ہیں ساتویں پشت پر آپ کا سلسلہ نسب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آزاد مردوں میں پہلے اسلام لائے۔ خود بھی صحابی، والدین بھی صحابی اولاد بھی صحابی ہے اسلام لاتے ہی اشاعت اسلام میں سرگرمی سے کام لینا شروع کیا۔ اور اکابر صحابہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ دین کے لیے جس قدر مصائب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچے۔ سب میں برابر شریک رہے۔ اور جیسی جان نثاری آپ نے کی کسی سے ظاہر نہ ہوئی۔ سفر ہجرت میں بھی رفیق تھے جس کا ذکر قرآن شریف میں وارد ہوا۔ تمام مشاہد خیر میں حصہ لیا۔ آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ رض ام المؤمنین تھیں۔ احادیث میں بکثرت اور بے نظیر فضائل وارد ہوئے ہیں خصوصاً وہ خطبہ جو وفات سے پانچ دن پہلے آپ نے فرمایا عشرۂ مبشرہ میں ہیں اور نبی کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔ مرضِ وفات میں حضرت ؐ نے آپ کو اپنی جگہ پر امام بنایا۔ بعد وفات حضرت کے جانشین ہوئے اور فتنۂ ردّت میں وہ کام کیا جو ایک نبی اولوالعزم کرتا۔ جمع قرآن کا کام بھی انہیں کے عہد میں ہوا۔ دو برس تین ماہ نو دن سریر خلافت پر جلوہ افروز رہ کر ترسٹھ برس کی عمر میں بروز جمعہ تاریخ ۱۷ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳ ہجری وفات پائی حضرت فاروق اعظم رض نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں خاص اُسی قبۂ خضراء کے اندر مدفون ہوئے۔ واللہ اعلم!

شمار نمبر	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
۲	عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵۳۷ - احادیث)	لقب فاروق۔ کنیت ابوحفص۔ قریشی عدوی ہیں۔ نویں پشت میں آپ کا شجرۂ نسب خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ سابقین اولین میں ہیں۔ آپ سے پہلے اُنتا آدمی مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ کے اسلام کے لئے حضرتؐ نے دعا مانگی تھی۔ مسلمان ہی اسلام کی قوت وشوکت روز بروز بڑھنے لگی۔ صاحبزادی حضرت حفصہؓ ام المو تھیں۔ عشرۂ مبشرہ میں ہیں۔ حضرتِ صدیقؓ کے بعد تمام اُمت سے افضل ہیں۔ احا میں بکثرت اور بے مثل فضائل وارد ہوئے۔ خصوصًا یہ کہ میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ اور یہ کہ شیطان اُن کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ تمام مشاہد خیر میں ہمدوشِ نبیؐ حضرت صدیقؓ کی وفات کے بعد خلیفہ ہوئے۔ خلافت کا کام جس خوبی سے کیا محتاج بیا نہیں۔ تمام ملکی فتوحات آپ ہی کے عہدِ مبارک میں ہوئیں۔ اسلام غربت سے نکل سریر آرائے سلطنت بنا۔ اور دنیا کی سب سے بڑی سیاسی طاقت ہو گیا ج کا ارادہ سب سے پہلے انہیں کے دل میں پیدا ہوا۔ دس برس چھ مہینے پانچ دن خلافت ابولولو مجوسی غلام کے ہاتھ سے زخمی ہوئے اور یکم محرم ۲۴ھ میں بعمر ۶۳ سال وفا اور اُسی قبۂ خضرا میں اپنے صاحبین کے ساتھ مدفون ہوئے۔
۳	عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۴۶ - روایات)	کنیت ابوعبداللہ لقب ذوالنورین۔ قریشی اُموی ہیں۔ پانچویں پشت میں ان کا ن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ سابقین اولین میں ہیں۔ عشرۂ مبشرہ اور جمہور امت کے نزدیک حضرت فاروقؓ کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔ دو ہجرت کی۔ اوّل بجانب حبش، دوم بجانب مدینہ منورہ۔ یہ اُن لوگوں میں ہیں جو ح صدیق کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحب رقیہ اور ام کلثوم یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں۔ اسی سبب سے اُن کو ذ کا لقب ملا۔ تمام مشاہد خیر میں کامل حصہ پایا۔ حضرتؐ نے اُن کی حیا کی بہت تعریف اور جنت میں اپنی رفاقت کا مژدہ سنایا۔ بیر رومہ کا خریدنا، غزوۂ تبوک کا سامان کر کام اُن سے ایسے ہوئے کہ حضرتؐ نے بار بار اُن کو جنت کی بشارت دی۔ اُن کی خبر مستفیض حدیثوں میں ہے۔ حضرت فاروقؓ کے بعد خلیفہ ہوئے اپنی خلافت فتوحات اسلامی کو بڑھایا اور شیخین کے جمع کیے ہوئے قرآن کو شائع کیا اور دو مصاحف کو جن سے اختلاف پھیلنے کا اندیشہ تھا معدوم کر دیا۔ بارہ دن کم بارہ بر خلافت کے بعد بروز جمعہ ۱۵۔ یا ۱۷۔ ذالحجہ ۳۵ھ میں ظلمًا باغیوں کے ہاتھ سے ہوئے۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر بیاسی سال کی تھ

م۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵۳۶ احادیث)	کنیت ابوتراب اور ابوالحسن۔ لقب اسد اللہ۔ قریشی ہاشمی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے ہیں۔ نابالغ بچوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ عشرۂ مبشرہ ہیں۔ اور اہلِ حق کے نزدیک حضرت ذوالنورین کے بعد تمام امت سے افضل ہیں۔ سیدۃ النسأ فاطمہؓ بنت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شوہر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سب انہیں کی نسل سے چلی۔ تمام مشاہد خیر میں شریک رہے اور کارہائے نمایاں کیے۔ احادیثؐ میں بہت فضائل وارد ہوئے۔ آنحضرتؐ نے اُن کو شہادت کی بشارت دی۔ اور اُن کے قاتل کو اشقیٰ (بدبخت) فرمایا۔ حضرت ذوالنورین کے بعد خلیفہ ہوئے زمانہ خلافت میں فتنوں اور فسادوں سے مقابلہ رہا۔ تریسٹھ برس کی عمر میں تین۳ دن کم پانچ سال خلافت کرکے ۱۰۔ رمضان سنہ ۴۰ھ میں بمقام کوفہ عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ اَللّٰھم اغفر لہ وارحمہ، واکرم منزلہ۔
ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۴ احادیث)	نام عامر۔ کنیت ابوعبیدہ۔ لقب امین الامت۔ قریشی فہری۔ ساتویں پشت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔ اُن کے والد کا نام عبداللہ ہے۔ جراح دادا کا نام ہے۔ یہ اپنے دادا کی طرف منسوب ہیں۔ سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت عثمان بن مظعون کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ دو۲ مرتبہ ہجرت کی۔ اول بجانب حبش اور دوسری مرتبہ بجانب مدینہ منورہ۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ تمام غزوات میں شریک رہے اور کارہائے نمایاں کیے۔ حضرت فاروق کی خلافت میں افواج شامی کے سپہ سالار تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ پر بہت فتوحات دیں۔ حضرت فاروقؓ اپنی وفات کے وقت فرماتے تھے کہ ابوعبیدہ زندہ ہوتے تو میں اُن کو خلیفہ بنا دیتا۔ اب میں کسی کو نہ بناؤں گا۔ تم لوگ فلاں فلاں چھ۶ آدمیوں میں سے کسی کو منتخب کرلو۔ اٹھاون۵۸ برس کی عمر میں بمرض طاعون عمواس سنہ ۱۸ھ میں انتقال فرمایا اور مقام میسان بعلاقہ شام مدفون ہوئے۔
معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (۱۵۷ احادیث)	انصاری خزرجی۔ ان سات انصار میں ہیں جو بیعت عقبۂ اولیٰ میں شریک تھے۔ کل غزوات میں ہم رکاب نبوت رہے۔ اٹھارہ برس۱۸ کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن چار آدمیوں سے سیکھو۔ ابن مسعود، ابی بن کعب، معاذ بن جبل، سالم مولائے ابوحذیفہ۔ اور ان کو حلال وحرام کا اعلم بھی فرمایا۔ یہ ان لوگوں میں ہیں جو حضرتؐ کے سامنے فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرتؐ نے اُن کو یمن کا حاکم مقرر کیا تھا۔ سنہ ۱۸ھ ہجری میں بمرض طاعون عمواس بعد وفات حضرت ابوعبیدہ وفات پائی۔
	قریشی زہری۔ کنیت ابومحمد۔ مہاجرین اولین سے ہیں۔ منجملہ اُن پانچ آدمیوں کے ہیں جو

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
۷	عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ (۶۵ احادیث)	حضرت ابوبکر صدیق کے ذریعہ سے ایمان لائے تھے۔ پہلے حبش کی طرف ہجرت کی پھ کی طرف۔ تمام غزوات میں ہم رکاب سعادت رہے۔ عشرۂ مبشرہ میں سے ہیں۔ ا چھ شخصوں میں سے ہیں جن کو حضرت فاروق رضؓ نے اپنے بعد خلافت کے لیے تجویز کیا ایک مرتبہ سفر میں حضرت نے اُن کے پیچھے نماز پڑھی۔ بڑے مالدار تاجر تھے۔ جب انتقا تو اس قدر سونا چھوڑا کہ کلہاڑیوں سے کاٹ کر ورثہ میں تقسیم ہوا۔ ۳۲ھ ہجری م ۷۵ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔
۸	زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱ - حدیث)	کنیت ابوعبداللہ۔ لقب حواری رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم قریشی اسدی۔ ان کی وا صفیہ بنت عبدالمطلب ہیں جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی تھیں۔ ان کے عوام اور ام المومنین خدیجہ رضؓ سگے بھائی بہن تھے۔ قدیم الاسلام ہیں اُن سے پ تین چار آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ بوقت اسلام اُن کی عمر ۱۵ سال تھی۔ دونوں ہج حبش اور مدینہ کی طرف کی تھیں۔ عشرۂ مبشرہ میں ہیں۔ تمام غزوات میں ہم رکاب رہے اور کارہائے نمایاں کیے۔ فرماتے تھے میرے جسم میں کوئی عضو ایسا نہیں رسول خدا صلی اللہ وسلم کے ہمراہ زخمی نہ ہوا ہو۔ اسلام لانے کی وجہ سے ان کے چ اُن کو دھوئیں کے مقام میں بند کر دیا۔ بہت ستایا مگر ثابت قدم رہے۔ حضرت نے اپنے بعد خلافت کے لیے جن چھ آدمیوں کو منتخب کیا تھا اُن میں اُن کا بھی نام جنگ جمل میں حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے قتال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضر مرتضیٰ سے فرمایا تھا کہ ابن صفیہ کے قاتل کو دوزخ کی خبر دینا چنانچہ ابن جرموز نے جبر جا کر حضرت علی کو یہ خبر دی کہ میں نے آپ کے دشمن زبیر کو قتل کر دیا اور یہ اُن کی تلو حضرت علی رضؓ نے فرمایا واللہ یہ وُہی تلوار ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مصائب کو دفع کیا ہے۔ اور تو دوزخی ہے۔ حضرت زبیر کی شہادت بروز پنج س وار جمادی الاولیٰ ۳۶ھ ہجری میں بعمر ۶۷ سال واقعہ جمل میں ہوئی۔
۹	طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ (۳۸ - احادیث)	کنیت ابومحمد۔ لقب طلحۃ الخیر۔ قریشی تیمی۔ ساتویں پشت میں رسول خدا صلی اللہ سے مل جاتے ہیں۔ سابقین اولین سے ہیں۔ حضرت صدیق کی ترغیب سے مشرف ہوئے۔ عشرۂ مبشرہ ہیں۔ تمام غزوات میں شریک رہے خصوصاً احد میں خوب کا اپنے آپ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر سپر بنا دیا تھا۔ تیر کو اپنے ہاتھ سے رو اس کے سبب سے اس ہاتھ کی انگلی بیکار ہو گئی تھی۔ احد کے دن چوبیس ۲۴ زخم لگے تھے۔ حضرت فاروق نے جن چھ آدمیوں کو اپنے بعد خلافت کیلیے منتخب

مختصر حالاتِ صحابی

اُن میں یہ بھی تھے۔ جنگ جمل میں اُنہوں نے بھی حضرت علی سے قتال کیا تھا۔ اور اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ حضرت علی جب کہ مقتولوں کی لاشیں دیکھ رہے تھے، ان کی طرف سے گذرے تو بیٹھ گئے اور اُن کے چہرہ سے مٹی پونچھی اور روئے۔ فرمایا کہ اے ابو محمد مجھ پر بہت شاق ہے کہ تم کو اس حالت میں دیکھوں۔ کاش میں آج سے بیس برس پہلے مرچکا ہوتا۔ بروز پنجشنبہ، ۱۰ جمادی الاولیٰ ۳۶ھ بعمر ۶۰ سال واقعہ جمل میں شہید ہوئے

قریشی زہری۔ والد کا نام مالک اور کنیت ابو وقاص۔ پانچویں پشت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتے ہیں۔ حضرت آمنہ رضؓ سے بہت قریب کا رشتہ ہے۔ حضرت آمنہؓ اور اُن کے والد چچیرے بھائی بہن ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں ہیں۔ یہ پہلے شخص ہیں جنھوں نے فی سبیل اللہ کافروں کا خون بہایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا سے بڑے مستجاب الدعوۃ ہو گئے تھے۔ جو دعا مانگتے تھے، پوری ہوتی تھی۔ بڑے تیر انداز تھے حضرت فاروق کے زمانہ میں افواج عراق کے سپہ سالار تھے۔ ایران کے فاتح ہیں اور شہر کوفہ کو آپ ہی نے آباد کیا۔ حضرت فاروق نے جن چھ اصحاب کو اپنے بعد خلافت کے لیے تجویز کیا تھا، اُن میں یہ بھی تھے۔ حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد خانہ نشین ہو گئے تھے، اور کسی لڑائی میں کسی کی طرف شرکت نہ کی۔ حضرت معاویہ نے جب اُن کو اپنی مدد کے لیے بلایا، تو صاف کہہ دیا کہ جب میں نے علی کا کہنا نہ مانا جو تم سے بدرجہا افضل ہیں تو تم کو مجھ سے کچھ امید نہ رکھنی چاہیے۔ بوقت وفات اُنہوں نے ایک پرانا جبہ اُون کا منگایا اور کہا مجھے اسی میں کفنانا۔ یہ وہ جبہ ہے جس کو پہن کر میں بدر کے مشرکوں سے لڑا تھا۔
عمر بن سعد انہیں کا ناخلف بیٹا تھے وہ اپنے باپ سے بھی کچھ عمدہ برتاؤ نہ کرتا تھا۔
حضرت سعد نے ستر برس سے زائد عمر پاکر ۵۵ھ ہجری میں اپنے مکان واقع عقیق میں مدینۂ منورہ کے قریب وفات پائی۔ وہاں سے اُن کی نعش مبارک لوگوں کے کندھوں پر آئی۔ اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔ عشرۂ مبشرہ میں سب سے اخیر میں انہیں کی وفات ہے

کنیت ابو الاعور۔ قریشی عدوی۔ حضرت فاروق کے چچیرے بھائی اور بہنوئی ہیں۔ یعنی فاطمہ بنت خطاب کے شوہر تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ مہاجرین اولین سے ہیں۔ عشرۂ مبشرہ میں ہیں۔ مستجاب الدعوۃ تھے۔ ان کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب ہی حضرت عمرؓ کے اسلام کا سبب ہوئیں۔ ستر برس سے زائد عمر پاکر مقام عقیق میں ۵۰ھ ہجری میں وفات پائی نعش مدینہ میں آئی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

کنیت ابو عبد الرحمٰن۔ لقب صاحب السواک والنعلین۔ یہ لقب اس سبب سے ہوا کہ

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
۱۲	عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۸۴۸ احادیث)	سفر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک اور نعلین وغیرہ انہیں کے پاس رہتی تھ ان کی والدہ کی کنیت ام عبدؓ تھی اس لیے بعض احادیث میں اُن کو ابن ام عبد فرمایا گیا۔ یہ ہیں۔ سابقین اولین میں سے ہیں۔ ان سے پہلے صرف پانچ آدمی مسلمان ہوئے ان کی آمد و رفت آنحضرتؐ کے یہاں اس قدر تھی کہ لوگ اُن کو بھی آپؐ ہی کے گھر ک آدمی سمجھتے تھے۔ تمام غزوات میں شریک رہے اور کارہائے نمایاں کیے۔ آنحضرت علیہ وسلم نے اُن کو امت کا مقتدا بنایا تھا۔ فرمایا کہ جو کچھ ابن ام عبد تم کو حکم دیں اس ک حضرت فاروق رضؓ نے اپنے عہد میں اُن کو کوفہ بھیجا تھا اور اہل کوفہ کو لکھا تھا کہ میں نے ع یاسر کو حاکم اور عبداللہ بن مسعود کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ تم لوگ ان کی پیروی کر یہ دونوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منتخب اصحاب میں ہیں۔ بدری ہیں۔ میں اپ تمہارے لیے عبداللہ بن مسعود کو ترجیح دیتا ہوں۔ نیز حضرت فاروق ان کو کہا کرتے ایک ظرف ہے علم سے بھرا ہوا۔ سیرت اور روش میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ حضرت نے اُن کو بھی جنتی ہونے کی بشارت دی تھی۔ انہوں نے اپنے ط قرآن شریف کو بھی جمع کیا تھا جس میں بعض بعض تفسیری الفاظ بھی لکھ لیے تھے۔ او منسوخ التلاوۃ آیتیں بھی۔ حضرت عثمان رضؓ نے جب اپنی خلافت میں یہ انتظام کیا کہ جمع کیا ہوا مصحف شائع کیا جائے اور دوسرے مصاحف جن سے آئندہ نسلوں کے ا میں پڑنے کا اندیشہ ہے معدوم کر دیئے جائیں۔ تو حضرت ابن مسعود نے اس سے ا کیا۔ اور اپنا مصحف کسی طرح نہ دیتے تھے۔ اسی کے متعلق حضرت عثمان رضؓ کے غلا ان کی شان کے خلاف کوئی حرکت سرزد ہوئی اور اُن کو حضرت عثمان رضؓ سے تکدر رہا جو آخر میں رفع ہو گیا ۳۲ھ میں بمقام مدینہ منورہ ساٹھ برس سے زائد عمر میں پائی۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔
۱۳	عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ (۲۶۳۰ احادیث)	امیر المؤمنین فاروق اعظم رضؓ کے صاحبزادے ہیں۔ اپنے والد ماجد کے ساتھ بچپن میں مسلما تھے۔ بدر میں اور احد میں بوجہ کم سنی شریک نہیں کیے گئے۔ سب سے پہلا غزوہ ج یہ شریک ہوئے خندق ہے۔ اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے جنگ اور فتح مصر میں بھی شریک تھے۔ اتباع سنت اور زہد و تقویٰ میں ضرب المثل تھ فتنوں سے علیحدہ رہے۔ حضرت علی مرتضےٰ نے جب ان کو اپنے ہمراہ لڑنے کے تو انہوں نے کہا اے ابوالحسن اگر آپ مجھے اژدہا کے منہ میں ہاتھ ڈالنے کا حکم دیں بے تامل ڈال دوں گا۔ مگر مجھ سے یہ نہ ہو گا کہ کسی مسلمان پر تلوار اٹھاؤں حضر

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالات صحابی
		کے بعد اہلِ شام نے بہت چاہا کہ یہ خلافت قبول کرلیں مگر کسی طرح راضی نہ ہوئے۔ سنہ ۷۳ھ میں ابن زبیر کی شہادت کے تین ۳ ماہ بعد چوراسی ۸۴ برس کی عمر میں حجاج کے اشارہ سے ایک شخص نے زہر آلودہ نیزہ ان کے پیر میں مارا۔ اسی سے وفات پائی۔ بمقام ذی طوی میں مدفون ہوئے۔
۱۴	عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ - ۱۶۶۰ احادیث	کنیت ابو العباس۔ قریشی ہاشمی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ہیں۔ بلقب حبر الامۃ۔ ہجرت سے تین برس پہلے پیدا ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر تیرہ برس تھی۔ آپ نے دو مرتبہ حضرت جبرئیل ؑ کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دیکھا تھا۔ حضرت ؐ نے اُن کو دعا دی تھی کہ یا اللہ ان کو کتاب اور حکمت کا علم عنایت فرما۔ چنانچہ تفسیر قرآن کے بڑے ماہر تھے۔ حضرت فاروق اعظم باوجود اس حذاقت و مہارت کے اکثر مسائل میں ان سے مشورہ لیتے تھے۔ اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ اُن کو دفن کرکے محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ واللہ آج اس امت کا عالم مرگیا۔ ستر برس کی عمر میں بمقام طائف ۶۸ھ ہجری میں وفات پائی۔
۱۵	ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ - ۳۶۰ احادیث	نام عبد اللہ بن قیس یمن کے رہنے والے ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ قبل از ہجرت مکہ میں جاکر مسلمان ہوئے تھے۔ پھر اپنے وطن لوٹ گئے۔ ہجرت کی خبر سُن کر اپنے قبیلہ کے پچاس آدمیوں کو ساتھ لے کر بقصد مدینہ منورہ چلے مگر ہوا کی ناموافقت سے انکی کشتی حبش میں پہونچی۔ اُن دنوں حضرت جعفر طیار حبش ہی میں تھے۔ اُن کے ساتھ یہ بھی وہاں ٹھیر گئے پھر انہیں کے ساتھ مدینہ آئے۔ جس وقت یہ سب لوگ مدینہ پہونچے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خیبر فتح کرچکے تھے۔ غنیمتِ خیبر میں ان سب کو بھی حصہ ملا۔ حضرت ابو موسیٰ مقام زبید اور عدن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حاکم رہے۔ اور حضرت فاروق نے اُن کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا پھر حضرت عثمان رضؓ نے اُن کو معزول کیا اور چند روز بعد کوفہ کی حکومت دی۔ پھر حضرت علی رضؓ نے اپنے عہد میں اُن کو معزول کیا۔ سنہ ۲۳ھ ہجری میں انہوں نے اصفہان کو فتح کیا۔ اور اس سے پہلے اہواز فتح کرچکے تھے۔ جنگ صفین میں جب لڑائی کو طول ہوا تو حضرت علی نے اپنی طرف سے ان کو اور حضرت معاویہ نے اپنی طرف سے حضرت عمرو بن عاص کو حکم مقرر کیا۔ اسی کو واقعہ تحکیم کہتے ہیں۔ تحکیم میں انہوں نے حضرت علی کو معزول کردیا۔ مگر حضرت عمرو بن عاص نے حضرت معاویہ کو معزول نہ کیا۔ حضرت ابو موسیٰ نے ترسٹھ ۶۳ برس کی عمر میں بمقام کوفہ سنہ ۴۲ھ ہجری میں وفات پائی۔

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
۱۶	عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ (۷۰۰ احادیث)	کنیت ابو محمد۔ ان کے والد بھی صحابی ہیں۔ مگر یہ اپنے والد سے پہلے اسلام لائے تھے۔ احا کے لکھنے کی انہوں نے اجازت لے لی تھی۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے زیا احادیث کا کوئی حافظ نہ تھا مگر عبد اللہ بن عمرو بن عاص وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھ نہ تھا۔ جنگ صفین میں اپنے والد کے اصرار سے شریک ہوئے مگر لڑے نہیں۔ ان والد حضرت معاویہ کے وزیر تھے۔ جنگ صفین کے بعد حضرت حسین بن علی نے اُن ترک کلام کر دیا تھا یہ بات ان پر بہت شاق تھی۔ بالآخر اُنہوں نے جب اپنی مجبو بیان کی تو باہم صفائی ہوئی۔ بہتر ۷۲ سال کی عمر میں سنہ ۶۳ھ ہجری میں بمقام مصر وفات پا
۱۷	ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۵۳۷۴ احادیث)	نام و نسب میں بڑا اختلاف ہے مگر سب سے زیادہ مشہور قول یہ ہے کہ قبل از اس ان کا نام عبد شمس یا عبد عمرو تھا۔ اور بعد از اسلام عبد اللہ یا عبد الرحمٰن نام ہوا۔ قبی دوس سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابو ہریرہ ان کی کنیت ہے اور یہی زیادہ مشہور ہے یہ کنی اس سبب سے ہوئی کہ ہریرہ عربی زبان میں چھوٹی بلی کو کہتے ہیں۔ اور انہوں ایک بلی کا بچہ پالا تھا ہر وقت اس کو ساتھ رکھتے تھے۔ غزوۂ خیبر کے زمانہ میں اسلام اور غزوۂ خیبر میں شریک ہوئے اور برابر حضرتؐ کی خدمت میں رہے حضر و سفر می کہیں ساتھ نہیں چھوڑا نہ کسی دوسرے کام میں سوا حفظ احادیث نبویؐ کے مشغو جس قدر حدیثیں اُن سے مروی ہیں کسی صحابی سے مروی نہیں۔ خود کہتے تھے کہ جس حدیثیں مجھے یاد ہیں کسی کو یاد نہیں سوائے عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے۔ مگر ان میں مجھ میں فرق یہ ہے کہ وہ لکھ کر یاد کرتے تھے اور میں بغیر لکھے ہوئے۔ اٹھتر ۷۸ برس کی ع میں بمقام مدینہ منورہ سنہ ۵۷ھ ہجری میں وفات پائی۔
۱۸	ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۲۲۱۰ احادیث)	حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد ہجرت تین ۳ برس پہلے مکہ میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن سے نکاح کیا۔ اُس و اُن کی عمر چھ برس کی تھی۔ اور مدینۂ منورہ میں جب کہ ان کی عمر نو برس کی ہوئی خلو فرمائی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت اُن کی عمر اٹھارہ ۱۸ سال کی تھی۔ حضرت خد کے بعد تمام ازواج مطہرات سے محبوب تر تھیں، بڑی عالمہ فاضلہ تھیں۔ ۱۷ رمض سنہ ۵۷ھ ہجری میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئیں۔ ن جنازہ حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے پڑھائی۔
۱۹		انصاری خزرجی۔ دس ۱۰ برس تک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی۔ اُن کی اُم سلیم بارگاہِ نبویؐ میں بہت تقرب رکھتی تھیں۔ حضرت انس رضؓ کو رسول خدا صلے اللہ علی

نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
انس بن مالک رضی اللہ عنہ (۲۲۸۶ احادیث)	ئے مال اور اولاد میں برکت کی دعا دی تھی چنانچہ ان کا باغ سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا اور اُن کی اولاد لڑکے اور لڑکوں کے لڑکے ایک سو بیس[۱۲۰] تھے۔ نوّے[۹۰] برس سے زائد عمر پاکر ۹۲ھ ہجری میں بصرہ کے قریب مقام طف میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔ بصرہ میں جس قدر صحابہ تھے سب سے آخر میں اُن کی وفات ہوئی۔
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ (۱۱۷۰ احادیث)	نام سعد بن مالک ہے۔ انصاری خزرجی ہیں۔ سب سے پہلا غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے خندق تھا۔ ان کے والد احد میں شہید ہوئے تھے۔ افاضل صحابہ سے ہیں ۷۴ھ ہجری میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (۱۵۴۰ احادیث)	انصاری خزرجی۔ بیعت عقبہ ثانیہ بحالت صغر سنی اپنے والد کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ غزوۂ بدر و احد میں ان کی شرکت مختلف فیہ ہے۔ بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت کے موافق محمد بن علی بن حسین یعنی امام باقر کی تعلیم و تربیت انہیں نے کی۔ احادیث کے حافظ تھے۔ چورانوے[۹۴] برس کی عمر پاکر ۷۴ھ ہجری میں بمقام مدینہ منورہ وفات پائی شرکائے بیعت عقبہ میں سب سے آخر میں انہیں کی وفات ہوئی۔
عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۶۲ احادیث)	کنیت ابوالیقظان۔ یہ اور اُن کے والد یاسر اور اُن کی والدہ سُمیّہ، سابقین اولین میں سے ہیں۔ حضرت عمار سے پہلے صرف تیس[۳۰] آدمی مسلمان ہوئے تھے۔ سُمیّہ چونکہ لونڈی تھیں اس وجہ سے ان کے مالک نے عمار کو بھی غلام بنالیا تھا۔ یہ تینوں راہِ خدا میں بہت ستائے جاتے تھے۔ کبھی ان کی طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ہوتا تو آپ کو بڑا ملال ہوتا۔ اور فرماتے صبراً یا آل یاسر اے یاسر کی آل صبر کرو۔ حضرت عمار کو ایک مرتبہ کلماتِ کفر کہنے پر ان لوگوں نے مجبور کیا اور اُن کو کہنا پڑے۔ اُن کی والدہ کو ستاتے ستاتے مار ڈالا ان کی شرمگاہ میں نیزہ مار گیا جس سے وہ شہید ہوگئیں۔ حضرت عمار بارگاہ نبوت میں بہت مقرب تھے۔ حضرتؐ نے فرمایا کہ تم کو گروہ باغی قتل کرے گا۔ حضرت فاروق نے اُن کو کوفہ کا حاکم بنایا۔ اور اہل کوفہ کو لکھا کہ میں نے عمار کو تم پر حاکم اور عبداللہ بن مسعود کو اُن کا وزیر اور تمہارا معلم بناکر بھیجا ہے۔ یہ دونوں برگزیدہ اصحاب نبی سے ہیں تم لوگ اُن کی پیروی کرو۔ پھر حضرت فاروق نے جب اُن کو معزول کیا پوچھا کہ تم معزولی سے ناخوش تو نہیں ہوئے؟ اُنہوں نے کہا معزولی سے تو ناخوش نہیں ہوا ہاں البتہ تقرری سے ناخوش ہوا تھا۔ جنگ جمل و صفین میں حضرت علی کے ساتھ تھے۔ جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ اُن کی شہادت کے بعد حضرت علی نے حضرت معاویہ سے

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
		کہلوایا کہ عمار کو تم لوگوں نے شہید کیا اور حضرت فرما چکے ہیں کہ عمار کو گروہِ باغی کرے گا۔ معلوم ہوا کہ تم لوگ باغی ہو۔ حضرت معاویہ نے اس کی تاویل کی۔ عمار کی شہادت ۳۷ھ ہجری میں بعمر ۹۴ سال ہوئی۔
۲۳	حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۹۱ - احادیث)	اُن کے والد کا نام حسل یا حُسیل ہے۔ یمان لقب ہے۔ جب ہجرت کر کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حضورؐ میں حاضر ہوئے تو حضرتؐ نے اُن کو اختیار دیا چاہیں مہاجرین میں رہیں چاہے انصار میں شامل ہو جائیں۔ اُن کے والد غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے اسرار اور حالات ان کو بتائے تھے عمر اُن سے منافقوں کے اور فتن کے حالات اکثر پوچھا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ کہ میرے عمال میں تو کوئی منافق نہیں ہے۔ اُنہوں نے ایک شخص کو بتا فاروقؓ نے فوراً اُس کو موقوف کر دیا۔ حضرت فاروق نے اُن کو مدائن کا حاکم مقرر کیا اور اُن سے بہت راضی رہے
۲۴	ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۸۱ - احادیث)	نام جندب بن جنادہ۔ کنیت ابوذر۔ غفار اس قبیلہ کا نام ہے جس کی طرف یہ منسوب ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ ہجرت سے پہلے مکے جاکر اسلام لائے اور پھر لوٹ اپنے وطن میں مقیم رہے۔ یہاں تک کہ ہجرت کے بعد جب غزوۂ اُحد و خندق ہو چکے یہ مدینہ منورہ میں آئے اور برابر وہیں رہے۔ حضرتؐ نے اُن کی نسبت فرمایا کہ زیادہ سچ بولنے والا کوئی نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کے بعد شام چلے گئے اور وہاں رہنے لگے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں حضرت معاویہ نے جو اس وقت شام کے حاکم تھے اُن کی شکایت کی۔ بات یہ تھی کہ حضرت ابوذر کے مزاج میں زہد غالب تھا اور بعض احادیث سے اُن کو ایسا سمجھ میں آیا تھا کہ مال جمع کرنا ناجائز ہے۔ انہوں نے اسی کا وعظ ملک شام میں کہا اور حضرت معاویہ پر اعتراض کیا کہ وہ مال جمع کرتے ہیں۔ حضرت معاویہ نے حضرت عثمانؓ کو شکایت لکھی عثمانؓ نے اُن کو وہاں سے بلا کر مقام ربذہ میں بھیج دیا۔ باقی عمر اُن کی وہیں گزری "ربذہ ایک جنگل کا نام تھا نہ وہاں آبادی تھی نہ کوئی چیز ملتی تھی"۔ جب اُن کی وفات کا وقت آیا تو اُن کی بی بی رونے لگیں کہ اس جنگل میں تجہیز و تکفین کیسے ہوگی۔ کفن کو کپڑا بھی نہ تھا تو اُنہوں نے کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز فرمایا تھا تم میں سے ایک شخص کی وفات جنگل میں ہوگی اور اُس کی تجہیز و تکفین میں مومنین کی ایک جماعت شریک ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابن مسعود اور نیز اور چند

نمبر	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
		اور انہوں نے تجہیز و تکفین کی۔ ۳۲ھ ہجری میں وفات پائی۔
۲	مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ (۱ - حدیث)	اُن کے والد کا نام عمرو بن ثعلبہ، اسود اُن کے والد نہ تھے بلکہ اسود نے اُن کو متبنّٰی کیا تھا۔ سابقین اولین میں ہیں۔ اُن سے پہلے صرف چھ آدمی مشرف باسلام ہوئے تھے۔ حبش کی طرف بھی اُنہوں نے ہجرت کی تھی۔ پھر حبش سے لوٹ کر مکہ آئے اور جب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو یہ ہجرت نہ کر سکے چند روز بعد ہجرت کی۔ غزوۂ بدر میں شریک تھے اور اس غزوہ میں ان سے کارنمایاں ظاہر ہوئے بہت صاحبِ مناقب ہیں۔ ۳۳ھ ہجری میں بعمر ۷۰ سال مقام جرف میں جو مدینۂ منورہ سے تین میل ہے وفات پائی۔ اور وہاں سے اُن کی نعش مدینۂ منورہ میں آئی۔ اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔
۲	خباب بن ارت رضی اللہ عنہ (۱ - حدیث)	کنیت ابو محمد ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں لوگوں نے اُن کو گرفتار کر کے اہل مکہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔ سابقین اولین میں سے ہیں۔ یہ اُنہی لوگوں میں ہیں جن پر راہِ خدا میں سخت مظالم کیے گئے۔ آگ کے انگاروں پر لٹائے جاتے تھے اور سر پر گرم لوہا رکھا جاتا تھا۔ اُن کی پیٹھ میں داغ پڑ گئے تھے جو اخیر عمر تک رہے۔ تمام مشاہد خیر میں شریک ہوئے۔ کوفہ میں سکونت اختیار کی تھی۔ اخیر عمر میں ایک سخت اور طویل مرض میں مبتلا ہوئے جس میں اُن کو ایسی سخت تکلیف تھی کہ کہتے تھے اگر موت کی دعا مانگنا منع نہ ہوتا تو میں موت کی دُعا مانگتا۔ جب اُن کی وفات کا وقت قریب آیا تو صحابہ کرام نے اُن سے کہا کہ آپ خوش ہوں کہ وہ وقت آگیا کہ آپ اپنے بھائیوں کے پاس حوض کوثر پر جائیں اُنہوں نے کہا آپ لوگ میرے اُن بھائیوں کا ذکر کرتے ہیں جو گذر چکے جنہوں نے دنیا میں کچھ آرام نہیں پایا۔ میں نے تو بہت نعمتیں پائیں۔ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرے اعمال کا بدلا دنیا میں نہ مل گیا ہو۔ شدت مرض کی وجہ سے جنگ صفین میں شریک نہیں ہو سکے۔ اور ۳۷ھ ہجری میں بعمر ۷۳ سال وفات پائی۔ اور یہ پہلے صحابی ہیں جو کوفہ میں مدفون ہوئے۔
۲۷	بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ (۱۵۰ - احادیث)	کنیت ابو عبد اللہ ہے۔ سفرِ ہجرت کے وقت جب حضرت ؐ ان کے یہاں پہونچے اُن کا وطن اثنائے راہ میں تھا تو یہ سب لوگ جو قریب اسّی گھر کے تھے اسلام لائے۔ پھر غزوۂ احد کے بعد حاضر خدمت ہوئے اور حدیبیہ اور بیعۃ الرضوان میں شرکت کی حضرت کے بعد اُنہوں نے بصرہ کی سکونت اختیار کی پھر وہاں سے جہاد کے لیے خراسان گئے بعد اس کے مرو میں قیام کیا اور وہیں ۶۲ھ ہجری میں بعہد یزید بن معاویہ وفات پائی؛

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
۲۸	عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ (۱۳- احادیث)	اس نام کے دو صحابی ہیں۔ دونوں کے باپ کا نام بھی ایک ہے۔ دادا کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک کے دادا کا نام عبس ہے اور دوسرے جن کے دادا کا نام نابی ہے وہ مرتبہ میں افضل و اشرف ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بیعت عقبۂ اولیٰ اور بدر و احد میں شریک تھے جنگ یمامہ میں بعہد حضرت صدیق رضؓ شہید ہوئے اور وہ عقبہ جن کے دادا عبس ہے جہنی کے ساتھ مشہور ہیں۔ وہ ہجرت کے بعد اسلام لائے تھے اور حضرت معاویہ کے ساتھیوں میں سے تھے۔ مصر کے والی بنائے گئے تھے اور وہیں رہتے وہیں سنہ ۵۸ھ ہجری میں وفات پائی۔ مصنفؒ نے جو روایتیں نقل کی ہیں وہ عقبہ بن عامر بن عبس جہنی کی ہیں جیساکہ ایک سند میں اس کی تصریح ہے۔
۲۹	سفینہ رضی اللہ عنہ - (۲- احادیث)	رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان کا نام پہلے کچھ اور تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام سفینہ رکھا بوجہ اس کے کہ یہ بوجھ زیادہ اٹھاتے تھے۔ جب ان سے کوئی ان کا پہلا نام پوچھتا تو نہ بتاتے۔ اور کہتے کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہوئے نام کو دوست رکھتا ہوں۔ ایک مرتبہ ان کو سفر میں اتفاق ہوا کہ کشتی پر سوار تھے، کشتی ٹوٹ گئی۔ اس کے ایک تختہ پر یہ بیٹھے ہوئے وہ تختہ نہ ڈوبا اور کنارے آلگا۔ یہ اُترے تو دیکھا کہ ایک شیر کھڑا ہے۔ ایک مصیبت سے بچے تو دوسری سامنے ہے۔ پس اُنہوں نے اس وقت کہا کہ اے شیر میں ہوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام۔ یہ سُنتے ہی شیر دُم ہلانے لگا اور راستہ پر پہونچا گیا۔
۳۰	عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲- احادیث)	کنیت ابو نجیح ہے۔ اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ اخیر عمر میں ملک شام چلے گئے اور وہیں سنہ ۷۵ھ ہجری میں وفات پائی۔
۳۱	عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ (۲- احادیث)	اشعری۔ صحابی نہیں ہیں۔ مُخَضرم ہیں۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسلمان ہوگئے تھے مگر شرف زیارت سے مشرف نہ ہو سکے۔ جب سے حضرت معاذ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا قاضی بنایا یہ حضرت معاذ کے ساتھ رہے۔ بہت فقیہ تھے۔ اکابر صحابہ سے مثل حضرت فاروق و حضرت معاذ کے روایت کی۔ سنہ ۷۸ھ ہجری میں وفات پائی
۳۲	ابوالرملی دوسی رضی اللہ عنہ	حجازی ہیں۔ ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ ذوالحلیفہ میں رہتے تھے۔ بڑے تیز رفتار تھے۔ کہتے ہیں میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نماز پڑھتا تھا پھر وہاں سے روانہ

ار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
		غروبِ آفتاب سے پہلے اپنے مقام پر پہونچ جاتا تھا۔
۳	ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۔حدیث)	نام صدی بن عجلان ہے مگر کنیت زیادہ مشہور ہے۔ باہلہ ایک قبیلہ کا نام ہے جسکی طرف یہ منسوب ہیں۔ احادیث نبویہ انہوں نے بہت روایت کی ہیں۔ مقام حمص میں جو ملک شام کا ایک صوبہ ہے، رہتے تھے اور وہیں اکانوے [۹۱] برس کی عمر میں وفات پائی۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ ملک شام میں یہ سب کے بعد وفات پانے والے صحابی ہیں۔ مگر صحیح یہ ہے کہ شام میں سب کے بعد وفات پانے والے صحابی عبد اللہ بن بشر ہیں۔
۳	سالم بن عبید اشجعی رضؓ (۱۔حدیث)	اشجع قبیلہ کا نام ہے جس کی طرف یہ منسوب ہیں۔ ان کا شمار اہل صُفّہ میں ہے۔ آخر میں کوفہ کی سکونت اختیار کر لی تھی۔
۳	عرفجہ اشجعی رضؓ (۱۔حدیث)	ان کے والد کا نام شریح ہے۔ کوفہ کی سکونت اختیار کی تھی۔
۳	عیاض بن حمار مجاشعی رضؓ (۱۔حدیث)	مجاشع قبیلہ کا نام ہے جس کی طرف یہ منسوب ہیں۔ بصرہ میں رہتے تھے۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے اور ان سے پرانی دوستی تھی۔
۳	ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ (۱۔حدیث)	کنیت ان کی ابو فراس ہے۔ قدیم الصحبت ہیں۔ اصحاب صُفّہ میں ہیں۔ شب کو حجرۂ مقدس کے دروازہ پر رہتے تھے۔ اور تہجّد کے وقت وضو کے لیے پانی دیا کرتے تھے۔ واقعۂ حرّہ کے بعد سنہ ۶۳ ہجری میں وفات پائی۔
۳	ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ (۱۔حدیث)	نام فضلہ بن عبید۔ قدیم الاسلام ہیں۔ تمام غزوات میں شریک رہے۔ حضرت کی وفات کے بعد بصرہ چلے گئے۔ پھر خراسان میں جہاد کیا اور مقام مرو میں سنہ ۶۰ھ میں وفات پائی
۳	عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ (۱۔حدیث)	کنیت ابو نجیح۔ قدیم الاسلام ہیں۔ مکہ میں اسلام لانے کے بعد اپنے وطن چلے گئے اور خبر ہجرت کے منتظر رہے۔ جس وقت یہ مدینۂ منورہ پہونچے غزوۂ بدر و احد و خندق ہو چکا تھا۔ اخیر میں شام چلے گئے تھے اور وہیں رہے۔
۴	سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (۱۔حدیث)	کنیت ابو عبد اللہ۔ ملک فارس کے رہنے والے تھے۔ پہلے آتش پرست تھے۔ یکایک اُن کو اس مذہب سے نفرت پیدا ہوئی۔ اور دین حق کی تلاش دل میں جاگزین ہوئی۔ چنانچہ یہ نصرانی ہو گئے اور مذہب نصرانیت کا علم خوب حاصل کیا۔ یکے بعد دیگرے

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
		کئی نصرانی علماء کی خدمت میں رہے۔ آخری عالم نے اُن کو رسول خدا صلی ا[للہ] علیہ وسلم کے ظہور کا زمانہ قریب آجانے کی بشارت دی اور آپ کے ہجرت کی علامتیں بتائیں اور کہا تم وہیں چلے جاؤ اور اُن پر ایمان لاؤ چنانچہ انہوں [نے] عرب کا قصد کیا۔ اتنے میں ایک قافلہ عرب کا اُن کو ملا یہ اس قافلہ کے سات[ھ] قافلہ والوں نے اُن کو غلام بنا کر مکہ میں بیچ ڈالا مکہ والوں سے ان کو مدینہ کی یہ[ودی] نے مول لے لیا۔ چنانچہ یہ مدینہ میں رہے یہاں تک کہ حضرت ہجرت کر کے تش[ریف] لائے اور یہ دولتِ ایمان سے مشرف ہوئے۔ حضرت نے اُن کو فرمایا کہ سلمان اہلِ بیت میں سے ہیں۔ ان کے فضائل بہت ہیں۔ اُن کی عمر بہت طویل تھی ڈھائی سو برس میں تو کچھ شک نہیں اور بعض نے ساڑھے تین سو برس بیان ہیں۔ بمقام مدائن ۳۵ھ ہجری میں وفات پائی۔
۴۱	ذی مخمر رضی اللہ عنہ (۱۔ حدیث)	بعض لوگ ان کا نام ذی مخبر کہتے ہیں۔ نجاشی بادشاہ کے بھتیجے ہیں۔ حبش سے ہمرا[ہ] کے ساتھ آئے تھے۔ حضرت کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے بعض لوگ حضرت کا غلام سمجھتے تھے۔ اخیر میں ملک شام چلے گئے تھے۔
۴۲	عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ (۳۔ احادیث)	کنیت ابوعبد الرحمن۔ سب سے پہلا غزوہ جس میں یہ شریک ہوئے خیبر تھا۔ کے دن قبیلہ اشجع کا پرچم انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ مقام دمشق ۷۳ھ ہجری وفات پائی۔
۴۳	عبد اللہ بن مُغفّل رضی اللہ عنہ (۲۔ احادیث)	کنیت ابوسعید۔ اصحاب بیعت الرضوان سے ہیں۔ ان کو حضرت عمرؓ نے تعلیمِ دین [کے لئے] بصرہ بھیجا تھا۔ جب شہر تستر فتح ہوا تو سب سے پہلے اُس کے دروازہ میں یہی د[اخل] ہوئے۔ بمقام بصرہ ۵۹ھ ہجری میں وفات پائی اور حضرت ابو برزہ نے ان کے [جنازہ] کی نماز پڑھائی۔
۴۴	ام المؤمنین حفصہ رضی اللہ عنہا۔ (۲۔ احادیث)	حضرت فاروق اعظمؓ کی صاحبزادی ہیں۔ ان کے پہلے شوہر خنیس بن حذافہ رضی [اللہ عنہ] کی وفات کے بعد شعبان ۳ھ ہجری میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے ان [سے] نکاح کیا۔ حضرت جبرائیلؑ نے ان کے متعلق کہا تھا کہ یہ آپ کی زوجہ ہیں دنیا و آ[خرت] میں۔ بڑی عبادت گذار تھیں۔ ساٹھ برس کی عمر میں شعبان ۴۵ھ میں وفات
۴۵	معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (۱۔ حدیث)	کنیت ابوعبد اللہ۔ انصاری خزرجی۔ یہ اُن ستر آدمیوں میں ہیں جو بیعت عقبہ [ثانیہ] میں شریک تھے۔ بدر و اُحد اور نیز تمام مشاہد خیر میں شریک ہوئے۔ حضرت نے یمن کا قاضی مقرر فرمایا تھا۔ اور حضرت عمرؓ نے ان کو حضرت ابو عبیدہ کے بعد شام کا

نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
	مقرر کیا تھا۔ اسی سال ۱۸ھ میں بعمر ۳۸ سال طاعون عمواس میں وفات پائی۔
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (۱۰ حدیث)	انصاری۔ خزرجی۔ سید القراء۔ کنیت ابو المنذر۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو سید الانصار اور حضرت فاروق اعظم کو سید المسلمین فرماتے تھے۔ یہ اُن لوگوں میں ہیں جنہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرآن حفظ کر لیا تھا، اور حضرت ؐ کے سامنے فتوے دیتے تھے۔ کتابت وحی کی خدمت سے بھی ممتاز ہوئے ہیں ایک مرتبہ حضرت ؐ نے ان سے فرمایا کہ اللہ تم نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم کو سورۃ لم یکن سناؤں۔ ۳۰ھ ہجری میں بعہد حضرت عثمانؓ وفات پائی۔
ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ (۱ حدیث)	نام خالد بن زید ہے۔ انصاری خزرجی ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بیعت عقبہ اور بدر اور تمام مشاہد میں شریک ہوئے جب حضرت ؐ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے، تو انہیں کے یہاں اُترے۔ اور جب تک مسجد اقدس اور حُجرۂ شریفہ تیار نہیں ہوئے انہیں کے یہاں رہے۔ یہ شرف وعزت اُن کی بہت نمایاں ہے۔ حضرت علی مرتضےٰ کے ساتھ اُن کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے ۵۱ھ ہجری میں وفات پائی۔ اور موافق وصیت قسطنطنیہ کے قریب دفن کیے گئے ان کی قبر زیارت گاہ ہے۔ اور لوگ وہاں پانی برسنے کی دعا مانگتے ہیں۔
ابو الدرداء رضی اللہ عنہ (۲ احادیث)	نام عُوَیمر بن عامر۔ درداء اُن کی صاحبزادی کا نام تھا۔ انصاری خزرجی ہیں۔ غزوۂ بدر کے بعد اسلام لائے تھے۔ اُحد اور اُس کے بعد کے تمام مشاہد میں شریک رہے۔ افاضلِ صحابہ سے ہیں۔ بوقت وفات بہت روتے تھے۔ کلمہ طیبہ پڑھتے پڑھتے روح قبض ہوگئی۔ اخیر عمر میں شام کی سکونت اختیار کی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت سے دو برس پہلے یعنی ۳۳ھ ہجری میں بمقام دمشق وفات پائی۔
اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ (۲ احادیث)	کنیت ان کی ابو یحییٰ ہے۔ انصاری اوسی ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔ شرکت بدر میں اختلاف ہے مگر احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نعم الرجل یعنی کیا اچھا آدمی فرمایا تھا انہیں کا واقعہ ہے کہ سورۂ بقرۃ شب کو اپنے گھر میں پڑھ رہے تھے کہ انہوں نے دیکھا آسمان سے ایک چیز مثل سائبان کے اُتر رہی ہے اس میں شمعیں روشن ہیں گھوڑا ان کا قریب تھا وہ بھڑکنے لگا۔ انہوں نے تلاوت موقوف کر دی۔ حضرت ؐ نے فرمایا وہ فرشتے تھے۔ فتح بیت المقدس میں حضرت فاروق کے ہمراہ تھے۔ شعبان ۲۰ھ ہجری میں بعہد حضرت فاروقؓ جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

نمبر	نام	مختصر حالاتِ صحابی
۵۰	زید بن ثابت رضی اللہ عنہ (ا۔ حدیث)	کنیت ابوسعید۔ انصاری خزرجی۔ بوقت ہجرت ان کی عمر گیارہ برس کی تھی کم سنی کے سبب سے شریک نہ ہو سکے اور احد میں اختلاف ہے۔ مگر اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ اور شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے خط و کتابت کا کام کرتے تھے جن پاس بعض بعض خطوط سریانی زبان میں آتے تھے لہٰذا اُن کو سریانی زبان کا حکم ہوا تھا۔ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے زمانہ میں کتابتِ مصحف کی عظیم ال انہیں سے لی تھی۔ علم فرائض کے خاص کر بہت بڑے ماہر تھے۔ جب ان کی ہوئی تو حضرت ابوہریرہ نے کہا واللہ آج اس امت کا بہت بڑا عالم مر گیا۔ س میں بعمر ۵۶ سال مدینہ منورہ میں وفات پائی۔
۵۱	زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ (ا۔ حدیث)	انصاری خزرجی ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کا بعد وفات کلام کرنا مروی ہے۔ اُن کے خارجہ بھی صحابی ہیں۔ وہ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ حضرت زید بوجہ صغر غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے۔
۵۲	رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ (ا۔ حدیث)	انصاری خزرجی۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ بدر اور ا مشاہد میں شریک رہے۔ جنگ جمل و صفین میں حضرت علی مرتضےٰ کے ہمراہ
۵۳	رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ( )	انصاری اوسی۔ کنیت ابوعبداللہ۔ بدر میں بوجہ کم سنی کے شریک نہ ہو اور خندق اور اکثر مشاہد میں شریک رہے۔ احد کے دن ان کی گردن گیا تھا۔ تیر تو انہوں نے نکال لیا مگر گانسی اُس کی رہ گئی وہ تمام عمر نہ نکلی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن میں تمہارے لیے شہادت دو وہ زخم عبدالملک بن مروان کے زمانہ میں کھل گیا۔ اور چھیاسی برس کی سنہ ۷۴ھ ہجری میں وفات پائی۔
۵۴	ابوسعید بن معلےٰ رضی اللہ عنہ (ا۔ حدیث)	نام حارث ہے۔ انصاری ہیں۔ جس سال رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر تشریف لائے اسی سال ان کی ولادت ہوئی۔ سنہ ۶۴ھ میں وفات پائی۔
۵۵	براء بن عازب رضی اللہ عنہ (ا۔ حدیث)	انصاری اوسی۔ کنیت ابوعمارہ۔ غزوۂ بدر میں بوجہ کم سنی کے شریک نہ ہو سکے ا غزوات میں شریک ہوئے۔ سنہ ۲۴ھ میں انہوں نے رے کو فتح لیا اور تستر کی لڑائی ابوموسیٰ کے ساتھ تھے حضرت علی کے ہمراہ جنگ جمل و صفین و نہروان میں شریک ہوئے اور بالآخر کوفہ

نمبر	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
		وہیں بعہد مصعب بن زبیر وفات پائی۔
۲	ام حرام انصاریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ (۱-حدیث)	انصاریہ ہیں۔ حضرت انس بن مالک کی سگی خالہ ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت کی بی بی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر ان کے گھر میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کی خلافت میں اپنے شوہر کے ہمراہ جہادِ روم میں وفات پائی۔ اور مقام قبرص میں ان کی قبر ہے۔
۳	سہل ابن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱۸۸ احادیث)	پہلے ان کا نام حزن تھا۔ حضرت نے اس کو بدل کر سہل رکھا۔ کنیت ابو العباس۔ انصاری ہیں۔ بوقت وفات نبوی پندرہ برس کے تھے۔ بڑی عمر پائی۔ یہاں تک کہ حجاج بن یوسف کا زمانہ ان کو ملا۔ حجاج نے ۷۴ھ میں ان کو خط لکھا کہ تم نے امیر المومنین عثمانؓ کی مدد کیوں نہ کی؟ انہوں نے لکھا میں نے مدد کی تھی۔ حجاج نے لکھا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ اور حاکمِ مدینہ کو لکھا کہ ان کی گردن میں مہر لگا دی جائے۔ اس قسم کی مہر حضرت انسؓ کی گردن میں اور حضرت جابرؓ کے ہاتھ میں بھی لگائی گئی تھی۔ مطلب یہ تھا کہ ان کی تذلیل ہو۔ مدینہ منورہ میں سب صحابہ کے آخر میں ان کی وفات ہوئی۔ چنانچہ یہ خود کہا کرتے تھے کہ میرے مرجانے کے بعد پھر تم لوگ کسی کو قال رسول اللہ کہتے ہوئے نہ سنو گے۔ چھیانوے برس کی عمر پا کر ۸۸ھ میں وفات پائی۔
۴	نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ (۱-حدیث)	کنیت ابو عبد اللہ۔ انصاری ہیں۔ یہ سب سے پہلے شخص ہیں جو بعد ہجرت کے انصار سے یہاں پیدا ہوئے بوقت وفات نبوی اُن کی عمر ۸ برس کی تھی ان کے والدین بھی صحابی ہیں۔ کوفہ کی سکونت اختیار کی تھی اور حضرت معاویہ کے زمانہ میں وہاں کے حاکم بھی تھے۔ حضرت عمر کی طرف سے نہاوند کے لشکر کے سردار تھے اور اسی جہاد میں ۲۱ھ میں شہید ہوئے۔
۵	عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ (۱-حدیث)	انصاری اوسی۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔ اور بدر و احد وغیرہ تمام مشاہد خیر میں ہم رکابِ نبوتؐ رہے۔ بقولِ بعض رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور بقولِ بعض حضرت فاروقؓ کی خلافت میں بعمر ۶۵ سال وفات پائی۔
۶	شداد بن اوس رضی اللہ عنہ (۱-حدیث)	دو۲ صحابی اس نام کے ہیں۔ دادا کے نام میں اختلاف ہے۔ ان کے دادا کا نام ثابت ہے۔ یہ حضرت حسان بن ثابت کے بھتیجے ہیں۔ آخر میں بیت المقدس کی سکونت اختیار کی تھی حضرت عبادہ بن صامت اور حضرت ابو الدرداء ان کی نسبت فرماتے تھے کہ یہ اہل علم افضل سے ہیں۔ ملک شام میں بعمر ۷۵ سال ۵۸ھ میں وفات پائی۔

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
۶۱	حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ (۳- احادیث)	کنیت ابوالولید۔ انصاری خزرجی۔ لقب شاعر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم۔ اعلےٰ در[جہ کے] شاعروں میں تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور کفار کی ہجو میں ان کے بہ[ت] اشعار ہیں۔ حضرت فرماتے تھے۔ کہ ان کا شعر کافروں پر تیر سے بھی زیادہ کارگر ہے۔ حضر[ت] مسجد شریف میں ان کے لیئے منبر رکھوادیتے تھے یہ اس پر کھڑے ہو کر نعت کے اش[عار] پڑھتے تھے۔ سنہ ۴۰ھ سے پہلے حضرت علی مرتضےٰ کی خلافت میں وفات پائی۔
۶۲	ابوالہیثم بن تیہان رضؓ (۱- حدیث)	نام مالک ہے۔ انصاری ہیں۔ قدیم الاسلام ہیں۔ بیعت عقبہ میں شریک تھے۔ بدر ا[ور] احد اور تمام مشاہد میں ہم رکاب نبوتؐ رہے۔ سنہ ۲۰ ہجری میں بعہدِ خلافت حضرت [عمر] وفات پائی۔
۶۳	کعب بن عجرہ رضؓ (۱- حدیث)	انصار کے حلیف تھے۔ متاخر الاسلام ہیں۔ بعد اسلام کے تمام مشاہد میں شریک [رہے] بمقام مدینہ منورہ سنہ ۵۱ھ میں بعمر ۷۵ سال وفات پائی۔
۶۴	جابر بن سَمُرہ رضؓ (۲- احادیث)	حضرت سعد بن ابی وقاص کی بہن کے بیٹے ہیں۔ بالآخر کوفہ میں رہتے تھے۔ اور وہا[ں] سنہ ۷۴ھ میں وفات پائی۔
۶۵	عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ (۲- حدیث)	ان کے والد حاتم طائی سخاوت میں ضرب المثل ہیں۔ شعبان سنہ ۹ ہجری میں حضور نبویؐ [میں] حاضر ہوئے اور پہلے عیسائی تھے۔ زمانہ ردت میں ثابت قدم رہے جنگ جمل و صفی[ن] میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے۔ جنگ جمل میں ان کی ایک آنکھ شہید ہو گئی۔ سنہ ۶۷ھ میں وفات پائی۔
۶۶	کرز بن علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱- حدیث)	فتح مکہ میں اسلام لائے تھے۔ اور بڑی عمر پائی تھی۔ حضرت معاویہ کے زمانہ میں نش[ان] حرم کی تجدید انہیں نے کی تھی۔ یہ کرز وہی شخص ہیں جنہوں نے شب غار میں رسول[اللہ] صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کیا تھا۔ مگر جب غار کے منہ پر انہوں نے مکڑی کا جالا دیکھا تو کہا کہ یہیں سے نشان گم ہو گیا ہے۔ اعلےٰ درجہ کے قدم شناس تھے۔ انہوں[نے] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیر کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ قدم اسی قدم کی نسل سے ہے جن[کا] نشان مقام ابراہیم میں ہے۔
۶۷	عبداللہ بن حوالہ رضؓ (۲- احادیث)	ملک شام کے مقام اردن میں رہتے تھے۔ انہوں نے حضرتؐ سے پوچھا آپ فتنہ [کے] زمانہ میں مجھے کہاں رہنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا ملک شام کا۔ انہوں[نے] ملک شام میں سنہ ۸۰ ہجری وفات پائی۔
	ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ	کنیت ابوعمرو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھتیجے ہیں فتح مکہ میں [اسلام] لائے۔ بڑے بہادر تھے۔ یرموک کے واقعہ میں ان کی ایک آنکھ شہید ہو گئی تھ[ی]

...ام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
	ملک فارس کا صوبہ جلولاء انہیں نے فتح کیا تھا۔ جنگ صفین میں حضرت علی مرتضٰی کے ساتھ تھے اور اسی میں شہید ہوئے۔
...ن بن عتبہ رضؓ ...حدیث)	حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے بھتیجے ہیں۔ فتح مکہ میں اسلام لائے تھے۔ ان کا شمار اہل کوفہ میں ہے
...بداللہ بن ...ام رضی اللہ ...عنہ	قریشی تیمی۔ ان کی والدہ زینب بنت حمید ان کو صغر سنی میں رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئی تھیں۔ حضرتؐ نے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور ان کو برکت کی دعا دی تھی۔ مگر بوجہ کم سِن کے ان سے بیعت نہ لی۔
...ران بن ...مین رضؓ ...حدیث)	فتح خیبر کے سال اسلام لائے تھے۔ فضلائے صحابہ میں سے تھے۔ ان کے والد بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ اخیر میں بصرہ کی سکونت اختیار کی تھی۔ اور وہیں ۵۲ھ میں وفات پائی
...دالرحمن ...ابی بکر رضؓ ...حدیث)	حضرت صدیق کے صاحبزادے اور ام المؤمنین عائشہ رضؓ کے سگے بھائی ہیں۔ صلح حدیبیہ کے سال اسلام لائے حضرت صدیق رضؓ کی اولاد میں سب سے بڑے یہی تھے ۵۳ھ میں وفات پائی۔
...ثمان بن ...م رضی اللہ ...حدیث)	ان کے والد وہی ارقم بن ابی ارقم ہیں جن کے گھر میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم قبل ہجرت رہے تھے۔ یہ عثمان رضؓ اہل بدر میں سے ہیں۔
...رو بن سریع رضؓ ...۱- احادیث	تمیمی اسدی ہیں۔ کنیت ابو عبداللہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جہادوں میں شریک ہوئے ہیں۔ یہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے بصرہ کی جامع مسجد میں وعظ کہا۔
...جُحیفہ سوائی ...ی اللہ تعالیٰ ...احادیث	نام ان کا وہب بن عبداللہ ہے۔ صغار صحابہ میں ہیں جب حضرت کی وفات ہوئی تو یہ سن بلوغ کو نہ پہنچے تھے۔ مگر آپ سے احادیث سُنی تھیں۔ اور ان کی روایت کرتے تھے۔ کوفہ کی سکونت اختیار کی تھی اور وہیں ۷۴ھ ہجری میں وفات پائی۔
...بداللہ بن ...ہ رضی اللہ ...۱- احادیث	قریشی اسدی۔ ان کی والدہ ام المؤمنین ام سلمہ کی بہن تھیں۔ کچھ دنوں حضرت کی دربانی کی خدمت پر مقرر رہے ہیں۔ ان کا شمار اہل مدینہ میں ہے۔ یہ عبداللہ حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ اُن کے محاصرہ کے زمانہ میں شہید ہوئے۔
...بکرہ ثقفی رضؓ ...۱- احادیث	نام ان کا نفیع بن حارث ہے۔ غزوۂ طائف میں اسلام لائے تھے۔ ان کی کنیت ابوبکرہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ بصرہ کی سکونت اختیار کی تھی اور وہیں ۵۹ھ میں وفات پائی۔

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
۷۸	سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ - (۱۰ حدیث)	کنیت ابو سعید۔ بصرہ میں رہتے تھے۔ ان کے والد کے انتقال کے بعد ان کی ان کو لے کر مدینہ میں آئیں۔ اُحد کی لڑائی میں شریک تھے۔ حضرتؐ نے ایک بیان فرمایا کہ تم میں سے سب کے بعد جو شخص مرے گا وُہ آگ میں ہوگا۔ اس مجل آٹھ آدمی تھے جن میں ایک یہ تھے اور ایک حضرت ابوہریرہ۔ لوگ یہ سمجھتے آگ سے جہنم کی آگ مراد ہے۔ چنانچہ اس مجلس کے سب لوگوں کا انتقال ہو یہ اور حضرت ابوہریرہ باقی رہ گئے۔ حضرت ابوہریرہ کو بڑی فکر تھی کہ کہیں میں تو نہیں ہوں؟ چنانچہ اکثر سمرہ کی حالت پوچھا کرتے تھے۔ اگر کوئی کہہ د انتقال ہوگیا تو ان کو غش آجاتا اس خوف سے کہ سب کے بعد مرنے والا میں مگر حضرت ابوہریرہؓ کا ان سے پہلے انتقال ہوگیا اور ۵۹ھ ہجری میں بمقام مرض کزاز لاحق ہوا۔ سردی کی شدت سے یہ گرم پانی دیگوں میں بھروا کر ان پر ایک مرتبہ اسی طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ دیگ میں گر گئے۔ دیگ کا پانی خوب اسی سے وفات پائی اور حضرت کی پیشین گوئی کا مطلب کھل گیا کہ آگ۔ کی آگ مراد نہ تھی۔
۷۹	عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ - (۱۰ حدیث)	قریشی ہاشمی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ سے دو سال بڑے تھے۔ کنیت ابو الفضل تھی۔ زمانہ جاہلیت میں قریش کی کعبہ کی خدمت اور حاجیوں کو آبِ زمزم پلانا انہیں کے متعلق تھا۔ غزوہ ب کافروں کی طرف تھے اور مثل اور کافروں کے یہ بھی قید ہو کر آئے تھے۔ بند سخت تھی۔ جس سے یہ کراہتے تھے۔ اور اُن کے کراہنے سے رسول خد علیہ وسلم کو بے چینی تھی۔ ایک صحابی نے اس کیفیت کو محسوس کر کے ان کی بند کر دی۔ اس قید سے فدیہ دے کر چھوٹے اور اس کے بعد اسلام لائے۔ اور ل کا قول ہے یہ قدیم الاسلام ہیں۔ مگر اپنا اسلام مخفی رکھتے تھے۔ بدر میں کافرو بہ خوشی نہیں آئے تھے۔ زمانہ قحط سالی میں حضرت فاروق نے انہیں کا د پانی برسنے کی دعا مانگی تھی اور خوب پانی برسا تھا۔ علاوہ بیٹیوں کے دس بیٹے ا اخیر عمر میں نابینا ہوگئے تھے۔ بمقام مدینہ منورہ ۱۲ رجب ۳۲ھ کو جمعہ کے دن ا ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ اور جنت البقیع میں د اس وقت ان کی عمر اٹھاسی برس کی تھی۔
۸۰	ابو الطفیلؓ	نام ان کا عامر بن واثلہ ہے جس سال غزوۂ احد ہوا اُسی سال اُن کی ولادت

نام صحابی	مختصر حالات صحابی
ایضاً (۱- حدیث)	وفات نبوی آٹھ برس کے تھے۔ پہلے کوفہ میں رہتے تھے پھر مکہ میں چلے آئے تھے حضرت کا حلیہ مبارک ان کو یاد تھا۔ سنہ ۱۰۰ھ ہجری اور بقولے سنہ ۱۱۰ھ میں انہوں نی وفات پائی تمام صحابہ میں سب کے بعد انہیں کی وفات ہوئی۔
مرہ بن کعب رضی (۲- احادیث)	پہلے بصرہ میں رہتے تھے پھر شام چلے گئے ان کا شمار اہلِ شام میں ہے بمقام اردن ملک شام سنہ ۵۵ھ میں وفات پائی۔
ابو رمثہ رضی اللہ عنہ (۱- حدیث)	ان کے نام میں اختلاف ہے مگر مشہور رفاعہ ہے۔ ان کا شمار اہل کوفہ میں ہے۔ یہ اپنے والد کے ہمراہ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تھے اور حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔
نافع بن عبد الحارث رضی اللہ عنہ (۲- احادیث)	فضلائے صحابہ میں سے ہیں۔ فتح مکہ میں اسلام لائے تھے۔ اور مکہ ہی میں مقیم رہے ہجرت نہیں کی حضرت فاروق اعظم نے ان کو طائف اور مکہ معظمہ کا حاکم بنایا تھا۔
جُبیر بن مُطعم رضی اللہ عنہ (۱- حدیث)	قریشی نوفلی۔ کنیت ابو محمد۔ فتح مکہ سے پہلے اسلام لائے۔ اور مدینہ کی سکونت اختیار کی اور وہیں سنہ ۵۴ھ ہجری میں وفات پائی۔ قریش کے نسب ناموں کے بڑے ماہر تھے۔
عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما (۳۳- احادیث)	کنیت ابو بکر۔ حضرت زبیر بن عوام کے صاحبزادے ہیں۔ والدہ ان کی اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما ہیں۔ سنہ ۱ھ ہجری میں پیدا ہوئے مہاجرین کے یہاں سب سے پہلے ولادت انہیں کی ہے۔ بڑے عبادت گزار تھے۔ کئی کئی دن متواتر روزے رکھتے تھے۔ شب کو بھی افطار نہ کرتے تھے۔ آٹھ برس کی عمر میں انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ کوسج تھے یعنی ان کے داڑھی مونچھ نہ تھی۔ یزید کی بیعت سے انہوں نے انکار کیا اور خود اپنی خلافت کی طرف لوگوں کو بلایا۔ چنانچہ سنہ ۶۴ھ ہجری میں ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت ہوئی۔ اور حجاز اور یمن، عراق و خراسان وغیرہ میں ان کا قبضہ ہو گیا۔ بالآخر یزید کے ساتھ ان کو لڑنا پڑا۔ یزید کے لشکر نے ان کا محاصرہ کیا۔ یہاں تک کہ حجاج بن یوسف نے یوم سہ شنبہ جمادی الآخرہ سنہ ۷۳ھ ہجری میں خاص مکہ کے اندر ان کو شہید کیا۔
عبد الرحمٰن بن خباب رضی (۱- حدیث)	ان کے صحابی ہونے میں اختلاف کیا گیا ہے مگر ترمذی کی روایت میں ہے کہ انہوں نے کہا میں غزوۂ تبوک میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔
عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی (۱- حدیث)	کنیت ابو سعید۔ فتح مکہ کے دن اسلام لائے تھے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام عبد الکعبہ تھا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام عبد الرحمٰن رکھا۔ شہر سجستان کو انہیں نے فتح کیا تھا۔

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
		بالآخر بصرہ میں رہتے تھے۔ اور وہیں ۵۰ھ ہجری میں وفات پائی۔
۸۸	معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما عمر (۱۶۳ احادیث)	قریشی اُموی۔ صلح حُدیبیہ کے سال اسلام لائے اور ان کے والد فتح مکہ میں مسلمان ہو پہلے مؤلفۃ القلوب میں تھے مگر ان کا اسلام بعد میں اچھا ہوگیا۔ غزوۂ حنین میں رسو صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اور کچھ دنوں کتابت وحی کی خدمت ان کے سپرد عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں دمشق کے حاکم مقرر ہوئے۔ اور برابر اس عہدہ پر ر کہ حضرت علی مرتضٰے کا زمانہ آیا تو پھر انہوں نے مستقل خلافت اپنے لیے چاہی علی مرتضیٰ رضی سے قتال کیا جس کا نام جنگ صفین ہے۔ پھر ۴۱ھ ہجری میں بعد حضر کے حضرت حسن بن علی نے خلافت ان کے حوالہ کر دی۔ انہوں نے دمشق میں بعمر ۶۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ ان کے پاس رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا قمیص کچھ ناخون اور موئے مبارک تھے۔ بوقت انتقال وصیت فرمائی تھی کہ اسی قمیص کفن دینا اور ناخون اور موئے مبارک میری آنکھوں میں اور مُنہ میں رکھ دینا اَرحمَ الرّاحِمین کے حوالہ کر دینا۔ "صَلَّی اللّٰہُ علیہ وآلِہٖ وبارِکْ وَسَلَّم"
۸۹	عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱ - حدیث)	قریشی سہمی۔ ۸ھ ہجری میں اسلام لائے۔ ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم مقرر کیا تھا۔ مصر کو انہیں نے فتح کیا۔ پھر حضرت معاویہ نے ان کو اپنا وزیر بنایا بعمر ۹۰ سال ۴۳ھ ہجری میں وفات پائی۔
۹۰	مردے از صحابہ رضی اللہ عنہ	ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔
۹۱	مردے از صحابہ رضی اللہ عنہ	ان کا نام بھی معلوم نہیں ہو سکا۔
۹۲	عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ (۱ - حدیث)	قریشی ہاشمی۔ حضرت جعفر طیار کے بیٹے ہیں۔ حضرت علی مرتضٰے کے سگے بھتیجے تھے۔ جعفر حبش ہجرت کر کے گئے تھے تو یہ وہیں پیدا ہوئے۔ حبش میں مسلمانوں کے یہ پہلی ولادت انہیں کی ہے۔ بڑے سخی تھے۔ مدینہ منورہ میں بعمر ۹۰ سال ۸۰ھ
۹۳	جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (۳ - احادیث)	کنیت ابو عمرو۔ جس سال رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اسی سال باسلام ہوئے اور آخر میں کوفہ کی سکونت اختیار کی پھر ایک مدت کے بعد وہاں چلے گئے۔ اور مقام قرقیسا میں ۵۱ھ ہجری میں وفات پائی۔
۹۴	جُندب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ (۱ - حدیث)	صحابی ہیں مگر قدیم الاسلام نہیں ہیں۔ کوفہ میں رہتے تھے۔ بعد اس کے بصرہ چلے گئے ابن زبیر کے چار برس بعد وفات پائی۔

شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
۹۵	ابو محجن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۱-۲ احادیث)	ثقفی۔ نام ان کا عمرو بن حبیب ہے۔ رمضان ۹ھ ہجری میں اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ اسلام لائے تھے۔ شاعر تھے۔ اور بہت عمدہ شعر کہتے تھے۔ شراب پینے کی عادت تھی، کسی طرح ترک نہ کرتے تھے یہاں تک کہ فاروق اعظم رضؓ نے ان کو کئی مرتبہ حد لگائی پھر ان کو جلاوطن کر دیا۔ یہ بھاگ کر حضرت سعد بن ابی وقاص کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے ان کو قید کر دیا۔ یہاں تک کہ ایران میں جب جنگ قادسیہ شروع ہوئی تو انہوں نے حضرت سعد کی بی بی سلمٰی کی خوشامد کی کہ مجھے چھوڑ دو میں میدان میں جا کر لڑوں گا۔ اور زندہ بچ گیا تو خود کو پھر اسی قید میں داخل کر دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے منظور کیا۔ یہ میدان میں گئے اور خوب لڑے۔ حضرت سعد ان کی لڑائی دیکھ کر خوش ہوئے اور ان کو قید سے آزاد کر دیا۔ اور کہا اب شراب نوشی پر تمہیں سزا نہ دوں گا۔ اُسی روز سے اُنہوں نے شراب نوشی ترک کر دی۔ اور کہا، اب تک میں نے اس سبب سے ترک نہ کیا تھا کہ لوگ کہتے تھے حد سے ڈر گیا، اب بخوفِ خدا اس کو ترک کرتا ہوں۔ ان کی وفات آذربیجان میں ہوئی۔
۹۶	زرارہ بن عمرو رضؓ (۱-حدیث)	قبیلۂ نخع کے وفد کے ساتھ رجب ۹ھ میں حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، اور اسلام لائے۔
۹۷	سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲-احادیث)	کبار تابعین میں ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔ قریشی مخزومی مدنی ہیں۔ حضرت فاروق رضؓ کی خلافت کے دو ۲ سال گزرنے کے بعد پیدا ہوئے۔ فقہ اور حدیث دونوں کے جامع تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ کی احادیث اور فاروق اعظم رضؓ کے فیصلوں کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت کو انہوں نے دیکھا تھا۔ مکحول کا بیان ہے کہ میں نے طلب علم میں تمام دنیا دیکھ ڈالی مگر سعید بن مسیب رضؓ سے زیادہ عالم میں نے کسی کو نہ پایا۔ ۹۳ھ میں وفات پائی۔
۹۸	عبداللہ بن حنطب رضؓ (۱-حدیث)	مخزومی۔ تابعی ہیں۔ جیسا کہ ترمذی نے تصریح کی ہے۔ اور بعض لوگوں نے ان کو صحابی بھی کہا ہے۔
۹۹	محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ (۱-حدیث)	کنیت ابوبکر۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام تھے۔ حضرت انس اور ابن عمر رضؓ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں۔ مشاہیر تابعین میں ہیں۔ اور تمام علوم شرعیہ کے ماہر تھے۔ زاہد عابد تھے۔ مورق عجلی نے بیان کیا ہے کہ میں نے ابن سیرین سے زیادہ کسی کو فقیہ اور صاحب ورع نہیں دیکھا۔ ۷۷ برس کی عمر میں ۱۱۰ھ ہجری میں وفات پائی۔
۱۰۰	حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴-احادیث)	قریشی ہاشمی۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت علی مرتضیٰ اور حضرت فاطمۃ الزہرا کے صاحبزادے ہیں۔ کنیت ابو محمد ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جوانانِ جنت کا سردار فرمایا۔ رمضان ۳ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ صورت اور سیرت میں رسول خدا

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالات صحابی
	ایضاً	صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے۔ بڑے کریم اور بڑے صائب الرائے تھے۔ اپنے والد حضرت علی مرتضٰی کی شہادت کے بعد ۴۱ھ میں حضرت معاویہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور خلافت ان کے حوالہ کر دی۔ یہ واقعہ ان کے کرم اور سعادت کا ایک عظیم الشان کارنامہ ہے ۵۰ھ ہجری میں زہر دے کر شہید کیے گئے۔ اور جنۃ البقیع میں مدفون ہوئے۔ ان کی بی بی جعدہ بنت اشعث بن قیس نے انہیں زہر دیا تھا۔ حضرت حسین نے ہر چند اُن سے پوچھا کہ آپ کو کس نے زہر دیا؟ مگر انہوں نے بمقتضائے کرم طبعی نہ بتایا۔
۱۰۱	حسن بن زید بن حسن رضی اللہ عنہم (۲-احادیث)	حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پوتے اور حضرت علی مرتضٰی کے پر پوتے۔ کنیت ابو محمد۔ ابن اسحاق اور امام مالک نے اُن سے احادیث کی روایت کی ہے۔ خلیفہ منصور عباسی نے ان کو مدینہ کا حاکم بنا دیا تھا۔ پانچ برس تک بر سر حکومت رہے۔ بعد اس کے خلیفہ ان سے ناخوش ہوا اور قید کر دیا۔ پھر منصور کے بیٹے مہدی نے اپنے عہد میں ان کو قید خانہ سے نکالا۔ مدینہ منورہ سے پانچ میل کے فاصلہ پر ۱۶۸ھ ہجری میں بعمر ۸۵ سال وفات پائی۔
۱۰۲	عبداللہ بن حسن بن حسن رضی اللہ عنہم (۱۰-احادیث)	یہ بھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔ کنیت ان کی بھی ابو محمد ہے۔ والدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ ان سے امام مالک نے اور سفیان ثوری نے احادیث کی روایت کی ہے۔ مغیرہ جب ان کی روایت کی ہوئی حدیث بیان کرتے تو کہتے کہ یہ سچی روایت ہے۔ مصعب زبیری نے کہا ہے کہ میں نے اپنے علماء میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ حضرت عبداللہ رضؓ کے برابر کسی کی بزرگی کرتے ہوں۔ ابن معین جو فن جرح و تعدیل کے امام ہیں، ان کی نسبت کہتے ہیں۔ ثقہ مامون۔ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے یہاں ان کی بڑی عزت تھی۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے قید خانہ میں بعمر ۸۰ سال اپنے صاحبزادہ کی شہادت سے چند ماہ پہلے وفات پائی۔ ان کے صاحبزادہ کی شہادت رمضان ۱۴۵ھ میں ہوئی۔
۱۰۳	حسن مثلث رضی اللہ عنہ (۱-حدیث)	ان کو حسن مثلث اس وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کے نسب میں تین مرتبہ پے در پے حسن آیا۔ ان کا نام بھی حسن ہے اور ان کے والد اور ان کے دادا کا نام بھی حسن ہے۔ ان کے والد کو حسن مثنیٰ کہتے ہیں۔ یہ بھی حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے اور حضرت عبداللہ مذکور کے حقیقی بھائی ہیں۔ حدیث کی روایت بہت کم کرتے تھے۔ حضرت فاطمہ بنت حسین رضؓ سے جب ہشام نے ان کی اولاد کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے کہا کہ حسن ہم لوگوں کی زبان ہیں۔ ۶۸ سال کی عمر میں خلیفہ منصور کے قید خانہ میں ۱۴۵ھ میں وفات پائی۔

نام صحابی	مختصر حالات صحابی
علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	لقب زین العابدین، حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ شہید کربلا کے صاحبزادے ہیں کنیت ابوالحسن ہے۔ اپنے زمانہ میں اکابر اہل بیت اور اجلہ تابعین اور علمائے دین سے تھے۔ زہری نے کہا ہے کہ میں نے خاندان قریش میں ان سے بہتر کسی کو نہیں دیکھا۔ ان کی والدہ شہربانو تھیں جو یزدگرد شاہ ایران کی بیٹی تھیں۔ اور حضرت فاروق اعظم رض کے زمانہ میں قید ہو کر مال غنیمت کے ساتھ آئی تھیں۔ اس مضمون کو ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔ وان غلاماً بین کسریٰ وھاشم ؛ لا فضل من نیطت علیہ التمائم؛ ترجمہ: "ایک لڑکا ہے کسریٰ اور ہاشم کے درمیان، میں وہ تمام اُن بچوں سے افضل ہے جن کی گردن میں تعویذ ڈالے گئے ہوں"۔ سنہ ۹۴ھ میں بعمر ۵۸ سال وفات پائی۔ اور جنت البقیع میں خاص اپنے چچا حضرت حسن رض کی قبر کے پاس دفن کیے گئے۔
جعفر بن محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔	حضرت محمد بن علی باقر کے صاحبزادے ہیں۔ کنیت ابوعبداللہ اور لقب صادق ہے مدینہ منورہ میں رہتے تھے۔ ان کی والدہ ام فروہ ہیں، جو حضرت صدیق کی پوتی بھی ہیں۔ نواسی بھی ہیں، تبع تابعین میں ہیں۔ اجلہ تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ اور اُن سے سفیان ثوری، اور سفیان بن عیینہ او امام مالک اور امام ابوحنیفہ جیسے اکابر نے روایت کی ہے۔ چونکہ ان کے عہد میں ذریت ابن سبا کی قوت کچھ بڑھی ہوئی تھی اور کچھ ایسی صورتیں پیش آئیں، کہ ان کو ممدوح پر افترا کرنے کا زیادہ موقع ملا۔ اور ان میں سے بعض بعض لوگ بطور تقیہ کے ان کے یہاں آمدورفت بھی زیادہ رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ شیعہ اثنا عشریہ اپنے کو جعفری کہتے ہیں۔ اور اپنے مذہب باطل کا شایع کرنے والا ان کو بیان کرتے ہیں۔ اور کتب شیعہ میں جس قدر روایتیں حضرت صادق سے منقول ہیں کسی سے منقول نہیں۔ لہٰذا اُس زمانے میں بعض اکابر اہل سنت کو صادق سے سوء ظن ہو گیا تھا وہ لوگ یہ سمجھے، کہ شاید یہ بھی بدمذہب ہو گئے۔ اور اپنے آبائے کرام کے طریقہ سے جدا ہو کر شیعہ ہو گئے چنانچہ کتب اسماء الرجال میں مذکور ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان سے جو امام جرح و تعدیل ہیں اور امام بخاری کے شیخ ہیں جعفر صادق کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا فی نفسی منہ شئی و مجالد احب الی منہ۔ یعنی میرا دل اُن کی طرف سے صاف نہیں ہے اور مجالد مجھے اُن سے زیادہ پسند ہیں۔ اور امام ابن سعد نے کہا کہ جعفر کی روایت قابل اعتبار نہیں۔ اور مصعب زبیری نے کہا ہے کہ امام مالک جعفر کی روایت بغیر کسی دوسرے راوی کی موافقت کے نہ لیتے تھے۔ مگر جب تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ شیعوں کا انتساب ان کی طرف محض ایک بے بنیاد افترا ہے اور وہ ٹھیک اپنے آبائے کرام کی طرح

نمبر شمار	نام صحابی	مختصر حالاتِ صحابی
		پابند طریقۂ اہل سنت وجماعت ہیں تو وہ سوءظن دفع ہوگیا اور آئمہ نے اُن سے ہیں۔ ان کی توثیق کی۔ چنانچہ ابن ابی حاتم نے کہا ثقۃ لا یسأل عن مثلہ۔ یعنی معتبر شخص ہیں ان جیسے شخص کا حال پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ ابن عدی اور ابن م کہا ھو من ثقات الناس یعنی وہ معتبر لوگوں سے ہیں۔ عمرو بن ابی المقدام کہتے ہیں اذا نظرت الی جعفر بن محمد علمت انہ من سلالۃ النبیین یعنی جب م بن محمد کو دیکھتا تھا تو سمجھ لیتا تھا کہ وہ نبیوں کے خاندان سے ہیں۔ ابن حبان نے بھ ثقات میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ میں نے ان کی روایت کو جانچا تو جس قدر ر ان سے معتبر راویوں نے نقل کی ہیں ان میں ایک بات بھی خلاف نہ پائی۔ اور یہ کہ دوسروں کے گناہ کا بار ان پر رکھا جائے۔ یعنی افترا پردازی شیعوں نے کی ا ان کا کچھ قصور نہیں۔ ساجی نے کہا کان صدوقا مامونا اذا حدث عنہ الث فحدیثہ مستقیم۔ یعنی جعفر سچ بولنے والے اور قابل اطمینان تھے جب معتبر لو کوئی روایت نقل کریں تو وہ روایت قابل وثوق ہوتی ہے۔ امام نسائی نے کہا ہے یعنی وہ معتبر شخص ہیں۔ حتیٰ کہ جن آئمہ جرح وتعدیل نے اُن پر جرح کی تھی ان میں اکثر نے بعد تحقیق کے اپنے قول سابق سے رجوع کیا۔ چنانچہ تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن سعید قطان نے ان سے روایت کی۔ اور امام مالک کی نسبت لکھ کہ وہ فرماتے تھے میں بہت دنوں تک جعفر کے پاس آتا جاتا رہا میں نے ان کو پڑھتے ہوئے یا تلاوت قرآن کرتے ہوئے یا روزہ رکھے ہوئے پایا۔ اور حدیث بغیر ط نہ بیان کرتے تھے۔ حضرت صادق سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۴۸ھ میں وفات
۱۰۶	محمد بن علی رضی اللہ عنہ	حضرت زین العابدین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے اور حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ کے پوتے کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ تابعین میں ہیں۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے اح کی روایت کی ہے۔ ان سے بڑے بڑے اکابر آئمہ نے روایت کی ہے بسنہ ۱۱۷ھ بعمر ترسٹھ ۶۳ سال وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

"ضمیمہ ختم ہوا"

والحمد للہ رب العالمین

فصل پنجم

اُن فتنوں کے بیان جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خلافت خاصہ کے بعد ظاہر ہوں گے۔

یہ فصل دو مقصدوں پر مشتمل ہے۔ "مقصد اول" وہ فتنے ہیں جو خلافت خاصہ کے ختم ہونے کے متصل ہی
بش آئے۔ "دوسرا مقصد" اُن فتنوں کے بیان میں ہے جو قیامت تک پیدا ہوں گے۔

"فصل پنجم کا مقصد اول"۔ جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن حدیثوں میں جو تواتر معنوی کی
د کو پہنچ گئی ہیں، بیان فرمایا ہے کہ حضرت عثمانؓ شہید ہوں گے اور ان کی شہادت کے قریب ایک فتنہ عظیم
پا ہوگا جو لوگوں کی وضع اور رسموں کو بدل دے گا اور اس کی آفت عالمگیر ہوگی۔ جو زمانہ کہ اُس فتنہ سے
ہلے کا ہے اُس کو آپ نے طرح طرح کی خوبیوں کے ساتھ موصوف کیا اور جو زمانہ اُس کے بعد کا ہے اس کو
داع واقسام کی برائیوں سے یاد فرمایا۔ اور اُس فتنہ کے بیان میں آپؐ نے انتہا درجہ کی توضیح کی۔ یہاں تک
لہ اُس بیان کا اُس فتنہ پر منطبق ہونا جو واقع ہوا کسی شخص پر پوشیدہ نہ رہا۔ اور حضرتؐ نے نہایت واضح
بارت میں بیان فرمایا کہ اُس فتنہ سے خلافت خاصہ کا انتظام ٹوٹ جائے گا۔ اور زمانہ نبوت کی جو برکتیں باقی
وں گی وہ چھپ جائیں گی۔ اس بات کو بھی آپؐ نے ایسا کھول کر بیان فرمایا کہ اصل حقیقت کے اوپر سے پردہ
ٹھ گیا۔ اور حجت الٰہی اس کے ثبوت سے قائم ہوگئی۔ اس خبر کا ظہور خارج میں اس طرح ہوا کہ حضرت مرتضیٰؓ
وجود سوابق اسلامیہ میں راسخ القدم ہونے اور باوصف کثرتِ اوصاف خلافتِ خاصہ ان کی ذات میں پائی جانے
ے اور باوجود اس کے کہ ان کے لیے بیعت کا انعقاد ہوا اور رعیت کا احکام الٰہی میں اُن کے لیے مطیع ہونا ثابت ہوگیا
ملافت میں متمکن نہ ہوئے اور اطرافِ ملک میں ان کا حکم نافذ نہ ہوا اور تمام مسلمانوں نے ان کے حکم کے آگے سر نہ
جھکایا۔ اور جہاد ان کے زمانے میں بالکل بند ہوگیا اور مسلمانوں کی یک جہتی میں فرق آگیا۔ اور ان کا باہمی اتفاق معدوم
گیا اور لوگوں نے بڑی بڑی لڑائیاں ان کے ساتھ کیں۔ اور ان کے ہاتھ کو ملک میں تصرف کرنے سے کوتاہ کردیا۔
ہر روز ان کی سلطنت کا دائرہ خصوصاً واقعۂ تحکیم کے بعد تنگ ہوتا گیا یہاں تک کہ آخر میں کوفہ اور اُس کے مضافات
کے علاوہ ان کے لیے میدان صاف نہ رہا۔ ہر چند ان خرابیوں نے آنجناب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صفات کاملۂ نفسانیہ
ں کوئی خلل نہیں پیدا کیا۔ مگر مقاصدِ خلافت جیسا کہ چاہیے حاصل نہ ہوئے۔ اور حضرت مرتضیٰ کے بعد
جب معاویہ بن ابی سفیان متمکن ہوئے اور لوگوں کا اتفاق اُن کی خلافت پر حاصل ہوگیا اور مسلمانوں کی
جماعت سے باہمی نا اتفاقیاں اُٹھ گئیں۔ تو گو اُن کو خلافت میں تمکین حاصل ہوگئی مگر ان کی خلافت خلافت خاصہ
نہ تھی۔ کیونکہ وہ سوابق اسلامیہ نہ رکھتے تھے اور خلافت خاصہ کے لوازم ان میں نہ پائے جاتے تھے۔ اس کے بعد

اور بادشاہ تو مرکز حق سے بہت دور رہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ **الغرض** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے جو خلافت خاصہ منتظمہ کے ختم ہو جانے کی خبر دی تھی، وہ اس طرح ظاہر ہوئی۔
اب دیکھو اس فتنہ کا بیان کس کس تفصیل کے ساتھ احادیث میں وارد ہوا ہے:۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خبر دینا کہ حضرت عثمان رضؓ شہید ہوں گے اور وہ حق پر ہوں گے بہت سندوں سے ثابت ہے

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ شخص
اس میں ظلماً شہید کیا جائے گا۔ اس روایت کو ترمذی نے لکھا ہے۔ اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمانؓ امید ہے کہ اللہ تم کو ایک قمیص پہنائے گا۔ اگر لوگ اس کے اتار
کا ارادہ کریں تو تم اس کو نہ اُتارنا۔ اس روایت کو بھی ترمذی نے لکھا ہے۔ اور مرہ بن کعب اور عبداللہ بن ح
اور کعب بن عجرہ سے روایت ہے ان سب کے الفاظ قریب قریب ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ وسلم نے ایک
فتنہ کا ذکر کیا اور اس کو بہت قریب بتایا۔ اسی اثنا میں ایک شخص سر سے چادر اوڑھے ہوئے ادھر سے گز
تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اُس وقت ہدایت پر ہو گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں اُٹھا اور میں
دونوں شانے حضرت عثمانؓ کے پکڑے اور ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لایا اور میں نے پ
کہ وہ یہی شخص ہیں؟ حضرتؐ نے فرمایا ہاں یہی ہیں۔ یہ روایت ابن ماجہ کی ہے جو اُنہوں نے کعب بن عُ
سے نقل کی ہے اور ترمذی اور حاکم نے اس روایت کو دوسرے صحابہ سے اسی کے قریب الفاظ میں روایت
اور حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا عنقریب ایک فتنہ اور اختلاف یا فرمایا اختلاف اور فت
پیدا ہو گا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ آپؐ ہم کو کیا حکم دیتے ہیں۔ حضرتؐ نے فرمایا تم امیر اور اُس کے اصحاب کے سا
رہنا۔ اور آپؐ نے حضرت عثمانؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور حضرت عثمانؓ نے اپنے زمانہ محاصرہ میں فرمایا کہ رس
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایک وصیت فرمائی تھی اور میں اس پر قائم ہوں۔ اور حضرت ابو موسیٰ کی روا
میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کی نسبت حضرتؐ نے فرمایا ان کو جنت کی بشارت دو بعوض اس مصیبت کے
اُن کو پہونچے گی۔

فتنہ کے زمانہ کی تعیین

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی چکی پینتیس
یا فرمایا چھتیس ۳۶ یا فرمایا سینتیس ۳۷ برس کے بعد بند ہو جائے گی پھر اگر لوگ ہلاک ہو گئے تو ان کا بھی وہی
ہے جو اور ہلاک ہونے والوں کا ہے۔ اور اگر ان کا دین ان کے لیے قائم رہ گیا تو ستر برس تک قائم رہے
حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پوچھا کہ یا نبی اللہ گذشتہ زمانہ ملا کر ستر برس یا صرف آیندہ کے
حضرتؐ نے فرمایا صرف آیندہ کے۔ اس حدیث کا مضمون خارج میں ظاہر ہوا کیونکہ ۳۵ھ ہجری میں

ضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور انتظام جہاد کا بگڑ گیا۔ پھر حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے زمانے
ں جہاد کا انتظام قائم ہوا اور اس تاریخ سے ستر برس کے بعد بنی اُمیہ کی سلطنت
ائل ہوئی۔

اس سمت کی تعیین جہاں سے یہ فتنہ پیدا ہوگا۔ حضرت ابن عمر اور صحابہ کی ایک جماعت کی
وایت میں ہے۔ یہ روایت مستفیض ہے۔ الفاظ اس کے حسب ذیل ہیں۔ آگاہ رہو فتنہ یہاں ہوگا
ہاں سے شیطان کا سینگ یعنی آفتاب نکلتا ہے۔ خارج میں بھی ایسا ہی واقع ہوا جو فتنے
کہ بعد شہادتِ حضرت عثمانؓ پیدا ہوئے۔ سب عراق میں تھے۔ اور عراق مدینہ سے
رقی جانب میں ہے۔

اس فتنہ کی صورت وصفت کی تعیین۔ ترمذی نے حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت
لی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے
ہ قیامت نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ تم قتل کروگے اپنے امام کو باہم شمشیر بازی کروگے اور تمہاری
یائے حاکم تمہارے بدتر لوگ ہوں گے یہ حدیثِ حسن ہے۔ اور امام احمد نے ابن عون انصاری
ے روایت کی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا کہ وہ جو کچھ میں نے سُنا ہے
ر مجھے یاد ہے۔ جیسا تم نے سنا وُہ صحیح نہیں ہے۔ میں نے سُنا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ
لم فرماتے تھے کہ ایک امیر قتل کیا جائے گا اور کوئی حملہ کرنے والا حملہ کرے گا۔ یہ امیر مقتول
ں ہی ہوں، حضرت عمرؓ نہیں ہیں۔ حضرت عمرؓ کو تو صرف ایک شخص نے قتل کیا تھا۔ اور
برے اوپر مجمع ہوگا۔ اور ابو عمرؓ نے بیان کیا ہے کہ زرارہ بن عمرو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
ے اپنا خواب بیان کیا کہا کہ میں نے ایک آگ دیکھی جو زمین سے نکلی۔ اور میرے اور میرے بیٹے
ے درمیان میں جس کا نام عمرو ہے حائل ہوگئی۔ اس آگ سے یہ آواز نکل رہی ہے لظی لظی
صیر و اعمی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کی تعبیر یہ بیان کی کہ آگ سے مراد فتنہ ہے۔
و میرے بعد ہوگا۔ زرارہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ فتنہ کیا چیز ہے؟ حضرتؐ نے فرمایا لوگ اپنے
ام کو قتل کر دیں گے۔ اور باہم سر پھٹول کریں گے۔ اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کے درمیان میں
رق کرکے بتایا کہ اس طرح ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ ایک مومن کا خون دوسرے
ومن کے نزدیک پانی سے بھی زیادہ شیریں ہوگا۔ اس فتنہ میں گنہ گار سمجھے گا کہ میں اچھا کام کر رہا
وں۔ اے زرارہ اگر تم مرگئے تو وہ فتنہ تمہارے بیٹے پر آئے گا اور اگر تمہارا بیٹا مرگیا تو تم پہ
ئے گا۔ زرارہ بن عمرو نے عرض کیا کہ آپؐ دعا فرمایئے کہ وہ فتنہ مجھ پر نہ آئے۔ پس حضرتؐ نے
ن کے لیے دعا فرمائی۔

اس جماعت کی تعیین جو اس فتنہ کو برپا کریں گے۔ حاکم نے حضرت ابن مسعود سے روایت
کی ہے وہ اس کو مرفوع کرکے بیان کرتے تھے کہ حضرتؐ نے فرمایا میں تم کو سات فتنوں سے خوف دلاتا ہوں

جو میرے بعد ہوں گے اور آپؐ نے ان فتنوں کو شمار کر کے بتایا۔ سب سے پہلے وہ فتنہ ہے جو مدینہ سے شروع ہوگا۔ راوی کا بیان ہے کہ مدینہ کا فتنہ حضرت طلحہ وزبیر کی طرف سے ہوا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمادیا کہ جن خلفا کی خلافت منتظم ہوگی اور ان کی بعد خلافت ختم ہو جائے گی وہ کتنے شخص ہیں اور ان کے کیا کیا نام ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابن عباس کی حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے خواب دیکھا تھا کہ ایک ٹکڑا ابر کا ہے اس سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے اور ایک رسّی آسمان سے زمین تک لٹک رہی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسی کو پکڑا اور اوپر چڑھ گئے پھر ایک اور شخص اسی طرح اوپر چڑھ گیا۔ اس کے بعد ایک اور شخص اسی طرح اوپر چڑھ گیا۔ پھر تیسرے شخص کی باری میں وُہ رسی کٹ گئی مگر اس کے لیے جوڑی گئی۔ اس خواب کی تعبیر حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرتؐ کے سامنے ایسی دی جس سے تیسرے خلیفہ کا ابتلائے مصیبت ہونا سمجھا جاتا ہے۔ اور ابوداؤد نے حسن بصریؒ انہوں نے حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز صحابہؓ سے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو بیان کرے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا ہے کہ گویا ایک ترازو آسمان سے اُتری اُس میں آپؐ اور ابوبکرؓ تولے گئے تو آپؐ ابوبکرؓ سے وزنی نکلے۔ پھر ابوبکرؓ اور عمرؓ تولے گئے تو ابوبکرؓ وزنی نکلے۔ پھر عمرؓ اور عثمانؓ تولے گئے تو عمرؓ وزنی نکلے۔ اس کے بعد ترازو اٹھالی گئی تو ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک میں کراہت کے آثار دیکھے۔

اور ابوداؤد نے حضرت سمرہ بن جندب سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک ڈول آسمان سے لٹکایا گیا پھر دیکھا کہ ابوبکرؓ آئے اور انہوں نے اس کی عرقوہ پکڑلی۔ اور پانی پیا مگر کمزور طریقہ سے۔ پھر عمرؓ آئے اور انہوں نے اس کی عرقوہ پکڑلی اور پانی پیا۔ یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے۔ پھر عثمانؓ آئے اور انہوں نے اس کی عرقوہ پکڑلی اور پانی پیا یہاں تک کہ شکم سیر ہو گئے پھر علیؓ آئے اور انہوں نے اس کی عرقوہ پکڑلی مگر وہ کھل گئی اور پانی کی کچھ چھینٹیں بھی ان پر پڑیں۔

اور حضرت سہل بن ابی حثمہ سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ ایک اعرابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ اونٹ بطور قرض کے فروخت کیا۔ حضرت علیؓ نے اس اعرابی سے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپؐ سے پوچھو کہ اگر آپؐ کو موت آجائے تو یہ قرض کون دے گا؟ چنانچہ اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں گیا اور آپؐ سے پوچھا آپؐ نے فرمایا ابوبکرؓ تجھے دیں گے۔ پس وہ اعرابی حضرت علیؓ کے پاس گیا اور ان سے یہی بیان کر دیا۔ انہوں نے کہا پھر جاؤ اور آپؐ سے پوچھو کہ اگر ابوبکر کو موت آجائے تو یہ قرض کون ادا کرے گا؟ چنانچہ وہ اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں گیا اور آپؐ سے پُوچھا۔ آپؐ نے فرمایا عمرؓ ادا کریں گے۔ اعرابی نے یہی جاکر حضرت علیؓ سے بیان کر دیا۔ حضرت علیؓ نے اُن سے کہا جاؤ آپؐ سے پوچھو کہ عمرؓ کے بعد کون دے گا؟ چنانچہ وہ اعرابی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں گیا اور آپؐ سے پوچھا آپؐ نے فرمایا عثمانؓ ادا کریں گے۔ اعرابی نے یہی جاکر حضرت علیؓ سے بیان کر دیا۔ پھر حضرت علیؓ نے اُس سے کہا تم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور آپؐ سے پوچھو کہ اگر عثمانؓ کو موت آجائے تو یہ قرض کون ادا کرے گا

پھر خدمتِ نبوی میں لوٹ آیا اور آپؐ سے پوچھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابوبکرؓ کو موت
اور عمرؓ کو موت آجائے اور عثمانؓ کو بھی موت آجائے تو اگر تجھ سے ہو سکے تو تو بھی مرجانا۔ اور حاکم نے
انس سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ مجھے قبیلہ بنی مصطلق نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ بات
کرنے کے لیے بھیجا کہ ہم لوگ آپؐ کے بعد اپنی زکوٰۃ کا مال کس کو دیں؟ حضرت انس کہتے ہیں میں رسول خدا
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا میرے بعد ابوبکرؓ کو دینا۔ پھر میں بنی مصطلق
گیا اور انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے خبر دی۔ انہوں نے کہا تم پھر جاؤ اور آپؐ سے یہ پوچھو
ابوبکرؓ کو موت آجائے تو پھر کس کو دیں؟ میں پھر خدمت نبوی میں حاضر ہوا اور آپؐ سے پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا
کو دینا۔ یہ حکم پا کر میں بنی مصطلق کے پاس گیا اور ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے خبر دی۔ انہوں
نے کہا کہ تم پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپؐ سے پوچھو کہ اگر عمرؓ کو موت آجائے تو پھر
دیں؟ میں پھر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا اور آپؐ سے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر عثمانؓ کو دینا۔ میں نے
نبویؐ سے واپس ہو کر ان لوگوں کو خبر دی۔ انہوں نے پھر مجھ سے کہا کہ تم پھر خدمت نبوی میں جاؤ،
سے پوچھو کہ اگر عثمانؓ کو بھی موت آجائے تو پھر کس کو دیں؟ میں پھر آپؐ کی خدمت میں آیا اور آپؐ سے پوچھا
نے جواب دیا کہ اگر عثمانؓ کو بھی موت آجائے تو پھر تمہارے لیے ہمیشہ خرابی ہی خرابی ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ
وسلم نے یہ بھی خبر دی کہ آپؐ کی امت حضرت مرتضےٰ پر اتفاق نہ کرے گی اور اس سے آپؐ نے اپنی خاطر
کی آزردگی ظاہر فرمائی۔ حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے منجملہ اُن چیزوں کے
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمائیں یہ ہے کہ آپؐ کے بعد آپ کی امت مجھ سے نفرت کریگی
نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے
اے علیؓ تم میرے بعد تکلیف پاؤ گے۔ حضرت علیؓ نے کہا کیا یہ تکلیف میرے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگی؟
نے فرمایا ہاں تمہارے دین کی سلامتی کے ساتھ ہوگی۔ اور ابویعلیٰ نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے
کی ہے وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم میرا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور ہم
مدینہ کے کسی کوچہ سے گذرے تھے۔ چنانچہ بستی سے نکل کر ہم ایک باغ میں پہونچے میں نے عرض
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا اچھا باغ ہے آپؐ نے فرمایا تمہارے لیے جنت میں اس سے اچھا باغ
پھر ہم دوسرے باغ میں پہونچے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ کیا اچھا باغ ہے آپؐ نے فرمایا تمہارے
جنت میں اس سے اچھا باغ ہے۔ پھر ہم دونوں تیسرے باغ میں پہونچے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیا اچھا
ہے آپؐ نے فرمایا تمہارے لیے جنت میں اس سے اچھا باغ ہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ پھر اس دن ہم سات باغوں
گئے۔ اور ہر ایک باغ کو دیکھ کر میں کہتا گیا کہ کیا اچھا باغ ہے اور آپؐ یہی فرماتے تھے کہ تمہارے لیے جنت میں اس سے
باغ ہے۔ پھر جب راستہ میں میں اور آپؐ تنہا رہ گئے تو آپؐ نے مجھے اپنے گلے سے لگایا اور زار زار رونے لگے۔ میں نے
کہا یا رسول خدا آپؐ کیوں روتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کینوں کے سبب سے جو بعض لوگوں کے دلوں میں ہیں۔ اور
کینوں کو میرے بعد تم سے ظاہر کریں گے۔ میں نے عرض کیا یا رسول خدا اس میں میرے دین کی سلامتی ہے؟

آپؐ نے فرمایا ہاں تمہارے دین کی سلامتی رہے گی۔ اور امام احمدؒ نے حضرت علیؓ سے ایک روایت
جس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم علیؓ کو اپنا سردار بناؤ گے اور
جانتا کہ تم اُن کو اپنا سردار بناؤ گے۔ تو اُن کو ھدایت کرنے والا اور ہدایت یافتہ پاؤ گے اور وہ تم کو سیدھی راہ پر چلائیں گے
نے حضرت جابر بن سمرہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا
تم سردار اور خلیفہ بنائے جاؤ گے اور تم قتل بھی کیے جاؤ گے اور یہ یعنی تمہاری داڑھی اس کے یعنی سر کے خون
رنگین ہوگی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس فتنہ سے بیٹھ رہنے کا حکم دیا اور اس باب میں
کی۔ اور یہ ارشاد فرمایا کہ اس فتنہ میں اپنی تلواریں توڑ ڈالنا اور کمانوں کے چلّے کاٹ دینا چنانچہ بروایت سعد
منقول ہے کہ اُنہوں نے حضرت عثمانؓ کے فتنہ کے زمانہ میں کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
فرمایا عنقریب ایک ایسا فتنہ ہوگا کہ اُس فتنہ میں بیٹھ رہنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہوگا اور کھڑا ہو
چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا یا رسول خدا یہ تو فرمایئے کہ اگر کوئی
میرے گھر میں داخل ہو کر میرے قتل کرنے والا اپنا ہاتھ اُٹھائے تو میں کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا تم اُس وقت
آدم علیہ السلام کے بیٹے یعنی ہابیل کے ہو جانا۔ اور بروایت ابوموسیٰ اشعری منقول ہے کہ رسول خدا صلی
نے فتنہ کے متعلق فرمایا کہ اس فتنہ میں اپنی کمانوں کو توڑ دینا۔ اور اُن کے چلّے کاٹ ڈالنا اور اپنے گھروں
بیٹھے رہنا۔ اور مثل فرزند آدمؑ کے ہو جانا۔ اور بروایت ام مالک منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
کیا اور اس کا قریب ہونا بیان فرمایا۔ ام مالک کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ اس فتنہ کے
لوگوں سے بہتر کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا ایک تو وہ شخص جو اپنے مویشیوں کو لے کر جنگل میں رہے اور ان
اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتا رہے۔ اور دوسرا وہ شخص کہ اپنے گھوڑے کی باگ پکڑے ہوئے اپنے دشمن کو ڈرائے
وہ اُسے ڈراتے ہوں۔ اور بروایت اُھبان بن صیفی منقول ہے کہ جب حضرت علیؓ نے اُن کو اپنے ساتھ جنگ
میں چلنے کو فرمایا تو اُنہوں نے یہ جواب دیا کہ میرے خلیل اور آپ کے ابن عم یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ
مجھے یہ نصیحت فرمائی تھی کہ جب مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو تو تم اُس وقت اپنے لیے لکڑی کی تلوار
اور بروایت خبّاب بن ارت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فتنہ کو
کہ اُس میں بیٹھ رہنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہے۔ اور اُس میں کھڑا ہونے والا چلنے والے
اور اس میں چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہے۔ پس اگر تم اُس زمانے کو پاؤ تو تم اللہ تعالیٰ کا مقتول بندہ بننا
نہ بننا۔ اور بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے آپؐ نے فرمایا ایسا فتنہ
فتنہ میں لیٹ رہنے والا بیٹھنے والے سے بہتر ہوگا اور بیٹھنے والا کھڑا ہونے والے سے بہتر ہوگا۔ اور کھڑا ہونے والا
چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور پیدل چلنے والا سوار سے بہتر ہوگا اور سوار گھوڑا دوڑانے والے سے بہتر ہوگا
عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ فتنہ کب ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا زمانہ کشت وخون میں جب کہ انسان کو اپنے ہم
امن نہ ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ آپؐ مجھے ایسے وقت میں کیا ارشاد فرماتے ہیں اگر میں اُس زمانہ کو پاؤں تو
کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے نفس کو اور اپنے ہاتھ کو روک کر اپنے گھر بیٹھ رہو۔ الیٰ آخرہ۔

بروایت حضرت ابوہریرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا اے لوگو تم پر عنقریب
تنے آنے چاہتے ہیں۔ جو اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح تاریک ہیں۔ ان فتنوں میں سب سے بہتر وہ شخص
کہ اپنی بکریوں کو لیے ہوئے جنگل میں پڑا ہے اور ان میں محنت کر کے کھاتا ہے اور وہ شخص کہ سرحد کفار پر اپنے
وڑے کی لگام پکڑے ہوئے اپنے تلوار کے روز سے کھاتا ہے۔ اور بروایت ابوبکرؓ منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ
نے فرمایا اے لوگو آگاہ رہو کہ عنقریب فتنے ہوں گے آگاہ رہو کہ پھر فتنے ہوں گے۔ جن میں بیٹھ رہنے والا کھڑے
نے والے سے بہتر ہوگا۔ اور اس میں کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا اور اس میں چلنے والا دوڑنے والے
بہتر ہوگا۔ اور جب فتنہ نازل ہو تو آگاہ رہو کہ جس کے اونٹ کسی جنگل میں چرتے ہوں تو وہ شہر چھوڑ کر اپنے اونٹوں
ساتھ جنگل میں مل جائے۔ اور وہاں کا قیام اختیار کرے اور جس کی بکریاں کسی جنگل میں چرتی ہوں تو وہ شہر
ڑ کر اپنی بکریوں کے ساتھ جنگل میں مل جائے۔ اور جس کی کوئی زمین ہو تو وہ اپنی زمین میں جا کر رہے۔ اس پر
ی شخص نے آپ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر کسی کے اونٹ اور بکریاں اور زمین نہ ہو تو کیا کرے۔ آپ نے
مایا پتھر لے کر اپنی تلوار کچل ڈالے اور اگر بچ سکے تو فتنہ سے بچا رہے پھر آپ نے تین بار فرمایا کیا میں نے حکم
پہونچا دیا۔ اور بروایت محمد بن مسلمہ منقول ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے کہا اے رسول خدا جب مسلمانوں کے
بیان اختلاف واقع ہو تو میں کیا کروں۔ آپ نے فرمایا۔ تم اپنی تلوار لے کر مقام حرہ میں چلے جانا۔ اور اس کو
مروں سے کچل ڈالنا پھر اپنے گھر میں چھپ کر بیٹھ رہنا یہاں تک کہ تم کو موت آجائے اور تمام جھگڑوں کو ختم
ردے یا کوئی خطاکار ہاتھ تم تک آئے اور تم کو قتل کر دے اور بروایت وائل بن حجر منقول ہے وہ کہتے تھے
میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اُس وقت بہت سے لوگ آپ کی خدمت
ں تھے۔ آپ نے مشرق کی جانب سر اٹھا کر نظر فرمائی پھر اُدھر سے نگاہ ہٹائی اور صحابہ کی جانب مخاطب ہو کر
مایا۔ تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح تم پر فتنے آپہونچے۔ پھر آپ نے اُن فتنوں کی شدت بیان فرمائی۔ اور اُن کا
لد آنا اور بُرا ہونا ظاہر کیا۔ اس مجمع میں سے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ فتنوں سے کیا مطلب۔ آپ نے فرمایا
ب اسلام کے دو گروہوں میں باہم تلواریں چلیں تو اس وقت تم دونوں گروہوں سے علیحدہ رہنا پھر آنحضرت صلی
للہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے حال کا فتنہ سے پہلے اچھا ہونا اور اُن کے حال کا فتنہ کے بعد بُرا ہونا واضح بیان کے
ساتھ ارشاد فرمایا اور اس باب میں پوری تفصیل کی اور بہت صورتیں بیان فرمائیں۔

اوّل یہ کہ آپ نے فرمایا۔ اسلام کی چکی پینتیس ۳۵ سال کے بعد بند ہو جائے گی۔ پس اگر وہ ہلاک ہوئے تو اس
شخص کی راہ پر گئے جو ہلاک ہوا۔ اسلام کی چکی چلنے کا مطلب یہ ہے کہ اس مدت تک جہاد ہوتا رہے گا اور مسلمانوں
کے اتفاق و اجتماع کے سبب سے دین حق تمام دینوں پر غالب رہے گا۔ اور ہلاک ایک لفظ ہے جو تمامی اقسام
شر کو شامل ہے اور اقسام شر میں سب سے سخت جہاد کا بند ہو جانا۔ اور مسلمانوں کے درمیان نا اتفاقی کا
واقع ہونا ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں آیا ہے کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور سلطنت شام
میں اور مشکوٰۃ میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے خواب
میں دیکھا کہ میرے سر کے نیچے سے ایک نور کا ستون نکلا اور وہ بڑھنے لگا۔ یہاں تک کہ شام میں پہونچ کر

اس نے قرار دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حدیث میں ریاست کو دو مختلف حصوں پر تقسیم کرنا ایک
نام خلافت اور دوسرے کا نام ملک و سلطنت رکھنا مع اس حدیث کے جو اوپر ہو چکی ہے کہ یہ امر اسلام نبوت ا
ہو کر شروع ہوا پھر خلافت و رحمت ہو جائے گا پھر کاٹنے والی سلطنت ہو جائے گا۔ اور مع اس آیہ کریمہ کے وعد
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا الایۃ۔ ترجمہ:۔ وعدہ دیا اللہ نے اُن لوگوں کو جو ایمان لائے تم میں سے اور انہوں
اچھے کام کیے کہ اُن کو ضرور ضرور خلیفہ بنائے گا۔ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ دونوں حالتوں یعنی خلا
و سلطنت میں فرق ہے اور دونوں مرتبوں میں مغایرت ہے اور خارج میں بھی ایسا ہی واقع ہوا کہ خلفائے ثا
نے مدینہ میں سکونت اختیار فرمائی اور ان کے بعد کسی بادشاہ نے مدینہ کو اپنا وطن نہیں بنایا۔ اور اگر تم سلطنت
شام کا حال اس سے بھی زیادہ واضح سننا چاہتے ہو تو سُنو۔ عبداللہ بن حوالہ سے مروی ہے وہ کہتے تھے کہ رسو
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ابن حوالہ جب تم دیکھو کہ خلافت یعنی حکومت ارض مقدس یعنی شام
پہونچ گئی تو سمجھ لو کہ اب غم اور مصیبتیں اور بڑے بڑے حوادث قریب آگئے اور قیامت اُس وقت لوگوں سے
سے بھی زیادہ نزدیک ہو جائے گی جس قدر میرا یہ ہاتھ تمہارے سر سے۔

تیسرے لوگوں سے امانت کا نکل جانا۔ بغوی نے بروایت حذیفہ نقل کیا ہے وہ کہتے تھے ہم سے ر
صلی اللہ علیہ وسلم نے دو باتیں بیان فرمائی تھیں جن میں سے ایک تو میں نے بچشم خود دیکھ لی اور اب دوسری کا منت
ہوں۔ آپ نے ہم سے یہ بیان فرمایا تھا کہ امانت لوگوں کے دلوں میں فطرۃً اتری ہے یعنی خلقی چیز ہے۔ کس
سے یہ صفت پیدا نہیں ہوتی۔ اور قرآن اترا تو لوگوں نے امانت کی فضیلت کو قرآن سے پڑھا اور حدیث سے
کا مرتبہ جانا۔ پھر آپ نے اس امانت کا اٹھ جانا بیان فرمایا کہ امانت اٹھ جائے گی۔ اس طرح کہ آدمی سو
تو اس وقت اُس کے دل میں امانت ہوگی۔ پھر سو کر اُٹھے گا۔ تو یہ حال ہوگا۔ کہ امانت اس کے دل سے اٹ
ہوگی اور امانت کا اثر اُس کے دل میں مثل ایک نقطہ کے باقی رہ گیا ہوگا۔۔ مانند گھٹے کے جو کام کرنے
جاتا ہے۔ یا جیسے تمہارے پیر پر آگ کی چنگاری گرنے سے آبلہ پڑ جائے اور ایسا معلوم ہو کہ اس میں کوئی چیز
حالاں کہ در حقیقت اس میں پانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ اور امانت اس طرح اٹھائی جائے گی۔ اور دنیا
کم ہو جائے گی کہ لوگوں میں یہ کہا جائے گا۔ کہ فلاں خاندان میں ایک شخص امانت دار ہے۔ حضرت حذیفہ
ہے کہ ایک وقت ایسا تھا کہ میں نے اپنے کو دیکھا کہ مجھے کوئی پروانہ ہوتی تھی بے تامل تم میں سے جس
ساتھ چاہتا معاملہ بیع و شرا کا کر لیتا تھا۔ اور یہ سمجھتا تھا کہ اس وقت تو امانت لوگوں میں ہے۔ اگر یہ شخص مس
ہے تو اس کا اسلام میرے پاس اسے پھیر لائے گا۔ اور اگر ذمی کافر ہے تو اس کا ساعی اس کو میرے پاس
لائے گا۔ مگر آج کے دن تو میں بس فلاں اور فلاں کے ساتھ معاملہ بیع و شرا کا کرتا ہوں۔ اور اس میں
نہیں ہے کہ حضرت حذیفہ کا امانت کو خلل پذیر مشاہدہ کرنا اس عالم گیر فتنہ کے بعد ہوا ہے۔

چوتھے عالم میں جھوٹ کا ظاہر ہو کر پھیل جانا بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ا
سلف صالح کے روایت کرنے میں چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بمقام جابیہ خطبہ پڑھا۔ اس میں نبی
علیہ وسلم سے یہ حدیث نقل کی کہ اے لوگو میں تم کو اپنے صحابہ کے بارے میں نصیحت کرتا ہوں پھر اُن لوگوں

صحابہ کے بعد ہوں گے۔ پھر ان کے لیئے جو ان کے بعد ہوں گے پھر زمانہ میں جھوٹ پھیل جائے گا۔ یہاں تک کہ انسان جھوٹی قسم کھائے گا۔ حالانکہ اس سے قسم نہ لی جائے گی اور جھوٹی گواہی دے گا۔ حالانکہ وہ گواہ نہ بنایا جائے امام مسلم نے حضرت ابوہریرہؓ سے انہوں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا عنقریب میری اخیر امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ تم سے وہ حدیثیں بیان کریں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا نہ تمہارے باپ دادا نے سنا ہوگا۔ لہذا ایسے لوگوں سے تم بچے رہنا اور اُن کو اپنے سے بچانا۔ اور امام مسلم نے مجاہد سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ بشیر بن کعب عدوی حضرت ابن عباس کے پاس آئے اور اُن سے باتیں کرنے لگے اور ہر بات میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مجاہد کہتے ہیں۔ حضرت ابن عباس ان کی کوئی بات نہ سنتے تھے اور نہ ان کی طرف متوجہ ہوتے تھے۔ بالآخر اُنہوں نے کہا اے ابن عباس کیا وجہ ہے کہ آپ میری باتیں نہیں سنتے میں تو آپ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کرتا ہوں۔ مگر آپ کچھ نہیں سنتے حضرت ابن عباس نے جواب دیا پہلے زمانہ میں تو یہ حال تھا کہ جب ہم ایک مرتبہ بھی کسی شخص کی زبان سے سُن لیتے تھے کہ وہ کہہ رہا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ہماری نظریں اُسی طرف متوجہ ہو جاتیں اور ہمارے کان اُسی کی بات پر لگ جاتے تھے۔ پھر جب لوگوں کی حالت مختلف ہوگئی۔ سچے اور جھوٹے ہر قسم کے لوگ پیدا ہونے لگے۔ تو اب ہم لوگوں کی وہی روایت لیتے ہیں جس کو ہم پہچانتے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اول زمانہ جس کی حضرت ابن عباس نے امانت اور صدق کے ساتھ تعریف کی وہ اس فتنہ سے پہلے ہو چکا ہے اور اخیر زمانہ جس کی بابت یہ فرمایا کہ لوگوں کی حالت مختلف ہوگئی فتنہ واقع ہونے کے بعد کا ہے اور اس قسم کا جھوٹ اُن روایتوں میں جو حضرت علی مرتضےٰ کے نام سے بمقام عراق روایت کی گئیں زیادہ شائع ہوا۔ مرفوع روایتوں میں بھی اور موقوف میں بھی۔ چنانچہ اسی بارے میں امام مسلم نے ابو اسحٰق سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ جب لوگوں نے حضرت علی کے بعد یہ چند باتیں ایجاد کیں یعنی خرافات ابن سبا کو حضرت علی کی طرف منسوب کیا تو اصحاب علی میں سے ایک شخص نے کہا۔ ان لوگوں کو خدا ہلاک کرے کیسے نفیس علم کو انہوں نے خراب کر دیا۔ اور امام مسلم نے ابوبکر بن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت مغیرہ سے سنا وہ کہتے تھے کہ حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔ بجز اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ کسی دوسرے کا قول صحیح نہ سمجھا جاتا تھا۔ اور امام مسلم نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے حضرت ابن عباس کو خط لکھا اس میں ان سے یہ درخواست کی کہ مجھے ایک کتاب لکھ دیں مگر اور لوگوں پر میرا نام ظاہر نہ کریں۔ حضرت ابن عباس نے میرا یہ خط پڑھ کر فرمایا۔ وہ فرزند سعادت مند ہیں میں ان کے لیئے مسائل انتخاب کر دوں گا اور اُن کا نام ظاہر نہ کروں گا۔ راوی کا بیان ہے کہ پھر حضرت ابن عباس نے حضرت علی کے فیصلے اور احکام منگوائے۔ اور ان میں سے انتخاب کرنا شروع کیا بعضے احکام دیکھ کر کہتے تھے۔ قسم خدا کی حضرت علی نے کبھی ایسا حکم نہ کیا ہوگا۔ اور اگر کیا تو انہوں نے غلطی کی۔ اور امام مسلم نے طاؤس سے روایت کی وہ کہتے تھے کہ حضرت ابن عباس کے سامنے ایک کتاب پیش ہوئی جس میں حضرت علی کے فیصلے لکھے تھے تو انہوں نے سب فیصلے قلم زد کر دیئے صرف بقدر اس کے باقی رکھے۔ سفیان بن عیینہ نے اپنے ہاتھ کے جانب اشارہ کیا۔ یعنی تھوڑے فیصلہ قائم رکھے باقی سب کاٹ دیئے۔ اور امام مسلم نے سالم بن عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ اے اہل عراق میں تم سے چھوٹے چھوٹے گناہوں کے متعلق

کیا باز پرس کروں۔ تم نے تو اپنے اوپر بڑے بڑے گناہوں کو سوار کر لیا۔ کیونکہ میں نے اپنے والد یعنی عبداللہ بن عمر
سنا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ فتنہ اس طرف سے آئے گا
آپ اپنے ہاتھ سے مشرق کی جانب اشارہ کرتے تھے۔ یعنی جس جگہ سے شیطان کے دو سینگ آفتاب کے سا
طلوع کرتے ہیں۔ اور تم ایک دوسرے کی گردنیں مارو گے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے دھوکا نہ
کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرعون کے خاندان سے ایک شخص کو قتل کیا تھا وہ غلطی سے قتل کیا تھا اُس پر ا
عزوجل نے فرمایا وَقَتَلْتَ نَفْسًا الآیۃ ترجمہ:۔ اور قتل کیا تم نے ایک شخص کو پھر ہم نے تم کو غم سے نجات دی اور تمہار
خوب آزمائش کی چونکہ اہل عراق کا کذب اور اُن کی افترا پردازی حضرت علیؓ پر مشہور ہو گئی تھی۔ اسی واسطے ابو اسحا
سبیعی اور اُن کے ہم عصر علمائے کوفہ جو حضرت مرتضےٰ کی حدیثیں یاد کرنے میں کوشش بلیغ کرتے تھے حضرت م
کے اہل لشکر سے آپ کی حدیثیں قبول نہ کرتے تھے۔ بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعود کے اصحاب سے مرویات حضرت ع
لیتے تھے۔ اور خاص اسی سبب سے اہل عراق سے روایت نہ کرتے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں۔ ان سے یعنی ا
عراق سے ہمارے پہلے لوگوں نے حدیث نہیں لی اسی لیئے ہمارے پچھلے لوگ بھی اُن سے حدیث نہیں لیتے۔ اور یہ
اہتمام اس سبب سے تھا کہ مختلف شہروں کی حدیثوں کے جمع ہونے سے پہلے راویانِ حدیث کے درمیان تمیز کرنا۔
ان کے احوال کا ضبط کرنا۔ پوری طرح میسر نہ تھا۔ پس آئمہ حدیث نے راہ احتیاط کی اختیار کی اور اہل عراق کی حدیثیں ا
ترک کیں اور صرف اہلِ مدینہ کی حدیثوں اور ان کے فتووں پر کفایت کی جب امام شافعی اور امام احمد پیدا ہ
تو اس وقت مختلف شہروں کی حدیثیں جمع ہو گئیں۔ اور راویوں کے حالات دریافت کرنے پر ان کو پوری پوری
حاصل ہوئی۔ لہٰذا ان لوگوں نے ثقہ اور قوی الحافظہ راویوں کی حدیثیں لیں۔ مگر اس میں بھی یہ شرط تھی کہ سند متص
ہو اور راویوں کے نام مذکور ہوں۔ اور جو احادیث مرسل تھیں یا ان کے راوی متہم یا مبہم تھے ان کی حدیث ترک کی
تمام اہل حدیث نے اسی روش کو اختیار کیا۔ اور اسی سبب سے اہل حدیث اور اہل الرائے ایک دوسرے
ممتاز ہو گئے۔

پانچویں تجوید قرآن میں زبان عرب پر جاری قرآن سے زیادہ توجہ و انہماک اور صرف الفاظ قرآنی پر اکتف
اور فہم قرآن سے بے نیازی۔ ابوداؤد نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے ایک مرتبہ ا
خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے۔ ہم لوگ اس وقت قرآن پڑھ رہے تھے۔ اور ہمارے
میں عربی اور عجمی دونوں قسم کے لوگ تھے۔ آپ نے فرمایا۔ تم سب پڑھو۔ تم سب اچھا پڑھتے ہو۔ اور عنقریب
بعد کچھ ایسے لوگ آئیں گے کہ قرآن کو تیر کی طرح قواعد تجوید کے ساتھ سیدھا کریں گے۔ اور اسے جلد جلد پڑھیں
اور اس کے معنے میں کچھ غور و فکر نہ کریں گے۔ اور ابوداؤد نے سہل بن سعد ساعدی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے
ایک مرتبہ ہمارے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ہم لوگ قرآن پڑھ رہے تھے۔ آپ
کو قرآن پڑھتے دیکھ کر فرمایا۔ الحمد للہ اللہ کی کتاب ایک ہے۔ اور پڑھنے والوں کا لہجہ مختلف ہے جس طر
سب بنی آدم ایک نوع ہو اور تم میں بعضے سرخ ہیں اور بعضے سفید ہیں۔ اور بعضے کالے ہیں تم اسے پڑھو
اس کے کہ کچھ لوگ ایسے آئیں۔ جو اسے سیدھا تو خوب کریں گے۔ جیسا کہ تیر سیدھا کیا جاتا ہے۔ یعنی ظاہری

ید کے ساتھ اور خوش آوازی سے پڑھیں گے۔ وہ لوگ اسے جلد جلد پڑھیں گے۔ اور اس کے معنی میں بالکل
نہ کریں گے۔ اور بغوی نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے ایک شخص سے کہا۔ تم
ے زمانہ میں ہو کہ اس میں قرآن کے پڑھنے والے کم ہیں۔ اور فقیہ سمجھ دار بکثرت ہیں اور اس زمانہ میں قرآن کے
دود آداب کی حفاظت کی جاتی ہے اور اس کے حروف و الفاظ کا چنداں اہتمام نہیں کیا جاتا سائل اس وقت
م ہیں اور دینے والے بہت ہیں۔ اس زمانہ میں نمازیں خوب دیر تک پڑھتے ہیں اور خطبے مختصر پڑھتے ہیں۔ اور
زمانہ میں خواہشوں سے پہلے اعمال کرتے ہیں اور عنقریب وہ زمانہ آجائے گا کہ اس زمانہ کے برعکس معاملہ ہو گا۔ اس
ں قرآن کے پڑھنے والے بکثرت اور فقیہ قلت کے ساتھ ہوں گے۔ اس وقت قرآن کے حروف یاد کیے جائیں
، اور اس کے حدود و آداب ضائع کر دیئے جائیں گے۔ سائل بہت ہوں گے اور دینے والے کم بڑے بڑے خطبے پڑھیں گے
نماز کو مختصر کریں گے۔ اپنے اعمال سے پہلے اپنی خواہشیں ظاہر کریں گے۔

چھٹے آیات متشابہات قرآنی میں لوگوں کا انہماک۔ دارمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے
فرماتی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ الْاٰيَة۔ ترجمہ
وہ ہے جس نے "اے محمدؐ" تم پر کتاب اتاری کہ جس میں بعض آیات تو محکم ہیں وہ اصل کتاب ہیں۔ اور بعض
شابہ۔ پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات میں بحث کرتے ہیں
م ان سے پرہیز کرو۔ اور دارمی نے سلیمان بن یسار سے روایت کی ہے کہ ایک شخص جس کا نام صبیغ تھا حضرت عمرؓ
ے زمانے میں مدینہ میں آیا۔ اور لوگوں سے آیات متشابہات کے معنے پوچھنے لگا۔ حضرت عمر کو معلوم ہوا تو آپ نے
ے اپنے پاس بلایا۔ اور اس کو سزا دینے کے لئے آپ نے کھجور کی شاخیں منگا رکھی تھیں۔ پھر انہوں نے اس سے پوچھا
تو کون ہے اس نے جواب دیا میں خدا کا بندہ صبیغ ہوں۔ حضرت عمر نے کھجور کی شاخ لے کر اسے مارا اور فرمایا۔ کہ
خدا کا بندہ عمر ہوں۔ پھر اسے اتنا مارا کہ اس کے سر کو خون سے رنگ دیا۔ پھر اس شخص نے کہا اے امیر المومنین اب
س کیجئے۔ میرے سر سے وہ خیال دفع ہو گیا۔ جیسے میں محسوس کر رہا تھا۔ اور دارمی نے عمرو بن اشجؓ سے روایت کی ہے
کہتے تھے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے کہ تمہارے ساتھ بذریعہ متشابہات
ی بحث کریں گے۔ لہٰذا تم کو مناسب ہے کہ ان کو سنت رسول اللہ کے ساتھ جواب دے کر پکڑنا کیونکہ سنت رسول اللہ
ے جاننے والے کتاب اللہ کو خوب جانتے ہیں۔

ساتویں۔ لوگوں کا مسائل فقہیہ میں غور و خوض اور فرضی صورتیں مسئلوں کی جو کہ ابھی واقع نہیں ہوئیں اپنے ذہن
سے تراش کر لوگوں کے سامنے بیان کرنا۔ اگلے لوگ اسے جائز نہ رکھتے تھے۔ اور فقہا کا بلا تامل اور بے دھڑک فتویٰ دینے
یں جلدی کرنا اگلے لوگ فتوے دینے سے بہت ڈرتے تھے۔ دارمی نے وہب بن عمرو جمحی سے روایت کی ہے وہ
کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی کام کے واقع ہونے سے پہلے اس کے احکام معلوم کرنے میں جلدی نہ کرو
کیونکہ اگر تم اس کے واقع ہونے سے پہلے اس میں جلدی نہ کرو گے تو مسلمان ہمیشہ اس حالت میں رہیں گے۔ کہ جب وہ واقعہ
ش آئے گا۔ تو کوئی نہ کوئی ایسا موجود ہو گا۔ کہ جب وہ جواب دے گا۔ تو اسے توفیق ملے گی۔ اور اچھی بات اس کی زبان سے
نکلے گی اور اگر جلدی کرو گے تو نفسانیت سے تم میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ اور ادھر ادھر بھٹک جاؤ گے اور آپ نے اپنے سامنے

اور اپنے دائیں بائیں جانب اشارہ فرمایا۔ اور دارمی نے طاؤس سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برسر منبر فرمایا میں اس شخص کو جو ایسا مسئلہ دریافت کرے کہ ابھی تک پیش نہیں آیا خدا کی قسم دلا کر اس حرکت سے روکتا ہوں کیونکہ جو کچھ ہونے والا ہے اللہ نے تو اسے بیان کر دیا۔ لہٰذا اطمینان رکھو جب کوئی واقعہ پیش آئے گا۔ اس کا حکم شریعت میں مل جائے گا۔ اور دارمی میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر سے کسی شخص نے کوئی مسئلہ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھ سے وہ بات نہ پوچھو جو ابھی نہیں ہوئی کیونکہ میں نے اپنے والد حضرت عمر بن خطاب سے سنا ہے کہ وہ اس شخص پر لعنت کرتے تھے جو ایسی بات کے متعلق سوال کرے جو ابھی نہیں ہوئی۔ اور دارمی نے زہری سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے ہمیں خبر ملی ہے کہ جب حضرت زید بن ثابت انصاری سے کسی امر کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ کہتے تھے کیا یہ امر واقع ہو چکا ہے اگر لوگ کہتے کہ ہاں ہو چکا ہے تو اس کے متعلق جو ان کو معلوم ہوتا یا ان کی رائے ہوتی بیان کر دیتے اور اگر لوگ کہتے کہ نہیں ہوا تو کہتے کہ ابھی اس کو چھوڑ دو یہاں تک کہ واقع ہو۔ اور دارمی نے عامر شعبی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ کسی شخص نے عمار بن یاسر سے کوئی مسئلہ پوچھا انہوں نے کہا کیا یہ صورت پیش آئی ہے لوگوں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا تو ہم کو ابھی چھوڑ دو یہاں تک کہ پیش آئے اور جب ایسی صورت ہو گی تو اس وقت ہم تمہیں اس کا جواب تلاش کر دیں گے۔ اور دارمی نے مسروق سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں ابی بن کعب کے ساتھ کسی جگہ جا رہا تھا ایک جوان نے ان سے پوچھا کہ اے چچا آپ فلاں فلاں صورت میں کیا حکم دیتے ہیں۔ انہوں نے کہا اے بھتیجے کیا یہ بات ہوئی ہے جوان نے کہا نہیں ابھی ہوئی تو نہیں ہے۔ ابی بن کعب نے کہا تو ابھی ہم کو اس کے جواب دینے سے معاف رکھو یہاں تک کہ وہ ہو جائے اور دارمی نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے کسی قوم کو اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بہتر نہ دیکھا اصحاب رسول خدا نے آپ سے آپ کی مدت حیات میں صرف تیرہ مسئلوں کے متعلق سوال کیا وہ سب مسئلے قرآن میں مذکور ہیں۔ یَسْئَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ اور يَسْئَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ وغیرہ وغیرہ۔ صحابہ وہی بات پوچھتے تھے جو انہیں فائدہ پہونچائے۔ اور دارمی نے عبادہ بن نسی سے روایت کی ہے کہ عبادہ سے سوال کیا گیا کہ ایک عورت ایسے لوگوں کے یہاں مری جن میں اس کا کوئی ولی نہیں ہے۔ اس کو غسل کون دے عبادہ نے جواب دیا کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ تمہاری طرح نہ کرتے اور نہ تمہارے ایسے مسئلے پوچھتے تھے۔ اور دارمی نے عطاء بن سائب سے روائیت کی ہے وہ کہتے تھے میں مسجد میں ایک سو بیس انصاری سے ملا ان میں سے جو شخص حدیث بیان کرتا تھا وہ یہلے یہی چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا اس کام کو کرے۔ مگر جب کوئی دوسرا نہ ملتا تو مجبور ہو کر بیان کرتا۔ اور ان میں جس شخص سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو اس کی یہی خواہش ہوتی تھی کہ کوئی دوسرا شخص اس مسئلہ کا جواب دیدے۔ اور دارمی نے داؤد سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے شعبی سے پوچھا کہ جب تم سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا تو تم کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا تم نے باخبر شخص سے اس بات کو پوچھا سنو ہم یہ کرتے تھے کہ جب کسی شخص سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ اپنے پاس والے عالم سے کہتا کہ تم اس کو فتویٰ دیدو۔ پھر وہ بھی اپنے ساتھی پر حوالہ کرتے تھے اسی طرح برابر ہوتا رہتا تک کہ سائل پھر پہلے ہی شخص کی طرف رجوع کرتا۔ اور بمجبوری وہی جواب دیتا۔ اور دارمی نے ابن منکدر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے عالم اللہ تعالے اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتا ہے۔ تو اسے چاہیئے کہ

باڈ کی کوئی راہ ڈھونڈھ لے یعنی اپنے فرائض کو خوب ادا کرے۔ اور دارمی نے مسعر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ن بن عبد الرحمٰن نے ایک کتاب نکال کر مجھے دکھلائی اور انہوں نے خدا کی قسم کھا کر مجھ سے کہا کہ وہ اُن کے والد کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں یہ مضمون تھا۔ عبد اللہ بن مسعود نے فرمایا قسم اُس کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے بہت باتیں کرنے والوں کے حق میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت کسی کو نہیں دیکھا۔ اور آنحضرت کے بعد ان لوگوں کے حق میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ سخت کسی کو دیکھا اور میں دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں کے حق میں بہت خوف ناک تھے۔

آٹھویں مسائل الٰہیات میں یعنے ذات و صفات حق سبحانہ کے متعلق لوگوں کے سوالات کا بکثرت ہونا یہاں تک کہ لوگ کہنے لگیں کہ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ یہ بات حضرت ابوہریرہ کے زمانہ میں پائی گئی۔ امام مسلم نے بروایت محمد بن سیرین ابوہریرہؓ سے انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا تم سے ہمیشہ لوگ علم کے متعلق پوچھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ کہیں گے۔ یہ اللہ ہے پس کس نے اللہ کو پیدا کیا۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ یہ حدیث بیان کرتے وقت حضرت ابوہریرہ ایک شخص کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ پھر انہوں نے حدیث ختم کر کے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ مجھ سے دو شخص یہ سوال کر چکے ہیں۔ اور اب یہ تیسرا شخص ہے یا یہ کہا۔ ایک شخص سوال کر چکا ہے۔ اور اب یہ دوسرا شخص ہے۔ اور امام مسلم نے بروایت ابوسلمہ حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوہریرہ تم سے لوگ یہی سوال کرتے رہیں گے۔ کہ فلاں چیز کو کس نے پیدا کیا فلاں چیز کو کس نے یہاں تک کہ کہیں گے اچھا اس کو تو خدا نے پیدا کیا۔ تو خدا کو کس نے پیدا کیا۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تھا۔ کہ کچھ دیہاتی لوگ آئے اور مجھ سے کہا اے ابوہریرہ یہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ خدا ہے۔ پھر خدا کو کس نے پیدا کیا۔ حضرت ابوہریرہ نے ایک مٹھی بھر سنگریزے زمین سے اٹھائے اور ان پر مارے اور کہا تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ میرے خلیل نے مجھ سے سچ فرمایا۔

نویں۔ اخبار بنی اسرائیل کا لوگوں میں شائع ہونا اور ان کو اہل کتاب سے روایت کرنا یہ پہلا بیگانہ علم ہے جو علوم دینیہ کے ساتھ ملا۔ دارمی نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ توریت کا ایک نسخہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ توریت کا نسخہ ہے آپ یہ سن کر خاموش ہو رہے۔ پھر حضرت عمر نے اُسے پڑھنا شروع کیا۔ ان کے پڑھنے سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہوتا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھ کر کہا اے عمر تم پر رونے والیاں روئیں۔ تم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک نہیں دیکھتے۔ کہ تمہارا پڑھنا حضرت کو ناگوار گزر رہا ہے حضرت عمرؓ نے رسول خدا کے چہرۂ مبارک پر نظر کی تو کہا میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔ اس کے غضب سے اور اُس کے رسول کے غضب سے ہم نے اللہ کو اپنا پروردگار اور اسلام کو اپنا دین اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی پسند کیا پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اگر موسیٰ تمہارے سامنے آجائیں اور تم مجھے چھوڑ کر ان کی پیروی کرو۔ تو بھی یقیناً تم سیدھے راستے سے بہک جاؤ گے۔ اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے۔ اور میری نبوت کو پاتے تو یقیناً وہ میری پیروی کرتے۔ اور امام بخاری نے حضرت عبد اللہ بن عباس سے روایت کی ہے وہ

کہتے تھے کہ اے مسلمانو مجھے تعجب ہے کہ تم اہل کتاب سے کیوں باتیں پوچھا کرتے ہو حالاں کہ تمہاری کتاب جو
نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے وہ بہ نسبت اور کتاب سماویہ کے اللہ کے ساتھ قریب العہد ہے یعنی ا
نازل ہوئی ہے۔ اور خالص ہے اس میں کسی اور کے کلام کی آمیزش نہیں ہوئی اور تم سے اللہ نے یہ بیان فرما دیا ہے
اہل کتاب نے اللہ کی کتابوں کو بدل دیا۔ اور ان میں تغیر کر دیا۔ اور اپنے ہاتھ سے کتابیں لکھیں۔ اور ان کی نسبد
کہا کہ یہ خدا کی طرف سے نازل ہوئی ہیں ان کی غرض اس تبدیل و تغیر سے یہ تھی کہ اس کے بدولت تھوڑے
دام حاصل کریں اور کیا کم جائے تعجب ہے کہ جو علم تم کو ملا ہے وہ تم کو اُن سے سوال کرنے سے باز نہیں رکھتا حا
قسم خدا کی ہم تو اہل کتاب میں سے کسی کو نہیں دیکھتے کہ وہ تم سے اُس علم کی کوئی بات پوچھتے ہوں جو تم پر اُتارا گ

دسویں، سنت ماثورہ میں جو اوراد و ظائف آگئے ہیں ان کے علاوہ اپنی طرف سے اوراد و ظائف کا بہ
تقرب الی اللہ عزوجل یعنے ثواب پانے کی غرض سے اختراع کرنا اور امور مستحبہ کو مثل واجبات کے اپنے ذمہ لاز
لینا۔ اور لوگوں میں اُن وظائف کے پھیلانے کی رغبت کا دلوں میں پیدا ہونا۔ دارمی نے حکم بن مبارک
روایت کی ہے وہ کہتے تھے ہمیں عمرو بن یحییٰ نے خبر دی وہ کہتے تھے میں نے اپنے والد سے سُنا وہ اپنے والد سے
کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ ہم نماز فجر سے پہلے حضرت عبداللہ بن مسعود کے دروازہ پر جا کر بیٹھ رہتے تھے۔ جب
اپنے گھر سے نکلتے تو ہم اُن کے ساتھ ساتھ مسجد میں جاتے تھے۔ ایک روز حضرت ابن مسعود کے مکان پر بوقت
حضرت ابو موسیٰ اشعری ہمارے پاس آئے اور ہم سے پوچھا کہ کیا ابو عبدالرحمٰن یعنے حضرت عبداللہ بن مسعود گھ
نکلے ہم نے جواب دیا کہ ابھی نہیں نکلے یہ سن کر وہ ہمارے پاس بیٹھ گئے یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن مسعو
سے برآمد ہوئے اور ہم لوگ ان کے ساتھ اٹھ کر چلے۔ پھر اُن سے حضرت ابو موسیٰ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن مَیں
ابھی مسجد میں ایک نئی بات دیکھی مگر الحمد للہ میں نے اچھی بات دیکھی حضرت عبداللہ بن مسعود نے پوچھا تم
کیا دیکھا حضرت ابو موسیٰ نے کہا کہ اگر مسجد پہونچنے تک آپ زندہ رہے تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ پھر کہا
نے مسجد میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ جدا جدا حلقے کر کے بیٹھے ہیں۔ اور نماز کا انتظار کر رہے ہیں اور ہر حلقہ میں ایک ا
شخص ہے۔ جس کے ہاتھ میں سنگریزے ہیں وہ کہتا ہے۔ سو مرتبہ اللہ اکبر پڑھو۔ سب لوگ سو بار اللہ اکبر پڑ
ہیں۔ اور ان سنگریزوں پر گنتے جاتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو بار لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہ پڑھو۔ سب لوگ سو بار لَآ
اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھتے ہیں۔ پھر وہ کہتا ہے سو بار سبحان اللہ پڑھو۔ سب لوگ سو بار سبحان اللہ پڑھتے ہیں۔ یہ سن
حضرت عبداللہ بن مسعود نے پوچھا کہ پھر تم نے اُن سے کیا کہا حضرت ابو موسیٰ نے جواب دیا، آپ کی ر
اور آپ کے حکم کے انتظار میں میں نے اُن سے کچھ نہیں کہا۔ اُنہوں نے کہا تم نے اُن کو کیوں نہ یہ حکم کیا کہ
سنگریزوں پر بجائے تکبیر و تہلیل و تسبیح کے وہ لوگ اپنے اپنے گناہ گنیں۔ اور تم نے اُن سے اس بات
ذمہ داری کیوں نہ کی کہ ان کی نیکیوں میں کچھ ضائع نہ ہوگا۔ گننا بے کار ہے۔ یہ کہہ کر حضرت ابن مسعود چلے۔ اور ہم
ان کے ساتھ ساتھ چلے۔ یہاں تک کہ وہ اُن حلقوں میں سے ایک حلقہ کے پاس پہنچ کر ٹھہر گئے۔ اور ان
سے پوچھا کہ تم یہ کیا کر رہے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ اے ابو عبدالرحمٰن ہم ان سنگریزوں سے تکبیر او
اور تسبیح کو شمار کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا بجائے اس کے تم لوگ اپنے اپنے گناہ شمار کرو۔

ضامن ہوتا ہوں کہ تمہاری نیکیوں میں سے کوئی نیکی نہ ضائع ہوگی۔ اے امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم و یحکم تمہاری
ت کس قدر جلد آگئی۔ ابھی یہ اصحاب تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بکثرت موجود ہیں اور تمہارے نبی صلی اللہ
وسلم کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے اور ان کے برتن نہیں ٹوٹے۔ مگر تم ابھی سے بدعتیں ایجاد کرنے لگے
اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ یا تو تم ایک ایسے دین پر ہو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے
راہ راست پر ہے۔ یا تم گمراہی کے دروازے پر پہنچ گئے ہو اور وہ دروازہ کھلنے والا ہے۔ ان لوگوں نے جواب
ئے ابو عبد الرحمن قسم خدا کی کہ ہم اس فعل سے نیکی ہی کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حضرت ابن مسعود نے کہا۔ بہت سے نیکی
رادہ کرنے والے ایسے ہیں۔ کہ انہیں نیکی نہیں ملتی۔ کیونکہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا ہے کہ بہت
لوگ قرآن پڑھیں گے۔ مگر قرآن ان کے گلے سے نہ تجاوز کرے گا قسم خدا کی میں نہیں جانتا کہ شاید ایسے اکثر
تم میں ہوں۔ پھر حضرت ابن مسعود ان لوگوں کے پاس سے چلے گئے۔ عمرو بن سلمہ کہتے ہیں۔ ان لوگوں کا انجام
نے یہ دیکھا کہ جنگ نہروان میں خوارج کے ساتھ ہو کر یہ لوگ ہم پر برچھے مار رہے تھے۔ اور مصنف ابوبکر بن ابی
میں ہے کہ کسی شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے سوال کیا کیا آپ چاشت کی نماز پڑھتے ہیں انہوں نے جواب
نہیں پڑھتا۔ پھر سائل نے پوچھا کیا حضرت عمر یہ نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر اُن سے
کیا ابوبکر رضہ یہ نماز پڑھتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ پھر اُن سے دریافت کیا گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ
نے یہ نماز پڑھی تھی۔ انہوں نے جواب دیا میرے خیال میں نہیں پڑھتے تھے۔ اور شرح السنہ میں ہے۔
حضرت عبد اللہ بن عمر سے جب کوئی نماز چاشت کے بارے میں سوال کرتا۔ تو وہ کہتے تھے۔ کہ میں نہ اس
کے پڑھنے کا حکم دیتا ہوں اور نہ کسی کو اس کے پڑھنے سے منع کرتا ہوں اور حضرت عثمان رضہ کی شہادت
میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اس نماز کو پڑھتا ہو۔ مگر جو امور کہ لوگوں نے اب ایجاد کر لیئے ہیں۔ اُن سب
یہ نماز مجھے محبوب ہے۔ اور دارمی نے ربیعہ بن یزید سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ حضرت معاذ بن
نے فرمایا۔ قرآن آسان کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ عورتیں اور لڑکے اور مرد سب کے سب قرآن پڑھنے
گے۔ پھر ایک شخص کہے گا۔ میں نے قرآن پڑھا۔ مگر میں لوگوں کا مقتدا نہ بنا۔ اور میری کچھ قدر و منزلت نہ
قسم خدا کی اب میں لوگوں میں قرآن کو قائم کروں گا۔ تاکہ میں مقتدا بنوں۔ پھر وہ لوگوں میں قرآن کو قائم کرے
مگر اس پر بھی مقتدا نہ بنے گا۔ پھر وہ کہے گا۔ میں نے قرآن پڑھا اور لوگوں میں قرآن کو قائم کیا۔ مگر میں مقتدا نہ بنا اب
اپنے گھر میں مسجد بناؤں گا۔ اور سب سے علیحدہ رہ کر اس میں عبادت کروں گا۔ تاکہ میں لوگوں کا مقتدا بنوں۔ پھر وہ
گھر میں مسجد بنائے گا۔ اور اس میں عبادت کرے گا۔ مگر اس پر بھی مقتدا نہ بنے گا۔ پھر تو وہ کہے گا۔ میں نے قرآن پڑھا
مقتدا نہ بنا۔ اور میں نے لوگوں میں قرآن کو قائم کیا۔ پھر بھی مقتدا نہ بنا۔ اور میں نے اپنے گھر میں مسجد بنائی اور سب
علیحدہ رہ کر عبادت کرتا رہا۔ اس پر بھی مقتدا نہ بنا قسم خدا کی اب میں لوگوں کے سامنے ایک ایسی نئی بات
کروں گا۔ جس کو وہ کتاب اللہ میں نہ پائیں گے۔ اور نہ اُنھوں نے اُس کو رسول خدا صلی اللہ
وسلم سے سنا ہوگا۔ میں امید کرتا ہوں کہ پھر میں مقتدا بن جاؤں گا۔ حضرت معاذ نے یہ بیان کر کے فرمایا۔ اے
ایسے شخص سے بچتے رہنا کیونکہ جو کچھ وہ ظاہر کرے گا۔ سراسر گمراہی ہوگی۔

گیارھویں۔ اگلے زمانہ میں وعظ گوئی اور فتویٰ دینا خلیفہ کی رائے پر موقوف تھا۔ بدون حکم خلیفہ لوگ
وعظ نہ کہتے تھے اور نہ فتوے دیتے تھے۔ اور اخیر زمانہ میں بغیر حکم خلیفہ وعظ کہنے اور فتوے دینے لگے۔ البتہ اس
فتوے نیک لوگوں کے مشورہ پر موقوف رہا۔ ابوداؤد نے عوف بن مالک اشجعی سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعظ نہیں بیان کرتا۔ مگر خلیفہ یا وہ شخص جو وعظ گوئی پر مامور ہو یا وہ ش
جو متکبر اور ریاکار ہے۔ اور دارمی نے ابن عون سے انہوں نے محمد سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت
رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم فتوے دیتے ہو حالانکہ تم خلیفہ نہیں ہو۔ فت
نہ دیا کرو بلکہ خلافت کی مشقت اور زحمت کا بار اس کے اوپر ڈال دو جو اس کی راحت کا مالک ہوا ہے۔ اور دار
مسیب بن رافع سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے صحابہ کرام کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی واقعہ ان قریش محلہ کوم
اور اس واقعہ کے متعلق رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملتی تو سب یک جا ہو کر اس کے حکم پر
کر لیتے تھے۔ پس حق وہی ہے۔ جس کو ان لوگوں نے حق سمجھا۔ پس حق وہی ہے جس کو ان لوگوں نے حق
اور اس باب میں تحقیق یہ ہے کہ حضرت عثمان کے زمانہ تک مسائل فقہیہ میں اختلاف واقع نہ ہوتا تھا۔ ا
موقع اختلاف میں لوگ خلیفہ کی جانب رجوع کرتے تھے اور خلیفہ مشورہ کے بعد کوئی حکم تجویز کر دیتا تھا
بات پر اجماع ہو جاتا تھا اور فتنہ کے بعد بذات خود ہر عالم فتوے دینے لگا۔ اور اسی زمانہ میں مسائل کے اخ
واقع ہوا۔ اور یہ جو شہرستانی نے اپنی کتاب ملل و نحل میں لکھا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
ہی اختلاف پیدا ہو گیا۔ اُن کا یہ کہنا غلط ہے اختلاف اس کا نام نہیں ہے کہ اثنائے مشورہ میں چند اشخاص
دوسرے کے مخالف اقوال کہیں اور بالآخر ایک امر منقح ہو کر اسی پر سب اتفاق کر لیں۔ بلکہ اختلاف یہ ہے کہ د
قول جو رائج ہو جائیں، پیدا ہوں اور ہر شخص لوگوں کو اپنی جانب کھینچے اور جو دعویٰ اُس کے مخالف نے وضع ک
اس کو باطل کرنا چاہے۔ الحاصل یہی ساتویں قسم کا تغیر یعنی اختلاف مسائل فقہیہ اس امت کے بہترین اف
میں جو کہ عالم اور عابد اور قاری ہیں پیدا ہوا۔ اور اس تغیر پر جو فساد عظیم مرتب ہوا یہ ہے کہ طبقات متاخرین
اس تغیر کو بایں ہیئت وصفت سنت خیال کر لیا۔ اس وجہ سے کہ اس اختلاف کی اصل سنت رسول
تھی۔ اور اسی بنا پر متاخرین نے اپنے اپنے مذہب کے تارک و مقصر کو قابل ملامت جانا۔ دارمی نے ابرا
انہوں نے علقمہ سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ تمہارا کیا حال
جب تم کو وہ فتنہ پامال کر ڈالے گا۔ کہ جس میں جوان شخص بوڑھا ہو جائے گا۔ اور لڑکا جوان ہو جائے گا۔ جب
فتنہ کی رائج کی ہوئی باتوں سے کوئی چیز متروک ہو جائے گی۔ تو کہا جائے گا۔ کہ سنت متروک ہوئی
نے اُن سے پوچھا کہ یہ کب ہو گا۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب تمہارے علما دنیا سے چلے جائیں اور تم
جاہل کثرت سے پیدا ہو جائیں۔ اور تم میں قاری بکثرت ہوں۔ مگر لوگوں میں دین کے سمجھنے والے کم
تمہارے سرداروں کی کثرت ہو۔ اور تم میں امانت دار اشخاص کم رہ جائیں۔ اور بذریعۂ عمل آ
طلب کی جائے۔ اور دین کے سوا اور کچھ حاصل کرنے کی غرض سے علوم دینی سیکھے جائیں۔ تو
سمجھ لینا کہ یہ فتنہ آگیا۔

...ہوئیں ۔ مسلمانوں کے درمیان قتل وخونریزی کا واقع ہونا۔ ابن ماجہ نے بروایت اسید بن متشمس روایت کی
...لیتے تھے ۔ کہ ہم سے ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا وہ کہتے تھے ۔ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے
...رمایا کہ قیامت سے قریب بے شک ہرج واقع ہوگا ۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہرج کیا ہے
...نے فرمایا قتل کسی شخص نے عرض کیا اے رسول خدا ہم اب بھی تو ایک برس میں اتنے اتنے مشرکوں
...رتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں کو قتل کرنا ہرج نہیں ہے ۔ بلکہ مسلمان ایک
...ے کو قتل کریں گے ۔ یہاں تک کہ آدمی اپنے ہمسایہ کو اور اپنے بھائی کو اور اپنے قرابت دار کو قتل کر ڈالے گا
...ی نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اس دن ہماری عقلیں ہمارے ساتھ ہوں گی ۔ یا ہماری عقلیں ہم سے سلب
...ہو جائیں گی ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس زمانہ کے اکثر اشخاص کی عقلیں تو نہیں سلب کی
...لی ۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ کمینے لوگ جن کو عقلیں نہ ہوں گی ۔ اس وقت اہل عقل کے جانشین ہوں گے ۔ اور
...ت کی باگ ایسے ہی اشخاص کے ہاتھ میں ہوگی ۔ پھر ابو موسیٰ اشعری نے کہا قسم خدا کی میں گمان کرتا ہوں
...فتنہ مجھ کو اور تم کو ضرور پانے والا ہے ۔ قسم خدا کی اگر فتنہ نے ہم کو پالیا تو میرے اور تمہارے لیئے حسب ارشاد
...اللہ علیہ وسلم کے اس سے بچاؤ کی کوئی راہ نہیں مگر یہ کہ ہم اس سے بچ کر نکل جائیں جس طرح کہ اس میں داخل
... ۔ اور ابن ماجہ نے بروایت عبداللہ بن شداد بن الہاد حضرت معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے ۔ کہ
...دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز پڑھائی اور دیر تک پڑھی ۔ پھر جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے
... یا اور لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج آپؐ نے خلاف معمول نماز دیر تک پڑھی ۔ آپؐ نے فرمایا
...ے آج رغبت اور خوف کی نماز پڑھی اور اللہ عزوجل سے یہ سوال کیا کہ میری امت کو تین چیزیں عطا
...ے اس نے مجھے دو چیزیں تو عطا کیں اور تیسری چیز نہیں عطا کی ۔ میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ میری امت
...ن کو دشمن کر کے مسلط نہ کرے ۔ یہ تو اللہ نے قبول فرمایا ۔ اور میں نے اس سے یہ سوال کیا تھا کہ ان کو غرق
...لے نہ ہلاک کرے یہ بھی اس نے قبول فرمایا ۔ اور میں نے اس سے سوال کیا تھا کہ وہ آپس میں نہ لڑیں یا سے
...نے قبول نہیں کیا ۔ اور ابن ماجہ نے بروایت ابو قلابہ جرمی ابو اسماء رحبیؒ سے انہوں نے ثوبان سے جو مولے
...اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے ۔ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے ۔ کہ آپؐ فرماتے
... میرے لیئے زمین لپیٹ دی گئی ۔ یہاں تک کہ میں نے اس کے مشرق اور مغرب کو دیکھ لیا ۔ اور مجھے
...ن قسم کے خزانے زرد اور سرخ یعنے سونے اور چاندی کے عطا ہوئے اور مجھ سے کہا گیا کہ تمہاری حکومت
...مقام تک پہونچ جائے گی ۔ جو تمہارے لیئے لپیٹا گیا ہے ۔ اور میں نے خدا سے یہ سوال کیا تھا کہ میری امت
...رک اور فاقہ کو اس طرح نہ مسلط کر دے کہ وہ سب کے سب اس کے سبب سے ہلاک ہوں اور
...یں باہم اختلاف نہ پیدا کر کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں تو مجھ سے اس کے جواب میں یہ کہا گیا کہ
...ب میں حکم کر کے بات مقدر کر دیتا ہوں تو وہ ٹل نہیں سکتی اور میں تمہاری امت پر بھوک مسلط نہ کروں
...کہ ان کو ہلاک کر دے ۔ اور میں ان پر زمین کے اطراف سے اُن کے غیر کو نہ جمع کر دوں گا ۔ تاکہ وہ اُن
ہلاک کر دیں ۔ بلکہ وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو فنا کر دیں گے ۔ اور ایک دوسرے کو قتل کریں گے

اور جب اُن میں تلوار رکھ دی جائے گی۔ تو قیامت تک اُن سے نہ اُٹھائی جائے گی۔ اور فرمایا مجھے اپنی ام
کے حق میں جن امور کا خوف ہے منجملہ ان کے یہ ہے کہ گمراہ کرنے والے حاکم ان پر مسلط ہوں گے۔ اور عنقر
میری امت کے کچھ قبیلے بتوں کی پرستش کریں گے اور عنقریب میری امت کے کچھ قبیلے مشرکوں سے
جائیں گے۔ اور قیامت کے قریب تقریباً تیس۳۰ دجال کذاب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک دعوی ک
گا کہ میں نبی ہوں۔ اور فرمایا میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر اور فتح مند رہے گی۔ ان کا مخا
ان کو کوئی ضرر نہ پہونچائے گا۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل کا حکم آجائے۔ اور جنگ وقتال اور اس کی شا
کا حضرت ذوالنورین کی شہادت کے بعد واقع ہونا ظاہر ہے محتاجِ بیان نہیں۔

تیرھویں سلف صالحین کی بدگوئی کا رواج پانا علامات قیامت کی تعداد میں جامع ترمذی
منقول ہے "کہ اس امت کے پچھلے لوگ اگلوں کو بُرا کہیں"۔ اور ابن ماجہ نے بروایت محمد بن منکدر رحمۃ
سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب اس امت کے پچھلے لوگ
پر لعنت کریں تو اس وقت جس کسی نے کوئی حدیث چھپائی اور اگلوں کی فضیلت نہ ظاہر کی تو اس نے گو
پوری شریعت کو چھپایا۔ جس کو اللہ نے اُتارا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی ش
کے بعد اہل شام حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بُرا کہنے میں مبتلا ہوئے۔ اور مستدرک میں ہے کہ حضر
مرتضیٰ کے لشکر میں شیخین کی بدگوئی ظاہر ہوئی۔ اور حضرت مرتضیٰ نے بہت سے لوگوں کو اسی قصور پر
لشکر سے نکال دیا۔ اور اسی طرح حضرت عثمان کی بدگوئی بھی خوب شائع ہوئی۔

چودھویں مسلمانوں کا تشتت وافتراق۔ ابن ماجہ نے بروایت ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ سے
کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہود میں اکہتر۷۱ فرقے ہوئے تھے۔ اور میری
میں تہتر۷۳ فرقے ہو جائیں گے۔ اور ابن ماجہ نے بروایت راشد بن سعد عوف بن مالک سے نقل کیا ہے
تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہود اکہتر۷۱ فرقے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک فرقہ تو ج
میں جائے گا۔ باقی ستر فرقے دوزخ میں پڑیں گے۔ اور انصاری بھی بہتر۷۲ فرقے ہو گئے تھے۔ اکہتر۷۱ فرقے
میں جائیں گے۔ اور ایک جنت میں قسم اُس کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے۔ میری امت تہتر۷۳ فر
جائے گی۔ ان میں سے ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور باقی اکہتر۷۱ فرقے دوزخ میں۔ کسی نے پوچھا
رسول اللہ وہ ایک فرقہ کون لوگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا جماعت یعنی اہل سنت والجماعت ہیں۔ اور
نے بروایت قتادہ حضرت انس بن مالک سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کہ بنی اسرائیل اکہتر۷۱ فرقے ہو گئے تھے۔ اور میری امت بھی عنقریب تہتر۷۳ ہو جائیں گے۔ کل فرقے دوزخ میں
گے سوا ایک کے اور وہ فرقہ اہل جماعت ہے۔

پندرھویں۔ خوارج کا ظاہر ہونا حفاظ حدیث نے ایک بڑی جماعتِ صحابہ کی روایت سے خوارج کا ذک
ہے۔ اور یہ حدیث متواتر بالمعنی ہے۔ ابن ماجہ نے بروایت زر بن حبیش حضرت عبداللہ بن مسعود سے نقل
وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے نو عمر جن کی عقلیں کم ہوں گ

ئے۔ جو لوگوں کی بہترین باتوں میں سے ہوں گی قرآن پڑھیں گے۔ مگر قرآن اُن کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا
ے ایسے صاف نکل جائیں گے کہ جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ تم میں جو کوئی اُن سے ملے تو اسے چاہیئے کہ ان
ڈالے۔ کیونکہ ان کے قتل کرنے میں اُن کے قاتل کے لیئے اللہ کے نزدیک بڑا اجر ہے۔ اور ابن ماجہ نے
ابو سلمہ نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو سعید خدری سے پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
ر آپؐ خوارج کے بارے میں کچھ ارشاد فرماتے تھے۔ ابو سعید نے جواب دیا ہاں میں نے آپ سے سُنا ہے
کچھ لوگوں کا ذکر کرتے تھے کہ وہ ایسی عبادتیں کریں گے۔ کہ تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے اور
ذں کو ان کے روزوں کے سامنے حقیر سمجھو گے۔ مگر باوجود اس ریاضت کے وہ لوگ دین سے ایسے
ں گے کہ جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ شکاری اپنے تیر کو لے کر اُس کی کانسی میں نظر کرتا ہے تو کچھ
ن کا نہیں دیکھتا۔ پھر اس کے پھنے کو دیکھتا ہے۔ اس میں بھی کچھ اثر خون کا نہیں پاتا۔ پھر تیر کی لکڑی میں نظر
۔ اس میں بھی کچھ اثر خون کا نہیں پاتا۔ پھر لکڑی کے سرے کو دیکھتا ہے تو شک کرتا ہے کہ کیا اس میں کچھ
دیکھا یا نہیں دیکھا۔ اسی طرح خوارج بھی دین سے بالکل نکل جائیں گے۔ ان کے دلوں میں کوئی اثر
نہ رہے گا۔ اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن صامت سے انہوں نے حضرت ابوذر سے روایت کی ہے
ئے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد میری امت سے یا یہ فرمایا کہ عنقریب میرے بعد
ت سے کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے نہ تجاوز کرے گا۔ وہ دین
طرح نکل جائیں گے۔ جیسے تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ پھر وہ دین میں لوٹ کر نہ آئیں گے۔ وہ تمام
سب سے بدتر ہوں گے۔ عبداللہ بن صامت کہتے ہیں پھر میں نے یہ حدیث رافع بن عمرو یعنی حکم غفاری
ئی سے بیان کی تو انہوں نے کہا میں نے بھی اس کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے اور ابن ماجہ
زبیر سے انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ
م جعرانہ میں مقیم تھے اور آپؐ سونا اور دیگر اموال غنیمت تقسیم کر رہے تھے۔ مال حضرت بلال کی گود میں
اثنا میں ایک شخص نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ انصاف کے ساتھ تقسیم کیجیئے کیونکہ آپ
اف نہیں کیا آپؐ نے فرمایا خرابی ہو تیری اگر میں نہ انصاف کروں گا تو اور کون انصاف کرے گا۔
ں کی گستاخی پر حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ آپؐ مجھے اجازت دیجیئے کہ میں اس منافق کی گردن ما
سول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شخص تنہا نہیں ہے۔ بلکہ اس کے بہت سے ساتھی ہیں۔ جو قرآن
یں۔ مگر وہ اُن کے گلوں سے تجاوز نہیں کرتا۔ وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے۔ کہ جس طرح تیر شکار سے
جاتا ہے۔ تم کس کو کس کو مارو گے۔ اور ابن ماجہ نے بروایت نافع حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو قرآن کو پڑھیں گے مگر وہ اُن کے گلوں سے تجاوز نہ کرے گا جب
اعت ان کی نکلے گی وہ ہلاک کر دی جائے گی۔ حضرت ابن عمر کہتے ہیں میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم
کہ آپؐ فرماتے ہیں جب ان کی یعنی خوارج کی کوئی جماعت نکلے گی تو وہ ہلاک کر دی جائے گی۔ ایسا واقعہ
سے زیادہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اسی اثنا میں دجال نکل آئے گا اور ابن ماجہ نے بروایت قتادہ حضرت انس بن

مالک سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگ آخر زمانہ میں یا فرمایا اس امت
نکلیں گے جو قرآن پڑھیں گے مگر وہ ان کے گلوں سے نہ تجاوز کرے گا۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان کا سر منڈا
جب تم ان کو دیکھو یا یہ فرمایا جب تم اُن سے ملو تو ان کو قتل کر دو۔

سولھویں اور سترھویں۔ قدریہ اور مرجیہ پیدا ہوئے۔ ابن ماجہ نے بروایت حضرت جابر بن عبداللہ
کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو اللہ کی تقد
تکذیب کرتے ہیں اگر وہ لوگ بیمار ہوں تو تم ان کی عیادت کو نہ جاؤ اور اگر وہ مر جائیں تو تم ان کے جنازہ کے
نہ جاؤ۔ اور اگر تم ان کو راستہ میں ملو تو ان کو سلام نہ کرو۔ ابن ماجہ نے بروایت عکرمہ حضرت ابن عباس
نقل کیا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس امت میں دو گروہ ایسے ہیں کہ ان کو اسلام سے
حصہ نہیں ہے وہ مرجیہ اور قدریہ ہیں۔

اٹھارھویں۔ رافضی پیدا ہوئے۔ حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے
مجھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا کر فرمایا اے علیؓ تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک مثال ہے
سے یہود نے بغض رکھا۔ یہاں تک کہ اُن کی والدہ کو بہتان لگایا اور اُن کو نصاریٰ نے دوست رکھا
تک کہ ان کو اس مرتبہ پر پہونچا دیا جو اُن کے لائق نہ تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا۔ میر
بھی دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک وہ جو میرے ساتھ محبت رکھے اور مجھ میں اس بات کا قائل ہو جا
مجھ میں نہیں ہے اور دوسرا وہ جو مجھ سے بغض رکھے اور میرے اوپر افترا کرے میری عداوت اُس کو اس امر
کرے کہ وہ مجھ پر بہتان باندھے۔ آگاہ رہو میں نہ نبی ہوں اور نہ مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔ بلکہ میں کتاب
پر اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر بقدر طاقت خود عمل کرتا ہوں۔ اگر میں اطاعت الٰہی کے
کو حکم دوں تو تم پر میری اطاعت فرض ہے وہ حکم تمہارے موافق ہو یا مخالف اور اگر تم کو خدا کی نافرمانی
دیا جائے خواہ میں دوں یا کوئی اور دے تو اللہ عزوجل کی نافرمانی میں کسی بندہ کی اطاعت نہ کرنا چاہئے
دین ہی کے کاموں میں ہے۔ یہی چاروں مذاہب باطلہ یعنی مذہب قدریہ۔ مذہب مرجیہ۔ مذہب خوار
روافض باقی مذاہب باطلہ کے پیدا ہونے کے سبب ہیں۔ جیسا کہ چار خلط یعنی خون۔ صفرا۔ بلغم۔ سودا
مختلفہ کے پیدا ہونے کے سبب ہوتے ہیں۔

انیسویں۔ عورتوں کی شرم گاہوں کو متعہ کی تاویل سے اور شراب کو نبیذ کی تاویل کے ساتھ او
گانوں کا حلال کر لینا اس زمانہ فتن میں پیدا ہوا۔ امام بخاری نے ابو عامر یا ابو مالک اشعری سے روایت کی
تھے کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میری امت میں ایسے لوگ ضرور ہوں گے جو شرم
کو اور ریشمی لباس کو اور شراب کو اور باجوں کو حلال کر لیں گے۔ اور کچھ لوگ ایک پہاڑ کے نیچے فروکش ہو
شام کے وقت ان کے مویشی چرا گاہ سے اُن کے پاس آتے ہوں گے۔ پھر ایک شخص مویشیوں کی موجودگی میں
لے کر ان کے پاس آئے گا اور اُن سے سوال کرے گا۔ ان میں سے کوئی شخص اس کو جواب دے گا۔ کہ کل آ
رات میں اللہ تعالیٰ اُن کا یہ حال کر دے گا کہ پہاڑ کچھ لوگوں پر گرا دے گا اور کچھ لوگوں کو مسخ کر کے بندر اور سور

...یامت تک اسی عذاب میں مبتلا رہیں گے اور ابن ماجہ نے بروایت خالد بن معدان ابوامامہ باہلی سے ...ہے۔ وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا۔ یہ رات دن نہ جائیں گے ...ت کہ میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام دوسرا رکھ لیں گے۔ اور ابن ماجہ نے بروایت ...ن سمط عبادہ بن صامت سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت ...گ شراب پئیں گے اور اس کا نام دوسرا رکھ لیں گے۔ اور میں نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی کتاب تخریج ...رافعی میں یہ دیکھا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ عبد الرزاق نے معمر سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی شخص غنا سننے ...ں کے ساتھ لواطت کرنے کے بارے میں اہل مدینہ کے قول پر عمل کرے اور متعہ اور بیع صرف کے متعلق اہل ...قول پر عمل کرے اور نشہ والی چیز کی حلت میں اہل کوفہ کے قول پر عمل کرے تو وہ اللہ کے بندوں میں سب ...ہوگا۔ کہ ہر مذہب کی بری باتوں کو اس نے چن چن کر لے لیا۔

...یسویں: مسلمانوں میں ایک دوسرے سے امن اٹھ جانا بسبب اس کے کہ ایک مسلمان نے دوسرے ...کے باپ کو مار ڈالا تھا۔ اور ایک نے دوسرے کے بھائی کو قتل کیا تھا۔ یہاں تک کہ ایک دوسرے سے خوف ...پنے گھروں میں چھپ رہے۔ اور مسجد میں نماز نہ پڑھ سکے۔ امام مسلم نے بروایت شقیق حضرت حذیفہ سے نقل کیا ہے ...تھے کہ ہم ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے آپ نے فرمایا شمار کرو کہ کس قدر لوگ کلمہ ...لے پڑھنے والے ہیں ہم نے کہا اے رسول خدا کیا آپ کو ہم پر کچھ خوف ہے۔ حالاں کہ اس وقت ہم لوگ ...سو اور سات سو کے درمیان میں ہیں آپ نے فرمایا۔ تم کو خبر نہیں شاید کہ تم مبتلا ہو جاؤ۔ حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر ...ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم لوگوں میں سے کوئی شخص چھپ کر نماز پڑھتا تھا۔

...یسویں۔ اُن لوگوں کا ریاست پانا جن کو ریاست کا بالکل استحقاق ہی نہ تھا۔ یا بہ نسبت اور مستحقین خلافت ...جہ کے تھے اور خلیفہ بنا دیئے گئے۔ یہ مضمون حذیفہ کی اس حدیث میں گذرا کہ تم لوگوں کے برے اشخاص ...دنیا کے وارث ہو جائیں گے۔ امام بخاری وغیرہ نے بروایت ابوہریرہ نقل کیا ہے کہ ابوہریرہ کہتے تھے ایک روز ...ا صلے اللہ علیہ وسلم کسی مجلس میں لوگوں سے کچھ فرما رہے تھے۔ اسی اثنا میں ایک اعرابی آیا اور آپ سے پوچھا کہ قیامت ...ہوگی؟ آپ نے فرمایا جب امانت ضایع کر دی جائے تو قیامت کا انتظار کرو پھر اس اعرابی نے پوچھا امانت کیسے ضایع ہوگی؟ ...فرمایا جب امر حکومت نا اہل کی سپرد ہو تو تم قیامت کے آنے کا انتظار کرو۔ بغوی نے بروایت عبد اللہ بن دینار حضرت ...ابن عمر سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میری امت تکبر کی چال چلے۔ اور شاہان ...م کی اولاد ملکی فتوحات کے سبب غلام بن کر ان کی خدمت کریں تو اللہ تعالیٰ ان کے برے لوگوں کو ان کے اچھے لوگوں ...دے گا۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پائی گئی۔

...ئیسویں ارکان اسلام کے قائم رکھنے میں فتور عظیم واقع ہوا۔ ابن ماجہ نے بروایت عثمان بن خثیم کے قاسم بن عبد الرحمن ...اللہ بن مسعود سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے ان کے دادا حضرت عبد اللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ نبی ...علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد تمہارے کام ایسے لوگوں کے اختیار میں چلے جائیں گے جو سنت کی نور کو بجھا دیں گے اور بدعت پر ...ہا گے اور نمازوں کو ان کے وقتوں سے ہٹا کر کے پڑھیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر میں ان لوگوں کو پاؤں تو کیا

کریں آپ نے فرمایا اے ابن ام عبد تم مجھ سے پوچھتے ہو کہ کیا کروں۔ سنو جو خدا کی نافرمانی کرے اس کی اطاعت جا
نہیں۔ اور امام بخاری وغیرہ نے ثابت سے انہوں نے حضرت انس رضی سے روایت کی ہے اور یہ الفاظ بغوی کے ہیں
حضرت انس کہتے تھے میں تم میں اب وہ کوئی بات نہیں دیکھتا جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیکھ
سوا اس کے کہ تم لا الٰہ الا اللہ کہتے ہو ہم نے کہا اے ابو حمزہ نماز تو ہم پڑھا کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا ہاں نماز پڑھا کر
مگر یہ نماز بھی کس کام کی۔ جب آفتاب غروب ہونے لگا۔ تم اٹھے اور عصر کی نماز پڑھ لی۔ کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ
کی یہی نماز تھی۔ ہرگز نہیں۔ پھر انہوں نے کہا یاد رہے کہ میں عبادت کرنے والے کے لیئے تمہارے اس زمانہ سے
کوئی زمانہ نہیں دیکھتا۔ سوا اس زمانہ کے جو نبی کے ساتھ ہو۔ اس حالت پر تمہاری سستی اور زیادہ جائے تعجب
حضرت انس وغیرہ کی یہ حدیث اوپر گذری کہ جب ابوبکر اور عمر اور عثمان مر جائیں تو تمہارے لیئے ہلاکت ہے
ایک روایت میں اس قدر اور زیادہ ہے پس اگر تم سے ہو سکے تو تم مر جانا۔ اور واقعات تاریخ سے یہ امر بھی
معلوم ہو چکا ہے۔ کہ حضرت عثمان کے بعد کوئی خلیفہ بذات خود حج کو قائم نہ کر سکا۔ بلکہ خلفا حج قائم کرنے کے
نائب مقرر کرتے تھے بنفس خود اقامت حج میں معذور تھے۔ اور حضرت مرتضےٰ بھی اسی وجہ سے بذات خود
قائم نہ کر سکے۔ بلکہ بعض بعض سال اپنا نائب بھی نہ بھیج سکے۔ جیسا کہ مستدرک میں مذکور ہے۔ اور حضر
معاویہ بن ابی سفیان نے اپنی خلافت کے زمانہ میں ابان بن عثمان کو امیر حج کر دیا تھا۔ حا
خلفائے سابقین بذات خود حج کو قائم کرتے تھے۔ مگر کسی عذر سے نہ جا سکتے تو وہ دوسری با
ہے۔ اور حج کا قائم کرنا خلافت کا ضمیمہ تھا۔ بلکہ خلیفہ کی خصوصیات میں سے تھا۔ جس طرح تخ
پر بیٹھنا اور سر پر تاج رکھنا یا اگلے بادشاہوں کے محل میں رہنا۔ شاہان فارس قدیم میں با
کی علامات سے تھا۔

تئیسویں:۔ عبادات میں تشدد اور سختی اختیار کرنا اور رخصت شرعی کے ساتھ را
ہونا۔ مصابیح میں ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک دین سرتا پا آسانی
اور ہرگز کوئی شخص دین میں تشدد نہ کرے گا۔ مگر یہ کہ دین اس پر غالب آئے گا۔ اور وہ
اعمال کرنے سے عاجز ہو گا۔ لہذا تم سیدھے رہو۔ اور عمل کے قریب ہو جاؤ۔ اور بشارت
اور صبح و شام اور کچھ رات کی عبادت سے مدد چاہو۔ اور بغوی نے عمیر سے روایت
ہے۔ وہ کہتے تھے۔ میں جن صحابہ سے ملا ہوں وہ نشر سے زیادہ تھے۔ میں نے کسی
سیرت و عادت میں آسان اور امور دین میں کم تشدد کرنے والا اُن سے بڑھ کر نہ
ابراہیم نخعی کہتے ہیں۔ جب تم کو اسلام میں دو کام معلوم ہوں۔ اور ایک ان میں آ
اور دوسرا مشکل ہو۔ تو ان دو میں جو آسان ہو اُسے اختیار کرو۔ اور امام شعبی کہتے ہیں۔ جب
کام تم کو پیش آئیں تو ان میں سے جو آسان ہو اُسے اختیار کرو کیونکہ جو اُن دونوں
آسان ہے۔ وہی حق سے قریب تر ہے۔ اس لیئے کہ اللہ سبحانہ وتعالےٰ فرماتا ہے
بکم الیسر تا آخر۔ ترجمہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ دشواری نہیں چاہتا ان آثار سے

...ب اربعہ میں سے رخصت کے مسائل کو چن چن کر اختیار کر لینا بعد اس کے کہ نص قرآن و حدیث مشہور اور اجماع
...ور قیاس جلی اور حدیث صحیح اُن سے نہ روکے مستحسن ہے مگر فقہائے متاخرین کا اس میں اختلاف ہے۔ بلکہ
...نہا نے اس فعل کو فسق کی طرف منسوب کیا ہے۔

...و بلیسویں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو فتنے ذکر فرمائے۔ بغوی نے بروایت حذیفہ نقل کیا ہے وہ کہتے تھے
...نے خدمت نبوی میں عرض کیا کہ یارسول اللہؐ کیا خیر و برکت کے زمانہ کے بعد شر و فساد بھی ہوگا؟ جیسا کہ
...ے پہلے شر تھا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ پھر اُس سے بچاؤ کی صورت کیا ہے؟
...نے فرمایا تلوار۔ میں نے عرض کیا کیا تلوار کے بعد بھی کچھ فتنہ باقی رہ جائے گا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ امارت ہوگی
...ت کے ساتھ اور صلح ہوگی تیرگی کے ساتھ۔ حذیفہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا
...ی کی طرف راہ بتلانے والے پیدا ہوں گے۔ پس اس وقت اگر زمین پر اللہ تعالیٰ کا کوئی خلیفہ ہو گو وہ تم کو مارے اور
...ال چھین لے تم اُس کے ساتھ ہی رہنا۔ ورنہ بصورت نہ ہونے خلیفہ کے تم اس حال میں جان دینا کہ درخت کی جڑ
...ی سے پکڑے ہو۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ہم لوگ جاہلیت اور شر میں
...۔ پھر اللہ تعالیٰ اس خیر و برکت یعنی دین اسلام کو لایا تو کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہوگا
...ے عرض کیا کیا اس شر کے بعد بھی خیر ہوگی؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہوگی مگر تیرگی کے ساتھ۔ میں نے عرض کیا اُسکی
...کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو میری روش چھوڑ کر دوسری روش پر چلیں گے۔ تم اُنمیں
...و بد دونوں قسم کی باتیں دیکھو گے۔ میں نے عرض کیا کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں کچھ لوگ
...خ کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے لوگوں کو بلاتے ہوں گے۔ جس نے اُن کا کہنا مانا اُنہوں نے اُسے دوزخ
...ال دیا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ ہم سے اُن لوگوں کی پہچان بیان فرمادیں آپؐ نے
...لوگ ہمارے ہی ملک کے ہوں گے اور ہماری زبان میں گفتگو کریں گے۔ میں نے عرض کیا پھر آپؐ میرے لیے کیا حکم
...ہیں؟ اگر میں اُن کا زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور اُن کے امام کے ساتھ رہنا۔
...نے عرض کیا کہ اگر اُس وقت جماعت اور امام نہ ہوں تو کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا تو اُن تمام فرقوں سے علیحدہ رہنا
...چہ تم سب سے الگ رہ کر کسی درخت کی جڑ دانتوں سے مضبوط پکڑے ہو اور اسی حال میں تمہاری موت آجائے
...ہارے حق میں بہتر ہوگا۔ اور امام مسلم نے عتبہ بن غزوان سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس کے آخر میں
...ون ہے کہ کوئی نبوت ایسی نہیں ہوئی ہے کہ وہ رفتہ رفتہ سلطنت نہ بن گئی ہو۔ اور عنقریب تمہاری آزمائش
...۔ اور تم کو ہمارے بعد سرداروں کا تجربہ ہو جائے گا۔ اور ان دو فتنوں کی تفسیر سعید بن مسیب کے کلام سے واضح
...ہے۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ جب پہلا فتنہ پھیلا تو اُس میں حاضرین بدر سے کوئی باقی نہ رہا۔ پھر دوسرا فتنہ
...تو حاضرین حدیبیہ میں سے ایک بھی نہ رہا۔ اور میں گمان کرتا ہوں کہ اگر اب تیسرا فتنہ ہوا تو وہ کسی صاحب طباخ
...قی نہ رکھے گا۔ بغوی اس قول کی شرح میں کہتے ہیں کہ سعید بن مسیب نے پہلے فتنہ سے حضرت عثمانؓ کی شہادت
...لی اور دوسرے فتنہ سے واقعۂ حرہ جو یزید کے زمانہ میں ہوا ہے۔ اور لفظ طباخ کے معنی خیر و برکت و نفع کے ہیں
...بی محاورہ میں کہا جاتا ہے فلاں شخص کے لیے طباخ نہیں یعنی اُس کو عقل نہیں۔ پس فتنۂ اولیٰ کا زمانہ حضرت عثمانؓ کی

سے لے کر حضرت معاویہ بن ابوسفیان کی خلافت قائم ہونے تک کا ہے۔ اور فتنۂ ثانیہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی وفات سے شروع ہوا اور عبدالملک کی خلافت کے قرار پذیر ہونے تک رہا۔ پہلی روایت میں واقعہ ردت کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں پیش آیا۔ فتنہ میں شمار کیا ہے۔ اس اعتبار سے کہ اس فتنہ میں مسلمانوں پر شدت ہوئی اور جدال و قتال کے مصائب پیش آئے اور دوسری روایت میں ردت کو فتنہ نہیں شمار کیا کیونکہ یہ واقعہ مسلمانوں کے درمیان نہ تھا۔ بلکہ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان میں تھا۔ اور فتنہ وہی ہے جو مسلمانوں کے درمیان ہو۔

پچیسویں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نشو و نمائے ملت اسلامیہ کے لیے ایک صورت مقرر فرمائی تھی جو حضرت عثمانؓ تک متحقق ہوئی۔ پھر اس کے بعد آپؐ نے فتنہ سے ڈرایا۔ بغوی نے عروہ بن زبیر سے انہوں نے کرز بن علقمہ خزاعی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ایک اعرابی نے خدمت نبویؐ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا اسلام کی ترقی کی کوئی حد ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہے! عرب ہوں یا عجم جن گھر والوں کے لیے اللہ تعالیٰ بہتری چاہے گا اُن پر اسلام کو داخل کرے گا۔ اُس اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا پھر ابر کی مثل فتنے گھیر لیں گے۔ پھر اعرابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ایسا تو ہرگز نہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا، ایسا تو ضرور ہوگا قسم اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اساود صبار یعنی سانپ بن کر اور بے دین ہو کر ان فتنوں میں پڑو گے اساود اسود کی جمع یعنی سانپ اور صبا صابی کی جمع ہے۔ عرب کہتے ہیں صبا الرجل جب کوئی شخص ایک دین چھوڑ کر دوسرا اختیار کرے۔

چھبیسویں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنوں کی تعداد میں بیان فرمایا۔ بغوی نے عوف بن مالک اشجعی سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غزوۂ تبوک میں حاضر ہوا اس وقت آپؐ چمڑے کے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ نے فرمایا قیامت آنے سے پہلے چھ کاموں کا ہونا شمار کرو۔ میری وفات، پھر بیت المقدس کا فتح ہونا۔ پھر ایک مرگ عام تم میں شروع ہوگی جس طرح بکریوں میں پھیل جاتی ہے۔ اور سب کی سب مر جاتی ہیں۔ پھر مال کی کثرت۔ یہاں تک کہ ایک ایک آدمی سَو سَو دینار لے گا۔ پھر بھی وہ ناخوش ہی رہے گا۔ پھر وہ عام فتنہ کہ عرب کا کوئی گھر باقی نہ رہے گا جس میں وہ نہ داخل ہو۔ پھر تمہارے اور بنی اصفر یعنی روم کے درمیان صلح ہو جائے گی۔ پھر وہ عہد شکنی کریں گے۔ اور تم پر اسی علم لے کر چڑھائی کریں گے۔ اور ہر علم کے نیچے بارہ بارہ ہزار کی جماعت ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال فرمانے کے بعد بیت المقدس فتح ہوا۔ فتح بیت المقدس کے بعد طاعون عمواس پھیلا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں مال کی کثرت ہوئی۔ پھر اس کے بعد عالمگیر اور عام فتنہ ہوا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے سبب سے پیدا ہوا۔

ستائیسویں۔ بغوی نے بروایت جبیر بن نفیر مالک بن یخامر سے انہوں نے حضرت معاذ بن جبل سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیت المقدس کا آباد ہونا مدینہ کی ویرانی کا سبب ہوگا اور مدینہ کا ویران ہونا سخت لڑائی کو برپا کرے گا۔ اور اسی لڑائی سے قسطنطنیہ فتح ہوگی۔ اور قسطنطنیہ کی فتح کرنا

ے گا. پھر آپؐ نے جس سے یہ حدیث بیان فرمائی تھی یعنی حضرت معاذ کے دونوں رانوں یا شانہ پر ہاتھ مار کر
بالیقین حق ہے جس طرح تمہارا یہاں ہونا یا فرمایا تمہارا یہاں بیٹھا ہونا یقینی ہے۔ اس جگہ بیت المقدس سے مراد
ہے کیونکہ بیت المقدس ملک شام کے جملہ مقامات سے مقدم اور افضل ہے اور حضرت انبیائے بنی اسرائیل
سلام کی اور بنی اسرائیل کے بادشاہوں کی نشستگاہ اسی جگہ پر تھی. پس مقام افضل کو بول کر پوری ولایت
ئی۔ اور ملکِ شام کی آبادی اور ترقی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں جب کہ حضرت معاویہ بن
ن حضرتِ عثمان رضؓ کی طرف سے وہاں کے حاکم تھے ہوئی. اور مدینہ کی ویرانی حضرت عثمان رضؓ کی شہادت اور
مرتضےٰ کے مدینہ چھوڑ کر عراق جانے سے اور واقعات حرب جمل و صفین پیش آنے سے ہوئی۔ اور فتح قسطنطنیہ
معاویہ بن ابی سفیان کی امارت میں ظاہر ہوئی۔ اس مقام میں اس حدیث کے سننے سے دل میں سخت حیرت
ں ہے کہ دجال کا خروج فتح قسطنطنیہ کے بعد ہی بیان ہوا ہے. حالانکہ فتح قسطنطنیہ سے اب تک ہزار سال سے
نہ گزر گیا. مگر اب تک دجال کے خروج کی بُو بھی کسی دماغ میں نہ پہونچی۔ اور اسی طرح حضرت حذیفہ کی حدیث
یرت لاحق ہوتی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ وہ حدیث یہ ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تم لوگ اپنے
ل نہ کہنہ اور باہم شمشیر زنی نہ کرو۔ اس حدیث کے الفاظ بھی خبر دے رہے ہیں کہ واقعۂ قتلِ خلیفہ اور مسلمانوں
شمشیر زنی کرنا قیامت کی علامت ہے. حالانکہ ہزار سال سے زیادہ مدت گذر گئی اور اب تک قیامت آنے کا
ر ظاہر نہ ہوا۔ اور اسی طرح یہ حدیث بھی حیرت پیدا کرتی ہے. حضرتؐ نے فرمایا میں اور قیامت اس طرح ملا ہوا
ہوں جیسے یہ دو انگلیاں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں۔ اور اسی طرح یہ آیۂ کریمہ بھی حیرت پیدا کرتی ہے
رَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ ترجمہ، قریب آگئی قیامت اور پھٹ گیا چاند۔ علاوہ اس کے اور بھی
آیات اور احادیث اس بارے میں آئی ہیں جن سے قرب قیامت کا پتہ چلتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے
ل کا نکلنا اور قیامت کا آنا یا ہر وہ فتنہ جو مذکور ہوا ہے۔ اس کو قیامت کے ساتھ ایک قسم کا ربط اور تعلق
سا کہ کسی درخت کا لگانا اور اُس کا پھلنا ان دونوں میں باہم ربط ہے۔ یعنی درخت لگانے کی غایت و غرض
کہ وہ پھلے۔ گویا کہ اس حرکت یعنی آمدِ قیامت کی ابتدا یہ فتنہ ہے اور اس حرکت کی غایت دجال کا نکلنا
مت کا آنا ہے. اسی لیے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا. باوجودیکہ حضرت نوح علیہ السلام
نہ کو دجال سے بُعد تھا. اس کو اس مثال میں سمجھ لو کہ جب کوئی شخص ایک درخت لگاتا ہے تو کہتا ہے، کہ
خت کے لگانے کا نتیجہ اس کا پھلنا ہے۔ اور وہ شخص جو کچھ کوشش اور محنت کرتا ہے اور اس درخت کو
با ہے ان سب کی غرض اس درخت کا پھلنا ہوتا ہے. غرض سلسلہ اس گفتگو یعنی ذکر فتن کا اُسی وقت
گا جب دجال نکل آئے گا. یہاں ایک دقیق راز ہے جو بدون تمہید چند مقدمات کے بیان نہیں ہو سکتا
مقام ان مقدمات کے ذکر کرنے کا نہیں ہے۔

ٹھائیسویں حضرت ابو عبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل کی حدیث، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
یا کہ یہ امرِ اسلام نبوت و رحمت کے ساتھ شروع ہوا پھر خلافت اور رحمت ہونے والا ہے. پھر کاٹنے والی
ت ہونے والا ہے. پھر سرکشی اور جبر اور امت کے اندر باعثِ فساد ہو جائے گا. لوگ ریشمی لباس

اور شراہیں اور شرمگاہیں اور امت میں فساد کرنا حلال سمجھ لیں گے۔ اور باوجود ان کاموں کے ان کو مدد دیجا
اور ہمیشہ رزق پاتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے مل جائیں۔

اکتیسویں ابن ماجہ نے بروایت زید بن وہب عبدالرحمٰن بن عبد رب الکعبہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے
کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کے پاس پہونچا اور وہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے اور اُن کے
لوگ جمع تھے۔ میں نے اُن سے سُنا کہ وہ کہتے تھے ایک مرتبہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ کسی
میں تھے۔ اثنائے سفر میں آپ کسی مقام میں فروکش ہوئے۔ ہم لوگوں میں بعض اپنا خیمہ لگا رہے تھے اور بعض
کی مشق کر رہے تھے اور بعض اپنے اسباب کے پاس تھے۔ کہ اتنے میں حضرتؐ کے منادی نے ندا کی کہ الصلوٰۃ
یہ سنتے ہی ہم سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔ پھر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور
مجھ سے پہلے کوئی نبی ایسا نہیں ہوا مگر یہ کہ اُس پر یہ واجب تھا کہ جو نیک بات وہ جانتا ہے اپنی اُمت
تعلیم کرے اور جس کو بُرا سمجھتا ہے اس سے اُن کو ڈرائے۔ لہٰذا مجھ پر بھی ایسا کرنا ضروری ہے۔ پس آگاہ
کہ تمہاری یہ اُمت ایسی ہے کہ اُس کے اول حصہ میں عافیت ہے اور اُس کے اخیر کے لوگوں پر بلائیں
ایسے امور پیش آئیں گے کہ جن کو تم ناپسند کرو گے۔ پھر فتنے آئیں گے۔ ایک سے ایک بڑھا ہوا کہ ایک
دوسرے فتنہ کو لوگوں کی نظر میں بے حقیقت کر دے گا۔ جب ایک فتنہ آئے گا تو مؤمن کہے گا کہ یہ فتنہ تو مجھ کو ہلا
کرنے والا ہے۔ پھر وہ فتنہ دفع ہو گا تو اُس کے بعد دوسرا فتنہ آئے گا اُسے بھی دیکھ کر مؤمن کہے گا کہ یہ ضرور
ہلاک کرنے والا ہے۔ پھر وہ بھی دفع ہو جائے گا۔ پس اے لوگو تم میں سے جس کو یہ اچھا معلوم ہوتا ہو کہ ایسے
میں وہ دوزخ سے دور ہو کر جنت میں داخل ہو تو اُسے لازم ہے کہ ایسی حالت پر مرے کہ اللہ تعالیٰ پر اور
پر ایمان رکھتا ہو۔ اور چاہیئے کہ لوگوں سے وہ معاملہ کرے جو دوسروں سے اپنے لیے چاہتا ہو۔ اور جس
خلیفہ کی بیعت کی یعنی اُس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا اور اپنے دل سے اُس کو مان لیا تو اُسے لازم
تا امکان خود اس کی اطاعت کرے۔ پھر اگر دوسرا شخص آکر اُس خلیفہ سے منازعت کرنا چاہے تو تم ا
اُس کی گردن مارو۔ عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ پھر میں نے مجمع میں سر داخل کر کے حضرت عبداللہ بن عمرو
کہ میں آپ کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی۔
اُنہوں نے اپنے ہاتھ سے اپنے دونوں کانوں کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میرے ان دونوں
نے سُنا، اور میرے دل نے یاد رکھا۔

بتیسویں بغوی نے بروایت قیس بن ابی حازم مرداس اسلمی سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت سے پہلے پہلے نیک لوگ یکے بعد دیگرے اس دنیا سے چلے جائیں
اور ہیسا کہ جو یا کھجور ناقص ہوتی ہے ایسے ہی ناقص لوگ باقی رہ جائیں گے۔ ان لوگوں کی اللہ تعالیٰ
نہ کرے گا۔ اور نہ خدا کے نزدیک ان کی قدر ہو گی۔ اس حدیث کی تفسیر سعید بن مسیب کے قول سے اوپر گزر
اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی ایسی چیزوں کو بیان فرمایا ہے جو کتب احادیث کے
فتن اور باب تغیر الناس اور متفرق مقامات میں مل سکتی ہیں۔ لیکن ہم نے اس جگہ اسی قدر پر کفایہ

موافق مثل مشہور "ایک چلو سے تمام حوض کا حال معلوم ہو جاتا ہے - اور ایک مٹھی غلہ پر سے کھلیان کی حالت
ہے"۔ یہ مثل اردو فارسی میں "مشتے نمونہ از خروارے" کے فقرہ سے مشہور رہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
زمانہ ظہور شر و فساد کے بعضے احکام و مصالح جو اس وقت کے مناسب ہیں۔ جداگانہ بیان فرما دیئے۔ اور
احادیث میں ارشاد فرمایا کہ جب ایسا ایسا زمانہ ظاہر ہو تو تم کو چاہیے کہ اس طرح کام کرو اور اس طرح
کرو۔ منجملہ اُن احکام زمانہ فتنہ و فساد کے پہلا حکم یہ کہ جب تم پر کوئی شخص غیر مستحق خلافت مسلط ہو جائے
احکام میں جو شرع کے موافق ہوں تم پر اُس کی اطاعت واجب ہے۔ مخالف احکام شرع کی اطاعت
نہیں۔ دوسرا حکم یہ کہ اس سے بغاوت نہ کی جائے اور نہ اس سے جنگ کی جائے ہاں اگر اُس سے
صریح ظاہر ہو تو اس حالت میں بغاوت اور لڑائی درست ہے۔ یہ مضمون متواتر بالمعنیٰ ہے۔ چنانچہ بروایت
نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ اپنے حاکم کا حکم سنو اور اسکی اطاعت کرو اگرچہ وہ
حبشی غلام ہو اور اگر اسکا سر مثل کشمش کے چھوٹا اور حقیر ہو۔ اور بروایت ام حصین منقول ہے وہ کہتی تھیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
آپ حجۃ الوداع میں خطبہ دے رہے تھے اس میں آپ نے فرمایا اگرچہ تمہارا غلام تمہارا حاکم کر دیا جائے اور وہ تم پر کتاب اللہ کے ساتھ حکومت کرے
اس کا حکم سنو اور اطاعت کرو۔ اور بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا حاکم وقت کا حکم سننا
اطاعت کرنا ہر مرد پر واجب ہے چاہیے وہ پسند کرے یا ناپسند تاوقتیکہ اس کو خدا کی نافرمانی کے ساتھ حکم نہ کیا جائے اور جب خدا کی نافرمانی کے ساتھ
حکم کیا جائے تو اس صورت میں نہ حکم سننا واجب ہے اور نہ اطاعت! اور بروایت حضرت علیؓ منقول ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے
خدا کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت واجب نہیں۔ اطاعت تو انہیں امور میں ہے جو مشروع ہیں۔ اور بروایت نواس بن سمعان منقول ہے وہ
کہتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خالق کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں۔ اور بروایت عبادہ بن صامت منقول ہے
وہ کہتے تھے کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ہم سے بیعت لی تو منجملہ اُن باتوں کے جس کا آپ نے ہم سے عہد لیا تھا ایک بات یہ
تھی کہ آپ نے ہم سے اس شرط پر بیعت لی کہ ہم اپنی خوشی اور ناخوشی میں سختی اور آسانی میں، اور اپنے اوپر دوسرے کو ترجیح دیئے جانے میں آپکا حکم
سنیں اور آپکی اطاعت کرینگے اور یہ کہ کسی اہل حکومت سے اسکی حکومت کے متعلق ہم منازعت کریں گے پھر فرمایا مگر یہ کہ تم اُس سے ظاہر دیکھ لو اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف
سے دلیل ہو۔ اور بروایت ام سلمہ منقول ہے۔ وہ کہتی تھیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر ایسے
حاکم ہوں گے کہ تم اُن سے بعض امور پسند کرو گے اور بعض ناپسند کرو گے۔ پس جس نے ان کاموں
کو برا کہہ دیا وہ بری الذمہ ہو گیا۔ اور جس نے برملا برا نہ کہا مگر دل سے برا جانا وہ بھی سلامت رہا۔ مگر جو ان
باتوں سے راضی ہوا اور اُن کی پیروی کی، وہ ہلاک ہوا۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کیا ایسی صورت میں ہم ایسے سرداروں کو قتل نہ کر دیں؟ آپ نے فرمایا نہیں جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں۔
(آپ نے دو مرتبہ فرمایا۔ اُن کا قتل کرنا درست نہیں) اور بروایت حارث اشعری منقول ہے کہ نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو پانچ باتوں کا حکم دیا کہ وہ خود اُن پر
عمل کریں۔ اور بنی اسرائیل کو بھی کرنے کا حکم دیں۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام سے تعمیلِ حکمِ الٰہی میں کچھ تاخیر ہونے لگی،
تو ان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم کو پانچ باتوں کا حکم ہوا ہے۔ کہ خود اُن پر عمل کرو اور بنی اسرائیل
کو بھی اُن پر عمل کرنے کا حکم دو۔ یا تو تم اُن باتوں کو بنی اسرائیل تک پہونچا دو: یا میں اُن تک پہونچا دوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے جواب دیا، اے بھائی میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان احکام کے پہونچانے میں تم مجھ پر
کرو گے تو مجھ پر آسمان سے کوئی عذاب نازل ہوگا یا میں زمین میں دھنس جاؤں گا۔ لہٰذا ان احکام کی
میں خود کروں گا۔ پھر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں بنی اسرائیل کو جمع کیا، یہاں تک کہ مسجد
اور وُہ لوگ بلند مقام پر بیٹھے تاکہ سب حضرت یحییٰ علیہ السلام کو دیکھیں اور اُن کا کلام سنیں۔ پھر حضر
علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور فرمایا کہ اللہ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم دیا ہے کہ تم لوگ اُن پر عمل
اُن میں پہلی بات یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اس کی مثال ایسی
جیسے کسی شخص نے اپنے خاص مال چاندی یا سونے سے ایک غلام خرید کیا، اور اس سے کہہ دیا کہ یہ میرا گھر
اور یہ میرا منصبی کام ہے۔ اس کی اُجرت مجھے ملتی ہے۔ اب تو یہ کام کیا کرنا۔ اور کام کی اُجرت مجھے دیا کر
کام کرنے لگا مگر اپنے کام کی اُجرت اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور کو دے دیتا ہے۔ بس بتاؤ تم میں سے کس
اچھا معلوم ہوگا، کہ اس کا غلام ایسا نافرمان ہو۔ اور بیشک اللہ عزوجل نے تم کو پیدا کیا اور تم کو رزق دیا
تم کو چاہیے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور میں تمہیں نماز قائم
حکم کرتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی توجہ اپنے بندہ کی طرف رکھتا ہے جب تک کہ وہ بندہ دوسری طرف التفا
کرے۔ پس جب تم نماز پڑھا کرو تو کسی طرف التفات نہ کیا کرو۔ اور میں تم کو روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہوں
روزہ دار کی مثال ایسی ہے کہ ایک شخص کسی جماعت میں ہو اور اُس کے پاس مشک کی ایک تھیلی ہو
یہی چاہتا ہے کہ مشک کی خوشبو سونگھے اسی طرح روزہ دار کے روزہ کی خوشبو حق تعالیٰ اور ملائکہ کو مرغوب
اور میں تم کو زکوٰۃ دینے کا حکم کرتا ہوں کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کہ شخص کو اس کے دشمنوں نے قی
اور اُس کے ہاتھ اُس کی گردن سے ملا کر باندھ دیئے اور گردن مارنے کے لیے آگے بڑھا دیا۔ پھر اُس نے
دشمنوں سے کہا کیا تم مجھ سے میری جان کا فدیہ لوگے اور میری جان چھوڑ دو گے؟ دشمنوں نے اُسے منظور
پھر اُس نے اپنی جان کا فدیہ دے دیا اور قتل سے بچ گیا۔ اسی طرح زکوٰۃ عذاب الٰہی کا فدیہ ہے۔ اور
حکم کرتا ہوں کہ اللہ کا ذکر بہت کیا کرو۔ کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص کا اُس کے
تعاقب کیا اور اُس کے پیچھے دوڑا۔ پھر وہ شخص ایک مضبوط قلعہ کے اندر داخل ہوگیا اور اُس میں محفو
کیونکہ بندہ کے لیے شیطان کے شر سے محفوظ ہونے کا سب سے عمدہ طریقہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذک
راوی کا بیان ہے کہ یہاں تک بیان فرما کر پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں بھی تم کو پانچ
جن کا حکم مجھے میرے خدا نے دیا ہے، حکم دیتا ہوں۔ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا اور اپنے حاک
سننا۔ اور اس کی اطاعت کرنا۔ اور راہِ خدا میں ہجرت کرنا، اور فی سبیل اللہ جہاد کرنا اور جو شخص بقدر ایک
بھی جماعت سے جدا ہوا تو اُس نے اپنی گردن سے اسلام کی رسی نکال ڈالی۔ مگر یہ کہ وہ پھر جماعت
رجوع کرے۔ اور بروایت ابوہریرہ منقول ہے وہ کہتے تھے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
آپ فرماتے تھے جو شخص جماعت سے جدا ہوا اور جماعت سے نکل گیا پھر مرگیا تو وہ جاہلیت کی مو
سے مرا۔ اور جو شخص میری امت پر تلوار لے کر نکلا اور نیک و بد ہر طرح کے لوگوں کو قتل کرنے لگا، ا

ں مومن کے قتل سے اس کے ایمان کو ملحوظ رکھتے ہوئے پرہیز کرتا ہے اور نہ کسی ذمی کے قتل سے اُس کے
د دھیان میں رکھ کر، تو وہ شخص میری اُمت سے نہیں ہے۔
اور بروایت حضرت عبداللہ بن مسعود منقول ہے وہ کہتے تھے کہ ہم سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
یا تم لوگ عنقریب میرے بعد اپنے سرداروں سے اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح پاتے ہوئے دیکھو گے۔
یسے امور کو دیکھو گے کہ تم اُن سے انکار کرو گے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسے وقت میں
ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، تم اُن کو اُن کے حقوق دے دینا اور اپنے حق کو خدا سے طلب کرنا
اور بروایت وائل بن حجر منقول ہے وہ کہتے تھے کہ سلمہ بن یزید جعفی نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم
لیا اور یہ کہا کہ یا نبی اللہ ارشاد فرمایئے کہ اگر ہمارے اوپر ایسے سردار ہو جائیں جو اپنے حق تو ہم سے
ب کریں اور ہمارے حق سے ہم کو روکیں تو اس صورت میں ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا تم اُن کا حکم
در اُن کی اطاعت کرو۔ کیونکہ اُن پر وہ بار ہے جو اُن پر رکھا گیا ہے۔ اور تم پر وہ بار ہے جو تم پر رکھا گیا
ان تمام حدیثوں کو بغوی نے روایت کیا ہے۔
تیسرا حکم جب کسی شخص کے لیے بیعت منعقد ہو گئی اور اُس کا تسلط جم گیا، اب اگر دوسرا شخص اُس پر
ج کرے اور اُس سے لڑے تو اُس کو قتل کر دینا چاہیے۔ وہ خروج کرنے والا خواہ پہلے شخص سے
ل ہو یا اُس کے برابر ہو یا اُس سے مفضول ہو، بہر حال بعد انعقادِ بیعت سب مسلمانوں کو اُس
کا دفع کرنا واجب ہو گا۔
بغوی نے عرفجہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے تھے۔
ں نے میری امت پر اس حال میں خروج کیا کہ وہ متفق ہوں اور وہ خروج کرنے والا اُن کی درمیان
ی پیدا کرنا چاہتا ہے تو تم سب لوگ اُسے قتل کر ڈالو چاہے کوئی ہو۔ اور بغوی نے بروایت ابو سعید
عید خُدری سے نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب دو خلیفاؤں
بیعت کی جائے تو جو اُن میں پچھلا ہے اُسے قتل کر ڈالو۔ اور بغوی نے بروایت ابو حازم حضرت ابوہریرہ
انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا بنی اسرائیل میں تو یہ طریقہ تھا
اُن کے انبیاء اُن کے سردار ہوا کرتے تھے۔ اور جب کوئی نبی ہلاک ہوتا تو اُس کی جگہ دوسرا نبی سردار ہو جاتا
میرے بعد کوئی نبی نہ ہو گا۔ اور عنقریب میرے بعد خلیفہ ہوں گے، اور بکثرت ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا
پھر آپ ہمیں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا سب سے پہلے جو خلیفہ بنا ہو اس کی بیعت پوری کرو
ں تم اپنے حکام کا حق ادا کرتے رہو۔ یہ خیال نہ کرو کہ وہ تمہارا حق ادا نہیں کرتے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ خود
سے اُن لوگوں کے حق کی باز پرس کرے گا جن پر اُسے حاکم بنایا تھا۔
اور ابن ماجہ نے بروایت عبداللہ بن عمرو بن عاص ایک طویل قصہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا، جس نے کسی خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی، اور دل سے اُس کو مان لیا،
چاہیئے کہ تا امکان خود اُس کی اطاعت کرے۔ پھر اگر کوئی دوسرا شخص اُس خلیفہ سے جھگڑنے کے لئے آئے

تو تم لوگ اس دوسرے کی گردن مارو۔

چوتھا حکم۔ جب فتنہ کے زمانہ میں خلفا نماز ادا کرنے میں تاخیر کریں تو کیا کرنا چاہیے؟ امام مسلم نے حضرت ابوذر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ا[illegible] تم اُس وقت کیا کرو گے جب تمہارے اوپر ایسے سردار ہوں گے جو نمازیں خراب کریں گے اور اُن کا وقت سے تاخیر کرکے ادا کریں گے؟ میں نے عرض کیا آپؐ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا نماز اپنے وقت پر پڑھ لیا کرنا۔ بعد اُس کے اگر تم کو نماز اُن کے ساتھ مل جائے تو پھر پڑھ لیا کرنا۔ کیو[نکہ] تمہارے لیے نفل ہو گی۔

پانچواں حکم جب زمانہ فتنہ کے سردار زکوٰۃ وصول کرنے میں تعدی کریں تو اس کی کیا تدبیر ہے؟ ابو[داؤد نے] جابر بن عتیک سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب تمہارے [پاس] زکوٰۃ تحصیل کرنے کے لیے کچھ سوار آئیں گے کہ جن کو لوگ بُرا جانیں گے۔ پس جب وہ تمہارے پاس آئی[ں] تم اُن کی اور اس مال کے درمیان میں جو وہ طلب کرتے ہیں حائل نہ ہو۔ پھر اگر وہ انصاف کریں گے تو [وہ] جانوں کے لیے، اور اگر ظلم کریں گے تو اس کا وبال ان کی گردنوں پر ہوگا۔ اور اُن کو راضی رکھو۔ کیونکہ تمہ[اری] زکوٰۃ اُسی وقت پوری ہو گی جب وہ لوگ تم سے راضی رہیں۔ اور چاہیے کہ وہ تم سے ایسے راضی رہیں [کہ] تمہارے لیے دعا کریں۔ اور ابوداؤد نے جریر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ کچھ ا[عرابی] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ زکوٰۃ لینے والے ہما[رے] پاس آتے ہیں اور ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم اپنے زکوٰۃ لینے والوں کو راضی رکھو۔ پھر اُن لو[گوں نے] عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ وہ تو ہم پر ظلم کرتے ہیں۔ آپؐ نے پھر وہی فرمایا کہ اپنے زکوٰۃ لینے والوں کو را[ضی رکھو] اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے۔

چھٹا حکم زمانۂ اول میں عبادت کے لیے خلوت اختیار کرنا منع تھا اور فتنہ کے زمانہ میں محبوب ا[مر] ہو گیا۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ و[سلم] میں سے ایک شخص کسی گھاٹی میں میٹھے پانی کے ایک چشمہ پر گذرے وہ چشمہ اُن کو مرغوب ہوا۔ اُنہوں نے دل میں کہا کہ اگر میں لوگوں سے علیحدہ ہو کر اس گھاٹی میں رہوں تو عبادت الٰہی خوب ہو۔ چنانچہ انھو[ں نے] رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت صلعم نے فرمایا ایسا نہ کرنا۔ کیونکہ تم میں سے کسی ا[یک کا] راہ خدا میں قائم ہونا اپنے گھر میں ستّر برس نماز پڑھنے سے افضل ہے۔ کیا تم اس بات کو دوست نہیں [رکھتے] کہ خدا تم کو بخش دے۔ اور تم کو جنت میں لے جائے؟ راہ خدا میں جہاد کرو کیونکہ جس شخص نے بقدر فواق راہ خدا میں جہاد کیا اُس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔

اور امام احمد نے ابوامامہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرا[ہ ایک] سریّہ میں جہاد کرنے نکلے ہمارے ہمراہیوں میں سے ایک شخص غار میں گیا کہ وہاں کچھ پانی تھا۔ اور کچھ سبز[ہ] وہ مقام دیکھ کر اس شخص کے دل میں آیا کہ اُس غار میں اقامت پذیر ہو اور دُنیا سے علیحدہ رہے اور [...]

ـوت کرے یہ سوچ کر اُس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس غار میں رہنے کی اجازت چاہی، تو
ل خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ تو یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ اور میں یہودیت یا نصرانیت کے ساتھ
ـث نہیں ہوا بلکہ میں شریعت ابراہیمی (جو آسان اور سہل ہے) کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں قسم اُس ذات
لہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان اُس کے ہاتھ میں ہے کہ خدا کی راہ میں بہ نیت جہاد تھوڑا سا بھی سفر کرنا
و ما فیہا سے بہتر ہے۔ اور بے شک تم میں سے کسی ایک کا صف مجاہدین میں خدا کی راہ میں قیام کرنا ساٹھ
ں سے بہتر ہے "ان حدیثوں سے اول زمانہ میں عبادت کے لیے خلوت اختیار کرنے کی ممانعت
ـبت ہوتی ہے۔ اور زمانۂ فتنہ میں خلوت کا بہتر ہونا احادیث ذیل سے مفہوم ہوتا ہے"۔

بغوی نے حضرت ابو سعید خُدری سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
یا، قریب ہے کہ مسلمان کا بہتر مال بکریاں ہوں گی جن کو وہ لے کر پہاڑوں کی چوٹیوں اور گھاٹیوں
ں رہے اور اپنے دین کو بچا کر فتنوں سے بھاگ جائے۔ اور بغوی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت
، ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عنقریب ایسا فتنہ ہو گا کہ اُس میں چلنے والا
ـڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا اور اس میں کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا۔ اور اُس میں چلنے
ا اُس میں دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔ جو اس فتنہ کے قریب گیا وہ فتنہ اُس کو لے گا پس جو شخص
ـئی پناہ یا بچاؤ کی جگہ پائے تو اُسے چاہیے کہ وہیں پناہ گزین ہو جائے۔

ساتواں حکم۔ جس شخص نے حضرت کے دستِ مبارک پر ہجرت کرنے پر اور مدینہ میں رہنے پر
ـت کی ہو اُس کو اِس زمانۂ فتنہ میں مدینہ چھوڑ کر بادیہ نشینی اختیار کرنا جائز ہو گی۔

نسائی نے سلمہ بن اکوع سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میرے پاس حجاج بن یوسف ثقفی آیا
ں نے مجھ سے کہا اے ابن اکوع تم اپنے پچھلے پیروں لوٹ گئے یعنی دار الہجرت سے بھاگ گئے۔ اور
ـ جملہ کہا جس کے معنی یہ ہیں کہ تم بادیہ نشین ہو گئے۔ میں نے کہا نہیں میں پچھلے پیروں نہیں لوٹا۔
ـہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بادیہ نشینی کی اجازت دی تھی۔

آٹھواں حکم۔ پہلے زمانہ میں امر معروف اور نہی منکر منجملہ واجبات اسلام کے تھا اور فتنہ کے زمانہ
ں وجوب جاتا رہا۔ ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ وہ
ـتے تھے کہ اے لوگو تم یہ آیت پڑھتے ہو یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ الخ ترجمہ اے ایمان والو
پر اپنے نفسوں کی ہدایت لازم ہے۔ تم کو کچھ نقصان نہ پہونچا سکے گا جو گمراہ ہوا در صورتے کہ تم ہدایت پر ہو
ں کا یہ مطلب نہ سمجھنا کہ امر معروف و نہی منکر کی کچھ ضرورت نہیں۔ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے
ـسنا ہے کہ آپ فرماتے تھے جب لوگ کوئی بُرا کام ہوتا دیکھیں پھر اُسے نہ بدل دیں تو قریب ہے کہ اُس بُرے
م کے عذاب میں بُروں کے ساتھ اُن کو بھی اللہ تعالیٰ شامل کر لے گا۔ اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابو ثعلبہ
ـنی سے اللہ تعالیٰ کے اس قول عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ لَا یَضُرُّکُمْ الخ کی تفسیر میں روایت کیا ہے وہ کہتے تھے
ـگاہ رہو کہ میں نے اس آیت کا مطلب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ مطلب نہیں ہے

کہ امر معروف و نہی منکر نہ کرو۔ بلکہ امر معروف اور نہی منکر کرتے رہو۔ یہاں تک کہ جب تم دیکھو
بخل پسندیدہ ہوا اور خواہش نفسانی کی پیروی ہونے لگی اور دنیا کو دین پر ترجیح دی جانے لگے۔ ا
ہر اہل رائے اپنی رائے کو پسند کرنے لگے اور تم کسی امر کو دیکھو کہ تم کو اُس سے چارہ نہیں
اس حالت میں اپنے نفس کی ہدایت لازم پکڑو۔ اور عوام کو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ کیونکہ تمہارے
صبر کرنے کے دن آنے والے ہیں۔ جس نے اُن دنوں میں صبر کیا یعنی دین پر قائم رہا تو یہ "دین
قائم رہنا اتنا دشوار ہوگا، جیسے انگاروں کا مٹھی میں لینا۔ لہذا اُن دنوں میں شریعت کے احکام پر عمل
کرنے والے کو پچاس آدمیوں کے عمل کا ثواب ملے گا۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اس وقت
پچاس آدمیوں کا ثواب ملے گا۔ آپؐ نے فرمایا نہیں! بلکہ تمہارے زمانے کے پچاس آدمیوں کا۔ اور
حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے روایت کی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا کیا حال
جب کہ تم ناکارہ لوگوں کے درمیان میں رہ جاؤ گے۔ جن کے عہد و پیمان اور جن کی امانتیں برباد ہوگئی
اور وہ باہم مختلف ہوں گے۔ اور اس طرح ایک دوسرے سے لڑیں گے۔ یہ کہہ کر آپؐ نے اپنی انگلیا
ایک دوسرے میں داخل کیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو نے عرض کیا پھر آپؐ مجھے کیا حکم فرماتے ہیں؟ آ
فرمایا مشروع باتوں کو اپنے اوپر لازم کر لو اور غیر مشروع کو چھوڑ دو۔ اور تم خاص اپنے ہی نفس کا خیال رکھو
اور عوام کو چھوڑ دو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس وقت تم اپنے گھر میں بیٹھ رہو۔ اور اپنی زبان
رکھو۔ اور جس بات کو اچھا جانو اسے اختیار کرو اور جسے بُرا سمجھو اُسے چھوڑ دو۔ اور خاص اپنے ہی نفس
خیال رکھو۔ عوام کو چھوڑ دو۔

نواں حکم۔ جب قریش ملک و سلطنت پر آپس میں لڑیں تو اس وقت مال غنیمت سے حصہ نہ
چاہیے۔ ابوداؤد نے بروایت ذوالزوائد جو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے نقل کیا ہے وہ کہتے
کہ میں نے حجۃ الوداع میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپؐ نے لوگوں کو نیک کاموں کا حکم
اور بُرے کاموں سے منع کیا۔ پھر فرمایا کیا میں نے تم کو خدا کے احکام پہونچا دیئے؟ سب نے جواب دیا کہ ہاں
ہاں۔ آپؐ نے پہونچا دیئے۔ پھر آپؐ نے فرمایا جب قریش ملک پر باہم ایک دوسرے سے جنگ وجدل
شروع کر دیں اور عطا یعنی حصۂ مال غنیمت یا وظیفہ از خود ملے یا بذریعۂ رشوت ملے تو تم اس کو نہ لینا

دسواں حکم اوّل زمانہ میں خلفاء کی صحبت ایک بڑی سعادت تھی۔ اور فتنہ کے زمانہ میں بادشاہوں
کی صحبت سے پرہیز کرنا لازم ہے۔ مشکوٰۃ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے
فرماتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں میری امت کو اُن کے بادشاہوں
ہاتھوں سے بہت کچھ تکلیفیں پہونچیں گی۔ اُن سے وہی شخص نجات پائے گا جس نے خدا کے دین کو پہچانا
پھر دین کے لیے اپنی زبان سے اور اپنے ہاتھ سے اور اپنے دل سے جہاد کیا۔ پس یہی شخص ہے جو نیکیوں
سابق القدم ہے۔ اور وہ شخص نجات پائے گا جس نے اللہ تعالیٰ کے دین کو پہچان لیا۔ اور اس کی سچائی
کی۔ یعنی زبان سے امر معروف و نہی منکر کرتا رہا۔ اور وہ شخص ہی نجات پائے گا جس نے اللہ تعالیٰ کا دین

ر اُس پر سکوت کیا یعنی امر معروف و نہی منکر زبان سے نہ کیا لیکن اگر اُس نے کسی کو دیکھا کہ عمل خیر
کرتا ہے۔ تو اُس نے اُس کو دوست رکھا۔ اور اگر کسی کو عمل باطل کرتے دیکھا اُسے جی سے بُرا جانا تو یہ شخص
وجود امر معروف و نہی منکر کے پوشیدہ رکھنے کے نجات پائے گا۔

گیارھواں علم۔ پہلے زمانہ میں خلیفہ کے قول پر عمل کرنا شرعی دلیل تھا اور فتنہ کے زمانہ میں یہ بات
رہی۔ یعنی قولِ خلیفہ دلیل شرعی نہ رہا۔ امام مسلم نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے وہ کہتے تھے،
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے پہلے اللہ تعہ نے کوئی نبی اُس کی اُمت میں ایسا نہیں بھیجا جس
کے لیے اُس امت میں سے حواری اور اصحاب نہ ہوں اور وہ اُس کی سنت پر عمل نہ کرتے ہوں۔ اور اس نبی
کی اقتدا نہ کرتے ہوں۔ پھر اُن کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے کہ جو دوسروں سے کہتے ہیں وہ خود نہیں کرتے
ور ایسے کام کرتے ہیں جن کا حکم شریعت سے اُن کو نہیں دیا گیا ان لوگوں کے ساتھ جو شخص اپنے ہاتھ سے
جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو اُن کے ساتھ اپنی زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اور جو اُن کے ساتھ
نے دل سے جہاد کرے وہ بھی مؤمن ہے۔ اور اس درجہ کے بعد پھر کسی میں رائی کے برابر بھی ایمان نہیں ہے
مشکوٰۃ میں حضرت ابن مسعود سے مروی ہے وہ کہتے تھے جو شخص سنت پر عمل کرنا چاہے تو وہ اُن اصحاب
کی کے طریقہ پر چلے جو دنیا سے جا چکے کیونکہ جو لوگ زندہ ہیں اُن کے فتنہ سے محفوظ رہنے کا اطمینان نہیں ہے
لوگ جو دنیا سے جا چکے حقیقی طور پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب تھے۔ اس امت میں سب سے افضل تھے
ور سب سے زیادہ نیک دل تھے۔ اور اُن کا علم سب سے وسیع تھا۔ اور اُن میں تکلف بہت کم تھا۔ اللہ تعہ نے
ان کو اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لیے اور اُن کے دین کے قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا تھا۔
لہذا تم لوگ ان کی فضیلت کو جان لو اور ان کی پیروی کرو اور اپنی طاقت کے بقدر اُن کے اخلاق اور عادات
سے تمسک کرو کیونکہ یہ لوگ راہِ مستقیم پر تھے۔ اس حدیث کو رزین نے روایت کیا ہے۔

ابن ماجہ نے عرباض بن ساریہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ ایک دن ہم لوگوں میں رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور ہم کو بڑی نصیحت کی کہ جس سے ہمارے دل ڈر گئے اور ہماری
آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے ہم کو رخصت ہونے والی کی سی
نصیحت فرمائی ہے اب آپ ہم کو کچھ حکم بھی فرمائیے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو اللہ تعہ سے ڈرنے کو اور اپنے حاکم کا
حکم سننے کو لازم سمجھو۔ اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ اور عنقریب تم میرے بعد سخت اختلاف دیکھو گے پس تم
میری سُنت کو اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو اپنے ذمہ لازم سمجھنا۔ اور اُس کو دانتوں سے پکڑنا
اور نئی باتوں سے دُور رہنا۔ کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور دارمی نے اعمش سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا تم لوگ
نئی نئی باتیں نکالو گے اور تم کو نئی نئی باتیں پیش آئیں گی پس جب تم نئی بات دیکھنا تو پرانے طریقہ کو اپنے
اوپر لازم سمجھنا۔ اور دارمی نے سفیان سے انہوں نے واصل سے اُنہوں نے ایک عورت سے جس کا نام
عائذہ تھا روایت کی ہے وہ کہتی تھیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود کو دیکھا وہ اُس وقت مردوں اور عورتوں کو

نصیحت کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ جو کوئی تم مردوں یا عورتوں میں سے نئی نئی باتیں پائے تو پہلی روش لفظ
کرے اور پہلی روش اختیار کرے۔ دیکھو ہم تو فطرت اسلام پر ہیں اور یہ معلوم ہے کہ حضرت ابن مسعود کی وفات
حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخر عہد خلافت میں واقع ہوئی۔

بارھواں حکم۔ فتنہ کے پہلے جہاد شارع کو مطلوب تھا، چنانچہ اسی پہلی حالت کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ذ
ہے کہ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ الآیۃ ترجمہ۔ عنقریب تم بلائے جاؤ گے ایسے لوگوں کی لڑائی کی طرف کہ وہ سخت لڑ
والے ہوں گے۔ تم اُن سے لڑو گے یا وہ اسلام لائیں گے۔ اور دوسری حالت یعنی زمانہ فتنہ میں جہاد ممنوع ہ
چنانچہ اس حالت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی سے منع کیا اور بہت تاکید کے ساتھ آپ
گھر میں بیٹھ رہنے کا حکم دیا۔ اب دیکھنا چاہیے کہ ان دونوں حالتوں میں کس قدر فرق ہے۔ ایک تو یہ کہ خلیف
جنگ کے لیے لوگوں کو نفس دعوت ہی سبب وجوب ہوئی اور لڑائی سے بیٹھ رہنا حکم عدولی ٹھیرا، اور حرام ہ
دوسرے یہ کہ لڑائی سے بیٹھ رہنا ہی واجب ہوا اور خلیفہ کی مدد کرنا حرام ٹھہرا۔ دونوں حالتوں میں بڑا فرق ہے

تیرھواں حکم۔ زمانہ فتن میں سنت پر قائم رہنے والے کو دوچند ثواب! ترمذی نے بلال بن حارث
روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری ایسی سنت کو جاری کیا
میرے بعد متروک ہوگئی ہو تو جس قدر لوگ اس پر عمل کریں گے ان سب کا ثواب اُسے ملے گا بدوں ا
کہ اُن کے ثواب میں سے کچھ کم کر لیا جائے اور جس شخص نے کوئی بُری بدعت نکالی جس سے اللہ
اُس کا رسول خوش نہیں تو جس قدر لوگ اُس بدعت پر عمل کریں گے اُن سب کا گناہ اُس شخص پر ہ
بدوں اس کے کہ اُس کے گناہ سے کچھ کم کر لیا جائے۔

اور ترمذی اور ابن ماجہ نے ابوثعلبہ الخشنی سے اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
وہ کہتے تھے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے آگے صبر کرنے والے دن آنے والے ہیں
شخص اُن میں صبر کرے گا تو وہ ایسا ہوگا کہ جیسے کسی نے آگ کی چنگاری ہاتھ میں اُٹھالی۔ اُن دنوں
ایک نیکی کرنے والے کو ان پچاس آدمیوں کا سا ثواب ملے گا جنہوں نے اس نیکی کو کیا ہو۔ صحابہ نے عرض
یا رسول اللہ کیا اُسی زمانے کے پچاس نیکی کرنے والوں کا ثواب اُس کو ملے گا؟ آپ نے فرمایا اس ز
کے نہیں تمہارے زمانہ کے پچاس نیکی کرنے والوں کا ثواب اس کو ملے گا۔ یہ حدیث مختصر ہے۔

چودھواں حکم۔ فتنہ کے زمانہ میں موت زندگی سے بہتر ہوگی۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے
کہتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک تمہارے بہترین اشخاص تمہارے سردار رہیں گے
اور تمہارے مالدار لوگ سخاوت کرتے رہیں اور تمہارے کام تمہارے درمیان مشورے سے ہوتے رہیں
تو زمین کا ظاہری حصہ تمہارے لیے اُس کے اندرونی حصہ سے بہتر ہے۔ اور جب تمہارے شریر لوگ تم
سردار ہو جائیں اور تمہارے مالدار لوگ بخل کرنے لگیں اور تمہارے کاموں کا اختیار تمہاری عورتوں کے
ہو جائے اس وقت زمین کا باطن تمہارے لیے اُس کے ظاہر سے بہتر ہے۔

پندرھواں حکم۔ ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کا اعلان جہاد سے افضل ہے۔ بغوی نے ابوامام

ایت کی ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہؐ کون سا جہاد افضل ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم
وقت جمرۂ اولیٰ کی رمی فرما رہے تھے۔ آپؐ نے اس سائل سے اعراض کیا پھر اُس نے جمرۂ وسطیٰ کے پاس
سوال کیا۔ آپؐ نے پھر اُس سے اعراض کیا۔ پھر جب آپؐ جمرۂ عقبہ کی رمی سے فارغ ہوئے، اور
پؐ نے اپنا پائے مبارک اونٹ کے پالان میں رکھا۔ اور اونٹ پر سوار ہونے لگے تو آپؐ نے فرمایا سائل
ہاں ہے؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں یہ ہوں آپؐ نے فرمایا افضل جہاد یہ ہے کہ حق بات ظالم بادشاہ
، سامنے کہہ دے۔

"یہ احکام تو وہ تھے جو احادیث میں زمانہ فتن کے متعلق وارد ہوئے ہیں" پھر اس کے بعد کچھ واقعات عجیبہ
ں آئے جنہوں نے بزبان حال بتلا دیا کہ اس فتنہ کے ہوتے ہی زمانہ نبوت کی برکتیں چھپ گئیں"۔

مشکوٰۃ میں حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے وہ کہتے تھے کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
مت میں کچھ کھجوریں لایا اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ آپؐ ان میں برکت کے واسطے خدا تم سے دعا فرمائیے
پؐ نے اُن کو یکجا کیا پھر میرے لیے اُن میں برکت کی دُعا فرمائی۔ اور مجھ سے فرمایا کہ ان کو لے لو اور اپنی توشہ دان
ں ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا اور ان سب کو یک بارگی توشہ دان سے نہ نکال لینا۔ حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں
یں نے ان کھجوروں سے اتنے اتنے وسق راہ خدا میں محتاجوں کو دیئے۔ اور خود اس میں سے کھائیں اور دوستوں
کھلائیں اور وہ توشہ دان کسی وقت حضر و سفر میں میری کمر سے جدا نہ ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان کی
ہادت کا دن آیا تو وہ توشہ دان کہیں کٹ کر گر گیا۔ اسی کے متعلق بروز شہادت حضرت عثمان حضرت ابوہریرہ
، یہ شعر کہا تھا۔ سب لوگوں کو ایک غم ہے۔ مگر مجھے دو غم ہیں۔ ایک غم تو توشہ دان کا دوسرا غم شیخ یعنی حضرت
ان کا۔ اور امام بخاری نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ
یہ وسلم نے چاندی کی ایک مُہر بنوائی تھی۔ وہ آپ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ پھر آپ کے بعد حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں
ں پھر ان کے بعد حضرت عمر کے ہاتھ میں رہی۔ پھر اُن کے بعد حضرت عثمان کے ہاتھ میں رہی۔ یہاں تک کہ وہ
ضرت عثمان کے ہاتھ سے چاہ اریس میں گر گئی۔ اُس پر محمد رسول اللہ کندہ تھا۔ اور امام بخاری نے حضرت انس
ں اللہ عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مُہر آپ کے ہاتھ میں رہتی تھی۔ اور
پؐ کے بعد حضرت ابوبکر کے ہاتھ میں رہی اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر کے ہاتھ میں رہی پھر حضرت عثمان
یفہ ہوئے ان کے ہاتھ میں رہی۔ پھر ایک روز وہ چاہ اریس پر بیٹھے تھے اور مُہر کو اتار کر ہاتھ میں لیے ہوئے تھے۔ اور اس
کھیل رہے تھے۔ وہ مُہر ہاتھ سے چھوٹی اور کنوئیں میں گر پڑی۔ پھر ہم لوگ تین دن تک حضرت عثمانؓ کے ساتھ
کنوئیں پر گئے اور صبح سے شام تک اس کا پانی نکلوانے میں مشغول رہے۔ کنوئیں کا سارا پانی نکلوایا۔ مگر وہ مُہر نہ
، ابوعمر کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں لوگ حضرت عثمان پر طعن اور تشنیع کرنے لگے تھے تو ایک شب کو عامر بن ربیعہ
تہجد کی نماز پڑھی پھر سو گئے تو خواب میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے۔ اُٹھو اور اللہ سے دعا مانگو کہ تم
اس فتنہ سے پناہ دے۔ جس سے اس نے اپنے نیک بندوں کو پناہ دی۔ عامر یہ خواب دیکھ کر اٹھے۔ اور
ز پڑھ کر دعا مانگی پھر وہ اسی وقت سے بیمار پڑے اور ان کا جنازہ ہی نکلا۔ ابو یعلےٰ نے منجملہ اقوال سید مجتبیٰ

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نقل کیا ہے کہ حضرت حسن خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تو اس میں فرمایا۔ اے لوگو میں نے رات کو ایک عجیب خواب دیکھا۔ میں نے خداوند تعالٰی کو عرش کے اوپر دیکھا۔ پھر دیکھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور عرش کے پایہ کے پاس کھڑے ہو گئے پھر حضرت ابوبکر تشریف لائے۔ اور اپنا ہاتھ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ پر رکھ کر کھڑے ہوئے۔ پھر حضرت عمر تشریف لائے اور اپنا ہاتھ حضرت ابوبکر کے شانہ پر رکھ کر کھڑے ہوئے۔ پھر حضرت عثمان تشریف لائے اور ان کا سر ان کے ہاتھ پر رکھا تھا۔ انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ خداوندا تو اپنے بندوں سے دریافت کر کہ انہوں نے مجھے کس گناہ میں قتل کیا۔ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ آسمان سے دو پرنالے خون کے زمین میں گرنے لگے۔ راوی کا بیان ہے کہ کسی نے حضرت علی سے کہا کیا آپ نہیں دیکھتے کہ حضرت حسن کیا بیان کر رہے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا۔ جو انہوں نے دیکھا ہے۔ وہی بیان کر رہے ہیں۔ ابو عمر نے سعید بن مسیب سے روایت کی ہے کہ حضرت زید بن خارجہ نے حضرت عثمان کے زمانہ میں وفات پائی اور اُن پر ایک چادر ڈال دی گئی۔ پھر لوگوں نے ان کے سینے سے گھنٹے کی جیسی آواز سُنی بعد اس کے وہ بولے اور کہا۔ احمد احمد پہلی کتاب میں مذکور ہیں۔ سچ کہا سچ کہا۔ ابوبکر صدیق جسم میں ضعیف ہیں خدا کے کام میں قوی ہیں۔ سچ کہا سچ کہا۔ عمر بن خطاب قوی امانت دار پہلی کتاب میں مذکور ہیں سچ کہا سچ کہا۔ عثمان بن عفان ان کے طریقہ پر ہیں۔ چار برس گذریں اور دو باقی رہیں فتنے آپہونچے اور قوی نے ضعیف کو کھالیا۔ اور قیامت قائم ہوئی۔ اور عنقریب تمہارے پاس چاہ اریس کی خبر آئے گی اور کیا ہے چاہ اریس۔ پھر اس کے بعد ایک اور شخص نے قبیلہ بنی خطم میں سے وفات پائی اور ان پر ایک چادر ڈال دی گئی تو ان کے سینے سے گھنٹے کی جیسی آواز سُنی گئی۔ پھر وہ بولے اور انہوں نے کہا۔ بنی حارث ابن خزرج کے بھائی یعنی حضرت زید بن خارجہ نے سچ کہا سچ کہا۔ اور سعید بن مسیب کا یہ قول کہ نیک لوگ فتنہ میں دنیا سے کوچ کر جائیں۔ قریب ہی گذر چکا ہے۔ پھر علمائے اہل کتاب نے اسی مضمون یعنی وقوع فتنہ کی خبر دی۔ طبرانی نے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب نے کعب بن احبار سے فرمایا کہ تم میری صفت توریت میں کس طرح پاتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ توریت میں آپ کا ذکر ان اوصاف کے ساتھ ہے۔ ایک خلیفہ ہوگا مضبوطی میں لوہے کا سینگ سردار ہوگا۔ سخت مضبوط اللہ کے کام میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے گا۔ پھر آپ کے بعد جو خلیفہ ہوگا۔ اس کے متعلق توریت میں ہے کہ اس کو ایک گروہ ظالم قتل کرے گا۔ پھر اس کے بعد بلا نازل ہوگی۔ اور ریاض النضرۃ میں کعب سے منقول ہے وہ کہتے تھے۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ کی کتاب یعنی توریت میں اس طرح ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق عمر فاروق عثمان ہیں۔ ان تینوں کے بعد کسی چوتھے کا نام نہیں۔ پس اے معاویہ تم اس امت کی حکومت کے بارے میں اللہ سے ڈرو اور اپنے لیئے خلافت راشدہ کا دعوٰی نہ کرو۔ پھر کعب نے دوبارہ پکار کر کہا کہ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب میں ہے۔ پھر تیسری بار بھی یہی کلمہ کہا۔ ابو عمر نے استیعاب میں حضرت عبداللہ بن سلام سے نقل کیا ہے۔ وہ کہتے تھے کہ بیشک لوگوں نے حضرت عثمان کو شہید کر کے اپنے اوپر فتنہ کا دروازہ کھول لیا۔ جو اب قیامت تک پر بند نہ ہوگا۔ اور ابوبکر بن ابی شیبہ نے یوسف بن عبداللہ بن سلام سے انہوں نے اپنے والد سے روایت

ہے کہ وہ حضرت عثمان کے محاصرہ کے وقت کہتے تھے۔ اے لوگو اپنی تلواریں میان سے نہ نکالو۔ کیونکہ اگر
یں نکال لو گے تو یاد رکھو کہ پھر وہ قیامت تک میان میں نہ جائیں گی۔ امام احمد نے جریر سے اس قصہ
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کی طرف بھیجا تھا نقل کیا ہے۔ وہ اوپر کا قصہ بیان کر کے کہنے لگے
یں ذوعمرو سے ملا تو انہوں نے مجھ سے کہا اے جریر تم لوگ ہمیشہ خیر و فلاح کے ساتھ رہو گے۔ اُس وقت
کہ تم اپنے ایک سردار کے مرنے کے بعد دوسرے کو مشورہ اور انتخاب سے سردار بناتے رہو۔ اور
یہ حکومت تلوار کے زور سے ملنے لگے۔ مشورہ اور انتخاب پر نہ رہے۔ تو تمہارا غصہ اور خوشی بادشاہوں
ے اور خوشی کے مثل ہو جائے گا۔ پھر خیر نہ رہے گی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے اس
شہادت حضرت عثمان کی اہمیت بیان کی اور اس پر افسوس ظاہر کیا۔ ابوبکر ابن ابی شیبہ نے حضرت
ود کے مولیٰ ابوسعید سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا قسم خدا کی
حضرت عثمان کو شہید کر دیں گے۔ تو پھر ان کا مثل نہ پائیں گے۔ بغوی نے نقل کیا ہے کہ ابوالدردا
تھے۔ فتنہ سے پہلے لوگ مثل برگ گل کے تھے جس میں کوئی کانٹا نہ ہو۔ پھر فتنہ کے بعد وہ سرتاپا کانٹا
جس میں کوئی پتی نہ ہو۔ ابو عمر نقل کرتے ہیں کہ ثمامہ بن عدی کو جو حضرت عثمان کی جانب سے صنعاٗ
لم تھے۔ جب حضرت عثمان کی شہادت کی خبر پہونچی تو وہ خطبہ دینے کھڑے ہوئے اور بہت روئے
یہ وقت ہے کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خلافت نبوت اٹھا لی گئی۔ اور سلطنت ظلم و عنادلی والی
چیز پر قابو پائے گا۔ اسے کھا لے گا"۔

رمانہ سابق و لاحق کا اختلاف بیان کرنے میں بات بہت بڑھ گئی۔ اور قریب ہے کہ ترتیب
ن کا سلسلہ ٹوٹ جائے ۔ سخن از حد خود بگذشت بس کن ۔ نفس شد آتشین ضبط نفس کن۔
مہ۔ "بات اپنی حد سے آگے بڑھ گئی، بس کرو۔ دل آتشین بن گیا ضبط نفس سے کام لو"۔ لہذا
اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ نقل متواتر سے (کہ جس سے زیادہ معتبر شرعیات
نقل نہیں ہے) یہ امر ثابت ہو چکا ہے۔ کہ جو فتنہ حضرت عثمان کی شہادت کے قریب پیدا ہوا۔
ت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب اشارہ کیا اور ایسی واضح تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا جس
وہ تفصیل دوسرے احکام شرعیہ میں نہیں پائی جاتی اور آپ نے حضرت عثمان کی شہادت کو
ر اور زمانہ شر کے درمیان میں حد فاصل قرار دیا ہے۔ اور فرمایا کہ شہادت حضرت عثمان کے بعد خلافت برطریق نبوت
ں۔ اور کاٹنے والی سلطنت ظاہر ہوگی۔ کاٹنے والی کے لفظ سے واقعات جنگ جدل کا پیش آنا۔ اور ایک کا
پر حملہ کرنا اور سلطنت کے لیئے ایک کا دوسرے کے ساتھ جھگڑنا بخوبی معلوم ہوتا ہے۔ اور اسی وجہ سے کہ پہلی
ں برطریق نبوت تھیں اور فتنہ سے محفوظ تھیں۔ اکثر احادیث میں خلفائے ثلثہ کو ایک ہی حکم میں جمع کیا ہے
ت کہ ظن قوی کے ساتھ معلوم ہوا کہ یہ تینوں بزرگوار کسی نہ کسی مرتبہ میں یعنی خلافت کے بطریق نبوت ہونے
محفوظ رہنے میں باہم برابر ہیں اور ان کے ساتھ ان کے اس مرتبہ میں کوئی شریک نہیں ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
بعض حدیثوں میں صاف صاف ایسے الفاظ فرما دیئے۔ جن سے بعد شہادت حضرت عثمان خلافت بر منہاج نبوت

کا ختم ہو جانا مفہوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اُس حدیث میں جس میں پہاڑ کا حرکت کرنا بیان ہوا ہے۔ جو بروایت حضرت
عثمان اور انس منقول ہے خلفاء ثلثہ کا ایک ساتھ ذکر ہے۔ اور باغ والے قصہ میں جو بروایت ابو موسےٰ اشعری منقول
ہے۔ انہیں تین حضرات کا ذکر ہے۔ اور اس حدیث میں جس میں امت کے ساتھ وزن کیا جانا مذکور ہے جو ایک
جماعت صحابہ کی روایت سے مروی ہے یہی تین حضرات مذکور ہیں اس حدیث کی بعض روایتوں میں صاف
یہ لفظ بھی ہے پھر ترازو اٹھالی گئی۔ اور ابر والے خواب میں بھی انہیں تینوں کا ذکر ہے۔ اور حضرت ابن عمر کی اس
حدیث میں کہ ہم لوگ حضرت صدیق کو سب سے بہتر سمجھتے تھے تا آخر حدیث انہیں تین صاحبوں کا نام
ہے۔ بعد ذکر حدیث ابن عمر کہتے ہیں کہ پھر اُن کے بعد ہم سکوت کرتے تھے۔ اور اس خواب میں جس میں ایک
کا دوسرے کے دامن سے لٹکنا بیان ہوا ہے۔ انہیں تینوں کا ذکر ہے۔ اور اس خواب میں جس میں کہ آسمان
سے ڈول کا لٹکنا مذکور ہے یہی تینوں مذکور ہیں اور اس حدیث میں خلافت ختم ہو جانے کے صاف صاف
بھی ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ چوتھے مرتبہ میں عروہ کھل گئی۔ اور قصہ سوال بنی مصطلق میں بھی ان تینوں کے ذکر
بعد مذکور ہے۔ کہ پھر تمہاری ہلاکت ہے۔ اور مسجد کی بنیاد قائم کرنے کے قصہ میں اور اس کی بنیاد میں پتھر رکھنے
بیان میں بطور حصر بیان کیا گیا کہ یہی تینوں خلیفہ ہیں اور اونٹوں کے خریدنے کے قصہ میں ان تینوں کے ذکر
کے بعد ہے کہ پھر تجھے ہلاکی ہو۔ اور کنکریوں کی تسبیح کے قصہ میں انہیں تین خلفاء پر اکتفا کیا گیا ہے اور اس
کی چکی چلنے کے قصہ میں خاص ایک زمانہ خلافت کے لئے مقرر کر دیا گیا۔ جس نے پورے طور سے اس
پر دلالت کی۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ پھر اگر وہ ہلاک ہوئے۔ تو اسی کی راہ پر گئے جو ہلاک ہو
اگر ان کے لئے دین قائم ہو گیا تو ستر برس قائم رہے گا۔ بغوی کہتے ہیں میں خیال کرتا ہوں کہ دین
مراد سلطنت ہے۔ اور ابو سلیمان کہتے ہیں کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس حدیث میں سلطنت کا بنی امیہ
میں آنا۔ اور پھر بنی امیہ سے بنی عباس میں آنا مراد ہو۔ اور قرینہ اس مراد کا یہ ہے۔ کہ بنی امیہ کی حکومت
قرار پذیر ہونے سے اس زمانہ تک کہ مدعیان حکومت خراسان میں ظاہر ہوئے۔ اور حکومت
کی ضعیف ہو گئی۔ اور ان کی حکومت میں سستی آگئی۔ قریب قریب ستر برس کے فاصلہ
اس حدیث سے کہ خلافت مدینہ میں ہوگی۔ اور حکومت شام میں۔ خلافت کے لئے مقام مقرر کر
گیا۔ علاوہ ان روایات کے اور احادیث اس مضمون کے متعلق بے شمار ہیں باقی رہا
ابو بکرہ ثقفی کی حدیث میں ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ خلافت میرے بعد تیس ۳۰ برس رہے
اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ خلافت خاصہ حضرت عثمان کی شہادت سے ختم نہیں
بلکہ حضرت مرتضےٰ کا زمانہ بھی اس میں داخل ہے۔ کیونکہ ان کا زمانہ لئے بغیر تیس ۳۰ برس
نہیں ہوتے۔ لہذا اس حدیث کے معنی کی تحقیق بھی سمجھ لو۔ اصل یہ ہے کہ خلافت خاصہ دو وصف
مرکب ہے **پہلا وصف** خلیفہ خاص کا موجود ہونا **دوسرا وصف** اس کے تصرف یعنی
کا جاری ہونا اور سب مسلمانوں کا اس پر متفق ہو جانا۔ گو اس مجموعہ کا انتفاء ان دو وصفوں میں سے
ایک کی نفی سے بھی ہو سکتا ہے اور ان دونوں کی نفی سے بھی مگر حکمت الٰہی چونکہ دو ضدوں کے درمیان میں تدریج

لفائے ثلاثہ کے بعد اول اول اس مجموعہ یعنی خلافت خاصہ کا انتفاء صرف ایک وصف کی نفی یعنی مسلمانوں
ہمی اتفاق اور انتظام سلطنت کے ٹھیک نہ رہنے سے ظاہر ہوئی چنانچہ حضرت مرتضیٰ خلافت خاصہ
وصاف سے موصوف تھے اور اُن کی خلافت شرعاً منعقد بھی ہوئی۔ لہٰذا خلافت خاصہ کا ایک جزء تو پایا گیا
) دوسرا جزء نہیں پایا گیا یعنی مسلمانوں میں باہم اختلاف پیدا ہو گیا اور اُن کا تصرف اطراف ملک میں
ہوا۔ لیکن بوجہ اس کے کہ خلافت خاصہ کا ایک وصف منتفی ہو چکا تھا۔ احادیث سابقہ کا یہ مضمون صحیح
خلافت خاصہ حضرت عثمان رضی کے بعد نہ رہی اور بوجہ اس کے کہ خلافت خاصہ کا ایک وصف باقی تھا۔
حدیث کا یہ مضمون بھی صحیح ہوا کہ خلافت خاصہ حضرت مرتضےٰ کے وقت تک باقی تھی۔ انہیں دونوں صفوں
موعہ کا نام خلافت خاصہ ہے۔ ایک عادل بادشاہ کسی مدرسہ میں ایک مدرس کو مقرر کر دے اور طلبہ کو
ے کہ اُس مدرس سے پڑھیں لیکن طلبہ چند اتفاقات کی وجہ سے جن میں سے کچھ ان کے اختیاری تھے
غیر اختیاری۔ اُس مدرس سے بالفعل کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ اس صورت میں دونوں استعمال صحیح ہیں
یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس مدرسہ میں مدرس ہے مگر لوگ اس سے نہیں پڑھتے اور اس کے پاس جمع
ں ہوتے اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس مدرسہ میں کوئی مدرس نہیں ہے یعنی ایسا مدرس نہیں ہے جو
ل درس دیتا ہو۔ علیٰ ہذا القیاس جس مبحث میں ہم گفتگو کر رہے ہیں اس میں بھی یہ بات حاصل ہے کہ
ہ خاص یعنی حضرت علی مرتضےٰ رض خلافت خاصہ کے کامل اوصاف کے ساتھ موجود ہیں۔ مگر اُن کی خلافت
ل موجود نہیں۔ پھر دوسرے زمانے میں لوگوں نے اتفاق کر لیا اور اُن کا باہمی اختلاف رفع ہو گیا لیکن اُس وقت
خلیفہ یعنی حضرت معاویہ رض اُن اوصاف کے ساتھ جو خلیفۂ خاص میں معتبر ہیں متصف نہ تھے "صلح تیری" کے
ہ جو کہ اُس زمانہ کا وصف حدیث میں مذکور ہے اس کے یہی معنی ہیں ہماری اس تقریر سے دونوں حدیثوں
عارض دفع ہو گیا۔ اور فتنۂ ثانیہ میں خلافت خاصہ کے دونوں وصف جاتے رہے۔ یعنی اس زمانہ کے خلیفہ
نہ تو اوصاف خلافت خاصہ کے ساتھ متصف ہونا پایا گیا نہ مسلمانوں کا اُس پر اتفاق پایا گیا۔ لوگ متفرق ہو کر
ادھر چل دیئے اور ہر ایک نے خلافت کا دعویٰ کیا اور مسلمانوں کے متعدد لشکر پیدا ہو گئے۔ "دوزخ کے دروازوں
کھڑے ہو کر لوگوں کو بلانے والے" (حدیث) اسی فرقہ کی شان میں آیا ہے۔ اس کے بعد جب عبدالملک نے
لط پایا اور مسلمانوں کا باہمی اختلاف اُٹھ گیا اور خلافت جابرہ کے احکام جس کی تشریح آنحضرت صلی اللہ
ہ وسلم نے مختلف حدیثوں میں فرمائی تھی ظاہر ہوئے۔ یہ مسئلہ یعنی ان دونوں حدیثوں میں تطبیق کی تقریر
ہم نے کی اس شخص کے نزدیک قطعی ہے جس کو احادیث کا ایک کثیر حصہ یاد ہو۔ اور اُس کو تطبیق دینے کا
یقہ بھی حاصل ہو اور وہ ہر حدیث کو اُس کے موقع پر اُتار سکتا ہو۔ اور اگر کوئی شخص مختلف احادیث سے
ستنباط احکام کا سلیقہ نہ رکھتا ہو تو اُس کو چاہیے کہ معرکۂ استنباط میں داخل ہونے سے پہلے اپنے کو
ندور رکھے۔ اور ایسے کج فہم لوگ جو جان بوجھ کر جانے ہوئے کو انجانا، دیکھے ہوئے کو بن دیکھا، سُنے ہوئے کو
ن سُنا بناتے ہیں، صرف اپنی اس پوشیدہ بیماری کی خاطر کہ یُعرف الاقوال بالرجال ولا یعرف
رجال بالاقوال وہ لوگوں کی "عمدگی" سے بات کی عمدگی کو پہچانتے ہیں اور بات کی عمدگی سے لوگوں کی

عہد گی تک نہیں پہنچتے" تو ایسے لوگوں سے نہ ہمارا خطاب ہے اور نہ ہی یہ مقصود بحث ہیں۔ جب یہ مبح
ختم ہو گیا تو اب ہم چند تنبیہات لکھتے ہیں اور فصل پنجم کے مقصد اول کو اُن پر ختم کرتے ہیں۔
پہلی تنبیہہ - تجھ جانتے ہو کہ دنیا کی حالتوں میں تغیر کا سبب اور زمانہ سابق ولاحق میں اخ
باعث کیا ہوتا ہے؟ اصلی سبب اس کا حضرت مبدا یعنی حق تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ اُس نے اپنے ارادہ
ہر طبقہ کو ایک صفت کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اور ہر زمانہ میں ایک جداگانہ حکم جاری فرمایا ہے۔ یہی مطلب
اس آیت کا کہ کلّ یَوۡمٍ هُوَ فِی شَاۡنٍ یعنی ہر روز وہ ذات پاک ایک نئے کام میں ہے۔ تفصیل اس کی یہ
کارکنان قضا و قدر نے ازل الآزال میں کائنات کے سلسلہ کو ایک فرش کے مثل حق تعالیٰ کی عنایت ا
پہلی توجہ کے میدان میں بچھا دیا ہے۔ اور اس فرش کے ہر مقام میں ایک خاص وضع اور ایک خاص ح
قائم کر دی جس میں بالکل تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ
ترجمہ نہیں بدلی جاتی بات میرے یہاں۔ اور نہیں ہوں میں ظلم کرنے والا بندوں پر۔
اور تشریع اُس کو کہتے ہیں کہ افراد بشر میں باہم ایک دوسرے پر ظلم اس طرح شائع ہو جائے کہ انتظا
برہم ہو جائے اور بُرے اعمال اور رذیل عادتیں لوگوں میں اس طرح پھیل جائیں کہ اگر وہ اسی حالت پر دنیا
چل بسیں تو سب مبتلائے عذاب ہوں سوا چند افراد کے۔ اور لوگوں کی حالت یہاں تک ردی ہو جا
غیر اللہ کی عبادت کرنے لگیں۔ یہاں تک کہ غیرت الٰہی جوش میں آئے اور مدبر السموات والارض ان
مہربانی کا ارادہ فرمائے اور مخلوق الٰہی میں جو سب سے زیادہ پاکیزہ اور سب سے زیادہ معتدل المزاج ہو اس کے د
لوگوں کو ہدایت کرنے کا داعیہ پیدا کر دے۔ اور ایسے قواعد بنا دے جو ان کی صلاحیت کا سبب بنیں۔ المختصر اس عنا
جو کہ ہر زمانے کے ساتھ جداگانہ تعلق رکھتی ہے تشریع کے اثر پر غالب ہے۔ چنانچہ اگر عالم کی صلاح بذریعہ کسی
بھیجنے یا کسی خلیفہ راشد کے مقرر کرنے کے منظور ہوتی ہے تو اس کو کارپردازان قضا و قدر اس زمانے تک موقوف
جو بعثت پیغمبر اور تقرر خلیفہ راشد کے مناسب ہو جیسا کہ ارشاد ہوا کہ لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَابٌ یعنی "ہر زمانے
ایک نوشتہ ہے"۔ اور اگر کافروں کو عذاب کرنا منظور ہوتا ہے تو بھی یہ نہیں ہوتا کہ کارسازان قضا و قد
عذاب کر دیں بلکہ اسی وقت کا انتظار کرتے ہیں جو عنایت اولیٰ میں اس عذاب کیلئے مقرر ہو چکا ہے۔ ع
جہلتے بایست تا خون شیر شد "خون سے دودھ بننے کے لیے ایک وقفہ درکار ہے"۔ پھر عذاب بھی کئی قس
اُن قواعد کے موافق جو اُس عنایت نے مقرر کیے ہیں۔ جس کا تعلق ہر زمانہ سے جداگانہ ہے جس زمانہ پر
عنایت جس قسم کے عذاب کو چاہتا ہے اس زمانہ میں اسی قسم کا عذاب ہوتا ہے۔ اور اگر کچھ ایسے قاعدوں کا جا
منظور ہوتا ہے جو افراد بنی آدم کے درمیان میں انصاف کا سبب بنیں تو بھی کارکنان قضا و قدر اس قوم
اور اُس زمانہ کے لیے جو امور عنایت اولیٰ میں مقدر ہو چکے ہیں ان پر نظر کرنے میں پھر بنی آدم کی بگڑی ہوئی
اصلاح اُسی طریقہ کے ساتھ کرتے ہیں۔ جو مقتضائے عنایت سے باہر نہ جائے۔
الغرض دنیا کے تغیرات، اور انبیا کا بھیجنا اور خلفائے راشدین کا مقرر کرنا اور ظالم بادشاہوں کا مس
سب اُسی عنایت اولیٰ کا کرشمہ ہے جو ہر ہر زمانے کے ساتھ متعلق ہے۔ اور قرون و طبقات پر منقسم

ح عنایت اولی کی اس حکمت کو مٹا نہیں سکتی نہ اس کے انتظام کو توڑ سکتی ہے۔ ہاں جب زمانہ بعثت کا
ے گا تو تدبیر الٰہی پیغمبر کو اپنے فیوض کا ذریعہ بنا دے گی۔ اور ہر زمانے میں جو طریقہ اس زمانہ کے مناسب ہو گا
دے گی۔ اسی لیے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ کے طریقے کو بھی بیان فرمایا اور زمانہ مغتنہ کے حکم بھی ارشاد فرمائے
بہت دقیق ہے۔ اگر قدرت یہ مسئلہ کسی بندہ کے دل میں واضح کر دے تو وہ بہت سی مشکلات کو حل کر سکتا ہے
سی گرہیں پڑ جاتی ہیں جن کا کھولنا سخت مشکل ہے۔ اور ظاہر نظر میں اس تغیر کی تدبیر جس حالت کے پیدا ہو جانے
نے ہے وہ یہ ہے کہ خلیفہ راشد دنیا میں نہ رہے کیونکہ خلیفہ راشد کو زمانہ کی گردشیں اور تغیر کے معنی اور اُس کا
۔ اور اُس کا علاج کہ جس کے سبب سے رسوم و اوضاع حالات بدل سکتے ہیں اور پرہیز کہ جس کے ترک سے اسقدر امراض زمانہ
تے ہیں منجانب خدا تعلیم ہوتے ہیں۔ اور اُس خلیفہ کا ہاتھ تصرف میں کشادہ کر دیتے ہیں تاکہ عالم کی سرداری اُس کے
ں درست ہو جائے۔ جس طرح طبیب حاذق مریض کی صحت کی تدبیر اور ازالۂ مرض میں کوشش کرتا ہے
ہیز کا حکم دیتا ہے، اسی طرح یہ خلیفۂ راشد طبیعتِ عالم کی صحتِ زائلہ کو واپس لاتا ہے، اور مادۂ مرض کا
رتا ہے۔ اور عالم کو پرہیز کا حکم دیتا ہے ——— اور یہ جملہ امور خلیفۂ راشد کے کلام
ں کے اشارات سے بخوبی ظاہر ہوتے ہیں۔ برتن میں جو کچھ ہے وہی اُس سے مترشح ہوتا ہے
راشد کے سوا دوسرا شخص اگرچہ اولیاء اللہ میں سے ایک ولی کامل ہو پھر بھی یہ تدبیر بیان نہیں کرتا
۔ بیان بھی کرے تو اپنے بیان کے موافق خلق اللہ کے اندر تصرف نہیں کر سکتا۔ ؎ ہر کسے را بہر کارے
ند ؛ میل او اندر دلش انداختند ؛ ترجمہ:- قدرت نے ہر آدمی کو کسی نہ کسی کام کے لیے بنایا ہے۔ اور
ام کا رجحان اس کی طبیعت میں ودیعت رکھا ہے۔ ۱۲ منہ ؛

س رمز کا جاننے والا، آدمی کی بات اور اُس کے حرکات و سکنات سے پہچان لیتا ہے کہ یہ سب باتیں
ں سے ہو رہی ہیں۔ اور شخصِ نادان ایک علم کو دوسرے علم سے اور ایک رمز کو دوسرے رمز سے اور ایک
ب کو دوسرے منصب سے خلط کر دیتا ہے۔ یہ بھی سمجھ لو اخلاق شہویہ جیسے حرص و طمع وغیرہ اور سبعیہ جیسے
ب وغیرہ کا وجود جو نفوسِ غیر معتدلہ میں پیدا کیا گیا ہے، مال کی زیادتی ان رذایل کو قوت سے فعل میں لاتی ہے
آیۃ کریمہ اس پر شاہد ہے۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى الآیۃ، ترجمہ بے شک انسان نے سرکشی کی اس وجہ سے
ں نے اپنے کو بے نیاز دیکھا یا بمضمون حدیث ہر ذی رائے اپنی رائے کو اچھا جانے اور کسی امر میں دوسرے
ہورہ نہ طلب کرے اگرچہ طلب مشورہ کی حقیقت اُس کی نظر میں اچھی معلوم ہو ۔ جنس اول یعنی مال کی کثرت اسکو
ال" کہتے ہیں۔ اور جنس ثانی یعنی خود رائے اور خود پرستی اس کو فتنہ، ہوا کہتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
حدیثوں میں ان دو قسم کی حالتوں کی خبر دی ہے چنانچہ ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک سے روایت کی ہے
تے تھے کہ کسی شخص نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ ہم کس حالت میں امر معروف
ی منکر ترک کریں؟ آپ نے فرمایا جب تمہارے اندر وہ بات ظاہر ہو جو تم سے پہلے دوسری امتوں میں ظاہر
تھی۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم سے پہلے دوسری امتوں میں کیا ظاہر ہوا تھا؟ آپ نے فرمایا تمہارے ذلیل
ں میں حکومت، اور تمہارے بڑوں میں گناہ اور تمہارے کمینے لوگوں میں علم۔ زید نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

اس قول یعنی تمہارے کمینے لوگوں میں علم کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ فاسق لوگوں میں علم ظاہر ہو۔ اور دار
حبیہ بنت ابی حبیہ سے انہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ایک طویل قصہ میں روایت کی
دیگر حالات بیان کرنے کے بعد کہتی تھیں کہ پھر میں نے غزوہ خثعم کو اور اُن لڑائیوں کو جو ہمارے درمیان
جاہلیت میں ہوا کرتی تھیں ذکر کیا اور اس اسلام کی وجہ سے ہمارے اندر جو باہمی الفت اللہ تعالیٰ نے پید
اور ہم کو اسلام میں فراخی عطا فرمائی اس کا بھی ذکر کیا پھر میں نے پوچھا اے عبداللہ لوگوں میں یہ کیفیت ا
محبت کی آپ کے نزدیک کب تک رہے گی انہوں نے جواب دیا جب تک مسلمانوں کے سردار سید
چلیں۔ میں نے پوچھا سردار کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا تم نے سرداروں کو نہیں دیکھا؟ سردار وہ ہیں
خرگاہ میں رہتے ہیں۔ اور لوگ اُن کی پیروی اور اُن کی اطاعت کرتے ہیں۔ پھر حضرت صدیق رضی نے فرمایا تو جب
سردار سیدھی راہ پر رہیں گے یہی حالت رہے گی۔ اور ابن ماجہ نے عیاض بن عبداللہ سے روایت کی ہے
کہ میں نے ابوسعید خدری سے سُنا وہ کہتے تھے ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں خطبہ
کھڑے ہوئے تو آپ نے یہ فرمایا کہ اے لوگو قسم خدا کی میں تمہارے حق میں دنیا کی اس تازگی سے جو تمہا
اللہ ظاہر کرے گا ڈرتا ہوں۔ اس پر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا خیر بھی شر کو پیدا کرتا ہے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دیر سکوت کیا پھر آپ نے سائل سے فرمایا تم نے کیا کہا تھا؟ سائل نے
یہ عرض کیا تھا کہ کیا خیر بھی شر کو پیدا کرتا ہے؟ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر تو خیر ہی کو پیدا کر
اگرچہ کبھی اس کے برخلاف بھی ہو جاتا ہے۔ دیکھو جو سبز گھاس کہ فصل ربیع اُس کو اُگاتی ہے وہ اپنے کھا
مار ڈالتی ہے یا مرنے کے قریب پہنچاتی ہے۔ مگر اس سبز گھاس کا کھانے والا وہ جانور کہ جس نے گھاس
یہاں تک کہ وہ شکم سیر ہو گیا اور آفتاب کی طرف منہ کرکے بیٹھ رہا۔ پھر اُس نے پاخانہ پیشاب کیا پھر چراگ
پھر چراگاہ میں گیا، پھر گھاس کھائی تو یہ جانور زندہ رہا اور جس نے کھانے میں کثرت کی وہ مر گیا۔ اسی طرح جو
تم میں سے اُس کے حق کے ساتھ مال لیا تو اُس کو برکت دی جاتی ہے اور ہضم بھی ہو جاتا ہے اور جس
طور سے مال لیا تو اُس کی مثال اُس شخص کی سی ہے کہ کھاتا ہے مگر اُس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اور ابن
عبداللہ بن عمرو بن العاص سے انہوں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے ک
فرمایا جب تم فارس اور روم کے خزانے فتح کر لوگے تو اس وقت تم لوگ کیسے ہو جاؤ گے؟ عبدالرحمن بن
عرض کیا ہم ویسے ہی رہیں گے جیسا اللہ تعالیٰ نے ہم کو حکم دیا ہے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کچھ
سنو تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے۔ پھر باہم حسد کرو گے پھر ایک دوسرے سے قطع رحمی کرو گے یا
کی کچھ اور باتیں آپ نے فرمائیں۔ پھر فرمایا، پھر تم مسکین مہاجرین کے پاس جاکر اُن میں سے بعض کو بعض
سوار کر دو گے۔ اور ابن ماجہ نے عروہ بن زبیر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ مسور بن مخرمہ نے اُن کو
عاص سے روایت کرکے خبر دی اور وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ جنگ بدر میں تھے وہ ک
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح کو بحرین کی طرف اہل بحرین سے جزیہ لینے
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بحرین سے صلح کر لی تھی۔ اور علاء حضرمی کو وہاں کا حاکم کر دیا تھا جب

سے مال لے کر واپس آئے تو اُن کے آنے کی خبر انصار سُنکر علی الصبح خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور
نے فجر کی نماز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے
کے سامنے آئے آپؐ نے اُن کو دیکھ کر تبسم فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا میں گمان کرتا ہوں کہ تم نے سن لیا ہے
عبیدہ بحرین سے کچھ لائے ہیں۔ انصار نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہؐ ہم نے سُنا ہے۔ آپ نے فرمایا
بشارت ہو۔ اور جو بات تم کو خوش کرے اُس کی تم اُمید رکھو۔ قسم خدا کی میں تم پر فقر کا کچھ خوف نہیں کرتا
اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا تمہارے لیے فراخ کر دی جائے۔ جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فراخ کر دی گئی
بھی اس کی لذتوں میں رغبت کرو جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں نے رغبت کی پھر تم کو دنیا ہلاک کر دے
انہیں ہلاک کر دیا۔ اور مشکوٰۃ میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں عنقریب میری اُمت میں اُن کے
یشہ میں یہ خواہش نفسانی اسطرح سما جائے گی جس طرح باؤلے کتے کے کاٹنے کا اثر۔ جسے وہ کاٹے اُس کے
م میں اس طرح سما جاتا ہے کہ کوئی رگ اور جوڑ ایسا نہیں رہتا کہ اُس میں داخل نہ ہو۔
دوسری تنبیہ۔ گمان نہ کرنا چاہیے کہ بُرے زمانے میں سب لوگ بُرے ہوں اور عنایات الٰہی اس زمانے
ں کی تہذیب و نفوس میں بے کار ثابت ہوں۔ یہ بات نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہاں اسرار عجیب ہیں۔ ؎
عیب مے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو ؛ نفی حکمت مکن از بہر دل عامے چند ؛ ترجمہ: عیب تو سب کہہ چکے، کچھ
بیان کرو ؛ عامی کا دل رکھنے کی خاطر حکمت کا بالکل ہی انکار نہ کرو ؛ ۱۲ منہ۔
ہر زمانہ میں قدرت بندگان خدا کے ایک گروہ کو مہبط انوار و برکات بناتی ہے۔ امام مسلم نے بروایت ایک جماعت
بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں ایک گروہ ہمیشہ خدا کے دین پر قائم رہے گا۔
کو ذلیل کرنا چاہے گا یا اُن کی مخالفت کا قصد کرے گا وہ اُن کو کچھ نقصان نہ پہونچا سکے گا۔ یہاں تک کہ
حکم یعنی روز قیامت آجائے۔ اور وہ لوگوں پر غالب ہوں گے۔ ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی
وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک یہ دین اسلام غربت یعنی بے کسی کی حالت میں
ع ہوا ہے۔ عنقریب پھر غریب یعنی بے کس ہو جائے گا۔ پس خوشخبری ہے غربا یعنی بے کسوں کے لیے۔ اور
جہ نے حضرت انس ابن مالک سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک اسلام
کی حالت میں شروع ہوا ہے اور عنقریب پھر غریب ہو جائے گا۔ پس خوشخبری ہے غربا کے لیے۔ اور ابن ماجہ نے
اللہ بن مسعود سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک اسلام غربت کی حالت
شروع ہوا ہے اور عنقریب پھر غریب ہو جائے گا۔ پس خوشخبری ہے غربا کے لیے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود
تھے کسی نے سوال کیا غربا کون ہیں؟ آپؐ نے فرمایا وہ لوگ جو اپنے قبائل کو چھوڑے ہوئے رسولؐ کی خدمت
رہتے ہیں یعنی مہاجرین۔ اور ابن ماجہ نے حضرت عمر بن خطاب سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ رسول
صلے اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تشریف لے گئے تو وہاں حضرت معاذ بن جبل کو دیکھا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ
وسلم کی قبر کے پاس بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے
ب دیا میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سُنی تھی اُسے یاد کر کے رو رہا ہوں۔ میں نے

میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ آپؐ فرماتے تھے کہ تھوڑا ریا بھی شرک ہے اور جس نے اللہ تع
کسی دوست کی عداوت کی تو گویا وہ اللہ تع کے مقابلہ میں لڑنے کو نکلا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے نیک بند
پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے۔ اور اُس کے یہ بندے ایسے مخفی ہوتے ہیں کہ اگر وہ لوگوں سے غائب ہو جا
تو کوئی اُنکو نہ ڈھونڈھے۔ اور اگر وہ کسی مجمع میں آئیں تو اُن کو کوئی بھی نہ بلائے اور نہ اُن کو کوئی پہچان سکے ک
کون ہیں اور کس مرتبہ کے ہیں۔ اُن کے دل چراغ ہدایت ہیں۔ وہ ہر زمین تیرۂ و تاریک سے پیدا ہوتی
اور گمنامی کے ساتھ بسر کرتے ہیں۔ اگرچہ اس زمانہ میں ایسے لوگ ازبس کمیاب ہیں لیکن بعض اعتبارات
زمانۂ سابق کے بھی اکثر اشخاص سے بہتر ہیں۔ ترمذی اور ابن ماجہ اور اُن کے سوا دوسروں نے ابو ثعلبہ خش
ایک بڑی حدیث کے ذیل میں روایت کیا ہے اُس کے آخر میں ہے تمہارے آگے صبر کے دن ہیں۔
جو شخص ان دونوں میں صبر کرے گا وہ مثل اُس شخص کے ہوگا جو آگ کی چنگاری ہاتھ میں اٹھائے۔
دونوں میں ایک شخص کو نیک عمل کا ثواب پچاس شخصوں کے برابر ملے گا۔ جو کہ اُس کا جیسا عمل کریں
پوچھا یا رسول اللہ کیا اُس زمانہ کے پچاس شخصوں کے عمل کے برابر ایک کو ثواب ملے گا؟ آپؐ نے فر
نہیں۔ تمہارے زمانے کے پچاس شخصوں کے برابر۔ اور مشکوٰۃ میں حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے وہ کہتے
میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپؐ نے فرمایا لوگوں کے دلوں پر فتنے یکے بعد دیگرے اس طرح
جائیں گے جیسے چٹائی ایک ایک تنکے سے کر کے بُنی جاتی ہے۔ جس قلب کے اندر وہ داخل ہو گئے اُس
ایک سیاہ باریک نقطہ پڑ جائے گا۔ اور جس قلب نے اُن فتنوں کو نہ قبول کیا تو اُس میں ایک سفید نقطہ پڑ
یہاں تک کہ لوگوں کے قلوب دو قسم کے ہو جائیں گے۔ ایک قلب تو ایسا سفید ہو جائے گا جیسے سفید
اُس کو تو تا قیامت آسمان و زمین کا کوئی فتنہ ضرر نہ پہونچا سکے گا۔ اور دوسرا قلب سیاہ غبار آلود ہوگا او
اُس میں نہ ٹھہرے گی جیسے ٹیڑھا کوزہ کہ اُس میں پانی نہیں ٹھہرتا۔ یہ قلب نہ کسی نیک کام کو اچھا سمجھے گا
کسی بُرے کو بُرا سمجھے گا۔ مگر وہی خواہش نفسانی جو اس میں جا ئی ہوئی ہے اُسی کو جانے گا۔ اس حدیث کا
نے روایت کیا ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غریبوں یعنی غربا اہل اسلام کو جو کہ ہر طبقہ اور ہر ز
میں بہت کم ہوا کرتے ہیں پانچ طبقوں پر تقسیم فرمایا اور ہر طبقہ میں ایک ایک خاصیت بیان کی اس کلام
معنی نہایت دقیق ہیں۔ ابن ماجہ نے حضرت انس بن مالک سے انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ
روایت کی ہے کہ آپؐ فرماتے تھے میری امت پانچ طبقوں پر مشتمل ہے چالیس برس تک تو نیک اور پرہیزگار لوگ ہو
پھر اُن کے بعد والے لوگ ایک سو بیس[۱۲۰] برس تک آپس میں رحم کرنے والے اور حق قرابت ادا کرنے والے ہوا
پھر اُن کے بعد والے لوگ ایک سو ساٹھ[۱۶۰] برس تک باہم ترک صحبت اور قطع تعلقات کرنے والے ہوں گے۔
ان طبقوں کے بعد قتل ہی قتل ہے اس زمانے سے نجات طلب کرو، نجات طلب کرو۔ اور ایک روایت میں حض
سے منقول ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت پانچ طبقوں پر ہے۔ ہر طبقہ چالیس
میرا طبقہ اور میرے اصحابؓ کا طبقہ تو اہل علم و اہل ایمان ہے اور دوسرا طبقہ جو سنہ چالیسؐ سے ساٹھ تک
وہ طبقہ نیک اور پرہیزگار ہے۔ پھر مثل پہلی روایت کے ذکر کیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ہر زمانہ

ں کی ایک جماعت سنتِ سنیہ پر عمل کرتی رہے گی۔ اگرچہ وہ لوگ تعداد میں کم ہوں۔ مگر یہ جماعت
ایک صفت خاص پر نہیں ہوگی بلکہ ہر طبقہ میں بوجہ قرب الٰہی جداگانہ ہوگی۔ اور سنت سنیہ پر عمل کرنے
ں پر قیام کرنے کی صورت بھی دوسری ہوگی۔ چنانچہ پہلا طبقہ چالیس برس تک ہے اور حضرت خیر البشر
علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت سے شروع ہؤا ہے اور حضرت مرتضٰے رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات تک ختم ہؤا۔ اس طبقہ
اور سبب قربِ الٰہی ایمان وعلم ہے۔ یعنی احکام شرعیہ کی تصدیق کا قوی ہونا اور جو کچھ آنحضرت صلی اللہ
لم سے سُنا اُس کے یاد رکھنے میں اہتمام بلیغ کرنا اور اسی کو غنیمت کبریٰ جان کر اور دیگر امور سے
ہو کر اسی کے جانب دل سے متوجہ رہنا اور اس وجہ میں اصل بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
وث ہونے سے بیشتر عالم کفر وجاہلیت سے بھرا ہؤا تھا۔ اور خراب حالتوں نے اہل عالم کے ظاہر و باطن پر
غلبہ کر لیا تھا۔ اور خسیس اور کم درجہ کی حالتوں نے اُن کے دلوں کو اپنا فریفتہ کر رکھا تھا۔ سارا جہان
ست میں مبتلا تھا کہ یکایک آسمان و زمین کے تدبیر کرنے والے یعنی حق جل وعلا نے آنحضرت صلی اللہ
لم کے قلب مبارک کے اندر داعیۂ ہدایت پیدا فرمایا۔ اور جن علوم کے ذریعہ سے ہدایت ممکن تھی وہ علوم
رت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب گرامی پر نازل فرمائے پھر صحبت نبویؐ کی بدولت آپؐ کے صحابہؓ میں سے
سی کی فطرت سلیمہ تھی وہی داعیہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں پیدا ہؤا تھا اس شخص کے
اُتر گیا اور اُسی علم کا عکس جو آنحضرتؐ کو عطا ہؤا تھا اُس کے عقل میں حاصل ہو گیا۔ پھر یہ فطرت سلیمہ والے بھی
مراتب پر تھے بعض تو ایسی استعداد کے ساتھ مخلوق ہوئے تھے کہ وہ استعداد انبیاؑ کی استعداد سی مشابہ
اور اُن کی جوہر طبیعت کے اندر نبوت کا نمونہ امانت رکھا گیا تھا۔ جیسے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق
یہ لوگ امت محمدیہؐ کے لیے سرفہرست ہوئے۔ ان لوگوں نے اپنے دل کی شہادت سے اُس داعیہ کو اور
لوم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا اور تحقیق کا ایک حصہ اُن کو نصیب ہؤا۔ اور بعض تحقیق کی استعداد نہ
رکھتے تھے مگر تقلید کی استعداد کامل رکھتے تھے اور انہوں نے اس تقلید کے ذریعہ سے اُس داعیہ اور اُن
کے عکس کو قبول کیا اور سعادت سے ایک معتد بہ حصہ پایا اور سب کے لیے اللہ تعالیٰ نے نیکی اور ثواب کا
لیا ہے۔ اور جو شخص اس داعیہ وعلوم کا عکس قبول کرنے سے زیادہ دُور ہے۔ وہی اس رحمت کاملہ
زیادہ محروم ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس طبقہ میں اعمال واخلاق مقصود بالتبع اور ملحوظ بالعرض تھے بمقصد اصلی
داعیہ وعلم کا قبول کرنا تھا جو اوپر بیان ہوا۔ اور دوسرے طبقے میں سببِ قرب الٰہی احکام شریعتِ اسلامیہ
فرائض ونوافل پر عمل کرنا اور حرام ومکروہ سے پرہیز کرنا ہے۔ اس طبقہ والوں کے دل دنیا کے سب کاموں سے
ہو کر انہیں اعمال کی جانب متوجہ ہو گئے اور ان اعمال کے کرنے سے ایک نور پیدا ہؤا اور اُن کے دلوں پر
ب ہو گیا۔ لہٰذا یہ لوگ تاحیات خود اُس نور پر قائم رہے اور اُسی نور کے ساتھ دنیا سے گذر گئے۔ اور یہ وہ لوگ
جن کو حدیث میں نیک اور پرہیزگار کہا گیا ہے۔ اور تیسرے طبقہ میں اعمالِ خیر بطور عادت ورسم رائج ہو گئے
ہر کس وناکس ان اعمال کی صورتوں کو ادا کرنے لگا۔ ان کی حقیقت سے کچھ واسطہ نہ رہا۔ اور صورت اعمال ادا
بننے کے لحاظ سے اہل حق واہل باطل میں کوئی فرق نہ رہا۔ البتہ جو شخص حسن اخلاق اور عجز وانکسار اور صفائی

قلب کے ساتھ باعتبارِ فطرت پیدا ہوا تھا۔ تو ان اعمال کے نور نے اُس کو نورانی اور مہذب کر دیا اور مرتبہ قر
پر فائز ہو گیا۔ اور جو باعتبار خلقت کے ایسا نہ تھا تو صرف ان ظاہری اعمال نے اُس کو اس قربِ الٰہی تک
نہ پہونچایا۔ اور وہ لبساط قرب سے بہت دور رہا۔ کیونکہ ان لوگوں کے اعمال قوی نیت کے ساتھ صادر نہیں ہ
اور اُن اعمال کا نور اُن لوگوں کے دل کی جانب رجوع نہ ہوا اور جو لوگ ایسے تھے یعنی اُن کے اعمال نیت
کے ساتھ نہ تھے۔ وہ لوگ ان اسباب کو جو اعمال کے قبول ہونے سے مانع تھے اپنے سے دفع نہ کر سکے نخ
پہلے طبقہ والوں کے کہ نیت میں سُستی کرنا اُن لوگوں کی عادت نہ تھی بلکہ قوی نیت کے ساتھ اعمال خیر بجالاتے
اور ریا و نمود اعمال کے اندر اُن کا دستور نہ تھا۔ انہیں کی نسبت حدیث میں وارد ہوا ہے کہ وہ صلہ رحم کرنیو
اور ایک دوسرے پر مہربان ہیں۔ اور چوتھے طبقہ میں خراب حالتیں اور ناقص نیتیں زیادہ تر ظاہر ہو گئ
اور اُس وقت نور ایمان بغیر گوشہ گیری اور خلوت نشینی اور بغیر اپنے قبائل اور کنبے سی جدا رہنے اور صحبت خلق
علیحدہ رہنے کے حاصل نہ ہوتا تھا۔ اس طبقہ والوں میں سے جس کسی نے کچھ نور حاصل کیا وہ نور بغیر عزلت
اور ترک صحبت خلق اللہ اُسے حاصل نہیں ہوا۔ انہیں لوگوں کی نسبت حدیث میں ہے کہ وہ ایک دو
سے منہ پھیرنے والے اور قطع رحم کرنے والے ہیں۔ اور پانچویں طبقہ میں دورہ بالکل بدل گیا۔ اب اللہ تعالیٰ
نظر توجہ نفس کے اُن ملکات و حالات پر ہوئی جو اعمال و اذکار کے ذریعہ سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ ملکا
لطیفۂ عقل و نفس و قلب کی جڑ میں قائم ہو جاتے ہیں اور انہیں لوگوں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ وہ اہل مقا
و احوال ہیں۔ اور اسی طرح ہر طبقہ میں جو وصف کہ مدار نظر الٰہی ہوتا ہے جداگانہ ہے۔ اس بحث میں گفتگو طو
ہوئی جاتی ہے۔ لہذا ہم صرف پانچ طبقوں کے بیان پر کفایت کرتے ہیں۔ اس بحث سے معلوم ہو سکتا ہے
حضرت عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن عباس اور حضرت عائشہ صدیقہ اور ان کے مثل دوسرے صحابہ رضی
عنہم کس رتبے کے اندر ہیں۔ اور سعید بن مسیب اور فقہاء سبعہ اور ان کے ہم عصر کس کس مرتبے کے اندر د
ہیں۔ واللہ اعلم۔ (نادر۔ یہ مضامین خاص شاہ صاحب کا حصہ ہے ۱۲ منہ حامد)

تیسری تنبیہ جاننا چاہیئے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اصحاب رسول خدا صلے اللہ
وسلم میں سے ایک صحابی تھے۔ اور وہ زمرۂ صحابہ رضوان اللہ علیہم میں بڑے صاحب فضیلت تھے۔ تم کبھی
کے حق میں بدگمانی نہ کرنا اور ان کی بدگوئی میں مبتلا نہ ہونا۔ ورنہ تم حرام کے مرتکب ہو گے۔ ابوداؤد نے ا
سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے۔ کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو قسم اس ذات کی
کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر تم میں سے کوئی شخص کوہ احد کے برابر سونا راہ خدا میں خرچ کرے تو ا
ایک مُد بلکہ نصف مُد خرچ کرنے کے ثواب کو نہ پہونچے گا۔ اور ابوداؤد نے ابوبکرہ سے روایت کی ہے وہ کہ
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی نسبت فرمایا یہ میرا بیٹا سردار ہے۔ او
امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اس کے سبب سے میری امت کے دو گروہوں میں صلح کرا دے گا۔ اور ا
روایت میں ہے کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرا دے۔ اور تر
نے بروایت عبد الرحمٰن بن عمیرہ جو منجملہ اصحاب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

ت کی ہے کہ آپ نے حضرت معاویہ کے واسطے یہ دعا مانگی۔ یا اللہ تو ان کو ہدایت کرنے والا اور ہدایت
بنا دے اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت فرما۔ اور ابن سعد اور ابن عساکر نے مسلمہ بن مخلد سے روایت
ہے وہ کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت معاویہ کے لیئے یہ دعا کرتے ہوئے سُنا۔ خداوندا تو ان
تاب آلہی کا علم عنایت کر اور ان کو ملکوں کی حکومت عطا فرما اور ان کو عذاب آخرت سے بچا لے۔ اور ترمذی
بروایت عمیر بن سعید نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ حضرت معاویہ
لیئے دعا میں یہ فرماتے تھے۔ خداوندا تو ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت فرما۔ اور روایت سے قطع نظر
کے عقل بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ضرور ان کے لیئے دعا کی ہو گی۔ کیونکہ
ت طرق روایت سے ثابت ہوا ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو چکا تھا کہ وہ یعنی حضرت معاویہ
ں نہ کسی وقت میں خلیفہ ہوں گے اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر از بس شفقت فرماتے
جیسا کہ اللہ تعالے فرماتا ہے حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ تا آخر (ترجمہ) تم پر حرص کرنے والا ایمان والوں کے ساتھ
ان رحیم ہے۔ لہذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت نے جو آپ کو امت کے ساتھ ہے تقاضا فرمایا
آپ اپنی امت کے خلیفہ کے لیئے ہدایت کرنے اور ہدایت پانے کی دعا فرمائیں۔ جناب نبوی کو حضرت
یہ کے خلیفہ ہونے کا علم روایات ذیل سے واضح ہے۔ دیلمی نے حضرت حسن بن علی سے روایت کی ہے۔ وہ
تھے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ آپ فرماتے تھے یہ دن رات ختم نہ ہوں گے۔ یہاں
کہ معاویہ بادشاہ ہو جائیں گے۔ اور آجری نے کتاب الشریعۃ میں عبد الملک بن عمیر سے روایت کی ہے۔ وہ
تھے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس وقت سے خلافت کی خواہش رکھتا ہوں جب
میں نے رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ اے معاویہ اگر تم بادشاہ ہو جاؤ
لوں کے ساتھ نیکی کرنا۔ اور بروایت ام حرام صحیح طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری
ت کا پہلا لشکر جو دریا میں جہاد کرے گا۔ اس کے لیئے جنت واجب ہو گئی۔ اور سب سے اول دریا میں
خلافت حضرت عثمان بن عفان حضرت معاویہ نے جہاد کیا ہے۔ اور ان کے اسی لشکر میں ام حرام
تھیں جنہوں نے دریا سے نکلنے کے بعد انتقال کیا۔ اور بروایات متعددہ یہ امر ثابت ہو گیا ہے کہ نبی صلی
علیہ وسلم نے حضرت معاویہ کو اپنا منشی اور کاتب وحی بنایا تھا اور آپ اسی کو کاتب بناتے تھے جو ذی عدالت
امانت دار ہوتا تھا۔ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان کہا کرتے تھے۔ میں خلیفہ نہیں ہوں بلکہ بادشاہان
ام کا پہلا بادشاہ ہوں اور جب تم میرے بعد بادشاہوں کا تجربہ کرو گے۔ اس وقت میری قدر جانو گے اور
حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے چند موئے مبارک حضرت معاویہ کے پاس تھے۔ انہوں نے بوقت وفات
یت کی تھی کہ یہ موئے مبارک میرے نتھنوں میں رکھ دینا۔ حضرت معاویہ خلافت خاصہ کے بعض مقاصد
جانتے تھے مگر ان کا اجراء نہ کر سکے۔ چنانچہ امام احمد نے عبداللہ بن عامر یحصبی سے روایت کی ہے وہ کہتے
کہ میں نے حضرت معاویہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے لوگو۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کی روایت
بچتے رہو۔ سوا ان حدیثوں کے جو حضرت عمر کے زمانہ میں رائج تھیں۔ یعنی بغیر تحقیقات کامل کے

روایت حدیث سے لوگوں کو روکتے تھے۔ اور یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو اللہ عزوجل کا خوف دلایا کرتے تھے۔

چوتھی تنبیہ زمانہ کی ایک وضع اور حالت کا دوسری وضع (اور حالت) کے ساتھ بدل جانا کئی قسم پر ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کا حکم جداگانہ ہے۔ **بعض تغیر** اس قسم کے ہیں کہ انسان کے اختیار کو اس میں کوئی دخل نہیں۔ بلکہ وہ تغیرات آسمانی ہیں۔ جیسے قحط کا ہونا۔ زلزلوں کا آنا۔ عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت۔ خبیث النفس شریروں کا زیادہ ہو جانا۔ اور معتدل الاخلاق اہل الرائے نیکوں کا کم ہو جانا۔ امام بخاری اور امام مسلم نے بروایت ابن عمر نقل کیا ہے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمیوں کی تو کثرت ہے مگر اچھے لوگ نایاب ہیں اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے سَو اونٹ کسی کے پاس ہوں۔ مگر ان میں سے ایک بھی سواری کے قابل نہ ہو۔ اس قسم کے تغیر کا یہ حکم ہے۔ کہ چونکہ تکلیف شرعی طاقت پر موقوف ہے۔ اور مؤاخذہ اخروی انسان کے اختیاری امور پر ہوتا ہے۔ لہذا اس قسم کے تغیرات میں مؤاخذہ نہیں ہوتا۔ لیکن اس قسم کے تغیر کے اوقات میں یہ لازمی نتیجہ ہے کہ افراد بنی آدم اس کمال تک پہونچنے سے جو نوع انسانی کے لئے مطلوب ہے قاصر رہتے ہیں۔ اگرچہ ان کا قصور ان کے اختیار سے نہ ہو۔ اور **بعض** تغیرات اس قسم کے ہیں کہ انسان کے اختیار سے ہوتے ہیں۔ اور یہ قسم جو باختیار انسان ہو۔ چند اقسام پر منقسم ہے۔ ایک قسم یہ ہے کہ لوگ کسی فعل ممنوع کے مرتکب ہوں جیسے شراب خواری اور زنا کی کثرت یا کسی فرض کو ترک کر دیں جیسے نماز نہ پڑھیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ قسم قابل مؤاخذہ ہے۔ دوسری قسم یہ ہے کہ اہل زمانہ کسی امر مستحب کا سنت مؤکدہ کی طرح التزام کر لیں یا کسی اچھے کام کی کسی خاص صورت اور ہیئت کو اپنے ذمہ لازم کر لیں اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑ لیں اسی قسم کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ جس طرح وظائف واوراد کی ایجاد اور اس قسم کے امور پر ثواب مرتب ہوتا ہے۔ ان کے متعلق تاکید دوجوب کا اعتقاد بے شک باطل ہے۔ اور ثواب اسی اصل کا ملے گا۔ جس کا عمدہ ہونا شرع سے جانا گیا ہو۔ اور وہ صورت وہیئت مباح ہے نہ اس کی تعریف کی جاسکتی ہے نہ برائی اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس التزام پر بعضے مفاسد مرتب ہوں اور آئندہ زمانہ میں اس امر کو بہیئت مجموعی تصور کریں اور بالآخر شریعت حقہ کی تحریف لازم آجائے۔ یعنی جو چیز شریعت میں نہ تھی وہ داخل شریعت ہو جائے۔ لیکن فی الحال جس شخص نے امر مباح کو لازم کر لیا ہے۔ وہ ان مفاسد آئندہ کی خبر نہیں رکھتا اور اس میں فی الجملہ اس شخص کی خطا ہے۔ تیسری قسم یہ ہے کہ ہر فریق اس امر مباح کو جس کو اس نے اپنا شعار وطریقہ کر رکھا ہے۔ اپنے لازم کرلے۔ اسی طرح ہر زمانہ میں ایک ایک رسم ووضع پیدا ہوتی چلی جائے۔ اس حالت میں یہ امور مباح اپنی اباحت اصلی پر قائم ہیں۔ ان کے عامل پر نہ ملامت بالذات ہو سکتی ہے۔ اور نہ مدح البتہ ملامت بالعرض اس وقت عائد ہوگی۔ جبکہ ہر فریق تعصب اختیار کرے اور اپنی وضع ورسم کو دوسرے کی وضع پر ترجیح دے یا یہ اندیشہ ہو کہ آیندہ کے لوگ اس وضع ورواج کو سنت سمجھ لیں گے۔ اور تحریف دین میں مبتلا ہو جائیں گے۔ تو اس وقت ان امور مباح کا عامل مستحق ملامت ہوگا۔ پھر واضح ہو کہ برے افعال کی برائی کبھی نص کتاب اللہ سے ثابت ہوتی ہے۔ اور کبھی احادیث مشہورہ سے اور کبھی قیاس

اجماعِ امت مرحومہ سے بالخصوص زمانۂ خلافت خاصہ کے اجماع سے جو کہ برکات نبوت
پسماندہ برکتوں کا زمانہ ہے۔ ان چاروں قسموں پر یہ مضمون کہ تمہارے پاس تمہارے خدا
ت سے ایک صاف دلیل ہے۔ صادق آتا ہے اور ان سب صورتوں میں کوئی شخص
صول (یعنی نص کتاب اللہ و احادیث مشہورہ و قیاس و اجماع) کے نہ جاننے سے معذور نہ
جائے گا۔ اور اس کی مخالفت پر کسی کمزور شبہہ کے ساتھ یا کسی عالم کی تقلید کے ساتھ
ل کرنا ہرگز مسموع نہ ہوگا۔ اور اس مخالف حکم شرع کو خدا کے نزدیک کامیابی نہیں ہو
اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ان افعال کی قباحت کسی خبر واحد سے بلا معارضہ کسی دوسری
حد کے ثابت ہوتی ہے۔ اس صورت میں تاوقتیکہ وہ حدیث نہ پہونچے اور اصل حقیقت
میان نہ ہوجائے۔ اس کا خلاف کرنے والا اپنے جہل کے سبب سے معذور ہے۔ اور جب
حقیقت سے پردہ اٹھ گیا۔ اور وہ بات صاف ہوگئی۔ اور اس کا حسن یا قبح خبر واحد سے
ہوگیا۔ اب کسی کے کہنے سننے کی کوئی جگہ نہ رہی۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ کسی فعل کی قباحت
دلائل ظنیہ سے ثابت ہوتی ہے۔ کہ وہ دلائل ایک دوسرے کے معارض ہوتی ہیں۔ ایسے موقعوں
حکم اختلاف سلف کا ہے وہی حکم جاری ہوگا۔ یعنی دونوں مختلف اجتہاد کرنے والے حق
ں گے۔ یا ایک حق پر اور دوسرا خطا پر مگر وہ بھی معذور ہے اور گنہگار نہیں۔ جب تم کو یہ
مات معلوم ہوگئے تو اب تم کو لازم ہے کہ بحث تغیر حالات یعنی وضع اور رسوم میں در
ت امت میں جو کہ اس زمانہ میں پیدا ہوگیا ہے۔ سب کو ایک ہی لکڑی سے نہ ہانکنا
بلہ اقسام اختلاف کا ایک حکم نہ سمجھنا۔ بلکہ بعضے اختلاف میں ایک جانب حق
دوسرے جانب خطا ہوتی ہے۔ اور بعض میں دونوں جانب حق دائر رہتا ہے۔ ع ہر
وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد ؛

واللہ اعلم!

فصل پنجم کا مقصد دوم :

اُن تغیراتِ کلیہ کا بیان جو اس امت میں واقع ہوئے، اُس تغیر عظیم کی علاوہ جس کو ہم نے مقصد اول میں بیان کیا

یہ بحث بہت طویل ہے۔ اس کا پورا کرنا اس مقام پر ممکن نہیں۔ ہمارا مقصود اس مقام میں اُن احادیث کی شرح کرنا ہے جو ہمارے مبحث سے تعلق رکھتی ہیں۔ جیسے حدیث قرون ثلاثہ اور وہ حدیث جس میں کہا گیا ہے کہ اگر ان کا دین قائم رہ گیا تو ستر برس تک قائم رہے گا۔ اور بارہ خلیفہ والی حدیث اور پانچ برس والی حدیث۔

پہلا تغیر جو اس امت میں واقع ہوا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف انتقال ہے اور کونسا حادثہ اس سے جانکاہ اور کونسا تغیر اس سے زیادہ ہولناک ہوگا۔ کہ اللہ جل شانہ کی وحی بند ہو اور وہ متواتر آسمانی برکتیں جو نبوت کے ساتھ ساتھ ہیں چھپ گئیں۔ دارمی نے عکرمہ سے ایک بڑی حدیث ذیل میں جو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے متعلق ہے روایت کی ہے کہ ام ایمن رونے لگیں۔ اُن سے کہا کہ کیا تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر روتی ہو۔ انہوں نے کہا واللہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر نہیں کیا میں نہیں جانتی کہ وہ ایسی جگہ گئے ہیں جو اُن کے لیئے دنیا سے بہتر ہے۔ بلکہ میں اس بات پر روتی ہوں کی خبریں بند ہو گئیں۔ اور دارمی نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اور کہا اس دن موجود تھا جب آپ ہجرت کر کے مدینہ آئے میں نے کوئی دن اس دن سے زیادہ اچھا اور روشن نہیں دیکھا۔ دن کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مدینہ میں تشریف لائے اور میں اس دن بھی موجود تھا جب آپ کی وفات ہوئی۔ میں نے اس دن سے زیادہ کوئی دن برا اور تاریک نہیں دیکھا جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وفات ہوئی۔ اور ترمذی نے حضرت انس سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتے تھے جس دن رسولِ خدا صلی اللہ علیہ مدینہ تشریف لائے مدینہ کی ہر چیز روشن ہوگئی تھی۔ اور جس دن آپ کی وفات ہوئی ہر چیز مدینہ کی تاریک تھی نے اپنے ہاتھوں سے مٹی بھی نہیں جھاڑی تھی۔ بلکہ ہم آپ کے دفن میں مشغول تھے۔ کہ ہم کو اپنے دلوں کی حالت ہوتی معلوم ہوئی۔ اور دارمی نے مکحول سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی پر پہنچے تو اس کو چاہیئے کہ میرے فراق کی مصیبت یاد کرے کیونکہ وہ سب سے بڑی مصیبت ہے۔

دوسرا تغیر حضرت فاروق اعظم کی وفات ہے بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے۔ کہ عمر فتنہ کے دروازے کا قفل ہیں۔ ازانجملہ حضرت حذیفہ کی حدیث ہے کہ انہوں نے حضرت عمر سے کہا یا امیر المومنین آپ کو فتنہ سے کچھ نہ کرنا چاہیئے جس کو ہم کئی بار لکھ چکے ہیں۔ دوسرا تغیر حضرت صدیق کی وفات کو اس سبب سے نہیں قرار دیا کہ

ں قریب قریب تھی اور ان کے مناقب بھی یکساں اور ملتے جلتے ہیں۔ اور ان کے سوابق بھی ایک طرح کے ہیں اور جو
ات ان کے زمانہ میں واقع ہوئے وہ بھی ایک رنگ کے ہیں نقش اول حضرت صدیق نے بنایا اور تکمیل اسی کی حضرت
وق سے ہوئی ان دونوں کے زمانہ میں مسلمان باہم ایک دوسرے سے متفق اور ایک دوسرے پر مہربان اور کافروں
بت اور جہاد میں یکدل تھے۔ مخالف کا نام بھی ان کے درمیان میں نہ تھا۔ سپاہ اور رعایا خلیفہ کو اپنی جان سے بھی
دوست رکھتے تھے۔ اور خلیفہ سپاہ و رعایا پر باپ سے بھی زیادہ مشفق و مہربان تھے۔ سرداران لشکر اور حکام بلاد
م وہی اہل سوابق یعنی مہاجرین اولین و انصار تھے۔ ترمذی نے کتاب الشمائل میں عتبہ بن غزوان سے ایک طویل حدیث
یت کی ہے۔ جس کے آخر میں یہ مضمون ہے کہ عتبہ بن غزوان کہتے تھے کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ میں اسلام میں
ل خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ساتواں شخص تھا۔ ہماری غذا درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھی۔ جس کے
مانے سے ہمارے مونھ کے کنارے پھٹ گئے تھے۔ ایک روز مجھے ایک چادر پڑی ہوئی ملی تو میں نے وہ چادر
ھی خود لی اور آدھی سعد کو دی۔ اب ہم ساتوں میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا حاکم ہے۔ اور اب ہمارے بعد
وگ حاکم ہوں گے۔ ان سے تمہیں قدر ہماری معلوم ہوگی" یہ دونوں بزرگ یعنی شیخین آنحضرت صلی اللہ
یہ وسلم کے عہد شریف میں آپ کے وزیر و مشیر تھے۔ اور ان کے مشورے بڑے بڑے مہمات ملت و دولت میں
چل ہوتے تھے۔ اور فاروق اعظم حضرت صدیق کی خلافت میں وزیر اور مشیر اور خلافت کے ناصر و معین رہے
ر جب خود ان کی خلافت کی نوبت آئی تو انہوں نے بڑے بڑے کام انجام دیئے۔ اور دین کی تائید بہت
رقیوں سے ان سے ظاہر ہوئی کہ پھر کسی سے نہ ہو سکی شیخین کے باہم یک رنگ ہونے کے سبب سے
ابق اور سیر میں ملکی و مذہبی مشورہ دینے میں اور ان امور میں جو ان کے لئے غیب میں مقرر تھے از قسم کشور کشائی
و ترویج دین۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اکثر حدیثوں میں دونوں کا ذکر توامین و فرقدین کے طریقہ پر ایک
ساتھ کیا ہے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گائے کے بات کرنے اور بھیڑیئے کے کلام کرنے کے
قصہ میں فرمایا کہ اس واقعہ پر میں ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر و عمر اور حضرت علی نے فرمایا کہ میں اکثر رسول خدا
صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا۔ کہ آپ فرماتے تھے میں تھا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ۔ میں نے یہ کام کیا۔ اور
ابوبکر و عمر نے۔ میں باہر نکلا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ نکلے۔ میں چلا اور ابوبکر و عمر چلے۔ میں داخل ہوا اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہ داخل
ہوئے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت علیین والوں کو ایسا روشن دیکھیں گے جیسے
تم چمکدار تارے کو آسمان کے کنارے پر دیکھتے ہو۔ اور ابوبکر و عمر انہیں علیین والوں میں سے ہیں۔ بلکہ
ان سے بھی اچھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر و عمر پیران اہل جنت کے سردار ہیں
کیا اگلے اور کیا پچھلے سوا انبیاء و مرسلین کے۔ اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ میری بقا تم لوگوں میں
کس قدر ہے۔ لہٰذا تم ان دونوں کی اقتدا کرنا جو میرے بعد خلیفہ ہوں گے۔ یعنی ابوبکر و عمر کی۔ اور
حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے تھے تو ہم میں
سے کوئی شخص ادب کے مارے سر نہ اٹھا سکتا تھا سوا ابوبکر و عمر کے کہ وہ دونوں حضرت کو دیکھ
کر مسکراتے تھے۔ اور حضرت ان کو دیکھ مسکراتے تھے۔ اور ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے ساتھ ابوبکر و عمر بھی تھے۔ ایک آپ کی داہنی جانب تھے۔ اور دوسرے بائیں جانب اور حضرت ان دونوں کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ اور آپ نے فرمایا کہ ہم قیامت کے اسی طرح اٹھیں گے۔ اور فرمایا کہ تم دونوں اگر کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ تو میں تم دونوں کے خلاف نہ گا۔ اور فرمایا کہ یہ دونوں دین کے کان اور آنکھ ہیں۔ اور فرمایا کہ میرے دو وزیر آسمان میں ہیں جبرئیل میکائیل اور دو وزیر زمین میں ہیں ابوبکر و عمر۔ اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے ان دونوں سے مجھے قوت اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کنویں والے خواب میں دونوں کو دیکھا۔ اور وزن والے خواب دونوں کا وزنی ہونا دیکھا گیا۔ اور حضرت نے اس کی تعبیر خلافت کے ساتھ دی۔ اور فرمایا کہ عمر کی نیکی آسمان کے تاروں کے برابر ہیں۔ پھر فرمایا کہ عمر کی سب نیکیاں ابوبکر کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ اور ا حدیث میں جس حضرت عثمان کی تعریف ہے کہ میں اس شخص سے کیوں نہ حیا کروں۔ جس سے فرشتے کرتے ہیں۔ مذکور ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شیخین کے ساتھ ایک طرح کا معاملہ کیا۔ اور حضر ابوموسیٰ کی حدیث میں ہے کہ حضرت نے شیخین کو جنت کی بشارت ایک ہی طرح سے دی بخلاف حضر عثمان کے۔ پھر وہ دونوں دفن بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے۔ اور حضرت علی بن حسین زین ال نے فرمایا کہ شیخین کا تقرب دربار نبوت میں آپ کی زندگی میں بھی ایسا ہی تھا۔ جیسا کہ اب آپ کی وفا کے بعد ہے۔ ان کے علاوہ اور بہت سی حدیثیں اسی اسلوب پر ہیں پس لامحالہ دونوں ایک ہی قرن تھے اور یہ دوسرا قرن اس وقت ختم ہوا جب دونوں نہ رہے۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ابن ہاشم خطیب شام کا خطبہ لکھ دیں جس میں انہوں نے داد فصاحت دی ہے۔ دارمی نے بروایت بن معدان نقل کیا ہے۔ کہ وہ کہتے تھے عبداللہ بن ہاشم امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز کے پاس عام لوگوں ساتھ گئے اور وہاں پہونچ کر یکایک عمر بن عبدالعزیز کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور اللہ کی حمد و ثنا بیان اس کے بعد کہا۔ امابعد اللہ نے مخلوق کو پیدا کیا اور ان کی اطاعت سے بے نیاز اور ان کی نافرمانی سے خوف تھا۔ لوگ اس وقت مختلف حالتوں میں تھے۔ اور اہل عرب کی حالت سب سے بدتر تھی۔ پہاڑی اور کیا جنگلی دنیاوی نعمتیں اور اس کے عیش کی چیزیں ان کو نصیب نہ تھیں۔ چند لوگ مل کر کبھی سے دعا نہ کرتے تھے۔ اور نہ کوئی کتاب آسمانی پڑھتے تھے اُن کے مُردے دوزخ میں جاتے تھے زندہ اندھے بھرے نجس تھے۔ اور بہت سی باتیں قابل نفرت اور قابل ترک ان میں جمع تھیں۔ پھ اللہ نے چاہا کہ ان پر اپنی رحمت نازل کرے تو اس نے ایک رسول انہیں کی قوم میں سے ان پاس بھیجا۔ جس کی شان میں خود اس نے فرمایا کہ شاق ہے اس پر تمہارا سرکشی کرنا۔ اور وہ حر ہے۔ تمہارے ایمان لانے کے اوپر مومنوں پر رؤف و رحیم ہے۔ اللہ رحمت اور صلوٰۃ وسلام نا ان پر مگر وہ کافر آپ کے جسم مبارک کو زخمی کرنے اور آپ کے دین کو مٹانے سے باز نہ آئے کے ساتھ اللہ کی کتاب ناطق تھی۔ آپ بغیر حکم خدا کے نہ آگے بڑھتے تھے نہ پیچھے ہٹتے تھے۔ پھ آپ کو تبلیغ کا حکم ملا اور جہاد کی ترغیب آپ کو دی گئی تو حکم الٰہی کی تعمیل کے لئے آپ کی

ستعد ہوئی پس اللہ تعالیٰ نے آپؓ کی حجت کو روشن کیا۔ اور آپؓ کی بات بلند کی اور آپ کی دعوت کو
ب پر ظاہر کیا۔ پھر آپؓ دنیا سے پاک اور صاف تشریف لے گئے آپؓ کے بعد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ
خلیفہ ہوئے اور وہ آپؓ کے طریقہ پر چلے اور آپ کی راہ اختیار کی عرب کے لوگ مرتد ہو گئے
بض لوگوں سے یہ حرکت ظاہر ہوئی تو وہ ہرگز اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ رسول خدا صلی اللہ
یہ وسلم کے بعد وہ ان سے قبول کریں سوا اس بات کے جو حضرت قبول کرتے تھے۔ انہوں
تلواروں کو میانوں سے نکال لیا اور آگ کے شعلے بلند کرا دیئے۔ اور اہل حق کے ہاتھوں سے
باطل کو سرنگوں کر دیا۔ اور ان کے بند بند جدا کر دیئے۔ اور زمین کو ان کے خونوں سے سیراب
دیا یہاں تک کہ انہوں نے اُن کو پھر داخل کیا اسی دین میں جس سے وہ نکل گئے تھے۔
اسی دین پران کو قائم کر دیا جس سے وہ بھاگتے تھے۔ بیت المال سے انہوں نے ایک
ٹ لیا تھا جس سے کچھ کام لیا کرتے تھے اور ایک حبشی لونڈی تھی۔ مگر آخر وقت میں اُن کو یہ بھی گوارا
ہوا اور انہوں نے وہ اونٹ اور لونڈی اپنے جانشین کو واپس دے دی اور وہ دنیا
، پاک و صاف اپنے صاحبؐ کی طرح واپس گئے۔ پھر ان کے بعد عمر بن خطاب
ی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوئے جنہوں نے شہروں کو آباد کیا اور سختی کو نرمی کے ساتھ مخلوط
ا اور ہر کام کو مستعدی سے انجام دیا۔ ہر کام پر اس کے لائق آدمی مقرر کیے جہاد کے
مان درست کیے۔ جب ان کو مغیرہ بن شعبہ کے غلام لوہار نے زخمی کیا تو انہوں نے
رت ابن عباس کو حکم دیا کہ وہ لوگوں سے پوچھیں کہ آیا وہ میرے قاتل کا نام جانتے ہیں؟
بجہ جب لوگوں نے ان سے مغیرہ بن شعبہ کے لوہار کا نام لیا تو انہوں نے اپنے پروردگار کا
مکر ادا کیا کہ کسی ایسے شخص نے اُن کو نہیں مارا جس کا کچھ حق فی مال غنیمت میں ہو۔
وہ قیامت کے دن یہ حجت پیش کرے کہ میں نے ان کا خون اس وجہ سے حلال سمجھا
انہوں نے میرا حق حلال سمجھا تھا۔ حضرت عمر نے بھی بیت المال سے کچھ لوپر اسّی ہزار
یہ لیا تھا۔ مگر انہوں نے بھی اپنے لئے اس کو گوارا نہ کیا اور اپنی اولاد کی کفالت کے لئے اس
پسند نہ کیا اور وہ اپنے جانشین کو واپس کر گئے اور دنیا سے پاک صاف مثل اپنے صاحبین کے گئے پھر اے
بن عبد العزیز تم باوجودیکہ دنیا کے بیٹے ہو دنیا کے بادشاہوں سے پیدا ہوئے ہو دنیا کے پستان سے تمہاری پرورش
ہے اور دنیا ہی میں تم بڑھے اور تم دنیا کو اس کے ملنے کی جگہ میں تلاش کرتے تھے مگر جب تم اس کے مالک بنائے
یعنی خلیفہ ہوئے تو تم نے دنیا کو وہیں ڈال دیا جہاں اس کو اللہ نے ڈالا تھا۔ اور اس کو چھوڑ دیا اور اس سے بے رغبتی کی
اسے مکروہ سمجھا مگر بقدر ضرورت پس اللہ کا شکر ہے۔ جس نے تمہارے ذریعہ سے ہمارے ظلم دور کیئے اور
رے ذریعہ سے ہماری مصیبت دفع کی پس اے عمر تم اپنی راہ چلے جاؤ اِدھر اُدھر نہ دیکھو کیونکہ حق پر کوئی چیز غالب
با ہوتی اور باطل سے کوئی چیز پست نہیں ہوتی میں اس کلام کو بیان کرنے کے بعد اللہ سے استغفار کرتا ہوں اپنے
، اور تمام مومنین و مومنات کے لئے ابوایوب کہتے تھے کہ عمر بن عبد العزیز جب کبھی بات نکلتی تھی تو کہا کرتے

تھے کہ مجھ سے ابن ہاشم کہہ چکے کہ تم اپنی راہ چلے جاؤ اِدھر اُدھر نہ دیکھو۔

تیسرا تغیر:- حضرت ذوالنورین کی شہادت ہے اور وہ مفاسد جو اس پر مرتب ہوئے۔ یہ تغیر سب ت
سے بڑھا ہوا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس تغیر کو زمانہ خیر و زمانہ شر میں حد فاصل قرار
ہے۔ اور اپنے اشارہ کا مرجع اسی تغیر کو بنایا ہے۔ بہت سی حدیثوں میں جو بہیئت مجموعی متواتر
اور اس تغیر سے خلافت خاصہ منتظمہ ختم ہو گئی۔ جیسا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثو
میں اس کو صاف بیان فرما دیا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی حدیثوں میں تینوں خلفا
ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہم اسی فصل کے مقصد اول میں بیان کر چکے۔ اور اگر تم غور سے دیکھو تو جہا
خلافت خاصہ منتظمہ بالفعل کا ذکر ہے وہاں تینوں بزرگوں کا ذکر ایک ساتھ ہے۔ اور جہاں کہیں خلا
خاصہ کا ذکر آنحضرت کے سامنے یا آپ کے پیچھے مہمات میں مداخلت کے ساتھ ہے۔ وہاں صرف شیخی
ذکر ہے۔ حضرت عثمان کی شہادت سے وہ تینوں قرن جن کی خیریت کی شہادت احادیث میں دی گئی ہے
ہو گئے۔ تیسرا قرن حضرت ذوالنورین کی خلافت کا زمانہ تھا جو قریب بارہ سال کے رہا ہے۔ حضرت ذ
کی روش میں بہ نسبت شیخین کی روش کے کچھ فرق تھا۔ کیونکہ حضرت ذوالنورین کبھی عزیمت سے رخصت
کی طرف اتر آیا کرتے تھے اور اُن کے حکام بھی شیخین کے حکام کے مثل نہ تھے اور رعیت بھی ان ک
مطیع نہ تھی جیسی حضرت صدیق اور حضرت فاروق کی مطیع تھی گو ویسی خشونت بھی رعیت کی طرف
ظاہر نہیں ہوئی تھی اور مخالفت کی کیفیت دل و زبان سے ہاتھ اور ہتھیار کی طرف منتقل نہ ہو
مگر اس قرن کے پورا ہو جانے کے بعد۔ ان باتوں میں سوا مکابر کے کوئی نزاع نہیں کر سکتا۔ ا
اللہ تم کو نیک بخت کرے اس بات کو سمجھ لو کہ اگر کسی حدیث کا مطلب سمجھنے میں کوئی مشکل پیش آ
تو دوسری حدیث کی طرف رجوع کرو تاکہ جو اصلی مقصد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اس حد
میں ہے وہ تم پر واضح ہو جائے کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بھی مثل قرآن کے ایک
کے مشابہ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے قرآن کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ کتاب ہے متشابہ اور مثانی اسی طر
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مضمون کو مختلف عبارتوں اور طرح طرح کے اسلوب کے ساتھ بیان فرمایا۔
اس حدیث میں کہ سب سے بہتر میرا قرن ہے پھر اس کے بعد وہ لوگ جو میرے قرن کے بعد ہوں گے
جو ان کے بعد ہوں گے۔ اس کے بعد کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے کہ ان کی قسمیں ان کی گواہیوں سے آگے
ان کی گواہیاں ان کی قسموں سے آگے چلیں گی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ اس کے بعد جھوٹ کا رواج
گا۔ جو کچھ بہتری اگلے قرنوں کی اور برائی ان کے بعد والے قرنوں کی تم سمجھے ہو اس کو خیال رکھو اس کے بعد
دیکھو کہ اسلام کی چکی پینتیس ۳۵ برس چلے گی اور اس کے مطلب کی تنقیح کر کے اس کو خیال رکھو۔ او
کی چکی کے لفظ اس بہتری کے ساتھ جو اس پہلی حدیث سے تم کو معلوم ہوئی وزن کرو۔ اور لفظ
کو جو دوسری حدیث میں ہے۔ پہلی حدیث کے اس لفظ سے کہ لوگوں کی قسمیں ان کی گواہ
آگے چلیں گی۔ اور جھوٹ رائج ہو جائے گا۔ موازنہ کرو تو ایک کا مضمون بعینہ دوسرے کا مضمو

ییس برس کا لفظ اس موازنہ میں سرسری نظر سے تو زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب تم غور سے دیکھو گے۔ تو اُس
عنی اور قرونِ ثلثہ کے معنی ایک پاؤ گے۔ اس معنی کے لحاظ سے جو ہم نے بیان کیئے۔ جب دو حدیثوں میں
باتیں مشترک ہوں تو تفصیہ میں ایک کی قید دوسرے کے مطلق پر بڑھا دینا چاہیئے۔ اور ایک کے حکم سے
سرے کے متشابہ پر تاویل کرنا چاہیئے۔

پھر اس سے آگے بڑھو اور یہ حدیث دیکھو کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور سلطنت شام میں، اس حدیث میں
نت اور سلطنت کو باہم مدمقابل قرار دیا گیا ہے۔ دیکھو کہ اس مقابلہ سے کیا بات پیدا ہوتی ہے۔ تم کو معلوم ہو
ئے گا۔ کہ وہ تین قرن جن کی تعریف کی گئی ہے۔ ایک قرن نبوت ہے۔ اور دو قرنِ خلافت، اور یہ سب مدینہ
تھے۔ ان دو قرنوں کے بعد کبھی مدینہ میں سلطنت نہیں رہی۔ لہٰذا پینتیس[۳۵] برس کی تعیین اور خلافت کے مدینہ
ہونے کی نشان دہی ان دونوں کا مصداق ایک ہے۔ یہ دونوں چیزیں ایک ہی مقصود کے نشان ہیں
دونوں کا اشارہ ایک طرف ہے۔

پھر اس سے بھی آگے بڑھو۔ حضرت ابوعبیدہ اور معاذ بن جبل کی حدیث دیکھو جس کا مضمون یہ ہے۔ کہ یہ
م ابتداء میں نبوت اور رحمت تھا۔ پھر خلافت اور رحمت ہو جائے گا۔ پھر کاٹنے والی بادشاہت بن جائے
۔ اور اس حدیث کو قرونِ ثلثہ کی حدیث سے اور اسلام کی چکی والی حدیث سے اور خلافت کے مدینہ میں اور
لطنت کے شام میں ہونے کی حدیث سے موازنہ کرو تو ہم یقین رکھتے ہیں کہ خلافت اور رحمت خیریت کے ہم
ن نکلے گی۔ اور کاٹنے والی بادشاہت فتنہ کے ہم پلہ ہوگی۔

پھر اس سے بھی آگے بڑھو اور کرز بن علقمہ کی حدیث دیکھو جس میں یہ مضمون ہے کہ اسلام کی اشاعت ایک
لک ہوگی۔ اس کے بعد لوگ ڈسنے والے سانپ بن جائیں گے۔ غور کرو کہ اسلام کو روز افزوں ترقی کس
ت تک رہی۔ اور ڈسنے والے سانپوں کا فتنہ کس وقت پیدا ہوا۔ اور اس مضمون کو خیر القرون اور اسلام کی
ی اور خلافت و رحمت کے مضمون سے موازنہ کرو۔ کچھ شک نہیں کہ سب ایک وزن میں ہیں پھر ڈسنے والے
نپوں کی حدیث کو فتنہ کی حدیث اور جھوٹ کے رواج پانے اور کاٹنے والی بادشاہت کی حدیث سے موازنہ
و یقیناً سب کا ایک رنگ ہے۔

پھر اس سے بھی آگے بڑھو اور حضرت حذیفہ کی حدیث دیکھو جس میں یہ مضمون ہے۔ کہ قیامت نہ قائم ہوگی
ں تک کہ تم اپنے امام کو قتل کرو گے۔ اور باہم شمشیر بازی کرو گے اور تمہاری دنیا کے وارث تمہارے بدترین
ب ہوں گے اور غور کرو کہ یہ کس واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور وہ واقعہ کس زمانہ میں ہوا۔ المختصر اپنے ذھن
کدورتوں کی آمیزش سے صاف کرو اور بعض حدیثوں کو بعض پر منطبق کرو تاکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے
ام کا مقصد تم پر واضح ہو جائے۔ اس کے بعد علمای اہل کتاب کی خبروں کو دیکھو اور صحابہ کرامؓ کے آثار کو یاد
رو تاکہ پورا اطمینان حاصل ہو جائے اور اگر اس طریقہ کے بعد بھی کام نہ نکلے اور حدیث کے معنی منقح نہ ہوں۔ تو
دیث کے معنی سمجھنے سے اپنے آپ کو معذور سمجھو۔ کیونکہ اس بحث میں اس سے بہتر کوئی طریقہ نہ ملے گا۔ اور
سی مسئلہ میں اس سے زیادہ کثرت سے روایتیں ملیں گی حتے کہ نماز اور زکوٰۃ کے مسائل میں بھی تو ترجمہ شعرا

جب تم کسی کام کو نہ کر سکو تو اس کو چھوڑ دو، اور وہ کام اختیار کرو جو کر سکتے ہو۔

حاصل یہ کہ ان قرون ثلثہ میں اختلاف ویسا ہی ہے۔ جیسا کہ ایک نوع کے اصناف میں باہم اختلاف
ہوتا ہے کہ ایک اعتبار سے وہ سب اصناف ایک ہیں اور ایک اعتبار سے مختلف ہیں اسی وجہ سے اسلام
کی چکّی والی حدیث میں تینوں خلافتوں کو ایک مرتبہ میں رکھا ہے۔ اور خلافت کے مدینہ میں ہونے اور سلطنت
کے شام میں ہونے کی حدیث میں تینوں خلافتوں کو ایک مرتبہ میں رکھا ہے۔ اور نبوت و رحمت اور خلافت
رحمت والی حدیث میں تینوں خلافتوں کے لیے ایک صفت ثابت کی۔ اور حدیث فتن میں جو حضرت حذیفہ
مروی ہے۔ تینوں خلافتوں کو استقامت کا زمانہ کہا ہے۔ اور کرز بن علقمہ کی حدیث میں سب کو ترقی اسلام
زمانہ بتایا ہے۔ جب یہ قرون ثلاثہ گذر گئے اور سب سے بڑا تغیر ظاہر ہوا تو عالم کی شکل بدل گئی۔ اور یہ نسبت پہلے ز
کے تغیر نوعی ظاہر ہوا۔ اس تغیر کے تحت میں تین فتنے اور دو بدنہ واقع ہوئے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
ان پانچوں حادثوں کی تفصیل اس شرح وبسط سے فرمائی ہے کہ اس سے زیادہ ممکن نہیں۔ شیخین نے حضر
حذیفہ سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتے تھے لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کو پوچھا کرتے تھے۔ اور میں آپ
شر کو پوچھا کرتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں وہ مجھ پر نہ آجائے۔ چنانچہ ایک روز میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ
جاہلیت میں اور شر میں مبتلا تھے۔ پھر اللہ اس خیر یعنی اسلام کو لایا۔ تو کیا بعد اس خیر کے پھر شر ہوگا۔ حضرت نے ف
ہاں میں نے عرض کیا کہ کیا پھر اس شر کے بعد خیر ہوگا۔ حضرت نے فرمایا ہاں مگر اس میں تاریکی ہوگی۔ میں
عرض کیا کہ تاریکی اس کی کیا ہوگی۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ میری سنت کو چھوڑ کر دوسروں کی سنت پر عمل
گے۔ اور میری روش چھوڑ کر دوسروں کی روش پر چلیں گے۔ تم لوگ ان کی کچھ باتیں پسند کرو گے کچھ ناپسند۔
نے عرض کیا کہ کیا پھر اس خیر کے بعد شر ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوئے لو
کو بلائیں گے۔ جو ان کا کہنا مان لے گا۔ اس کو وہ جہنم میں ڈالیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان
کی پہچان ہم سے بیان کیجیے۔ حضرت نے فرمایا وہ ہماری ہی قوم سے ہوں گے۔ اور ہماری ہی زبان بولیں
میں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ اگر وہ زمانہ مجھ پر آجائے فرمایا کہ تم مسلمانوں کی جماعت اور
امام کے ساتھ ہو جانا۔ میں نے عرض کیا اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور کوئی امام اس وقت نہ ہو۔ فرمایا تو تم
تمام فرقوں سے علیحدہ رہنا۔ اور اگر تم کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑ کر بیٹھ جاؤ اور اسی حال میں تم کو موت آجا
یہ سب سے بہتر ہوگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ نے کہا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم
جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے پھر اللہ اس خیر کو ہم میں لایا تو کیا بعد اس خیر کے پھر شر ہوگا۔ فرمایا کہ ہاں میں نے
کہا کہ کیا بعد اس شر کے پھر خیر ہوگا۔ فرمایا ہاں مگر اس میں تاریکی ہوگی۔ میں نے عرض کیا کہ تاریکی کیسی فرمایا لو
میری روش چھوڑ کر دوسروں کی روش پر چلیں گے۔ تم لوگ ان کی کچھ باتیں پسند کرو گے کچھ ناپسند میں نے
کہ پھر بعد اس خیر کے شر ہوگا۔ فرمایا ہاں کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوئے لوگوں کو بلائیں گے۔ جو
کہنا مان لے گا۔ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان کی کچھ پہچان ہم سے
کیجیے کہ وہ کون لوگ ہوں گے۔ فرمایا وہ لوگ ہماری ہی قوم سے ہوں گے۔ اور ہماری ہی زبان بولیں

ں نے عرض کیا کہ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں۔ اگر وہ زمانہ مجھے ملے آپ نے فرمایا تم مسلمانوں کی جماعت اور ان کے
م کے ساتھ رہنا۔ میں نے عرض کیا کہ اگر اس وقت مسلمانوں کی کوئی جماعت اور امام نہ ہو فرمایا تو تم ان تمام فرقوں
ے علیحدہ ہو جانا۔ اور اگر تم کسی درخت کی جڑ دانتوں سے پکڑ لو یہاں تک کہ اسی حال میں تم کو موت آجائے۔ تو
سب سے بہتر ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہ کہتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ اس
نہ میں بچاؤ کی صورت کیا ہے۔ فرمایا کہ تلوار۔ میں نے پوچھا کہ بعد تلوار کے بھی کچھ فتنہ باقی رہے گا۔ فرمایا سلطنت
کی آشوب چشم کے ساتھ اور صلح ہوگی تیرگی کے ساتھ میں نے پوچھا کہ پھر کیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا پھر اس
ے بعد دجال نکلے گا۔ اس کے ساتھ ایک نہر ہوگی اور آگ ہوگی جو شخص اُس کی آگ میں پڑے گا۔ اُس
ا ثواب خدا کے ذمہ ہے۔ اور اس کے سب گناہ معاف ہو جائیں گے۔ اور جو اس کی نہر میں گرے گا۔ اُس کے
گناہ ثابت ہو جائیں گے۔ اور اس کا ثواب ضائع ہو جائے گا۔ بغوی نے کہا ہے کہ وہ فتنہ جس کا بچاؤ تلوار سے
ہو گا۔ قتادہ کہتے تھے کہ وہ اہل ردت کا فتنہ ہے۔ جو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا۔ اور صلح تیرگی کے
ساتھ ہوگی ۱۲ اس کا مطلب یہ ہے کہ صلح کے بعد بھی کینہ باقی رہ جائیں گے۔ جس طرح آگ سے دھواں پیدا
ہوتا ہے۔ ابو عبیدہ نے کہا ہے کہ دخن جس کا ترجمہ تیرگی کیا گیا۔ اصل میں اُس کو کہتے ہیں کہ کسی جانور یا کپڑے
وغیرہ کے رنگ میں کچھ میلا پن مائل بسیاہی ہو۔ اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت حذیفہ کہتے تھے۔ میں نے
پوچھا یارسول اللہ صلح تیرگی کے ساتھ ہوگی۔ اس کا کیا مطلب۔ فرمایا کہ بنی آدم کے قلوب جس حالت پر
ہوں گے۔ اُس سے نہ ہٹیں گے۔ اور ایک روایت میں بجائے سلطنت کے جماعت آشوب چشم کے
ساتھ ہوگی۔ مروی ہے مطلب یہ ہوا کہ لوگوں کا اجتماع فساد قلب کے ساتھ ہوگا۔ حضرت نے اس فساد
قلب کو آشوب چشم سے تشبیہ دی ہے۔ واللہ اعلم ۱۲۔

فتنۂ اول:۔ تین بڑے بڑے حادثوں پر شامل ہے۔ اس فتنہ کی ابتدا حضرت مرتضیٰ کی خلافت سے ہے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرتضیٰ کی خلافت سے پہلے ہی خبر دی کہ وہ منتظم نہ ہوگی۔ اور آپ اس سے
رنجیدہ ہوئے۔ خصائص میں ہے کہ طبرانی اور ابونعیم نے حضرت جابر بن سمرۃ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا کہ تم خلیفہ بنائے جاؤ گے اور تم مقتول ہوگے۔ اور تمہاری یہ
داڑھی تمہارے سر کے خون سے رنگین ہوگی۔ اور حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے
تھے۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا آگاہ رہو تم میرے بعد مصیبت میں مبتلا ہوگے۔ حضرت
علی نے پوچھا کہ میرے دین کی سلامتی رہے گی۔ حضرت نے فرمایا ہاں تمہارے دین کی سلامتی رہے گی۔ اور
امام احمد نے ایاس بن عمرو اسلمی سے انہوں نے حضرت علی سے انہوں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت
کی ہے کہ آپ نے فرمایا عنقریب اختلاف احکام پیدا ہوگا۔ اگر تم بچ سکو تو بچنا۔

حادثۂ اول جنگ جمل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حادثہ کی خبر دی ہے۔ جس کی روایت
خبر واحد غریب ہے۔ ابو یعلےٰ نے قیس بن ابی حازم سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے۔ حضرت عائشہ کا گذر بنی
عامر کے ایک چشمہ پر ہوا جس کا نام حوأب تھا۔ اور وہاں کتوں نے بھونکنا شروع کیا۔ حضرت عائشہ رضی نے

پوچھا کہ یہ کون مقام ہے ۔ لوگوں نے کہا بنی عامر کا ایک چشمہ ہے ۔ یہ سنتے ہی حضرت عائشہ نے کہا ۔ مجھے
واپس لے چلو میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ ہم لوگوں سے فرماتے تھے کہ کیا حال ہو
تم میں کسی ایک کا جب اس پر حواب کے کتے بھونکیں گے ۔ اور حاکم نے بروایت یحییٰ بن سعید ولید بن عیاش
سے انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ سے انہوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی
کہ وہ کہتے تھے ۔ ہم سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم لوگوں کو سات فتنوں سے ڈراتا ہوں
جو میرے بعد ہوں گے ایک فتنہ مدینہ سے شروع ہوگا ۔ اور ایک یمن سے اور ایک شام سے اور ایک مش
سے اور ایک مغرب سے اور ایک وسط شام سے جس کا نام سفیانی ہوگا ۔ حضرت ابن عباس نے اس حدی
کو بیان کر کے کہا کہ تم میں سے بعض لوگ ابتدائی فتنوں کا زمانہ پائیں گے ۔ اور اس امت میں بعض لوگ ا
ہوں گے جو آخری فتنہ کا زمانہ پائیں گے ۔ ولید بن عیاش بیان کرتے تھے کہ فتنۂ مدینہ تو طلحہ و زبیر کے سبب سے
اور فتنۂ شام بنی امیہ کے سبب سے اور فتنۂ مشرق ان لوگوں (یعنی اہل عراق) کے سبب سے ہوا ۔

حادثہ دوم جنگ صفین اس کی خبر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کی تھی جس کی روایت صحیح ۔
شیخین نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیام
نہ قائم ہوگی یہاں تک کہ دو بڑے گروہ باہم قتال کریں گے ۔ دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا یہ کلمہ اشارہ ہے ا
طرف کہ اہل شام نے مصحف اٹھایا اور کہا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان میں یہی حکم ہے اور حضرت مرتضیٰ
فرمایا کہ یہ قرآن ساکت ہے اور میں قرآن ناطق ہوں ۔ اور بخاری نے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ
وسلم نے عمار سے فرمایا کہ تم کو گروہ باغی قتل کرے گا ۔ یہ جنگ تحکیم پر ختم ہوئی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقع
ایسے الفاظ میں بیان فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جنگ طرح طرح کے فسادوں کی بنیاد ہوگی ۔ اور شارع
پسندیدہ نہیں ہے ۔

حادثہ سوم ۔ جنگ نہروان ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متواتر حدیث میں بیان فرمایا ہے ۔
ارشاد کیا ہے ۔ کہ مسلمانوں کے افتراق کے وقت یہ جنگ ہوگی ۔ اور خوارج کو وہ فریق قتل کرے گا جو اولیٰ بالح
اور یہ جنگ اس جماعت کے حسنات عظیمہ سے ہوگی ۔ ان تینوں حادثوں کے بعد حضرت مرتضیٰ کی شہادت
واقعہ پیش آیا ۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث مستفیض میں بیان فرمایا ہے ۔ اور حضرت مر
کے قاتل کو اشقی الآخرین کی مذمت سے یاد کیا ہے ۔ حاکم نے ایک طویل حدیث میں عمار بن یاسر رض
عنہ سے روایت کی ہے ۔ کہ وہ کہتے تھے میں اور علی غزوۂ ذوالعسیرہ میں ساتھ ساتھ تھے ۔ رسول خدا صلی
علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم سے بیان کردوں کہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ بدبخت کون دو آدمی تھے
لوگوں نے عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ بیان فرمایئے ۔ آپ نے فرمایا قبیلۂ ثمود کا وہ شخص جس نے ناقۂ صالح
السلام کو زخمی کیا تھا اور وہ شخص اے علی جو تمہارے سر میں مارے گا ۔ یہاں تک کہ تمہاری داڑھی تمہارے
کے خون سے تر ہو جائے گی ۔

حادثۂ اول ۔ ابتدا اس کی وہ صلح تھی جو حضرت امام حسن نے حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے کی آنحضرت صلی اللہ

اس حدیث صحیح میں بیان فرمایا ہے۔ بخاری نے حسن بصری سے روایت کی ہے۔ کہ وہ کہتے تھے۔ میں نے
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ ایک روز نبی صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ پڑھ رہے تھے کہ حسن
آ۔ تو حضرت نے فرمایا کہ میرا یہ بیٹا سید ہے امید ہے کہ اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو گروہوں میں
را دے گا۔ اس کے بعد آپؐ نے اس ہدنہ کی حقیقت بیان فرمائی کہ سلطنت ہوگی۔ آشوب چشم کے
اور صلح ہوگی کدورت کے ساتھ۔ پھر حضرت معاویہ بن ابی سفیان کی بادشاہی کا منتقل ہوجانا بیان فرمایا
چنا ابن ابی شیبہ نے حضرت معاویہ سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے مجھے خلافت کی تمنا اس وقت سے پیدا
ہو۔ جب سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے معاویہ اگر تم بادشاہ ہوجاؤ تو رعیت
کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا۔

فتنۂ دوم یہ فتنہ بھی چند حوادث پر شامل ہے۔ اول شہادت امام حسین۔ مشکوٰۃ میں بحوالہ بیہقی ام فضل
بنت حارث سے منقول ہے کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ!
میں نے آج شب کو ایک بہت بُرا خواب دیکھا ہے۔ حضرت نے پوچھا وہ کیا میں نے عرض کیا کہ بہت ہی
ت خواب ہے۔ حضرت نے پوچھا آخر کیا۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے یہ دیکھا کہ ایک ٹکڑا آپ کے جسم کا
کیا اور میری گود میں رکھ دیا گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ خواب تو تم نے اچھا دیکھا۔ انشاء اللہ فاطمہ
یک بچہ ہوگا۔ وہ تمہاری گود میں رہے گا۔ چنانچہ ام فضل کہتی تھیں کہ فاطمہ سے حسینؓ پیدا ہوئے اور انہوں نے میری
میں پرورش پائی۔ جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا پھر میں ایک روز حضرت کی خدمت میں
اور میں نے حسینؓ کو آپ کی گود میں بٹھلا دیا۔ اس کے بعد میں دوسری طرف دیکھنے لگی۔ پھر جو دیکھا تو رسول خدا
اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر
ن۔ آپ کیوں روتے ہیں۔ فرمایا کہ جبرائیل میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ میری امت میرے
بیٹے کو قتل کردے گی۔ میں نے پوچھا کہ اس کو؟ فرمایا ہاں اور وہ میرے پاس اس کی تربت کی سرخ مٹی بھی لے
۔ دوسرا واقعہ حرّا۔ ابوداؤد نے حضرت ابوذر سے روایت کی ہے وہ کہتے تھے کہ میں ایک روز رسول خدا صلے
لیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے پیچھے گدھے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب ہم مدینہ کی آبادی سے باہر نکل گئے تو حضرت نے فرمایا
اے ابوذر تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب مدینہ میں بھوک کا غلبہ ہوگا۔ اور تم اپنے بستر سے اٹھ کر مسجد تک نہ پہونچنے
گے کہ بھوک سے بیتاب ہوجاؤ گے وہ کہتے تھے میں نے عرض کیا کہ اللہ و رسول کو خوب علم ہے۔ تو آپ نے
ا کہ اے ابوذر سوال سے بچنا۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابوذر تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب مدینہ میں موت کی بہ کثرت
ک کہ ایک قبر کی قیمت ایک غلام کے برابر ہوجائے گی۔ میں نے عرض کیا کہ اللہ اور رسول کو خوب علم ہے۔ فرمایا کہ
صبر کرنا۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابوذر تمہارا کیا حال ہوگا۔ جب مدینہ میں قتل عام ہوگا۔ ایسا کہ احجار زیت خون میں
ب جائیں گے۔ میں نے کہا اللہ و رسول کو خوب علم ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر میں بیٹھ رہنا۔ میں نے عرض کیا
یا ہتھیار ہاتھ میں لوں آپ نے فرمایا کہ اگر ایسا کرو گے تو تم بھی ان کے شریک سمجھے جاؤ گے۔ میں نے پوچھا کہ یا
ل اللہ پھر کیا کروں۔ فرمایا کہ اگر تم کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ تلوار کی چمک تمہاری آنکھوں کو خیرہ کردے گی۔ تو تم اپنے

کپڑے کا دامن اپنے چہرہ پر ڈال لو تاکہ وہ شخص تمہارا گناہ اور اپنا گناہ اپنے سر لے لے تیسرا استحلال مکہ بسبب خروج عبداللہ بن زبیر رضؓ اس کی خبر بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دی تھی۔ چوتھا ابراہیم بن اشتر کا عبیداللہ بن زیاد سے جنگ کرنے کے لیئے خروج کرنا۔ پانچواں مختار کا کوفہ میں مسلط ہونا۔ اس کی خبر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک مُہلک ہوگا۔ ترمذی نے حضرت عمرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ قبیلہ ثقیف میں ایک کذاب ہے اور ایک مہلک۔ عبداللہ بن عصمہ نے بیان کیا ہے کہ کذاب مختار بن ابی عبید تھا۔ اور مُہلک حجاج بن یوسف تھا۔ اور مسلم نے صحیح مسلم میں روایت کی ہے کہ جب حجاج نے عبداللہ بن زبیر کو قتل کیا تو اُن کی والدہ حضرت اسماءؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کیا تھا۔ کہ ثقیف میں ایک کذاب اور ایک مُہلک ہوگا۔ چھٹا مصعب کا مختار سے لڑنا۔ ساتواں ضحاک بن قیس کا مروان سے لڑنا۔ آٹھواں۔ عبدالملک کا مصعب بن زبیر سے لڑنا۔ نواں حجاج کا اور اس کے ظلم کا ظاہر اس کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور ان لڑائیوں کی بابت آپ نے فرمایا کہ کچھ لوگ جہنم کے دروازہ پر کھڑے ہوئے لوگوں کو بلائیں گے۔

ہدنہ دوم:۔ ان تمام باتوں کے بعد انتظام سلطنت عبدالملک پر قائم ہوگیا۔ اور تمام اہل اسلام اس کے حکم کے نیچے آگئے۔ اور اس کی اولاد و احفاد نے بھی دنیا میں اسی طرح فرمان روائی کی۔ حدیث شریف میں اس فریق کی حکومت کا بیان وارد ہوا ہے۔ بخاری نے بروایت حضرت ابوہریرہ نقل کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھ پر ہوگی۔ اور حاکم نے حضرت ابوذر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے۔ جب بنی امیہ کی تعداد چالیس تک پہونچ جائے گی تو وہ اللہ کے بندوں کو غلام اور خدا کے مال یعنی بیت المال کے مال کو بخشش بنالیں گے۔ اور کتاب خدا کو کھیل بنادیں گے۔ ابو یعلے نے اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں اولاد حکم کو دیکھا کہ میرے منبر پر کود رہے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس خواب کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی کسی نے ہنستا ہوا نہیں دیکھا یہاں تک کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ اور بیہقی نے ابن مسیب سے روایت کی ہے۔ وہ کہتے تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بنی امیہ کو اپنے منبر پر دیکھا تو آپ کو اس سے بہت رنج ہوا۔ پس آپ پر وحی نازل ہوئی کہ یہ صرف دنیا ہے۔ جو انہیں دی گئی۔ تو آپ خوش ہوگئے۔ اور ترمذی و حاکم اور بیہقی نے حسن بن علی سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی امیہ میں سے ایک ایک شخص کو اپنے منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ کو اس سے رنج ہوا پس یہ سورت نازل ہوئی اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الآیۃ۔ ترجمہ اے نبیؐ ہم نے تم کو کوثر دی ہے۔ اور یہ سورت نازل ہوئی: اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ الآیۃ ترجمہ: ہم نے نازل کیا ہے قرآن لیلۃ القدر میں اور تم کیا جانو کیا ہے لیلۃ القدر لیلۃ القدر بہتر ہے ہزار مہینوں سے وہ ہزار مہینے جن میں بنی امیہ بادشاہت کریں گے۔ قاسم بن امیہ نے بیان کیا ہے۔ کہ ہم نے حساب کیا تو بنی امیہ کی سلطنت پوری ہزار مہینہ نکلی نہ زیادہ نہ کم۔ ابوداؤد نے بروایت عبداللہ بن حوالہ نقل کیا ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم دیکھو کہ خلافت ارض مقدس یعنی شام میں پہونچ گئی۔ تو سمجھ لو کہ زلزلے اور پریشانیاں ا

۔۔ بڑے حوادث قریب آگئے۔ اور قیامت اس وقت اس سے بھی زیادہ قریب ہوگی۔ جس قدر میرا ہاتھ ۔۔۔ رے سر سے قریب ہے۔

یہاں ایک باریک نکتہ ہے۔ اس کو بھی سمجھ لو وہ یہ کہ خلافت شام کے متعلق مختلف حدیثیں آئی ہیں بعض ۔۔ ائی پر دلالت کرتی ہیں۔ اور بعض تعریف پر شل ایک دوسری حدیث کے کہ وہ بھی ابن حوالہ سے مروی ہے ۔۔ کو امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ نے ابن حوالہ سے نقل کیا ہے۔ کہ وہ کہتے تھے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔۔ ریب انجام کار یہ ہوگا کہ تم لوگ بڑے بڑے لشکر بن جاؤ گے ایک لشکر شام میں ہوگا اور ایک یمن میں اور ۔۔ عراق میں ابن حوالہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر وہ زمانہ مجھے ملے۔ تو آپ میرے لئے کس لشکر کو پسند ۔۔ تے ہیں حضرت نے فرمایا کہ تم شام میں رہنا۔ کیونکہ وہ اللہ کی پسندیدہ زمین ہے۔ وہاں اپنے پسندیدہ بندوں ۔۔ رکھتا ہے۔ اور اگر یہ نہ ہوسکے تو یمن میں رہنا۔ اور اپنے حوضوں کا پانی پینا۔ اللہ عزوجل نے مجھ سے شام اور اہل ۔۔م کے متعلق ذمہ داری کرلی ہے۔ اس **تعارض** کا دفعیہ اس طرح ہے کہ اہل شام اپنے ذاتی اوصاف کے ۔۔ ظ سے استحقاق خلافت نہ رکھتے تھے۔ مگر خلافت اُن کو حاصل ہوئی اور عنایت تشریعیہ جہاد کا کام جاری رکھنے اور ۔۔ں پر مدد کرنے کی طرف متوجہ ہوئی۔ لہذا جہاں کہیں تعریف ہے۔ وہ امور ملکیہ وغیرہ کے سبب سے ہے۔ ۔۔ ہیں اہل شام میں ایک عمر بن عبد العزیز تھے۔ جو اچھے خلیفہ تھے۔ اور علم وفضل وزہد کے زیور سے آراستہ تھے ۔۔ ان کے بہت عمدہ آثار دنیا میں باقی رہے۔ جن میں سے ایک علم حدیث کی کتابت ہے۔ اور احادیث کا ۔۔ ع کرنا ہے۔ اور دوسرا سب اہل بیت کا موقوف کرنا ہے۔ اس حدیث کا مضمون ان پر صادق آیا کہ اللہ ہر ۔۔ دی کے شروع میں ایک ایسا شخص پیدا کرتا رہے گا۔ جو دین اسلام کی تجدید کردیا کرے گا۔

فتنہ سوم۔ جب یہ مدت قریب ختم پہونچا۔ تو بنی عباس کے مدعیان خلافت نے خراسان کی طرف سے ۔۔ اٹھایا۔ اور لڑائیاں ہوئیں اور بڑے بڑے ظلم ہوئے جو شخص بنی امیہ میں سے یا اُن کے مددگاروں میں سے مل گیا ۔۔ کو مار ڈالا اور بڑی بڑی سختیاں کیں یہ بات تمام اطراف وجوانب میں پھیل گئی اور ہوا جو کچھ ہوا۔ ان تمام ہنگاموں ۔۔ کے بعد بنی عباس کا کام جم گیا۔ اور تیسرا تغیر ختم ہوگیا۔ اور چوتھا تغیر شروع ہوگیا گو یہ تیسرا تغیر بڑے بڑے حادثے ۔۔ پنے اندر رکھتا تھا۔ اور ایک طویل زمانہ کے بعد ختم ہوا۔ گر اس کا رنگ ایک رہا۔ جیسا کہ گذشتہ تغیرات کا رنگ ۔۔ بس رہا۔ لہذا ایک اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں صرف دو دولتیں ہوئیں۔ اول مدینہ میں اور دوسری ۔۔ام میں جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت مدینہ میں ہوگی اور سلطنت شام میں اور بنی اسرائیل کی کتابوں ۔۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں لکھا ہے کہ مقام ہجرت اُن کا طیبہ ہوگا۔ اور سلطنت ان کی ملک شام میں ہوگی۔

پہلی دولت خیریت اور خلافت ورحمت اور زمانہ اشاعت اسلام کے اوصاف کے ساتھ تعبیر ۔۔ ی گئی اور **دوسری دولت** ان برائیوں کے ساتھ یاد کی گئی کہ ان کی قسمیں ان کی گواہیوں سے آگے چلیں گی۔ اور ۔۔ ہوٹ کا رواج ہو جائے گا۔ اور کاٹنے والی بادشاہت ہوگی اور ڈسنے والے سانپ ہوں گے **پہلی دولت** ۔۔ ی تاریخ یوں بیان کی گئی ہے کہ اسلام کی چکی پینتیس برس تک چلتی رہے گی۔ اور **دوسری دولت** کی تاریخ اس ۔۔رح بیان ہوئی کہ جب بعد مدینہ اول کے سلطنت قائم ہوجائے گی تو ستر برس تک رہے گی پہلی دولت میں

سلف صالح کی بدگوئی نہ تھی اور دوسری دولت میں سلف صالح کو برا کہنے لگے تھے۔ اپنی اپنی خواہش اور رائے
کے موافق۔ پہلی دولت میں تمام امور دینی کا مرجع پیغمبر اور خلیفہ خاص تھے۔ اور کوئی قابل لحاظ اختلاف
دین میں اس وقت نہ تھا۔ دوسری دولت میں بہت سے اختلاف اور اصول عقائد میں بہت سے پراگندہ
مذہب مثل مرجیئہ و قدریہ و خوارج کے پیدا ہوگئے۔ اور فتاوی اور احکام میں کچھ لوگ اہل مدینہ کے مذہب پر
کچھ لوگ اہل عراق کے مذہب پر تھے۔ لیکن ہنوز یہ اختلاف مدون نہ ہوئے تھے۔ اور یہ سب نزاع منضبط
ہوئے تھے۔ اس حالت کو جو تیسرے تغیر سے پیدا ہوئی۔ بمقابلہ پہلی حالت کے جو پہلے دو تغیروں سے پیدا ہوئی
تھی مثل دو مختلف الحقیقۃ نوعوں کے سمجھنا چاہیے جو ایک جنس کے نیچے ہوں۔ اسی امر مشترک کے اعتبار سے جو
یہاں بمنزلہ جنس ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اسلام ہمیشہ غالب رہے گا۔ بارہ خلیفہ کے وقت
تک جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ ہمیشہ لوگوں کا کام جاری رہے
جب تک کہ ان کے بارہ خلیفہ ہوں گے جو سب کے سب قریش سے ہوں گے۔ اس حدیث کو شیخین نے حضرت
جابر بن سمرہ سے روایت کی ہے۔ تحقیق اس امر مشترک کی جو دونوں دولتوں یعنی مدینہ کی دولت اور شام کی دولت
میں پایا جاتا ہے۔ کچھ تفصیل چاہتی ہے وہ یہ کہ غلبہ دین کے دو بازو ہیں ایک خلافت اور دوسرے علم آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ دونوں دولتوں میں خلافت کا مشترک ہونا اس وجہ سے ہے کہ ان دونوں دولتوں میں خلیفہ
مستقل ہوتا تھا۔ اور ملک میں بغیر مزاحمت باغیوں کے اور بغیر اس کے کہ امرائے لشکر پر پورا بھروسہ کرے تصرف
کرتا تھا۔ بخلاف دولت بنی عباس کے اور ان دونوں دولتوں میں علم کا مشترک ہونا۔ اس سبب سے ہے
اس وقت تک مذاہب کی تدوین نہ ہوئی تھی۔ کوئی شخص یہ نہ کہتا تھا۔ کہ میں فلاں شخص کا پیرو ہوں۔ بلکہ کتاب
و سنت کی دلیلوں کو اپنے اصحاب کے مذہب کے موافق تاویل کرتے تھے۔ ہر شخص یہ دعوی کرتا تھا کہ خالص
شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے موافق حکم اس طرح اور اس طرح ہے۔ اس میں اس سے غلطی
یا صواب۔ اس زمانہ کی فقہ صحابہ و تابعین کے آثار کے ساتھ مخلوط تھی مسند و مرسل سب پر عمل کرتے تھے۔

چوتھی حالت یعنی **چوتھا تغیر** خلافت بنی عباس کا عراق میں جم جانا۔ یہ دولت قریب چار سو برس تک
رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی خبر دی ہے۔ ترمذی نے حضرت ابوہریرہ سے روایت کی
کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خراسان سے کچھ سیاہ جھنڈے نکلیں گے جن کو کوئی چیز واپس نہ کر سکے
یہاں تک کہ وہ ایلیا بیت المقدس میں نصب کردیے جائیں گے۔ فتنۂ سرا جو آئندہ حدیث میں مذکور
یہی فتنہ ہے اور ظلم اور سرکشی جو کاٹنے والی بادشاہت کے بعد بیان کی گئی ہے۔ یہی ہے۔ ابوداؤد نے بروایت
عبداللہ بن عمر نقل کیا ہے وہ کہتے تھے کہ ہم لوگ ایک روز رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہو
تھے۔ آپ نے فتنوں کا ذکر کیا اور بہت ذکر کیا یہاں تک کہ آپ نے فتنۂ احلاس کا ذکر کیا۔ ایک شخص
نے پوچھا کہ یا رسول اللہ فتنۂ احلاس کیا چیز ہے آپ نے فرمایا کہ اس میں ہرب اور حرب ہوگی۔ اس
بعد فتنۂ سرا ہوگا۔ جس کا دھواں ایک ایسے شخص کے پیر کے نیچے سے اٹھے گا۔ جو میرے اہل بیت میں
ہوگا۔ وہ اپنے کو میرے گروہ میں سے سمجھے گا۔ حالانکہ وہ میرے گروہ سے نہ ہوگا۔ میرے ولی وہی لوگ ہیں

ہوں اس کے بعد پھر لوگ ایک ایسے شخص پہ متفق ہو جائیں گے۔ جو مثل سرین کے پسلی پہ ہوگا۔ اس کے بعد
ہیماء ہوگا۔ جو اس امت میں سے کسی کو باقی نہ رکھے گا جس کو ایک طمانچہ نہ مارے وہ فتنہ ایسا طویل ہوگا۔
ب لوگ خیال کریں گے کہ اب یہ فتنہ ختم ہوا تو وہ اور بڑھ جائے گا۔ اس فتنہ میں آدمی صبح کو مومن ہوگا
م کو کافر ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ امت میں دو فرقے ہو جائیں گے۔ ایک فرقہ ایمان کا جس میں نفاق
نہ ہوگا۔ دوسرا فرقہ نفاق کا جس میں بالکل ایمان نہ ہوگا۔ جب یہ حالت ہو جائے تو تم اسی دن یا اس کے
رے دن دجال کا انتظار کرنا۔ خطابی نے کہا ہے۔ کہ اس فتنہ کو فتنۃ الاحلاس اس سبب سے کہا گیا ہے
س سیاہی کو کہتے ہیں اور یہ فتنہ سیاہ اور تاریک تھا۔ اور حرب کے معنی مال اور اولاد کے تلف ہو جانے
ں۔ اہل عرب بولتے ہیں کہ حرب الرجل مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کے مال و اولاد ضائع ہو گئے دھوین
راد یہ ہے کہ یہ فتنہ دھویں کی طرح اس کے پیروں کے نیچے سے جوش کرے گا اور سرین کا پسلی پر ہونا
مثل ہے جو ایسے شخص پر بولی جاتی ہے کہ وہ سیدھا کھڑا نہ ہو سکتا ہو۔ جس طرح پسلی شانے کے ساتھ سیدھی
ہو سکتی نہ اس کو اٹھا سکتی ہے۔ اور جب کسی کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ مثل ہتیلی کے کلائی میں ہے یا مثل کلائی
بازو میں ہے تو مراد یہ ہوتی کہ وہ شخص بادشاہت کے قابل نہیں اس کا بار اٹھا نہیں سکتا۔ دہیماء تصغیر دہماء
ہے یہ تصغیر واسطے مذمت کے ہے۔ اس فقیر کے نزدیک اس حدیث کے جو معنی ثابت ہیں وہ یہ ہیں۔ کہ
احلاس سے مراد بنی امیہ کا فتنہ ہے۔ جو شام میں ہوا۔ اور حرب سے عبداللہ بن زبیر کے مدینہ سے مکہ بھاگ
جانے کی طرف اشارہ ہے۔ اور حرب سے وہ لڑائیاں مراد ہیں۔ جو ضحاک بن قیس وغیرہ سے ہوئیں اور فتنہ
رسے فتنۂ بنی عباس مراد ہے۔ ابراہیم عباسی کا فرمان بجانب ابومسلم تم نے کتب تاریخ میں پڑھا ہوگا۔ اور فتنۂ
ء سے مراد ترکوں کا فتنہ ہے اور یہ جو کہا گیا کہ جب اس فتنہ کی بابت یہ خیال کیا جائے گا کہ ختم ہو گیا تو اور بڑھ جائے
یہ اس طرف اشارہ ہے کہ گروہ ترک یکے بعد دیگرے زمین روم و فارس میں منتقل رہیں گے۔

اب ایک مسئلہ نہایت مشکل اور باقی ہے وہ یہ کہ ابن ماجہ کی حدیث میں ابومسلم کے خراسان سے نکلنے کی
ف اشارہ ہے۔ اور اس خلیفہ کو مہدی فرمایا گیا ہے اور اس کے مدد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ خارجیوں نے
ہ کے متعلق ایک اعتراض بھی کیا ہے۔ ابن ماجہ نے بروایت علقمہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی
۔ وہ کہتے تھے۔ ایک روز ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ کچھ جوان بنی ہاشم کے
منے سے آئے۔ جب ان کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ کا رنگ متغیر
یا۔ ہم لوگوں نے عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ ہم آپ کے چہرہ میں رنج کے آثار دیکھتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا
ہم ایسے لوگ ہیں کہ اللہ نے ہمارے لئے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔ میرے اہل بیت میرے بعد آزمائش
یبت اور جلاوطنی میں مبتلا ہوں گے۔ یہاں تک کہ کچھ لوگ مشرق کی جانب سے آئیں گے۔ ان کے ساتھ سیا
نڈے ہوں گے۔ وہ لوگوں سے مال مانگیں گے۔ مگر انہیں نہ ملے گا۔ پھر وہ لڑیں گے۔ اور انہیں فتح حاصل
گی اور جو کچھ انہوں نے مانگا تھا انہیں دیا جائے گا۔ مگر وہ اس کو قبول نہ کریں گے۔ اور میرے اہل بیت میں
ے ایک شخص کے حوالہ کر دیں گے جو دنیا کو انصاف سے بھر دے گا۔ پس جو شخص تم میں سے ان لوگوں کو پائے

اس کو چاہیئے کہ ان کے پاس آئے چاہے اس کو برف پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے۔ اور ابن ماجہ نے ثوبان
روایت کی ہے وہ کہتے تھے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خزانے کے پاس تین آدمی قتال
گے وہ سب کسی نہ کسی خلیفہ کے بیٹے ہوں گے۔ مگر وہ خزانہ کسی کو نہ ملے گا۔ پھر کچھ سیاہ جھنڈے مشرق کی ط
سے نکلیں گے۔ اور تم کو اس طرح قتل کریں گے کہ کسی قوم نے اس طرح قتل نہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد آپ
کچھ اور ذکر کیا جو مجھے یاد نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ جب تم اس خلیفہ کو جس کے ہمراہ سیاہ جھنڈے ہوں
دیکھنا تو اس سے بیعت کر لینا چاہیے۔ برف پر گھٹنوں کے بل تم کو چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ خلیفۃ خدا اور مہدی
اور ابن ماجہ نے عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا رسول خدا صلے اللہ ع
وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ مشرق سے آئیں گے اور مہدی کی سلطنت قائم کرنے کے لئے لڑیں گے۔

تحقیق ان تینوں حدیثوں کی اس فقیر کے نزدیک یہ ہے۔ کہ مہدی سے مراد خلیفۂ بنی عباس ہے نہ امام مہ
جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوں گے۔ یہاں اس خلیفہ کو مہدی اور خلیفۃ اللہ کہنا اور اُس کے مدد کی ترغیب دینا اس
سے ہے کہ اس فریق کی خلافت پردۂ تقدیر میں مصمم ہو چکی تھی۔ اس میں تغیر و تبدل ہونے والا نہ تھا۔ لہٰذا وہ مہد
یعنی راہ یافتہ اس تدبیر کی طرف جو اس کی خلافت کو مضبوط کردے نہ مثل دوسرے خارجیوں کے کہ ان کی تدبیر
ہو گئی اور سوا فتنہ و فساد کے کچھ ان کے ہاتھ نہ آیا۔ خلیفۃ اللہ اس کو اس معنی کر کہا گیا کہ خلافت اس کی تقدیر آ
میں مصمم ہو چکی تھی اور اسی وجہ سے کہا گیا کہ اس کے ساتھ ہو جانا چاہیے۔ اس کی مخالفت نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ
مقصود شریعت میں قطع نزاع ہے اور فتنہ و فساد کا کم کرنا جمی ہوئی خلافت بہتر ہے۔ گو اس کا مالک
سرین کے شانہ پر ہو۔ بہ نسبت پراگندہ خلافت کے گو اس کا مالک افضل ہو۔ تشریع کا ثمرہ یہ ہے کہ فساد
میں کمی ہو اور وہ راہ متعین ہو جائے جس سے مقصود موافق تقدیر کے جلد حاصل ہو جائے۔ شروع دولت ع
میں خلیفہ کا حکم اطراف عالم میں نافذ تھا۔ معتصم کے بعد حکم ان کا کمزور ہو گیا۔ اور سلجوقیوں کی خلافت قائم ہوئی
تک کہ بنی عباس کی سلطنت ایک صورت رہ گئی۔ حقیقت کے بغیر اور عبیدیوں نے مصر میں خروج ک
اور ان کے پہلو سے ایک فتنہ برپا ہوا۔ نصاریٰ نے شام پر تسلط پایا۔ بالآخر عبیدی بھی درہم برہم ہو گئے اور نص
بھی ملک شام سے نکال دیئے گئے۔ اس کے بعد چنگیزی ترکوں کا خراسان پر غلبہ ہوا۔ بالآخر خلیفۂ عباسی بھی
برہم ہو گیا۔ اور اس وقت دولت عرب ختم ہو گئی۔ اور عجمیوں نے ہر طرف سرداری کے ساتھ سر اٹھ
پانچویں تغیر کی ابتدا اتھی۔

پانچواں تغیر۔ سلطنت عجم۔ اس میں اور چوتھے تغیر میں فرق یہ تھا کہ دولتِ عباسی کے زمانہ میں اص
فروع منضبط ہو گئے تھے حنفی اور شافعی اور مالکی اپنے اپنے مذہب کی کتابیں لکھ چکے تھے اور اصول میں
اور شیعہ اور جہمیہ ایک دوسرے سے ممتاز ہو چکے تھے۔ اور انہیں کے عہد میں یونانیوں کے علوم زبان ع
میں نقل کیے گئے۔ اور فارسیوں کی تاریخ عربی میں ترجمہ کی گئی اور ہر ایک اپنے اپنے مذہب سے خوش تھا۔ د
شام کے ختم ہونے تک کوئی شخص اپنے کو حنفی شافعی نہیں کہتا تھا۔ بلکہ وہ لوگ دلائل کو موافق اپنے اپنے
مذہب کی تاویل کرتے تھے۔ اور دولت عراق میں ہر شخص نے اپنے لیے ایک ایک نام تجویز کر لیا۔ کوئی اپنے کو

لگا، کوئی شافعی جب تک اپنے اصحاب کی تصریح نہ دیکھ لیتے تھے قرآن و حدیث کے دلائل پر کوئی حکم نہ کرتے
تلافات قرآن و حدیث کی تاویل کے لحاظ سے لازم آتے تھے اب وہ مضبوط ہو گئے۔ ہر چند دولت بنی عباس
اور اوسط اور آخر میں مختلف تھے مگر یہ دولت تمام تر مذاہب کی مضبوطی اور اُن کی تفریعات اور تخریجات
ری۔ اور یہ حالت بہ نسبت پہلی دونوں حالتوں کے ایسی ہے جیسے دو جنسوں کی طرح جیسے دو جنس سافل جو جنس عالی کے
ت میں ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی امر مشترک کے لحاظ سے فرمایا تھا جس کو ابوداؤد نے بروایت
بن ابی وقاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں اُمید رکھتا ہوں کہ میری امت
پروردگار کے یہاں اس بات سے محروم نہ رہے گی۔ کہ وہ اُن کو نصف روز تک مہلت دے حضرت سعد سے
ا گیا کہ نصف روز کی کیا مقدار ہوگی؟ حضرت سعد نے کہا پانچ سو برس۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ دولت
ر کی خلافت اور شام و عراق کی یہ سب خلافتیں قریش میں تھیں۔ اور ملک عرب سے اطراف و جوانب میں احکام جاری
ی تھے۔ گو ظاہری طور پر سہی۔ اور ان سب خلافتوں کا زمانہ پانچ سو برس کا تھا۔ یہی مطلب اُمت کو
سو برس تک مہلت دینے کا ہے۔ لفظ اُمت اس حدیث میں بمعنی قوم و قبیلہ ہے۔ اس مدت کے بعد
ت قریش ختم ہوگئی بلکہ عرب کی دولت درہم و برہم ہوگئی اور مغلوں کے رئیس اور عالم کے بادشاہ عجمی
ہو گئے۔ جب عرب کی دولت ختم ہوگئی اور مسلمان لوگ مختلف شہروں میں پہنچے تو جس نے جو مذہب یاد
بیا تھا اُسی کو اُس نے اصل بنایا۔ اور جو مذہب کہ پہلے مستنبط سمجھا جاتا تھا اب اصل مضبوط بن گیا۔ اب
ں کا علم یہ ہے کہ تخریج پر تخریج اور تفریع پر تفریع کریں۔ عجمیوں کی دولت بالکل مجوسیوں کی دولت
طرح ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں اور کلمہ شہادت پڑھتے ہیں۔ ہم لوگ اسی
دین تغیر کے دامن میں پیدا ہوئے ہیں۔ اب نہیں جانتے کہ خدائے قدوس برتر و توانا کی مشیت اس کے بعد
یا ہے۔

فصل پنجم ختم ہوگئی!

والحمد للہ رب العالمین ط

فصل ششم

پورے کلام الٰہی سے خلفائے راشدین کی خلافت کا اثبات!

"یعنی عمومیات قرآن، تعریضات والہ بر اوصافِ خلافت خاصہ فضائل وسوابق خلفائے راشدین ا ان آیات کے بیان میں جو خلفائے راشدین کی رائے اور ان کے مشورہ کے موافق نازل ہوئیں اور یا خلفائے راشدین ان کے سبب نزول ہوئے"۔

جاننا چاہیے کہ علم حدیث کی پانچ قسمیں ہیں۔ قسم اول وہ جو بلحاظ اسناد کے قوی و اعلیٰ ہے۔ مثلاً موطا و جا سفیان ؒ دوم فن سیر مثلاً کتاب محمد بن اسحاق وکتاب موسیٰ بن عقبۃ اقسام شمائل بھی اسی میں داخل ہیں فن تفسیر مانند تفسیر عبدالرزاق، تفسیر بخاری، ترمذی، ابن ماجہ اور تفسیر حاکم وغیرہ۔ چہارم فن زہد و رقاق، وعظ و نصیحہ مانند کتاب الزہد لابن المبارک متقدمین میں سے اور متاخرین میں سے کتاب قوت القلوب اور احادیث علامات قیامت بعث ونشر اور احادیث بہشت و دوزخ وغیرہ بھی رقائق میں داخل ہیں پنجم معرفۃ الصحابہ ما کتاب الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب اور دیگر کتب فضائل و مناقب بھی اس میں داخل ہیں۔ اکثر احادیث یا تین فنوں سے مناسبت خصوصیات رکھتی ہیں۔ مگر باقی فنوں کا بھی ان سے استخراج کیا جاسکتا ہے۔ اور بع کتابیں خصوصیت کے ساتھ صرف ایک یا دو یا تین فنوں پر تصنیف کی گئی ہیں۔ اس تفصیل سے ہماری ی یہ ہے کہ اس فصل ششم میں اوصاف خلافت خاصہ اور فضائل و مناقب اور سابقیات خلفائے راشدین کہ احادیث سے جن کا استنباط کیا گیا ہے بضمن تفسیر بیان کیا جائے۔ اور اسی کے ضمن میں تفسیر قرآن کریم اور وعظ و رقائق کی جو کچھ خلفائے راشدین سے منقول ہوا ہے ذکر کیا جائے۔

عمومیات و تعریضات قرآنیہ سے فضایل و مناقب خلفائے راشدین اور اوصاف خلافت خاصہ کا و استنباط کرنے کا بیان اس طرح ہے کہ ان آیات عمومیات و تعریضات قرآنیہ میں بہت سے قرائن قالبہ و جمع ہیں جو پڑھنے والے کو اس امر کے سمجھنے پر مجبور کرتے ہیں کہ فلاں شخص جو ان اوصاف کے ساتھ موصوف خصوصیت کے ساتھ اس آیت کا مصداق ہے۔ اور اگر آیت اپنے عموم میں اتم و اکمل ہو اور قرائن شخص وا کافی طور پر نہ پائے جائیں تو اس صورت میں گو استدلال نہیں کر سکتے، تاہم ہم اس کو ذکر ضرور کریں گے صحابہ و تابعین اور تبع تابعین میں سے خلفائے راشدین کے فضائل و مناقب کے متعلق اگر بضمن اس آیت ک قول ہو تو اسے بھی بیان کیا جائے کیونکہ کل صحابہ و تابعین اور تبع تابعین خلفائے راشدین کی تعظیم و تک قائل ہیں۔

پہلی آیت:۔ ابوالعالیہ اور حسن۔ آیۃ کریمہ "اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ

...یر میں بیان کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں سیدھی راہ پر چلا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی دونوں
...ہوں (حضرت صدیق، حضرت عمر فاروق رض) کی راہ پر الخ۔
احقر اس تفسیر کی توجیہ عرض کرتا ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صراط الذین
...ت علیہم، پھر اس کی تفسیر دوسری جگہ نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین سے فرمائی۔ اور آنحضرت صلعم نے
...ن صدیق رض کو صدیق اور حضرت فاروق رض کو شہید فرمایا ہے۔ پھر ایک اور حدیث میں فرمایا ہے۔ اقتدوا
...ین من بعدی ابی بکر رض و عمر رض پس جب ثابت ہوا کہ صراط مستقیم طریقہ شیخین ہی لازم ہوا کہ شیخین
...خاص ہوں کیونکہ خلیفہ خاص وہی ہو سکتا ہے جس کا طریقہ صراط مستقیم ہو اور اسی کے طریقہ کی طرف
...ت ہمیں توجہ دلاتی ہے

دوسری آیت:۔ سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

...لہم نبیہم ان اللہ قد بعث لکم ...ت ملکا قالوا انی یکون لہ الملک ...و نحن احق بالملک منہ ولم ...سعۃ من المال قال ان اللہ اصطفٰہ ...و زادہ بسطۃ فی العلم والجسم واللہ ...ملکہ من یشاء واللہ واسع علیم۔ (پارہ ۲)

(ترجمہ) اور فرمایا ان سے ان کے نبی نے بیشک اللہ تعالیٰ نے مقرر فرما دیا تمہارے لیے طالوت کو بادشاہ کہنے لگے کیونکر ہو سکتی ہے اس کو حکومت ہم پر اور ہم زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے اس سے اور اس کو نہیں ملی کشائش مال میں۔ پیغمبر نے کہا بے شک اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا اس کو تم پر اور زیادہ فراخی دی اس کو علم اور جسم میں اور اللہ تعالیٰ دیتا ہے ملک اپنا جس کو چاہے۔ اور اللہ ہے فضل کرنیوالا سب کچھ جاننے والا

(ترجمہ اردو شیخ الہند نور اللہ مرقدہ)

(شاہ صاحب رح) احقر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگلے لوگوں کے قصے صرف اس لیے بیان فرمائے ہیں کہ
...یہ عبرت حاصل کی جائے۔ پس اس آیت سے متعلق خلافت چند مسائل مفہوم ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ
...لفار کا غلبہ ہو جائے خواہ دفعۃً در صورت وجوب جہاد اور خواہ بتدریج انہیں فتح حاصل ہوتی جائے اور
...ت وجوب جہاد بوجہ قلت عدد، موجودہ تعداد فتح یابی کے لیے کافی نہ ہو تو قضائے الٰہی میں یہ امر لازم ہوتا ہے
...ے ایسے شخص کے ہاتھ میں دیا جائے کہ عالم غیب میں فتح و نصرت جس کے نامزد ہوئی ہے جب نوبت یہاں تک
...ی ہے اس شخص کو خلیفہ بنانا فرض ہوتا ہے اور وہ شخص عند اللہ بقضاء و حکم الٰہی خلیفہ خاص ہوتا ہے جیسا کہ
...سرائیل کی قوم عمالقہ اور اس کی اولاد کے ہاتھوں مغلوب ہو گئی اور دو بار شکست کھائی یہاں تک کہ اس وقت
...جو حالت تھی فتح و ظفر حاصل کرنے کے لیے ناکافی تھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے بزبان نبی وقت طالوت کو ان کا
...بنایا۔ اور فرمایا کہ اس کی خلافت کو فلاں علامت سے پہچان کر خلافت کو اس کے نام سے نصب کرو۔
دوم یہ کہ بعد استقرار خلافت بہ نص شارع اس خلافت سے سرزنش کرنا اور شکوک و ہمیہ پیدا کرنا معصیت
...ہے جیسا کہ بنی اسرائیل کہنے لگے کہ طالوت کی بادشاہت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے ان کی اس سرزنش
...جہ یہ تھی کہ طالوت ہر چند کے بنی اسرائیل کے نسب سے تھے۔ مگر دباغ یا سقار تھے لہٰذا سابقہ ملک و امارت
...رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عذر پر مطلق التفات نہیں فرمایا۔

سوم یہ کہ اصل درباب استخلاف عالم غیب میں حکم الٰہی کا مقدر ہونا ہے کہ فتح وظفر فلاں شخص کے نامزد
ہے۔ پس خدائے تعالیٰ کا کسی کو خلیفہ بنانا اس شخص کے اصطفاء و اجتباء کا باعث ہے۔ اس امر کا اعتبار اور دا
ان صفات پر نہیں جو عام لوگوں کی رائے میں قابل مدح و تعریف ہوتی ہیں جیسا کہ تمول اور حسب و نسب
خدا کے اصطفاء و اجتباء کا دارومدار ان صفات پر ہے جو مصلحت و تدابیر استخلاف سے وابستہ ہیں۔ معہذا اس
اس پر جاری ہے کہ جزوی فضیلتیں اسے حاصل ہوتی ہیں تاکہ نفوس قوم اس کے سبب مطمئن ہو جائیں۔ ج
اللہ تعالیٰ نے طالوت کو خلیفہ بناتے ہوئے ان کی قلت مال اور ان کے پیشہ دباغت وسقایت پر گوا
نہیں کیا مگر عقل و دانائی اور جسمانی قوت انہیں عطا فرمائی تاکہ نفوس قوم ان کے تقدم و تقدس پر مطمئن ہو
واللہ اعلم:۔

بندہ:۔ حامد الرحمٰن کاندھلوی ——————— غفر

تیسری آیت سورۃ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت و
اسماعیل ربنا تقبل منا انک انت السمیع
العلیم ط ربنا واجعلنا مسلمین لک ومن
ذریتنا امۃ مسلمۃ لک وارنا مناسکنا
وتب علینا انک انت التواب الرحیم ۔
ربنا وابعث فیھم رسولا من انفسھم یتلو علیھم
اٰیٰتک ویعلمھم الکتاب والحکمۃ ویزکیھم
انک انت العزیز الحکیم۔ (سورۃ بقرہ پارہ ۱)
اور فرمایا ہے:۔ وکذٰلک جعلناکم امۃ وسطا
لتکونوا شھداء علی الناس (سورۃ بقرہ پارہ ۲)
اور فرمایا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس (سورۃ عمران ۴)

ترجمہ:۔ اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیمؑ بنیادیں خانہ ک
اور اسماعیلؑ۔ اور دعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے ق
ہم سے بے شک تو ہی سننے والا جاننے والا ہے پروردگ
اور کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد میں بھی کر ایک جما
فرمانبردار اپنی۔ اور بتا ہم کو قاعدے حج کرنے کے اور معاف
بیشک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان۔ اے پ
ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول ان میں کا کہ پڑھے
تیری آیتیں اور سکھلائے ان کو کتاب اور تہ کی با
پاک کرے ان کو بیشک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی ح
اور اسی طرح کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ ہو تم گ
پر اور ہو رسول تم پر گواہی دینے والا۔ تم ہو بہتر سب ا
سے جو بھیجی گئیں عالم میں الخ) (پارہ ۴)

بغوی نے بروایت ابی سعید خدریؓ بیان کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ امت ستر امتوں
اور تمام امتوں سے بہتر و افضل ہوگی۔ دارمی نے بروایت کعب احبار بیان کیا ہے کہ توریت کی ایک س
لکھا ہے۔ کہ محمد اللہ کا رسول اور اللہ کا برگزیدہ بندہ ہے جس کے اوصاف ہیں کہ وہ سخت اور درشت
اور نہ وہ بازاروں میں شور کرتا پھرے گا۔ اور نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے لے گا۔ بلکہ معاف کر دیا کرے گا
پیدا ہوگا اور طیبہ ہجرت کرے گا۔ اور اس کا ملک شام میں ہوگا۔ دوسری سطر میں تحریر ہے کہ محمد اللہ کا ر
اس کی امت خوشی و رنج ہر حال میں اللہ کی حمد کیا کرے گی۔ اور اونچی جگہ تکبیر کہا کرے گی۔ طلوع و غروب
کے قریب نماز پڑھا کرے گی۔ اور وضو کرتے ہوئے اپنے ہاتھ اور مونھ دھویا کرے گی۔ تہمد باندھا کر
نماز میں ایسے صف باندھ کر کھڑی ہوا کرے گی جیسے جنگ میں۔ اور آسمان کی طرف اس کی آواز ایسی گونج
اٹھا کرے گی جس طرح شہد کی مکھیوں کی آواز گونجتی ہے۔ قولہ تعالیٰ: لتکونوا شھداء علی الناس الخ کا مطل

للہ تعالیٰ نے چاہا کہ آنحضرت صلعم کی تعلیم وتربیت سے مہاجرین وانصار کا تزکیہ وتصفیہ کرے۔ ان کے ذریعہ
متوں کا تزکیہ وتصفیہ کرے ۱۲ منہ۔

چوتھی آیت: اٰمن الرسول بما انزل الیہ من ربہ والمؤمنون کل اٰمن باللہ وملائکتہ وکتبہ
رسلہ۔ لا نفرق بین احد من رسلہ وقالوا سمعنا واطعنا غفرانک ربنا والیک المصیر۔ لا
اللہ نفسا الا وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا
ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقۃ لنا بہ واعف
اغفر لنا وارحمنا انت مولٰنا فانصرنا علی القوم الکافرین ط (سورۃ بقرہ پارہ ۳)

غوی نے بروایت نعمان بن بشیر روایت کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قبل خلق زمین
ن دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی اسی کی دو آیتیں اتار کر اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کو ختم کیا۔ یہ وہ دو آیتیں ہیں کہ
ر میں تین شب پڑھی جائیں گی شیطان اس گھر کے قریب نہ پھٹکے گا۔ نیز بغوی نے بروایت عبداللہ بن مسعود روایت
ہے کہ جب آنحضرت صلعم کو معراج کرائی گئی اور سدرۃ المنتہیٰ تک آپ کو پہونچایا گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ چھٹے آسمان پر
ہے زمین سے جو شی آسمان پر جاتی ہے۔ سدرۃ المنتہیٰ پر پہونچتی ہے پھر وہاں سے اوپر اٹھائی جاتی ہے۔ اسی طرح
آسمان سے اترتی ہے وہ بھی سدرۃ المنتہیٰ آکر ٹھہرتی ہے۔ پھر وہاں سے نیچے کے فرشتے اسے لے آتے ہیں جب
رت صلعم اس مقام پر پہونچے تو آپ کو تین چیزیں عطا کی گئیں۔ نماز پنج گانہ۔ سورۃ بقرہ کی اخیر کی دو آیتیں اور
ص آپ کی امت میں سے شرک نہ کرے اسے بخش دیا جائے گا۔

حقیر عرض کرتا ہے۔ کہ جب روز ازل میں صورت نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعین ہوئی تو ساتھ ہی آ
ت کی صورت نوعیہ بھی مقرر ومتعین ہوئی کیونکہ نبوت امور اضافیہ میں سے ہے جب تک کہ امت نہ ہو نبوت
نہیں ہو سکتی ع تشریف دست سلطان چوگاں بزد ولیکن ÷ بے گوئی رو زمیداں چوگاں چہ کار دارد ÷ پس ج
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے درمیان واسطہ تھے۔ بصورت واسطگی ان کا بھی ظہور ہوا۔
ہ لوگ تھے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "جعلنا کم امۃ وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول
کم شہیدا" جس طرح ایک متحرک کرہ کے تصور سے محور وقطبین اور ایک دائرۃ عظیمہ کا تصور ضرورۃً
آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب سماویہ میں جہاں کہیں آنحضرت کا ذکر آیا ہے وہیں آپ کی امت کا ذکر بھی موجود
ی طرح روز ازل میں یہ بات بھی متعین ہوگئی۔ کہ امت محمدیہ کا آخری انجام بخشش ومغفرت ہوگا۔ اور یہ کہ امت
کو آسان وسہل شریعت سے مکلف کیا جائے گا۔ اور یہ عالم بالا میں بصورت دعا واجابت متمثل ہوا۔ سورہ بقرہ
خیر کی مذکورہ بالا دونوں آیتیں بھی اسی قبیل سے ہیں۔ بالجملہ جو کچھ روز ازل سے مقصود حق تھا ظاہر ہوا۔ اور جو کچھ کہ مقصود
تھا ظہور نہیں پا سکا۔ لہذا وہ بجز ایک موہومی شی ہونے کے اور کچھ وقعت نہیں رکھتا جیسا کہ انسان کے دس سر
پس افسوس صد افسوس ہے اس قوم پر جو یہ کہتی ہے کہ خلافت حق کسی کا تھا اور پایا کسی نے۔ اب اگر کوئی یہ اعتراض
ے کہ فتنہ وفساد وغیرہ امور بھی تو قضاء الٰہی میں داخل وشامل ہیں۔ پس ایسی صورتوں میں حکم الٰہی اور شی ہے
اقعات خارج اور تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم جس امر کو بیان کر رہے ہیں۔ وہ صورت تشریع اور صورت رسالت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ محض رحمت و امتنان الٰہی اس کا موجب ہے۔ اور امت مرحومہ کا اس کی اقتدا پیروی نہ کرنا۔ فتنہ، فساد، معصیت اور خلاف مرضی حق نہیں۔ وشتان بینہما بلکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق

آیت پنجم :۔ ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ (سورۃ بقرہ پارہ ۲)

ترجمہ :۔ بعض وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس کو رضاء الٰہی کے عوض فروخت کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربانی کرنیوالا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔ "ان الذین آمنوا والذین ھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ اولئک یرجون رحمت اللہ واللہ غفور الرحیم"۔

جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے راہ خدا میں جہاد کیا اور ہجرت کی، یہ لوگ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔ "الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سراً وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون"۔

جو لوگ اپنا مال رات اور دن ظاہر و باطن خرچ کرتے ہیں ان کو اس کا اجر ملے گا ان کے پروردگار کے نزدیک اور ان پر کوئی ڈر نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اب جاننا چاہیے کہ فضائل و اعمال جو بارگاہِ الٰہی میں انسان کو مقرب بناتے ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک قسم فضائل و اعمال وہ ہیں کہ جمیع ادیان و ملل ان میں مساوی ہیں کہ ہر ایک فرد بشر ان کے ذریعہ تقرب الی اللہ حاصل کرتا ہے اور وہی حقیقی نیکیاں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :۔

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من آمن باللہ والیوم الآخر والملئکۃ والکتاب والنبیین وآتی المال علی حبہ ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل والسائلین وفی الرقاب واقام الصلوٰۃ وآتی الزکوٰۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصابرین فی البأساء والضراء وحین البأس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون۔

یعنی صرف یہی نیکی نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف پھیر دو یا مغرب کی طرف، بلکہ نیکی یہ ہے کہ خدا پر، قیامت کے دن پر، فرشتوں پر، کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، ایمان لائے۔ اور باوجود محبت مال رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں اور گردنیں آزاد کرنے میں خرچ کرلے، نماز پڑھے، زکوٰۃ دے۔ یہ لوگ معاہدے پورے کرنے والے، مصیبت اور تکلیف میں صبر کرنیوالے ہیں۔ یہ لوگ سچے اور پرہیزگار ہیں۔

اور دوسری قسم کے فضائل و اعمال وہ ہیں کہ بعض ادیان و ملل میں باعث تقریب ہیں اور بعض میں نہیں۔ ازانجملہ ہجرت و جہاد ہے۔ اور یہ دونوں وہ فضائل ہیں کہ قرآن کریم نے شرح و بسط سے بیان کیا ہے۔ اور دونوں جہان کی فضیلت کو انہیں دونوں فضائل پر منحصر رکھا ہے۔ اور یہ دونوں فضائل بوجہ نفع و فائدہ اور بوجہ غرض و غایت محتاج دلائل نہیں۔ مگر چونکہ عموماً مسلمانوں کے دماغ آجکل علوم سے بھرے ہوئے اور مذہبی علوم سے عموماً وہ ناواقف پائے جاتے ہیں۔ لہٰذا ہجرت و جہاد کا بیان کچھ بیان کر دینا بے محل نہیں بلکہ مناسب مقام معلوم ہوتا ہے۔

آیۃ کریمہ "ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ" میں اللہ تعالیٰ نے دو مختلف فرق

لیا ہے۔ ایک کی تعریف کی ہے اور ایک کی مذمت۔ اول الذکر کی نسبت فرمایا ہے کہ بعض وہ لوگ ہیں
رضائے الٰہی طلب کرنے میں جان و مال خرچ کرتے ہیں یعنی راہِ خدا میں تکلیف اٹھاتے ہیں اور اپنے آپ کو
رض خطر میں ڈال دیتے ہیں۔ انہیں کی نسبت دوسری آیت میں فرمایا ہے "اولئك یرجون رحمت اللّٰہ"
لوگ رحمت الٰہی کے امیدوار ہیں۔ پھر جب ایک فرقہ کی مدح فرمائی تو بوجہ تقابل دوسرے فرقہ کا حال بھی معلوم
جو مذکورین کے برعکس ہے۔ اور آیۃ کریمہ "ان الذین اٰمنوا ھاجروا وجاھدوا" فضیلت ہجرت وجہاد پر
ں صریح ہے اور آیت کریمہ "الذین ینفقون اموالھم الخ" بحسب عرف کثرت انفاق کہ مصارف خیر میں
سب ضرورت اپنا مال خرچ کرتا رہے۔ یہ مسلّم ہے کہ خلفائے راشدین رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم اجمعین رضائے الٰہی
ں اپنا جان و مال خرچ کرتے رہے تکلیفیں اٹھائیں مصیبتیں جھیلیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ مکہ معظمہ میں دعوت اسلام
رتے رہے یہاں تک کہ لوگ زدوکوب کرتے، برا بھلا کہتے اور طرح طرح کی ایذائیں دیتے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللّٰہ
یہ وسلم کے ساتھ آپ نے بھی ہجرت کی۔ مگر اب بھی کفار باز نہ آئے۔ تلاش کرنے کے لیے جاسوس مقرر کیئے اور
ے بڑے انعام دینے کیے حضرت فاروق رضؓ نے قبل از ہجرت اسلام لاتے ہی اظہار توحید کیا۔ آپ کو بھی کفار نے
دکوب کیا اور ہجرت میں بھی آپ نے بڑی جانبازی دکھائی اور نمایاں کام کیے۔ حضرت علی رضؓ بوقت ہجرت آنحضرت
، بستر استراحت پر سو گئے کہ کفار اگر حملہ کریں تو بجائے آنحضرتؐ کے آپ پر کریں۔ حضرت عثمان غنی رضؓ نے بھی اسلام
ول کرنے پر اپنی قوم اور خصوصاً اپنے چچا سے ایذائیں و تکلیفیں برداشت کیں۔ مگر ایمان میں سر مو فرق نہ آیا۔ آپ نے
دفعہ ہجرت کی ایک حبشہ کی طرف اور ایک مدینہ طیبہ کی طرف اور صرف یہی نہیں بلکہ ان بزرگوں نے باوجود
ت احباب و کثرت اعداء آنحضرتؐ کے جھنڈے تلے رہ کر معرکوں اور جنگ کے میدانوں میں دادِ جوانمردی دی۔
ی طرح تمام مشاہد خیر میں جان و مال سے شریک رہے پس یہ بزرگ سب سے اول آیتوں کے مصداق اور
ں کے سر دفتر ہیں۔ یہاں پر کوئی متعصب شخص کہہ سکتا ہے کہ الفاظ آیات عام ہیں۔ لہٰذا ممکن ہے کہ ان سے
سرے افراد مراد ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک عام میں بعض افراد کی شمولیت کا ایک خاص طریقہ ہوتا ہے
یہ کہ جو لوگ اپنے اوصاف و فضائل میں مشہور خاص و عام اور سب سے پیش قدم ہوتے ہیں ان عام لفظوں سے
امع کا ذہن انہیں لوگوں کی طرف جاتا ہے۔ پھر ان مشہور و معروف افراد کو اس عموم سے خارج کرنا نظم کلام اور
ت عرب کا منشا نہیں بلکہ اس کا قائل کوئی کج فہم و نابلد شخص ہی ہو سکتا ہے۔ سبحانك ھذا بھتان عظیم!
مگر بعض متعصبوں کا اعتراض اب بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ ہم نے مانا کہ خلفائے راشدین کو یہ فضائل و اوصاف
عمل تھے مگر ممکن ہے کہ بوجہ بعض سیئات حبط ہو گئے ہوں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اعتراض سابق سے بھی
ہ اور مہمل ہے۔ ابتدائے اسلام سے اب تک یہ آیتیں نمازوں اور محفلوں میں پڑھی جاتی رہی ہیں۔ اور قیامت تک
ھی جاتی رہیں گی۔ اگر مہاجرین سابقین اولین ان آیات سے مراد نہ ہوں تو ہر طبقہ و ہر زمانہ میں اللّٰہ تعالیٰ جل شانہ
کی طرف سے ایک تدلیس عظیم لازم آئے گی۔ تعالی اللّٰہ عن ذلك علوا کبیرا۔

آیۃ کریمہ "واذا قیل لھم اٰمنوا کما اٰمن الناس" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے
نہ مراد "اٰمن الناس" حضرت صدیقؓ، فاروقؓ، عثمانؓ اور حضرت علی رضؓ ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت ابن عباس کا یہ قول گو بلحاظ سند کے ضعیف ہے مگر بلحاظ معنی کے قوی
اور بلحاظ معنی کے قوی ہونا اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر سے استنباط کرنا چاہیے۔ جو اوپر بیان
واللہ اعلم!

آیت شَشُم :- قل من کان عدوا لجبریل فانہ نزلہ علی قلبک باذن اللہ مصدقا لما
بین یدیہ وھدی وبشری للمؤمنین ـــ (سورۃ بقرہ پارہ ۱)

یہ آیۃ شریفہ موافقات حضرت عمر فاروق سے ہے۔ چنانچہ بطریق ارسال شعبی، عکرمہ، قتادہ، عبدالرحمن بن
اور سدی سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق یہودیوں کے پاس جاتے اور ان سے گفتگو کیا کرتے۔ ایک
حضرت عمر فاروق رضی سے کہنے لگے کہ آپ ہمارے پاس بہت آیا کرتے ہیں بتلایئے آپ کے صاحب کا صاحب کون ہے جو
آتا ہے، حضرت عمر فاروق رضی نے کہا حضرت جبرائیل ؑ۔ یہودیوں نے کہا یہ فرشتہ تو ہمارا دشمن ہے۔ اگر ہمارے
صاحب تمہارے صاحب کی وحی لانے والا ہوتا تو ہم تمہارے صاحب کی پیروی کرتے۔ حضرت عمر رضی نے پوچھا تمہارے
کا صاحب کون سا فرشتہ تھا، انہوں نے کہا میکائیل ؑ۔ حضرت عمر رضی نے فرمایا ان دونوں فرشتوں کی تعریف
انہوں نے کہا جبریل ؑ تو قہر و عذاب لے کر اترتے ہیں اور میکائیل غیث یعنی باران رحمت لے کر اترتے ہیں۔ اور
آپس میں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ حضرت عمر رضی نے پوچھا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کی منزلت کیا ہے
کہا کہ اللہ کے نزدیک یہ دونوں ملائکہ مقربین سے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب ہوتا ہے اور ایک
گو اللہ تعالیٰ کے دونوں جانب دائیں ہیں۔ حضرت عمر رضی نے فرمایا اگر واقعہ یہی ہے جیسا کہ تم بیان کرتے ہو تو وہ
آپس میں ایک دوسرے کے دشمن نہیں۔ اور یہ کہہ کر ان کے پاس سے چل دیئے اور آنحضرت صلعم کی خدمت
حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی "ومن کان عدوا لجبریل" الآیۃ حضرت عمر فاروق نے
یا رسول اللہ صلعم میں اس کے متعلق یہودیوں سے جھگڑا کر آیا ہوں۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اہل آسمان میں سے میرے وزیر جبرئیل و میکا
اور اہل زمین میں سے میرے وزیر ابوبکر رضی و عمر رضی ہیں۔ حاکم اس کے راوی ہیں۔ حضرت ام سلمہ رضی سے روایت
آنحضرت صلعم نے فرمایا آسمان میں دو فرشتے ہیں ایک سختی کا حکم دیتا ہے اور ایک نرمی کا۔ اور دونوں
ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت نوح ؑ کا اور پھر حضرت صدیق رضی اور حضرت عمر رضی کا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا
حکم کرتا ہے اور ایک نرمی کا۔ طبرانی اس کے راوی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی سے روایت ہے کہ چند لوگ آنحضرت
کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلعم حضرت صدیق رضی خیال کرتے ہیں کہ حسنات اللہ کی
ہیں اور سیات بندوں کی طرف سے، حضرت عمر رضی فاروق نے کہا نہیں۔ حسنات و سیات دونوں اللہ
ہیں۔ زیادہ تر لوگ حضرت صدیق رضی کی طرف ہوگئے اور کچھ حضرت فاروق رضی کی طرف ہوگئے۔ آنحضرت صلعم نے
تمہارے درمیان وہ فیصلہ کروں گا جو اسرافیل نے جبریل ؑ و میکائیل ؑ کے درمیان کیا۔ جبریل ؑ و میکائیل ؑ
جب ہم اہل آسمان میں اختلاف پڑتا ہے تو اہل زمین کے درمیان بھی اختلاف واقع ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ
سے فیصلہ کرائیں۔ چنانچہ اسرافیل نے فیصلہ کیا کہ حسنات و سیات خیر و شر تلخ اور شیریں سب اللہ تعالیٰ کی طرف

کہ آپؐ نے فرمایا اے ابوبکرؓ اگر اللہ چاہتا کہ دنیا میں اس کی معصیت نہ کی جائے تو وہ ابلیس کو نہ پیدا کرتا۔ حضرت صدیق نے عرض کیا "صدق اللہ تعالیٰ ورسولہ"۔

آیت ہفتم واتخذوا من مقام ابراھیم مصلےً۔ (سورۃ بقرہ پارہ ۱)

یہ آیت بھی موافقات حضرت عمر فاروقؓ سے ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار کی تین ۳ باتوں میں موافقت کی ہے۔ میں نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اگر مقام ابراہیمؑ نماز کی جگہ بنالی جائے تو بہتر ہے۔ چنانچہ آیت نازل ہوئی "واتخذوا من مقام الخ"۔ ایک دفعہ مقام ابراہیمؑ کو بارش کے سیلاب نے ہلا دیا تھا۔ تو آپؓ نے پھر اسے اپنی جگہ پر رکھوا دیا۔ سفیان بن عیینہ حبیب بن الاشرف سے روایت کرتے ہیں کہ جب تک حضرت عمرؓ نے اعلائے مکہ پر دیوار نہیں اٹھوائی تھی تب تک بیت اللہ کی طرف ام نہشل کا سیلاب بہہ کر آیا کرتا تھا چنانچہ اس سیلاب نے مقام ابراہیم کو اس کی جگہ سے ہٹا دیا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق آئے تو دریافت کیا کہ کسی کو معلوم ہے کہ مقام ابراہیم کی جگہہ کونسی ہے؟ عبدالملک بن ابی وداعہ نے کہا۔ یا امیرالمؤمنین اس کی ٹھیک جگہ مجھے معلوم ہے۔ اس خوف سے میں نے پہلے ہی ایک مرتبہ اس کی پیمایش کرلی تھی۔ پھر آپؓ نے ان سے پیمایش کرا کر مقام ابراہیمؑ کو اس کی جگہہ پر رکھوا دیا۔ اور اس کے قریب دیوار اٹھوا دی۔ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں کہ ہشام بن عروہ نے بھی ہم سے اسی طرح بیان کیا ہے (بخاری وترمذی وغیرہ)

آیت ہشتم یتلونہ حق تلاوتہ۔ الآیۃ

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ حق تلاوت یہ ہے کہ جب جنت کا بیان آئے تو اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرے اور جب دوزخ کا ذکر آئے تو اس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے۔ ۱۲ منہ

آیت نہم فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم۔

بطرق متعددہ روایت کیا گیا ہے کہ جب مصری حضرت عثمان غنیؓ کو قتل کرنے کے لیے آپؓ کے گھر میں گھسے تو آپؓ قرآن مجید تلاوت کر رہے تھے۔ انہوں نے آکر حضرت عثمان غنیؓ کے دونوں ہاتھوں پر تلوار ماری اور خون بہہ کر اس آیت پر گرا۔ روایت کیا گیا ہے کہ یہ لوگ نہایت بری موت مرے۔

آیت دہم احل لکم لیلۃ الصیام الرفث الی نسائکم الی قولہ واتموا الصیام الی اللیل۔

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رمضان کے دنوں میں شب کو حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی بعض ازواج سے جماع کیا تو آپ معذرت کے لیے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ عرض کیا تو یہ آیت نازل ہوئی "احل لکم لیلۃ الصیام الرفث۔ الآیۃ"۔ امام احمد اس کے راوی ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ رمضان میں ذکر اللہ کرنے والا مغفور ہے اور رمضان میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والا بے نیل ومرام نہیں رہتا۔ اخرجہ الطبرانی فی الاوسط۔

آیت یازدہم الحج اشھر معلومات فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج الآیۃ

حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ہے کہ حج کے مہینے تین ہیں۔ شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ۔ نیز حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ حج وعمرے میں فصل کیا کرو۔ حج کے مہینہ میں حج کیا کرو اور اس کے ماسوا میں عمرہ۔

حضرت صدیق رضؓ سے روایت ہے کہ صدق امانت ہے کذب خیانت ہے۔ دانائی پرہیزگاری اور عاجزی فسق و فجو
حضرت عمر رضؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنے فرزند عبد اللہ بن عمرؓ کو لکھا اما بعد۔ میں تمہیں پرہیزگاری کی
کرتا ہوں جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اُسے اس کا بدلہ دیتا ہے۔ جو اللہ کا شکر کرتا ہے اللہ اُسے زیادہ نعمت دیتا
چاہیئے کہ تم پرہیزگاری کو اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک بناؤ اور دل کی روشنی۔ اور جان لو کہ جب تک نیت نہ ہو عمل
کوئی ثمرہ نہیں۔ جس کی نیکی نہیں اس کے پاس اجر نہیں۔ جو شخص نرمی نہیں کرتا وہ مفلس ہے اور جس کے پاس اخ
نہیں وہ بے نصیب ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عمر فاروق رضؓ کی خدمت میں آیا
شخص احکام حج پورے کر چکا تھا۔ آپ نے اس شخص سے پوچھا تم حج سے فارغ ہو گئے؟ اس نے کہا جی ہا
آپ نے پوچھا کہ تم نے منہیاتِ حج سے بھی اجتناب کیا ہے؟ اس نے کہا تا امکان میں نے کوتاہی نہ
آپ نے فرمایا اچھا اپنا کام کرو۔ عطاء بن ابی رباح سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو اس بارے میں آنحضرت صلعم
کچھ پہونچا ہے کہ حجاج احکام حج دوبارہ شروع کیا کریں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ مگر حضرت عثمان غنی
ابوذرؓ کے قول سے مجھے معلوم ہوا کہ حجاج کو دوبارہ احکام کرنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضؓ
روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس کو میرا ذکر سوال کرنے سے
میں اُسے سوال کرنے والوں سے بہتر عطا کروں گا۔ ابو نجیح روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عمر رضؓ سے پ
کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا چاہیئے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
حج کیا اور حضرت عمر رضؓ و حضرت عثمان رضؓ غنی کے ساتھ بھی حج کیا۔ مگر نہ میں نے آنحضرت صلعم کو روزہ رکھتے دیکھا
نہ حضرت عمر فاروق و عثمان غنی کو۔ اور خود میں بھی نہیں رکھتا۔ مگر نہ اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اسے منع کرتا

"حامد الرحمٰن" کاندھلوی عفی عنہ:

آیت دوازدہم ومن الناس من
یعجبك قوله فی الحیوة الدنیا ویشهد الله
علی ما فی قلبه وهو الد الخصام۔ واذا تولی
سعی فی الارض لیفسد فیها ویهلك الحرث
والنسل والله لا یحب الفساد۔ واذا قیل
له اتق الله اخذته العزة بالاثم فحسبه جهنم
ولبئس المهاد۔ ومن الناس من یشری
نفسه ابتغاء مرضات الله والله رءوف بالعباد
(سورۂ بقرہ پارہ دوم)

ترجمہ بعض وہ لوگ ہیں جنکا قول اے پیغمبرؐ تجھے بھلا معلو
گو وہ اللہ تعالیٰ کو شاہد بناتے ہیں مگر وہ بڑے جھگڑالو ہیں
اے پیغمبرؐ تیرے پاس سے چلے جاتے ہیں تو فساد پھیلا
کوشش کرتے ہیں۔ کہ کھیتیاں برباد ہوں، نسلیں تباہ
سو اللہ تعالیٰ فساد کو دوست نہیں رکھتا جب ان سے کہا
کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ تو اور بھی گھمنڈ میں آتے اور گناہ کر بیٹھ
سو ان کے لیئے دوزخ کافی ہے۔ اور وہ برا ٹھکانہ۔
اور بعض وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں کے بدلے اللہ تعالیٰ سے رض
خریدتے ہیں۔ سو اللہ اپنے ایسے بندوں پر مہربان۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ ان آیات کو تلاوت کرتے تو فرماتے کہ ان آیات میں دو خ
فریقوں کا آپس میں لڑنا مذکور ہے۔ ہماری غرض اس کلام سے یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اپنی فراست
معلوم کر لیا کہ اس امت مرحومہ میں تلوار چلے گی۔ بایں طریق کہ خلیفہ جابر ہوگا۔ اور جن لوگوں کے نفوس م

ہ ابتغاء مرضات اللہ سے موصوف ہوں گے وُہ اس کی خلافت سے انکار کریں گے مگر خلیفہ اور اس کے
ع (پیرو) اس انکار کو خیال میں نہ لاویں گے۔ اور جانبین سے جدال وقتال ہوگا۔ اگرچہ اکثر صورتوں میں
ع ہوا و خواہش جانبین سے ظہور میں آئے گا۔

حضرت صدیق سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جس شخص کے قدم راہ خدا میں گرد آلود ہوں
اس پر دوزخ حرام کرے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ ایک رات
لی راہ میں پہرہ دینا دس ہزار برس کے صوم و صلوٰۃ سے افضل ہے۔ حضرت صدیق رضی روایت ہے کہ
حضرت صلعم نے فرمایا کہ کسی قوم نے جہاد ترک نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ نے اسے مبتلائے عذاب کیا ہے۔

حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا اللہ حق کہنے سے نہیں شرماتا تم لوگ عورتوں سے
ف وضع فطری فعل کیا کرو۔ حضرت زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی کی خدمت میں ایک عورت
ر ہوئی اور عرض کیا میرا خاوند میرے پاس نہیں آتا ہے۔ آپ نے اس کے خاوند کو بلا کر دریافت کیا اس نے
اب میں مسن ہو گیا ہوں اور میری قوت کم ہو گئی ہے۔ آپ نے پوچھا پھر آخر اس کے پاس آتے بھی ہو یا نہیں؟
نے کہا مہینہ میں فقط ایک مرتبہ۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بس اسی قدر کافی ہے۔ حضرت حسن سے روایت ہے کہ
رت عمرؓ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ سے پوچھا کہ عورت بدوں مرد کے کب تک صبر کر سکتی ہے؟ انہوں نے کہا
ماہ تک۔ آپ نے فرمایا پس چھ ماہ سے زیادہ لشکر کو نہ روکا کروں گا۔ نیز روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رض فرمایا
، تھے کہ میں جماع کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس لئے کہ جماع کرنے سے میرے جسم سے وہ قطرات نہ نکل جائیں
تسبیح کرتے ہیں۔ اشعث بن اسلم البصری سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر فاروق رض نماز پڑھ رہے
، دو یہودی آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے کہہ رہے تھے کیا یہی وہ شخص ہے جسے ہم اپنی کتاب میں "قرن
ید" پاتے ہیں عطا کرے گا۔ جو خرقیل نے عطا کیا۔ اور یہ خدا کے وہ نبی تھے جنہوں نے باذن اللہ مردے زندہ کیے
رت عمر رض نے فرمایا ہم کتاب اللہ میں خرقیل کا ذکر نہیں پاتے اور نہ یہ کہ انہوں نے مردے زندہ کیے۔ بجز اس کے
حضرت عیسیٰؑ کی نسبت قرآن مجید میں مذکور ہے کہ انہوں نے مردے زندہ کیے۔ ان دونوں یہودیوں نے کہا
ہم کتاب اللہ میں یہ پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے نبیوں کا ذکر کیا ہے اور بہتوں کا نہیں حضرت عمر فاروق
فرمایا بیشک یہ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد یہودیوں نے کہا کہ حضرت خرقیل کے مردوں کو زندہ کرنے کا
ہ اس طرح ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک دفعہ وبا پھیلی۔ وہ ڈر کے مارے گھروں سے نکل گئے۔ جب وہ شہر سے
میل کے فاصلے پر پہونچے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روحیں قبض کر لیں۔ بنی اسرائیل کی قوم نے ان کی لاشوں کو
احاطہ میں بند کر دیا۔ جب ان کی ہڈیاں گل سڑ گئیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت خرقیل کو بھیجا اور آپ نے انہیں
ن اللہ زندہ کیا۔ انہیں کی نسبت اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔ "الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم
الوف حذر الموت فقال لھم اللہ موتوا ثم احیاھم ان اللہ لذو فضل علی الناس ولکن اکثر الناس
یشکرون" (سورۃ بقرہ پارہ ۲) حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رض نے لوگوں سے
یافت کیا کہ قرآن مجید میں ذی عظمت و عدل اور ذی خوف و رجا کون سی آیت ہے؟ لوگ خاموش رہے

حضرت عبداللہ بن مسعود نے عرض کیا میں نے آنحضرت صلعم کو فرماتے سُنا ہے کہ قرآن مجید میں ذی عظمت آ
آیت الکرسی ہے :- اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلّا ھو الحی القیوم لا تأخذہ سنۃ ولا نوم لہ ما فی السمٰوٰت وما فی
الارض ومن ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ یعلم ما بین ایدیہم وما خلفہم ولا یحیطو
بشیٔ من علمہ الا بما شآء وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض ولا یؤدہ حفظہما وھو العلی العظیم
اور آیت عدل ہے ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشا
والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون -اور آیت خوف ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یر
ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ -اور آیت رجا ہے. یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھ
لا تقنطوا من رحمۃ اللہ. حضرت ابودرداء سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا میرے بعد ابو
و عمرؓ کی پیروی کرنا- وہ دونوں اللہ تعالیٰ کی وسیع رسی ہیں. جس نے اُن سے تمسک کیا اس نے اللہ
کی رسی سے تمسک کیا جو ٹوٹنے والی نہیں. حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت فاروق رضؓ
صحابہؓ سے دریافت کیا کہ آیت کریمہ "ایود احدکم ان تکون لہ جنۃ من نخیل واعناب الخ کس کی
میں نازل ہوئی؟ لوگوں نے کہا "اللہ اعلم" (اللہ زیادہ جانتا ہے) حضرت عمرؓ بڑے برافروختہ ہوئے اور فر
یہ اس کا جواب نہیں، اگر معلوم ہے تو کہو "ہم جانتے ہیں" نہیں معلوم تو یُوں کہو "ہم نہیں جانتے" حضرت ا
عباس نے عرض کیا اس آیت شریفہ میں ایک کام کی تمثیل دی گئی ہے- آپ نے فرمایا کس کام کی؟ حضر
ابن عباس نے عرض کیا کسی کام کی- حضرت عمر فاروق نے فرمایا اس آیت شریفہ میں مالدار شخص کے اعمال
تمثیل دی گئی ہے جو طاعت وعبادت کرتا رہے. پھر اُسے شیطان بہکا دے تو گناہ و معصیت کرنے لگے
حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے آیت کریمہ ایود احدکم ان تکون لہ جـ
من نخیل واعناب الآیۃ پڑھی اور فرمایا کہ مجھے اس آیت نے رات بھر سونے نہیں دیا- اس کے متعلق ک
کچھ معلوم ہے؟ بعض لوگوں نے کہا اللہ خوب جانتا ہے- آپ نے فرمایا یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ اللہ خوب جانتا
میرا سوال کرنے سے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے آنحضرت صلعم سے اس کے بارے میں کچھ سنا ہو تو بیان
لوگ خاموش رہے بعد ازاں حضرت ابن عباس نے کہا کہ اس سے عمل مراد ہے آپ نے فرمایا کون سا عمل
حضرت ابن عباس نے کہا مجھے اسی قدر معلوم ہے- آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو- جس طرح انسان بحالت ک
وکثیر العیالی جنت کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح وہ قیامت کے دن عمل کا محتاج ہوگا.

حضرت عمر فاروق رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے گیہوں، جو، کھجور اور زخرمہ میں بھی زکوٰۃ مقرر فرما
(دارقطنی اس کے راوی ہیں) حضرت صدیق رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ آگ
اگرچہ ایک خرما دیکر ہی کیوں نہ ہو- کیونکہ نادرست کو درست بناتی ہے موت کی سختی کو دفع کرتی
بھوکے کا پیٹ بھرتی ہے.

حضرت عمر فاروق رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے مال خیرات کرنے کا حکم دیا میں اپنے گھر
گیا. اور ارادہ کیا کہ آج میں حضرت صدیق رضؓ سے سبقت لے جاؤں گا اگر ممکن ہوا. چنانچہ میں نے

یا اور نصف گھر کے لیے چھوڑا جب مال لے کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا
کے لیے کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا نصف۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ اپنا کل مال لے آئے تھے
ے آنحضرت صلعم نے پوچھا اپنے اہل وعیال کے لیے کتنا مال چھوڑ آئے ہو؟ عرض کیا ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور
ل کو چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے حضرت صدیقؓ سے عرض کیا کہ میں آپ سے کبھی سبقت نہیں لے سکتا۔

حامد الرحمٰن صدیقی کاندھلوی عفا اللہ تعالیٰ عنہ۔ ناظم آباد ۱
کراچی ۱۸

آیت سیزدھم ان تبدوا الصدقات فنعما ھی، وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم

ہٖ۔ (سورۃ بقرہ پارہ سوم)

شعبی نے روایت کیا ہے کہ یہ آیت شریف حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروق کی شان میں نازل ہوئی ہے
ب آنحضرت صلعم نے مال خرچ کرنے کا حکم فرمایا تو حضرت عمر فاروقؓ علیٰ رؤس الاشہاد نصف مال لے کر حاضر ہوئے
حضرت صدیق کل مال لائے اور چھپا کر لائے۔ مگر آنحضرت صلعم نے پوچھا اپنے اہل وعیال کے لیے کیا چھوڑ آئے
و حضرت صدیقؓ نے عرض کیا "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کو"۔ حضرت صدیق سے حضرت فاروق نے کہا میں
پ سے کبھی سبقت نہیں لے سکتا۔

ابن ابی ملیکہؓ سے روایت ہے کہ کبھی ایسا ہوتا کہ حضرت صدیق کے ہاتھ سے اونٹنی کی نکیل چھوٹ جاتی، تو
پ اس کو بٹھاتے اور نکیل اٹھا لیتے۔ اگر لوگ آپ سے کہتے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہیں کہا کہ ہم آپ کو نکیل
ٹھا دیتے، تو آپ کہتے کہ مجھے آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ میں لوگوں کو کسی بات کی تکلیف نہ دوں۔ (امام احمد
ں کے راوی ہیں)

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ایک شخص کی نسبت حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض
یا کہ یا رسول اللہؐ فلاں شخص کو آپؐ نے اس قدر دیا مگر میں نے سنا ہے کہ وہ اس کا اہل نہیں۔ آنحضرتؐ
ے فرمایا واللہ تم میں کوئی شخص میرے پاس سوال لے کر نہیں آتا بلکہ اپنی بغل میں آگ لے کر آتا ہے۔ حضرت عمرؓ
ے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ پھر آپؐ کیوں دیا کرتے ہیں؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کیا کروں لوگ مجھ سے سوال
رتے ہیں اور بخل کو اللہ تعالیٰ میرے لیے پسند نہیں کرتا۔ (امام احمد اس کے راوی ہیں)

عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ان کو کچھ عطا فرماتے تو وہ عرض کرتے یا رسول اللہ آپؐ بجائے
یرے مجھ سے زیادہ کسی اور محتاج شخص کو عطا فرمایئے۔ آنحضرت صلعم فرماتے جب تمہیں کچھ ملے تو لے لیا کرو
بجز اس کے کہ تم حرص وطمع کرو، اور یا سائل بنو۔ پھر خواہ اس چیز سے تم فائدہ اٹھاؤ اور چاہے صدقہ کرو۔
سالم بن عبداللہ کہتے ہیں کہ بعد ازاں ان کے والد کا یہی طریقہ رہا کہ کسی چیز کا سوال نہ کرتے۔ اور جب کوئی
و دے دیتا تو اُسے ردّ نہ کرتے۔ بخاری۔

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ جب حضرت صدیقؓ نے وفات پائی اور حضرت عمرؓ خلیفہ کیے گئے تو آپ نے
خطبہ دیا اور حمد وثنا کے بعد بیان کیا کہ آپ لوگوں کو معلوم ہو کہ بعض صورتوں میں حرص و طمع فقر سے اور

یاس وناامیدی تمول سے بدل جاتی ہے ۔ اور جان لو کہ بخل بھی نفاق کا ایک شعبہ ہے ۔ تم جمع کرتے ہو جو کھا نہیں سکتے ۔ اور خواہش کرتے ہو جو پا نہیں سکتے ۔ حالانکہ چاہتے ہو کہ اسے خرچ کرو تاکہ یہ تمہارے لیے ہو ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ فلھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولا ھم یحزنون"۔ ترجمہ ۔ جو لوگ اپنا مال خرچ کرتے ہیں رات اور دن پوشیدہ اور ظاہر ان کے لیے ان کا اجر ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اُن پر کچھ خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی نے فرمایا کہ آیت ربا آخر میں نازل ہوئی ہے اور آنحضرت صلعم قبل ازیں کہ اس کی تفسیر فرماویں انتقال فرما گئے ۔ سو ربا کو ترک کرو اور ساتھ ہی جس میں ربا کی خوشبو پائی جائے اسے بھی ۔ حضرت صدیق رضی سے روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ اس کی دعا قبول کرے اور دنیا و آخرت میں اس کی مصیبت دور کرے اسے چاہیے کہ تنگ دست سے نرمی کرے اور اس کی مدتِ قرضہ میں تاخیر کرے ۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے دوزخ کی گرمی سے بچائے ، اسے چاہیے کہ مسلمانوں پر رأفت و تلطف کرے ۔ سختی و درشتی ان پر روا نہ رکھے ۔ حضرت عثمان غنی رضی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو جو مدیون تنگدست سے نرمی کرے یا اس کا قرضہ معاف کر دے اپنے سایہ کے نیچے جگہ دیگا جبکہ بجز اس کے سایہ کے اور کسی کا سایہ نہ ہوگا ۔

آیت چہار دھم "یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون ۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا ۔ وکنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم الی آخر الآیۃ والی اللہ ترجع الامور"۔

ترجمہ :۔ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو ڈرو اللہ تعالیٰ سے جیسا کہ چاہیے اور مرو نہ مگر مسلمان ہو کر ۔ اللہ کی رسی پکڑ لو سب ملکر اور متفرق نہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ۔ سو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی ۔ اور تم بوجہ اس کی نعمت کے بھائی بھائی ہو گئے ۔ تمہارا یہ حال تھا کہ دوزخ کے کنارے پر تھے ۔ تو تم کو اس سے بچا لیا ۔ اسی طرح اللہ تم سے اپنی نشانیاں بیان کرتا ہے تاکہ راہ پاؤ ۔ چاہیے کہ تم میں ایک جماعت ایسی ہو جو لوگوں کو خیر کی دعوت دیتی رہے نیکی کا حکم کرے ۔ اور برائی روکے ۔ یہی لوگ ہیں فلاح پانے والے ۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقے فرقے ہو گئے اور اختلاف کیا بعد ازاں کہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ان کے پاس آ چکی تھیں ۔ سو ان لوگوں کو سخت عذاب ہوگا جس دن کہ بعضوں کے منہ نورانی ہوں گے اور بعضوں کے سیاہ جن کے منہ کالے ہوں گے ۔ ان سے کہا جائے گا کیوں تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا ۔ سو تم عذاب کا مزہ چکھو بوجہ اس کے کہ تم کفر کرتے رہے ۔ جن کے منہ نورانی ہوں گے ۔ یہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت میں رہیں گے ہمیشہ ۔ یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جن کو ہم اے پیغمبر تجھ پر پڑھتے ہیں حق کے ساتھ ۔ کیوں کہ اللہ جہان والوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا ۔ جو کچھ آسمان و زمین میں ہے اللہ ہی کی ملک ہے اور اسی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تمام کام"۔ ۱۲ منہ ۔

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں حقیقت خلافت خاصہ اور حقیقت فتنہ کو جو خلافت خاصہ کے بعد ظہور میں آنیوالا

فرمایا ہے۔ اور پھر ایک فرقہ کے ساتھ رأفت و رحمت اور دوسرے کے ساتھ سختی و درشتی کا اظہار فرمایا ہے۔
اولاً اللہ تعالیٰ نے تقویٰ و پرہیزگاری امداس میں قدیم راسخ حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور بعد ازاں کتاب اللہ
ساتھ سب کے مجتمع و متفرق رہنے اور تفرقہ سے بچنے کا حکم فرمایا ہے۔ واعتصموا بحبل اللہ سے اللہ تعالیٰ نے
لق اجمال دو امور کو بیان فرمایا ہے۔ ایک یہ کہ شرائع الٰہیہ کے سمجھنے میں متفق رہیں نہ یہ کہ ایک شخص تو
ب اللہ و سنت رسول اللہ کو اپنا مذہب ٹھیرائے اور دوسرا محض اپنی رائے اور فہم کو۔ واعتصموا بحبل اللہ
اللہ تعالیٰ نے باجمال بیان فرمایا ہے اور اسی کو آیۃ کریمہ ولا تکونوا کالذین تفرقوا میں بتفصیل بیان فرمایا ہے۔
پس چاہیے کہ کتاب و سنت کے معانی سمجھنے میں اختلاف پڑے تو بذریعہ مشورہ اس اختلاف کو رفع کیا جائے
ادۃً یہ اتفاق و اجتماع و رفع اختلاف بذریعہ خلیفۂ راشد ہوا کرتا ہے جس کی فضیلت و افضلیت فیما بین
م ثابت ہوتی ہے۔ امر دوم جو اس آیت میں مذکور ہوا یہ ہے کہ باتفاق و اجتماع سب کے سب اعلاء کلمۃ اللہ
طرف اپنی ہمتیں معطوف رکھیں۔ اور اس موقعہ پر جاہلیت کے زمانہ کے کینہ و حسد کو دلوں سے بھلادیں۔
ن کریمہ واذکروا نعمۃ اللہ علیکم اذ کنتم اعداء میں اللہ تعالیٰ نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اجتماع و
ت کا سبب بحسب عادۃ اللہ یہ ہے کہ ایک جماعت احیاء علوم دینیہ، اعلاء کلمۃ اللہ اقامت جہاد و حدود
ینیہ کے لیے کھڑی ہو کر نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور دوسرے لوگ ان کی اطاعت و پیروی
یں۔ اور یہ امر فرائض کفایہ میں سے ہے۔ اور عادۃ اللہ جاری ہے کہ صلاح و فلاح قوم بدون نصب خلیفہ
ں کی فضیلت فیما بین مسلم و ثابت ہو ممکن نہیں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کی طرح دین میں تفرقہ
زی کی سخت ممانعت کی ہے۔ کہ مسلمان بھی بعد وضوح حق و ثبوت حجۃ اللہ مختلف نہ ہو جائیں۔ اور قیامت
دن ان کا بھی وہی حال ہو جو اہل کتاب کا ہوگا۔ اور وہ یہ ہے: "اولئک لهم عذاب الیم یوم تبیض وجوہ
و تسود وجوہ" اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ میں سے اس جماعت کی جو احیاء علوم دینیہ میں کوشاں ہے
ائے آیت کریمہ کنتم خیر امۃ امم سابقہ کی نسبت مدح فرمائی۔ بالجملہ خلافت خاصہ یہ ہے کہ مذکورہ بالا دو نوں
ر کے لحاظ سے قوم و ملت میں اتفاق و اتحاد حاصل ہو۔ اور آپس کا رنج و کینہ دور ہو۔ اسی زمانہ کو آنحضرت صلعم
خیر القرون فرمایا ہے۔ اور ایام فتنہ یہ ہیں کہ مذاہب و مسالک میں اختلافات پیدا ہوں مسلمانوں میں اتحاد
فاق باقی نہ رہے بلکہ ہر ایک فرقہ مرنے مارنے پر تلا رہے۔ ایام فتنہ میں جو کچھ آنحضرت صلعم نے بیان
یا ہے شرح و بسط کے ساتھ ہم اسے اوپر بیان کر چکے ہیں۔
اب ہم کہتے ہیں اس آیت سے صحابہ کرام کا خیر امت ہونا واضح و لائح ہے۔ اور بتواتر ثابت ہے کہ وہ یکے
دیگرے نصب خلیفہ کرتے رہے اور بذریعہ خلیفہ دعوت حق و اعلاء کلمۃ اللہ کرتے رہے یہی معنی خلافت کے ہیں
ں اگر ان سب نے خلافت و ریاست غیر مستحق کو دی یا بعض نے دی اور دوسروں نے اس پر سکوت کیا، تو
یا صحابہ کرام ان دونوں صورتوں میں خیر امت ہو سکتے ہیں؟ ہر گز نہیں۔

"سبحانک ھذا بھتان العظیم"

⁂ ⁂ ⁂

آیت پانزدہم الذین استجابوا للہ والرسول من بعد ما اصابہم القرح للذین احسنوا منہم واتقوا اجر عظیم، الی آخر فلا تخافوھم وخافون ان کنتم مؤمنین۔ (سورۃ عمران۔ پارہ ۴)

ترجمہ: "جن لوگوں نے دعوت قبول کی اللہ کی اور اس کے رسول کی بعد اس کہ انہیں زخم پہونچا میں سے جنہوں نے نیکی کی اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لیے اجر عظیم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جب ان سے لوگوں کہا کہ کافروں نے تمہارے لیے بڑی جمعیت اکٹھا کی ہے تمہیں ان سے خوف کھانا چاہیے۔ سو اس سے ان ایمان اور بھی بڑھ گیا۔ اور کہنے لگے ہمیں اللہ بس ہے اور وہی بہتر کارساز ہے۔ سو آخر کو ایسا ہی ہوا کہ اس لڑائی سے مال و نعمت لے کر واپس ہوئے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں پہونچی۔ انہوں نے رضاء الٰہی پیروی کی سو اللہ تعالیٰ بھی صاحب فضل عظیم ہے۔ اور یہ لوگ جو شیطان ہیں جو اپنے شیطان دوستوں کا خوف دلاتے سو ان کا خوف نہ کھاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو۔" ۱۲ منہ۔

مفسرین کو اس میں اختلاف ہے کہ یہ آیت کہاں نازل ہوئی اکثر مفسرین کا میلان اس طرف کہ بدر صغریٰ میں نازل ہوئی ہے اور خلفائے راشدین حاضرین بدر صغریٰ میں سے تھے جو بالضرور تکلیف اور مال و نعمت لے کر واپس ہوئے۔ واتبعوا رضوان اللہ ان کی شان میں وارد ہے جن سے ان کی فضیلت اور انکا شرف متحقق ہوا۔

آیت شانزدہم ان فی خلق السموٰت والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبہم ویتفکرون فی خلق السموٰت والارض ربنا ماخلقت ھذا باطلا سبحانک فقنا عذاب النار۔ الی آخر۔ ثوابا من عند اللہ واللہ عندہ حسن الثواب (سورۃ عمران۔ پارہ ۴) ترجمہ: "بے شک زمین و آسمان کی پیدائش میں اور رات دن کے مختلف ہونے میں فہم لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جو ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کا کھڑے اور بیٹھے اور جب لیٹتے ہیں آسمان و زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اے پروردگار تو نے ان کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا پاک ہے تیری ذات بچا ہم کو آتش دوزخ سے۔ اے پروردگار جسے تو نے دوزخ میں ڈالا اسے تو نے رسوا کیونکہ ظالموں کا کوئی نہیں ہے مددگار۔ اے پروردگار ہم نے ایک منادی کو منادی دیتے سنا کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ۔ سو ہم ایمان لائے اے پروردگار سو اب ہمارے گناہ بخشدے اور ہماری برائیوں کی مکافات فرما اور نیکیوں کے ساتھ ہمیں اٹھا۔ اور اے پروردگار ہمیں دے جو کچھ تو نے ہمیں وعدہ دیا ہے اپنے رسولوں کی اور اے پروردگار ہمیں قیامت کے دن رسوا نہ کرنا۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ سو اللہ تو ان کی دعا قبول کرتا ہے۔ کیونکہ وہ کسی عمل کرنے والے کا عمل ضایع نہیں کرتا۔ عورت ہو یا مرد۔ اور جن لوگوں نے ہجرت کی اور گھروں سے نکالے گئے اور ایذا دیئے گئے میری راہ میں اور جنہوں نے جہاد کیا اور لڑے میں ان کے گناہ مکافات کروں گا۔ اور اپنی جنت میں انہیں داخل کروں گا جس میں بہتی ہیں نہریں۔ یہ بدلہ ہے اللہ سے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ثواب ہے۔" ۱۲ منہ۔

یہ آیات مہاجرین اولین کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ہر چند کہ آیات کو مہاجرین اولین کے نام شروع نہیں کیا ہے۔ مگر آخر آیات میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ انی لا اضیع عمل عامل منکم

ـذین ھاجروا واجروا من دیارھم"۔ پس معلوم ہوا کہ یہی جماعت مہاجرین اولین مراد ہے۔ یہی اپنے
ـوں سے نکالے گئے انہوں نے ہی راہِ خدا میں تکلیف اٹھائی، بعض نے قتال کیا اور بعض مقتول ہوئے
بعضوں نے اپنا جان ومال بھی خرچ کیا اور راہ خدا میں مقتول ہونا چاہا۔ مگر حفظ الٰہی نے انہیں محفوظ رکھا۔
صحیح وتندرست معرکوں سے واپس ہوئے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "فمنھم من قضی نحبه ومنھم من
ینتظر"۔ اور باوجود اس کے اگر ان سے کوئی خطا وسیئہ صادر بھی ہوئی ہوگی تو بمصداق حدیث لعل اللہ
اطلع علی اھل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم (الحدیث) وہ مرحوم ومغفور ہیں۔ اور مآل و
انجام دونوں کا دخول جنت ہے۔ پس اس سے بڑھ کر اور کیا بشارت عظمیٰ ہو سکتی ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے جو شخص سورۃ بقرہ عمران اور نساء کو پڑھے وہ عند اللہ حکماء میں لکھا جاتا ہے
سلیمان بن یسار سے روایت ہے کہ ایک شخص صبیغ نامی مدینہ طیبہ میں آیا اور لوگوں سے متشابہات قرآن کی متعلق
سوالات کرنے لگا۔ حضرت عمرؓ نے چند قمچیاں جمع کر رکھیں اور اس شخص کو بلا بھیجا۔ جب آیا تو ایک قمچی اٹھا کر آپ نے
اس کے سر پر مارنا شروع کیا۔ جب وہ خون آلودہ ہوا تو کہنے لگا یا امیر المومنینؓ جو بات میرے سر میں سمائی
ہوئی تھی وہ جاتی رہی اب آپ بس کیجیے۔ (دارمی اس کے راوی ہیں) عثمان النہدی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ
نے اہل بدر کو لکھا کہ صبیغ کے ساتھ نہ اٹھا بیٹھا کرو۔ بعد ازاں جب صبیغ ہماری مجلس میں آتے اگر مجلس میں
ـ شخص ہوتے تب بھی سب متفرق ہو جاتے۔ محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری
کو بھی لکھا کہ وہ صبیغ کے پاس نہ بیٹھا اٹھا کریں۔ اور یہ کہ وہ اس کا وظیفہ وازروقہ بھی بند کر دیں۔ حضرت امام شافعیؒ
فرماتے ہیں کہ جو حکم حضرت عمرؓ نے صبیغ کے حق میں دیا تھا وہی حکم میں اہل کلام کے حق میں کرتا ہوں کہ انہیں
اونٹوں پر بٹھا کر قمچیوں سے مارا جائے۔ اور محلہ محلہ پھرایا جائے۔ اور منادی کرائی جائے کہ یہ ان لوگوں کی سزا ہے
جو کتاب وسنت کو چھوڑ کر ادھر اُدھر بھٹکتے ہیں۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا عنقریب تمہارے پاس
ایسے لوگ آئیں گے جو تم سے متشابہات قرآن میں جھگڑیں گے۔ سو تم کتاب وسنت سے ان کی گرفت کرنا
کیونکہ اہل سنت کتاب وسنتہ سے خوب واقف ہیں۔ (دارمی) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ
حضرت عمر فاروقؓ کے پاس تھے ایک شخص آیا اور پوچھنے لگا قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ حضرت عمرؓ اس کو حضرت
علیؓ کے پاس لے گئے اور فرمایا آپ کو معلوم ہے یہ کیا کہتا ہے؟ حضرت علیؓ نے پوچھا کیا؟.... آپ نے کہا یہ پوچھتا ہے
قرآن مخلوق ہے یا غیر مخلوق؟ حضرت علیؓ نے فرمایا اس نے ایک ایسا کلمہ زبان سے کہا ہے جس کا ثمرہ آئندہ مترتب
ہوگا۔ اگر میں خلیفہ ہوتا تو اس کی گردن مار دیتا۔ قتادہ سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت کریمہ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ
بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا تلاوت کی اور بیان کیا کہ حضرت عمرؓ دعا کیا کرتے تھے کہ اے پروردگار تو نے ہمیں
دنیا کی زینت وآرائش عطا کی ہے۔ اور تو نے خبر دی ہے کہ دنیا کے بعد جو کچھ ہے وہ اس سے بھی بہتر ہے۔
سو اے پروردگار تو اس میں بھی ہمارا حصہ فرما جو بہتر وباقی ہے۔ نیز روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ
فرمایا کرتے تھے کہ اگر لوگ حج ترک کر دیں تو میں ان سے اس طرح لڑوں گا جس طرح تارکین صوم وصلوٰۃ سے
لڑا جا سکتا ہے۔

آیت کریمہ ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر۔ کے بعد یستغیثون علی ما اصابھم واولئک ھم المفلحون۔ بھی روایت کیا گیا ہے۔ سو اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ اس فقرۂ اخیر کو جزو قرآن جانتے تھے بلکہ یہ فقرہ آپؓ نے بطریق تفسیر کہا ہے۔ جو فحوائے کلام سے واضح ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ واسئل القریۃ میں بطریق تفسیر واسئل اھل القریۃ کہا جا سکتا ہے یہی مصاحف عثمانیہ میں کہیں یہ فقرہ پایا نہیں گیا اور اس فقرے کے معنی یہ ہیں کہ یہ امر بھی خلافت راشدہ میں سے ہے کہ خلیفہ کی سعی و کوشش اور اس کی دعا سے قوم و ملت کی مصیبت و بلا دفع ہو کیونکہ منصب خلافت صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں بلکہ منصب خلافت یہ ہے کہ تمام توجہ و ہمت ہمہ تن امور خلافت اور قوم و ملت سے مصیبت دفع کرنے کی طرف معطوف رکھے اور بارگاہ الٰہی میں اس کے دفعیہ کے لیے گریہ وزاری کرتا رہے۔

حضرت عمر فاروقؓ سے آیت کنتم خیر امۃ کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ بجائے کنتم کے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا انتم فرماتا۔ کسی نے پوچھا کہ کنتم کے مصداق میں کیا ہم سب لوگ شامل ہیں؟ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ تم میں سے خاص لوگ اس کے مصداق ہیں۔ البتہ جو لوگ ان جیسے کام کریں وہ بھی اس میں داخل و شامل ہیں۔ نیز روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ فضیلت کنتم خیر امۃ　　ہم میں سے اولین کو حاصل ہے نہ آخرین کو۔

قتادہؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے آیت کنتم خیر امۃ تلاوت کی اور فرمایا کہ جو شخص خیر امت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ شروط الٰہیہ کو پوری طرح بجا لائے۔ عیاض الاشعری سے روایت ہے وہ معرکہ یرموک میں شریک تھے اس وقت سرداران فوج پانچ تھے۔ ابو عبیدہ[1] بن جراح، یزید[2] بن ابی سفیان، ابن حسنہ[3]، خالد[4] بن ولید اور عیاض[5]۔ باوجود اس کے حضرت عمر فاروقؓ نے فرما دیا تھا کہ جب جنگ ہونے لگے سب ابو عبیدہ کی اطاعت کرنا۔ مگر جب ہم نے دشمن کی فوج کو دیکھا تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ ہمیں بھٹوں کی طرح بھون ڈالے گی ہم نے حضرت عمرؓ سے مدد طلب کی۔ آپ نے جواب میں تحریر کیا کہ میرے پاس تمہاری درخواست آئی جس میں تم نے مجھ سے مدد طلب کی ہے۔ سو میں تم کو بتلائے دیتا ہوں کہ جو مدد دینے والا ہے اور جو تمام لشکروں سے قوی ہے اس سے تم مدد مانگو وہی تم کو مدد دے گا۔ اور وہ اللہ عزوجل ہے۔ دیکھو آنحضرت صلعم جنگ بدر میں تم سے بھی تھوڑی تعداد سے فتح یاب ہوئے تھے۔ پس جب تم کو میرا نامہ ملے فوراً جنگ شروع کردو۔ میرے جواب بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ہم نے جنگ شروع کی اور دشمن کو چار فرسخ دور بھگا دیا۔

حضرت صدیقؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جس نے توبہ کی وہ مصر نہیں خواہ دن میں ستّر گناہ کرے اور توبہ کرتا رہے۔ (ترمذی و ابوداؤد اس کے راوی ہیں)

آیت ہفدھم وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً۔ (سورۃ عمران۔ پارہ ۴)

کلیب سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیا اور خطبہ میں سورۃ آل عمران پڑھی۔ پھر بیان کیا جنگ احد کے دن ہم لوگ آنحضرت صلعم سے متفرق ہوگئے۔ میں ایک پہاڑی پر چڑھا تو میں نے سنا کہ یہودی کہہ رہا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوگئے۔ میں نے کہا کہ میں جس سے یہ کلمہ سنوں گا اسے قتل کر دوں گا

رمیں نے اس پہاڑی پر سے دیکھا تو آنحضرت صلعم دکھائی دیئے اور لوگ آپؐ کے پاس جمع ہوتے جاتی تھے۔
ی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ "وما محمد الا رسول" الآیۃ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب
نحضرت صلعم نے انتقال فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ آئے اور بیان کرنے لگے اما بعد، جو شخص محمد صلعم
ی عبادت کرتا تھا سو آپؐ کا تو انتقال ہو گیا اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا سو اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اس نے
یا ہے "وما محمد الا رسول" الخ۔ حضرت صدیقؓ کا اس آیت کو پڑھنا تھا کہ تمام لوگ اس آیت کو
ھنے لگے۔ اس سے پہلے گویا وہ اس آیت کو بھولے ہوئے تھے۔ اس وقت جس شخص کو میں نے دیکھا
اسی آیت کو پڑھ رہا تھا (بخاری) حضرت ابوہریرہ وغیرہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ ابراہیم کہتے ہیں،
ہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد قبائل عرب زکوٰۃ سے منکر ہو گئے تو حضرت صدیقؓ نے کہا واللہ اگر یہ لوگ
ٹ کے باندھنے کی رسی بھی نہ دیں گے جسے وہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں دیتے تھے تب بھی میں ان سے
وں گا۔ اور پھر یہ آیت پڑھی "وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل" الخ۔
حضرت علیؓ نے آیۃ کریمہ "سیجزی اللہ الشاکرین" کے متعلق فرمایا ہے کہ اس سے دین پر ثابت رہنے والے
ادہیں اور خصوصاً ابوبکرؓ اور آپؐ کے اصحابؓ۔ اور اسی لیے حضرت علیؓ حضرت صدیق کو امیر الشاکرین کہا کرتے تھے۔
ضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "وشاورهم فی الامر" سے حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ مراد ہیں
ضرت ابن عباس کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ یہ آیت حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شان میں
زل ہوئی ہے۔ اس لیے آنحضرت صلعم نے حضرت صدیقؓ و فاروقؓ سے فرمایا کہ جب آپ دونوں مشورہ میں جمع
و جاتے ہیں تو میں آپ دونوں کی مخالفت نہیں کر سکتا۔ یہاں پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ آیت کریمہ
شاورهم فی الامر کا سیاق بتلاتا ہے کہ یہ آیت اُن لوگوں پر نازل ہوئی ہے جن سے غزوۂ اُحد میں ایک قسم کی
کوتاہی ظہور میں آئی۔ لہٰذا ضرور ہوا کہ آنحضرت صلعم ان کی کوتاہی سے درگزر فرمائیں۔ اور بانواع ملاطفت ان
ہر حال سے اس غبار کو اٹھا دیں۔ از انجملہ جنگ و حرب کے موقعوں پر ان سے مشورہ کرنا تھا اور شیخین سے
زوۂ احد میں کوئی قصور اور کوتاہی ظہور میں نہیں آئی۔ لہٰذا اس آیت کے مصداق کیونکر ہو سکتے ہیں؟ تو اس کا
واب یہ ہے کہ اس آیت کے ذیل میں حضرت عبد اللہ بن عباس کا شیخین کو ذکر کرنا تفسیر میں بہ نسبت دیگر
اہب کے ایک قوی مذہب و مسلک ہے اور یہ ایسا ہے کہ ہر ایک شئے کو اس کی ہی جگہ اور مقام پر ذکر کیا جاتا ہے
س قاعدہ کو یاد رکھنا چاہیے تفسیر میں بہت موقعوں پر کام آئے گا۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ
نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ جنگ و معرکوں میں آنحضرت صلعم مشورہ کیا کرتے تھے۔ لہٰذا آپ بھی اس پر عمل کیا کریں۔
ضحاک نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ مشورہ کیا کرتے تھے حتیٰ کہ عورتوں سے بھی۔ واللہ اعلم!
آیت ہشردہم لقد سمع الله قول الذين قالوا ان الله فقير و نحن اغنياء۔ (عمران۔ پارہ ۴)
ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ نے سنا ان لوگوں کا قول جنہوں نے کہا اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں۔
بطرق متعدد روایت کیا گیا ہے کہ یہ آیت موافقات حضرت صدیقؓ سے ہے۔ عکرمہ سے روایت کیا گیا ہے
کہ آنحضرت صلعم نے حضرت صدیقؓ کو ایک یہودی کے پاس بھیجا جس سے آپؐ کسی معاملہ میں مدد لینا چاہتے تھے آپ نے

اسے ایک رقعہ بھی لکھا اور حضرت صدیق رضؓ سے فرمایا کہ میرے پاس واپس آئے بغیر کوئی کارروائی نہ کرنا جب
صدیق رضؓ نے جب اس یہودی کو رقعہ دیا تو وہ پڑھ کر کہنے لگا کہ تمہارا پروردگار محتاج ہے۔ حضرت صدیق ر
ہیں کہ میں نے قصد کیا کہ اس کی گردن مار دوں۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آگیا کہ میرے پاس
بغیر کوئی کارروائی نہ کرنا۔ بعدازاں یہ آیت نازل ہوئی۔ لقد سمع اللہ قول الذین قالوا۔ الآیۃ۔ اور ایک ر
میں ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے اس کے منہ پر ایک طمانچہ بھی مارا اور کہا اے دشمن خدا اگر تیرے اور ہمارے درمی
معاہدہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا۔ یہ شخص آنحضرت صلعم کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا دیکھیے آپ کے ص
نے میرا کیا حال کیا ہے۔ آنحضرت صلعم نے حضرت صدیق رضؓ سے فرمایا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت صدیق رض
عرض کیا یا رسول اللہ صلعم اس نے ایک ایسی بات کی ہے کہ یہ گردن مارنے کے قابل ہے۔ یہ کہتا ہے اللہ
ہم غنی۔ مگر اب یہ شخص منکر ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا۔ لقد سمع اللہ
الذین قالوا ان اللہ فقیر و نحن اغنیاء۔ (سورۃ عمران۔ پارہ ۴) سدی سے روایت ہے کہ یہ فقرہ "اللہ
اور ہم غنی"۔ بنی مرثد میں سے ایک یہودی نے کہا تھا جب کہ اس کے اور حضرت صدیق رضؓ کے درمیان مکالمہ
بعدازاں حضرت صدیق رضؓ نے کہا اے فنحاص اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اس پر ایمان لا۔ اس کی تصدیق کر اور اللہ کو قر
دے۔ مگر پھر فنحاص نے یہی کہا ابوبکر تم خیال کرتے ہو کہ اللہ فقیر ہے اور وہ ہم سے قرض مانگتا ہے۔ کیونکہ ق
نہیں مانگتا مگر فقیر اگر تم سچ کہتے ہو تو ضرور اللہ فقیر ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے مذکورہ آیات نازل کیں۔ حضرت ص
نے کہا اگر ہمارے اور بنی مرثد کے درمیان معاہدہ نہ ہوتا تو میں ضرور اسے قتل کر دیتا۔ مجاہد سے بھی اسی
روایت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں
گھڑی کھڑے ہونا ہزار دن کی عبادت سے بہتر و افضل ہے۔

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ فضائل جو تقرب الی اللہ کے موجب ہیں دو قسم ہیں۔ ایک وہ جو قید ہوی
نکال کر خطیرۃ القدس سے نزدیک کرتے ہیں اور جو طبیعۃ جزو مذہب ہیں۔ لامحالہ تمام ادیان و ملل میں ا
فضائل کم و بیش موجود ہیں۔ مثلاً توکل، صوم و صلوٰۃ، صدقہ۔ اور ذکر اللہ۔

اور قسم دوم وہ فضائل ہیں جن کی تاثیر افراد بشریہ میں محض بوجہ عنایات الٰہی بزبان خاص مخصوص ہیں
ہجرت، جہاد اور حج اور اس قسم کے فضائل بعض عمل میں تقرب الٰہی کا موجب ہیں اور بعض میں نہیں۔
شریعت میں ارادہ الٰہیہ اس سے متعلق ہوا ہے کہ مشرکین، یہود، نصاریٰ اور مجوس وغیرہ ملل ضالہ کو د
جائے۔ اور یہ صورت خطیرۃ القدس اس صورت سے ممثل ہوتی ہے۔ "ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ب
کتاب و سنت میں اس قسم کے فضائل خصوصیت اور اہتمام کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ پس جب تک کسی
ان دونوں قسم کے فضائل میں قدم راسخ حاصل نہ ہو خلافت و ریاستِ عامہ کا مستحق نہیں ہو سکتا
نساء میں اللہ تعالیٰ نے دونوں قسم کے فضائل بیان فرمائے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم نے صحابہ رضؓ کو ان کی تعلیم
کر کے تکلیف شرعی اور حجۃ اللہ قائم فرما دی۔ ۱۲۰

آیت نوزدہم سورۃ نساء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع ال

ہم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا ذٰلک الفضل
ن اللہ وکفٰی باللہ علیما۔ ترجمہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہیں ان لوگوں کے
اتھ اٹھائے جائیں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے۔ یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کے ساتھ،
ہیں لوگوں کی رفاقت بہتر رفاقت ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور کافی ہے اللہ علم والا۔

اس آیت میں اولا اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ایمان بکلمہ توحید درست نہیں ہو سکتا جب تک
نفس وخواہش کو تمام امور میں اللہ ورسول کا تابع نہ کر دیا جائے۔ بعد ازاں یہ بیان فرمایا ہے کہ مطیعین انبیاءؑ
صدیقین، شہدار اور صالحین کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور انہیں کی رفاقت اچھی ہے۔ انہیں کے اجر کو
یت کریمہ کتٰب مرقوم یشہدہ المقربون میں بیان کیا ہے۔ کمال اجر مطیعین یہ ہے کہ وہ ان چار گروہوں کے
اتھ مبعوث ومحشور ہوں گے۔ اور ان میں داخل وشامل رہیں گے۔ یہی چاروں گروہ سر دفتر اہل نجات ہیں انہیں کو
ب دوسرے مقام پر سابقین اولین سے تعبیر کیا ہے۔ پھر آنحضرت صلعم نے بہت سی احادیث میں جن سے
کلیف شرعی قائم ہو سکتی ہے بیان فرما دیا تھا کہ ابوبکرؓ صدیق ہیں اور حضرت عمرؓ عثمانؓ، علیؓ شہدا۔ پس اس آیت
ے واضح ہوا کہ وہ لوگ ریاست عامہ کے مستحق تھے۔ اور واضح ہو گیا کہ ملت اسلامیہ میں ان کی خلافت میں کوئی
غبار پوشیدہ گی نہیں۔ ۱۲ منہ۔

آیت بستم لایستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ
اموالھم وانفسھم الی آخر وکان اللہ غفورا رحیما۔ ترجمہ بیٹھ رہنے والے مسلمان بجز معذورین کے اور خدا کے
ستہ میں اپنے جان ومال سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو بیٹھنے والوں پر فضیلت
ی ہے۔ اور گو نیکی کا وعدہ تو اللہ تعالیٰ نے سب ہی سے کیا ہے مگر نسبتہً بیٹھنے والوں سے مجاہدین کے لیے اجر
ظیم ہے کئی درجے زیادہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے لیے مغفرت ہے اور رحمت، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان
اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا ہے کہ تمام امت ایک مرتبہ اور طبقہ پر نہیں بلکہ ان میں بعض کو بعض پر
ضیلت ہے۔ اور مدار فضیلت جہاد بہ نفس ومال فی سبیل اللہ ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جن صحابہ نے کفار سے قتال کیا
ور راہ خدا میں اپنے جان ومال سے دریغ نہیں کیا بلکہ اوروں سے گوئی سبقت لے گئے وہ سر دفتر امت ہیں۔ اور
لبقہ اعلیٰ یہی افضل ہیں۔ اور ماسوائے ان کے مفضول۔ بکثرت احادیث میں جن سے تکلیف شرعیہ قائم ہے
ور بعد ثبوت جن میں گنجائش عذر نہیں وارد ہوا ہے کہ صحابہ کرام تمام مشاہد خیر میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب رہے ہیں
ور بجز عذر قوی کے کبھی آنحضرت صلعم کا ساتھ نہیں چھوڑا۔ بایں ہمہ بعض سے مباشرت قتال زیادہ وقوع میں آیا۔
اور بعض سے انفاق مال اور بعض سے دونوں امور بوجہ کمال وقوع میں آئے اور وہ خلفائے راشدین رضوان اللہ
علیہم اجمعین ہیں۔ ۱۲۔ منہ۔

آیت بست ویکم ومن یھاجر فی سبیل اللہ یجد فی الارض مراغما کثیرا وسعۃ، ومن یخرج من بیتہ
مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ وکان اللہ غفورا رحیما۔
ترجمہ جو شخص ہجرت کرے اللہ تعالیٰ کی راہ میں تو وہ زمین میں گنجائش اور کشائش پائے گا جو شخص اللہ ورسول کی

کی طرف ہجرت کرتا ہوا اپنے گھر سے نکلے اور نکلتے ہی انتقال پا جائے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہو گیا۔ اور ا
بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت اول میں اللہ تعالیٰ نے ہجرت کو فرض کیا اور معذورین کو اس سے مستثنیٰ کر دیا۔ بعد ازاں ہجر
فضیلت اور دنیا و آخرت میں اس کا اجر و ثواب بیان فرمایا پھر اس آیت میں یہ بھی بیان فرمایا کہ جو شخص ہج
کرتا ہوا گھر سے نکلے اور قبل حصول مدعا اس جہان فانی سے انتقال کر جائے تو اس کے لیے بھی اجر و ثوا
پس ان دونوں آیتوں سے مہاجرین کا مرتبہ جاننا و پہچاننا چاہیے۔

حضرت عمر فاروق سے روایت ہے کہ آپ نے بیت المال کے معاملہ میں فرمایا ہے۔ اس معاملہ میں م
اپنے آپ کو بمنزلہ متولی مال یتیم کے تصور کرتا ہوں۔ کہ اگر خوش حال ہوا تو استعفاف کروں گا اور اگر تنگ
ہوا تو بقدر ضرورت لے لوں گا اور پھر در صورت خوش حال اسے ادا بھی کروں گا۔

حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب راہ میں چلتے تو سہولت سے چلتے۔ آ
زوجہ اور ماں باپ کے حصۂ میراث کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ زوجہ کو چوتھا حصہ ملے گا اور ماں ک
تیسرا اور ما بقی باپ کو۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے
اگر متوفی کے دو بھائی ہوں تو وہ اس کی ماں کو ثلث سے سدس کی طرف رد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اللہ تعا
اخوۃ فرمایا ہے۔ پس اخوین کو اخوۃ نہیں کہا جا سکتا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو فتویٰ مجھ سے پہلے ہ
امصار میں نافذ ہو چکا اور لوگوں کو اس کے ذریعہ وراثت مل چکی میں اب اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ اور ز
ثابت نے اس کا جواب یہ دیا کہ عرب اخوین کو بھی اخوۃ کہتے ہیں۔

احقر عرض کرتا ہے ان دونوں کا منشأ اختلاف پر مبنی نہیں ہے بلکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اعتراض ک
ایک پہلو سے دیا ہے اور زید بن ثابت نے دوسرے پہلو سے وہ یہ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس قاعدہ
تمسک کیا کہ حکم خلیفہ جب قوم میں متمکن ہو جائے اور بلا نزاع و خلاف مسلمان اس کی اتباع کر لیں تو وہ دین
دلیل و حجت ہے۔ اور حضرت زید بن ثابت نے اس امر کا اظہار کیا کہ صحابہ نے بوقت مشورہ یہی معنے سمجھ
کہ بلحاظ عرف اخوین پر بھی اخوۃ کا اطلاق آ سکتا ہے۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ اخیافی بھائی بہنوں میں مرد کا عورت کے
حصہ ہے۔ ابن شہاب کہتے ہیں کہ اور یہ ضرور ہے کہ آپ نے آنحضرت ﷺ سے ایسا سنا ہو گا۔ نیز اس
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فان کانوا اکثر من ذلك فهم شركاء في الثلث۔

نیز حضرت فاروق، علی مرتضےٰ، ابن مسعود اور زید بن ثابت سے روایت کیا گیا ہے کہ مسئلہ ذیل
زوج، اخوۃ لاب و ام اخوۃ لام میں اخوۃ لاب وام ثلث میں اخوۃ لام کے شریک ہیں۔ کیونکہ وہ دونو
میں شرکت رکھتے ہیں۔ لہٰذا وہ سب ثلث میں شریک ہیں۔

نیز روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا کہ جب تم کھیلو تو تیر اندازی کھیلو۔ او
باتیں کرو تو فرائض کی۔ نیز حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ فرائض، لغت اور سنت احادیث کو

اور یہ کہ دیکھو جس طرح قرآن مجید کو سیکھتے اور پڑھتے ہو۔ اور یہ کہ آنحضرت صلعم نے زید بن ثابت کی نسبت فرمایا ہے
کہ میری امت کے فرائض دان زید بن ثابت ہیں۔ اس حدیث میں ایک معجزۂ عظیمہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے
مسائل میں سے ایک ایسے اصول کا افادہ فرمایا ہے کہ جو حضرت ابن عباس وغیرہ کے اختلافات کو اٹھا دیتا ہے
زہری سے روایت ہے کہ اگر زید بن ثابت فرائض کو قلمبند نہ کر لیتے تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ ضایع ہو جاتا
حضرت عمر فاروق رضہ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایک عجیب بات ہے کہ پھوپھی میراث لیتی ہے مگر دیتی نہیں۔ قبیصہ بن
ذویب روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیق رضہ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا میرا پوتا یا نواسا مر گیا ہے اس کے
مال میں سے میرا حق دلوا دیجیے۔ حضرت صدیق رضہ نے فرمایا کہ مجھے کتاب اللہ سے جدہ کا کوئی حصہ نہیں معلوم ہوتا
اور حضرت صلعم سے بھی میں نے جدہ کے متعلق کچھ نہیں سنا۔ البتہ میں اس کے متعلق لوگوں سے دریافت کروں گا
چنانچہ آپ نے مغیرہ بن شعبہ سے دریافت کیا انہوں نے کہا آنحضرت صلعم نے جدہ کو چھٹا حصہ دلوایا ہے۔ حضرت
صدیق اکبر رضہ نے اُسے چھٹا حصہ دلوا دیا۔ زید بن ثابت سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضہ نے میراث جدہ
اور بھائیوں کے بارے میں مشورہ کیا تو زید بن ثابت نے کہا میری رائے میں بھائی اولیٰ بالمیراث ہیں۔ حضرت
فاروق فرماتے تھے کہ جد اولیٰ بالمیراث ہے۔ غرض میں نے آپ سے اس بارے میں اختلاف کیا اور حضرت
مرتضیٰ رضہ اور حضرت عباس رضہ نے بھی آپ سے اختلاف کیا۔ احقر کہتا ہے کہ بعد ازاں حضرت عمر رضہ اور
حضرت علی رضہ سے اس بارے میں جو کلمات نقل کیے گئے ہیں ان سے واضح ہے کہ انہوں نے اس سے رجوع
کیا ہے۔ اور یہ کہ اس مسئلہ میں بہتر قول حضرت صدیق رضہ کا ہے کہ آپ نے جد کو بمنزلہ باپ کے قرار دیا۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضہ سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جس نے فرائض میں غور کیا حضرت عمر رضہ فاروق ہیں
جب مسئلہ آپ پر پیش کیا گیا جس میں بعض ورثا بعض پر مقدم تھے اور بعض موخر۔ حضرت عمر فاروق رضہ نے
سے کہا میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے درمیان ترکہ کیوں کر تقسیم کروں۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم میں کس کو اللہ تعالیٰ نے مقدم
کیا ہے اور کس کو موخر۔ میں سمجھتا ہوں کہ حصہ دار ترکہ تقسیم کر دوں۔ حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں کہ واللہ اگر حضرت
عمر مقدم کو مقدم اور موخر کو موخر کر دیتے تو کبھی کسی مسئلہ پر غور نہ کیا جاتا۔ حضرت ابن عباس رضہ سے پوچھا گیا، کہ
مقدم کون ہیں اور موخر کون؟ آپ نے بیان فرمایا مقدم وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے فریضہ سے فریضہ کی طرف منتقل کیا ہے
وہ زوج و ام ہیں۔ اور موخر وہ ہیں جن کا فریضہ زائل ہونے کے بعد ما بقی ان کا حصہ قرار پایا ہے۔

ابو عبد الرحمٰن السلمی سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضہ نے فرمایا کہ مہر مقرر کرنے میں غلو نہ کیا کرو۔ ایک
عورت نے کہا کہ آپ کو منع کرنے کا حق نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "وان اٰتیتم احداھن قنطارا فلا
تاخذوا منہ شیئا"۔ حضرت عمر رضہ نے فرمایا ایک عورت عمر رضہ سے جھگڑی اور غالب رہی۔

بکر بن عبد اللہ المزنی سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضہ نے فرمایا میں نے ایک روز قصد کیا کہ تمہیں زیادہ مہر
دینے سے روک دوں۔ مگر مجھ پر آیت "وان اٰتیتم احداھن قنطارا" پڑھی گئی۔ لہٰذا میں اس ارادہ سے
باز رہا۔ روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص نے نکاح کیا مگر ہنوز وہ اپنی زوجہ سے ہم بستر نہیں ہوا تھا کہ بعد ازاں
اس کو اس کی ماں پسند آئی۔ اسے طلاق دے کر اس کی ماں سے عقد کر لیا۔ اور اس سے اولاد بھی ہوئی۔

اس شخص کو ایسا کرنے کا حضرت ابن مسعودؓ نے فتویٰ دے دیا تھا مگر جب حضرت ابن مسعودؓ مدینہ طیبہ آئے تو حضرت عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا آپ نے صحابہؓ سے دریافت کیا صحابہ نے عرض کیا ایسا کرنا مناسب نہیں۔ پھر جب حضرت ابن مسعودؓ کوفہ واپس گئے تو اس شخص سے کہہ دیا کہ تمہاری یہ عورت تم پر حرام ہے۔ اس شخص نے اُسے جدا کر دیا۔

حضرت عمر فاروقؓ سے دو کنیزکوں کا مسئلہ پوچھا گیا جو آپس میں بہنیں ہوں اور یکے بعد دیگرے دونوں وطی کی جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا میں اسے پسند نہیں کرتا، اور ممانعت کر دی۔

امام مالکؒ و امام شافعیؒ نے بروایت قبیصہ ابن ذویب روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت عثمان غنیؓ سے دو کنیزکوں کا جو دونوں بہنیں بہنیں ہوں مسئلہ پوچھا آپ نے کہا کہ ایک آیت واحل لکم ما وراء ذلکم اس حلت پر دلالت کرتی ہے اور ایک وان تجمعوا بین الاختین" اس کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ تاہم میں اس فعل کا مرتکب نہیں ہو سکتا۔ بعد ازاں قبیصہ بن ذویب نے یہ مسئلہ حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھا تو آپ نے کہا اگر میں خلیفہ ہوؤں اور کوئی شخص ایسا کرے تو اُسے سزا دوں۔ ابو صالح حضرت علی مرتضیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے دو کنیزکوں بہنوں بہنوں کے بارے میں فرمایا ایک آیت اس کی حلت اور ایک حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ تاہم نہ میں ایسا کرتا ہوں اور نہ میرے اہل بیت!

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ بعض لوگوں کا کیا حال ہے کہ متعہ کرتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلعم نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ میں جس کی نسبت سنوں گا رجم کروں گا۔ ابن عمرؓ سے متعہ کا مسئلہ پوچھا گیا انہوں نے کہا متعہ حرام ہے۔ کہا گیا کہ حضرت ابن عباس تو اس کا فتویٰ دیتے ہیں انہوں نے کہا مگر حضرت فاروقؓ کے زمانہ میں کیوں خاموش رہے۔

داؤد بن حصین سے روایت ہے کہ وہ ام سعد بنت ربیع کو جب کہ وہ یتیمہ اور حضرت صدیقؓ کے پاس تھیں قرآن پڑھایا کرتے تھے اگلے زمانہ میں قرآن پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ استاد پڑھتا اور شاگرد سنتا۔ داؤد بن حصین نے جب یہ آیت والذین عاقدت ایمانکم پڑھی تو ام سعد نے کہا نہیں بلکہ یہ آیت اس طرح والذین عقدت ایمانکم۔ پھر بیان کیا یہ آیت حضرت صدیقؓ کے اور آپ کے فرزند عبدالرحمٰن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ جب حضرت صدیقؓ نے اُن سے اسلام لانے کو کہا تو انہوں نے انکار کیا۔ حضرت صدیقؓ نے قسم کھائی کہ وہ انہیں حق میراث سے محروم کر دیں گے۔ پھر جب وہ مشرف باسلام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ انہیں اپنی میراث کا حق دار بنائیں۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ ایمان باللہ کے بعد عورت خلیق صاحب محبت و درد اور صاحب اولاد سے بہتر اور کوئی بھلائی نہیں۔ اور کفر کے بعد بدخلق و تیز زبان عورت سے بدتر کوئی برائی نہیں۔ ؎ "زن بد در سرائے مرد نکو ÷ ہم دریں عالم است دوزخ او"

نیز حضرت فاروقؓ سے روایت ہے کہ عورتیں تین قسم کی ہیں۔ اول وہ عورت جو مسلمہ، عفیفہ، نرم مزاج صاحب محبت و درد اور صاحب اولاد ہو۔ اہل خانہ کو زمانہ پر ترجیح دے نہ زمانہ کو اہل خانہ پر۔ مگر ایسی عورتیں کم ہوتی ہیں دوسری وہ عورت جو صرف صاحب اولاد ہو۔ تیسری وہ عورت جو صرف طوق گردن کا حکم رکھتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کی گردن میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے۔

حضرت صدیق رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا بدخلق جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ حضرت
ر فاروق رضؓ کے سامنے آیت کریمہ "کلما نضجت جلودھم بدلنٰھم جلوداً غیرھا" پڑھی گئی تو حضرت معاذ نے
ہا میں اس کی تفسیر یہ سمجھتا ہوں کہ اہل دوزخ کے جسم ایک ساعت میں سو دفعہ تبدیل کیے جائیں گے۔ حضرت
رضؓ نے فرمایا میں نے بھی آنحضرت صلعم سے ایسا ہی سنا ہے۔ ایک روایت میں بجائے معاذ کے ابی بن کعب کا ذکر ہے
نیز حضرت عمر فاروق رضؓ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلعم کو فرماتے سنا کہ سب سے پہلے اس امت سے جو چیز اٹھائی
ئے گی امانت ہے اور سب سے بعد تک جو چیز باقی رہے گی نماز ہے۔ مگر بہت سے نمازی بے خیر ہوں گے۔
آیت کریمہ "واولی الامر منکم" کی تفسیر میں عکرمہ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت صدیق و حضرت عمر فاروق رضؓ
لی الامر میں سے تھے۔ کلبی نے اولی الامر کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اولی الامر حضرت صدیق رضؓ
ضرت فاروق رضؓ، حضرت عثمان رضؓ، حضرت علی رضؓ اور حضرت ابن مسعود تھے ۱۲۔

عکرمہ سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ امہات الولد احرار ہیں یا امار؟ انہوں نے کہا امہات الولد احرار ہیں۔ کہا گیا
ں پر دلیل کیا ہے۔ انہوں نے کہا قرآن مجید۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی
لامر منکم"۔ حضرت عمر فاروق اولی الامر تھے۔ اور آپ نے فرمایا ہے کہ ام ولد آزاد ہے اگرچہ وہ ناتمام الخلقت بچہ ہی
یوں نہ جنے۔ عمران بن حصین سے روایت ہے کہ حضرت فاروق جب کسی شخص کو کہیں کا حاکم بناتے تو لوگوں سے
کہہ دیتے کہ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا۔ جب تک کہ یہ تمہارے درمیان عدل کرتے رہیں۔ نیز روایت ہے
کہ حضرت عمر فاروق رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ حاکم کی اطاعت و فرمانبرداری کرو اگرچہ وہ کوئی نکٹا حبشی ہی کیوں نہ ہو۔
گر وہ تمہیں مارے تو صبر کرو۔ اگر محروم رکھے تو صبر کرو۔ اگر تمہارے دین میں نقصان پیدا کرنا چاہے تو کہہ دو
ان حاضر ہے مگر دین نہیں۔

ثعلبی نے آیت کریمہ "الم تر الی الذین یزعمون انھم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک۔ الاٰیۃ"
کے شان نزول میں بیان کیا ہے کہ یہ آیت ایک منافق بشر نامی شخص کے حق میں نازل ہوئی تھی قصہ اس کا
یہ ہے کہ یہ شخص ایک یہودی سے جھگڑا تھا۔ یہودی اپنا مقدمہ آنحضرت صلعم کے پاس اور منافق کعب بن الاشرف
کے پاس لانے کو کہتا تھا۔ مگر آخر کو دونوں اپنا مقدمہ آنحضرت صلعم کے پاس لائے۔ آپ نے فیصلہ یہودی کے حق میں
کیا۔ منافق آنحضرت صلعم کے فیصلہ پر رضامند نہ ہوا۔ اور حضرت عمر رضؓ کے پاس آیا۔ یہودی نے کہا ہمارا فیصلہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کر چکے ہیں۔ حضرت عمر رضؓ نے فرمایا کھڑے رہو۔ آپ اندر گئے اور تلوار لاکر منافق کی گردن
اڑا دی۔ اور کہا جو کوئی آنحضرت صلعم کے فیصلہ سے رضامند نہ ہو اس کا فیصلہ یہ ہے۔ میں ایسے شخص کا یہی
فیصلہ کرتا ہوں۔ بعد ازاں یہ آیت نازل ہوئی۔ اس حدیث کے طرق متعدد ہیں جن سے تمسک کیا جا سکتا ہے
بالجملہ لہیعہ رضؓ، عیینہ بن ضمرہ رضؓ اور ان کے والد وغیرہ کے طریق ہیں۔ یعلی بن امیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے
در بارہ آیت "لیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ" الخ دریافت کیا کہ اب تو مسلمانوں کو خوف
نہیں رہا پھر اب قصر کی کیا ضرورت ہے؟ حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا جس امر پر تمہیں تعجب ہوا ہے مجھے بھی
ہوا تھا۔ میں نے آنحضرت صلعم سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے سو اسے قبول کرو۔

عمرو بن دینار سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے عرض کیا کہ آپ جو چاہیں سو ہمارے لیے حکم کریں۔ آپ نے کہا ایسا نہ کہو یہ تو صرف آنحضرت صلعم کی خصوصیات سے تھا کیونکہ نبی کا اجتہاد یقیناً خطا سے محفوظ ہے بخلاف اور شخص کے اجتہاد کے۔

بطرق متعددہ حضرت علی رضؓ مرتضیٰ سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت صدیق رضؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرت صلعم سے سُنا ہے کہ جب کوئی بندہ گناہ و معصیت کرے اور پھر نادم ہو کر اول وضو کرے پھر نماز پڑھے۔ اور نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی مغفرت مانگے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا حق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس کا گناہ بخش دے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ومن یعمل سوءًا او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما۔" جو شخص کوئی گناہ کرے یا اپنے اوپر ظلم کر بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ تعالیٰ کو پائے گا بخشنے والا مہربان۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضؓ ایک دفعہ حضرت صدیق رضؓ کی خدمت میں آئے حضرت صدیق رضؓ اس وقت اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ صلعم آپ کیا کر رہے ہیں؟ فرمایا اس نے مجھے بہت سے مہلکات میں ڈالا ہے۔ آنحضرت صلعم فرمایا کرتے تھے کہ کوئی عضو ایسا نہیں جو کہ زبان کی تیزی اور اس کی حدت کی شکایت نہ کرتا ہو۔

حضرت امام مالک رحؒ سے روایت ہے کہ خلیفہ عمر بن عبد العزیز کہا کرتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلعم کے بعد آپ صلعم کے خلفا نے بہت سے طریقہ حسنہ جاری فرمائے ہیں۔ جن پر عمل کرنا کتاب اللہ کی تصدیق کرنا اور اپنی اطاعت و عبادت کو کامل کرنا ہے۔ کسی شخص کو ان میں تغیر و تبدل کرنا جائز نہیں۔ جو شخص ان کی مخالفت کرے وہ اپنے اس قصور کا خود ذمہ دار ہے، اور مسلمانوں کے خلاف راہ چلتا ہے۔ اور جو اُن پر عمل کرتا ہے وہ سیدھی راہ پر چلتا ہے اور مظفر و منصور ہے۔ اور جو ان سے نفرت کرتا ہے اللہ اُسے دوزخ میں ڈالے گا۔ اور اس کا ٹھکانا برا کرے گا۔ حضرت صدیق رضؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ آیت کریمہ لیس بامانیکم ولا امانی اہل الکتاب من یعمل سوءً یجز بہ کے بعد کیونکر فلاح ہے کیونکہ ہم جو کچھ برائی کرتے ہیں اس کا بدلہ دیا جائے گا۔

ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت صدیق رضؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر تھے کہ آیت کریمہ من یعمل سوءً یجز بہ ولا یجد لہ من دون اللہ ولیا ولا نصیرا نازل ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابوبکر کیا میں تم کو ایک آیت پڑھ کر سناؤں جو مجھ پر ابھی نازل ہوئی ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلعم کیوں نہیں۔ آنحضرت صلعم نے آیۃ حضرت ابوبکر رضؓ کو پڑھ کر سنائی۔ حضرت صدیق رضؓ فرماتے ہیں یہ آیت سنکر میری کمر بیٹھ گئی۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابوبکر کیا حال ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ہم سب کو سزا دی جائے گی۔ کیونکہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے برائی نہ کی ہو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابوبکر تم اور تمہارے سب اصحاب و احباب مسلمان ہیں۔ تم کو دنیا میں ہی ہر ایک برائی کی جزا دے دی جائے گی حتیٰ کہ تم اللہ تعالیٰ سے ملوگے اور تمہارے ذمہ کوئی گناہ نہ ہوگا۔ مگر اور لوگوں کا یہ حال ہے کہ ان کے گناہ جمع کیے جائیں گے اور قیامت میں ان کی خبر دی جائے گی۔

محمد بن المنتشر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے کہا کہ مجھے ایک آیت معلوم

[قر]آن مجید جو نہایت سخت ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا وہ کونسی آیت ہے؟ کہا من یعمل سوءً یجز بہ سو ہم میں ایسا
[ک]ون ہے جس سے کوئی برائی سرزد نہ ہوئی ہو۔ ہم سب کو ہماری ہر ایک برائی کی سزا دی جائے گی۔ حضرت عمرؓ
[ن]ے فرمایا جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہمارا یہ حال ہو گیا تھا نہ کھانے میں مزا آتا نہ پانی میں حلاوت! یہاں تک
[اللہ] تعالیٰ نے یہ آیت شریفہ نازل کی ومن یعمل سوءً او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفوراً رحیماً۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آپ آنحضرت صلعم سے اکثر کلالہ کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے
[آ]نحضرت صلعم فرماتے کلالہ کے بارے میں تم کو آیت صیف جو سورۃ نساء کی اخیر آیت ہے کافی ہے۔ (امام مالکؒ و مسلمؒ اسکے راوی ہیں)

نیز حضرت فاروقؓ سے روایت ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں چاہتا تھا کہ آنحضرت صلعم جد کلالہ اور ربوا کی بعض صورتوں
[م]یں ایک حد مقرر کر دیتے۔ (بخاری و مسلم)

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے جد اور کلالہ کے متعلق ایک رسالہ لکھ کر رکھ لیا اور کہا کہ
[ا]للہ اگر اس میں خیر ہو تو اس کو قبول کرنا۔ مگر جب حضرت عمر فاروقؓ زخمی کیے گئے تو آپنے یہ رسالہ منگا کر چاک
[ک]ر دیا۔ اور کسی کو نہیں معلوم ہوا کہ آپنے اس میں کیا لکھا تھا۔ مگر آپنے چاک کرتے وقت یہ بتلا دیا کہ یہ رسالہ آپنے
[جد] اور کلالہ کے متعلق لکھا تھا۔ اور اب آپ لوگوں کو اسی حال پر چھوڑنا مناسب سمجھتے ہیں جس پر وہ ہیں۔

شعبی سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ سے کلالہ کا سوال کیا گیا (حضرت صدیقؓ نے فرمایا میں اس کے متعلق
[اپن]ی رائے ظاہر کرتا ہوں۔ میں خیال کرتا ہوں کہ کلالہ وہ شخص ہے جس کا باپ زندہ ہو نہ بیٹا۔ جب حضرت عمر فاروقؓ
[خل]یفہ کیے گئے تو آپنے لکھا کلالہ وہ ہے جس کا بیٹا نہ ہو۔ پھر جب زخمی کیے گئے تو کہنے لگے مجھے شرم آتی ہے کہ حضرت
[ص]دیقؓ کی مخالفت کروں۔ قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ نے ایک دفعہ خطبہ فرمایا کہ آگاہ رہو سورۃ نساء
[م]یں پہلی آیت جو فرائض میں نازل ہوئی ہے وہ ولد اور والد کے متعلق ہے۔ اور دوسری زوج زوجہ اور بھائیوں
[ک]ے متعلق ہے۔ اور سورۃ الانفال کے اخیر میں جو آیت ہے وہ ذوی الارحام کے بارے میں ہے جن میں بعض،
[بع]ض سے مقدم کیے گئے ہیں۔

آیت بست و دوم یاایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم و
[یح]بونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین۔ یجاھدون فی سبیل اللہ الی آخرہ فان حزب اللہ ہم
[ال]غالبون۔ (سورۃ مائدہ) ترجمہ:- اے وہ لوگو جو ایمان لائے جو لوگ تم میں سے مرتد ہو جائیں تو عنقریب اللہ تعالیٰ
[ایس]ی قوم لائے گا جو اللہ تعالیٰ کی دوست ہوگی اور وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھے گی جو مسلمانوں پر نرم دل ہوگی اور کافروں پر
[سخ]ت۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کوشش کرے گی اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھائے گی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ
[ک]ا فضل ہے جسے چاہے دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے۔ آگاہ رہو کہ تمہارا دوست نہیں مگر اللہ تعالیٰ اور اس کا
[رس]ولؐ۔ اور جو لوگ کہ ایمان لائے جو نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور عاجزی سے رہتے ہیں آگاہ رہو جس نے
[اپ]نے رسولؐ کو اور مسلمانوں کو دوست بنایا سو اللہ تعالیٰ کے گروہ میں آیا اور اللہ ہی کا گروہ ہے غالب ہونے والا۔

(مؤلف) احقر عرض کرتا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیقؓ کی خلافت پر ایک واضح دلیل ہے جس سے
[ک]وئی جاہل شخص بھی انکار نہیں کر سکتا باوجود اس کے بھی اگر کوئی انکار کرے تو اسلام کی حجت اس پر پوری ہو گئی

لہٰذا عند اللہ وعند الاسلام کسی طرح وہ معذور نہیں ہو سکتا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں خبر دی کہ مسلمانوں کی ایک جماعت مرتد ہو جائے گی۔ اور اللہ ایک قوم کو لائے گا جو مذکورہ بالا اوصاف سے موصوف ہوگی اس کے معنی یہ ہیں کہ اس پر اللہ تعالیٰ قبائل عرب سے ایک گروہ کو جمع کرے گا جو مرتدوں سے قتال کرے گا اور داد مردانگی دے گا چنانچہ بجنسہ وصور تہا یہ وعدہ حضرت صدیقؓ کے زمانہ خلافت میں وارد ہوا کہ قبائل عرب جمع ہو کر حضرت صدیقؓ کے جھنڈے تلے آگئے اور مرتدین سے قتال کیا حتیٰ کہ ان کے فتنہ وفساد کو فرو کیا جس سے اسلامی عالم کی وہی صورت ہوئی جو پہلے تھی۔ پھر جب سے اب تک اسلام میں ایسا واقعہ ظہور میں نہیں آیا۔ پس حضرت صدیقؓ اور آپ کے تابعین ان فضائل عظمیٰ سے کہ اسلام میں جن سے بہتر اور کیا فضائل ہو سکتے ہیں موصوف تھے اور یہی خلافت خاصہ کے معنی ہیں۔ (وہو المقصود)

قتادہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بعض بعض لوگ مرتد ہو جائیں گے چنانچہ جب آنحضرت صلعم نے وفات پائی تو بجز اہل مدینہ، اہل مکہ اور اہل جواثاء مگر قبیلہ عبد القیس کے سوا باقی عامہ قبائل عرب اسلام سے مرتد ہو گئے اور کہنے لگے ہم نماز پڑھیں گے مگر زکوٰۃ نہ دیں گے۔ اپنا مال غصب نہ کرائیں گے۔ حضرت صدیقؓ نے ان کے متعلق گفتگو کی آیا ان سے درگذر کیا جائے یا نہیں؛ عرض کیا گیا اگر ان لوگوں کو دین کی ذرا بھی سمجھ ہوتی تو یہ ضرور زکوٰۃ دیتے۔ بعد ازاں حضرت صدیقؓ نے فرمایا واللہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے میں اس کو کبھی نہ چھوڑوں گا۔ اگر یہ زکوٰۃ کی ایک رسی بھی نہ دیں گے تب بھی میں ان سے جہاد کروں گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس پر متفق کر دیا۔ انہوں نے مرتدین سے قتال کیا۔ حتیٰ کہ جو مارے گئے وہ مارے گئے اور جو باقی رہے انہوں نے زکوٰۃ کو مان لیا۔

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم تذکرہ کیا کرتے تھے کہ آیت کریمہ فسوف یأتی اللّٰہ بقوم یحبہم الخ حضرت صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ضحاکؒ سے روایت ہے کہ آیت کریمہ فسوف یأتی اللّٰہ بقوم حضرت صدیقؓ اور آپ کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ جب قبائل عرب اسلام سے مرتد ہو گئے تو حضرت صدیقؓ اور آپ کے اصحاب واحباب نے کوشش کی یہاں تک کہ انہیں پھر اسلام میں داخل کر لیا

حسن بصری سے روایت ہے کہ آیت کریمہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم ان لوگوں کی شان میں نازل ہوئی۔ جو آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مرتدین عرب سے لڑے اور وہ حضرت صدیق اور آپ کے تابعین تھے۔

قاسم بن مخیمرہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو آپ نے آیت کریمہ یرتد منکم عن دینہ تلاوت کی اور انہیں مبارک باد دی اور کہا یہ قوم آپ ہی لوگ ہیں جو اہل یمن سے ہیں۔

ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ آیت کریمہ فسوف یأتی اللّٰہ بقوم یحبہم آنحضرت صلعم کے روبرو تلاوت کی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا یہ قوم اہل یمن سے ہوگی۔ اور اہل یمن میں سے بھی قبیلہ کندہ قبیلہ السکون اور قبیلہ تجیب سے ہوگی۔ (مؤلف، احقر عرض کرتا ہے کہ چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا کہ قتال مرتدین میں اہل یمن نے کافی مدد دی۔

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ یہود نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے کہا کہ تمہارے یہاں ایک آیت اتری اور
یہ آیت ہے الیوم اکملت لکم دینکم الخ۔ اگر یہ آیت ہمارے ہاں نازل ہوتی تو ہم اُس دن عید مناتے
ں دن یہ آیت اتری۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے خوب یاد ہے کہ یہ آیت جمعہ کے دن عرفہ
شب نازل ہوئی ہے۔

طارق بن شہاب کہتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق رضؓ آبدیدہ ہوئے۔ اس روز حج اکبر کا دن تھا
نحضرت صلعم نے فرمایا عمر آبدیدہ کیوں ہو؟ عرض کیا یا رسول اللہؐ اب تک ہمارے دین میں زیادتی ہوا کی اور
ب دین کامل کر دیا گیا تو کمال کے بعد نقصان آتا ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا سچ کہتے ہو۔ (بخاری و مسلم)

علقمہ بن عبداللہ المزنی سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے ایک شخص سے پوچھا کہ تم نے آنحضرت صلعم
ے ترقی اسلام کے متعلق کیا سنا ہے؟ انہوں نے کہا آنحضرت صلعم نے فرمایا اسلام اونٹ کے بچہ کی طرح شروع
ا کہ پہلے اس کے دو دانت نکلتے ہیں پھر چار، پھر چھ، اور پھر پورے ہو جاتے ہیں حضرت عمر فاروق رضؓ نے
رمایا پھر کامل ہونے کے بعد کیا ہے؟ نقصان! نیز حضرت عمر رضؓ سے روایت ہے کہ مسلمان مرد نصرانی عورت
ے تزوج کرے مگر مسلمان عورت نصرانی مرد سے تزوج نہ کرے۔

بریدہ اسلمی سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم ہر نماز کے لیے وضو کیا کرتے تھے۔ مگر فتح مکہ کے دن آپ نے
ضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ایک وضو سے آپ نے پانچوں نمازیں پڑھیں۔ حضرت عمر رضؓ نے عرض کیا یا رسول
للہ آج آپ نے ایک کام کیا جو اس سے پہلے نہیں کیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا میں نے قصداً ایسا کیا ہے۔ (مسلم)

حضرت ابن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے آیت کریمہ۔ وامسحوا برؤسکم وارجلکم میں وارجلکم
کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے۔ حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ آپ نے بھی وارجلکم کو نصب کے ساتھ پڑھا اور فرمایا
پھر حکم غسل عود کر آیا ہے۔ عروۃ بن زبیر سے روایت ہے کہ وہ ارجلکم کو بالنصب پڑھتے تھے اور فرماتے تھے،
حکم غسل پھر عود کر آیا ہے۔ ابو عبدالرحمٰن اسلمی سے روایت ہے کہ حضرت حسن رضؓ و حضرت حسین رضؓ وارجلکم
لی الکعبین) پڑھ رہے تھے اور حضرت علی رضؓ لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے آپ نے قطع کلام کر کے حضرت حسن رضؓ و
حضرت حسین رضؓ سے فرمایا وارجلکم کلام مقدم و مؤخر ہے۔ یعنی معنیٰ مقدم ہے اور لفظاً مؤخر۔ اعمش سے روایت ہے
کہ وہ ارجلکم کو جر کے ساتھ پڑھتے تھے مگر پیروں کو دھوتے تھے۔ عبدالرحمٰن ابی لیلےٰ سے روایت ہے کہ پیروں
کے دھونے پر (یعنی وضو کرتے ہوئے) صحابہ کا اجماع ہے۔ حکم سے روایت ہے کہ سنۃ رسول اللہؐ اور سنۃ
مسلمین پیروں کے دھونے پر ہے۔

حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید میں حکم مسح نازل ہوا ہے اور سنت نے حکم غسل دیا ہے نیز حضرت
انس رضؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے صحابہ کی مخالفت کی ہے، کہ جواز مسح کے قائل تھے اور عمل غسل پر تھا۔

حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ لوگ مسح سے انکار کرتے ہیں مگر میں قرآن مجید میں مسح پاتا ہوں۔

نیز حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ وضو نام ہے دو غسلوں اور دو مسحوں کا۔ ام المومنین حضرت
عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ مدینہ منورہ کے قریب جنگل میں آپ کا قلادہ گر گیا۔ آنحضرت صلعم نے اونٹ

بٹھا دیا اور اتر کر آپ کی گود میں سر رکھ کر سو رہے۔ اتنے میں حضرت صدیقؓ آئے اور حضرت عائشہ رضی کو
گھونسہ مار کر کہا تو نے ایک ہار کے پیچھے لوگوں کو روک لیا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلعم چونکہ آرام
فرماتے تھے اس لیے آپ کی بیداری کے خوف سے گویا مجھے موت کا سامنا ہو رہا تھا چنانچہ آنحضرتؐ اسی اثنا میں
بیدار ہو گئے۔ صبح کی نماز کا وقت بھی ہو گیا تھا۔ آنحضرت صلعم نے پانی تلاش کرایا مگر کہیں پانی نہ ملا تو آیت تیمم
نازل ہوئی۔ یَاأَیُّہَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْہَکُمْ الی قولہ تیمموا صعیدًا طیبًا
جب یہ آیت نازل ہوئی تو اسید بن حضیر نے کہا اے آل ابی بکر اللہ تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ لوگوں کو خیر و برکت
یعنی آیت تیمم نازل کی۔ (بخاری)

عکرمہ سے ایک طویل روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ دو مسلمانوں نے دو شخصوں کو قتل کر دیا جن کی قوم
کے اور آنحضرت صلعم کے درمیان معاہدہ تھا۔ اس قوم کے لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں دیت طلب کرنے
آنحضرت صلعم حضرت صدیقؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو لے کر بنی نضیر کے پاس
تاکہ آپ دیت کے معاملہ میں کچھ ان سے بھی مدد لیں۔ بنی نضیر نے اس بات کی حامی بھری۔ اس کے بعد
نے چاہا کہ کھانے میں زہر دے کر آپ کو ہلاک کر دیں۔ حضرت جبرائیلؑ نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی آپ
حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم یہاں کھڑے رہو اور جو کوئی مجھے پوچھتا جائے اس سے کہنا آپ مدینہ روانہ ہو
سو تم بھی مدینہ روانہ ہو کر آپ کے پاس پہنچو۔ چنانچہ حضرت علیؓ کھڑے ہو کر تمام صحابہ کو مدینہ کی طرف روانہ
کرتے رہے۔ پھر جب تمام صحابہ جا چکے تو حضرت علیؓ بھی ان کے پیچھے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ ہو گئے۔
ازاں بعد یہ آیت شریف نازل ہوئی اِذْ ھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْا اِلَیْکُمْ اَیْدِیَھُمْ الی قولہ تعالیٰ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَائِنَۃٍ
مِّنْھُمْ۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ فیصلہ جات میں رشوت اور اجرت زانیہ حرام ہے۔

عیاض سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو حکم دیا کہ وہ کل خرچ و آمدنی چمڑے پر لکھ
پیش کریں۔ ابو موسیٰ اشعری نے ایک محرر رکھا ہوا تھا۔ اس نے فوراً آمد و خرچ نوشتہ پیش کر دیا۔ حضرت
کو اس سے تعجب ہوا۔ پھر آپ نے ان کے محرر سے کہا شام سے ہمارے پاس ایک نامہ آیا ہے اسے مسجد
چل کر سنا دو۔ ابو موسیٰ نے کہا (محرر ابو موسیٰ) یہ مسجد نہیں جا سکتا۔ آپ نے کہا یہ مسجد میں کیوں نہیں جا سکتا
کہا یہ ناپاک ہے۔ عرض کیا ناپاک تو نہیں مگر نصرانی ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے آیت کریمہ: لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ
وَالنَّصَارٰی الخ پڑھی اور فرمایا اسے علیحدہ کر دو۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ جب حلف اٹھاتے تو اس کی خلاف ورزی
نہ کرتے یہاں تک کہ آیت کفارہ نازل ہوئی۔ جب آیت کفارہ نازل ہوئی تو آپ نے کہا کہ اب میں جب قسم کھاؤں
پھر اگر اس کے خلاف میں خیر دیکھوں گا تو اسے اختیار کر لوں گا اور قسم کا کفارہ دے دوں گا۔ کیونکہ کفارہ رخصت
الٰہیہ ہے اسے قبول کرنا چاہیے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے دعا کی اے پروردگار خمر کے متعلق بیان شافی نازل فرما دے۔
یہ آیت نازل ہوئی۔ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْھِمَا اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ الآیۃ۔ جب یہ آیت

ن نازل ہوئی اور حضرت عمر فاروق کو بلا کر سنائی گئی تو آپ نے پھر دعا کی اے پروردگار شراب کے متعلق
، شافی نازل فرما۔ تو آیت کریمہ "یایہا الذین اٰمنوا لاتقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاریٰ" نازل ہوئی۔ اور
ت عمرؓ کو سنائی گئی۔ تو آپ نے پھر دعا کی اے پروردگار شراب کی بابت بیان شافی نازل فرما۔ تو آیت کریمہ
ما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الی قولہ تعالیٰ فھل انتم منتھون
ں ہوئی اور حضرت عمرؓ کو سنائی گئی تو آپ نے کہا انتہینا، اب ہم شراب سے دور رہیں گے۔ (ترمذی)

عبدالرحمٰن بن حارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنیؓ فرمایا کرتے تھے کہ شراب سے بچتے رہنا۔ وہ
خبایث ہے۔ اگلے زمانہ میں ایک عابد گذرا ہے جو ہمیشہ عبادت کیا کرتا تھا۔ ایک عورت اس پر فریفتہ
۔ ایک روز شہادت کے بہانے اس عورت نے عابد کو بلوا بھیجا۔ جوں جوں وہ گھر میں داخل ہوتا گیا،
ہی دروازے بند کرتی گئی۔ جب وہ اندر گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ حسین عورت کے پاس ایک لڑکا ہے اور
ب کا بھرا ہوا پیالہ اس کے پاس رکھا ہے۔ اس عورت نے عابد سے کہا میں نے تمہیں شہادت کے لیے
ں بلایا۔ بلکہ اس لیے کہ مجھ سے جماع کرو اور اس لڑکے کو قتل کردو اور یا شراب کا پیالہ پی لو۔ عابد نے
ب پی لینا سہل جانا اور پیالہ اٹھا کر پی لیا۔ پیالہ پینے کے بعد ہل من مزید کا نعرہ بلند کیا اور اسی طرح شراب کے
ں دور پیے۔ بعد ازاں اس نے زنا کیا اور لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔ سو تم شراب سے بچتے رہو۔ واللہ شراب خوری
یمان ایک جگہ جمع نہیں رہ سکتے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے زمانہ میں شرابیوں کو لاتوں، گھونسوں، جوتوں اور
یوں سے ٹھونکا جاتا تھا۔ جب آنحضرتؐ وفات پا گئے تو حضرت صدیقؓ نے کہا اگر شراب کی حد مقرر کر دی جائے
بہتر ہے۔ چنانچہ آپ نے آنحضرتؐ کے زمانہ سعادت میں شراب خوری کے جرم میں جس قدر زد و کوب کی جاتی
ں اسی مقدار پر قیاس کر کے شرابی کو اسی دُرّے مارنا شروع کیے۔ آپ کی وفات تک اسی دُرّے مارے جاتے رہے
پ کے بعد حضرت عمرؓ بھی اسی دُرّے ہی مارتے رہے۔ یہاں تک کہ مہاجرین اولین میں سے ایک شخص نے شراب پی
ب حد مارنے کا حکم دیا گیا تو یہ شخص کہنے لگا کہ میرے اور آپ کے درمیان کتاب اللہ حکم ہے۔ حضرت عمرؓ نے
یا کتاب اللہ میں کون سی آیت ہے جس میں مذکور ہے کہ میں تمہیں حد نہ لگاؤں؟ انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
یس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا" کہ ان لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک کام کیے
ئی گناہ نہیں جب وہ کچھ کھا پی لیں۔ غرض میں بھی ان ہی لوگوں میں سے ہوں جو ایمان لائے اور نیک کام کیے
پرہیزگاری اختیار کی۔ میں آنحضرت صلعم کے ساتھ بدر، اُحد، خندق وغیرہ کے مشاہد میں حاضر ہوا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے صحابہ سے کہا کیا آپ انہیں جواب دے سکتے ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے کہا یہ آیت گذشتہ
وں کے لیے عذر اور باقی کے لیے حجت ہے۔ کیونکہ جو لوگ قبل نزول حرمت خمر وفات پا چکے تھے معذور تھے،
جو باقی ہیں اُن پر آیت کریمہ "انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام" الخ حجت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شراب نوشی
منع فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر آپ لوگ کیا رائے دیتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا جب شراب پی
ی ہے تو نشہ آتا ہے اور جب نشہ آتا ہے تو شرابی ہذیان بکتا ہے اور شرابی کا ہذیان ہوتا ہے۔ افترا، پردازی

اور مفتری کی حد اسی درے ہے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ نے اسے اسی درے لگائے جانے کا حکم دیا۔ اسی وقت سے شراب نوشی کی حد اسی درے مقرر ہوئی۔

میمون بن مہران سے روایت ہے کہ ایک اعرابی حضرت صدیقؓ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا میں نے بحالت احرام شکار مارا آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ ابی بن کعب اس وقت حضرت صدیقؓ کی خدمت میں حاضر تھے آپنے اُن سے پوچھا کہو کیا کہتے ہو؟ اس پر اعرابی بولا کہ آپ خلیفہ رسول اللہ میں میں آپکے پاس آیا ہوں اور آپ اُن سے سوال کر رہے ہیں؟ آپنے جواب دیا اس میں حرج ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "یحکم به ذوی عدل منکم"۔ میرے پاس اِس وقت چونکہ یہی موجود تھے اس لیے میں نے ان سے مشورہ کیا جب میرے ساتھ متفق ہو جائیں گے تو میں تمہیں فتویٰ دوں گا۔

بکر بن عبداللہ المزنی روایت کرتے ہیں کہ دو شخص محرم تھے ان میں سے ایک شخص تو ہرنی کو گھیر کر لایا اور ایک نے اسے شکار کیا۔ بعد ازاں یہ دونوں شخص حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آئے آپ کے پاس اسوقت عبدالرحمن بن عوف بیٹھے ہوئے تھے۔ آپنے اُن سے پوچھا آپ اس مسئلہ میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا ان دونوں کو ایک بکری کی قربانی کرنی چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا میرا بھی یہی خیال ہے۔ پھر ان دونوں شخصوں سے فرمایا جاؤ ایک بکری قربانی کرو۔ جب یہ دونوں شخص واپس ہوئے تو اُن میں سے ایک کہنے لگا میں نہیں جانتا امیر المومنینؓ کیا کرتے ہیں؟ جب مسئلہ آتا ہے تو اپنے مصاحبوں سے پوچھتے ہیں۔ یہ فقرہ حضرت عمرؓ نے سن لیا اور انہیں واپس بلایا۔ اور درہ لے کر مارنے کھڑے ہو گئے اور فرمایا احرام میں شکار کھیلتے ہو اور شرعی فتویٰ کی اہانت کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یحکم به ذوی عدل منکم۔ پھر فرمایا خدا نے نہیں چاہا کہ عمر اکیلا فتویٰ دیدے اور اپنے مصاحب سے مشورہ نہ کرے۔ لہٰذا میں نے ان سے مدد لی۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ نے خطبہ دیا اور خطبہ میں بیان کیا دریا کا شکار تمہارے لیے حلال کیا گیا ہے اور اس کا کھانا۔ جو دریا خود کنارہ پر پھینکدے وہ اس کا کھانا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ نے فرمایا دریا کا شکار وہ ہے جو اس میں سے نکالا جائے اور طعام وہ جو خود دریا کنارے پر پھینک دے۔ حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جب وہ بحرین گئے تو اہل بحرین نے اُن سے مسئلہ پوچھا کہ دریا جو مچھلی کنارہ پر پھینک دیتا ہے اُسے کھانا چاہیے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کھانا چاہیے۔ جب مدینہ طیبہ واپس آئے تو حضرت عمرؓ سے ذکر کیا کہ اہل بحرین نے دریافت کیا تھا کہ دریا جو مچھلی کنارہ پر پھینک دے کھانا چاہیے یا نہیں؟ میں نے انہیں فتویٰ دے دیا کھانا چاہیے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم اس کے خلاف فتویٰ دیتے تو میں تمہاری دُرّہ سے خبر لیتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے احل لکم صید البحر وطعامه پس دریا کا شکار وہ ہے جو اس میں سے نکالا جائے اور طعام وہ ہے جو دریا کنارہ پر پھینکدے۔

حارث بن نوفل سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے حج کیا۔ اثنائے حج میں آپ کے پاس شکار کا گوشت لایا گیا جو غیر محرم نے کیا تھا آپنے وہ گوشت کھایا مگر حضرت علیؓ نے نہیں کھایا حضرت عثمانؓ نے فرمایا

لوگوں نے شکار کیا اور نہ شکار کا حکم دیا۔ حضرت علی رضؓ نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وحرم علیکم صید البر ما
م حرما"۔ (مؤلف) احقر عرض کرتا ہے کہ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ صید سے کبھی شکار کرنا مراد
اتا ہے اور کبھی شکار۔ لہٰذا ہر ایک کی تاویل بجائے خود صحیح ہے۔ حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ محرم
لیے شکار کا گوشت کھانا جائز رکھتے تھے بشرطیکہ شکار کسی غیر محرم نے کیا ہو۔ اور حضرت علیؓ اسے جائز نہیں رکھتے تھے
حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ نے اپنے زمانۂ وفات کے قریب فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت رجا
ساتھ آیت شدت کو اور آیت شدت کے ساتھ آیت رجا کو ذکر فرمایا ہے تاکہ مسلمانوں کو خیر کی طرف رغبت ہو
الہ امر ناحق کی خواہش کر کے اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالیں۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز
ضرت صلعم ظاہر ہوئے اور آپؐ کا چہرۂ مبارک غیظ و غضب سے سرخ ہو رہا تھا۔ آپؐ آن کر ممبر پر
افروز ہوئے ایک شخص نے کھڑے ہو کر پوچھا یا رسول اللہؐ میرے باپ دادے کہاں ہیں؟ آنحضرت صلعم
فرمایا دوزخ میں۔ پھر ایک شخص کھڑا ہوا اور پوچھا میرا باپ کون ہے؟ فرمایا فلاں شخص تمہارا باپ ہے حضرت
روقؓ کھڑے اور عرض کیا ہم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار، اسلام کو اپنا دین، محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا
اور قرآن حکیم کو اپنا امام پسند کیا۔ یا رسول اللہؐ ہم جاہلیت اور شرک کے زمانہ کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی
ب جانتا ہے ہمارے باپ دادوں کا حال۔

تب آنحضرت صلعم کا غصہ و غضب فرو ہوا اور یہ آیت کریمہ نازل ہوئی "یا ایہا الذین امنوا لاتسئلوا
ن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم"۔

قیس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت صدیقؓ کھڑے ہوئے اور یہ آیت کریمہ پڑھی۔ یا ایہا الذین امنوا
یکم انفسکم الخ اور پڑھ کر فرمایا تم اس آیت کو بے محل استعمال کرتے ہو میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے آپؐ
تے تھے کہ جب لوگ برائی کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور اسکو مٹانے کی کوشش نہیں کی جاتی تو قریب ہوتا ہے، کہ
تعالیٰ اپنا غضب سب پر عام کر دے۔ ۱۲۔

آیت بست و سوم:۔ ابوذر سے روایت ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں عرض کیا یا
ل اللہؐ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، شب کو آپ ایک ہی آیت قرآن مجید کی پڑھتے رہے،
انکہ آپؐ کو سارا قرآن یاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا میں اپنی امت کے لیے دعا کرتا رہا۔ عرض کیا گیا پھر آپؐ کو جواب
ملا؟ فرمایا اگر اس سے لوگ آگاہ ہو جائیں تو نماز چھوڑ بیٹھیں۔ عرض کیا تو کیا یا رسول اللہ میں لوگوں کو اس
خوش خبری نہ دوں؟ حضرت فاروقؓ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ اگر آپؐ لوگوں کو اس کی خوشخبری دیں گے
وہ اسی پر بھروسہ کر کے عبادت چھوڑ بیٹھیں گے۔ آنحضرتؐ نے انہیں واپس بلا لیا اور پھر وہ آیت پڑھ کر
سنائی جو آپؐ شب کو برابر پڑھتے رہے۔ آیت یہ ہے (۱) ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لھم
نک انت العزیز الحکیم ۔ ترجمہ "اے اللہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو انہیں
ش دے تو، تو غالب حکمت والا ہے"۔

(۱) ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ ما علیک من حسابہم

من شئی۔ الی آخر، فتکون من الظالمین"۔ ترجمہ "اے پیغمبر تو انہیں پاس سے نہ نکال جو صبح وشا
اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں محض اس کی طلب رضا کے لیے۔ اے پیغمبر تجھ پر ان کا کچھ حساب نہیں اور نہ ا
ذمہ تیرا ہی کچھ حساب ہے۔ سوائے پیغمبر ایسا نہ ہو کہ تو انہیں نکالے اور ظالموں میں سے تیرا شمار ہو"

آیت بست و چہارم: او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کم
فی الظلمت لیس بخارج منہا کذلک زین للکافرین ما کانوا یعملون، الی آخر۔ قد فص
الآیات لقوم یذکرون، لھم دار السلام عند ربھم وھو ولیھم بما کانوا یعملون۔

ترجمہ "بھلا جو مردہ ہو پھر اللہ تعالیٰ اسے زندہ کرے اور اسے روشنی دے جسے وہ لوگوں میں پھیلا
کیا اس کی مثال اُس شخص جیسی ہو سکتی ہے جو اندھیرے میں ہو اور کسی طرح نکل ہی نہ سکے۔ اسی ط
زینت دیئے گئے ہیں کافروں کو اُن کے اعمال۔ اور اسی طرح ہر ایک بستی میں ہم نے سرکش مجرم پ
ہیں تاکہ وہ مکر کریں۔ کیا مکر کرتے ہیں مگر وہ جو کچھ کرتے ہیں اپنے ہی لیے کرتے ہیں۔ گو وہ اس امر کو سمجھ
نہیں۔ جب ان لوگوں کے پاس کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں ہم ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو
جائے جو کچھ رسولوں کو دیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ تو رسالت کو اس کی جگہ پر رکھتا ہے۔ ان مجرموں کو اللہ کی طرف سے
پہونچے گی۔ اور عذاب ہو گا سخت بوجہ اس کے کہ یہ مکر کرتے ہیں۔ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے اس کا
کشادہ کر دیتا ہے۔ اور جسے گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے سینہ میں تنگی و خلش پیدا کر دیتا ہے جس سے ا
اُسے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پہاڑ پر چڑھنا جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا نہیں چاہتے خلش اور گندے
اُن لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیتا ہے۔ ورنہ اسلام تو ایک سیدھا راستہ ہے یہ جو ہم اپنی نشانیاں تف
سے بیان کرتے ہیں۔ انہی لوگوں کے لیے ہیں جو نصیحت پکڑنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے لیے
گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ان کا ولی و کارساز ہے بوجہ اس کے کہ وہ نیک کام کرتے ہیں"۔

پہلی تین آیتوں میں "جو سورۃ انعام کی ہیں" اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اولین میں سے تین فرقوں کی فضی
بیان فرمائی ہے۔ "فرقہ اولیٰ" صحابہ کرام کی وہ جماعت ہے جو بوجہ اپنی ذہانت و ذکاوت ابتداء بعثت آنحض
میں ایمان لائے۔ انہیں میں حضرت عثمان غنیؓ بھی تھے اور ان سب کے سردفتر حضرت صدیقؓ تھے۔ کیونکہ آ
دا ایمان، ترک عبادت اصنام، ترک زنا و شراب خوری تمام قبائح سے نفرت کرنا اور اُن سے مجتنب رہن
آپ کے اندر ودیعت رکھا گیا تھا۔ علاوہ ازیں آپ نے بہت سی خوابیں دیکھی تھیں جو آنحضرت صلعم کی رسالت پا
پر دلالت کرتی تھیں۔ لہٰذا بمجرد دعوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان لے آئے۔ اور تکرار دعوت کی ح
نہیں رہی۔ اور آیت "فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام" میں انہیں لوگوں کا ذکر
فرقہ ثانیہ وہ جماعت تھی کہ جس کی عمر ایک مدت تک کفر و عداوت اسلام میں گذری۔ اس مدت تک وہ آنح
سے عداوت رکھا کیے اور آپ کی رسالت سے انکار کرتے رہے۔ انہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مردوں سے تعبی
مگر بعد میں توفیق الٰہی اُن کے شامل حال ہوئی لہٰذا مسلمانوں کے زمرے میں داخل ہوئے اور حیات حقیقی حا
اور بہترین مسلمان کہلائے جیسا کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ۔ مگر حضرت بن خطاب

تھے۔ آیت کریمہ "اومن کان میتاً فاحییناہ" الآیۃ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں بلکہ ان کے سر دفتروں کی طرف سے تعریض فرمائی ہے۔
فرقہ ثالثہ ضعفائے مسلمین تھے یہ لوگ روسائے قریش کے غلام تھے جن کی مجالست کو لوگ استنکاف و استکراہ کی نظر سے دیکھتے تھے۔ انہی لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی "ولا تطرد الذین یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ" الآیۃ؛
جاننا چاہیے کہ طریقۂ تعریض تمام نہیں ہوتا جب تک کہ دلالت کلام پر قرائن قالیہ و حالیہ بکثرت جمع ہو کر شخص واحد پر نہ ہوں پس آیت کریمہ اومن کان میتاً اور آیت کریمہ ومن یرد اللہ ان یہدیہ میں پہلا قرینہ یہ ہے کہ سورۂ انعام باتفاق مفسرین دفعۃً نازل ہوئی ہے اور مکہ معظمہ میں قریب اسلام حضرت فاروق نازل ہوئی ہے اور حضرت صدیق رضؓ اس سے بہت پہلے اسلام لا چکے تھے۔ پس مصداق آیت کریمہ "ومن یرد اللہ ان یہدیہ یشرح صدرہ للاسلام" میں نہ متاخرین مہاجرین شامل ہیں اور نہ انصار بلکہ اس کے مصداق صرف وہی پچاس[۵۰] اشخاص ہیں جو ان دونوں آیتوں کے نزول کے وقت مشرف باسلام ہوئے۔ قرینہ دوم یہ ہے کہ جملہ اومن کان میتاً دلالت کرتا ہے کہ بعثت آنحضرتؐ کے بعد ایک مدت دراز کے بعد شخص مشار الیہ ایمان لایا ہو۔ اور شکوک "لن نؤمن حتی نؤتیٰ مثل ما اوتی رسل اللہ" وغیرہ اس کی طبیعت کے گرد نہ بیٹھے ہوں بلکہ تمام شکوک و شبہات زائل ہو گئے ہوں اور شرائع کو بالکمل وجوہ خود بخود تفہم کر لیا ہو اور یہ وہ قرینہ ہے جو شرکائے مصداق آیت کی تقلیل کرتا ہے۔
تیسرا قرینہ یہ ہے کہ جملہ "وجعلنا لہ نوراً یمشی بہ فی الناس" دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص ہادی و مہدی ہوگا اور لوگوں کو اس سے نفع عظیم پہونچے گا۔ جو اس فریق میں سے صرف حضرت فاروق رضؓ ہی کی ذات میں منحصر تھا کما لا یخفی"۔ پس جب ان قرائن کو جمع کیا جاتا ہے تو ان آیات سے ذہن شیخین کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی تھی کہ اے پروردگار عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعہ تو میری مدد کر چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد کی کہ حضرت عمر فاروق رضؓ مشرف باسلام ہوئے۔
اب جاننا چاہیے کہ ایک کی یعنی حضرت صدیق رضؓ کی شرح صدر جو حقیقت صدیقیت ہے کے ساتھ مدح فرمائی اور دوسرے یعنی حضرت فاروق رضؓ کو حیات معنوی اور عطاء نور کے ساتھ موصوف کیا جو حقیقت خلافت خاصہ اور حقیقت محدثیت ہے۔ بعد ازاں انہیں اللہ تعالیٰ نے دار السلام کا وعدہ دیا۔ اور ان کے طریقہ کو صراط مستقیم فرمایا۔ یہی اوصاف خلافت خاصہ ہیں۔ اور آیت کریمہ یدعون ربہم بالغداۃ والعشی یریدون وجہہ میں تیسرے گروہ کی مدح ہے اور وعدۂ مغفرت کیا ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اس سے بہتر اور کیا فضائل ہو سکتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضؓ سے روایت ہے کہ سورۂ انعام افضل سور تہائے قرآن مجید ہے۔
سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "قل ہو القادر علی ان یبعث علیکم عذاباً من فوقکم او من تحت ارجلکم" کے متعلق فرمایا ہے کہ عذاب الٰہی ہونے والا ہے۔ (مؤلف) احقر عرض کرتا ہے کہ آیت کریمہ "ویذیق بعضکم بأس بعض" قتال مسلمین کے بارے میں نازل ہوئی جو پینتیس[۳۵] برس کے بعد لامحالہ واقع ہونے والا تھا بلکہ متواتر و ظاہر حدیث میں وارد ہے کہ عذاب تو آنحضرت صلعم کی دعائے گرامی سے اٹھا دیا گیا مگر آپس میں ایک دوسرے

اذیت دینا باقی رہا۔ آیت کریمہ "ولا تطرد الذین یدعون ربہم" الآیۃ۔ کے متعلق سعد بن ابی وقاص سے روایت کیا گیا
کہ ہم چھ اشخاص حضرت عبداللہ بن مسعود، بلال، خود میں، قبیلہ ہذیل کا ایک شخص، دو اور شخص جن کے نام میں
نہیں لوں گا، آنحضرت صلعم کے ہمراہ تھے، مشرکین نے آپؐ سے کہا ان لوگوں کو اپنے پاس سے نکال دو
میں نہیں کہہ سکتا کہ آنحضرتؐ پر مشرکین کے کہنے کا کہاں تک اثر ہوا۔ بنا بریں اللہ تعالےٰ نے یہ آیت شریف نازل
فرمائی۔ "ولا تطرد الذین یدعون ربہم" الخ۔ آیت کریمہ "الذین آمنوا ولم یلبسوا ایمانہم بظلم" کے
متعلق حضرت صدیقؓ سے سوال کیا گیا آپؓ نے صحابہؓ سے پوچھا آپ اس کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے
کہا آیت کے معنی یہ ہیں "جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے مشتبہ نہ کیا یعنی جب تک ظلم نہ کیا
حضرت صدیقؓ نے فرمایا تم نے آیت کے معنی بہت سخت کر دیئے۔ ظلم سے اس آیت میں شرک مراد ہے
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان الشرک لظلم عظیم" کہ شرک ظلم عظیم ہے۔ حضرت عمرؓ سے بھی یہی روایت کیا گیا
کہ اس آیت میں ظلم سے شرک مراد ہے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ جب انہوں نے ام کلثومؓ بنت علیؓ سے عقد کیا اور ان کے دوست و احباب جمع
ہو کر ان کے لیے دعاء خیر و برکت کرنے لگے تو اس وقت انہوں نے بیان کیا کہ یہ عقد میں نے اس لیے نہیں کیا
مجھے زوجہ کی ضرورت تھی۔ بلکہ اس لیے کہ میرے اور آنحضرتؐ کے درمیان رشتہ قائم ہو جائے کیونکہ میں نے
آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن تمام واسطے اور نسب منقطع ہو جائیں گے۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم
کا واسطہ و نسب ختم نہ ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے آیت کریمہ "اومن کان میتا فاحییناہ" کی تفسیر کی ہے
کان کافراً ضالاً فھدیناہ۔ اور "جعلنا لہ نوراً یمشی" میں نور سے مراد قرآن مجید ہے۔ اور "کمن مثلہ فی
الظلمات" میں ظلمات سے مراد کفر و ضلالت ہے۔ زید بن اسلم سے روایت ہے کہ یہ آیت حضرت عمر فاروقؓ اور
ابوجہل کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ دونوں کافر تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو مشرف باسلام کر کے
حیات حقیقی عطا فرمائی۔ اور ابوجہل کو کفر و ضلالت ہی میں رکھا۔ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی تھی کہ اے پروردگار ابو جہل
بن ہشام یا عمر بن خطاب کے ذریعہ اسلام کی توقیر بلند فرما۔ حسن بصری سے بھی اسی طرح روایت ہے اور ضحاک نے بھی
تفسیر بیان کی ہے۔ کہ "اومن کان میتا فاحییناہ" سے حضرت عمرؓ مراد ہیں۔ اور "کمن مثلہ فی الظلمات"
سے ابوجہل مراد ہے۔ ابوسنان سے بھی اسی طرح بیان کیا گیا ہے ۱۲۰

(مؤلف) احقر عرض کرتا ہے کہ اس آیت میں بطریق تعریض حضرت فاروقؓ اور ابوجہل کا حال بیان کیا گیا
جمہور مفسرین نے اس آیت کے شان نزول میں ایسا ہی بیان کیا ہے۔ حضرت ابن مسعود کی روایت اور گذری
کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں کو دیکھا جنمیں بہتر دل آنحضرت صلعم کا پایا لہذا آپؐ کو نبوت عامہ کیلیے پسند کیا۔ آنحضرت صلعم
کے بعد اللہ تعالےٰ نے بہتر دل آپؐ کے اصحابؓ کا پایا اور انہیں آنحضرت صلعم کا وزرار بنایا جو لوگوں سے آپؐ کے ساتھ
دین اسلام کے لیے لڑتے رہے پس جس بات کو مسلمان اچھا جانیں وہ عند اللہ بھی اچھی ہے اور جسے مسلمان برا جانیں
عند اللہ بھی بری ہے۔ ابو الصلت الثقفی سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے آیت کریمہ "یجعل صدرہ ضیقاً
حرجاً" حرجا کو بفتح راء مہملہ پڑھا اور بعض حاضرین نے بکسرہ راء مہملہ پڑھا۔ آپ نے فرمایا میرے پاس کنانہ

ب چر وا ہے کو لے آؤ۔ جب وہ لایا گیا تو آپ نے اس سے پوچھا تم لوگ حرجۃ کس چیز کو کہتے ہو؟ اس نے کہا حرجۃ
اس اونچے درخت کو کہتے ہیں جس پر نہ کسی چرنے والے جانور کا منہ پہنچ سکے اور نہ کوئی جانور اس پر چڑھ سکے
رت فاروق رضؓ نے فرمایا منافق کے دل کی بھی ایسی ہی مثال ہے کہ خیر کسی طرح اس کے دل تک نہیں پہنچ سکتی۔

حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ شروع زمانہ میں جب اللہ تعؐ نے آنحضرتؐ کو مبعوث فرمایا اور آپؐ منٰی کی طرف
ریف لے گئے، میں اور حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوبکرؓ چونکہ ایک نساب شخص تھے اور قبائل عرب کے
و نسب سے اچھی طرح واقف تھے اس لیے آپ ہی آگے بڑھے اور قوم سے علیک سلیک کیا جس کا قوم نے انہیں
ب دیا۔ مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک وغیرہ افراد قوم موجود تھے۔ مفروق بن عمرو
رت ابوبکرؓ کے قریبی رشتہ دار اور مقرر شخص تھے۔ یہ آنحضرت صلعم سے مخاطب ہوئے اور پوچھا آپؐ ہمیں کس بات کی
ت دیتے ہیں؟ آنحضرت صلعم آگے بڑھے اور بیٹھ گئے۔ اور حضرت صدیقؓ نے آپؐ پر سایہ کر لیا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا
نہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعؐ کو ایک جانو اور یہ کہ میں اللہ تعؐ کا رسولؐ ہوں۔ مجھے ایذا و تکلیف
و اور نہ مجھے اپنے ادائے منصب سے مانع آؤ۔ قریش دین اسلام سے مانع آئے ہیں۔ رسولؐ کو انہوں نے جھٹلا ہی دیا ہے
لو چھوڑتے اور باطل کی اعانت کرتے ہیں مگر جان لیں کہ اللہ غنی و بے پروا ہے۔ انہوں نے کہا اس کے بعد آپؐ ہمیں
ں چیز کی دعوت دیتے ہیں؟ آنحضرت صلعم نے اس کے جواب میں یہ آیت تلاوت فرمائی "قل تعالوا اتل ما حرم
بکم علیکم الا تشرکوا بہ شیئاً۔ الی۔ یتقون"۔ مفروق بولے واللہ یہ اہل زمین کا کلام نہیں۔ پھر کہا اور آپ
ں کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ تو آنحضرت صلعم نے یہ آیت تلاوت فرمائی "ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان
۔" مفروق نے کہا آپؐ ہمیں مکارم اخلاق و محاسن اعمال کی دعوت دیتے ہیں۔ مگر افسوس قوم آپؐ کو جھٹلاتی اور آپؐ
مخالفت کرتی ہے۔ ہانی بن قبیصہ نے کہا مجھے آپؐ کے کلمات بہت پسند آئے اور میں انہیں سنکر نہایت
ظ ہوا۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے فرمایا تھوڑا زمانہ ہی گذرے گا کہ اللہ تعالیٰ ملک فارس وانہار کسریٰ کا تمہیں
ب بنا دے گا۔ اور ان کی بیٹیاں تمہارے حق میں دے گا۔ اور تم اللہ تعؐ کی تقدیس و تسبیح کرو گے۔ نعمان بن شریک
ہا خداوندا یہ کیونکر ہوگا۔ آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "انا ارسلناک شاھداً ومبشراً ونذیراً وداعیاً
للہ باذنہ وسراجاً منیراً"۔ بعد ازاں آنحضرت صلعم حضرت صدیقؓ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابن عباسؓ
روایت ہے کہ حضرت فاروقؓ نے ایک دفعہ خطبہ میں بیان فرمایا کہ عنقریب اس امت میں ایسے لوگ ہوں گے جو رجم،
رج دجال، مغرب سے طلوع شمس، عذاب قبر اور قیامت میں لوگوں کے دوزخ سے نکالے جانے سے انکار کریں گے ۱۲ منہ

آیت بست و پنجم: واکتب لنا فی ھذہ الدنیا حسنۃ وفی الاٰخرۃ انا ھدنا الیک۔ قال عذابی
یب بہ من اشاء ورحمتی وسعت کل شئی۔ الی آخرہ قولہ تعؐ۔ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک
المفلحون۔ ترجمہ:۔ اے پروردگار لکھ ہمارے لیے نیکی اور پرہیزگار ہوں ہم آخرت میں۔ اللہ تعالیٰ نے کہا میں عذاب
پہنچاؤں گا جسے چاہوں گا۔ اور میری رحمت تو ہر چیز کے لیے وسیع ہے سو میں تقویٰ اور پرہیزگاری لکھوں گا ان
انہیں کے لیے جو اللہ تعؐ سے ڈرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور اس کی نشانیوں سے ڈرتے ہیں جو لوگ رسولؐ و نبیؐ
کی پیروی کریں گے جس کی تعریف وہ توراۃ و انجیل میں پاتے ہیں جو انہیں نیکی کا حکم دے گا۔ برائی سے منع کرے گا۔

مد للہ علی احسانہ وفضلہ وکرمہ ولطفہ ۱۲ کاتب غفرلہ۔

پاک چیزیں اُن پر حلال کرے گا۔ اور ناپاک وخبائث اُن پر حرام کرے گا اور اُن سے سخت احکام کا بار اور رسومات طوق اُن کی گردنوں سے نکال دے گا جو لوگ اس پر ایمان لائیں گے، اس کی عزت کریں گے اور اس کی مدد کریں گے اور اس کی روشنی کی جو ان پر اُتاری جائے گی پیروی کریں گے یہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے"۔

ان آیات کا مطلب بالاختصار یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اے پروردگار ملوک میں میری اُمت کے لیے دنیا و آخرت کی نیکی مقدر فرما دے۔ رب الارباب سے جواب ملا یہود ایک حال پر نہ رہیں بلکہ ان میں سے بعض کو میرا عذاب پہونچے گا۔ اور یہ وہ لوگ تھے جنکی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" وقضینا الیٰ بنی اسرا فی الکتاب لتفسدن فی الارض مرتین" الخ۔ اور بعض رحمت الٰہی کے مورد ہوں گے۔ اور یہ وہ لوگ تھے جن نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" واذکروا نعمۃ اللہ علیکم۔ الیٰ آخر۔ مالم یؤت احدا من العالمین"۔ ف فساکتبھا للذین یتقون۔ یعنی پس ان لوگوں کے لیے میں دنیا و آخرت کی نیکی لکھدوں گا جن کی صفت یہ ہے متقی ہوں گے، زکوٰۃ دیں گے، اس کی نشانیوں پر ایمان رکھیں گے۔ پس ان آیات سے مفہوم ہوا کہ یہ لوگ جو بالا اوصاف سے موصوف ہوں زمانہ آیندہ میں پیدا ہونے والے تھے۔ دنیا و آخرت کی نیکی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مقدر کر اور وہ یہی ہے کہ دنیا میں فتح و نصرت حاصل ہو اور دیگر سلطنتیں مطیع اور باجگذار ہوں اور آخرت میں نجات و مغفرت ہو اور درجات و مناصب اعلیٰ ہوں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خصوصاً یہ وہ لوگ ہوں گے جو نبی اُمّی کے تابعدار ہوں جس کی تعریف وہ توراۃ وانجیل میں پاتے ہیں پس جب آنحضرت صلعم کی تعریف کتب الٰہیہ میں پائی گئی اور انبیاء علیہ السلام آپ کی بعثت کی خبر دی۔ کافہ انام پر حجت متحقق ہوئی اور منکرین عنداللہ معذور نہ رہے۔ آنحضرت صلعم کی جو تعریف الٰہیہ میں ہونے کا اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ نبی نیکی کا حکم کرے گا اور برائی سے منع کرے گا۔ تمام پاک حلال کرے گا اور خبائث حرام کرے گا۔ اور ان کے سر سے بار گراں اور رسوم بد کا طوق اتارے گا۔ یعنی شرایع شاقہ کو منسوخ کرے گا اور ملت حنیفیہ اور شریعت سہلہ جاری کرے گا پس آنحضرت صلعم کی نبوت و رسالت کمال رأفت ورحمت ان آیات میں ضمناً اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کے تابعین اور آپ کے اعوان وانصار کی مدح فرمائی اور ان کی صلاح وفلاح کی خبر دی۔ اور شک نہیں کہ خلفائے راشدین آنحضرت صلعم پر ایمان لائے اور جان ومال سے آپ کی اعانت ومدد کی بعد وفات آنحضرت تا زندگی اسی طرح مثل سابق ساعی وکوشاں رہے اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہو سکتی ہے؟

وہو المقصود ——————— یہی ہمارا مقصود ہے ———————

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک اونٹنی خیرات کرنے کے بعد چاہا کہ اس کی نسل کا ایک بچہ خرید لیں آنحضرت سے آپ نے اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا نہ خریدو۔ قیامت کے دن وہ اور اس کا بچہ تمہاری میزان پر ہوگا حضرت حسن سے روایت ہے کہ عثمان غنی نے ایک دفعہ خطبہ میں بیان کیا کہ مسلمانو پوشیدہ کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو آنحضرت صلعم سے سُنا ہے کہ واللہ کوئی شخص کوئی پوشیدہ کام نہیں کرتا۔ مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس عمل کا لباس پہناتا ہے۔ خیر ہو تو خیر کا اور شر ہو تو شر کا۔ بعد ازاں یہ آیت تلاوت کی" یا بنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوآتکم وریشا[1] ولباس التقویٰ ذلک خیر" اور فرمایا کہ لباس تقویٰ سے اخلاق حسنہ مراد ہیں حضرت روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ ایک دفعہ اپنے فرزند حضرت عبداللہ کے پاس آئے ان کے پاس گوشت رکھا

[1] راوی کہتا ہے کہ حضرت عثمانؓ نے اسی طرح پڑھا۔ آیت میں وریشا ہے۔ ۱۲ ÷

پ نے پوچھا یہ کیسا گوشت ہے؟ عرض کیا میں پکوانے کے لیے لایا ہوں۔ فرمایا کیا خوب یہ اسراف میں داخل تو نہیں؛
انسان جب کسی چیز کی خواہش کرے کھا بھی لے، حضرت فاروق رضؓ سے روایت کیا گیا ہے آپ نے فرمایا شکم سیری سے بچو،
بلکہ زیادہ کھانا جسم کو خراب اور کسلمند کرتا ہے۔ بیماریاں پیدا کرتا ہے، نماز پڑھنے میں سستی پیدا کرتا ہے پس چاہیے، کہ
کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرو۔ جو صحت کے لیے بھی مفید ہے اور اسراف سے بھی بچانے والی ہے نفیس تندرستی
بیاں اللہ تعالیٰ کے غصہ کو بڑھاتی ہیں۔ کوئی شخص ہلاک تباہ نہیں ہوتا مگر اس وجہ سے کہ خواہش کو دین پر ترجیح دیتا ہے۔

ابن المسیب سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضؓ زخمی کیے گئے تو کعب احبار نے کہا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ سے
دعا کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں تاخیر کر دے۔ کسی نے اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "فاذا جآء اجلہم لایستاخرون ساعۃ
ولا یستقدمون" کہ جب لوگوں کی اجل آجاتی ہے تو پھر نہ تاخیر کی جاتی ہے اور نہ تعجیل۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
یہ بھی تو فرمایا ہے "وما یعمر من معمر ولا ینقص فی عمرہ الا فی کتاب" کسی کی عمر بڑھائی نہیں جاتی اور نہ کم کی جاتی
مگر یہ کہ لوح محفوظ میں درج ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس کی عمر چاہتا ہے بڑھاتا ہے۔ اور جس کی چاہتا ہے گھٹاتا ہے
جب اجل آتی ہے تو نہ تاخیر کی جاتی ہے اور نہ تعجیل۔ ابو ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ زخمی کئے گئے
کعب احبار آئے اور دروازہ پر آبدیدہ ہو کر کہنے لگے کہ واللہ اگر امیر المومنین رضؓ اس امر پر قسم کھا بیٹھیں کہ اللہ
آپ کی عمر میں تاخیر کر دے تو اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں تاخیر کر دیگا۔ اسی اثنا میں حضرت ابن عباس رضؓ آئے اور کہنے لگے
امیر المومنین رضؓ کعب احبار یہ کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا واللہ تب بھی میں کبھی ایسا ارادہ نہ کروں گا۔

سالم بن عبداللہ، ابان بن عثمان اور زید بن حسن سے روایت ہے کہ عثمان غنی رضؓ کی خدمت میں ایک شخص لایا گیا
جس نے ایک لڑکے سے خلاف وضع فطری کام کیا۔ حضرت عثمان رضؓ نے دریافت کیا کہ اس کی زوجہ ہے یا نہیں، لوگوں نے
کہا اس نے شادی تو کی ہے مگر ابھی اپنی زوجہ کے پاس گیا نہیں ہے۔ حضرت علی رضؓ نے فرمایا اگر یہ اپنی عورت کے پاس جا چکا
ہوتا تو اسے رجم کرنا حلال ہوتا لیکن جب کہ یہ ابھی اپنی عورت کے پاس نہیں گیا، لہٰذا اسے حدِ زنا مارنا چاہیے۔
ابو ایوب انصاری نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت صلعم نے ایسا ہی فرمایا، جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں۔
بعد ازاں حضرت عثمان رضؓ نے اس شخص کو حدِ زنا کے سو درے مارنے کا حکم دیا۔

حضرت صدیق اکبر رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جناب بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا اے پروردگار جو
شخص زن فرزند مردہ کو تسلی دے اس کے لیے کیا اجر و ثواب ہے؟ فرمایا اسے میں اپنے سایہ میں جگہ دوں گا جس دن میرے
سایہ کے سوا کسی کا سایہ نہ ہوگا۔ خالد الربعی سے روایت ہے کہ انہوں نے کتاب اللہ میں پڑھا ہے کہ قیامت کے دن
حضرت عثمان غنی رضؓ ہاتھ اٹھائیں گے اور عرض کریں گے تیرے مسلمان بندوں نے مجھے قتل کیا ہے

مسلم بن یسار سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ سے آیت کریمہ "واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظہورہم
ذریتہم واشہدہم علی انفسہم الست بربکم" کے متعلق سوال کیا گیا۔ فرمایا میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے
فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا پھر ان کی پشت پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ایک ذریت
پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان لوگوں کو میں نے جنت اور اہل جنت کے اعمال کے لیے پیدا کیا ہے بعد ازاں
اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم ع کی پشت پر پھر ہاتھ پھیرا تو ان کی پشت سے ایک اور ذریت پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے

فرمایا ان کو میں نے دوزخ اور اہلِ دوزخ کے اعمال کے لیے پیدا کیا ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر عمل کرنے کے کیا معنی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو جنت اور اہلِ جنت کے اعمال کے لیے پیدا کیا ہے اللہ اس سے وہی کام لے گا یہاں تک کہ وہ وفات پائے۔ اور جس شخص کو اللہ نے دوزخ کے لیے پیدا کیا ہے اس سے اہل دوزخ کے کام لے گا۔ اور انہیں پر اس کا خاتمہ کرے گا۔ نیز روایت کیا گیا ہے کہ جابیہ میں حضرت عمر فاروق نے جو خطبہ دیا اس کے شروع میں حمد و صلوٰۃ کے بعد بیان کیا اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ پھر اُسے کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔ ایک قسیس بھی اس وقت موجود تھا۔ فارسی زبان میں کہنے لگا اللہ کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ نے مترجم سے دریافت کیا یہ کیا کہتا ہے، جب آپ کو اس کے مقولہ کا علم ہوا آپ نے فرمایا اے عدو اللہ تو جھوٹ کہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تجھے پیدا کیا ہے۔ اور گمراہ کیا ہے۔ اور انشاء اللہ وہی تجھ کو دوزخ میں داخل کرے گا۔ اگر میرے اور تیرے درمیان عہد نہ ہوتا تو تیری گردن مار دیتا۔ خطبہ کے بعد جب لوگ متفرق ہوئے تو ان کے درمیان در بارۂ قدر کوئی اختلاف نہ تھا۔

آیت بست و ششم قولہ تعالیٰ "واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ۔ الی آخر من الطیبات لعلکم تشکرون"۔ ترجمہ: "بچو اس فتنہ سے جو تم میں سے نہ صرف ظالموں کو بلکہ سب کو پہونچے جان لو کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ وہ وقت یاد کرو جب تم زمین میں سب سے تھوڑے اور کمزور تھے تم ڈرتے تھے کہ تمہیں کہیں لوگ پکڑ نہ لے جائیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اپنی پناہ میں لیا تمہاری مدد و نصرت کی اور تمہیں پاک و حلال روزی دی تاکہ تم شکر کرو"۔

(مؤلف) احقر عرض کرتا ہے کہ مفسرین نے اس فتنہ کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے کہا فتنہ سے یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کا ایک گروہ معصیت میں گرفتار ہوگا اور دیگر مسلمان انہیں وعظ و نصیحت کرنے میں توقف کریں گے پس عذاب الٰہی نازل ہوگا اور دونوں گروہ ماخوذ ہوں گے عاصی لوگ بھی۔ اور تارکین وعظ و پند کا گروہ اول ارتکاب معصیت میں اور دوم ترک وعظ و پند کے جرم میں۔ (وفیہ نظر)

احقر کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ فتنہ سے فتنہ خلافت مراد ہے۔ جس کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہوا تموج کموج البحر۔ پس یہی وہ فتنہ ہے جو چاروں طرف سے دریا کی موج کی طرح امنڈا مسلمانوں نے ایک دوسرے پر لشکر کشی کی۔ ہر ایک فریق دعوائے خلافت کے درپے ہوا۔ اور قتل و غارت کا مرتکب پھر یہ فتنہ شاخ در شاخ دراز و طویل ہوا حتےٰ کہ اس کے آشوب سے اہل حضر و اہل بادیہ گمنام و مشہور وغیرہ کوئی نہ بچ سکا۔ اسی فتنہ سے اللہ تعالیٰ نے ڈرایا ہے۔ کہ مبادا تمہارے درمیان اس قسم کے فتنہ فساد پیدا ہوتے رہیں اور کفار جو ہمیشہ اسی تاک میں رہتے ہیں۔ فرصت کو غنیمت جان کر غلبہ حاصل کر لیں اور تمہاری فتوحات و مکاسب درہم و برہم ہو جائیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اخیر میں فرما دیا "واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض" تم اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم مغلوب و مقہور تھے اور بھوکے پیاسے رہتے تھے۔ مگر اسی حال میں اللہ تعالیٰ نے تمہاری مدد کی تمہیں مظفر و منصور کیا۔ پس اس کا شکر بجا لاؤ اور وہ یہ ہے کہ ایسے کاموں کے مرتکب نہ ہو جو غلبۂ کفار کا موجب ہو سکیں اور تمہارے درہم برہم کرنے کا سبب۔

یت بست و ہفتم:- ان الذین اٰمنوا و ھاجروا و جاھدوا باموالہم وانفسہم فی سبیل اللہ والذین اٰووا ونصروا
ـ تا واولوا الارحام بعضہم اولٰی ببعض فی کتاب اللہ ان اللہ بکل شیٔ علیم" ترجمہ:- جو لوگ ایمان لائے ،
لی اور جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کیا اور ایک دوسرے کی مدد کی یہ لوگ آپس میں دوست ہیں۔
لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہیں کی، تمہارے اور ان کے درمیان دوستی کا کوئی سروکار نہیں جب تک کہ وہ
نہ کریں۔ پھر اگر دین میں وہ تم سے مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد کرنا فرض ہے۔ بشرطیکہ ان کے پیچھے تمہیں ان لوگوں
لڑنا پڑے جن کے اور تمہارے درمیان عہد ہو اللہ تمہارے اعمال دیکھتا ہے جو لوگ کافر ہیں وہ بھی آپس
وست ہیں۔ اگر تم مسلمانوں کو مدد نہ دو گے تو زمین پر فتنہ و فساد پھیلے گا پس جو لوگ ایمان لائے، ہجرت کی اور
راہ میں جہاد کیا اور وہ مسلمان جنہوں نے آپس میں ایک دوسرے کی مدد کی یہ لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان
کے لیے مغفرت ہے اور روزی عزت کی۔ جو لوگ بعد میں ایمان لائے، ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد میں
ب ہوئے یہ بھی تم میں سے ہیں جس طرح کتاب اللہ میں "اولوا الارحام" کا حال بیان کیا گیا ہے کہ بعض بعض سے
حق دار ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر بات کو جاننے والا ہے"۔

(مؤلف) اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مہاجرین اولین کی دینی و دنیوی فضیلت کا ذکر فرمایا ہے کہ مہاجرین
ں اور انصار ایک دوسرے کے کفو اور دوست ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ناصر و مددگار جب ان میں سے کوئی مصیبت
قتار ہو تو دوسرے پر اس کی مدد کرنا فرض ہے۔ اور یہ معاملہ مسلمانان غیر مہاجرین کے ساتھ کرنا ضروری و لازم
ں۔ مگر جب ان کے اور حربیوں کے درمیان جنگ واقع ہو جائے خواہ کسی دنیوی سبب سے کیوں نہ واقع ہو، تو
صورت میں ان مسلمانوں کی مدد کرنا بھی فرض و واجب ہے۔ کیونکہ کفار بھی آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں
ر مسلمان مسلمانوں کی مدد نہ کریں گے تو کفار غلبہ حاصل کر لیں گے اور مسلمان اسلام سے انکار کرنے لگیں گے
طلب ہے آیت "الا تفعلوہ تکن فتنۃ فی الارض وفساد کبیر" کا اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے مہاجرین
ں اور انصار کی فضیلت بیان فرمائی "والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا" اس سے زیادہ اور کیا فضیلت ہو
ہے۔ بعد ازاں انہیں کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین متاخرین کا بیان فرمایا۔ اور اُن کے حال کو اولوالارحام
ل سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح رشتہ داروں میں بعض کا بعض سے زیادہ حق ہے اسی طرح بعض مسلمانوں کا
ض سے زیادہ ہے۔ اور بعض امر میں سب مساوی ہیں۔ جیسا کہ کفار کے مقابلہ میں دور کے مسلمانوں کی مدد کرنا
سی طرح فرض ہے جس طرح پاس کے مسلمانوں کی۔ ہمارے اس بیان کے مطابق ان آیات میں کوئی آیت
خ نہیں۔ اور یہی توجیہ زیادہ مناسب اور واضح ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ اگر حضرت صدیق رضی
ان اہل زمین کے ایمان سے وزن کیا جائے تو حضرت صدیقؓ کا ایمان بھاری رہے گا۔

(مؤلف) احقر عرض کرتا ہے کہ جنگ بدر کے دن شیخین سے موافقات عظیمہ اور فراسات صادقہ ظہور میں آئیں۔
للہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔ موسیٰ بن عقبہ نے قصہ بدر کا مفصل ذکر کرتے ہوئے حضرت صدیقؓ کی فراست کا بیان کیا ہے
نحضرت صلعم نے فرمایا ہم اسے اس سفر کے متعلق رائے زنی کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جنگ بدر کیلیے جا رہے تھے
حضرت فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ اعاظم قریش ہیں۔ واللہ جب سے انہوں نے عزت پائی ذلت نہیں اٹھائی

اور جب سے کفر میں پڑے ہیں ایمان نہیں لائے۔ یہ آپ سے ضرور لڑیں گے آپ ان کے لیے پوری تیاری کر
حضرت صدیقؓ کی فراست کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بیان کیا ہے کہ جنگ بدر کے دن جب مشر
قریش میدان میں نظر آئے تو آنحضرتؐ نے جناب بارگاہ الٰہی میں دعا کی کہ اے پروردگار قریش تو بڑے فخر و غرور سے
آئے ہیں۔ اور تیرے رسولؐ کو جھٹلاتے ہیں اے پروردگار میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تو اپنے وعدہ کو پو
تو نے مجھ سے کیا ہے۔ اس وقت آنحضرتؐ حضرت صدیقؓ کا بازو پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت صدیقؓ
عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپؐ خوش ہو جائیے قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضۂ قدرت میں
جان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ کیا ہے پورا کرے گا۔ بعد ازاں تمام مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگی۔ اور
بارگاہ میں استغاثہ کیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ اور اپنے مسلمان بندوں کی دعا قبول فرمائی۔ پھر جب لڑائی
ہونے کا وقت آیا تو مسلمانوں نے پھر نعرہ بلند کیا اور جناب الٰہی سے فتح و نصرت کی دعا مانگی۔ اور آنحضرتؐ
دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کیا "اے پروردگار! ان لوگوں پر ہماری مدد کر۔ اے پروردگار اگر یہ ہم پر غال
گئے تو شرک پھیلے گا اور دین اسلام قائم نہ ہو سکے گا۔ اور حضرت صدیقؓ عرض کرتے جاتے تھے یا رسو
قسم ہے اللہ کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، اللہ تعالیٰ آپؐ کی مدد کرے گا اور آپؐ کو سرخرو کرے گا"
آخر الامر اللہ تعالیٰ نے اس جنگ میں مسلمانوں کو فتح دی اور ان کی مدد کے لیے فرشتے نازل کیے جو دشمن
چاروں طرف پھیل پڑے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابو بکر خوش ہو جاؤ، اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد نازل کی، فرشتے
میں نے ابھی جبرئیل علیہ السلام کو گھوڑا لیے ہوئے آسمان سے اترتے دیکھا جب وہ نیچے اترے تو گھوڑے
ہو کر میری نظر سے غائب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ظاہر ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ان کے لبوں پر
جمی ہوئی ہے۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن حضرت جبریلؑ ایک ہزار فر
اترے اور میمنہ میں داخل ہو گئے اور حضرت میکائیلؑ میسرہ میں شامل ہو گئے۔ اور میں بھی میسرہ میں
عبداللہ بن عباسؓ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن جب آنحضرت
دیکھا کہ مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو دس ہے اور مشرکین کی تعداد ایک ہزار سے بھی زائد ہے۔ تو آپ
ہوئے اور دعا کرنے لگے اور دیر تک دعا کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کی چادر مبارک گر گئی۔ اس
حضرت صدیقؓ آئے اور آنحضرتؐ کی چادر مبارک آپؐ کے کندھے پر ڈال دی اور عرض کرنے لگے
خدائے تعالیٰ کو آپؐ کا قسم دلانا کافی ہے۔ اس نے جو کچھ وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا کرے گا۔ بعد ازاں اللہ
یہ آیت نازل کی۔ "اذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم ربکم انی ممدکم بالف من الملٰئکۃ" پھر جب لڑا
اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست دی۔ ستر آدمی ان کے مارے گئے اور ستر اسیر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے
کے بارے میں صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ان کے متعلق کیا کرنا چاہیئے؟ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول
ہمارے قبیلے کے چچیرے بھائی ہیں۔ میری رائے ہے کہ ان لوگوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ فدیہ
ہمیں تقویت ہو گی اور آئندہ شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت کرے اور ہمارے مددگار ثابت ہوں۔ حضر
سے آنحضرت صلعم نے پوچھا تمہاری کیا رائے ہے؟ عرض کیا یہ رائے میں کبھی نہ دوں گا جو حضرت صدیقؓ نے

رائے تو یہ ہے کہ میرا جو قریبی رشتہ دار ہے مجھے دیجیے تاکہ میں اس کی گردن ماروں۔ اسی طرح عقیل کو حضرت
لے اور حمزہ کا فلاں بھائی حضرت حمزہ کے سپرد کیجیے تاکہ وہ اس کی گردن ماریں۔ اور اللہ تعالیٰ جان لے کہ ہمارے دلوں میں
ن کی محبت نہیں۔ یہ لوگ صنادید و سرداران قریش ہیں انہیں زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے۔ آنحضرت صلعم کو حضرت صدیق اکبرؓ
ئے پسند آئی آپ نے فدیہ لے کر اسیران بدر کو رہا کر دیا۔ دوسرے دن جب حضرت عمر فاروقؓ آنحضرتؐ کی خدمت
اضر ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ آنحضرتؐ اور حضرت صدیقؓ نہایت آبدیدہ ہو رہے تھے آپ نے دریافت کیا یا رسولؐ
پ اور حضرت صدیقؓ آبدیدہ کیوں ہیں؟ مجھے معلوم ہو تاکہ میں بھی بوجہ آپ کے آبدیدہ ہونے کے آبدیدہ ہو جاؤں۔ آنحضرت صلعم نے
ں جو ہمیں لوگوں نے مشورہ دیا اس کی بابت ہمیں عذاب سے ڈرایا گیا۔ چنانچہ یہ آیۃ شریف نازل ہوئی:۔ ماکان لنبی ان یکون
حتی یثخن فی الارض تریدون عرض الدنیا۔ الی آخر۔ عذاب عظیمؐ۔ اس وقت جنگ بدر کا مال غنیمت تو حلال کر دیا گیا مگر جب آیندہ
بنگ احد واقع ہوئی تو اس جنگ میں مسلمانوں کو جنگ بدر میں فدیہ لینے کی سزا دی گئی۔ ستر مسلمان شہید ہوئے اور ستر اسیر
ضرتؐ کے دندان مبارکؐ شہید ہوئے۔ خود ٹوٹ گیا اور چہرہ مبارکؐ سے خون بہا اور یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ او
صابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ھذا۔ قل ھو من عند انفسکم (ای باخذکم الفداء) حضرت ابن عباسؓ سے
ے ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں کا حال یہ تھا کہ جب کوئی مشرکین پر حملہ کرتا اور کوڑا مارنے کی آواز سنائی دیتی اور مشرکین
ف دیکھتے ہی وہ چاروں خانے چت گر جاتا اور کوڑے کی ضرب سے اس کا منہ زخمی ہو جاتا۔ ایک انصاری نے آنحضرت
کی خدمت میں آکر یہ بیان کیا آپؐ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو یہ تیسرے آسمان کی تائید سے ہوا اس لیے مشرکین ستر
ن قتل کیے اور ستر اسیر۔ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ وہ دعا کر رہا ہے کہ اے
گار تو ہی برائی کے وقت انسان اور اس کے درمیان حائل ہو جاتا ہے۔ سو تو میرے اور میرے دل کے درمیان حائل ہو جا کہ میں
برائی نہ کر سکوں۔ حضرت عمرؓ سن کر خوش ہوئے اور اسے دعا دی۔ مطرف سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت زبیر سے
تم نے خلافت کو ضایع کر دیا یہاں تک کہ خلیفہ قتل کیا اب تم اس کے قصاص کے طالب ہوئے۔ انہوں نے کہا آنحضرت
حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں آیت کریمہ "واتقوا فتنۃ لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصۃ" تلاوت
تے تھے مگر یہ نہیں جانتے تھے کہ فتنہ ہمیں لوگوں میں واقع ہوگا۔ یہاں تک کہ ہمارے درمیان واقع ہوا جو کچھ کہ ہوا۔ قتادہ سے
ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اہل الرائے نے جان لیا کہ عنقریب کچھ فتنے واقع ہونے والے ہیں۔ حضرت حسنؓ سے
ن ہے کہ یہ آیت حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ضحاک سے روایت ہے
یہ آیت اصحابؓ آنحضرت صلعم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ سدی نے کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اصحاب جمل
رفاعہ بن رافع سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا قوم کو جمع کرو۔ حضرت عمرؓ نے قوم
ع کیا، سب آنحضرتؐ کے در دولت پر حاضر ہو گئے اور حضرت عمرؓ نے آپؐ کو اس کی اطلاع دی۔ انصار سن کر
لگے قریش میں وحی نازل ہوئی۔ آنحضرت صلعم تشریف لائے، اول آپؐ نے دریافت کیا کیا تم میں غیر لوگ بھی ہیں؟
نے کہا ہمارے ساتھ ہمارے حلیف اور موالی بھی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا حلیف بھی ہم میں سے ہیں اور موالی بھی
سے ہیں۔ پھر فرمایا میں تمہیں ایک آیت سناتا ہوں وہ آیت یہ ہے:۔ "ان اولیائی منکم الا المتقون" پس اگر
متقی ہوئے تو فہو المقصود۔ ورنہ جان لو کہ قیامت کے دن لوگ نیک عمل لے کر آئیں گے اور تم بوجھ لاد کر آؤ گے۔

سو تم سے اعراض کیا جائے گا۔ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت علی رضؓ سے دریافت کیا کہ دربارۂ
صدیق رضؓ کا معاملہ کیا تھا، فرمایا حضرت صدیق رضؓ کے زمانہ میں تو خمس تھا ہی نہیں البتہ حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانہ میں خمس تح
ہمیشہ خمس دیا کرتے تھے چنانچہ غنائم السوس اور جندیسابور کا خمس حضرت عمر فاروق رضؓ نے مجھے دیا اور کہا اے اہل بیت
تمہارا حصہ ہے بعد میں بعض اور مسلمانوں کو بھی دیا جائے گا۔ تو حضرت ابن عباس نے فرمایا خمس ہمارا حق ہے اس میں سے آپ
نہیں دے سکتے۔ عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کیا ہم اس بات کے مستحق نہیں کہ امیر المؤمنین رضؓ ہماری سفارش
اس پر حضرت علی رضؓ حدیث بیان کرنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلعم پر صدقہ حرام کیا اور اس کے عوض میں خمس مقرر کیا اسی طرح
پھر اللہ تعالیٰ نے صدقہ حرام کیا اور خمس مقرر کیا۔ اس کے بعد پھر حضرت عمر فاروق رضؓ نے اہل بیت کے سوا اور کسی کو خمس نہیں دیا۔ اور
عثمان غنی رضؓ نے ایسا کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ سے روایت ہے کہ آپ نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے مجھے خمس الخمس پر متولی بنایا
اس کے محل وقوع پر خرچ کرتا رہا آنحضرت صلعم، حضرت صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کے زمانہ میں بھی۔ حضرت قتادہ سے
ہے کہ حضرت صدیق رضؓ نے خمس کی وصیت فرمائی اور فرمایا میں راضی ہوں جس سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اور پھر یہ آیت تلاوت کی
انما غنمتم من شئ فان الله خمسه وللرسول"۔ حبان بن واسع اپنے اشیاخ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن آنحضرت
صفین برابر کیں اور اپنے خیمہ میں لوٹ آئے اور آپ پر کچھ غنودگی سی طاری ہوگئی۔ اسی اثناء میں حضرت صدیق رضؓ آپ کے پاس آئے تو
بیدار ہو گئے۔ اور فرمایا ابوبکر خوش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ کی مدد آئی ہے یہ جبرائیل امین علیہ السلام اپنے گھوڑے کو پکڑے جا رہے ہیں حضرت
روایت ہے کہ مکہ معظمہ میں یہ آیت نازل ہوئی "سیہزم الجمع ویولون الدبر" واقعہ جنگ بدر سے پہلے حضرت عمر رضؓ کہنے لگے
جماعت ہے جس کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ جب جنگ بدر پیش آئی تو قریش کو شکست ہوئی۔ میں نے آنحضرت صلعم کو
آپ تلوار نکالے کھڑے ہوئے یہی آیت پڑھ رہے تھے "سیہزم الجمع الآیۃ" قریب ہے کہ ایک گروہ شکست کھا کر پیچھے بھا
بن معاویہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے ہم لوگوں کو لکھا کہ تمہارے قرب وجوار میں خنزیر نہ رہنے پائیں اور تمہارے د
صلیب اٹھالی جائے جس دسترخوان پر شراب ہو اس پر کھانا نہ کھاؤ۔ اپنے گھوڑوں کو تعلیم دیتے رہو اور بروقت ازدحام رکن یمانی اور حجر اسود
سے نہ گزر اکرو۔ آیت بست و هشتم ۲۸:۔ قولہ تعالیٰ: اجعلتم سقایۃ الحاج وعمارۃ المسجد الحرام کمن امنا باللہ والیوم الاخر۔ الی آخر۔ ان اللہ عندہ
اجر عظیم۔ ترجمہ: "کیا تم حاجیوں کو پانی پلانے یا مسجد الحرام آباد رکھنے والوں کو ان لوگوں کے برابر سمجھتے ہو جو اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت
ایمان لائے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو یہ دونوں لوگ مساوی نہیں۔ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں کرتا۔ جو
ایمان لائے ہجرت کی اور جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کیا یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اعلیٰ درجہ والے ہیں اور یہی ہیں فائز المرام
اپنی رحمت و رضامندی اور اپنی جنت کی خوشخبری دیتا ہے جن میں ان کے لیے نعمتیں رکھی گئی ہیں۔ اور جس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں
اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر عظیم ہے۔" ان آیات کا شان نزول یہ ہے کہ کفار قریش نے مہاجرین کے ساتھ منافرت کرتے ہوئے کہا ہم لوگ
کو آباد رکھنے والے اور حاجیوں کو پانی پلانے والے ہیں لہٰذا ہم بہتر ہوئے۔ مہاجرین نے کہا ہم لوگ اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول صلعم پر اور
پر ایمان لانے والے ہیں ہم نے خدا کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے فرمایا "ما کان
ان یعمروا مساجد اللہ شاہدین علیٰ انفسہم بالکفر مضی اولئك ان یکونوا من المھتدین" مشرکین کو کیا حق ہے کہ وہ
آباد کریں حالانکہ وہ اپنے آپ کو کفر میں ڈالے ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کے اعمال کھوئے گئے ہیں اور یہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں
ہیں۔ مسجدیں آباد کرنا ان لوگوں کا حق ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے ہیں نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں

کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں۔ پس مسجدیں آباد کرنا اعمال صالحہ سے ہے مگر اس کی شرط قبولیت
سولؐ پر، روز قیامت پر ایمان لانا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ دینا اور دل میں خوف خدا کو جگہ دینا ہے چونکہ کفار قریش میں یہ صفات نہیں ہیں
ے اُن کے اعمال حبط و کالعدم کیے گئے۔ اور بالفرض ان کے اعمال حبط و کالعدم نہیں بھی ہوئے تو بھی وہ خدا اور رسولؐ اور روزِ
ر پر ایمان لانے، نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے ہجرت کرنے اور جہاد کرتے رہنے کے مساوی تو کسی طرح نہیں ہو سکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے
یستوون عند اللہ"۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صرف اس جملہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جملہ والذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا" سے اس کی
توضیح کی کہ جو لوگ خدا اور رسولؐ اور روز قیامت پر ایمان لائے ہجرت کی اور جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ
بزرگ ہیں۔ انہیں کے لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اجر عظیم ہے۔ مسجدیں آباد کرنا حاجیوں کو پانی پلانا وغیرہ وغیرہ انہیں کا حق ہے۔ یہی
رام میں انہیں کو اللہ تعالیٰ نے بخشش و خوشنودیٔ بہشت اور نعیم بہشت کی خوشخبری دی ہے اور یہ کہ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے
کے نزدیک اجر عظیم ہے جسے چاہے گا عطا فرمائے گا۔ ان آیات سے مہاجرین و مجاہدین کی فضیلت واضح و لائح ہے۔ "وہو المقصود"۔
بست و نہم [۲]۔ قولہ تعالیٰ "الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین، الی آخرہ۔ واللہ عزیز حکیم"۔ ان آیات
اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تہدید کی کہ "اگر تم پیغمبرؐ کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتے بلکہ خود اپنے آپ کو دیکھو
اپنے رسولؐ کی ایسے وقت میں مدد کی جب کہ کفار نے انہیں نکال دیا اور وہ دو میں کے دوسرے تھے جب کہ وہ دونوں
ن چھپے ہوئے تھے وہ اپنے رفیقؓ سے فرما رہے تھے گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی سکینت آپؐ کے دل
ی۔ اللہ تعالیٰ آپؐ کی ایسے لشکروں سے تائید کرتا رہا ہے جسے تم دیکھ نہیں سکتے۔ آخر کو اللہ تعالیٰ کافروں کی بات نیچی کی اور اونچی
للہ تعالیٰ کی رہی۔ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے"۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ غزوہ بدر وغیرہ میں اللہ تعالیٰ نے فرشتے اُتارے اور اپنے
کو فتح نصیب کی۔ صحیح احادیث میں وارد ہوا ہے اور امت مرحومہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اس وقت آنحضرت صلعم کے
ر حضرت صدیقؓ تھے۔ حتیٰ کہ مخالفین بھی اس کے مقر و معترف ہیں۔ پس یہ ایک ایسی فضیلت ہے جو حضرت صدیقؓ
ان کو واضح کر رہی ہے۔ اور اگر عند اللہ آپؓ کو شرف قبولیت نہ حاصل ہوتا تو آپؓ کی اس فضیلت کو خصوصیت اور
خاص حالت کے ساتھ ذکر کرنے کی کوئی اور وجہ نہیں ہے اور یہی ہمارا مقصود ہے۔ آیت سی ام [۳۰]: "وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات
تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا ومسٰکن طیبۃ فی جنٰت عدن۔ ورضوان من اللہ اکبر ذٰلک ہو الفوز العظیم"۔
س آیت اور اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے منافقین و مؤمنین کا حال و مآل بیان فرمایا ہے۔ نیکی سے منع کرتے ہیں اور برائی
دیتے ہیں اور حقوق واجبہ ادا نہیں کرتے ان کا حال و انجام یہ ہے کہ کافروں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور
ر اُن پر لعنت و عذاب نازل ہوتا رہے گا۔ اور مؤمنین کا حال یہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے رہتے، برائی سے منع کرتے
ور نیکی کا حکم دیتے رہتے ہیں۔ نماز پڑھتے، زکوٰۃ دیتے اور خدا اور رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے رہتے ہیں۔ ان کا مآل و انجام یہ ہے
للہ تعالیٰ نے انہیں بہشت کا وعدہ دیا جن میں نہریں بہتی ہیں یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور ان نفیس مکانوں کا وعدہ دیا ہے جو جنت
ں، اور خوشنودیٔ الٰہی ان نعمتوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ جان لو کہ یہ عظیم فائز المرامی ہے۔ اور شک نہیں کہ خلفائے راشدین ان
صاف سے موصوف تھے جیسا کہ آیات مذکورہ کے اوصاف سے ان کا متصف ہونا تواتر حدیث سے ثابت ہے۔ لہٰذا
اسی بشارت کے مستحق و سزاوار ہیں۔ آیت سی و یکم [۳۱]: "والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار۔ الی آخر خالدین
ہا ذٰلک الفوز العظیم"۔ ترجمہ: مہاجرین سابقین اولین اور انصار اور جن لوگوں نے نیکی میں ان لوگوں کی تقلید کی اللہ تعالیٰ

اُن سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باغ بنائے جن میں نہریں بہہ رہی ہیں۔ یہ لوگ ان
میں ہمیشہ رہنے والے ہیں اور یہ فائز المرامی عظیم ہے۔ اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے بالعموم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً مہاجرین و
کی مدح فرمائی ہے۔ اور انہیں جنت کی خوشخبری دی ہے اور یہ کہ اللہ اُن سے اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ واللہ اعلم۔

آیت سی و دوم۔ لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین الذین اتبعوہ فی الساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق
منھم ثم تاب علیھم انہم بھم رؤف رحیم۔ ترجمہ، اللہ متوجہ ہوا اپنے نبی پر اور ان مہاجرین پر جنہوں نے ایک سخت وقت میں
پیروی کی بعد ازاں کہ ان میں سے ایک فریق کا دل کجی کی طرف مائل ہونے والا تھا مگر اللہ ان پر متوجہ ہوا اور وہ ان پر رحم ورزی کرنے والا ہے۔
یہ آیت غزوہ تبوک میں نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ رحمت و تلطف کیساتھ اُن پر متوجہ ہوا جن مہاجرین و انصار نے تنگ وقت میں
آنحضرت صلعم کی پیروی کی ان پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام و اکرام کیا۔ بعد ازاں کہ بوجہ سختی حال ان میں سے ایک فریق کے دل
کی طرف مائل ہونے والے تھے۔ اس آیت میں حاضرین غزوہ تبوک کی فضیلت مذکور ہے۔ (بچند وجوہ) اول یہ کہ
ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھی ذکر کیا۔ دوم یہ کہ نص صریح اُن پر توجہ اور نظر رحمت کرنا بیان فرمایا۔ سوم یہ کہ ان میں سے صبور
ناصبور سب پر یکساں نظر رحمت فرمائی۔ واللہ اعلم و علمہ اتم۔ آیت سی و سوم، قولہ تعالیٰ:۔ ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من
الاعراب ان یتخلفوا عن رسول اللہ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ۔ الی آخر۔ لیجزیھم اللہ احسن ما کانوا یعملون۔
ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو ملامت کی ہے جو غزوہ تبوک میں آنحضرت صلعم کے ہمرکاب نہیں ہوئے۔ اور فرمایا
ذلک بانھم لا یصیبھم۔ اور یہ اس لیے کہ آنحضرت کے لشکر کو بھوک پیاس اور کوئی رنج نہیں پہنچتا۔ اور نہ وہ کسی ایسے مقام پر پہنچتے ہیں
جو کفار کے غیظ و غضب کا باعث ہو اور نہیں پاتے دشمن پر کوئی قابو یعنی نہیں قتل کرتے ہیں اسیر کرتے ہیں یا انہیں زخمی کرتے ہیں
مگر یہ کہ اس قسم کا ہر ایک کام ان کے لیے عمل نیک لکھا جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ نیکی کرنے والوں کی ضایع نہیں کرتا اسی طرح وہ کچھ خرچ
کرتے تھوڑا ہو یا بہت اور نہ کسی وادی کو قطع کرتے ہیں مگر یہ کہ لکھا جاتا ہے انکے لیے بدلہ دیا جانا ہر ایک نیک کام کا جو وہ کرتے ہیں
پس اس آیت میں بھی مجاہدین اور خصوصاً حاضرین غزوہ تبوک کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ کہ انہیں ہر ایک نیا کام کا بدلہ دیا
جائیگا۔ اور یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ خلفائے راشدین عموماً تمام مشاہد عظیمہ میں اور خصوصاً واقعہ غزوہ تبوک میں شریک تھے پس ان
میں ان کے لیے بھی اعمال نیک کا بدلہ دیا جانا مذکور ہوا۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا
کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ نے سورۃ براءۃ کو سورۃ انفال کے قریب رکھا ہے حالانکہ سورۃ انفال مثانی سے ہے اور سورۃ براءۃ مئین
سے ہے۔ آپ نے ان دونوں کو ملا دیا اور باوجود اس کے ان کے درمیان بسم اللہ بھی نہیں لکھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا بات یہ ہے کہ آنحضرت
پر بہت سی سورتیں کئی دفعہ کر کے اُتاری جاتی تھیں پس اسی قبیل سے جب آپ پر کچھ آیتیں نازل ہوتیں تو آپ کاتب وحی کو
بلاتے اور فرما دیتے کہ ان آیات کو فلاں فلاں سورت کے فلاں فلاں مقام میں جہاں اس کے مناسب مضمون ہے لکھ دو۔ سورت انفال
سورتوں میں سے ہے جو اول اول مدینہ میں نازل ہوئی اور براءۃ بھی مدینہ میں نازل ہوئی مگر اخیر زمانہ میں چونکہ اس کے واقعات سورت انفال کے
واقعات سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اس لیے میں نے جانا وہ بھی سورت انفال ہی میں سے ہے اور قبل ازیں کہ میں آنحضرت صلعم سے دریافت کرتا
آپ انتقال فرما گئے۔ لہذا میں نے اسے سورت انفال سے ملا کر السبع الطوال میں لکھا اور اسی لیے اس پر بسم اللہ بھی نہیں لکھی۔ ترمذی اس کے راوی ہیں۔
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انفال و براءت کو آنحضرت کے زمانہ میں "القرینتین" کہا جاتا تھا لہذا اس لیے ان دونوں کو ایک جگہ
رکھ دیا۔ ابو عطیہ ہمدانی سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انہیں لکھا کہ سورۃ براءت پڑھو پڑھاؤ اور اپنی عورتوں کو سورت نور پڑھاؤ

بھی روایت کرتے ہیں کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ و زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک نے آنحضرت صلعم کو جمعہ کے روز خطبہ میں سورت برات پڑھتے سُنا۔ دونوں میں سے ایک نے کہا یہ آیت کب نازل ہوئی ہے؟ جب نماز پڑھی جا چکی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا جمعہ نہیں ہوا۔ انہوں نے حضور رسالت مآب صلعم کی خدمت میں آکر دریافت کیا۔ آپ صلعم نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک دفعہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنایا پھر بعد میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد ہی سورۃ برات دیکر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ کیا اور پھر آئندہ سال خود آپ نے کو حج کرایا۔ اسی سال میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ کیے گئے تو آپ نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنایا۔ اور آئندہ سال خود آپ نے لوگوں کو حج کرایا اور انتقال فرما گئے۔ آپ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ کیے گئے۔ آپ نے عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنایا اور پھر آئندہ لوگوں کو خود حج کراتے رہے یہاں تک کہ آپ شہید ہوئے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا بعد ازاں سورت برات دیکر آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی روانہ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے موافقِ حج میں سورت برات اخیر تک لوگوں کو پڑھ کر سنائی۔ "دارمی اور نسائی اس کے راوی ہیں"۔

عروہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے نویں سال ہجری حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا اور انہیں سنن حج لکھ کر دیئے اور آیات سورت برات دے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کر دیا۔ اور حکم دیا کہ آپ مکہ، منیٰ، عرفہ اور جملہ مشاعر حج میں اعلان کریں کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلعم مشرکین سے بری ہے۔ کوئی مشرک آئندہ سال بیت اللہ شریف کا حج نہ کرے اور نہ برہنہ جسم خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ و رسول صلعم اُن کے ذمہ دار نہیں جن لوگوں سے آنحضرت صلعم کا عہد ہے انہیں چار ماہ کی مہلت دی جاتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو سورت براۃ و نیز آیت "یا بنی ادم خذوا زینتکم" سناتے جاتے تھے۔ (مؤلف) احقر عرض کرتا ہے کہ اس روایت میں رواۃ نے خطا کی ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو واپس کر لیا۔ اصل قصہ اس طرح ہے کہ آنحضرت صلعم نے بلا نزاع و خلاف حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنایا البتہ سورت براۃ اولاً آپ نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو دی تھی۔ مگر بعد میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا، سورت برات حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے کر بھیجنا چاہیے۔

ترمذی نے بحدیث انس رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم نے سورت برات دے کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ پھر بُلا کر فرمایا: بجز میرے اہل بیت کے کسی کو لائق نہیں کہ اس کی تبلیغ کرے۔ بعد ازاں آپ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلا کر انہیں سورۃ برات دے دی۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے حضرت صدیق کو سورت برات دے کر اہل مکہ کی طرف روانہ کیا۔ پھر آپ کے بعد ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا، آپ نے سورۃ برات حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے لے لی۔ اس سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے دل پر ایک قسم کا ملال گزرا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ابو بکر رضی اللہ عنہ اسے میں ہی ادا کر سکتا تھا یا میرے گھر کا کوئی شخص۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس حج میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے ان مؤذنین میں بھیجا جو آپ نے قربانی کے دن منیٰ کو روانہ کیے تھے۔ کہ وہ اعلان کر دیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ برہنہ جسم خانہ کعبہ کا طواف کرے۔ (بخاری)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا اور حکم دیا کہ آپ ان کلمات کا اعلان کر دیں۔ بعد ازاں حضرت علی کو حکم دے کر روانہ کیا کہ آپ ان کلمات کا اعلان کر دیں۔ لہذا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ گئے اور حج کیا۔

حضرت علی مرتضیٰ نے ایام تشریق میں کھڑے ہو کر اعلان کیا اللہ و رسول مشرکین سے بیزار ہیں۔ آج کے بعد سے کوئی مشرک بیت اللہ کا حج نہ کرے اور نہ برہنہ جسم خانہ کعبہ کا طواف کرے جنت میں داخل نہ ہوگا مگر صاحب ایمان۔ آپ اس کا اعلان کرتے جاتے تھے جب تھک گئے تو حضرت صدیقؓ کھڑے ہو کر اعلان کرنے لگے "ترمذی اور حاکم اس کے راوی ہیں اور انہوں نے اسے حسن صحیح کہا ہے"۔

حضرت حسن سے روایت ہے کہ ان سے پوچھا گیا حج اکبر کیا تھا؟ انہوں نے کہا حج اکبر یہ تھا کہ آنحضرت نے حضرت صدیقؓ کو امیر الحج بنا کر بھیجا تھا۔ آپ نے لوگوں کو حج کرایا۔ اس حج میں مسلمان و مشرکین دونوں جمع تھے اس لیے اس حج کا نام حج اکبر ہوا۔ اسی حج کو یہود، نصاریٰ کی عید تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ حج اکبر عرفہ کا دن ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ کا علم نحو وضع کرانا

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں ایک اعرابی آیا اور قرآن مجید سیکھنے کی خواہش کی۔ ایک شخص نے اسے سورت برات پڑھانا شروع کیا۔ آیۃ کریمہ "ان اللہ بری من المشرکین ورسولہ" لام کے پیش (ہ) کے ساتھ ہے لیکن اعرابی کو اس شخص نے "رسولہ" لام کو زیر کے ساتھ پڑھایا۔ جس سے اس جملہ کے معنی یہ ہو گئے کہ "اللہ مشرکین سے اور اپنے رسول سے بیزار ہے"۔ (نعوذ باللہ) حالانکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ "اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بیزار ہیں"۔ اعرابی یہ آیت پڑھ کر کہنے لگا بھلا جس سے اللہ بیزار ہے میں اس سے کیونکر بیزار نہیں ہو سکتا۔ حضرت عمرؓ کو اس کی خبر ہوئی۔ آپ نے اس اعرابی کو بلا کر پوچھا کیا تو آنحضرت صلعم سے بیزار ہے اعرابی نے کہا یا امیر المؤمنینؓ میں تو ایک جاہل آدمی ہوں۔ مدینہ اس لیے آیا تھا کہ قرآن سیکھوں قاری نے مجھے یہ آیت پڑھائی "ان اللہ بریٔ من المشرکین ورسولہ" (زیر کے ساتھ) واللہ جس سے خدا بیزار ہے میں بھی بیزار ہوں

حضرت عمرؓ نے اس پر حکم دیا۔ بجز عالم کے اور کوئی شخص قرآن نہ پڑھایا کرے۔ اور اسود دئلی کو حکم دیا کہ وہ علم نحو تدوین کریں چنانچہ انہوں نے علم نحو تدوین کرنا شروع کیا۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جو شخص مسجدیں بنائے جس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔ عبدالرحمٰن بن ہشام سے روایت ہے کہ ہم لوگ ایک دفعہ آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ آپؐ اس وقت حضرت عمر فاروق کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ مجھے بجز میری جان کے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم میں سے کوئی صاحب ایمان ہو نہیں سکتا جب تک کہ میں اسے جان سے بھی زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔ حضرت جعفرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں سے مجوس کے بارے میں مشورہ کیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا ان کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو اہل کتاب کرتے ہیں۔ (یہ) میں نے آنحضرت صلعم سے سنا ہے۔ سعید بن ابی سعید سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں اپنا ایک مکان فروخت کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا تم نے اس کی قیمت لے لی ہوگی۔ اسے زمین میں دبا دو۔ عرض کیا یا امیر المؤمنینؓ کیا یہ وہ دفینہ نہ ہوگا جس کی اللہ تعالیٰ نے ممانعت کی ہے؟ فرمایا جس کی زکوٰۃ

ادا کر دی جائے وہ بہ دفینہ نہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ "والذین یکنزون الذھب والفضۃ الخ" نازل ہوئی تو مسلمانوں پر گراں گزری۔ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہمیں اپنے اہل و عیال کے لیے بھی کچھ چھوڑنا نہیں چاہیے؟ حضرت عمرؓ نے کہا چلو! میں تمہاری مشکل حل کیے دیتا ہوں۔ چنانچہ آپ اُن لوگوں کو لے کر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہؐ لوگوں پر یہ آیت گراں گزری ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے تم پر زکوٰۃ فرض نہیں کی مگر اس لیے کہ تمہارا باقی مال طیب ہو جائے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے میراث بھی مقرر کی ہے۔ اور یہ اس لیے کہ تم اپنے اہل و عیال کے لیے بھی رکھو۔ پھر فرمایا میں تمہیں بہتر خزانہ کی خبر دوں جسے رکھنا چاہیے؟ وہ خزانہ عورت ہے۔ جب خاوند اس کی طرف دیکھے تو خوش ہو۔ اور جب اسے حکم دے تو اس کی اطاعت کرے۔ اور جب اس کا خاوند باہر جائے تو اس کے گھر کی محافظ نگہبان ہے۔ حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ جب آیت کریمہ "والذین یکنزون الذھب والفضۃ" نازل ہوئی۔ تو لوگ کہنے لگے کہ خزانہ جمع کرنے کی بابت نازل ہوا جو کچھ نازل ہوا۔ تو اب یا رسول اللہؐ ہمیں کیا جمع کرنا چاہیے؟ فرمایا لسان ذاکر، قلب شاکر اور زوجۂ صالحہ جو خاوند کی معین و مددگار ثابت ہو۔

براء بن عازب سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ نے اُن کی والدہ سے تیرہ درہم کو پالان شتر خریدا اور خرید کر ان سے کہا براء سے کہو، اسے میرے گھر پہنچا دیں۔ عازب نے کہا نہیں جب تک کہ آپ وہ واقعہ بیان نہ کریں جب کہ آنحضرتؐ مکہ سے نکلے اور آپ آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھے۔ فرمایا کہ ہم شب کو نکلے۔ اور برابر ایک دن رات چلتے رہے۔ جب دوپہر کا وقت ہوا تو ہم ایک جگہ ٹھیرے میں نے نظر دوڑائی کہ کہیں سایہ ملے جس کے نیچے ہم تھوڑی دیر آرام کر لیں۔ ایک چٹان نظر آئی، میں اس کے نزدیک گیا اس کے نیچے کچھ سایہ تھا میں نے جگہ صاف کر کے مصلا بچھا دیا اور آنحضرت صلعم سے کہا آپؐ تھوڑی دیر آرام فرمائیے۔ چنانچہ آپؐ لیٹ رہے۔ بعد ازاں میں وہاں سے نکلا تاکہ میں دیکھوں کہ ہمارے پیچھے کوئی آ تو نہیں رہا ہے۔ کوئی مجھے آنے والا تو نظر نہیں آتا، البتہ ایک چرواہا ملا میں نے اس سے پوچھا تمہارے پاس کس کی بکریاں ہیں؟ جب اُس نے نام لیا تو میں اس شخص کو جس کی بکریاں تھیں پہچان گیا۔ میں نے اس چرواہے سے پوچھا تمہاری بکریوں میں دُودھ بھی ہے؟ اس نے کہا ہاں! میں نے پھر کہا تھوڑا سا دودھ ہمیں دے سکتے ہو؟ اس نے ایک بکری پکڑ کر اس کے تھن جھاڑے اور تھوڑا سا دودھ دوہ کر مجھے دیا۔ میں نے دودھ کا پیالہ لے لیا اور کسی قدر پانی ملا کر اسے سرد کر لیا۔ بعد ازاں دودھ لے کر میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ ایک نیند لے کر بیدار ہو چکے تھے۔ آپؐ نے بقدر ضرورت اس سے دودھ پی لیا۔ میں نے کہا کوچ کا وقت آ گیا ہے اب چلنا چاہیے۔ لہٰذا ہم نے کوچ کیا۔ قوم ہمیں ڈھونڈ تو رہی تھی مگر بجز سراقہ کے ہمیں اور کوئی نہیں ملا جب سراقہ ہمارے پاس بقدر دو، تین نیزوں کے نزدیک آ گیا تو میں نے آنحضرتؐ سے عرض کیا سراقہ نے ہمیں پا لیا۔ آنحضرتؐ نے فرمایا غم نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ جب بالکل نزدیک ہو گیا تو میں نہایت آبدیدہ ہوا۔ آپؐ نے فرمایا آبدیدہ کیوں ہوتے ہو۔ میں نے کہا میں اپنے لیے نہیں روتا بلکہ آپؐ کے لیے روتا ہوں۔ آنحضرت صلعم نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اے پروردگار تو ہماری طرف سے اس سے کفایت کر

آپؐ کا فرمانا ہی تھا کہ زمین اس کے گھوڑے کو پیٹ تک نگل گئی۔ سراقہ گھوڑے پر سے کود پڑا اور کہنے لگا۔ اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم یہ تمہارا ہی کام ہے۔ خدا سے دعا فرماؤ کہ مجھے نجات دے۔ واللہ میں پیچھے کے لوگوں کو مغالطہ میں ڈالوں گا۔ اور انہیں آپؐ کا پتہ نہ دوں گا۔ یہ میرا تیردان ہے اس میں سے آپؐ ایک تیر رکھ لیجئے آپؐ کو فلاں فلاں مقام پر میرے اونٹ اور بکریاں ہیں گی اُن میں سے آپؐ بقدر حاجت اونٹ، بکری لے سکتے ہیں آپؐ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ بعد ازاں سراقہ قوم کی طرف واپس چلا گیا، اور ہم مدینہ کی طرف چلے آئے۔ جب لوگوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی خبر ہوئی تو ہر طرف سے لوگ راستوں اور چھتوں پر نکل کھڑے ہو گئے۔ لڑکے اور خدمت گار دوڑ دوڑ کر یہ کہتے ہوئے نظر آئے۔ اللہ اکبر رحمۃ للعٰلمین تشریف لائے۔

اس شب کو آنحضرتؐ بنی النجار کے یہاں ٹھہرے۔ اور یہ اس لیے کہ بنی النجار حضرت عبدالمطلب کے ماموں تھے۔ لہٰذا آنحضرتؐ ان کا اکرام کرتے تھے۔ پھر صبح جہاں آپ کو حکم ہوا وہاں قیام کیا۔ ضبہ بن محصن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ سے کہا آپ حضرت صدیقؓ سے بہتر ہیں۔ واقعہ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کا ہے حضرت عمرؓ آب دیدہ ہو کر کہنے لگے تم کیا کہتے ہو؟ واللہ حضرت صدیقؓ کا ایک دن رات عمرؓ کی تمام زندگی سے بہتر ہے۔ کیا میں تمہیں حضرت صدیقؓ کے دن رات کا حال سناؤں؟ حضرت صدیقؓ کی رات وہ رات ہے جب آنحضرت صلعم کفار قریش کے خوف سے مکہ سے نکل کھڑے ہوئے تو حضرت صدیقؓ آپؐ کے ساتھ تھے کبھی آپؐ کے آگے چلتے کبھی پیچھے۔ کبھی دائیں بائیں۔ آنحضرتؐ نے پوچھا ابوبکرؓ یہ کیا کرتے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ جب مجھے کمین نشینوں کا خیال آتا ہے تو آگے چلنے لگتا ہوں اور جب پیچھے آنے والوں کا خیال آتا ہے تو پیچھے چلنے لگتا ہوں۔ اور کبھی دائیں، بائیں کیونکہ میں آپؐ کے معاملہ میں بے خوف نہیں آنحضرتؐ اس رات بالکل انگلیوں کے بل چلے یہاں تک کہ آپ برہنہ قدم ہو گئے۔ جب حضرت صدیقؓ نے آنحضرتؐ کے قدم مبارک برہنہ دیکھے تو آپ نے حضور رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو کندھے پر اٹھا لیا۔ اور آپؐ کے قدموں کو دباتے گئے حتیٰ کہ غار پر آپؐ کو جا اتارا اور کہا واللہ میں پہلے اس میں داخل ہو کر دیکھ آؤں اگر اس میں کوئی موذی چیز ہو گی تو آپؐ سے پہلے مجھے ایذا دے گی۔ حضرت صدیقؓ غار میں داخل ہوئے آپ کو اس میں کچھ نظر نہیں آیا بجز اس کے کہ اس میں درازیں تھیں۔ آپ نے آنحضرت صلعم کو بھی اس میں داخل کیا۔ مگر چونکہ حضرت صدیقؓ کو خوف تھا کہ کہیں زہریلے جانور حضور رحمت عالمؐ کو تکلیف نہ پہنچائیں اس لیے درازوں میں حضرت صدیقؓ نے اپنا پیر لگا لیا۔ مگر اس میں سانپ وغیرہ جو حشرات تھے وہ آپ کے پیر میں کاٹنے لگے۔ اور آپ کی آنکھوں سے اشک رواں ہوئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا ابوبکرؓ غمگین نہ ہو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی سکینت وطمانینت اتاری۔ یہ تو حضرت صدیقؓ کی رات ہے۔ اور آپؓ کا دن وہ دن ہے کہ جب آنحضرتؐ وفات پا گئے تو قبائل عرب مرتد ہو گئے۔ بعض کہنے لگے ہم زکوٰۃ دیں گے نماز نہ پڑھیں گے اور بعض کہنے لگے ہم زکوٰۃ نہ دیں گے صرف نماز پڑھیں گے۔ اور بعض کہنے لگے ہم نہ نماز پڑھیں گے اور نہ زکوٰۃ دیں گے۔ میں حضرت صدیقؓ کی خدمت میں آیا اور بطور خیر خواہی اسلام آپ سے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسولؐ لوگوں کی تالیف اور اُن سے نرمی کیجئے آپ نے فرمایا تم جاہلیت میں سخت تھے اور اسلام میں نرم ہو گئے ہو۔ میں اُن کے ساتھ نرمی اور تالیف کس بات کی کروں

آنحضرتؐ وفات پا گئے وحی منقطع ہو گئی۔ واللہ اگر زکوٰۃ کی وہ ایک رسی بھی نہ دیں گے جو آنحضرتؐ کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تب بھی میں ان سے جہاد کروں گا چنانچہ ہم نے آپکے ساتھ جہاد کیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی رہنمائی کی تھی۔ یہ حضرت صدیقؓ کا کارنامہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس آیت میں تمام لوگوں کی مذمت کی ہے اور حضرت صدیقؓ کی مدح کی ہے وہ آیت یہ ہے "الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا" اگر تم ہمارے پیغمبرؐ کی مدد نہ کرو گے تو تم ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ مگر خود اپنے آپ کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی مدد کی ایسے وقت میں جب کہ کافروں نے اُسے نکال دیا جب کہ وہ دونوں غار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور پیغمبرؐ اپنے رفیق سے کہہ رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے"

حضرت صدیقؓ سے روایت ہے کہ آپنے کہا شب غار کے بعد سے مجھ پر دین کے معاملہ میں نہ تو کسی چیز سے خوف ہوا اور نہ وحشت و پریشانی۔ کیونکہ اس شب کو جب آنحضرتؐ نے مجھے خائف پایا تو فرمایا گھبراؤ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ دین اسلام جاری رہے گا اور مظفر و منصور۔ انس بن مالک سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار میں داخل ہوئے تو اس میں جس قدر سوراخ تھے حضرت صدیقؓ نے کپڑا پھاڑ کر ان سب کو بند کر دیا۔ تاہم ایک سوراخ باقی رہا اس پر اپنا پاؤں رکھ لیا۔ پھر آنحضرت صلعم کو بلایا جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ نے پوچھا ابوبکرؓ تمہارا کپڑا کیا ہوا حضرت صدیقؓ نے جب آنحضرتؐ کو اس امر کی اطلاع دی کہ آپنے اس کپڑے کو کیا کیا تو آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی کہ اے پروردگار میرے ساتھ قیامت کے دن ابوبکرؓ کے درجہ کو بھی بڑھانا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو وحی کی کہ "آپؐ کی دعا قبول کی گئی"۔

عمرو بن حارث اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے پوچھا کہ سورۃ توبہ تم میں سے کسے یاد ہے؟ ایک شخص نے کہا مجھے یاد ہے۔ آپنے کہا پڑھو۔ یہ شخص سورۃ توبہ پڑھنے لگا جب آیۃ کریمہ اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا پڑھی تو حضرت صدیقؓ آبدیدہ ہوئے اور کہنے لگے آنحضرت صلعم کا رفیق غار میں ہی ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ابوبکرؓ میرے بھائی اور رفیق غار ہیں۔ سو ان کی منزلت جان لو۔ اگر میں کسیکو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ تمام کھڑکیاں جو مسجد نبویؐ کی طرف ہیں بند کر دو، مگر ابوبکرؓ کی کھڑکی بند کرو۔ عبداللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر میں اللہ کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ مگر وہ میرے بھائی اور رفیق غار ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے آیت کریمہ "فانزل اللہ سکینتہ علیہ" کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسپر اپنی سکینت اتاری یعنی حضرت صدیقؓ پر۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کیساتھ تو سکینت ہمیشہ رہتی تھی حبیب بن ثابتؓ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

آیت سی و چہارم من موافقات عمر رضی اللہ عنہ

قولہ تعالیٰ: ومنھم من یلمزک فی الصدقات "اور بعض وہ لوگ ہیں جو تجھے صدقہ کرنے میں اے پیغمبر طعن کرتے ہیں"۔ بخاری و نسائی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلعم لوگوں میں کچھ تقسیم

کر رہے تھے۔ کہ اس وقت ذوالخویصرۃ تیمی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ عدل کیجیے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا
اگر میں عدل نہیں کرتا تو اور کون عدل کرے گا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت فرمایئے
اس کی گردن ماردوں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا جانے دو۔ اسکے ساتھ کے اور لوگ بھی ہیں جنکے نماز روزوں کے مقابلہ اپنے
تم حقیر جانو گے۔ یہ لوگ دین سے اس طرح جدا ہوں گے جس طرح شکار کے اندر سے تیر بسرعت نکل جاتا
اور اس پر شکار کے خون یا گوبر وغیرہ کسی چیز کا اثر تک نہیں ہونے پاتا۔ ان لوگوں کی علامت یہ ہے کہ ا
ایک ہاتھ یا ایک چھاتی عورت کی چھاتی کی طرح ہوگی۔ اور یہ لوگوں کی سستی کے زمانہ میں نکلیں گے انہیں کی ش
میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابو سعید کہتے ہیں میں شہادت دیتا ہوں کہ میں نے آنحضرت سے یہ حد
سُنی۔ اور میں شہادت دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ نے ان لوگوں کے ساتھ (خارجی) اُس شخص کو بھی قتل کیا جس
آنحضرت صلعم نے مذکورہ بالا صفت بیان کی تھی۔ جس وقت یہ شخص لایا گیا تو میں حضرت علی مرتضیٰ کے ساتھ
حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ آپ کا اہلِ کتاب میں سے ایک شخص پر گزر ہوا جو ایک دروازے
پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا مسلمانوں نے مجھے تعب و مشقت میں ڈالا مجھ سے جزیہ لیا۔ حتیٰ کہ جب میں نابینا ہوگ
تو کوئی مجھے ایک پیسہ دینے کا بھی روادار نہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا اگر تمہارا یہی حال رہا تو ہم نے انص
ہی کیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا یہ بھی ان ہی لوگوں سے ہے جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "انما الصدقا
للفقراء والمساکین"۔ پھر آپنے اس کا کچھ وظیفہ مقرر کر دیا۔ نیز حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ مصدا
آیت کریمہ۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین میں اہلِ کتاب بھی داخل ہیں۔

شعبی سے روایت ہے کہ اب تالیف قلوب کی ضرورت نہیں رہی۔ ابتدائے اسلام میں بے شک ایسے لوگ
جن کی آنحضرت کو اسلام پر تالیف قلوب کرنی پڑتی تھی۔ پھر جب حضرت صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو آپنے اسے بند کر
کیونکہ اب اس کی ضرورت نہ رہی۔ عبیدۃ السلمانی سے روایت ہے کہ عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس حض
صدیقؓ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا یا خلیفہ رسول اللہ ہمارے پاس ایک شور زمین ہے نہ اس میں گھا
ہوتی ہے نہ کوئی اور شئی۔ اگر آپ اسے ہمارے لیے لکھدیں تو ہم اسے درست کرکے شاید اس میں کچھ بو سکیں
حضرت صدیقؓ نے یہ قطعہ زمین ان کے نام لکھ دیا۔ بعد ازاں یہ دونوں حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں آ
تاکہ آپ کو بھی اس معاملہ کا شاہد بنائیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کے سامنے جب یہ نوشتہ پڑھا گیا تو آ
اسے محو کر دیا۔ عیینہ بن حصین اور اقرع بن حابس کو یہ امر نہایت ناگوار گزرا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا آنحض
صلعم ایسے وقت میں تمہاری تالیف قلوب کرتے تھے جب کہ اسلامیوں کی تعداد نہایت قلیل تھی۔ او
اب تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دی ہے۔ پس چاہیے کہ سعی و کوشش کرو اور مال مفت پر نظر نہ رکھو۔ و
اللہ تمہیں برکت نہ دے گا۔

یزید بن ہارون سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ نے ایک دفعہ خطبہ میں بیان کیا کہ قیامت کے دن ایک
شخص لایا جائے گا جس پر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انعام و اکرام کیا ہوگا۔ اس کی روزی وسیع کی ہوگی۔ اور اُسے
تندرستی عطا کی ہوگی مگر اس نے کفران نعمت کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا تو نے آج کے دن کے لیے

با عمل کیا ہے اور کیا بھلائیاں لے کر آیا ہے؟ مگر یہ اپنے لیے کوئی بھلائی نہ پائے گا۔ اور نہایت گریہ وزاری
رے گا یہاں تک کہ اس کے آنسو خشک ہو جائیں گے۔ پھر اسے عار دلایا جائے گا اور ذلیل کیا جائے گا یہاں
ک کہ اس کی آنکھ کے ڈھیلے رخساروں پر آپڑیں گے۔ بعد ازاں اُسے پھر غیرت دلائی جائے گی اور ذلیل کیا جائے گا
یہ کہے گا اے پروردگار مجھے دوزخ میں بھیجدے۔ اور اس ذلت سے رہائی دے۔ اس کے بعد حضرت صدیق رضؓ
فرمایا یہ ان لوگوں کا حال ہوگا جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے الم یعلموا انہ من یحادد اللہ ورسولہ
ن لہ نار جہنم خالدا فیہا ذالک الخزی العظیم ط۔

ایضاً من موافقات عمر رضؓ۔ شریح بن عبید سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابوالدرداء سے کہا
اے گروہ قراء تمہارا کیا حال ہے کہ جب تم سے سوال کیا جاتا ہے تو ہم سے بھی زیادہ جبانت و بخل کرتے ہو،
جب کھانے بیٹھتے ہو تو بڑے بڑے لقمے اڑاتے ہو۔ مگر ابوالدرداء نے اعراض کیا اور کوئی جواب نہیں دیا حضرت
فاروق رضؓ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ اس شخص کے پاس گئے اور اس کی گردن میں کپڑا ڈال کر آنحضرت صلعم کی خدمت
کھینچ لائے۔ یہ شخص کہنے لگا میں تو تفریح میں مذاق کرتا تھا۔ تو اس واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی " ولئن سألتہم
یقولن انما کنا نخوض ونلعب" آیۃ کریمہ:" ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقم علی قبرہ" بھی
موافقات عمر رضؓ سے ہے۔ بخاری نے بروایت حضرت ابن عباس رضؓ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ فرمایا کرتے تھے
ہ عبداللہ بن ابی وفات پاگیا تو آنحضرت صلعم کو مدعو کیا گیا۔ آپؐ تشریف لے گئے۔ جب آنحضرت صلعم اس کی نماز
لیے کھڑے ہوئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم کیا آپؐ عدو اللہ (اللہ کے دشمن) عبداللہ بن ابی منافق کی
ز پڑھتے ہیں۔ میں اس کی باتیں آنحضرت صلعم کو یاد دلاتا جاتا تھا اور آپؐ تبسم فرما رہے تھے حتےٰ کہ جب میں نے
بت دیر تک آنحضرتؐ کا پیچھا کیا تو آپؐ نے فرمایا عمر رضؓ جانے دو۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیتے ہوئے فرمایا ہے:
ستغفر لہم اولا تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم" ترجمہ" تم ان کے لیے بخشش مانگو یا
مانگو۔ اگر ان کے لیے ستر دفعہ بخشش مانگو تب بھی اللہ انہیں بخش نہ دے گا" پس اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ
زیادہ بخشش مانگنے سے انہیں بخش دیا جائے گا۔ تو میں ستر مرتبہ سے زیادہ مرتبہ بخشش مانگ کر انہیں بخشوالوں
رض آنحضرت صلعم نے اس کی نماز پڑھی اور اس کے جنازہ کے ساتھ جا کر اس کی قبر پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ آپؐ
ع گھبرائے۔ اور مجھے اپنی اس جرأت پر جو میں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں کی نہایت تعجب ہوا، جس کی حقیقت الامر کو
لہ ورسولؐ ہی خوب بہتر جانتے ہیں۔ بعد ازاں تھوڑا ہی عرصہ گذرا کہ یہ آیت نازل ہوئی:" ولا تصل علی احد منہم
ات ابدا ولا تقم علی قبرہ" "اور نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جب مر جائے نماز ہرگز ہرگز۔ اور نہ اسکی قبر پر کھڑا ہو"
ں کے بعد آنحضرتؐ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھی اور نہ قبر پر کھڑے ہوئے۔ ابن عمر رضؓ نے روایت کیا ہے
جب عبداللہ بن ابی مرا تو اس کا لڑکا آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا اور اس کے کفن کے لیے آنحضرتؐ کا ایک قمیص
گا۔ اور نماز پڑھنے کی درخواست کی آنحضرتؐ نے اپنا قمیص دیا مگر آنحضرتؐ جب نماز پڑھنے کے لیے جانے لگے
حضرت عمر فاروق رضؓ نے آپؐ کا دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کیا آپؐ عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے جاتے ہیں حالانکہ
للہ تعالیٰ نے آپؐ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے اور فرمایا ہے

"استغفر لہم او لا تستغفر لہم الخ" سو میں ستر سے زیادہ مرتبہ اس کے لیے بخشش مانگونگا۔ آپ نے یہ
کہ بے شک وہ منافق تھا۔ غرض آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی "ولا تصل علی
منہم مات ولا تقم علی قبرہ۔" پھر اس کے بعد سے آپ نے منافقین کی نہ کبھی نماز جنازہ پڑھی اور نہ قبر
ہوئے۔ (بخاری و مسلم)

آیت سی ودوہم "والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار" الایۃ۔

حبیب بن الشہید عمرو بن عامر الانصاری سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رض نے مذکورہ بالا آیت
انصار کو را کے پیش کے ساتھ اور الذین کو بلا واو کے پڑھا۔ یعنی والانصار الذین اتبعوہ۔ حضرت
بن ثابت نے کہا الذین نہیں بلکہ والذین واو کے ساتھ ہے۔ حضرت عمر رض نے کہا نہیں الذین بغیر واو
زید بن ثابت نے کہا امیر المؤمنین رض اعلم ہیں۔ حضرت فاروق رض نے فرمایا اچھا ابی بن کعب کو بلاؤ۔ ابی بن کعب
پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا والذین واو کے ساتھ ہے تو حضرت عمر فاروق رض نے ابی بن کعب کی پیروی کی۔ اور
اچھا واو کے ساتھ ہی ہے۔

ابو صخرہ حمید بن زیادہ کہتے ہیں میں نے محمد بن کعب قرظی سے کہا مجھے اصحاب رسول اللہ کا حال
میری مراد واقعات فتن سے ہے۔ انہوں نے کہا اللہ تعالے نے جمیع اصحاب رسول اللہ کو بخش دیا ہے اور
(قرآن مجید) میں ان پر جنت واجب کر دی ہے۔ میں نے کہا یہ کس مقام پر ہے؟ انہوں نے کہا تمہیں
یاد نہیں "والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوہم باحسان"
پس اللہ تعالے نے جمیع اصحاب رسول اللہ کو بخش دیا۔ اور بلا کسی شرط کے جنت ان پر واجب کر دی۔ برخلاف
ان کے لیے قید لگا دی۔ اور وہ بھی صرف یہی کہ صحابہ کرام رض کے اعمال و افعال حسنہ کی تقلید کریں۔ ابو صخرہ
ہیں واللہ گویا میں اس آیت کو بھولے ہوئے تھا۔ اور نہ اس کی تفسیر ہی سے واقف تھا۔

آیت سی وششم قولہ تعالے "وکونوا مع الصادقین"۔ ابن عمر رض نے کہا ہے صادقین کے ساتھ
حضرت صدیق رض، حضرت عمر رض اور ان کے اصحاب کے ساتھ۔ یہی تفسیر ضحاک اور جبیر نے کی ہے۔ حضرت ابن ع
اور ابو جعفر نے کہا یعنی حضرت علی رض کے ساتھ سفیان ثوری بیان کرتے ہیں ان اقوال کا یہ منشا نہیں کہ تفسیر
میں اختلاف ہے بلکہ ان کے اقوال کا منشا یہ ہے کہ آیت کریمہ ایک جامع کلام ہے جس سے یہ بھی مراد لیا جا
اور وہ بھی۔ یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطب بیان کرتے ہیں جب حضرت عمر فاروق رض نے قرآن مجید جمع کرنے کا
تو اولاً آپ نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ جس کسی کو جو کچھ قرآن مجید یا جو آیت یاد ہو ہمارے پاس آکر لکھوا
نے آیات و سورتوں کو صحیفوں، تختیوں اور خرمے کی چھالوں پر لکھ لیا تھا۔ ہر شخص کے پاس جو کچھ لکھا ہوا
لانے لگا۔ مگر آپ بدوں دو شاہدوں کے کسی سے کوئی سورت و آیت قبول نہیں کرتے تھے۔ اخیر میں خز
ثابت آئے اور کہا میں خیال کرتا ہوں کہ دو آیتیں ابھی آپ نے قرآن مجید میں جمع نہیں کیں۔ اور وہ دو
جو میں نے آنحضرت صلعم سے سیکھی ہیں یہ ہیں: "لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما
خزیمہ بن ثابت نے کہا جو آیت و سورۃ سب سے اخیر میں نازل ہوئی ہو اس کے بعد انہیں رکھ دیجیے۔

حضرت عثمان غنیؓ فرماتے ہیں چنانچہ میں نے انہیں سورت برارت کے اخیر میں لکھ دیا۔ ۱۲۰ --- واللہ اعلم

آیت سی و ہفتم "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون۔ الذین اٰمنوا وکانوا یتقون۔ لہم البشریٰ فی الحیاۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ لاتبدیل لکلمات اللہ ذٰلک ھو الفوز العظیم"۔ ترجمہ:۔ "آگاہ رہو کہ اولیاء اللہ کو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہونے والے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پروردگار سے ڈرتے رہتے ہیں۔ ان کے لیے خوشخبری ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں میں تبدیلی نہیں۔ یہی عظیم فائز المرامی ہے"

(مؤلف) احقر عرض کرتا ہے کہ یہ آیت اولیاء اللہ کی فضیلت میں نص صحیح ہے اولاً اللہ نے اولیاء اللہ کا حال بیان فرمایا کہ اُن پر کوئی خوف و رنج نہیں۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے ان کا مصداق بیان کیا یعنی اولیاء اللہ۔ وہ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہتے ہیں۔ اور حقیقت ایمان کی تشریح اللہ تعالیٰ نے سورۃ انفال میں یوں فرمائی ہے:۔ انما المؤمنون الذین اذا ذکر اللہ وجلت قلوبہم" کہ ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے سامنے ذکر اللہ کیا جاتا ہے تو اُن کے دل کانپ جاتے ہیں"۔ مصداق اولیاء اللہ بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے بعض لوازم ولایت کو بیان فرمایا ہے اور وہ یہ کہ ان کے لیے خوشخبری ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور یہ بشارت جنت ہے جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کی زبان سے بیان فرمائی۔ اس قدر تو عموم آیت سے معلوم ہوا۔ اب رہی یہ بات کہ جو لوگ آنحضرت صلعم کے زمانۂ سعادت میں ان اوصاف سے موصوف تھے کون ہیں۔ ان کے لیے ولایت کے کیا معنی ہیں؟ غور و فکر سے کام لینا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ ولایت کے دو معنی آتے ہیں۔ اوّل ولایت کے معنی دوستی و محبت کے ہیں اور ولی بمعنی دوست، محب و محبوب۔ دوسرے ولایت کے معنی کارساز و متولی، یا متولی اور کارساز کیا گیا۔ اور یہ اس لیے کہ ولی فاعل و مفعول دونوں معنوں میں مستعمل ہے جیسے حار بمعنی گرم کنندہ و گرم کردہ شدہ۔ پس اگر ولایت سے مراد معنی اوّل ہیں تو اللہ تعالیٰ حضرت صدیقؓ و تابعین حضرت صدیقؓ کے بارے میں فرماتا ہے:۔ "فسوف یأتی اللہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین"۔ اور اگر معنی دوم مراد ہوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "وھو یتولی الصالحین"۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بہت سی متواتر حدیثوں میں جنہیں شک و شبہ ذرا بھی نہیں کیا جا سکتا، خلفائے راشدین کے اوصاف بیان فرمائے ہیں۔ ان کے ایمان و تقویٰ، اور ان کے مقامات صدیقیت و شہادت وغیرہ کی گواہی دی ہے، بہشت و مقامات بہشت کی بشارت دی ہے۔ "وہو المقصود"۔

احنف بن قیس سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ صبح کی نماز میں سورۃ یونس و سورۃ ہود وغیرہ پڑھا کرتے تھے۔ قتادہ نے آیت کریمہ "ثم جعلنا کم خلٰئف من بعدہم لننظر کیف تعملون" کے ذیل میں بیان کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے مذکورہ بالا آیت پڑھی اور فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ نے راست فرمایا کہ اس زمین کا حاکم ہمیں اس لیے بنایا کہ وہ دیکھے کہ ہم کیا عمل کرتے ہیں۔ پس چاہیے کہ شب و روز، ظاہر و خفیہ نیک اعمال کرو اور اپنے پروردگار کو دکھاؤ۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ تمیم داری نے حضرت عمرؓ سے مسئلہ پوچھا کہ دریا کے سفر میں بھی نماز قصر کرنا چاہیے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا قصر کرنا چاہیے کیونکہ وہ بھی سفر میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرمایا ہے۔ "وھو الذی یسیرکم فی البر والبحر"۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بندگانِ خدا میں بہت سے ایسے لوگ بھی ہیں جن پر انبیاءؑ بھی رشک کرتے ہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا جو محض لوجہ اللہ محبت رکھتے ہیں نہ مال یا نسب

کی وجہ سے۔ جب لوگ گھبراتے ہیں تو وہ نہیں گھبراتے۔ نہ وہ غمگین ہوتے ہیں اور نہ خوف کھاتے ہیں۔ بعد
ازاں آنحضرتؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی "الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون"۔

آیت سی و ہشتم:۔ "افمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ ومن قبلہ کتاب موسی اماما
ورحمۃ ○ اولئک یؤمنون بہ ومن یکفر بہ من الاحزاب فالنار موعدہ فلاتک فی مریۃ منہ انہ الحق من
ربک ولکن اکثر الناس لایؤمنون"۔ ترجمہ:۔ "بھلا جس شخص کے پاس ہو دلیل اپنے پروردگار کی پھر ساتھ ہو
شہادت ملے اس کے رسولؐ سے اور اس سے پہلے کتاب موسیٰؑ اس کی پیشوا اور اس کے لیے رحمت ہو تو وہ کیوں کر
ایمان نہ لائے گا، یہی لوگ ایمان والے ہیں اپنے پروردگار پر، اور جو لوگ اے پیغمبرؐ تیری قوم میں سے ایمان نہ لائیں اپنے
پروردگار پر اُن کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ سو اے پیغمبرؐ تو شک وشبہ میں نہ پڑ اور جان لے کہ وہ دین حق ہے تیرے
پروردگار کی طرف سے۔ مگر بات یہ ہے کہ اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے"۔

اس آیت میں پہلے اللہ تعالیٰ نے کفار پر تہدید فرمائی ہے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں سے تحقیق ویقین ایمان
رکھنے والوں کا حال بیان فرمایا ہے۔ تاکہ ظلمتِ کفر و نورِ ایمان میں فرق ظاہر ہو جائے۔ اور کفر و ایمان شب و روز مشرق
مغرب کی طرح دکھائی دینے لگیں تمام قرآن حتیٰ کہ ہر سورت و آیت میں سنۃ اللہ یہی جاری ہے۔ کیونکہ عام قاعدہ ہے
"تعرف الاشیاء باضدادھا"۔ کہ چیزیں اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہیں۔ کافروں کی تہدید میں اللہ تعالیٰ نے اوپر فرمایا تھا۔
"من کان یرید الحیوۃ الدنیا و زینتہا۔ الی آخر۔ وبطل ما کانوا یعملون"۔ جو لوگ دنیا کی زندگی اور اس
زینت چاہتے ہیں سو ہم کامیاب کرتے ہیں انکو ان کے ارادے میں۔ ان کی نہیں کرتے ذرا بھی۔ مگر یہ وہ لوگ ہیں جن کے
آخرت میں بجز آگ کے اور کچھ نہیں۔ ان کے عمل کھو دیئے گئے کیونکہ جو کچھ یہ چاہتے یا کرتے ہیں دروغ و باطل ہے

پھر جب مسلمانانِ اہلِ تحقیق و یقین کا ذکر آیا تو فرمایا:۔ "افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد
منہ ومن قبلہ" الخ مفسرین کو اس آیت میں اختلاف ہے مگر جو امر تحقیق سے درج ذیل کیا جاتا ہے وہ یہ ہے
اس آیت میں غور و فکر کرنے سے اس امر میں کچھ شک نہیں رہتا۔ کہ بعض افراد نے قبل بعثت ہی بشہادت قلب
ذکی اصول شریعت کو پہچان لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عبادت اصنام، شراب خوری، اور زنا کو نفرت کی نگاہ سے
دیکھتے تھے۔ اور باقتضائے وقت و طبیعت عالم آنحضرتؐ کی بعثت کے نہ صرف منتظر تھے بلکہ خواب و رؤیاء
صادقہ اور فراست و درایت سے آنحضرتؐ کی بعثت کو پہچانے ہوئے تھے۔ اس اجمالی علم کو جو ان کے قلوب میں
مرتکز تھا اللہ تعالیٰ نے بینہ اور دلیل سے تعبیر فرمایا ہے۔ پھر جب آنحضرتؐ کی بعثت کا وقت آیا اور انہوں نے
اس دلیل و بینہ اور اپنے اس اجمالی علم کی جو انہیں قبل ازیں بتزکیہ قلب حاصل تھا آنحضرتؐ سے شہادت پائی
اور قرآن مجید نازل ہوا۔ ایمان لے آئے اور اب ان کا یہ اجمالی علم، علم تفصیلی سے اور ظن و قیاس یقین و مشاہدہ
تبدیل ہو گیا۔ قرآن مجید سے پہلے اہل دین و ملت کا پیشوا اور رہنما اُن کے حق میں رحمتِ الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام
پر اُتاری ہوئی کتاب توراۃ تھی۔ اور اب قرآن ہوا۔ صحابہ کرام میں سے ایک اعلیٰ جماعت ان اوصاف سے جو اوپر
ہوئے ہو موصوف تھی جن کے سر دفتر حضرت صدیقؓ تھے۔ اس مناسبتِ باطنی اور تزکیۂ قلب کی وجہ سے آپ کو قبول
اسلام میں تامل نہیں ہوا۔ اور بلا تامل و بدون طلب معجزہ ایمان لے آئے۔ لہٰذا یہ آیت بھی آپ کی طرف بطریق تعریض

رہی ہے۔ وہوالمقصود۔

ضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ نے ایک دفعہ آنحضرت صلعم سے کہا یا رسولؐ اللہ آپ تو بوڑھے
۔ فرمایا ہاں! سورۂ ھود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، عم یتساءلون اور اذا الشمس کورت نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ ابو سعید
سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پہاڑ
ں اور آپ کو اترنے کا حکم ہوا تو آپ پہاڑ پر اترے اور کوے کو کہا مجھے زمین کی خبر سے اطلاع دے۔ مگر وہ جا کر مردہ لاشوں
ت کھانے لگا۔ حضرت نوحؑ نے اسے ملامت کی، اور کبوتر کو بلایا اور وہ آ کر آپ کے ہاتھ پر بیٹھ گیا۔ آپ نے اس سے کہا،
ن خشک ہونے کی خبر لا دے۔ کبوتر تھوڑی دیر نہیں گزری کہ ایک گرے ہوئے درخت کا میوہ و برگ توڑ لایا حضرت
اسے دعا دی اور فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے۔ تجھے گھروں میں جگہ دے، اور لوگ تجھ سے محبت کریں۔ اگر مجھے یہ خوف
لوگ تجھے مار کھائیں گے تو میں دعا کرتا کہ اللہ تعالیٰ تیرا سر سونے کا کر دے۔ محمدؒ بن منکدر، یزید بن خصیفہؒ، صفوان بن سلیم سے
ہے کہ خالد بن ولید نے حضرت صدیقؓ کی خدمت میں لکھا کہ بعض نواحی عرب میں ایک شخص ہے جو خلاف وضع فطری کام
ہے۔ اور جس پر شہادت گذر چکی ہے۔ حضرت صدیقؓ نے اس پر مشورہ کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا یہ ایسا گناہ ہے جسے
م لوط اور کسی قوم نے نہیں کیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ جیسا کچھ کیا مشہور و معروف ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ
ں کو آگ میں جلا دیا جائے۔ صحابہ کرام نے اس پر اتفاق کیا۔ لہٰذا حضرت صدیقؓ نے خالد بن ولید کو لکھ دیا کہ اُسے
ں جلا دیا جائے۔ بعد ازاں ابن زبیرؓ اور ہشام بن عبدالملک نے بھی اپنی خلافت میں اس قسم کے لوگوں کو آگ میں جلایا۔

حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ جب آیت "فمنہم شقی و سعید" نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا یا رسول اللہ
ارے اعمال کس امر پر مبنی ہیں۔ قدر پر یا امر اتفاقی پر؟ فرمایا، قدر پر، جس پر کہ قضا و قدر کا قلم چل چکا ہے مگر اے عمرؓ!
یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کے ہی اعمال پیش آتے ہیں۔ حضرت صدیقؓ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ برآمد ہوئے
مایا اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو کیونکہ ایمان و یقین کے بعد عافیت سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ اور شک و شبہ سے پناہ مانگو کیونکہ
کے بعد شک و شبہ سے بدتر کوئی چیز نہیں۔ ابوالیسر سے روایت ہے کہ ان کے پاس ایک کھجور بیچنے والی عورت آئی۔
نے کہا میرے گھر میں اس سے بھی عمدہ کھجوریں ہیں۔ وہ ان کے ساتھ اُن کے گھر میں داخل ہوئی تو انہوں نے اس کا
لے لیا۔ بعد ازاں آ کر حضرت صدیقؓ سے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا تائب ہو جاؤ اور خاموش رہو۔ اور کسی کو اس
کی خبر نہ دو۔ ابوالیسر کہتے ہیں مگر میں صبر نہیں کر سکا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں آ کر واقعہ بیان کیا۔ آنحضرتؐ نے
م ایک نمازی کے پیچھے اس کی اہلیہ کے ساتھ ایسے فعل کے مرتکب ہوئے۔ ابوالیسر یہ سنکر سخت نادم ہوئے اور اپنے جی میں
لگے کاش میں اب مسلمان ہوا ہوتا۔ افسوس کہ میں اہل نار میں سے ہو جاؤں۔ بعد ازاں آنحضرت صلعم کچھ دیر
ں رہے اور یہ آیت نازل ہوئی: "اقم الصلوٰۃ طرفی النہار و زلفاً من اللیل۔ ان الحسنٰت یذھبن السیأت
ذکریٰ للذاکرین" ط "اے پیغمبرؐ نماز قائم کر صبح اور شام اور کچھ رات گئے۔ بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹاتی ہیں
ت ہے نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے"۔ ابوالیسر کہتے ہیں پھر میں جب دوبارہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر
آپؐ نے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ صحابہؓ نے عرض کیا کیا یہ حکم خاص ان کے لیے ہے یا سب کے لیے؟ آنحضرتؐ
یا سب کے لیے۔

سلیمان التیمی سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک عورت کے سرین پر ہاتھ مارا۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت [illegible] کی خدمت میں آکر واقعہ بیان کیا اور کہا اس کا کفارہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم۔ بعدازاں اس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے بھی یہی فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ نے آیت نازل کی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ پھر فرمایا جو شخص وضو کرے میں نے وضو کیا۔ پھر ظہر کی نماز پڑھے تو اس کے گناہ جو اس نے صبح اور ظہر کے درمیان کیے ہوں بخش دیئے جائیں۔ پھر عصر کی نماز پڑھے تو ظہر اور عصر کے مابین کے گناہ جو اس نے کیے ہوں گے بخش دیئے جائیں گے۔ پھر مغرب پڑھے تو عصر اور مغرب کے درمیان جو اس نے گناہ کیے ہوں بخش دیئے جائیں گے۔ پھر عشاء کی نماز پڑھے تو مغرب کے درمیان جو اس نے گناہ کیے ہوں گے بخش دیئے جائیں گے۔ پھر وہ شام کو سوئے اور صبح کو اُٹھ کر پھر نماز فجر تو مابین عشاء و فجر جو کچھ کیا ہو گا بخش دیا جائے گا پس پانچوں وقت کی نمازیں حسنات ہیں جو گناہوں کو مٹا[تی ہیں]۔ لوگوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ یہ پانچوں نمازیں حسنات ہیں جو گناہوں کو مٹاتی ہیں۔ اور باقیات کیا ہیں؟ فرمایا۔ "لا الہ الا اللہ، سبحان اللہ، واللہ اکبر۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ"۔

امام مالک نے بروایت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا کیا میں تمہیں نہ سناؤں۔ اگر اس کا مضمون کتاب اللہ میں واقع نہ ہوا ہوتا تو میں کبھی بیان نہ کرتا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فر[ماتے سنا] کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے پھر نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ بخش دے گا۔ جو کچھ اس نے اس نماز اور نماز کے درمیان کیا ہو۔ حضرت امام مالک بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں اس حدیث کا مضمون واقع ہو[ا ہے] آپ کی مراد آیت مکرمہ "اقم الصلوٰۃ طرفی النہار وزلفا من اللیل ان الحسنات یذھبن السیئا[ت]"

سورۃ یوسف میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ "وقال الملك ائتونی به استخلصه لنفسی" الخ

ملک مصر نے کہا یوسف علیہ السلام کو میرے پاس لے آؤ میں اسے اپنا مشیر بنالوں۔ پھر جب وہ یوسف علیہ السلام سے ہمکلام [ہوا] کہنے لگا تم آج سے میرے نزدیک معزز و امین ہو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تو تم مجھے خزانوں پر مامور کر دو۔ میں حفاظت کروں گا۔ میں اس سے واقف کار ہوں۔

(مؤلف احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ملک مصر سے بیت المال کی حکومت طلب کی اور "ز[بانی]" سے اپنا استحقاق بیان کیا۔ اس سے واضح ہوا کہ تصرف بیت المال کی شرط حفاظت و امانت مال [ہے] ضایع نہ کیا جائے۔ اور نہ اس میں خیانت کی جائے۔ بلکہ جن سے مال لینا چاہیے ان سے لیا جائے اور جن [کو دینا] چاہیے ان کو دیا جائے۔ اور چونکہ یہ خلیفہ کا کام ہے۔ لہٰذا خلافت خاصہ مرضیہ اسی وقت تک متحقق ہو سک[تی ہے] خلیفہ بجمیع شروط بیت المال کا محافظ ہو۔ اس لیے کہ حفظ بیت المال لوازم خلافت خاصہ سے ہے جیسا ک[ہ] کتاب ھذا میں بیان کیا گیا۔ خالد بن عرفجہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمر فاروق کی خدمت میں حاضر تھے قبیلہ عبدالقیس کا ایک شخص ان کی خدمت میں لایا گیا آپ نے اس سے دریافت کیا تم قبیلہ عبدالقیس کے فلا[ں] اُس نے کہا جی ہاں! آپ نے اسے نیزہ سے جو آپ کے پاس رکھا ہوا تھا، مارا۔ اس نے کہا یا امیرالمومنین کیا قصور سرزد ہوا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ یہ شخص بیٹھ گیا۔ آپ نے تین مرتبہ یہ آیت کریمہ بسم اللہ

تلك آيات الكتاب المبين انا انزلناه قرآنا عربيا لعلكم تعقلون - الى آخره - وان كنت من قبله
الغافلين" تلاوت کی اور تین دفعہ اسے مارا - اور فرمایا کیوں تم نے ہی کتاب دانیال اپنے پاس لکھ کر رکھی ہوئی ہے؟
نے کہا جی ہاں لیکن اب آپ جو حکم کریں گے اس کی تعمیل کروں گا۔ آپ نے فرمایا جاکر اُسے محو کر دو۔ اور اب سے بعد
سے پڑھنا، نہ اپنے نزدیک رکھنا۔ اگر کبھی میں نے سنا تو تمہیں ٹھیک ٹھیک سزا دوں گا۔ پھر آپ نے اس شخص سے
یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ آپ نے اہل کتاب سے کچھ نقل کیا اور نقل کر کے اسے اپنے ساتھ دفتی میں رکھ کر لے آئے۔ آنحضرتؐ نے
تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ اہلِ کتاب کے پاس سے کچھ نقل کر کے لایا ہوں۔ تاکہ ہمارے علم میں
ت ہو۔ آنحضرتؐ یہ سنکر غضبناک ہوئے اور آپؐ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ پھر اعلان کیا گیا کہ لوگ نماز میں
ہوں۔ انصار کہنے لگے غضب ناک ہوئے تمہارے نبیؐ، ہتھیار سج کر آؤ۔ یہاں تک کہ انصار نے آپؐ کے منبر کا احاطہ
یا۔ حضور اکرمؐ تشریف فرما ہوئے اور ارشاد فرمایا" اے لوگو! مجھے جوامع کلم اور ان کے خواتیم دیئے گئے ہیں۔ اور میرے لیے
مار کر دیا گیا ہے میںؐ اس دین کو تمہارے پاس روشن اور صاف لے کر آیا ہوں۔ اس میں اٹکل پچو مت چلو اور نہ
پچو چلنے والے تمہیں دھوکہ میں ڈالیں" حضرت عمرؓ فرماتے ہیں اس پر میں کھڑا ہوا اور عرض کیا" پسند کیا میں نے
کو رب سمجھ کر، اور اسلام کو دین، اور آپؐ کو خدا کا فرستادہ سمجھ کر" اس کے بعد حضور صلعم منبر سے اُتر آئے۔

ابراہیم نخعیؒ سے مروی ہے کہ کوفہ میں ایک شخص تھا جو دانیال علیہ السلام کی کتابوں کی جستجو میں رہتا اور انہیں
رتا۔ حضرت عمرؓ کا اس بارے میں خط آیا کہ اس شخص کو میرے پاس بھیجا جائے۔ جب وہ آیا، تو آپ نے دُرہ سے اُس کو
شروع کیا۔ اور یہ آیات پڑھتے جاتے تھے" الر تلك آيات الكتاب المبين" یہاں تک کہ آپ غفلین تک
۔ وہ آدمی بولا، میں نے دل میں سمجھ لیا کہ آپ کا کیا مطلب ہے۔ لہٰذا میں نے عرض کیا" امیر المومنینؓ مجھے معاف
کیجیے، میں سب کتب دانیال جلا دوں گا" یہ سنکر حضرت عمرؓ نے اسے چھوڑ دیا۔

عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی کو پڑھتے ہوئے سُنا۔
یسجننہ حتی حین" آپ نے اُس سے پوچھا کہ تم کو اس طرح کس نے پڑھایا ہے؟ اس نے کہا ابن مسعود نے۔ حضرت عمرؓ
فرمایا نہیں۔ اس طرح پڑھو" لیسجننہ حتیٰ حین" پھر ابنِ مسعود کو لکھا" سلام علیکم" حمد و ثنا کے بعد۔ اللہ تعالیٰ نے نازل کیا
ن مجید۔ اور تلاوت اس کی رکھی صاف عربی زبان میں۔ اور اُتارا اس کو قریش کی لغت پر۔ جب میرا یہ خط تمہارے پاس
تو لغتِ ہذیل کی بجائے لغتِ قریش پر لوگوں کو قرآن کی تعلیم دو۔"

حضرت فاروقؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے داخل ہونے کی اجازت چاہی۔ اور کہا اجازت چاہو ابن
ر اہل خیر کے (لڑکے) کے لیے"۔ حضرت عمرؓ نے کہا اجازت دو۔ جب وہ آپ کے پاس آیا، تو آپ نے دریافت کیا تم کون ہو؟
ایں فلاں بن فلاں ہوں۔ جن میں اس نے سردارانِ جاہلیت کے نام گنائے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا تو یوسف بن
بؑ بن اسحاقؑ بن ابراہیمؑ ہے؟ اس نے کہا نہیں! اس پر آپ نے فرمایا یہی لوگ تو ابن الاخیار ہیں۔ اور تو میرے
ل میں ابن الاشرار ہے۔ کیونکہ مجھے عصارۂ اہلِ دوزخ کے نام بتا رہا ہے۔

ابی ہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے مجھے بحرین کا گورنر مقرر کیا پھر مجھے معزول کیا۔ اور بارہ ہزار تاوان مجھ سے
ایک عرصہ بعد پھر آپ نے مجھے کوئی حکومت کا کام سپرد کرنا چاہا، میں نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا تم انکار کرتے ہو

حالانکہ یوسف علیہ السلام نے جو تم سے بہتر تھے، خود اس کا سوال کیا تھا۔ حضرت ابو ہریرۃ رضی نے فرمایا یوسف تو نبی ابن نبی تھے۔ اور میں تو امیمہ کا بیٹا ہوں۔ اور اس بات سے ڈرتا ہوں کہ بغیر علم حکم دوں۔ اور بغیر علم کے فتویٰ اور میری کمر پر مار پڑے۔ اور میری آبرو کو برا کہا جائے۔ اور میرا مال چھین لیا جائے۔

عبد اللہ بن شداد سے مروی ہے، فرماتے ہیں میں نے فاروق اعظم کے رونے اور گریہ کی آواز سنی اور میں نماز میں آخری صفوں میں تھا اور آپ سورۃ یوسف کی یہ آیت تلاوت کر رہے تھے "انما اشکو بثی وحزنی

علقمہ بن وقاص سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رض کے پیچھے نماز عشاء پڑھی۔ آپ نے سورت یوسف پڑھی۔ جب آپ یوسف علیہ السلام کے ذکر پر آئے، تو روئے۔ یہاں تک کہ میں نے آپ کے رونے کی آواز سنی، حالانکہ میں آخری صفوں میں تھا۔

آیت سی ونہم "و ما نرینك بعض الذی نعدهم اونتوفینك فانما علیك البلاغ وعلینا الحساب۔ اولم یروا انا نأتی الارض ننقصها من اطرافها والله یحکم لا معقب لحکمه وهو سریع الحساب"۔ ترجمہ اگر ہم آپ کو بعض وہ چیزیں دکھا دیں جن کا ہم نے آپ سے وعدہ کیا ہے یعنی فتوحات اور غلبۂ اسلام، یا فتوحات اسلام کے وقوع سے قبل ہی آپ کو وفات دے دیں، تو ہر دو شکل میں کسی قسم کا کوئی خوف پیدا نہیں ہوتا۔ آپ کا تو پیغام پہنچانا اور ہمارا فرض حساب لینا ہے"۔

پھر ان فتوحاتِ اسلامیہ کی تائید کے لیے تمثیلاً فرماتے ہیں۔ کہ کیا انہوں نے خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اُن کی زمین کو ہر چہار طرف سے کم کرتے جا رہے ہیں۔ یعنی اس طرح کہ اہلِ مدینہ۔ اسلم، غفار، جہینہ، مزینہ اور اسلامی شان و شوکت میں داخل ہو گئے جس سے کفر کی شان و شوکت میں ایک بڑا رخنہ پڑ گیا اور یہ تمام کے بنیادی مقدمات ہیں۔ اب میرے خیال میں اس آیت سے یہ صاف طور پر عیاں ہوتا ہے۔ کہ جن جن فتوحات کا وعدہ فرمایا تھا، اُن میں سے بعض تو حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مقدسہ میں ظہور پذیر ہو چکیں اور بعض حضور انور کی وفات کے بعد واقع ہو گا۔ اور یہ بھی اک یقینی امر ہے کہ یہ ظہور حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر واقع ہو معلوم ہوا کہ خلافت کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے۔

آیت چہلم۔ للذین استجابوا لربهم الحسنی والذین لم یستجیبوا له لو ان لهم ما فی الارض جمیعا ومثله معه به ط اولئك لهم سوء الحساب ومأواهم جهنم وبئس المهاد ○ افمن یعلم انما انزل الیك من ربك الحق اعمی ط انما یتذکر اولوا الالباب ○ الذین یوفون بعهد الله ولا ینقضون المیثاق والذین یصلون ما امر الله به ان یوصل ویخشون ربهم ویخافون سوء الحساب ○ والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوة وانفقوا مما رزقنهم سرا وعلانیة ویدرءون بالحسنة السیئة اولئك لهم عقبی الدار ○ جنت عدن یدخلونها ومن صلح من اٰبائهم وازواجهم وذریتهم والملئکة یدخلون علیهم من کل باب ○ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار ○ والذین ینقضون عهد الله من بعد میثاقه ویقطعون ما امر الله به ان یوصل ویفسدون فی الارض ط اولئك لهم اللعنة ولهم سوء الدار ○ ترجمہ "جن لوگوں نے دعوت حق قبول کی

ی ہے۔ اور جن لوگوں نے قبول نہیں کی اگر تمام زمین اور اس جیسی ایک اور زمین بھی اُن کے پاس ہو گی تو وہ
سے اپنی جان چھڑانے کے لیے فدا کر دیں گے۔ وجہ یہ کہ ان لوگوں سے حساب لیا جائے گا نہایت سختی سے۔ انکا
ٹھکانا دوزخ ہے اور وُہ بُرا ٹھکانا ہے۔ کیا وہ شخص جو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ بھی آپ پر نازل کیا گیا وہ حق ہے۔ وہ شخص
ر وہ شخص جو بے بصیرت ہو، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ (ہر گز نہیں) بات یہ ہے کہ نصیحت نہیں پکڑتے مگر عقل والے
ر وہ لوگ ہیں جو ایفاءِ عہد کرتے ہیں اور بد عہدی نہیں کرتے۔ صلہ رحمی کرتے ہیں جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے۔ اپنے
روردگار سے اس کے سخت حساب لینے سے ڈرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صبر کرنے اور رضائے الٰہی طلب کرنے
ے لیے نمازیں پڑھتے ہیں۔ جو کچھ ہم نے دیا ہے ظاہر و پوشیدہ خرچ کرتے ہیں۔ اور برائی کو نیکی سے دفع کرتے ہیں
ن لوگوں کے لیے ہے آخرت کا گھر جہاں موتیوں کے محل ہیں، جن میں یہ داخل ہونگے، ان کے آباؤ اجداد، ان کی بیبیاں
ور ان کی ذریت بھی جن میں داخل ہوں گی۔ مگر وہی جو ان میں داخل ہونے کے لائق ہوں۔ مختلف دروازوں سے فرشتے
ن کے پاس آئیں گے۔ اور (درود و سلام پڑھتے ہوئے) کہیں گے، "سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار"۔ تم
پر خدا کا سلام ہو بمعاوضہ اس کے کہ تم نے صبر کیا اور اچھا ٹھکانا پایا۔ اور جو لوگ پکا عہد و پیمان کرنے کے بعد اُسے
توڑ ڈالتے ہیں اور قطع رحمی کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے صلۂ رحمی کا، اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ ان لوگوں
پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اُن کا ٹھکانا برا ٹھکانا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان آیات میں سعداء و اشقیا کے مراتب کو بیان فرمایا ہے۔ اور جمیع قرآن مجید میں عادۃ اللہ یہی
جاری ہوئی ہے کہ جا بجا اللہ تعالیٰ نے دونوں فریق کے حالات کو بیان کیا ہے۔ اولاً ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں
کے لیے جنہوں نے دعوتِ حق قبول کی نیکی کا وعدہ فرمایا۔ کلمہ حسنیٰ ایک ایسا جامع لفظ ہے جو تمام نیکیوں کو شامل ہے
اور جن لوگوں نے دعوتِ حق قبول نہ کی اُن کے لیے فرمایا کہ آخرت میں اُن سے حساب بُری طرح لیا جائے گا۔ اور یہ کہ
اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بُرا ٹھکانا ہے۔ اگر اس روز یہ لوگ تمام زمین بھی ۔۔۔۔۔۔

پھر ہر دو فریق میں فرق بیان فرماتے ہیں کہ ایک گروہ تو احکام اللہ سے بخوبی واقف ہے۔ اور دوسرا گروہ اندھا ہے۔
اور اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علم سے مراد وہ علم ہے، کہ جس سے انسان میں قوتِ عمل پیدا ہو سکے اور جس کے
ذریعہ انسان اخلاق و آداب اور اچھی نصیحتیں حاصل کر سکے۔ جو بغیر صحبت کے ناممکن ہے۔ اور اسی باعث خصوصیت کے
ساتھ عادات بھی بیان فرمائیں۔ مثلاً۔ خدا و رسول کے عہد کو پورا کرنا، صلۂ رحمی، پڑوسیوں سے نیک تعلقات اور یہ
تمام خصوصیات اسی وقت پیدا ہو سکتی ہیں جب کہ صحبتِ پیغمبر، خوفِ خدا، آخرت کا خیال، اطاعت پر سختی سے قائم رہنا
اور تمام مصائب برداشت کرنا صرف رضائے خداوندی کی خاطر ہو۔ نیز نمازوں کا قیام، انفاق فی سبیل اللہ، بردباری
اور برائی کا بدلہ اچھائی سے دینا، یہ تمام امور پورے طور پر بجا لانا۔ اس کے بعد سعداء کا انجام بیان فرماتے ہیں:۔

" اولئک لھم عقبی الدار جنت عدن "۔ الآیۃ۔

اس کے بعد اشقیا کی عادات بد بیان کی جاتی ہیں۔ کہ ان کی خاص خاص صفات یہ ہیں کہ خدا سے کردہ عہد کو توڑ دیتے
قطع رحمی کرتے، ماں باپ کی نافرمانی کرتے۔ اور سب سے بڑی برائی یہ ہے کہ اس پیغمبر کی نافرمانی کرتے ہیں جس کو اللہ
نے مبعوث کیا ہے۔ اور ان تمام برائیوں کو خدمتِ خلق اور ہدایتِ خلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ حالانکہ اطاعت خداوندی

اطاعتِ پیغمبرؐ کے ساتھ وابستہ ہے۔ حالانکہ یہ تمام امور فساد فی الارض کا ذریعہ ہیں۔ اس کے بعد ان اشقیاء کا انجام بیان فرماتے ہیں:۔ "اولئك لهم اللعنة ولهم سوء الدار"۔

فقیر کے نزدیک یہ سعداً کی صفات خصوصیت سے بیان کی گئی ہیں اس سے غرض ان مہاجرین کے اوصاف بیان کرنا ہے جو ان صفات کے ساتھ موصوف ہیں۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور انہی جیسے دیگر صحابہؓ کرام۔ حضورؐ پر ایمان لائے۔ اور نصرت دین اور اعلاءِ کلمۃ اللہ کا عہد کیا اور اس میں ذرہ بھر بھی کمی نہ آنے دی۔ اور حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر صحابہؓ سے صلہ رحمی کرتے ہیں۔ جیساکہ حضورؐ نے اس کا اقرار فرمایا، لوگوں میں سب سے زیادہ جس نے اپنی صحبت اور اپنی مال سے مجھ پر احسان کیا ہے وہ ابوبکرؓ ہیں۔

نیز خوفِ خداوندی اور قوم کی ایذا پر صبر، نمازوں کی کثرت اور حضورؐ اور صحابہؓ پر مال خرچ کرنا۔ اور جہلاء کے مقابلہ پر بردباری سے کام لینا یہ تمام صفات پوری طرح ظہور میں آئیں۔ جیساکہ سینکڑوں دفتر ان کے ان حالات پر شاہد ہیں

کنانۃ العدوی سے مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہؐ یہ فرمایئے کہ انسان کے ساتھ کتنے فرشتے ہوتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ تو تیرے دائیں جانب رہتا ہے جو تجھے نیکیوں کا حکم دیتا ہے اور وہ شمالی فرشتے پر امیر ہوتا ہے۔ جب تو کوئی نیک کام کرتا ہے تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ اور جب کوئی برا فعل کرتا ہے تو شمالی فرشتہ جنوبی فرشتہ سے اجازت طلب کرتا ہے تو وہ جواب دیتا ہے ٹھیرو! شاید یہ اللہ سے توبہ کرلے جب وہ تین مرتبہ اجازت طلب کرتا ہے تو وہ لکھنے کی اجازت دیتا ہے اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے محفوظ رکھے یہ کتنا برا پڑوسی ہے۔ خوفِ خداوندی اور حیا اس میں کتنی کم ہے۔ یہی مقصد ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کا "ومایلفظ من قول الالدیہ رقیب عتید"۔ اور دو فرشتے تیرے آگے اور پیچھے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "له معقبات من بين يديه ومن خلفه يحفظونه من امر الله"۔ اور ایک فرشتہ تیری پیشانی پر مسلط رہتا ہے۔ جب تو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکتا ہے تو تجھے سربلند کرتا ہے۔ اور جب تو غرور میں آتا ہے تو وہ تجھے رسوا کرتا ہے۔ اور دو فرشتے ہونٹوں پر متعین ہیں۔ جو حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا ہے اسے یاد رکھتے ہیں۔ اور ایک فرشتہ منہ پر متعین ہوتا ہے تاکہ سانپ تیرے منہ میں داخل نہ ہوسکے۔ اور دو فرشتے آنکھوں پر متعین ہیں۔ تو یہ دس فرشتے ہیں جو ہر آدمی کے ساتھ مسلط رہتے ہیں۔ رات کے فرشتے دن کے فرشتوں کے بعد آتے ہیں۔ کیونکہ رات کے فرشتے جداگانہ ہیں اور دن کے جداگانہ۔ یہ کل تعداد بیس ہوئی۔ اور ابلیس لعین دن میں خود ساتھ رہتا ہے اور رات کو اس کی اولاد۔

ابن جریج اس آیت "ام جعلوا للہ شرکاء خلقوا کخلقہ"۔ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت حذیفہ سے روایت ہے (یہ مجھے یاد نہیں رہا کہ حذیفہ نے یہ کہا تھا کہ میں خود حضورؐ کی خدمت میں موجود تھا اور میں نے خود حضورؐ سے سنا یا کہ حذیفہ نے اس روایت کو ابوبکرؓ سے سنا) کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہے۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کیا شرک سے یہی مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کی بھی عبادت کی جائے، یا اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارا جائے؟ آپؐ نے فرمایا کہ افسوس میں تو تجھ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ خفی ہے۔ کیا میں تجھ کو ایسی دعا نہ بتادوں جو شرک کی صغیر وکبیر دونوں قسم کو مٹادے۔ میں نے عرض کیا

اللہ ؐ کیوں نہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا وہ دُعا یہ ہے:۔ "اللھم انی اعوذ بک من ان اشرک بک وانا اعلم واستغفرک
لا اعلم۔" اے پروردگار میں پناہ مانگتا ہوں شرک کرنے سے جس کا مجھے علم ہے اور بخشش مانگتا ہوں اس شرک کرنے
کا جس کا مجھے علم نہیں۔ پھر فرمایا کہ شرک اس کا نام ہے کہ تم یوں کہو کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اور فلاں شخص نے دیا ہے اور
شرک ہے کہ یوں کہو اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو فلاں شخص مجھے قتل کر دیتا۔ معقل بن یسار سے بھی اسی طرح روایت ہے۔
مجاہد نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضؓ نے بر سرِ منبر یہ آیۃ تلاوت کی:۔ "جنات عدن یدخلونہا ومن صلح من ابائہم"
اور بیان کیا، آپ لوگوں کو معلوم ہے جنات عدن سے کیا مراد ہے؟ جنات عدن سے جنت کے وہ محل مراد ہیں جنمیں
دس ہزار دروازے ہیں۔ اور ہر دروازہ میں پانچ پانچ ہزار حُوریں ہیں۔ ان میں بجز نبی، صدیق اور شہید کے کوئی داخل
نہ ہوگا۔ قریب قریب بایں الفاظ ابن عمر رضؓ، ابن مسعود رضؓ، حسن، ضحاک اور کعب احبار سے روایت کیا گیا ہے۔ یہ حدیث اس
امر کی شاہد ہے جو ہم نے آیتِ مذکورہ کے تحت میں بیان کی۔

ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکر رضؓ تمہیں معلوم ہے کہ طوبیٰ کیا شئے ہے؟ ابو بکر رضؓ نے عرض کیا
خدا اور اس کا رسول ؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا طوبیٰ بہشت کا ایک درخت ہے، جس کا طول اللہ تعالیٰ کو معلوم
ہے ہم اس کی ایک شاخ کا طول اسقدر ہے کہ سوار اس کے سایہ میں ستر سال تک چل سکتا ہے۔ اس کے پتے گویا حلے ہیں
اس کا پرند بختی شتروں کے برابر۔ حضرت صدیق اکبر رضؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ؐ کیا یہ پرندے موٹے تازے بھی ہوں گے؟
فرمایا ہاں یہ موٹے تازے ہونگے اور ان کے کھانے والے ان پرندوں سے بھی موٹے تازے ہوں گے۔ ابو بکر رضؓ تم بھی انشاء اللہ
ان پرندوں کا گوشت کھانے والوں میں ہوگے۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے اور دعا کرتے تھے کہ پروردگار اگر تو نے میرے
مقدر میں شقاوت یا گنہگاری لکھی ہے، تو اسے محو کر دے۔ کیونکہ لوحِ محفوظ میں سے تو جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے
برقرار رکھتا ہے۔ پس گناہ وشقاوت کو مٹا کر سعادت و مغفرت سے تبدیل کر دے۔

سائب بن ملحان سے (جو اہلِ شام سے تھے اور جنہوں نے صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے) روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ جب شام
آئے تو آپ نے خطبہ پڑھا جو وعظ و پند سے مملو تھا۔ اخیر میں آپ ؐ نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے
درمیان میں کھڑے ہوئے اور وعظ و پند کیا۔ از انجملہ آپ ؐ نے تقویٰ و پرہیزگاری صلۂ رحمی اور لوگوں سے احسان وسلوک
کرنے کا حکم فرمایا۔ پھر فرمایا جماعت کو لازم پکڑو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے۔ اور اکیلے کے ساتھ شیطان ہوتا ہے
اور دو سے بھاگتا ہے۔ کوئی شخص عورت کے ساتھ تخلیہ نہ کرے کیونکہ شیطان اُن میں تیسرا ہوتا ہی مسلمان اور اہلِ
ایمان کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنی بدی سے رنجیدہ اور نیکی سے خوش ہوتا ہے اور منافق کی علامت یہ ہے کہ نہ وہ اپنی بدی سے
رنجیدہ ہوتا ہے اور نہ نیکی سے خوش ہوتا ہے۔ اگر نیکی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے خیر کا امیدوار نہیں ہوتا۔ اگر برائی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا
خوف نہیں کرتا۔ طلبِ دنیا میں صبرِ جمیل کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہاری روزیوں کا متکفل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی سعی و کوشش
کو جو وہ کرتا ہے پوری کرتا ہے۔ اپنے اعمال اور سعی و کوشش میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے رہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہتا
ہے سو مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اس کے پاس لوحِ محفوظ ہے۔ پھر ان الفاظ سے خطبہ ختم کیا۔ صلی اللہ
علیٰ نبینا محمد و آلہ وعلیہ۔ السلام ورحمۃ اللہ السلام علیکم

زہری سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ حضور اکرمؐ کے مقابلہ میں بہت سخت تھے۔ ایک دن آپؓ نکلے یہاں تک حضورؐ کے قریب پہنچ گئے اور آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ کو یہ آیت تلاوت کرتے سنا۔ وما کنت تتلو من ق
من کتاب۔ یہاں تک کہ آپؐ نے ظالموں تک یہ آیت پڑھی پھر آپؐ نے یہ آیت پڑھی۔ ویقول الذین کفروا لست
مرسلا الآیۃ۔ عمرؓ اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ حضور صلعم سلام پھیریں۔ جب آنحضرتؐ نماز سے فارغ ہوئے تو عمرؓ حضور صلعم
پیچھے پیچھے چلے اور اسلام لے آئے۔

آیت چہل ویکم:۔ الم تر کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت وفرعہا فی السماء تو
کل حین باذن ربہا ویضرب اللہ الامثال للناس لعلہم یتذکرون ○ ومثل کلمۃ خبیثۃ کشجرۃ خبیثۃ اج
من فوق الارض مالہا من قرار ○ یثبت اللہ الذین* بدلوا نعمۃ اللہ واحلوا قومہم دار البوار جہنم یص
فبئس القرار ○ ترجمہ:۔ اے پیغمبرؐ اللہ تعالیٰ مثال بیان کرتا ہے کلمۂ طیبہ (دینِ اسلام سے عبارت ہے) کی اس کی مثال ش
طیبہ جیسی ہے۔ جس کی جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان میں ہیں۔ باذنِ الٰہی جو ہر وقت اپنے پھل لاتا ہے۔ اس طرح م
دے کر اللہ تعالیٰ سمجھاتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں۔ اسی طرح کلمۂ خبیثہ (کفر سے عبارت ہے) کی مثال خراب درخت جیسی ہے ج
اکھاڑ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ اور پھر زمین میں اگنے نہیں پاتا۔ پس اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کلمۂ طیبہ کے ساتھ ثابت رک
دنیا اور آخرت میں بھی۔ اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے۔ اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔ اے پیغمبرؐ تو نے نہیں دیکھا اُن لوگو
جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو تبدیل کر دیا کفر سے۔ اور اپنی قوم کے لیے جائز رکھی تباہی سو وہ دوزخ میں ہونگے اور یہ بُرا ٹھکا

احقر عرض کرتا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسرے اسلوب و طریق سے ایمان و کفر کا فرق بتلایا ہے وہ یہ ک
اسلام کی مثال ایک نہایت عُمدہ و شیریں اور نہایت نفع بخش پھلدار درخت جیسی ہے۔ جو عالمِ ملکوت سے اتار کر مکہ میں ن
کیا گیا۔ جو بوجہ علو و رفعت یہ کہلائے جانے کا مستحق ہے کہ اس کی جڑ زمین میں قائم ہوئی اور پھر اس کی شاخیں پھو
شروع ہوئیں۔ اور اطرافِ عالم میں پھیل گئیں۔ اور کلمۂ ناپاک کی مثال ایک ناپاک و خراب درخت جیسی ہے جسے ل
بوجہ اس کے گندہ پن کے اوکھاڑ کر پھینک دیتے ہیں۔ اور وہ سرسبز نہیں ہونے پاتا۔ اسی طرح جو شرک و کفر عالم میں پھیلا
تھا۔ اُسے اسلام نے مٹایا اور مٹا رہا ہے۔ اس تمثیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں کا حال بیان فرمایا۔ جن میں سے ایک مسلم
کا پیشوا تھا، اور اعلائے کلمۃ الحق میں سعی کوشاں تھا۔ اور دوسرا کفار کا پیشوا تھا اور ترویجِ کفر میں سعی و کوشاں تھا۔ گروہِ ا
کی بابت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ دینِ اسلام پر ثابت قدم رکھے گا۔ اور آخرت میں ان کے درجات عالی ک
اور دوسرے گروہ کی جس نے اللہ تعالیٰ کی نعمت یعنی دینِ حق کو کفر و ضلالت سے تبدیل کر رکھا تھا، مذمت کی اور آخرت
اُن کا بُرا ٹھکانا قرار دیا۔

احقر عرض کرتا ہے یہ جملہ مجمل واقع ہوا تھا۔ مگر جب مہاجرین بوجہ ثابت و راسخ القدم ہونے کے سرِ دفتر اہل نجا
ثابت ہوئے۔ اور دینِ اسلام نے اُن کی وجہ سے رواج پایا۔ اور جہلائے قریش ان کے بالمقابل ذلیل و خوار اور گرفتار
و بلا ہوئے یہ اس مجمل کی تفصیل ہے۔ جس سے اہلِ فضل کی فضیلت کالشمس علی رابعۃ النہار واضح و ہویدا ہو گئی، جو ہمارا مقص
اب رہا یہ امر کہ صحیح حدیث میں وارد ہوا ہے کہ تثبیت سے مراد توفیق الٰہی ہے۔ جو بندے کو قبر میں عطا کی جاتی
اور اس وقت جب کہ منکر و نکیر آکر سوال کرتے ہیں اور بتوفیق الٰہی بندہ راست جواب دیتا ہے۔ سو یہ ہمارے مذکورہ بالا

* امنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ ویضل اللہ الظالمین ویفعل اللہ ما یشاء ○ الم تر الی الذین بدلوا

ے مخالف نہیں۔ کیونکہ تثبیت کے تحت میں دنیا و آخرت دونوں داخل ہیں۔
زیادہ سے زیادہ یہ کہ تثبیت فی القبر تثبیت کا اعلیٰ و اکمل درجہ ہو۔ اور اس کے اقسام میں سے قسم اہم ہو جیسا کہ آیت
کریمہ "واعدوالہم ما استطعتم من قوۃ" میں گھوڑے دوڑانا اور تیر اندازی وغیرہ سب قوت میں داخل ہیں لیکن
یت تثبیت میں نوعِ اہم کو بالخصوص ذکر کیا گیا ہے۔
عدی بن حاتم سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے حسب و نسب کو
یکھا تو اُن میں عرب کو بلحاظ حسب و نسب بہتر پایا۔ پھر عربوں میں بلحاظ حسب و نسب قریش کو افضل پایا۔ سو قریش
شجرۂ مبارکہ ہے۔ جسکی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ومثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ" الآیۃ۔ اس سے قریش مراد
ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام سے اُن کی عزت فرمائی ہے۔ اور انہیں اس کا اہل کیا۔
حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عمرؓ اُس وقت تمہارا کیا حال
ہوگا جبکہ تم زمین میں دفن کیے جاؤ گے اور منکر نکیر تمہارے پاس آئیں گے، یہ دونوں فرشتے ہوں گے۔ ان کے بال لٹکے
ہوں گے۔ اور اُن کی آواز رعد کی طرح گرجتی ہوگی۔ اور اُن کی آنکھیں بجلی کی طرح چمکتی ہوں گی۔ اپنے دانتوں سے زمین کھودتے
ہوئے آئیں گے۔ اور تمہیں اٹھا کر بٹھا دیں گے۔ عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ کیا اس روز میری عقل برقرار رہے گی؟
فرمایا ہاں۔ عرض کیا کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ان کے لیے کافی ہوں گا۔ ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔
حضرت عثمان غنیؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ ایک جنازہ کے پاس سے گذرے جو قبر کے قریب رکھا ہوا تھا۔ اور
عنقریب ہی دفن کیے جانے کو تھا۔ حضورؐ نے فرمایا، اپنے بھائی کے لیے مغفرت طلب کرو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اسے ثابت
قدم رکھے۔ کیونکہ عنقریب ہی اس سے سوال کیا جائے گا۔
حضرت عمرؓ سے اس آیت "الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ" الآیۃ، کی تفسیر دریافت کی گئی آپ نے بیان فرمایا کہ
قریش میں دو قبیلے ہیں، وہ اس کے مصداق ہیں۔ بنو امیہ اور بنو مغیرہ۔ بنو مغیرہ کے لیے تو تم بدر میں کافی ہو چکے بنو امیہ سے
ابھی تم ذرا صبر کرو۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ امیر المومنینؓ قریش میں سے جن
لوگوں نے نعمت الٰہی کا کفرانِ نعمت کیا اور جن کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ" الآیۃ
کہ انہوں نے نعمتِ الٰہی کو کفر سے تبدیل کیا، وہ قریش کے دو قبیلے ہیں۔ ایک وہ جو میرے ماموں ہوتے ہیں۔ اور دوسرا
وہ جو آپ کے چچا ہوتے ہیں۔ اول الذکر کا اللہ تعالیٰ نے بدر میں استیصال کیا۔ رہا آخر الذکر، اسے اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہے۔
روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے دعا کی کہ اے پروردگار تو میرے ظلم و کفر ہر دو کو بخش دینا۔ کسی نے عرض کیا، امیر المومنینؓ
کیسا ظلم اور کیسا کفر؟ آپ نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے "ان الانسان لظلوم کفار"۔ انسان بڑا ہی ظالم و کافر واقع ہوا ہے۔

آیت چہل و دوم۔ "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون"۔ ہم نے اتارا قرآن اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں
احقر عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ قرآن مجید کو تحریف و تبدیل اور نسیان سے محفوظ رکھے گا۔
اور اس کی صورت یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی نگہبانی اور حفاظت کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ خارج میں جو پہلا سبب
قرآن کی حفاظت و نگہبانی کا پایا گیا وہ مشائخ ثلاثہ کی سعی و کوشش تھی، جو انہوں نے قرآن مجید کی حفاظت کے متعلق
کی۔ مشائخ ثلاثہ اپنے ایام خلافت میں اس طرف متوجہ ہوئے کہ قرآن مجید جمع کر دیا جائے حتیٰ کہ ان کی سعی و کوشش

سے قرآن مجید جمع کیا گیا۔ اور تمام اسلامی دنیا میں اس کے نسخے شائع کیے گئے۔ اور سب نے بالاتفاق اس کو قبول کر لیا ا
بنقلِ متواتر اب تک وہی مصحف تمام اسلامی دنیا میں شائع ہے۔ جسے ہم روز مرہ تلاوت کرتے ہیں۔ پس معلوم ہ
کہ یہ وعدۂ حفاظتِ قرآن مشائخ ثلاثہ کے وقت میں پورا ہوا۔ اور یہ انکی خلافتِ خاصہ کا ایک لازمہ تھا۔ ہو المقصود

حسن بصریؒ علی ابن حسینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اس آیت "ونزعنا مافی صدورھم من غل" الآیۃ۔ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔ بعد ازاں حسن نے اس روایت کی تصدیق ابوجعفر سے کرائی۔ انہوں نے کہا کہ بے شک یہ آیت انہیں کے شان میں نازل ہوئی ہے۔ حسن نے سوال کیا کہ غل سے کس قسم کا کینہ مراد ہے؟ انہوں نے کہا کہ غل سے وہ کینہ مراد جو بزمانۂ جہالت بنو تمیم، بنو عدی، اور بنو ہاشم کے درمیان تھا۔ پھر جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو وہ رنج و کینہ ان کے دلوں سے دور ہو گیا۔ اور باہم محبت و مودت قائم ہو گئی۔ چنانچہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ کی کمر میں درد ہوا تو حضرت علیؓ آپ کی کمر سینک رہے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

بطرقِ متعددہ حضرت علیؓ سے روایت کیا گیا ہے آپ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت عثمانؓ، زبیرؓ اور طلحہؓ بھی ان لوگوں میں سے ہیں، جنکی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "ونزعنا مافی صدورھم" الآیۃ۔

حضرت عمر فاروقؓ سے اس آیت "ولقد اٰتینٰک سبعا من المثانی والقرآن العظیم" کی تفسیر میں روایت کیا گیا ہے کہ سبع مثانی سے سبعِ طوال مراد ہیں یعنی بڑی سورتیں۔ ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، مجاہدؒ اور سفیانؒ سے بھی اسی طرح روایت کیا گیا ہے۔

ضحاک نے سبع مثانی کی توجیہ بیان کی ہے کہ سبعِ طوال کو سبعِ مثانی اس لیے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں بعض کو کئی کئی دفعہ بعنوانِ مختلفہ بیان کیا ہے۔

آیت چہل و سوم:۔ الھکم الٰہ واحد فالذین لا یؤمنون بالآخرۃ قلوبھم منکرۃ وھم مستکبرون ○ واذا قیل لھم ماذا انزل ربکم قالوا اساطیر الاولین لیحملوا اوزارھم کاملۃ یوم القیامۃ ومن اوزار الذین یضلونھم بغیر علم الا ساء ما یزرون ○ قد مکر الذین من قبلھم فاتی اللہ بنیانھم من القواعد فخر علیھم السقف من فوقھم واتٰھم العذاب من حیث لا یشعرون ○ ثم یوم القیامۃ یخزیھم ویقول این شرکاءی الذین کنتم تشاقون فیھم قال الذین اوتوا العلم ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین ○ الذین تتوفھم الملئکۃ ظالمی انفسھم فالقوا السلم ما کنا نعمل من سوء ط بلی ان اللہ علیم بما کنتم تعملون ○ فادخلوا ابواب جھنم خالدین فیھا فلبئس مثوی المتکبرین ○ وقیل للذین اتقوا ماذا انزل ربکم قالوا خیرا ط للذین احسنوا فی ھذہ الدنیا حسنۃ ط والدار الآخرۃ ولنعم دار المتقین ○ جنٰت عدن یدخلونھا تجری من تحتھا الانھار لھم فیھا ما یشاءون ط کذلک یجزی اللہ المتقین ○ الذین تتوفھم الملئکۃ طیبین یقولون سلام علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم تعملون ○

ترجمہ:۔ تمہارا معبود ایک معبود ہے۔ پس جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، اُن لوگوں کے دلوں پر وحشت ہے اور وہ تکبر کرتے ہیں۔ اللہ کو خبر ہے جو کچھ یہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں بے شک اللہ تکبر کرنے والوں کو دوست

میں رکھتا۔ جب اُن سے کہا جاتا ہے تمہارے پروردگار نے کیا اُتارا تو کہتے ہیں کہ اگلوں کے قصّے ہیں تاکہ یہ اپنے
سر پر اپنے تمام بوجھ اُٹھائیں۔ اور ان لوگوں کے بھی جنہیں یہ اپنی جہالت سے گمراہ کرتے رہتے ہیں، آگاہ رہو۔ یہ جو
بوجھ اُٹھاتے ہیں بُرے بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ اُن سے پہلے بھی جن لوگوں نے مکر کیا تو اللہ تعالٰی نے اُن کے گھروں کو
جڑ سے اٹھالیا۔ اور اُن کی چھتیں اُن کے اُوپر گر گئیں۔ اسی طرح ان پر عذاب آیا جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا
پھر قیامت کے دن اللہ تعالٰی اُنہیں ذلیل کرے گا۔ اور کہاں ہیں میرے شریک جن کے لیے تم جھگڑتے تھے۔ جن لوگوں
کو علم دیا گیا وہ کہیں گے۔ آج کے دن کی ذلت و رسوائی کافروں کے لیے ہے جن کی جانیں فرشتوں نے اس حالت
میں قبض کی تھیں کہ یہ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے۔ یہ لوگ صلح چاہتے ہوئے کہیں گے کہ ہم کوئی برائی نہ کرتے تھے۔ تو جواب
ملے گا کیوں نہیں؟ اللہ تعالٰی تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔ اب دوزخ میں جاؤ اور ہمیشہ اسی میں رہو گے۔ اور یہ برا ٹھکانا
متکبروں کے لیے ہے۔ اور جو لوگ پرہیزگار ہیں، جب اُن سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا اتارا؟ تو کہتے ہیں
خیر۔ تو جن لوگوں نے نیکی کی تو ان کے لیے اس دنیا میں نیکی ہے۔ بے شک دارالآخرت بہتر ہے اور وہ متقین کے لیے
بہتر گھر ہے۔ وہ موتیوں کے محل ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے۔ اور جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اور جن میں تمہاری
خواہشات کی تمام چیزیں ہوں گی۔ اللہ تعالٰی متقین کو ایسا ہی اجر عطا کرتا ہے یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کی جانیں فرشتے خوشی
کی حالت میں قبض کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ تم پر اللہ کا سلام ہو جنت میں اپنے اعمال کے باعث داخل ہو جاؤ

ان آیات میں بھی اللہ تعالٰی نے کفر و ایمان کے مراتب بیان فرمائے، ایک فریق کی نسبت فرمایا کہ وہ قرآن کو اگلے لوگوں
کے قصے کہتے ہیں۔ ان لوگوں کے حال کو اللہ تعالٰی نے انبیاءِ سابقین علیہم السلام کی قوموں کے حال سے تشبیہ دی اور
فرمایا کہ اللہ نے دنیا میں بھی اُن پر عذاب نازل کیا اور آخرت میں بھی اُنہیں ذلیل کرے گا۔ اور فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کی
روحیں ظلم و کفر کی حالت میں فرشتے قبض کرتے ہیں۔ دوسرے فریق کی نسبت فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جن سے جب
یہ کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالٰی نے کیا اُتارا؟ تو وہ کہتے ہیں کہ خیر و بھلائی۔ ان لوگوں کے لیے دنیا میں بھی نیکی ہے (اس سے مراد
نصرت، فتح، غلبہ، خلافت اور امارت ہے) اور آخرت میں بھی اُن کے لیے اجر و ثواب اور محلات و قصور ہیں۔ اور یہ وہ
لوگ ہیں کہ جن کی روحیں فرشتے خوش خوش قبض کرتے ہیں۔

معلوم ہونا چاہیے کہ سورت نحل مکی ہے جس کی یہ آیات ہیں۔ اور یہ مہاجرین اولین کی شان میں نازل ہوئی
ہے جو کفار سے مجادلہ اور مقابلہ کرتے رہے۔ پس ان کے اقوال کو حکایۃً اور کنایۃً بیان کیا۔ اور یہی لوگ کفار کے
مقابلہ میں مشہور و معروف تھے۔ وھو المقصود۔

آیت چہل و چہارم۔ والذین ھاجروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبوئنھم فی الدنیا حسنۃ ولاجر
الآخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون ○ الذین صبروا وعلیٰ ربھم یتوکلون ○ ترجمہ: "اور جن لوگوں نے ظلم کے
باعث اللہ تعالٰی کی راہ میں ہجرت کی بے شک ہم اُن کو بھلائی عطا کریں گے۔ دنیا میں بھی اور آخرت کا اجر و ثواب اس
سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اور اگر وہ سمجھیں تو یہ وہ لوگ ہیں جو صبر کرتے ہیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔"

یہ آیت وعدۂ مہاجرین اولین کے لیے نصِ صریح ہے اس آیت میں اللہ تعالٰی نے مہاجرین کے لیے وعدہ فرمایا
کہ وہ انہیں دنیا میں نیکی اور بھلائی عطا فرمائے گا۔ اور اس سے بھی فتح و نصرت، خلافت، امارت اور اخذ غنائم وغیرہ

مراد ہے۔ بعد ازاں جب ہم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھلائی عطا فرمائی۔ تو اب یہ بھی ہم یقیناً جانتے ہیں کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ علاوہ ازیں بکثرت احادیث میں حضور اکرم صلعم نے ان کے اسماء گرامی بیان فرمائے۔ اور آپؐ صادقؐ و مصدوقؐ ہیں اور آپؐ ہی سب سے بہتر کلام الٰہی کے مبین و مفسر ہیں۔ آپؐ سے بہتر کلام الٰہی کی تفسیر اور کون کر سکتا ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص تواضع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے مرتبۂ عالی عطا کرتا ہے تواضع انسان کو حقیر معلوم ہوتی ہے۔ مگر دوسروں کی نظر میں وقیع و عظیم ہے۔ جو تکبر کرتا ہے اللہ اسے ذلیل کرتا ہے تکبر انسان کو وقیع معلوم ہوتا ہے مگر دوسروں کی نظر میں حقیر کرتا ہے حتیٰ کہ لوگ متکبر کو کتے اور سؤر سے بدتر جانتے ہیں۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ جب کسی مہاجر کو اس کا حق دیتے تو فرماتے اللہ تمہیں اس میں برکت دے، یہ تمہارا وہ حق ہے کہ جس کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا ہے اور آخرت میں اس نے جو کچھ تمہارے لیے رکھا ہے وہ اس سے بھی بہتر ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت کرتے "لنبوئنہم فی الدنیا حسنۃ ولاجر الاخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون"۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا زوال کے بعد ظہر سے پہلے چار رکعت پڑھنا تہجد کی چار رکعت پڑھنے کے برابر ہے۔ اور پھر فرمایا، کوئی شئے نہیں جو اس وقت تسبیح نہ کرتی ہو۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔ اولم یروا الیٰ ما خلق اللہ من شیئ یتفیئو۔ الاٰیۃ

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ یہ آیت "وضرب اللہ مثلا رجلین احدھما ابکم۔ الاٰیۃ حضرت عثمانؓ اور اُن کے غلام اسید بن عیص کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت عثمانؓ اپنے اس غلام کی ہر طرح خبر گیری رکھتے اور اس کی تمام حوائج کو پوری کرتے تاہم یہ اسلام سے نفرت رکھتا تھا جب حضرت عثمانؓ صدقہ و خیرات اور دیگر نیک کام کرتے تو یہ مانع آتا تھا۔ لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی۔

سالم بن عمر سے روایت ہے کہ حضرت حفصہؓ مکہ معظمہ سے مدینہ طیبہ روانہ ہوئیں تو یہ اس وقت آپ کے ساتھ تھے جب راہ میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر ملی کہا چلو مکہ واپس چلو۔ کیونکہ وہ امن کی جگہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ۔ فرمایا ہے۔

ابوالبصیر کہتے ہیں جب سے میں نے سورۃ نحل میں یہ آیت پڑھی ہے:۔ ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب الاٰیۃ تب سے فتویٰ دینے سے نہایت خائف ہوں۔ ابن مسعود سے روایت ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں امور کا حکم دیا ہے اور فلاں فلاں امور سے منع کیا ہے۔ فلاں فلاں امور حرام کیے ہیں اور فلاں فلاں حلال۔ مگر اللہ تعالیٰ کہتا ہے "کذبت" تو جھوٹا ہے۔

آیت چہل و پنجم:۔ قل لعبادی یقولوا التی ھی احسن، ان الشیطان ینزغ بینہم ان الشیطان کان للانسان عدوا مبینا ہ ربکم اعلم بکم ان یشأ یرحمکم او ان یشأ یعذبکم وما ارسلنٰک علیہم وکیلا ہ

ترجمہ:۔ اے پیغمبرؐ، میرے بندوں سے فرما دیجیے کہ اچھی اور صلح کی بات کہا کریں گے۔ ورنہ شیطان ان میں فساد ڈلوا دے گا۔ کیونکہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔ اور اللہ ہی تمہارا پروردہ رہے۔ تمہارا حال خوب جانتا ہے۔ اگر وہ چاہے گا تم پر رحم کرے گا اور اگر چاہے گا تو تم کو عذاب دے گا۔ اے پیغمبرؐ ہم نے تم کو ان پر وکیل نہیں بنایا۔

شروع شروع میں مسلمان کافروں کو لعن طعن کیا کرتے تھے جس سے فتنہ وفساد بڑھتا تھا اور عداوت کی جڑ مضبوط ہوتی تھی۔ اور اسلام کی ترقی میں اس سے رکاوٹ ہوتی تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ چونکہ سورۃ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی لہٰذا بلحاظِ وقت نزولِ خصوصیت کے ساتھ عباد سے مراد مہاجرین اولین ہیں۔ جو کفارِ قریش سے مخاصمہ ومجادلہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عباد کو یائے متکلم کی طرف مضاف کرکے عبادی فرمایا۔ یعنی میرے بندے۔ اس میں لطف ورحمت خاص ہے۔ مہاجرین اولین جس کے مورد بنائے گئے۔ وھو المقصود۔

ابویعلیٰ اور ابن عساکر نے ام ہانی سے روایت کیا ہے کہ صبح کی نماز کے وقت حضورؐ اُن کے پاس آئے اور فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ میں مسجد الحرام میں سویا تھا۔ میرے پاس جبریلؑ آئے اور مجھے مسجد کے دروازے تک لے گئے۔ میں نے دیکھا دروازہ پر ایک سواری کھڑی ہے جو گدھے سے اونچی اور خچر سے نیچی ہے۔ اُس کے کان جلد جلد حرکت کرتے ہیں۔ میں اس پر سوار ہو گیا۔ یہ اپنا قدم اس قدر بڑھاتا تھا کہ جہاں تک اس کی نظر جاتی تھی۔ جب یہ نیچے اترتا تو اس کے اگلے پاؤں بڑھ جاتے اور پچھلے گھٹ جاتے۔ اور جب یہ اوپر چڑھتا تو پچھلے پاؤں بڑھ جاتے اور اگلے گھٹ جاتے۔ جبریلؑ میرے ساتھ تھے اور مجھ سے جدا نہ ہوتے۔ یہاں تک کہ ہم بیت المقدس پہنچے تو میں اسی دروازہ سے اندر داخل ہوا جس سے انبیاءِ کرام جاتے تھے۔ وہاں ایک جماعت انبیاءِ کرام کی میری ملاقات کے لیے موجود تھی جن میں حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، اور حضرت عیسیٰؑ بھی تھے۔ میں نے اُن کے ساتھ نماز پڑھی اور اُن سے ہم کلام ہوا۔ بعدازاں میرے پاس دو پیالے لائے گئے، ایک سرخ اور ایک سفید۔ میں نے سفید پیالہ پی لیا۔ جبریلؑ کہنے لگے آپؐ نے دودھ کا پیالہ پی لیا اور شراب کا پیالہ چھوڑ دیا۔ اور اگر آپؐ شراب کا پیالہ پی لیتے تو آپؐ کی امت مرتد ہو جاتی۔ پھر میں اسی جانور پر سوار ہوا اور مسجد الحرام واپس آیا۔ اور صبح کی نماز پڑھی۔ ام ہانی فرماتی ہیں، میں نے آپؐ کی چادر مبارک پکڑ لی اور عرض کیا اگر آپؐ قریش سے بیان کریں گے تو جو لوگ آپؐ پر ایمان لا چکے، وہ بھی آپؐ کی تکذیب کریں گے۔ آپؐ نے ہاتھ مار کر چادر میرے ہاتھ سے چھڑا لی جس سے آپؐ کا شکم برہنہ ہو گیا۔ میں نے آپؐ کے پیٹ کی شکنوں کو دیکھا گویا وہ لپٹے ہوئے کاغذ تھے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپؐ کے دلؑ کے پاس سے نور چمک رہا تھا۔ جس سے میری آنکھیں چوندھی ہوئی جاتی تھیں۔ میں یہ نور دیکھ کر بارگاہِ الٰہی میں سربسجدہ ہو گئی۔ جب میں نے سر اٹھایا تو آپؐ باہر جا چکے تھے۔ میں نے اپنی کنیز سے کہا۔ "جاکر سنو آپؐ لوگوں سے کیا کہتے ہیں؟" جب وہ واپس آئی تو بتایا کہ آپؐ قریش کے پاس گئے جن میں مطعم بن عدی، عمرو بن ہشام اور ولید بن المغیرہ بھی تھے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے آج شب کو نمازِ عشا مسجد حرام میں پڑھی اور صبح کی نماز بھی یہیں آکر پڑھی۔ اور ما بین اس کے مجھے بیت المقدس پہنچایا گیا۔ انبیاءِ کرام کی ایک جماعت میرے لیے موجود تھی۔ میں نے ان کے ساتھ نماز پڑھی اور اُن سے ہمکلام ہوا۔ ان میں ابراہیمؑ، موسیٰؑ اور عیسیٰؑ بھی تھے۔ عمرو بن ھشام استہزاءً کہنے لگا اچھا آپؐ ان کا حلیہ تو بیان فرمائیے۔ حضورؐ نے فرمایا، عیسیٰ بہت اونچے نہ تھے بلکہ میانہ قد کے تھے۔ سینہ چوڑا، رنگ سُرخ، بال گھنگریالے اور لمبے لمبے تھے۔ گویا وہ بالکل عروۃ بن مسعود ثقفیؓ کی ہم شکل وشباہت کے تھے۔ موسیٰؑ موٹے تلنبے اور طویل القامت تھے۔ سر پر بال کثیر تھے۔ آنکھیں اندر گھسی ہوئی تھیں۔ دندان ملے ہوئے تھے۔ ابراہیمؑ تو گویا ہو بہو میری ہی شکل وشباہت کے تھے۔ یہ لوگ بہت گھبرائے اور تعجب سخت کیا۔ مطعم نے کہا، اگر یہ واقعہ کئی دن میں پورا ہوتا تو پھر بھی قابلِ تسلیم ہو سکتا تھا لیکن ایک دن میں تو یہ

کسی صورت بھی ممکن نہیں۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ کاذب ہیں" نعوذ باللہ" کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم مہینوں
اونٹوں کو تھکائیں، ایک مہینہ میں ہم وہاں تک پہنچتے ہیں، اور ایک مہینہ میں ہماری واپسی ہوتی ہے اور آپؐ ا
میں گئے اور واپس بھی آگئے۔ لات وعزیٰ کی قسم ہم تو اس کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ حضرت ابوبکرؓ بولے م
تم تکذیب کرتے ہو۔ مگر میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ صادق ہیں۔ پھر یہ لوگ بولے اے مُحمّدؐ
آپؐ بیت المقدس کی کیفیت تو بیان کیجیے؟ حضور رحمتِ دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شک
گیا ہوں۔ (اسی وقت حضرت جبرائیلؑ آئے جو آپؐ کو اس کا نقشہ بتاتے جاتے تھے آپؐ نے قریش
نقشہ بیان کر دیا۔ آپؐ نے اس کے دروازے بتائے کہ فلاں جانب اتنے دروازے ہیں اور فلاں ج
ابوبکرؓ آپؐ کی تصدیق کرتے جاتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا، ابوبکر اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام صدیقؓ رکھا ہے۔ بعد ازاں
پوچھا کہ آپؐ ہمیں ہمارے قافلوں کی خبر دیجیے۔ آپؐ نے فرمایا بمقام روحا ایک قافلہ تھا جس کی ایک اونٹنی
گم گئی تھی اور قافلے والے اُسے تلاش کر رہے تھے۔ میں جب اونٹوں کے قریب گیا تو وہاں پانی کا ایک
رکھا تھا۔ جو میں نے پی لیا۔ اس کے بعد میں فلاں قافلے کے قریب پہنچا تو مجھے دیکھ کر ان کے اونٹ بھڑک
اُٹھے۔ مگر ایک سرخ اونٹ بیٹھ گیا۔ اس پر ایک سفید اور نفیس جھول پڑی ہوئی تھی۔ اس کے بعد میں
کے پاس پہنچا۔ یہ قافلہ مجھے تنعیم میں ملا تھا۔ اور سب سے آگے ایک گندم گوں اونٹ تھا۔ ولید بن مغیرہ بولا یہ
جادوگر معلوم ہوتا ہے۔ پھر یہ لوگ اپنے اپنے قافلوں پر گئے جو کچھ حضورؐ نے فرمایا تھا اسے راست پایا او
کہ ولید سچ کہتا ہے یقیناً یہ تو کوئی جادوگر ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "وما جع
التی ارینٰک الا فتنۃ للناس"۔ ایک روایت میں اس طرح ہے کہ حضور صلعم نے حضرت جبرائیلؑ سے فرما
اس کی تصدیق نہ کرے گی۔ جبریلؑ بولے کہ ابوبکرؓ اس کی تصدیق کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ کو معراج ہوئی تو آپؐ نے مالک، داروغۂ دوزخ کو بھی د
چہرہ ترش رو تھا۔ اور اس کی صورت و شباہت سے غیظ و غضب ٹپک رہا تھا۔

ابن آدم سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ جابیہ تشریف لے گیے۔ تو فتح بیت المقدس کا ذ
بعد ازاں آپؓ نے کعبِ احبار سے سوال کیا کہ میں نماز کس جگہ پڑھوں؟ انہوں نے کہا کہ اس چٹان
صخرہ ہے۔ حضرت عمرؓ بولے نہیں۔ بلکہ جہاں حضورؐ نے نماز پڑھی تھی میں وہیں نماز پڑھوں گا۔ پھر آ
ہو گئے اور جہاں حضورؐ نے نماز پڑھی تھی، وہیں آپ نے نماز پڑھی۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا، میں نے شبِ معراج میں عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ "لا الٰ
مُحمّدٌ رسول اللہ۔ ابوبکر الصدیق، عثمان ذی النورین"۔

حضرت ابوالدرداء سے روایت ہے کہ عرش کے ایک سبز جوہر پر نورانی خط میں لکھا ہوا تھا۔
ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ جب معراج سے واپس آئے تو اور لوگوں
نے بیان کیا، تو بعض مسلمان جو آپؐ پر ایمان لا چکے تھے، وہ مرتد ہو گئے۔ اور حضرت صدیقؓ کے پاس دوڑ
بیان کیا کہ تمہارا پیغمبرؐ کہتا ہے کہ آج رات بھر میں وہ بیت المقدس پہنچ گیا۔ حضرت صدیقؓ نے کہا

بیان کیا ہے تو سچ بیان کیا۔ یہ لوگ بولے کیا آپ اس کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ محمدؐ رات بھر میں بیت المقدس
گئے اور واپس آ گئے؟ ابوبکرؓ نے کہا بے شک اگر آپؐ رات بھر میں اس سے بھی زیادہ دور جانا بیان کرتے
تب بھی میں تصدیق کرتا۔ کیونکہ میں تو آپؐ کی آسمانی خبروں کی بھی تصدیق کرتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اسی
باعث آپؓ کا لقب صدیق ہوا۔ اس روایت کو حاکم نے روایت کیا ہے۔

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عباسؓ کا مسجد نبویؐ کے قریب ایک مکان تھا۔ حضرت عمرؓ چونکہ
مسجد میں توسیع کرنا چاہتے تھے اس لیے حضرت عباسؓ سے کہا، آپ یہ مکان مجھے فروخت کر دیں۔ حضرت
عباسؓ نے انکار کیا۔ حضرت عمرؓ بولے تو پھر آپ یہ مکان مجھے ہبہ کر دو۔ حضرت عباسؓ نے اس سے بھی انکار کیا
حضرت عمرؓ بولے، تو اچھا آپ اسے مسجد میں شامل کر دیجیے۔ تو حضرت عباسؓ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت
عمرؓ نے فرمایا کہ آپ کو ان تینوں باتوں میں سے ایک نہ ایک بات ضرور ماننی پڑے گی۔ حضرت عباسؓ نے تینوں
باتیں ماننے سے انکار کر دیا۔ جس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اچھا میرے اور تمہارے درمیان کوئی اور شخص فیصلہ کریگا
جسے آپ خود تجویز کر لیں۔ حضرت عباسؓ نے ابی بن کعب کو حکم تجویز کیا، دونوں نے جاکر اپنا مخاصمہ ابی بن کعب سے
بیان کیا۔ ابی بن کعب نے کہا کہ میں فیصلہ کرتا ہوں کہ آپ بغیر عباسؓ کو راضی کیے ان کا گھر خالی نہیں کرا سکتے۔ حضرت
عمرؓ نے سوال کیا کیا یہ آپؓ کا فیصلہ کتاب اللہ سے ہے یا سنتِ رسولؐ سے؟ حضرت ابی بن کعب نے جواباً کہا کہ سنتِ
رسولؐ سے، اور وہ یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے بیت المقدس بنانا شروع کیا
تو ایک دیوار آپ بنواتے تو شب کو وہ گر جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے سلیمان کسی کی حق تلفی کر کے بیت
المقدس نہ بناؤ۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بات سے رجوع کر لیا، جس پر عباسؓ نے خود یہ مکان مسجد نبویؐ میں شریک
کر دیا۔ ابن المسیب نے ابن عباس اور سالم ابی النضر سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

کعب احبار سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ کو وحی کی بیت المقدس بنائیں۔ حضرت داؤدؑ
نے بنانا شروع کیا لیکن ایک مکان کے باعث لوگوں نے مزاحمت کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤدؑ میں نے تم کو
حکم دیا کہ بیت المقدس تعمیر کرو۔ لیکن جب لوگ مزاحمت کرتے ہیں تو ابھی رہنے دو۔ حضرت داؤدؑ نے عرض کیا کہ
اے پروردگار! میرے بعد بھی بنایا جائے گا یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے بعد بنایا جائے گا۔ تو جب حضرت
سلیمانؑ متولی ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی جانب وحی کی کہ بیت المقدس بنانا شروع کریں۔ حضرت سلیمانؑ جب بیت
المقدس تعمیر کر چکے تو اس میں داخل ہوئے اور سجدۂ شکر ادا کیا اور عرض کیا اے پروردگار جو خوف زدہ شخص
اس میں داخل ہو تو اسے امن عطا فرما۔ جو اس میں دعا کرے اس کی دعا قبول فرما۔ جو اس میں مغفرت طلب کرے اسکی
مغفرت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ ہم نے آل داؤدؑ کو مقبولیتِ دعا کے ساتھ ممتاز کیا۔ چار ہزار گائیں اور سات ہزار
بکریاں ذبح کیں اور کھانا پکوا کر تمام بنی اسرائیل کو کھلایا۔

رافع بن عمیر کی روایت میں ہے کہ حضرت داؤدؑ نے بیت المقدس کی تعمیر شروع کی جب اُس کا احاطہ بنوا چکے
تو تین دفعہ منہدم ہوا۔ حضرت داؤدؑ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا، حکم الٰہی ہوا کہ تم بیت المقدس نہ بنواؤ۔ داؤدؑ نے عرض
کیا کہ اے پروردگار کیوں؟ فرمایا کہ تمہارے ہاتھ سے خونریزی ہوئی ہے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار تیری ہی محبت

اور تیرے ہی کلام میں۔ فرمایا یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن وہ بھی میرے بندے ہیں اور میں اُن پر رحم کرتا ہوں
حضرت داؤد علیہ السلام پر یہ بات بہت شاق گذری۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ داؤد غمگین نہ ہو ہم تمہارے بیٹے کے ہاتھوں
بیت المقدس بنوائیں گے چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اُسے بنوایا۔ اور جب بن چکا تو سلیمانؑ نے خدا
راہ میں قربانیاں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اے سلیمان ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم ہمارا گھر بناکر خوش ہو رہے ہو۔ سو مانگو
مانگتے ہو، ہم عطا کریں گے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار تین امور کا سوال ہے۔ اول حکم، جو تیرے حکم سے مطابق ہو
دوئم وہ ملک و سلطنت جو میرے بعد کسی کو حاصل نہ ہو۔ سوم جو شخص اس میں داخل ہو اور نماز پڑھے اس کے
تمام گناہ بخش دیئے جائیں۔ اور گناہ سے وہ اس طرح پاک ہو جائے جیسے بچہ ماں کے شکم سے پاک نکلتا۔
حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ پہلی دو باتیں تو قبول ہو گئیں۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ تیسری بھی مجھے عطا کی جائے گی
روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ نیا کپڑا پہنا اور یہ دعا پڑھی "الحمد للہ الذی کسانی ما اوار
بہ عورتی واتجمل بہ فی حیاتی"۔ شکر ہے اس اللہ کا جس نے مجھے کپڑا پہنایا جس سے میں اپنا جسم چھپا سک
ہوں اور جس سے میں زیبائش کر سکتا ہوں۔ پھر یہ دعا پڑھ کر آپ نے بیان فرمایا کہ میں نے حضور اکرمؐ سے سنا کہ جو
شخص نیا کپڑا پہنے اور یہ دعا پڑھے اور پرانے کپڑے کو خیرات کرے تو وہ حیات و ممات دونوں میں اللہ تعالیٰ کی نگہ
میں رہے گا۔ یہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ ترمذی اس کے راوی ہیں۔

عطا ابن السائب سے روایت ہے کہ انہیں کئی مشائخ نے خبر دی کہ شام کا ایک قاضی حضرت عمرؓ کی خدمت
میں آیا اور کہا امیر المؤمنین میں نے ایک ہولناک خواب دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا کہ شمس و قمر اور ستارے
آدھے آدھے تقسیم ہو کر باہم لڑ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم کس کے ساتھ تھے؟ کہا میں قمر کے ساتھ
حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی:۔ "وجعلنا اللیل والنہار آیتین فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصر
اور فرمایا آپ تشریف لے جائیے۔ آپ میرا کوئی کام نہیں کر سکتے۔ عطا بن سائب کہتے ہیں پھر بعد کو یہ حضرت معاو
کے ساتھ جنگ صفین میں قتل ہوئے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو میں نے حضرت علیؓ سے کہا کہ آپ کنارہ کش ہو
جائیں اور گوشہ نشین ہونے کے بعد لوگ آپ کو طلب کریں تو بہتر ہے۔ مگر انہوں نے میری رائے نہ مانی
میں نے کہا قسم خدا کی معاویہ تم پر امیر ہوں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "ومن قتل مظلوما فقد جعلنا
بعد سلطانا فلا یسرف فی القتل انہ کان منصورا"۔

حضرت عمرؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا جانوروں کے منہ بند نہ کیا کرو۔ کیونکہ ہر شئے تسبیح و تحمید کرتی
میمون بن مہران سے روایت ہے کہ جب سورۃ لہب نازل ہوئی تو ابولہب کی بیوی حضورؐ کے پاس آئی۔ ابوبکر
نے اُسے دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ یہ ایک بدزبان عورت ہے اگر آپ اس سے علیحدہ ہو جاتے تو بہتر تھا۔ آپ
نے فرمایا کہ میرے اور اس کے درمیان فرشتہ حائل رہے گا۔ اور وہ مجھے دیکھ نہ سکے گی۔ الغرض یہ آئی اور ابوبکر
سے کہنے لگی۔ تمہارے پیغمبرؐ نے میری ہجو کی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کوئی شاعر نہیں ہیں اور نہ شعر کہتے ہیں۔ جب یہ واپس
چلی گئی تو ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے آپ کو دیکھا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے اور اس کے درمیان

فرشتہ حائل تھا۔ اسماء بنت ابوبکرؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میں نے مروان بن حکم اور حکم بن ابی العاص کو منبر پر بندروں کی طرح کودتے دیکھا تو یہ آیت نازل ہوئی "وماجعلنا الرؤیا التی اریناک الافتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ" الملعونہ حکم اور اس کا بیٹا مروان ہے۔ اسی کے قریب قریب سہل بن سعد، یعلیٰ بن مرہ، حسین بن علی اور سعید بن مسیب سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ نے دیکھا کہ حدود و احکام شریعت بدوں قوت سلطنت محفوظ نہیں رہ سکتے۔ لہذا آپؐ نے اللہ تعالےٰ سے اس کی دعا کی۔ حکومت و امارت اعزاز الٰہی ہے، جو اس نے بندوں کو عطا کیا ہے۔ اور اگر حکومت و امارت نہ ہوتی تو بعض لوگ بعض کو تباہ کر دیتے اور قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا۔

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ پست آواز سے اور حضرت عمرؓ بلند آواز سے پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپؓ نے فرمایا میں اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہوں اور جو کچھ چاہتا ہوں وہ خود جانتا ہے۔ لہذا چلانے کی ضرورت نہیں۔ حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا تو آپؓ نے فرمایا میں بلند آواز سے شیطان کو بھگاتا اور خوابیدہ کو بیدار کرتا ہوں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔ "ولا تجھر بصلوتک ولا تخافت بہا" ابوبکرؓ سے کہا گیا کہ آپ کسی قدر آواز بلند کریں۔ اور عمرؓ سے کہا گیا کہ تم کسی قدر اپنی آواز پست کرو۔ ربیع بن انس سے بھی اسی طرح مروی ہے۔

آیت چہل و ششم: واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم۔ ترید زینۃ الحیاۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا۝ وقل الحق من ربکم فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر انا اعتدنا للظالمین نارا احاط بھم سرادقھا وان یستغیثوا یغاثوا بماء کالمھل یشوی الوجوہ بئس الشراب وساءت مرتفقا۝

ترجمہ: اے پیغمبرؐ اپنے آپؐ کو ان لوگوں کے ساتھ رکھو جو اپنے پروردگار کو صبح و شام پکارتے ہیں۔ اور اس کی رضا کے طالب ہیں۔ اے پیغمبرؐ آپؐ اپنی نگاہوں کو اُن سے نہ ہٹائیے دنیاوی زینت کے لحاظ سے اور ان لوگوں کی پیروی نہ کر جن کے دل ہماری یاد سے غافل ہیں اور جو اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور جو حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اے پیغمبرؐ آپؐ فرما دیجیے کہ حق تمہارے پروردگار کی جانب سے ہے۔ اب جس کا جی چاہے ایمان لے آئے جو چاہے کفر کرے۔ ہم نے ظالموں کے لیے آگ تیار کی ہے جو اُن کو چاروں طرف سے گھیرے رہے گی۔ اگر پانی کی فریاد کریں گے تو اُن کو پانی بالکل گند کی طرح دیا جائے گا جس سے اُن کے منہ جل جائیں گے۔ یہ پانی بھی برا اور یہ ٹھکانا بھی بُرا۔

ہر چند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلق عظیم سے موصوف تھے تاہم اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو آداب زہد تعلیم کئے تاکہ یہ آپؐ کی اُمت کا دستور العمل بن جائے۔ اس آیت سے قبل اللہ تعالیٰ نے تلاوت قرآن کا حکم دیا ہے۔ بعد ازاں ان لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم فرمایا جو رضائے الٰہی کے طالب رہتے ہیں اور ان سے

کنارہ کشی کی ممانعت فرمائی۔ اور غافل و خوابیدہ لوگوں سے احتراز کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ ان لوگوں کا کام حدِ اعتدال
سے تجاوز کر چکا۔ حاصلِ کلام یہ ہے کہ اے پیغمبر فقراء مؤمنین سے جو صبح و شام عبادتِ الٰہی میں مصروف
ہیں ان سے کنارہ کشی نہ کیجیے اور نہ منعمین سے ملیے مگر بقدرِ ضرورت، اور نہ نعمتِ دنیوی کو پسندیدہ نظر سے دیکھ
بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے کفار کو عذاب اور مسلمانوں کو اجر و ثواب دینے کا حال بیان فرمایا۔

معلوم ہونا چاہیے کہ سورۃ کہف مکی ہے اور وہ جماعت جن سے مجالست و مصاحبت رکھنے کا اللہ تعالیٰ
حکم فرمایا ہے وہ مہاجرینِ اولین تھے جو کثرتِ اطاعت و عبادت سے موصوف تھے اب وہ چاہے ابتدا ہی سے
یا اپنا مال و متاع راہِ خدا میں صرف کر کے تنگ دست ہو گئے ہوں۔ یہ انکا ایک عظیم وصف تھا۔ وہو المقصود۔

زید بن وہب اور صفیہ بنت ابی عبید سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بعض اوقات نماز صبح میں سورۃ
کہف پڑھتے۔ نیز روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو دیکھا جو دوسرے کو ذوالقرنین کہہ کر پکا
حضرت عمرؓ نے اس سے فرمایا تم انبیاء کے نام تو رکھنے لگے تو فرشتوں کے نام رکھنے سے کیا باک کرتے ہو۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص شب کو یہ آیت پڑھے فمن کان یرجو لقاء
فلیعمل عملا صالحا ولا یشرك بعبادۃ ربہ احدا ○ تو اللہ تعالیٰ اُسے عدن سے مکہ تک روشنی عطا فرمائے
جس کا فرشتے ہوں گے۔

آیت چہل و ہفتم :- اولئك الذین انعم اللہ علیہم من النبیین ومن ذریۃ آدم وممن حملنا
نوح ومن ذریۃ ابراھیم واسرائیل وممن ھدینا واجتبینا اذا تتلی علیہم ایات الرحمان خروا سجدا وبکیا
فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشھوات فسوف یلقون غیا ○ الا من تاب وامن وعمل صالحا
فاولئك یدخلون الجنۃ ولا یظلمون شیئا ○ جنت عدن التی وعد الرحمن عبادہ بالغیب انہ کان
وعدہ ماتیا ○ لا یسمعون فیھا لغوا الا سلاما ولھم رزقھم فیھا بکرۃ وعشیا ○ تلك الجنۃ التی نورث
من عبادنا من کان تقیا ○

ترجمہ :- یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے اپنا انعام فرمایا وہ انبیاء ہیں جو آدم کی ذریت سے اور ان لوگوں کی اولاد
جو حضرت نوحؑ کی ساتھ کشتی میں سوار تھے۔ نیز حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسرائیل (یعقوبؑ) کی ذریت سے ہیں ا
ذریت میں سے جن لوگوں کو ہم نے ہدایت کی اور جنکو ہم نے منتخب کیا جب اُن کے سامنے اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی
سر بسجدہ ہو جاتے ہیں اور گریہ و زاری کرنے لگتے ہیں۔ پھر ان کے بعد ایسے لوگ رہ گئے جنہوں نے نماز ترک کر د
خواہشات کے پیرو بن گئے، سو عنقریب یہ خرابی دیکھیں گے۔ مگر جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے وہ جنت
داخل ہوں گے اور ذرہ برابر بھی اُن پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ وہ جنتیں جنکا اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا
بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ آنے والا ہے۔ یہ لوگ جنت میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے۔ مگر سلامتی کی بات۔ اور
اس میں صبح و شام روزی ملے گی۔ یہ وُہ جنت ہے کہ جس کا ہم اپنے اُن بندوں کو وارث بنائیں گے جو پرہیز
حاصل کلام یہ ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کے انقراض کے بعد ایسے لوگ پیدا ہوئے جو برخلاف سیر
تھے۔ اور اس سے اشارہ یہود و نصاریٰ کی جانب ہے جنہوں نے اپنے دین میں تحریف و تبدل کیا۔ اور

ہاتھ سے کھو دیا اور نیک لوگوں کے زمرہ میں داخل ہونے کے لیے یہودیت اور نصرانیت کو کافی سمجھا۔ اور یہ ان کے اعمال ہیں جن کی وہ قیامت میں سزا پائیں گے۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کی تعریف و توصیف کی۔ اور اس سے جنت کا وعدہ کیا اور ضمن کلام میں اسبات کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ وہ انبیاء کے تابعین ہیں، یہ غلط ہے بلکہ تابعینِ انبیاء تو امت محمدیہ ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ ظاہرِ آیت دلالت کرتی ہے کہ بوقتِ نزولِ سورت مریم مؤمنین کی ایک جماعت موجود تھی۔ جو اوصافِ مذکورہ سے موصوف تھی۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ مہاجرین اولین کی جماعت تھی۔ فہو المقصود۔

آیت چہل و ہشتم:۔ واذا تتلیٰ علیھم اٰیاتنا بینٰت قال الذین کفروا للذین اٰمنوا ای الفریقین خیر مقاما و احسن ندیا ○ وکم اھلکنا قبلھم من قرن ھم احسن اثاثا و رءیا ○ قل من کان فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمٰن مدا ○ حتیٰ اذا راوا ما یوعدون فسیعلمون من ھو شر مکانا و اضعف جندا ○ و یزید اللہ الذین اھتدوا ھدیً ط والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر مردا ○

ترجمہ:۔ جب لوگوں پر ہماری واضح آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ ہم اور تم میں سے کون سا فریق بہتر اور ذی عزت ہے۔ حالانکہ ہم اُن سے قبل بہت سے قرون جو نہایت ذی عزت اور ذی ثروت تھے ہلاک کر چکے ہیں۔ اے پیغمبر آپؐ ان سے فرما دیجیے کہ جو لوگ گمراہ ہیں اللہ ان کو ڈھیل دیتا ہے یہاں تک کہ جب وہ دیکھ لیتے ہیں کہ جو کچھ اُن سے وعدہ کیا گیا ہے (خواہ وہ دنیا ہی میں عذاب دیکھ لیں اور یا قیامت ہو جائے) تب وہ جان لیتے ہیں کہ کون بدتر و ذلیل اور قلیل تعداد میں ہے اور جو لوگ ہدایت پر ہیں اللہ ان کی ہدایت کو زیادہ کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک باقیاتِ صالحات ہی بہتر و احسن ہیں بلحاظِ اجر و ثواب اور بلحاظِ انجام کار و مآل۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کفار کے ایک اعتراض کا جواب دیا ہے جو وہ مسلمانوں سے کیا کرتے تھے۔ اور حقیقت یہ وہ اعتراض ہے کہ جو اکثر جہلاء کرتے ہیں۔ حاصل جواب یہ ہے کہ صرف حسب و نسب، کثرتِ وجاہت و مال، کثرتِ اعوان و انصار مدارِ افضلیت نہیں ہو سکتے۔ بلکہ مدارِ افضلیت تو اعمال خیر ہیں۔ اور چونکہ کفار مذکورہ بالا امور کو افضلیت کی بنا تسلیم کرتے ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ بشارت عظیمہ اور درجاتِ عالیہ کے مستحق اور سزاوار ہیں۔ لہٰذا کئی طریقہ سے اس کی تردید کی گئی۔

اولاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے بہت سے اگلے لوگوں کو جو جاہ و مال کے مالک تھے اور صاحبِ حسب و نسب بھی تھے، ہلاک کر دیا ہے۔ اسیطرح اللہ انہیں بھی ہلاک کر دے گا۔

بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ سنت اللہ یہ ہے کہ اولاً اللہ تعالیٰ اہلِ ضلالت کو مہلت دیتا ہے کہ وہ اپنی جہالت کی تمام امنگیں پوری کر لیں۔ جب اُن کی سرکشی حد سے متجاوز ہو جاتی ہے تو اچھی طرح انہیں سزا دیتا ہے خواہ وہ دنیا میں ہو یا آخرت میں۔ یہاں تک کہ وہ جان لیتے ہیں کہ ذی عزت و منزلت کون، اور کون ذلیل و خوار ہے۔ معلوم ہونا چاہیے کہ مدارِ افضلیت جب صرف حسب و نسب نہ رہا بلکہ اعمال خیر مدارِ فضیلت ہوئے تو صحابہ کرام

کی فضیلت کا دارومدار بھی اعمالِ خیر اور سبقت اسلام پر ہوا۔ فہوالمقصود۔

شعبی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ قیصر روم نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ میرے قاصدوں کا بیان ہے آپ لوگو
کے پاس ایک درخت ہے جس کے پتے گدھے کے کان کی طرح ہوتے ہیں۔ اس کے پھل سفید موتیوں کی ط
پھوٹتے ہیں۔ پھر زمرد کی طرح ہو جاتے ہیں۔ اور پھر یاقوت کی طرح سُرخ ہو جاتے ہیں۔ پھر پکتے ہیں اور نہا
لذیذ ہوتے ہیں۔ پھر خشک ہو جاتے ہیں تو مقیم و مسافر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اگر میرے قاصد سچ کہتے
تو میں خیال کرتا ہوں کہ وہ جنت کا درخت ہے۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا، بے شک ہمارے یہاں ا
درخت ہے اور یہ وہی درخت ہے۔ جس کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت ان کے نزدیک پ
کر دیا تھا۔

عبداللہ بن عامر سے روایت ہے کہ وہ اور ان کے ساتھ ایک شخص غسل کر رہے تھے اور وہ دونوں ایک د
کی جانب دیکھتے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی ان پر نظر پڑی آپ نے فرمایا کہ مجھے خوف ہے کہ تم کہیں ان لوگوں میں
نہ ہو جن کی نسبت اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے۔ فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات۔" ا

حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد ان کلمات کو پڑھے تو ایک
اس کو لکھ کر رکھ لیتا ہے۔ قیامت کے دن فرشتہ ان کلمات کو پیش کرے گا۔ جب بندہ قیامت کے د
جائے گا تو فرشتہ اس کے پاس آئے گا اور پکارے گا، اہلِ عہود کہاں ہیں کہ اُن کے عہود پورے کیے جائیں۔ وہ کل
یہ ہیں۔" اللھم فاطر السمٰوات والارض عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمٰن الرحیم۔ انی اعھد الیك فی
الحیٰوۃ الدنیا بانك انت اللہ الذی لا الٰہ الا انت وحدك لاشریك لك وان محمدًا عبدك ورسو
ولا تکلنی الی نفسی فانك ان تکلنی الی نفسی تقربنی من الشر وتباعدنی من الخیر وانی لا اثق الا برحمۃ
فاجعل رحمتك عھدًا لی عندك تودیہا الی یوم القیامۃ انك لا تخلف المیعاد۔"

آیتِ چہل و نہم:- قال رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھ
قولی واجعل لی وزیرًا من اھلی ○ ھارون اخی اشدد بہ ازری ○ واشرکہ فی امری ○ کی نسبح
کثیرًا ونذکرك کثیرا ○ انك کنت بنا بصیرا ○

اس سے پہلے اللہ تعالٰی نے بیان فرمایا ہے کہ اللہ تعالٰی نے حضرت موسیٰؑ کو رسالت دے کر فرعون کے پاس
حضرت موسیٰؑ نے فرعون کے پاس جانے سے قبل چند ضروری سوالات کیے جن کے بدوں بارِ رسالت کا اٹھ
دشوار تھا۔

پہلا سوال:- حضرت موسیٰؑ نے بارگاہِ الٰہی میں یہ کیا کہ اے پروردگار میرا سینہ کشادہ کر دے۔ بارِ رس
اُٹھانے کے لیے شرحِ صدر ایک ضروری تھا۔ کیونکہ سوالات کرنا اور اعتراضات کے جوابات دینا بدون شرح
ممکن نہیں۔ دوسرا سوال تیسیر امر تھا۔ اور یہ بھی ضروری سوال تھا کیونکہ بدون تائید و تیسیر الٰہی دشم
خدا اور رسولؐ سے مقابلہ کرنا اور انہیں ہزیمت دینا ناممکن ہے اور چونکہ تبلیغ رسالت کے لیے فصاحتِ ل
بھی ضروری ہے۔ لہذا تیسرا سوال حضرت موسیٰؑ نے یہ کیا کہ اے میرے پروردگار میری زبان کھول

لہ لوگ میری بات سمجھیں چوتھا سوال حضرت موسیٰؑ نے یہ کیا کہ اے پروردگار میرے ہی گھر میں سے میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر کر دے تاکہ وہ میرے شریکِ کار ہو کر میری مدد کریں۔

حضرت موسیٰؑ نے خصوصیت کے ساتھ اپنے بھائی ہارون کے وزیر و مددگار ہونے کی اس لیے درخواست کی کہ اس وقت بجز ہارون کے اور کوئی اس کا اہل نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ خلافت کے لیے حضرت موسیٰؑ نے یوشعؑ کو مقرر کیا تھا۔ حالانکہ وہ ان کے اہل ہی نہ تھے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ خلافت وزارت سے اعلیٰ ہے۔ وزارت کے لیے یہ بات ضروری ہے کہ وزیر ایسا شخص ہو جو صاحبِ قوت و مروت ہو اور خلافت کے لیے یہ زیادہ ضروری ہے کہ خلیفہ پیغمبر سے جد اعلیٰ میں شرکت رکھتا ہو تاکہ لوگ اسے حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل ہی میں سے اُن کے درمیان پیغمبر کرتا رہا خواہ حضرت موسیٰؑ کے قبیلہ سے اور خواہ غیر قبیلہ سے اسی امر کو مدِ نظر رکھ کر۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے: "الائمۃ من قریش اور جملہ "اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری"۔ میں حضرت موسیٰؑ نے حقیقتِ وزارت کو بیان کیا ہے اور یہ وہی ہے کہ کارہائے مطلوب مثلاً جہاد، و مخاصمہ باکفار، فتوحِ بلدان و جمع کتاب اللہ میں مدد و اعانت حاصل ہو۔ اسی مضمون کو دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "ردءً یصدقنی۔ اور جملہ کے نسبحک کثیرا" میں فائدہ مرتبہ وزارت بیان کیا گیا ہے وہ یہ کہ ... بارِ رسالت جب دو شخصوں میں تقسیم ہو گیا، ہر دو کو تسبیح و تحمید کا موقع زیادہ مل سکتا ہے۔

جب حقیقتِ وزارت کا علم ہو چکا تو شیخین کا حضورؐ کے وزیر ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے جنکی نسبت حضورؐ نے ایک حدیث میں فرمایا۔ "ان وزیرای من اھل الارض ابوبکر و عمر" اور ایک اور حدیث میں فرمایا "الحمد للہ الذی ایدانی بھما۔ اور جو امور معنی وزارت کو ثابت کرتے ہیں ان کا شیخین سے وقوع میں آنا بتواتر حدیث ثابت ہے تو اب اُن کی فضیلت میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ گلے میں تلوار ڈال کر گھر سے نکلے۔ بنی زہرہ میں سے ایک شخص راہ میں ملا، اس نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ عمرؓ نے کہا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے۔ اس شخص نے کہا کہ کیا تم بنو ہاشم سے بے خوف ہو؟ عمرؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تو بے دین ہو گیا۔ وہ بولا کہ میں آپ کو اس سے بھی زیادہ ایک عجیب بات سناتا ہوں وہ یہ کہ تمہاری ہمشیرہ اور بہنوئی دونوں بے دین ہو گئے حضرت عمرؓ واپس ہوئے اور اپنی ہمشیرہ کے گھر آئے۔ وہاں اس وقت حضرت خبابؓ بھی تھے عمرؓ کی آہٹ سنکر خباب چھپ گئے۔ اور یہ لوگ اس وقت سورت طٰہٰ پڑھ رہے تھے جس کو حضرت عمرؓ سن چکے تھے چنانچہ آپ نے جاتے ہی پوچھا یہ کس کی آواز تھی۔ انہوں نے کہا ہم کچھ پڑھ رہے تھے۔ عمرؓ نے کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم بے دین ہو گئے ہو۔ بہنوئی نے کہا کہ اگر حق آپ کے غیر دین میں ہو تو؟ عمرؓ یہ سنتے ہی دوڑے اور اپنے بہنوئی کو دبوچ لیا۔ آپ کی بہن چھڑانے آئیں آپ نے انہیں بھی طمانچہ مارا اور خون آلود کر دیا۔ پھر کہا، کہاں ہے وہ کتاب؟ لاؤ میں بھی تو پڑھوں۔ آپ کی بہن نے کہا وہ کتاب ناپاک لوگوں کو نہیں دی جاتی پہلے وضو کرو پھر پڑھنا۔ غرض آپ نے وضو کیا اور سورت طٰہٰ پڑھنے لگے جب آپ اس آیت پر پہنچے: "اننی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری"۔ تو بولے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ مجھے ان کے پاس لے چلو۔

یہ سنکر خباب نکلے اور کہنے لگے، اے عمرؓ خوش ہو جاؤ۔ حضورؐ نے دعا فرمائی تھی کہ اے پروردگا عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعہ اسلام کی عزت کر۔ سو اللہ تعالٰے آپؐ کی دعا قبول کی۔ غرض حضرت عمرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ انسان کو سہو و نسیان کیوں واقع ہوتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا انسان کے سر پر ایک غبار سا ہوتا ہے جب تک وہ غبار انسان کے دل کو ڈھانپے رہتا ہے تب تک اس پر سہو و نسیان غالب رہتا ہے اور جب ہٹ جاتا ہے سہو و نسیان رفع ہو جاتا ہے اور بات یاد آجاتی ہے۔

آیت پنجاہم۔ سورۃ انبیاء میں اللہ تعالٰے فرماتا ہے ولقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثھا عبادی الصالحون ۝ اس آیت کی تفسیر تیسری فصل میں گزر چکی ہے۔ یہاں صرف اتنا کہنا ضروری ہے کہ بعض لوگوں نے اس آیت میں میراثِ ارض سے میراثِ جنت مراد لی ہے۔ حالانکہ کتاب وسنت میں کہیں ایسا واقع نہیں ہوا ہے کہ ارض سے مراد جنت لی گئی ہو۔ پس حقیقی معنٰی ہی مراد ہیں۔ اور حقیقی سے بھی ارض معتدلہ۔ اور جو اشخاص معتدلۃ الاخلاق کی نشو و نما کی صلاحیت رکھتے ہوں خواہ ارض سے بالخصوص ارض شام ہی مراد ہو۔ کیونکہ انبیاء بنی اسرائیل شام ہی میں گزرے ہیں۔ اور اسی لیے مسلمانوں کا اہم مقصود فتح شام و مصر تھا۔

اس کی مثال یُوں سمجھنی چاہیے کہ تاجر مال سے سرمایہ مراد لیتے ہیں۔ راعی مویشی مراد لیتے ہیں۔ اور کاشتکار زراعت مراد لیتے ہیں۔

حضرت ابن عباس سے بخت نصر کے قصہ میں روایت کیا گیا ہے کہ بخت نصر نے ایک خواب دیکھا، جس سے وہ بہت گھبرایا۔ اس نے ساحروں اور کاہنوں کو جمع کر کے کہا کہ میں نے آج خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بتاؤ۔ ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ ساحروں نے پوچھا کیا خواب ہے؟ اس نے کہا میں اسے بھول گیا ہوں۔ ساحروں نے کہا اس کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ اس کی تعبیر آپ ابناء انبیاء سے پوچھیے۔ اس نے ابناء انبیاء کو طلب کیا اور کہا میں نے ایک خواب دیکھا اس کی تعبیر بیان کرو۔ انہوں نے سوال کیا کہ وہ خواب کیا ہے؟ اس نے کہا میں اسے بھول گیا ہوں۔ فرزندانِ انبیاء بولے، غیب کی خبر تو بجز اللہ تعالٰی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ بخت نصر نے کہا اگر تم میرا خواب نہ بتا سکو گے تو میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ انہوں نے کہا اچھا ہمیں اجازت دو کہ ہم وضو کریں اور نماز پڑھیں۔ اور نماز پڑھ کر بارگاہِ الٰہی میں دعا کریں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور نماز پڑھ کر بارگاہِ الٰہی میں دعا کی۔ انہیں الہام ہوا کہ اس نے یہ خواب دیکھا ہے کہ اس کا سر سونے کا اور سینہ مٹی کا۔ کمر تانبے کی اور پیر لوہے کے ہیں۔ جب بخت نصر سے یہ بیان کیا گیا تو اس نے کہا ہاں! میں نے یہی خواب دیکھا ہے بخت نصر نے کہا اس کی تعبیر کیا ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ اس کی تعبیر بارگاہِ الٰہی میں دعا کر کے بتا سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے دعا کی۔ انہیں اس کی تعبیر کا بھی القا ہوا۔ مقبولیت دعا کے بعد وہ پھر بادشاہ کے پاس آئے اور تعبیر بیان کی کہ تمہارے سر سونے کا ہونے سے یہ مطلب ہے کہ ایک سال کے بعد تمہاری سلطنت جاتی رہے گی۔ اس کے بعد ایک بادشاہ

جو لوگوں پر فخر کرے گا۔ اس کے بعد ایک بادشاہ ہوگا جو سخت گیر ہوگا اور لوگ اس سے خوف کھائیں گے پھر
کے بعد ایک بادشاہ ہوگا۔ پھر اس کے بعد ایک اور بادشاہ ہوگا جس کی سلطنت فولاد کی طرح سخت ہوگی اور جسے
ی ختم نہ کر سکے گا۔ اور اس سے مراد اسلام ہے۔

اب جاننا چاہیے کہ اس صورت میں یہ بشارت شیخین پر ثابت آئی۔ ملکِ شام ان کے ہاتھ پر فتح ہوا اور ان کے
ت تصرف میں رہا۔ اور ظاہر ہے کہ ابناءِ انبیاءؑ کے وعدہ سے خلفاء کے ہاتھ پر پورا ہونا خلافت خاصہ کا ایک جزو ہے۔

آیت پنجاہ ونہم ان الله يدافع عن الذين آمنوا ان الله لا يحب كل خوان كفور ○ اذن للذين
تلون بانهم ظلموا وان الله على نصرهم لقدير ○ الذين اخرجوا من ديارهم بغير حق الا ان يقولوا
الله ط ولولا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات ومساجد يذكر فيها اسم الله
ير ا ط ولينصرن الله من ينصره ط ان الله لقوى عزيز ○ الذين ان مكنهم فى الارض اقاموا الصلوة
والزكوة وامروا بالمعروف ونهوا عن المنكر ولله عاقبة الامور ○

یہ سورۃ حج کی آیات ہیں جن کی تفسیر شرح وبسط سے تیسری فصل میں گذر چکی ہے۔ یہاں پر صرف اسی قدر کہنا
، یہ آیتِ خلافت خلفاءِ راشدین پر بصراحت دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ ان کی خلافت ممکن فی الارض ہوئی۔
اس امر کو موافقین ومخالفین سب تسلیم کرتے ہیں۔ اور اس امر میں بھی کوئی شک نہیں کہ خلفاء راشدین نماز اور
وۃ کو قائم رکھتے تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی کرتے تھے۔ یہی معنے خلافت کے ہیں۔ دوسری جگہ
تعالیٰ نے فرمایا ہے: "یاایها الناس انما انا لكم نذير مبين ○ فالذين آمنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة ورزق
ريم ○ والذين سعوا فى اياتنا معاجزين اولئك اصحاب الجحيم ○ یعنی اے لوگو میں تمہیں صاف طور پر ڈرانے
لیے آیا ہوں۔ تو تم میں سے جو شخص ایمان لائے گا اور نیک کام کرے گا، ان کے لیے مغفرت اور باعزت روزی ہے۔ اور
لوگ ہماری نشانیوں کو جھٹلانے کی سعی کرتے ہیں یہ دوزخی ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس امر کا خوف دلایا ہے کہ اگر وہ بعد وضاحتِ حق اختلاف کریں گے اللہ تعالیٰ
ی آیات کو جھٹلائیں گے تو وہ جہنمی ہوں گے۔ چونکہ یہ آیت مدنی ہے لہذا مؤمنین سے مراد مہاجرین اولین مراد
ں۔ فهو المقصود۔ الملك يومئذ لله يحكم بينهم۔

تیسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فالذين آمنوا وعملوا الصالحات فى جنات النعيم والذين كفروا و
كذبوا باياتنا فاولئك لهم عذاب مهين ○ والذين هاجروا فى سبيل الله ثم قتلوا او ماتوا ليرزقنهم
الله رزقا حسنا وان الله لهو خير الرازقين ○ ليدخلنهم مدخلا يرضونه وان الله لعليم حليم ○ ذلك و
من عاقب بمثل ما عوقب به ثم بغى عليه لينصرنه الله ان الله لعفو غفور ○ ترجمہ:۔ اس روز (قیامت کے
ن) کی حکومت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ اس روز اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ کریں گے۔ پس جو لوگ ایمان لائے
ور نیک اعمال کیے وہ بہشت میں ناز ونعمت سے رہیں گے۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی آیات کو جھٹلایا تو ان کے
لیے ذلت دینے والا عذاب ہے اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور راہِ خداوندی میں قتل کیے گئے یا بموتِ طبعی
مر گئے تو اللہ تعالیٰ اُن کو بہتر روزی عطا فرمائے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ اچھی روزی دینے والا ہے۔ اللہ ان کو وہ جگہ عطا فرمائے گا، جسے وہ پسند

کریں گے۔ اللہ جاننے والا اور علم والا ہے۔ (یہ حال مہاجرین کا ہے) اور جو شخص سزا دے مگر اس قدر جتنی کہ اس کے
زیادتی کی گئی تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائیں گے۔ اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

یعنی مہاجرین اولین نے کفار کے ہاتھوں بہت ایذا و تکلیف اٹھائی۔ اگر وہ اس کے بالمقابل کفار کو ایذا دیں تو
عین عدل ہے۔ تو اگر کفار اب بھی باز نہ آئیں اور اس ایذا کا جو مسلمانوں کی جانب سے اب انہیں پہنچی ہے، انتقام
چاہیں، تو اللہ ان کی مدد کرے گا۔ اور آیت اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا بھی اسی کی تائید کرتی ہے۔

اب معلوم ہونا چاہیے کہ مذکورہ بالا آیت مہاجرین اولین کی دنیا میں امداد اور آخرت میں جنت عطا کیے جانے
نص صریح ہے۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ سورۃ حج میں دو سجدے کرتے اور فرماتے سورۃ حج کو
سجدوں کی بناپر تمام قرآن پر فضیلت ہے۔

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ صبح کی نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے "مرحبا بالنہار الجدید والکا
والشہید اکتبھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم واشہد ان الدین کما وصف والکتاب کما انزل واشہد ان ال
ایتہ لاریب فیہا وان اللہ یبعث من فی القبور"۔

حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا آخرت میں اللہ تعالیٰ اُسے حریر نہ پہنائے گا
ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اعلان کر رکھا تھا کہ گھروں کے دروازے بند نہ کیے جائیں تا کہ حجاج جہاں
چاہیں اتر جایا کریں۔ اور قاعدہ یہ تھا کہ حجاج کو جہاں مکانوں میں جگہ ملتی خیمہ لگا لیا کرتے تھے۔

نیز ابن عمر سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر سے کہا کہ مروہ کے قریب ان کے لئے ایک جگہ متعین کر
جہاں وہ مع اپنے رفقا کے ٹھہر جایا کریں حضرت عمر نے کچھ التفات نہ کیا اور فرمایا کہ یہ حرم ہے اس میں مقیم
مسافر برابر ہیں۔

حضرت عمر سے روایت ہے کہ مکہ میں کھانے پینے کی چیزیں روک کر رکھنی الحاد (ظلم) ہے۔

محمد بن سیرین سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمانؓ محصور تھے تو آپ نے اپنے مکان سے سر نکال کر
سے کہا کہ جو کوئی تم میں کتاب اللہ کو جاننے والا ہو اسے میرے سامنے کرو۔ لوگوں نے صعصعہ بن صوحان کو
انہوں نے آکر حضرت عثمانؓ سے گفتگو کی اور اثنا گفتگو میں اس آیت سے استدلال کیا "اذن للذین یقاتلون
بانہم ظلموا وان اللہ علی نصرھم لقدیر" حضرت عثمانؓ نے کہا تم کاذب ہو۔ یہ آیت تم پر نہیں بلکہ مجھ پر
آتی ہے۔ کیونکہ ہم ناحق اپنے گھروں سے نکال دیئے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں حاکم بنایا اور ہم نے نماز اور زکوٰ
قائم کی، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل کیا۔

نیز ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس آیت "الذین اخرجوا من دیارھم" سے حضور اکرمؐ اور آپؐ کے
صحابہؓ مراد ہیں۔ جو مکہ سے مدینہ کی جانب نکال دیئے گئے۔

ثابت بن عوفجہ سے روایت ہے کہ اُن سے اصحاب علیؓ اور اصحاب ابن مسعود میں سے ستائیس اشخاص نے جن میں
علی بن اقمر، عیزار بن حجرول اور عطیۃ القرظی بھی ہیں، بیان کیا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ آیت "ولولا دفع اللہ الناس بعض
ببعض لھدمت صوامع" الایۃ اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نازل ہوئی ہے۔

بداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت ہے کہ وہ مسجد نبوی میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور فرما رہے تھے
ر چاروں طرف لوگوں کو دیکھتے جاتے تھے گویا کہ کسی کی تلاش تھی فرمایا کہ فلاں شخص کہاں ہے جن جن اشخاص
لو آپ پکارتے جاتے تھے ان میں سے اس وقت کوئی بھی موجود نہ تھا آپ نے خاموشی اختیار فرمائی حتیٰ کہ
مام صحابہ جمع ہو گئے اور جب سب جمع ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا کہ جو کچھ میں بیان کروں اسے یاد رکھو اور بعد کے
آنے والوں کو بھی سنا دو۔ اوّلاً اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے کچھ حصہ کو منتخب کیا جیسا کہ اُس نے ارشاد
رمایا ہے "اللہ یصطفیٰ من الملائکۃ رسلا و من الناس"۔ پھر فرمایا میں بھی تم میں سے چند اشخاص کو منتخب
کرتا ہوں اور اُن کے درمیان مواخات قائم کرتا ہوں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے درمیان مواخات
قائم کی۔ پھر آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو بلایا۔ ابوبکرؓ حضورؐ کے روبرو آ بیٹھے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا تمہارا مجھ پر جس قدر
حسان ہے، اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا اجر دے گا۔ اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو تمہیں بناتا۔ تمہاری منزلت میرے
نزدیک بمنزلت میری قمیص کے ہے۔ جو اسے میرے جسم کے ساتھ حاصل ہے۔ پھر آپؐ نے حضرت عمر کو طلب فرمایا
ور ارشاد کیا اے عمرؓ تم ہم سے نہایت خصومت رکھتے تھے۔ میں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے یا
ابوجہل کے ذریعہ دین کو معزز بنائے۔ تو خدا تعالیٰ نے تمہارے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرمائی اور تم بنسبت ابوجہل کے
مجھے محبوب بھی تھے۔ تم میرے ساتھ جنت میں رہو گے اور میری امت میں تم تیسرے ہو۔ پھر آپؐ نے ابوبکرؓ اور
عمرؓ کے درمیان مواخات قائم کی۔ بعد ازاں حضرت عثمانؓ کو بلایا اور دو دفعہ فرمایا اے عثمانؓ اور نزدیک ہو جاؤ۔ حضرت
عثمانؓ آپؐ کے قریب ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ حضرت عثمانؓ کا گھٹنہ آپؐ کے گھٹنہ پر چڑھ گیا۔ آنحضرتؐ نے آسمان
کی طرف نگاہ اٹھائی اور تین ۳ دفعہ سبحان اللہ فرمایا۔ پھر حضرت عثمانؓ کی جانب دیکھا اور تین ۳ مرتبہ سبحان اللہ کہا۔ حضورؐ نے
عثمانؓ کے بٹن کھلے دیکھ کر انہیں لگانا شروع کیا اور فرمایا کہ اپنی چادر کے کنارے سینہ پر ڈال لو کیونکہ تمہاری
عظمت آسمان والوں کے نزدیک بہت بلند ہے۔ تم ان لوگوں میں سے ہو جو میرے ساتھ حوض کوثر پر وارد ہوں گے
اور تمہاری گردن کی رگیں خون سے بہتی ہوں گی۔ میں تم سے سوال کروں گا کہ تمہیں کس نے قتل کیا؟ تم اپنے قاتلوں
کا نام لو گے۔ پھر آپؐ نے عبدالرحمان بن عوف کو بلایا اور فرمایا اے امین اللہ میرے نزدیک آؤ۔ تم آسمان پر امین
کے نام سے موسوم ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں تمہارے مال پر حق کے ساتھ مسلط کرے گا۔ کیا تمہیں مجھ پر کسی دعویٰ کا حق حاصل
ہے جسے میں نے مؤخر کر دیا ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہﷺ آپؐ میرے لیے جو چاہے پسند فرمائیں۔ فرمایا اے عبدالرحمان کیا
تم نے میرے پاس کچھ امانت رکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے اور ساتھ ہی ہاتھ سے بھی اشارہ کیا
پھر آپؐ نے عبدالرحمان بن عوف اور عثمان بن عفان کے درمیان مواخات قائم کی۔ پھر آپؐ کی خدمت میں
طلحہؓ اور زبیرؓ حاضر ہوئے۔ آپؐ نے انہیں بھی اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ تم میرے ایسے ہی حواری ہو
جیسا کہ عیسیٰؑ کے حواری تھے۔ پھر ان دونوں کے درمیان مواخات قائم کر دی۔ پھر حضورؐ نے حضرت سعد
بن ابی وقاص اور عمار بن یاسر کو بلایا اور فرمایا کہ اے عمار تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ حضورؐ
نے ان دونوں کے درمیان بھی مواخات قائم فرما دی۔ پھر آپؐ نے حضرت ابوالدرداء اور سلمان فارسی کو بلایا
اور فرمایا کہ اے سلمان تم میرے اہلِ بیت سے ہو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے علم اول و آخر اور کتابِ اول و آخر عطا کی

اور ابوالدرداء سے فرمایا۔ اے ابوالدرداء اگر تم لوگوں سے کچھ کہو گے تو وہ بھی تمہیں کہیں گے۔ تم ان سے درگزر کرو گے لیکن وہ تم سے نہ درگزر کریں گے۔ اگر تم بھاگو گے تو وہ تمہیں پکڑ لیں گے سو تم اپنی آبرو ان لوگوں کو اس دن قرض دے دینا جس دن تم فقیر ہو گے۔ پھر آپؐ نے ان دونوں کے درمیان مواخات قائم کی۔ اور پھر صحابہؓ کرام کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا تم لوگ خوش ہو جاؤ کیونکہ تم لوگ حوض کوثر پر میرے ساتھ سب سے پہلے وارد ہوں گے۔ اور تمہیں جنت کے بڑے بڑے محلات میں جگہ ملے گی۔ پھر آپؐ نے عبد اللہ بن مسعود کی طرف دیکھا اور فرمایا "الحمد للہ الذی یہدی من الضلالۃ"۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ فلاں فلاں کے ساتھ تلطف و عنایت فرما رہے ہیں اور میں اپنے آپ کو اس سے محروم دیکھ رہا ہوں۔ یہ حال دیکھ کر ہمت ٹوٹ گئی اگر اس کی وجہ عتاب ہے تو آپؐ ہی سے التجاء و استدعاء معافی ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا واللہ یہ تاخیر و توقف اس باعث نہ تھا، بلکہ تمہاری منزلت میرے نزدیک بمنزلہ ہارون کے ہے جو ان کو حضرت موسیٰؑ کے نزدیک حاصل تھی۔ تم میرے وارث ہو۔ عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپؐ سے وراثت میں کیا ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا کہ جو انبیاء کرام کو ملا۔ عرض کیا انبیاء کو ورثہ میں کیا ملا؟ فرمایا کتاب و سنت۔ پھر فرمایا اے علیؓ تم جنت میں میری دختر فاطمہؓ کے ساتھ میرے محل میں ہو گے تم میرے بھائی اور میرے رفیق ہو۔ پھر حضور صلعم نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ "واخواناً علی سرر متقابلین"۔ پھر فرمایا یہ اللہ تم کے دوست قیامت کے دن ایک دوسرے کو دیکھتے رہیں گے۔

آیت پنجاہ و دوم۔ سورۃ مؤمنون میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ قد افلح المؤمنون الذین ھم فی صلوتھم خاشعون ○ والذین ھم عن اللغو معرضون ○ والذین ھم للزکوٰۃ فاعلون ○ والذین ھم لفروجھم حافظون ○ الا علیٰ ازواجھم او ما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین ○ فمن ابتغیٰ وراء ذٰلک فاولٰئک ھم العادون ○ والذین ھم لاماناتھم وعھدھم راعون ○ والذین ھم علیٰ صلوٰتھم یحافظون اولٰئک ھم الوارثون الذین یرثون الفردوس ھم فیھا خالدون ○

دوسری جگہ فرمایا ہے:۔ ایحسبون انما نمدھم بہ من مال وبنین ○ نسارع لھم فی الخیرات بل لا یشعرون ○ ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون ○ والذین ھم بآیات ربھم یؤمنون ○ والذین ھم بربھم لا یشرکون ○ والذین یؤتون ما اٰتوا وقلوبھم وجلۃ انھم الیٰ ربھم راجعون ○ اولٰئک یسارعون فی الخیرات وھم لھا سابقون ○

سورت مؤمنین مکیہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مؤمنین مہاجرین کی صفاتِ مشہورہ بیان فرمائیں کہ وہ ان صفات کے مالک ہیں۔ پھر ان کی صفات کا ذکر کر کے اُن سے جنت کا وعدہ کیا اور فرمایا کہ نیکیوں میں سبقت کرتے ہیں۔ تو اس میں گروہ خاص خلفاءِ راشدین کی طرف بھی اشارہ ہوا کیونکہ وہ بھی مہاجرین اولین ہیں سے تھے۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ جب حضورِ اکرمؐ پر وحی نازل ہوتی تو آپؐ کے چہرۂ مبارک کے سامنے شہد کی مکھی جیسی گن گناہٹ سنائی دیتی۔ ایک دفعہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی تو ایک گھڑی کے بعد آپؐ

سرور ہوئے۔ اور قبلہ رُو ہو کر اس طرح دعا کرنے لگے۔ اللّٰہم زدنا ولا تنقصنا و اکرمنا ولا تہنا و اعطنا ولا تحرمنا و اثرنا ولا تؤثر علینا وارض عنا وارضنا۔ پھر دعا کرنے کے بعد حضورؐ نے فرمایا کہ مجھ پر دس آیتیں اتاری گئی ہیں۔ جو اُن پر عمل کرتا رہے گا جنت میں داخل ہو گا۔ پھر آپؐ نے قد افلح المؤمنون سے لے کر دس آیتیں پڑھ کر سنائیں۔

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم خشوعِ نفاق سے پناہ مانگتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ خشوعِ نفاق کیا ہے؟ فرمایا جسم کا خشوع کرنا اور دل میں نفاق کرنا۔

مجاہد عبد اللہ بن زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابو بکرؓ نماز میں لکڑی کی طرح سیدھے کھڑے ہوا کرتے تھے مجاہد کہتے ہیں یہ ان کے خشوع و خضوع کی وجہ تھی۔

اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ اُن کی والدہ ایک دفعہ نماز میں ایک طرف جھک کر کھڑی ہوئی تھیں حضرت ابو بکرؓ نے انہیں اس طرح دیکھ کر جھڑکا اور حدیث بیان کی کہ حضورؐ نے فرمایا کہ نماز میں سیدھے کھڑے رہو دائیں بائیں یہودیوں کی طرح نہ جھکو۔

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے اپنے غلام سے قربت کی۔ حضرت عمرؓ سے اس واقعہ کا ذکر کیا گیا۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کو بلا کر اس کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا میں یہ سمجھتی تھی کہ جس طرح لونڈی مرد کے لیے جائز ہے اسی طرح یہ غلام میرے لیے جائز ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ صحابہ کرام نے کہا کہ اس عورت نے کتاب اللہ میں منشاءِ الٰہی کے خلاف تاویل کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سے کہا واللہ آج سے بعد تیرے لیے پھر کوئی غلام جائز نہیں ہو سکتا۔ صرف اس فقرہ سے حضرت عمرؓ نے اسے تہدید کی اور حد نہیں جاری کی۔ اور حد اس لیے جاری نہیں کی گئی کہ اس نے کتاب اللہ میں تاویل کی تھی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس کے غلام کو منع کر دیا کہ وہ اس سے جدا رہا کرے۔

حضرت انسؓ حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین۔ الآیۃ۔ نازل ہوئی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا "فتبارک اللہ احسن الخالقین"۔ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا عمر قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یہ آیت اسی فقرہ پر ختم ہوئی ہے جو تم نے ابھی کہا۔ حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا قیامت کے دن بجز میرے رشتہ اور قرابت کے تمام رشتہ اور قرابتیں منقطع ہو جائیں گی۔

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ مجھے کوئی دعا سکھلا دیجئے جسے میں نماز میں پڑھا کروں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ دعا کیا کرو۔ اللہم انی ظلمت نفسی ظلماً کثیراً ولا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم ۞

آیت پنجاہ وسوم: ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یؤتوا اولی القربیٰ والمساکین والمہاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور الرحیم ۞ ان الذین یرمون المحصنٰت الغافلات المؤمنات لعنوا فی الدنیا والاخرۃ ولہم عذاب عظیم ۞ یوم تشہد علیہم السنتہم

وابدیہم وارجلہم بما کانوا یعملون ○ یومئذ یوفیہم اللہ دینہم الحق ویعلمون ان اللہ ھو الحق المبین ○
الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات ط والطیبات للطیبین والطیبون للطیبات ○ اولئک مبرؤن
مما یقولون لہم مغفرۃ ورزق کریم ○ اہلِ فضل و مقدرت کو چاہیے کہ اس امر کی قسم نہ کھا بیٹھیں کہ
وہ قرابت داروں مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دیا کریں گے۔ یا ان سے چشم پوشی اور درگزر نہ کیا کریں
کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم تمہاری مغفرت کرے؟ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ جو لوگ
شوہر والی مؤمن عورتوں پر تہمت لگائیں ان پر دنیا میں بھی لعنت ہے اور آخرت میں بھی۔ اور ان کے لیے سخت
عذاب ہے۔ جس دن اُن کی زبان اور ان کے ہاتھ پاؤں شہادت دیں گے، جو کچھ یہ کرتے رہے۔ اللہ اس دن
نہیں پوری سزا دے گا اور یہ جان لیں گے کہ اللہ کی بات سچی ہے۔ بدکار عورتیں بدکار مردوں کے لیے اور بدکار
مرد بدکار عورتوں کے لیے ہیں۔ اسی طرح پاکدامن عورتیں پاکدامن مردوں کے لیے اور پاکدامن مرد پاکدامن عورتوں
کے لیے ہیں۔ یہ لوگ منافقوں کی تہمت سے بری ہیں۔ ان کے لیے مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ کلمۂ اولوا الفضل والسعۃ سے مراد حضرت ابوبکر کی جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ اور اس
شاہد سیاق و سباق اور سبب شانِ نزول ہے اور جملہ اولئک مبرؤن میں حضورِ اکرم ؐ حضرت ابوبکر ؓ ام المؤمنین
حضرت عائشہ صدیقہ ؓ اور صفوان بن معطل شامل ہیں۔ اور یہ ظاہر و باہر ہے۔ حضورِ اکرم ؐ اور حضرت ابوبکر ؓ کا داخل
بایں طریق ہے کہ اگر خدانخواستہ یہ واقعہ راست ہوتا تو آنحضرت ؐ کے دامنِ پاک پر بحیثیت زوجہ ہونے کے
اور ابوبکر ؓ کے دامن پر بحیثیت دختر ہونے کے دھبہ لگتا۔ کیونکہ ام المؤمنین حضرت عائشہ حضور ؐ کی زوجہ اور حضرت
ابوبکر ؓ کی دختر ہیں۔

اسی سورت میں دوسری جگہ اللہ تم نے فرمایا ہے۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنہم
فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینہم الذی ارتضٰی لہم ولیبدلنہم من بعد
خوفہم امنا یعبدوننی لایشرکون بی شیئا ومن کفر من بعد ذلک فاولئک ہم الفاسقون ○

اس آیت کی تفسیر تیسری فصل میں گذر چکی۔ یہاں صرف اسی قدر کہہ دینا کافی ہے کہ یہ آیت دربارۂ خلافت
خلفاءِ راشدین نص ہے۔ اہلِ ہوا اس آیت میں جو تاویلات کرتے ہیں وہ انہیں وادیٔ عصیان سے نہیں
نکال سکتی ہیں۔ حارثہ بن مضراب سے روایت ہے کہ انہیں حضرت عمر فاروق ؓ نے لکھا کہ وہ سورۃ نساء
سورت احزاب اور سورۃ نور سیکھیں اور پڑھا کریں۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے میری بریت نازل
فرمائی ورنہ امت اس معاملہ میں بوجہ بدگمانی ہلاک ہو جاتی۔ جب حضورِ اکرم ؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپ ؐ مسرور ہوئے
تو میرے والد ؓ سے آپ ؐ نے فرمایا اپنی دختر کو خبر دے دو کہ اللہ تعالٰی نے اُن کی بریت نازل فرمائی۔ میرے والد ؓ دوڑتے
ہوئے میرے پاس آئے اور فرمایا کہ خوش ہو جاؤ اللہ تعالٰی نے تمہاری بریت نازل فرمائی۔ میں نے اللہ تعالٰی
کا شکر ادا کیا اور کہا اس میں تمہارا یا تمہارے صاحب (حضورِ اکرم رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم) کا کچھ احسان
نہیں۔ اسی اثناء میں حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور میرا بازو پکڑ لیا۔ میں نے اپنا بازو

ڑالیا۔ میرے والدؓ مجھے مارنے دوڑے میں نے انہیں منع کیا حضورؐ نے تبسم فرمایا اور آپؐ نے بھی مارنے سے
ع فرمایا۔

نیز حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میری بریت نازل ہوئی تو میرے والد ماجدؓ نے آکر میری پیشانی
می۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ نے میری جانب سے خود عذر کیوں نہ کیا، حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ جس بات
کا مجھے علم نہ تھا میں وہ کہہ کر کس آسمان کے نیچے رہتا اور کس زمین پر ٹھیرتا۔

قتادہ سے روایت ہے کہ یہ آیت :- ولا یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ کے نازل ہونے کا
عث ایک قریشی شخص ہے جس کا نام مسطح بن اثاثہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کا یہ رشتہ دار تھا، اور یتیم تھا۔
پ نے اسے پرورش فرمایا تھا۔ آپ ہمیشہ اُس کے ساتھ سلوک کیا کرتے تھے جب حضرت عائشہؓ
تہمت لگانے میں منافقین کے ساتھ یہ بھی شریک ہوا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بریت
ل فرمائی تو ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ اس کے ساتھ آپ کوئی نیک سلوک نہ کریں گے تو یہ آیت نازل ہوئی۔
یأتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ا ـــــــــ اور حضور اکرمؐ نے آپ کو پڑھ کر سنائی اور فرمایا کہ اے
ابو بکر کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم تمہاری مغفرت کرے؟ ابو بکر بولے کیوں نہیں یا رسول اللہ۔ حضورؐ نے
شاد فرمایا پھر تم مسطح سے درگزر کرو اور اس کا قصور معاف کر دو ابو بکرؓ بولے کہ واللہ اب میں اس کے ساتھ
ک کرنا بند نہ کروں گا حضرت عائشہؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ، حسن بصری اور ابن سیرین سے بھی اسی طرح مروی ہے
حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا حکم کیا ہے۔ سو اس کی اطاعت کرو۔ وہ
نے وعدہ کو پورا کرے گا۔ جو اس نے تم سے کیا ہے اور وہ وعدہ یہ ہے کہ وہ تم کو غنی کر دے گا۔

قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں اس جیسا بدنصیب کسی کو نہیں سمجھتا کہ جو نکاح کو ذریعہ
فضلِ الٰہی کا طالب نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یغنیہم اللہ من فضلہ۔ اگر وہ فقیر ہوں گے، تو
دتم انہیں غنی کر دے گا۔

انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ اُن کے غلام سیرین نے اُن سے مکاتبہ کی استدعا کی کہ وہ
در مناسب روپیہ ادا کرنے کے بعد آزاد ہو جائے گا۔ انسؓ نے اس سے انکار کیا۔ وہ حضرت عمرؓ کی
مت میں شکایت لے کر آیا۔ آپؓ نے انسؓ پر درہ اٹھایا۔ اور فرمایا کہ اسے ابھی مکاتبہ لکھ دو۔ کیا تمہیں
لوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "فکاتبوھم ان علمتم فیھم خیرا ٥ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اسے
کاتبہ لکھ دیا۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک غلام کو جس کی کنیت ابو امیہ تھی مکاتبہ لکھ دیا۔ جب مدتِ قسط
قضی ہوئی تو وہ قسط لے کر حاضر ہوا۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ یہ قسط تم ہی لے جاؤ اور معاملہ مکاتبہ میں تقویت
اصل کرو۔ غلام نے عرض کیا امیر المؤمنین اگر آخری قسط معاف فرماتے تو بہتر ہوتا۔ آپ نے فرمایا
کہ میں اس وقت تک زندہ نہ رہوں؟ (لہٰذا آپ نے یہی قسط معاف کر دی)، اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے
رمایا ہے۔ "و آتوھم من مال اللہ الذی آتاکم۔

سدی سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی کی ایک لونڈی تھی، جسے وہ اپنے مہمانوں کے پاس بھیج
کرتا تھا۔ تاکہ مہمانوں کے نزدیک اس کی عزت بڑھے۔ اس کنیز نے حضرت ابو بکرؓ سے شکایت
آپ نے حضورؐ سے اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے ابن ابی کو منع فرمایا۔ کہ وُہ اسے مہمانوں کے پا
نہ بھیجا کرے۔ عبداللہ ابن ابی بہت کچھ چیخا چلایا کہ آپ کیوں مانع آتے ہیں تو یہ آیت
ہوئی: "ولا تکرھوا فتیاتکم علی البغاء"۔ اپنی کنیزوں کو فحش کاموں پر مجبور نہ کرو۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا کہ زیتون کا تیل کھایا کرو۔ کیونکہ
مبارک درخت کا تیل ہے۔ (ترمذی)

شریک بن نملہ کی روایت ہے کہ میں ایک رات حضرت عمرؓ کا مہمان ہؤا۔ اس ر
آپ نے اپنے ایک پسندیدہ اونٹ کی سری اور زیتون کا تیل کھلایا۔ اور فرمایا کہ یہ
ایک مبارک درخت کا تیل ہے، جس کا اللہ تعالٰی نے قرآن میں ذکر فرمایا ہے۔

ابو العالیہ سے مروی ہے کہ حضورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؐ کے اصحابؓ
بیسؔ سال تک خائف رہے۔ ذکر و اذکار کرتے تو پوشیدہ، اور عبادت کرتے تو پو
اس وقت مسلمان نہ جنگ کر سکتے تھے اور نہ جنگ کا حکم کیا گیا تھا۔ یہاں تک کہ مدینہ طیبہ ہج
کرنے کا حکم ہؤا۔ تو جب مسلمان ہجرت کرکے مدینہ آئے اور انہیں قتال کا حکم دیا گیا، تواب بھی
خائف رہتے اور صبح و شام مسلح رہتے۔ ایک مدت یہی حال رہا۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ یا رسول
کیا ہم ہمیشہ خائف رہیں گے یا ہمیں کبھی امن بھی نصیب ہوگا۔ اور ہم اسلحہ اتار کر رکھ دیں گے؟ حضو
نے ارشاد فرمایا، نہیں! تھوڑی مدت خائف رہوگے۔ پھر تو یہ حال ہوگا کہ لوگ بڑی بڑی مجلسوں
بیٹھیں گے۔ اور ان کے پاس سوئی تک نہ ہوگی۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی: "وعد اللہ الذین ا
منکم وعملوا الصّٰلحات لیستخلفنھم فی الارض الایۃ"۔ چنانچہ رفتہ رفتہ تمام جزیرۂ عرب میں اسلام پھیل گیا
لوگ امن میں ہوگئے اور اسلحہ رکھ دیئے گئے۔ پھر حضورؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ
حضرت عثمان غنیؓ کے اخیر زمانہ تک امن قائم رہا۔ حتٰے کہ مسلمانوں نے اس کا کفرانِ نعمت کیا۔ اور
تغیر عظیم پیدا کر دیا۔ تو اللہ تعالٰی نے بھی ان کی حالت تبدیل کر دی اور خوف کو پھر اُن پر مسلط کر دیا۔

آیت پنجاہ و چہارم۔ سورۃ فرقان میں اللہ تم نے فرمایا ہے:۔ وعباد الرحمان الذین یمش
علی الارض ھونا○ واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما○ والذین یبیتون لربھم
وقیاما○ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ط ان عذابھا کان غراما
انھا ساءت مستقرا و مقاما○ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وک
بین ذالک قواما○ والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اخر ولا یقتلون النف
التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون○ ومن یفعل ذالک یلق اثاما○
یضعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا○ الا من تاب وامن و

صالحا فاولئك يبدل الله سيأتهم حسنات وكان الله غفورا رحيما ۝
ن تاب وعمل صالحا فانه يتوب الى الله متابا ۝ والذين لا يشهدون الزور واذا مروا باللغو
وا كراما ۝ والذين اذا ذكروا بآيات ربهم لم يخروا عليها صما وعميانا ۝ والذين يقولون ربنا
ب لنا من ازواجنا وذريتنا قرة اعين واجعلنا للمتقين اماما ۝ اولئك يجزون الغرفة بما
بروا ويلقون فيها تحية وسلاما ۝ خالدين فيها حسنت مستقرا ومقاما ۝

اللہ کے بندے وہ ہیں کہ جو زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں اور جب اُن سے جاہل لوگ خطاب
رتے ہیں تو سلام کر کے الگ ہو جاتے ہیں۔ وہ لوگ جو ساری رات سجدے اور قیام کی حالت میں
لذار دیتے ہیں۔ وہ لوگ جو بارگاہِ الٰہی میں دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں عذاب دوزخ
ے محفوظ رکھ۔ کیونکہ دوزخ کا عذاب ہمیشہ رہنے والا ہے۔ وہ لوگ جو راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور اس میں
تو کنجوسی سے کام لیتے ہیں اور نہ اسراف سے بلکہ ان کا یہ کام اعتدال کے ساتھ ہوتا ہے وہ لوگ جو اللہ کے
ساتھ دوسرے معبود سے مدد کے طالب نہیں ہوتے اور نہ اُن لوگوں کو ناحق قتل کرتے ہیں جن کا قتل اللہ
نے حرام فرمایا اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اور جو شخص ایسا کرے گا تو اللہ اسے قیامت میں دگنا عذاب
دے گا اور جہنم میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا اور جن لوگوں نے توبہ کی ایمان
لائے اور نیک اعمال کیے اللہ ان کی برائیوں کو حسنات سے بدل دے گا۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے
اور جو شخص اللہ کی جناب میں متوجہ ہوتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو اللہ بھی اس کی اس توبہ کو قبول
فرماتا ہے اور وہ لوگ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ایسے مقام سے گذرتے ہیں جہاں لغویات
ہوتی ہیں تو نہایت عزت کے ساتھ گذر جاتے ہیں اور جب ان سے اللہ کی آیات بیان کی جاتی ہیں
تو وہ اندھوں اور بہروں کی طرح خاموش نہیں رہتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ اے خداوندا ہماری بیویوں اور
ہماری اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دیجیے۔ اور ہمیں پرہیز گاروں کا پیشوا بنا دیجیے۔ ان لوگوں کو
ان کے صبر کے بدلے میں محلات عطا کیے جائیں گے جس میں یہ ہمیشہ رہیں گے اور ہمیشہ ان پر درود سلام بھیجا
جائے گا یہ مقام بہت ہی بہتر مقام ہے

احقر عرض کرتا ہے کہ تمام قرآن میں یہ سنت اللہ جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ جا بجا اہل ہدایت و اہل ضلالت
کو میزان عدل پر رکھ کر تولتا اور ان کے اوصاف بیان کرتا ہے ایک فریق کو عذاب کی دھمکی دیتا ہے
اور ایک کو نعمائے جنت عطا کرتا ہے صرف یہی نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ان کے فرضی اوصاف کا ذکر کیا
ہو بلکہ دونوں فریق کے ان اوصاف کو ذکر کیا ہے جن کے ساتھ وہ مشہور و معروف ہیں بس اسی قاعدہ کے
بموجب سورۃ فرقان میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے شبہات اور ان جاہلانہ خصائل و عادات کا ذکر کر کے ان
کی پاداش کا ذکر کیا ہے بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے عباد اللہ المقربین اور ان کی صفاتِ ثابتہ و مشہورہ بیان کیا ہے
اور وہ صفات حلم مداومت بر نماز تہجد خوفِ عذابِ آخرت، اعتدال و اقتصاد توحید و عبادت، ترکِ کشت و
خون اجتناب از زنا احتراز از مجالس کذب و دروغ، وعظ و تذکیر کے وقت اجتماع، اور بارگاہِ الٰہی میں دعائے خیر

کرتے رہنا جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانانِ حاضرین جو بوقتِ نزول آیت تھے مراد ہیں اور وہ مہاجر
اولین ہیں اور یہ ان کی فضیلت کے لئے کافی ہے

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ہشام بن حاکم کو نماز میں سورۃ فرقان پڑھتے سنا مگر اس لہجہ میں جس لہجہ
حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے نہ سنا تھا حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ انہیں نماز ہی میں پڑھنے سے روک دیں مگر آپ
صبر کیا یہاں تک کہ انہوں نے نماز ختم کرلی۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے پوچھا کہ یہ سورت تم نے کس سے پڑھی
انہوں نے کہا حضورِ اکرمؐ سے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ مجھے تو حضورؐ نے اس لہجہ میں نہیں
پڑھائی۔ غرض آپ انہیں حضورؐ کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا یہ سورت فرقان کو
اس لہجہ میں پڑھتے تھے، جس کی آپؐ نے مجھے تعلیم نہیں دی۔ حضورؐ نے فرمایا ہشام پڑھو
سناؤ انہوں نے سورت پڑھ کر سنائی حضورؐ نے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے پھر حضرت عمرؓ سے فرمایا
کس طرح پڑھتے ہو حضرت عمرؓ نے بھی سورت فرقان پڑھ کر سنائی آپ نے فرمایا اسی طرح نازل ہوئی ہے
پھر فرمایا اے عمرؓ قرآن سات لہجوں میں اترا ہے۔ سو جونسا لہجہ تمہیں آسان معلوم ہو اسی لہجہ میں پڑھا کرو۔
روایت شیخین اور امام مالک کی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو اکڑ کر چلتے دیکھا آپ نے فرمایا اکڑ کر چلنا بجز وقت جہاد
کے جائز نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی مدح کرتے ہوئے بیان فرمایا۔ "وعباد الرحمان
الذین یمشون علی الارض هونا"۔

آیت پنجاہ و پنجم ۔ سورۃ شعراء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ وانذر عشیرتك الاقربین ○ واخفض
جناحك لمن اتبعك من المؤمنین ○ فان عصوك فقل انی بریٔ مما تعملون ○ وتوکل علی
العزیز الرحیم ○ الذی یراك حین تقوم وتقلبك فی الساجدین ○ انه هو السمیع العلیم ○

اے پیغمبرؐ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے اور ایمان والوں کی طرف مائل ہو جائیے جو تیری
پیروی کرتے ہیں اگر وہ تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں تمہارے ان کاموں سے جو تم کرتے ہو بری ہوں
اور بھروسہ کر اللہ غالب مہربان پر جو تجھے دیکھتا ہے جب تو اٹھتا ہے تہجد کے لئے اور دیکھتا پھرتا ہے
گذاروں کو۔ بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے

حقیر عرض کرتا ہے سورت شعراء میں اللہ تعالیٰ نے سات پیغمبروں کا قصہ بیان کیا ہے بعد ازاں اللہ
نے بواسطہ جبریلؑ قرآن مجید حضور اکرمؐ کے دل مبارک پر نازل ہونے کا حال بیان کیا ہے اور اس کی حقیقت
پر دلیل بیان فرمائی ہے کہ علماء اہل کتاب بوجہ کتب اولین موجود ہونے کے اس کی حقیقت کو اچھی طرح
جانتے پہچانتے ہیں اس کے بعد جملہ ولو نزلناہ سے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید کے عربی زبان میں نازل
ہونے کی غرض و غایت اور عجمی زبان یا کسی عجمی پیغمبر پر نازل نہ ہونے کی وجہ بیان کی پھر بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید
وحی الٰہی ہے نہ کہ القاء شیطانی اور اس کی دو وجہ بیان فرمائی ہیں اوّل یہ کہ ملاءِ اعلیٰ تک جو محل نفاذِ احکام الٰہی
ہے شیاطین پہنچنے سے محروم ہیں دوم یہ کہ سنت اللہ یہ ہے کہ القاءِ شیطانی نفوس خبیثہ پر ہوتا ہے

س قدسیہ پر کیوں کہ مفید و مستفید کے درمیان وجہ مناسبت ضروری ہے ورنہ افادہ و استفادہ متحقق نہیں
سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نفس عالیہ نفوس قدسیہ سے تھا جو غایت درجہ اعمالی اخلاقی طہارت رکھنا
نیز فرمایا ہے کہ قرآن مجید از قبیل شعر واشعار نہیں ہے کیوں کہ شعراء کا کام افراط و تفریط ہے ۔ اور اس
ئے وہ اصلاح اعمال و اخلاق اور ہدایت خلق اللہ سے فی الجملہ بھی مناسبت نہیں رکھتے ۔ اور وحی الٰہی
ں ہدایت و اصلاح اعمال و اخلاق بر درجۂ اتم واکمل مرکوز کی گئی ہے جیسا کہ یہ بات مخفی نہیں ہے ۔ اسی
ن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " فلا تدع مع اللہ الٰھا اٰخر فتکون من المعذبین وانذر عشیرتک
قربین " پس اے پیغمبر اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور خدا کو نہ پکارنا ورنہ آپ بھی معذبین میں داخل کیے جائیں گے یعنی
یشہ توحید پر قائم رہنا ۔ اور بالخصوص اپنے قریب کے قبیلوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرانا اور ان لوگوں سے
یری پیروی کرتے ہیں خاطر و تواضع سے پیش آنا آمدم بر سر مطلب اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم کو اپنے
رؤں کے ساتھ تلطف و ترحم کا حکم فرمایا اور چوں کہ سورتِ شعراء مکیہ ہے لہٰذا مومنین سے مراد بلحاظ
زول آیت وہی مہاجرین اولین ہیں ، وہو المقصود ۔
حضرت ابن عباس اس آیت کریمہ " الا الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا " کی تفسیر میں فرماتے
ں کہ " الا الذین اٰمنوا " سے مراد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ مراد ہیں ۔
ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکر اس دار فانی سے رخصت ہونے
لگے تو آپ نے جو وصیت لکھ کر حضرت عائشہؓ کی دی اس کے الفاظ یہ تھے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط حضرت
بوبکرؓ بن ابی قحافہ اس دنیا سے کوچ کرتے وقت وصیت کرتا ہے کہ میں نے عمر بن الخطاب کو تم پر خلیفہ کیا اگر
ہ عدل کریں تو یہی میرا ان کے ساتھ ظنِ غالب ہے اور یہی میری خواہش ہے اور اگر ظلم کریں اور اسلام
یں تغیر و تبدل کریں تو میں غیب نہیں جانتا اور یہ آیت لکھی " سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون "
نقریب جان لیں گے جو لوگ ظلم کرتے ہیں کہ وہ کس کروٹ پھیر سے جائیں گے ۔
آیت پنجاہ و ششم ۔ سورت نمل میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے : قل الحمد للہ وسلام علی عبادہ
لذین اصطفیٰ ط اللہ خیر اما یشرکون ○ سورۃ نمل میں اللہ تعالیٰ نے قومِ ثمود اور قوم لوط کو ہلاک کرنے کا ذکر
کرنے کے بعد فرمایا ہے ۔ کہ اے پیغمبر آپ فرما دیجیے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں کہ اشقیاء کو وہ ہلاک کرتا ہے
ور انبیاءؑ و مرسلین کی مدد و نصرت کرتا ہے اور اے پیغمبرؐ آپ فرما دیجیے کہ اللہ دونوں جہاں کی سلامتی دیتا
ہے ان لوگوں کو جو برگزیدہ بارگاہ ہیں
اب معلوم ہونا چاہیے کہ برگزیدگی کے کئی مدارج ہیں مرتبۂ اعلیٰ انبیاؑ و مرسلین کی برگزیدگی کا ہے ۔ بعد ازاں
ن مسلمانوں کی برگزیدگی کا جنہوں نے انبیاؑ و مرسلین کی مدد و نصرت کر کے اعلاءِ کلمۃ اللہ کیا ۔ اور بالخصوص جنہوں نے
حضورؐ کی مدد و نصرت کی وہ مہاجرینِ اولین ہیں ۔ وہو المقصود ۔
اور اگرچہ بوجہ عموم امتِ مرحومہ بھی شامل ہے جیسا کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے " ثم اورثنا الکتاب
الذین اصطفینا من عبادنا " الایۃ ۔ ظاہر آیت اسی امر پر دلالت کرتا ہے کہ اشقیاء کفار جو اعلاءِ کفر میں ساعی

وکوشاں رہتے تھے) کے بالمقابل مہاجرین اولین مراد ہیں جو ہمیشہ اعلائے کلمۃ الحق میں مشغول ومصروف رہے اور اس لئے اس قسم کی تمام آیتوں کی تفسیر مفسرین نے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی ہے

چنانچہ ابن عباس اور سفیان ثوری سے آیت کریمہ "وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ" کی تفسیر میں روایت کیا گیا ہے کہ عبادہ الذین اصطفیٰ سے اصحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔

آیت پنجاہ و ہفتم۔ سورۂ قصص میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: "ولما ورد ماء مدین وجد علیہ امۃ من الناس یسقون ○ ووجد من دونہم امرأتین تذودان ○ قال ما خطبکما قالتا لا نسقی حتی یصدر الرعاء وابونا شیخ کبیر ○ فسقی لہما ثم تولیٰ الی الظل فقال رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر ○ فجاءتہ احدٰہما تمشی علی استحیاء قالت ان ابی یدعوک لیجزیک اجر ما سقیت لنا فلما جاءہ وقص علیہ القصص قال لا تخف نجوت من القوم الظالمین ○ قالت احدٰہما یا ابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین ○ قال انی ارید ان انکحک احدی ابنتی ہاتین علی ان تاجرنی ثمانی حجج فان اتممت عشرا فمن عندک وما ارید ان اشق علیک ستجدنی ان شاء اللہ من الصالحین ○ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ مدین کے کنوئیں پر آئے تو اس وقت کچھ لوگ اس کنوئیں پر پانی پی رہے تھے۔ جب پانی پی چکے تو اس کی چٹان جسے دس آدمی اٹھا کر اور دس ہی رکھتے تھے۔ ڈھانپ کر چلے گئے۔ اسی اثنا میں دو عورتیں اپنی بکریوں کو پانی پلانے آئیں۔ حضرت موسیٰ نے ان سے پوچھا کیوں تم کیا چاہتی ہو؟ انہوں نے اپنا حال بیان کیا حضرت موسیٰ نے تن تنہا اس چٹان کو اٹھا دیا اور ایک ڈول پانی کھینچ دیا جس سے ان عورتوں کی بکریاں سیر ہو گئیں حضرت موسیٰ سایہ میں جا بیٹھے اور عورتیں اپنی بکریاں لے کر گھر چلی گئیں اور اپنے باپ سے قصہ بیان کیا ادھر حضرت موسیٰؑ دعا کر رہے تھے کہ پروردگار جو خیر تو نے میرے پاس بھیجی یعنی عورتیں مجھے اس کی ضرورت ہے ادھر ان میں سے ایک عورت منہ پہ کپڑا ڈالے ہوئے حضرت موسیٰ کے پاس آئی اور کہا تمہیں ہمارا باپ بلاتا ہے تاکہ تمہیں تمہاری نیکی کا بدلہ دے جو تم نے کی۔ حضرت موسیٰ اٹھے اور کہا اچھا چلتا ہوں تم میرے پیچھے ہو جاؤ اور مجھے بتاتی جاؤ جب حضرت موسیٰ پہنچ گئے تو اپنا حال بیان کیا ان میں سے ایک عورت نے اپنے باپ سے کہا انہیں نوکر رکھ لو یہ ایک توانا اور امین آدمی ہیں۔ باپ نے پوچھا یہ کیوں کر معلوم ہوا کہ یہ توانا اور امین آدمی ہے اس نے کہا توانا اس لئے کہ جس چٹان کو دس آدمی اٹھاتے ہیں اس نے تن تنہا اٹھا دی اور امین اس لئے کہ مجھے آگے ہونے سے اس نے منع کیا اور کہا ایسا نہ ہو کپڑا ہوا سے اڑے اور تمہارے ستر پہ میری نظر پڑے جب ان کے باپ کو معلوم ہوا کہ یہ نیک بخت وعفیف آدمی ہیں تو اس نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کا نکاح تمہارے ساتھ کر دوں بعوض اس کے کہ آٹھ سال تک تم میری نوکری کرو اور اگر دس سال کرو تو دو سال تمہارے مجھ پر احسان ہوں گے میں تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا تم مجھے انشاء اللہ مصلح پاؤ گے حضرت موسیٰؑ نے کہا یہ دونوں مدتیں ابھی جن کا ذکر آیا ہے ان میں سے جونسی بھی میں پوری کر دوں تو مجھ

کوئی جبر نہیں اور اللہ اس پر شاہد ہے کہ جو کچھ میں کہتا ہوں پورا کروں گا غرض ان دونوں میں سے ایک کا نکاح حضرت موسیٰ کے ساتھ کر دیا اور آپ اس کے باپ کی بکریاں چراتے رہے

آیت پنجاہ و ہشتم۔ سورۃ عنکبوت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یاعبادی الذین اٰمنوا ان ارضی واسعۃ فایای فاعبدون ○ کل نفس ذائقۃ الموت ثم الینا ترجعون ○ والذین اٰمنوا وعملوا الصالحات لنبوئنہم من الجنۃ غرفا تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا نعم اجر العاملین ○ الذین صبروا وعلیٰ ربہم یتوکلون ○ وکاین من دابۃ لا تحمل رزقہا اللہ یرزقہا وایاکم وھو السمیع العلیم ○

ترجمہ۔ یعنی اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو۔ میری زمین وسیع ہے سو میری عبادت کرو۔ ہر ایک جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔ سو تم سب ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جو لوگ ایمان لائے، اور نیک کام کیے ہم انہیں جگہ دیں گے جنت میں اونچی جگہ جہاں نہریں بہتی ہوں گی۔ جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو صبر کرتے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتے ہیں۔ کوئی جانور اپنے ساتھ روزی نہیں لیے رہتا۔ مگر اللہ اسے روزی دیتا ہے اور تمہیں بھی۔ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

جاننا چاہیے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہجرت کا حکم کیا ہے کہ دار الکفر کو چھوڑ کر چلے جائیں جہاں وہ آرام سے عبادتِ الٰہی کر سکیں نیز اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جنت کا وعدہ دیتے ہوئے بروقت ہجرت صبر و شکر توکل کریں اور اسباب معاش کو جو وطن میں حاصل ہو سکتے ہیں اللہ کی ذات واحد پر بھروسہ کر کے ترک کر دیں اور چوپاؤں کے حال سے عبرت حاصل کریں کہ وہ اپنی روزی ساتھ لئے نہیں ہوتے مگر اللہ انہیں روزی پہنچاتا ہے جب اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم فرمایا اور مہاجرین کے لئے جنت میں مقامات عالیہ کا وعدہ فرمایا تو اب معلوم ہونا چاہئے کہ مہاجرین اولین کا ہجرت کرنا اور اس کے لئے ہر قسم کی مشقتیں برداشت کرنا بتواتر ثابت ہے تو ان کے لئے بدرجہ اولیٰ یہ مقامات ثابت ہوئے

شعبی سے روایت ہے کہ آیت کریمہ:۔ الٓمٓ ○ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون ○ ان مسلمانوں کے حق میں نازل ہوئی تھی جو مکہ میں گھرے ہوئے تھے اور بخوف کفار ہجرت نہیں کر سکتے تھے جب یہ آیت ہجرت نازل ہوئی تو صحابہ کرام نے انہیں لکھا کہ تمہارا اسلام مقبول نہیں ہو سکتا جب تک تم ہجرت نہ کرو چنانچہ انہوں نے ہجرت کی مگر کفار واپس لے گئے پھر یہ آیت نازل ہوئی:۔ الٓمٓ ○ احسب الناس ان یترکوا الآ صحابہ کرام نے کہلا بھیجا کہ تمہاری شان میں یہ آیت نازل ہوئی تو اب وہ پھر ہجرت کے لئے نکلے اور کفار نے ان کا پیچھا کیا تو جو مقابلہ کرنے کے کچھ مسلمان مارے گئے اور کچھ بچ کر مدینہ پہنچے تو آیت نازل ہوئی:۔ ثم ان ربک للذین ھاجروا من بعد ما فتنوا ثم جاھدوا وصبروا ان ربک من بعدھا لغفور رحیم ○

حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ سب سے پہلے جنہوں نے اسلام کا اظہار کیا وہ سات اشخاص ہیں حضور اکرم علیہ السلام ابوبکر صدیقؓ عمارؓ عمارؓ صہیب بلال اور مقداد حضور اکرم علیہ السلام کو تو کفار آپ کے چچا ابو طالب کی وجہ سے زیادہ ایذا نہیں دے سکتے تھے ابوبکر صدیقؓ کو آپ کی قوم کی وجہ سے اور باقی

لوگوں کو کفار پکڑ لیتے اور لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں ڈال دیتے یہ حال دیکھ کر کوئی کفار کے پاس نہ پھٹکتا مگر بلال نے اپنے نفس کو نہایت ذلیل سمجھ رکھا تھا لہذا وہ اپنی قوم میں چلے جاتے اور ان کی قوم انہیں پکڑ کر لڑکوں کے حوالہ کر دیتی اور لڑکے انہیں گلیوں گلیوں لئے پھرتے مگر بلال یہی کہے جاتے احد احد

حضرت انس سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حبشہ کی جانب جس نے ہجرت کی وہ عثمان تھے آپ کے ساتھ آپ کی زوجہ بھی تھیں حضور نے ارشاد فرمایا سب سے پہلے لوط علیہ السلام کے بعد جس نے اپنی بیوی کے ساتھ ہجرت کی وہ عثمان رض ہیں

اسماء بنت ابی بکر سے مروی ہے کہ جب حضرت عثمان نے حبشہ کی جانب ہجرت کی تو حضور نے فرمایا کہ لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے بعد سب سے پہلے جس نے ہجرت کی وہ حضرت عثمان ہیں

ابن عباس سے روایت ہے کہ سب سے پہلے حضور اکرم علیہ السلام کی جانب عثمان نے ہجرت کی جس طرح حضرت لوط نے حضرت ابراہیم کی جانب ہجرت کی تھی

حضرت علی سے روایت ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جب میں اور ابوبکر غار میں داخل ہوئے تو مکڑی نے غار کے منہ پر جالا تن دیا تھا سو اسے مار نہ کرو

آیت پنجاہ و نہم۔ سورۃ روم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الٓمٓ غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون ○ فی بضع سنین للہ الامر من قبل ومن بعد ویومئذ یفرح المؤمنون بنصر اللہ ینصر من یشاء وھو العزیز الرحیم ○ ترجمہ:۔ روم نزدیک کی زمین (یعنی جنگ عراق) میں مغلوب ہوگیا ہے۔ مگر اپنی شکست کے بعد عنقریب وہ چند ہی سال میں پھر غالب آجائے گا۔ اللہ ہی کا حکم تھا پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ (جب) روم غالب آئے گا مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔ اللہ تو جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ اور وہ غالب رحم کرنے والا ہے۔

عراق پر روم و فارس کی جنگ ہو رہی تھی مشرک کہتے تھے فارس غالب آئے گا مسلمان کہتے تھے روم غالب آئے گا اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ ابھی تو روم مغلوب ہے اور چند سال بعد پھر روم کو غلبہ ہوگا روم پہلی جنگ میں مغلوب رہا پھر کئی سال بعد فارس روم کے مابین جنگ ہوئی جس میں روم غالب آیا

حقیر عرض کرتا ہے کہ اس آیت میں قراء کا اختلاف ہے بعض نے غَلَبَتْ بصیغۂ معروف اور سَيُغْلَبُونَ مجہول تلاوت کیا ہے اور بعض نے غُلِبَتْ بصیغۂ مجہول اور سَيَغْلِبُونَ بصیغۂ معروف استعمال کیا ہے قرأت اول کے مطابق مسلمانوں کو فتح روم کی بشارت ہے اور وہ حضور کے زمانہ سعادت میں نہیں بلکہ شیخین کے زمانہ میں واقع ہوئی اور وعدۂ الٰہی خلفاء کے ہاتھ پر پورا ہوا اور یہ لوازمات خلافت سے ہے وھو المقصود۔

الٓمٓ ○ غلبت الروم کی تفسیر میں ابن عباس رض سے مروی ہے کہ غَلَبَتْ و غُلِبَتْ دونوں طرح تلاوت کیا گیا ہے۔ پھر بیان کیا کہ مشرک چاہتے تھے کہ فارس غالب آئے اور مسلمان چاہتے تھے کہ روم غالب آئے چنانچہ مشرکین نے حضرت ابوبکر سے ذکر کیا کہ روم ہمیشہ مغلوب رہے گا ابوبکر نے حضور اکرم کی خدمت میں عرض کیا آپ نے فرمایا کہ روم عنقریب غالب ہو جائے گا مشرکین نے کہا اچھا شرطیہ اس کی مدت مقرر

وبکر نے پانچ سال مقرر کئے چنانچہ پانچ سال گذرنے کے بعد بھی روم کو غلبہ حاصل نہ ہوا جب حضور کو معلوم
وا آپ نے ابوبکر سے فرمایا تم نے دس سال سے کچھ کم مدت کیوں نہ مقرر کی چنانچہ بعد ازاں جب دوسری جنگ
وئی تو روم کو فتح حاصل ہوئی ترمذی اور حاکم نے اس روایت کو روایت کیا ہے سفیان ثوری کہتے ہیں،
لہ اس فتح کی خبر مسلمانوں کو بدر کی فتح کے دن پہنچی۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور نے مقتولین بدر کو تین روز تک پڑا رہنے دیا پھر آپ نے ان میں سے
میہ بن خلف، ابوجہل بن ہشام اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہ ایک ایک سے مخاطب ہو کر فرمایا کیا تم سے اللہ تعالیٰ نے جو کچھ
عدے کیے تھے وہ سب تم نے راست پائے؟ حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کلام سنکر
وض کیا، یا رسول اللہؐ کیا یہ لوگ آپؐ کا یہ کلام سن رہے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ انك لاتسمع
الموتیٰ۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے، عمر تم سے زیادہ
سنتے ہیں۔ مگر جواب نہیں دے سکتے۔

آیت شصتم:۔ الٓمّٓ ○ تلك اٰيات الكتاب الحكيم ○ هدًى ورحمة للمحسنين ○ الذين يقيمون
الصلوٰة ويؤتون الزكوٰة وهم بالاٰخرة هم يوقنون ○ اولٰئك على هدًى من ربهم واولٰئك هم
المفلحون ○ ومن الناس من يشتري لهو الحديث ليضل عن سبيل الله بغير علم ويتخذها
هزوًا ○ اولٰئك لهم عذاب مهين ○ واذا تتلى عليه اٰياتنا ولّٰى مستكبرًا كان لم يسمعها كان في اذنيه
وقرًا فبشره بعذاب اليم ○

احقر عرض کرتا ہے، سورۃ لقمان کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سعداؤ اشقیاء کے درمیان بتباین مراتب
ومقامات بیان فرمایا ہے اور یہ ایک ضروری امر ہے۔ کہ ان آیات کے نزول کے وقت دونوں فریق موجود تھے،
اور چونکہ سورۃ لقمان مکیہ ہے۔ لہٰذا اس کے مصداق وہی مہاجرین اولین مراد ہیں۔ وھو المقصود۔

آیت شصت ویکم:۔ ولقد اٰتينا موسى الكتاب فلا تكن في مرية من لقائه وجعلناه هدى لبني
اسرائيل وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا باٰياتنا يوقنون ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب دی، تو اے پیغمبرؐ آپ اس کے ملنے میں شبہ نہ کیجیے۔ پھر ہم نے
اس کتاب (تورات) کو ذریعۂ ہدایت بنایا، بنو اسرائیل کے لیے۔ اور کئی اُن میں سے ہم نے پیشوا کیے جو ہمارے
حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے۔ اس لیے کہ وہ صبر کرتے اور ہماری آیات پر یقین رکھتے تھے۔

پس اس آیت میں گویا اللہ تعالیٰ نے حضور صلعم کے حال کو موسیٰؑ سے تشبیہ دیتے ہوئے اس امر کی طرف اشارہ
کیا کہ اے پیغمبرؐ ہم نے جس طرح موسیٰؑ کو تورات دی اسی طرح ہم نے تجھے قرآن مجید دیا۔ اور امت
مرحومہ کے لیے اسے ذریعۂ ہدایت بنایا۔ اور جس طرح بنی اسرائیل میں سے مستحقین امامت کو آئمہ و پیشوا
بنایا۔ اسی طرح امت مرحومہ میں سے ان لوگوں کو جو استحقاق امامت رکھتے ہیں اور جو مصائب جہاد، و
مخاصمت کفار پر صبر کر سکتے ہوں آئمہ و پیشوا بنائیں اور عالم کی رہنمائی کریں تو یہ امر محل استبعاد نہیں۔ پس بلحاظ سیاق
وسباق اس آیت میں مؤمنین کاملین یعنی مہاجرین اولین کی جانب اشارہ ہے۔ وھو المقصود۔ ○

ع قدر حسن داد و آشیاں در ہر بن خارے ولے ہر دیدہ کے بیند شکار چشم باز ست ایں

آیت شصت و دوم سورت احزاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولما را المؤمنون الاحزاب قالوا

ھذا ما وعدنا اللہ و رسولہ و صدق اللہ و رسولہ وما زادھم الا ایمانا وتسلیما ○ من المؤمنین رجال صدقوا

ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضی نحبہ ومنھم من ینتظر وما بدلوا تبدیلا ○ لیجزی اللہ الصادقین

بصدقھم ویعذب المنافقین ان شاء او یتوب علیھم ان اللہ کان غفوراً رحیما ○

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب مسلمانوں نے جنگِ احزاب میں کفار کا لشکر دیکھا تو کہنے لگے کہ یہی ہے جس کا

ہم سے اللہ اور اس کے رسولؐ نے وعدہ کیا تھا۔ الغرض کفار کا لشکر دیکھنے سے مسلمانوں کا ایمان و یقین زیادہ

ہوا۔ اور وہ اسے دیکھ کر ذرا بھی نہ گھبرائے بلکہ ثابت قدم رہے۔ حضور اکرمؐ نے پہلے ہی سے مسلمانوں کو خبر دے دی

تھی کہ مسلمانوں کو کفار سے کچھ تکلیف پہنچے گی۔ مگر انجام کار فتح و نصرت مسلمانوں ہی کو نصیب ہوگی۔ کیونکہ سنت

اللہ جاری ہے۔ تلك الایام نداولھا بین الناس ○ کہ ہم دنوں کو لوگوں کے درمیان پھیرتے رہتے ہیں۔

لشکرِ کفار دیکھنے سے مسلمانوں کا ایمان اس طرح زائد ہو گیا کہ جب انہوں نے دیکھا کہ نصف وعدۂ الٰہی ظہور میں

آیا تو نصفِ باقی کا وقوع بھی ضروری ہے۔ قولہ من المؤمنین رجال۔ الآیۃ۔ یعنی مسلمانوں میں ایک جماعت

ایسی بھی ہے جو اللہ سے اس معاہدہ میں راست نکلی جو اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہوا تھا۔ یعنی معرکوں اور مقاماتِ

جنگ میں ثابت قدم رہی۔ پس بعض اس جماعت میں سے وہ لوگ ہیں جنہوں نے جو کچھ کرنا تھا کیا اور وقت

پورا کر گئے۔ یعنی شہید ہو گئے اور یا اعلاء کلمۃ اللہ واقع ہو۔ یہی ان کا حصہ و نصیب تھا اور بس۔ اور بعض وہ

ہیں جو اعلاءِ کلمۃ اللہ کرنے کے بعد بھی اور انتظار میں ہیں کہ ابھی وہ اور بھی اعلائے کلمۃ اللہ کریں گے۔ چنانچہ حضورؐ

کی وفات کے بعد بھی اعلائے کلمۃ اللہ کیا اور دادِ اسلام دی۔

حاصلِ کلام یہ کہ ان آیات میں شرفِ عظیم ہے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے جنگِ احزاب میں ظاہراً

باطناً استقامت اختیار کی۔ اور تا حدِ امکان اعلائے کلمۃ الحق میں جد و جہد کی اور شک نہیں کہ خلفاءِ راشدین

انہیں لوگوں میں تھے۔ اس آیت میں یہ بھی اشارہ نہاں ہے کہ بہت سے کام کرنے باقی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا کے بعد بیان کیا

لوگو آیت رجم میں دھوکہ نہ کھانا۔ کیونکہ آیتِ رجم قرآن میں نازل ہوئی اور ہم نے اسے تلاوت کیا ہے۔ مگر وہ حضورؐ

کے ساتھ گئی۔ (یعنی منسوخ التلاوت ہے نہ کہ منسوخ الحکم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا حضرت ابوبکرؓ

بھی رجم کیا اور میں بھی رجم کرتا ہوں مگر اس امت میں ایک قوم ایسی بھی آئے گی جو آیت رجم سے انکار کرے گی۔ عبدالرحمٰن

بن عوف، سعید بن المسیب اور زید بن اسلم سے بھی اسی طرح روایت ہے۔

ابن عبداللہ بن عمرو بن مزنی اپنی والدہ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتی ہیں کہ جنگِ خندق کے سال حضور

اکرمؐ نے خندقیں کھودنے کی حدیں مقرر کر دیں اور ہم خندقیں کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ تو ایک گول اور سفید

چٹان نکلی۔ جس نے ہمارے ہتھوڑوں کو توڑ دیا مگر وہ نہ ٹوٹی۔ ہم نے حضورؐ سے اس کی شکایت کی۔ حضورؐ تشریف لائے

اور ہتھوڑا اٹھا کر اس پر مارا تو وہ شق ہو گئی۔ اور اس کے اندر سے ایک شعلہ نکلا جو اس قدر روشن تھا کہ اگر شب

سارا ریگستان چمک اٹھتا حضور اکرم نے اور آپ کے ساتھ تمام مسلمانوں نے اسے دیکھ کر تکبیر کہی پھر آپ نے ایک
ر ہتھوڑا مارا اور وہ شق ہوئی تو اس میں سے اسی طرح چمکتا ہوا ایک اور شعلہ نکلا۔ حضورؐ نے پھر تکبیر کہی اور مسلمانوں
نے بھی! پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا، پہلے شعلہ میں مجھے حیرہ کے سفید محل اور مدائن کسریٰ دکھائے گئے۔ جبریلؑ نے
ھ سے کہا کہ میری امت انہیں فتح کرے گی۔ اور دوسری دفعہ روم کے سرخ محل دکھلائے گئے۔ جبریلؑ نے مجھے
بتایا کہ میری امت انہیں بھی فتح کرے گی۔ تیسری دفعہ میں صنعاء کے محل دکھلائے گئے۔ جبریلؑ نے مجھے بتایا،
کہ میری امت انہیں بھی فتح کرے گی۔ سو تم خوش ہو جاؤ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔ چنانچہ مسلمان خوش
ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا کی کہ اس نے ہم سے نصرت کا وعدہ کیا۔ بے شک اس کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جب عرب
قبائل نظر آئے تو ان کے دیکھنے سے مسلمانوں کا ایمان و یقین زیادہ ہوا۔ اور کہنے لگے، یہ وہ لشکر ہے جس کا وعدہ
اللہ اور اس کے رسولؐ نے کیا ہے۔ بیشک اللہ اور رسولؐ کا وعدہ سچا ہے۔ مگر جو لوگ منافق تھے، وہ کہنے لگے دیکھو
کیا تعجب کی بات ہے کہ تمہارا پیغمبرؐ تمہیں جھوٹے وعدے دیتا ہے۔ بھلا یہ بھی ممکن ہے کہ یثرب سے
قصور حیرہ اور مدائنِ کسریٰ نظر آنے لگیں۔ اور اس پر طرہ یہ کہ کھود تو خندقیں رہے ہیں، اور ظاہر ہونے کی ہمت نہیں
رکھتے۔ مگر قصور اور مدائنِ کسریٰ ضرور فتح کریں گے۔ جب منافقین نے یہ کہنا شروع کیا تو ان کے حق میں یہ وعید
نازل ہوئی۔ والذین فی قلوبہم مرض ما وعدنا اللہ و رسولہ الا غرورا ○

قتادہؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے چاہا کہ حیرہ کی چادریں استعمال کرنے سے منع کر دیں
تو ایک شخص نے کہا کہ آپ نے حضورِ اکرمؐ کو حیرہ کی چادر اوڑھتے نہیں دیکھا؟ آپ نے فرمایا۔
کہ ہاں! دیکھا ہے۔ اس شخص نے کہا پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ
اسوۃ حسنۃ"۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے پاس آنے
کی اجازت مانگی۔ مگر ابھی حضورؐ نے اجازت نہ دی تھی کہ عمرؓ بھی آگئے اور انہوں نے بھی اندر آنے کی اجازت
طلب کی۔ مگر حضورؐ نے آپ کو بھی اجازت نہ دی۔ تھوڑی دیر کے بعد دونوں کو اندر آنے کی اجازت دی گئی
آپ دونوںؓ اندر آگئے حضورِ اکرمؐ خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کی ازواجِ مطہراتؓ بھی آپؐ کے پاس
بیٹھی تھیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ میں کچھ بات کروں تاکہ آپؐ خوش ہو جائیں، کیا یا رسول اللہؐ
آپؐ کو معلوم ہے کہ آج میری زوجہ نے مجھ سے نفقہ طلب کیا ہے میں ابھی اسے مار کر آ رہا ہوں۔ حضورؐ ہنسنے لگے،
اور فرمایا کہ یہ میری ازواج بیٹھی ہیں یہ بھی مجھ سے نفقہ طلب کر رہی ہیں۔ یہ سنکر حضرت ابوبکرؓ عائشہؓ کو اور حضرت
عمرؓ حفصہؓ کو مارنے اٹھے اور کہنے لگے کہ تم حضورِ اکرمؐ سے وہ چیز مانگتی ہو جو آپؐ کے پاس موجود نہیں حضورؐ
نے دونوں کو مارنے سے منع فرمایا۔ ازواجِ مطہرات فرمانے لگیں کہ ہم آیندہ حضورؐ سے ہرگز بھی ایسی چیز کا
سوال نہ کریں گی جو حضورؐ کے پاس موجود نہ ہو۔ اسی ضمن میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یا ایہا النبیؐ
قل لازواجک ان کنتن تردن الحیوۃ الدنیا و زینتھا۔ الی علی اللہ یسیرا ○ جب یہ آیت
نازل ہوئی تو سب سے پہلے حضورؐ نے ام المومنینؓ حضرت عائشہؓ کو پڑھ کر سنائی۔ اور فرمایا تم

اس معاملہ میں جلدی نہ کرو، بلکہ اس معاملہ میں اپنے والدین سے بھی مشورہ لے لو۔ حضرت عائشہ رضی نے عرض
کیا کہ کیا میں آپ کے معاملہ میں والدین سے مشورہ لوں گی؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول کو اختیا
کرتی ہوں۔ پھر حضرت عائشہ رضی کہنے لگیں، کہ یا رسول اللہ آپ میرے اس انتخاب کا ذکر ابھی دیگر ازواج
نہ فرمائیے گا۔ آپ نے فرمایا اللہ نے مجھے ذلیل کنندہ مبعوث نہیں کیا بلکہ مجھے معلم و مبشر بنایا ہے اگر و
مجھ سے پوچھیں گی تو میں انہیں بتا دوں گا

حضرت عمر رضی سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا عورتوں کو لباسِ فاخرہ نہ پہناؤ۔ کیونکہ جب عورتیں لبا
فاخرہ پہنتی ہیں تو انہیں باہر نکلنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔

حضرت معاذ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور سے پوچھا یا رسول اللہ کون سا مجاہد افضل ہے آپ
فرمایا مجاہد ذاکر و شاغل پھر صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ اور صدقہ کے متعلق عرض کیا کہ کون سا حاجی اور کون سا زکوٰۃ
صدقہ دینے والا افضل ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک کی نسبت فرمایا کہ جو ذاکر و شاغل ہو وہی بہتر و افضل ہے۔

ایک دفعہ حضرت ابوبکر رضی نے حضرت عمر رضی سے فرمایا، ذاکرین و شاغلین ہر ایک بھلائی میں سبقت لے گئے ہیں۔
حضور نے فرمایا، بے شک ذاکر و شاغل تمام خیر میں سبقت لے گیا ہے۔

ابو صالح سے روایت ہے کہ حضور اکرم نے ام ہانی بنتِ ابی طالب کے پاس پیغامِ نکاح بھیجا۔ مگر انہو
معذرت کی کہ میرے بچے یتیم اور چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضور نے بھی اُن کی معذرت کو قبول فرمایا۔ پھر یہ آیت نا
ہوئی۔ یا ایہا النبی انا احللنا لک ازواجک اللٰتی اٰتیت اجورھن الآیۃ۔ لیکن جب اُن کے بچے ہوشیا
ہو گئے تو ام ہانی نے خود اپنے آپ کو حضور کے لیے پیش کرنا چاہا۔ آپ نے فرمایا اب تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما
اور تم مہاجرات میں سے بھی نہیں ہو۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور کی خدمت میں دیر
بیٹھا رہا۔ حضور کئی بار وہاں سے اُٹھے کہ شاید یہ اس بہانہ سے اٹھ کر چلا جائے، مگر وہ نہ گیا۔ اتنے میں حضرت ع
آ گئے اور انہوں نے حضور کے چہرۂ مبارک پر ناپسندیدگی کے آثار دیکھے۔ حضرت عمر رضی نے اس سے مخاط
ہو کر کہا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے حضور کو تکلیف دی ہے یہ سنکر وہ چونکا اور اٹھ کھڑا ہوا۔ حضور نے ارشاد فر
کہ میں اس غرض سے کئی دفعہ اُٹھا تا کہ یہ اٹھ کھڑے ہوں مگر یہ نہ اٹھے۔ حضرت عمر رضی نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر آ
پردہ کا حکم فرماتے تو بہت بہتر ہوتا۔ کیونکہ آپ کی ازواج اور عورتوں کی طرح نہیں۔ بلکہ ان کے دل دیگر عورتو
سے زیادہ طہارت رکھتے ہیں۔ بعد ازاں یہ آیت نازل ہوئی۔ "یا ایہا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النب
الا ان یؤذن لکم الآیۃ"۔ حضور رحمت عالم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمر رض کو اس کی اطلاع دی۔

حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ ابتداءً حضور اکرم صلعم کی ازواج رفعِ حاجت کے لیے شب کو با
جایا کرتی تھیں۔ اور حضرت عمر رض حضور سے عرض کیا کرتے تھے کہ آپ پردے کا حکم فرما دیں۔ مگر ہنوز حضو
نے پردہ کا حکم نہ دیا تھا کہ ایک روز حضرت سودہ قضائے حاجت کے لیے نکلیں۔ حضرت سودہ طویل القا
تھیں۔ حضرت عمر رض اس دن نکلے اور پکار کر کہا اے سودہ ہم نے تمہیں پہچان لیا۔ اور یہ حضرت عمر رض نے اس

رہا تھا کہ کسی طرح پردہ کا حکم ہو جائے۔ چنانچہ پردہ کا حکم ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ حجاب نازل فرمائی۔ یا ایھا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی۔ الایۃ۔
ابن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کو اوروں پر چار باتوں میں فضیلت حاصل ہے۔ ایک تو اسارٰی بدر کو قتل کرنا، کیونکہ آپ نے قتل کی رائے دی تھی۔ مگر صحابہ کی رائے کے مطابق انہیں آزاد بھی کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے عتاب میں یہ آیت نازل فرمائی۔ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم الآیۃ۔ دوسری آیت حجاب۔ تیسرے حضورِ اکرمؐ کا دعا کرنا کہ اے پروردگار عمرؓ کے ذریعہ اسلام کی تائید فرما۔ چوتھے حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے استخلاف کی رائے دینا اور سب سے پہلے ابو بکرؓ کی بیعت کرنا۔
حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اس وقت ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ اس کے سلام کا جواب دیا اور اپنے برابر اُسے بٹھا لیا۔ جب وہ شخص چلا گیا تو حضورؐ نے ابو بکرؓ سے فرمایا یہ وہ شخص ہے جس کا درجہ روزانہ کُل اہلِ زمین کے برابر بلند کیا جاتا ہے۔ ابو بکرؓ نے عرض کیا یارسولؐ اللہ اس کی کیا وجہ ہے؟ حضورؐ نے فرمایا یہ روزانہ جب صبح اُٹھتا ہے تو دس مرتبہ مجھ پر درود بھیجتا ہے جو تمام مخلوق کے درود بھیجنے کے برابر ہے۔ ابو بکرؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ یہ کس طرح درود بھیجتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس طرح۔ اللھم صل علیٰ محمد النبی عدد من صلیٰ علیہ من خلقك وصل علیٰ محمد النبی کما ینبغی لنا ان نصلی علیہ وصل علیٰ محمد النبی کما امرتنا ان نصلی علیہ۔
حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ والہ وسلم پر درود بھیجنا گناہوں کو اس طرح مٹاتا ہے جس طرح آگ کو پانی بجھاتا ہے۔ حضور صلعم پر درود بھیجنا غلام آزاد کرنے سے بھی بہتر و افضل ہے۔ اور حضورؐ سے محبت رکھنا خونِ دل پینے سے یا فرمایا راہِ خدا میں تلوار چلانے سے بھی بہتر و افضل ہے۔
قتادہ آیت کریمہ۔ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات کے تحت میں فرماتے ہیں، کہ مسلمانوں کو ایذاء دینے سے پرہیز کرو۔ ورنہ تم پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔
بیان کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ والذین یؤذن المؤمنین والمؤمنات الآیۃ اور پڑھ کر بہت گھبرائے۔ اور ابی بن کعب سے آکر کہا، اے ابو المنذر میں نے کتاب اللہ کی ایک آیت پڑھی جسے پڑھ کر بہت گھبرا رہا ہوں۔ وہ آیت یہ ہے۔ والذین یؤذن المومنین الآیۃ۔ میں مسلمانوں کو مارتا اور سزائیں دیتا ہوں۔ ابی نے کہا آپ اس کے مصداق نہیں۔ بلکہ آپ مسلمانوں کے مؤدب و معلم ہیں۔
شعبی سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے کہا کہ مجھے فلاں شخص سے بغض ہے لوگوں نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ حضرت عمرؓ تم سے بغض رکھتے ہیں؟ یہ شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ کیا میں نے اسلام میں کوئی تفرقہ ڈالا ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں۔ پھر اس شخص نے

سوال کیا کہ کیا میں نے جرم کیا ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں اس شخص نے کہا کیا میں نے اسلام میں کوئی نیا کام کیا ہے آپ نے کہا کہ نہیں اس شخص نے عرض کیا پھر آپ مجھ سے کیوں بغض رکھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالے نے فرمایا ہے والذین یؤذون المؤمنین الآیۃ آپ نے مجھے تکلیف دی اللہ آپ کی اس لغزش کو معاف نہ کرے حضرت عمرؓ نے فرمایا بے شک تم سچ کہتے ہو نہ تم نے اسلام میں نہ کوئی تفرقہ ڈالا نہ کوئی جرم کیا اور نہ اسلام میں کوئی نیا کام تم نے پیدا کیا۔ میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ تم میری لغزش کو معاف کردو۔ چنانچہ اس نے معاف کر دیا۔

آیت شصت و سوم۔ سورۃ سباء میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وما ارسلنا فی قریۃ من نذیر الا قال مترفوھا انا بما ارسلتم بہ کٰفرون، وقالوا نحن اکثر اموالا واولادا وما نحن بمعذبین ○ قل ان ربی یبسط الرزق لمن یشاء ویقدر ولکن اکثر الناس لا یعلمون ○ وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من اٰمن وعمل صالحا فاولٰئک لھم جزاء الضعف بما عملوا وھم فی الغرفات اٰمنون ○ والذین یسعون فی اٰیاتنا معاجزین اولٰئک فی العذاب محضرون ○ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کے ایک عام خیال کی تردید فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے کہ عموماً اہل دنیا مال و دولت، جاہ و حشمت اور کثرتِ اولاد کو باعث فضیلت خیال کرتے ہیں جیسا کہ ہمیشہ اہل دنیا انبیاء و مرسلین سے کہتے رہے کہ ہم مال و دولت اور اولاد رکھتے ہیں ہم پر کیوں عذاب ہونے لگا۔ اللہ تم نے اُن کے اس خیال کی تردید فرمائی کہ اے پیغمبرؐ اُن سے کہہ دو کہ اللہ جس کو چاہتا ہے روزی وسیع کرتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کرتا ہے۔ مگر اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ مال و دولت لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ عزت حاصل نہیں ہوتی بجز اس کے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے ان کے لیے بدلہ ہے دوگنا ان کے عملوں کا۔ وہ جنت کے مقاماتِ عالیہ میں امن سے رہیں گے۔ اور جو لوگ ہماری نشانیوں کو دبانا چاہتے ہیں انہیں عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔

پس واضح ہو کہ مال و دولت، جاہ و حشمت، حسب و نسب کو افضلیت سے وہ تعلق و مراتب نہیں جو ایمان، اور اعمال صالح کو ہے بلکہ اسلامی افضلیت کا اصل الاصول ہی ایمان اور اعمال صالح ہیں وھو المقصود

آیت شصت و چہارم سورۃ فاطر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا فمنھم ظالم لنفسہ ومنھم مقتصد ومنھم سابق بالخیرات باذن اللہ ذٰلک ھو الفضل الکبیر ○

اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تلاوتِ قرآن کرنے والوں، نماز و زکوٰۃ قائم کرنے والوں اور صدقہ دینے والوں کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ اور اُن کے لیے اجرِ عظیم مقرر فرمایا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے پیغمبرؐ جو قرآن تیری طرف وحی کیا جاتا ہے حق ہے جس طرح اُن کی کتابیں حق تھیں۔ پھر فرمایا کہ اے پیغمبرؐ ہم نے کتاب یعنی قرآن کا وارث اُن لوگوں کو کیا کہ جن کو ہم نے اس کے لیے پسند کیا جن میں بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، بعض میانہ رو ہیں۔ اور بعض باذنِ الٰہی نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ یہی افضلیت ہے۔

اس آیت میں اللہ تم نے بنصِ صریح امت مرحومہ کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے۔ جن میں سے اعلےٰ گروہ سابقین اولین کا تھا۔ اور صدیقین، شہداء، اور صالحین سے موصوف تھا۔ اس گروہ کو مقربین بھی کہا

اہے اور گروہ اوسط میانہ رہا ہے اور اصحاب وابرار کے نام سے پکارا گیا ہے سب سے کم تیسرا فرقہ ہے
پنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے اور یہ وہ گروہ ہے جو ایمان و اعتقاد صحیح رکھتا ہے مگر اعمال میں اس سے کوتاہی
رع میں آتی ہے۔ اور بذریعہ توبہ استغفار اور بذریعہ ندامت اس کا تدارک کرتا ہے۔ یہ امر اوپر بیان کیا جا چکا ہے
، خلیفہ سابقین مقربین میں سے ہو۔ بلحاظ طبقات مؤمنین و اعتبار سوابق اسلامیہ۔

ضحاک نے ابن عباس رض سے اس آیت کی تفسیر:۔ افمن زین لہ سوء عملہ فراٰہ حسنًا فان اللہ یضل
ن یشاء ویہدی الیہ من یشاء ط فلا تذھب نفسک علیہم حسرات ط ان اللہ علیم بما یصنعون میں
یت کیلے ہے کہ جب حضور صلعم نے دعا فرمائی کہ اے پروردگار عمر بن خطاب رض یا ابو جہل بن ہشام کے ذریعہ
ن کو غالب فرما۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رض کو ہدایت بخشی۔ اور انہوں نے اسلام قبول کیا، اور ابو جہل کافر رہا۔
یہ آیت نازل ہوئی۔

سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمر رض نے لوگوں کو اٹھارہ نصیحتیں کیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ اول جو شخص
ہارے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو اس کی سزا یہی ہے کہ تم اس کے بارہ میں اللہ کی اطاعت کرو
وم، اپنے بھائی مسلمان کے ساتھ وہ برتاؤ کرو کہ وہ کل تمہاری مدد کرنے پر مجبور ہو۔ سوئم جب تک تم مسلمان
کے قول کو خیر پر محمول کر سکتے ہو تب تک اسے شر پر محمول نہ کرو۔ چہارم راستی پسند دوست کا اعتبار کرو،
یونکہ وہ باعث آرام باعث زینت اور باعث فخر و عزت ہوتے ہیں۔ مصیبت و بلا میں معین و مددگار ہوتے ہیں۔ پنجم
صدق و راستی اختیار کرو اگرچہ جان بھی کیوں نہ جاتی ہو۔ ششم فضول و لایعنی باتوں کی طرف توجہ نہ کرو۔ ہفتم،
وقوع میں نہیں آیا اُس کے متعلق سوالات نہ کرو۔ کیونکہ جو کچھ وقوع میں آرہا ہے اس سے تم نے فرصت کیونکر
صل کر لی۔ ہشتم، جو شخص اپنے نفس کو مواقع تہمت میں ڈالے تو لوگ اس سے سوءِ ظن کریں وہ انہیں
مت نہیں کر سکتا۔ نہم، جو شخص تمہاری حاجت پوری کرنا نہیں چاہتا، اس کے پاس تم اپنی حاجت لیکر
جاؤ۔ دہم، جو شخص اپنا راز چھپا رکھے بھلائی کا میدان اُس کے ہاتھ میں ہے۔ یازدہم، جھوٹی قسم کھانا خفیف
جانو۔ ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ دوازدہم۔ فاسقوں کے پاس نہ بیٹھو ورنہ تم بھی فاسق ہو جاؤ گے۔ سیزدہم
من سے بچتے رہو۔ چہاردہم، دوست سے ڈرتے رہو اگر وہ امین ہے اور امین وہ ہے، جو اللہ سے ڈرے
نزدہم، جب قبروں پر جاؤ تو خوف خدا یاد کرو۔ شانزدہم، عبادت کے وقت خضوع و خشوع کرو۔ ہفدہم،
صیبت کے وقت اللہ سے عصمت مانگو۔ ہشتدہم، مشورہ ان کے ساتھ کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ اور وہ علماء
یں جن کی نسبت اللہ نے فرمایا ہے:۔ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔

حضرت عمر رض سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سابقین ہم میں سابق ہیں۔ میانہ رو ناجی، اور اپنے
پر ظلم کرنیوالے مغفور ہیں۔ صہیب سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ سابقین بالخیرات مہاجرین اولین ہیں۔
جو اپنے پروردگار پر ناز کریں گے قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یہ قیامت کے دن
پنی گردنوں پر اسلحہ لیے ہوئے آئیں گے اور جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے۔ خزنہ جنت پوچھیں گے تم کون ہو؟
یہ کہیں گے کہ ہم مہاجرین ہیں۔ خزنہ جنت پوچھیں گے کیا ہے تمہارا حساب کتاب؟ یہ سنتے ہی گھٹنوں کے بل

گر پڑیں گے۔ اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہیں گے، اے پروردگار ہمارا بھی حساب کتاب لیا جائے گا۔ حالانکہ ہم اپنے بال بچوں اور گھر بار کو چھوڑ کر اللہ کی راہ میں نکل گئے اور ہجرت کی۔ اللہ تعالیٰ کچھ دیر کے لیے اُن کے جسموں پر سونے کے پَر لگا دے گا۔ جو زبرجد اور یاقوت کی طرح سرخ سبز ہوں گے۔ جن کے ذریعہ یہ اُڑ کر جنت میں داخل ہوں گے اور کہیں گے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الذی اذھب عنا الحزن۔ ان ربنا لغفور شکور۔ الی الخمس آیات۔ پھر حضور اکرمؐ نے فرمایا، جنت میں اُن کے منازل اور مقامات دُنیا کے منازل ومقامات سے کہیں عالی اور ذی شان ہوں گے۔

آیت شصت وپنجم۔ سورتِ یٰسین میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ وجآء من اقصا المدینۃ رجل یسعٰی قال یٰقوم اتبعوا المرسلین اتبعوا من لا یسئلکم اجراً وھم مھتدون۔

احقر عرض کرتا ہے کہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ انبیائے کرامؑ کے بعد ایک جماعت ایسی بھی ہے جو کلمۂ حق کو شہادتِ قلبیہ سے پہچانتی ہے۔ اور انبیاء کی پیروی کر کے خلق اللہ کو حق کی دعوت دیتی آخرت میں انبیاءؑ کے بعد جو مراتب ومنازل ہیں انہیں عطا کیے جائیں گے۔ اور یہ وہ صفت ہے جو لوازمِ خلافتِ خاصہ سے ہے۔ وھو المقصود۔

حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ یٰسین کو تورات میں المعمنہ (یعنی جامع کل خیر) کہا گیا ہے کیا خوب ہے اس کا قاری جو دوجہاں کی بھلائیوں کا مالک ہے۔ وہ اس کی دنیا و آخرت، دونوں جہاں کی مصیبتوں کو دور کرے گی۔ اور آخرت کے ہول وحشت کو دفع کرے گی۔ اس لیے سورۃ یٰسین کو سورۃ دافعہ اور سورت قاضیہ بھی کہتے ہیں۔ وہ اپنے قاری کی ہر ایک حاجت وضرورت کو پورا کرے گی۔ سورۃ یٰسین پڑھنا دس حج کرنے کے برابر ہے۔ اور اس کا سننا راہِ خدا میں ہزاروں دینار خرچ کرنے کے برابر اور لکھ کر اس کا پینا ہزار نور ویقین اور روزی، برکت ورحمت کا شکم میں داخل کرنا اور ہر ایک بیماری وزحمت کا شکم سے نکال دینا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے والدین کے احباب میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کرے اور سورۃ یٰسین پڑھے تو اللہ تعالیٰ ہر حرف کے بدلے اس کی مغفرت کرے گا۔

آیت شصت وششم۔ سورت والصافات میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین ○ انھم لھم المنصورون ○ وان جندنا لھم الغالبون ○ ترجمہ "یعنی روزِ ازل میں ہمارے انبیاء ومرسلین کے لیے ہمارا وعدہ متحقق ہو چکا ہے انکی مدد کی جائے گی۔ اور ہمارا ہی لشکر غالب آنے والا ہے"۔

اس آیت کی صحیح تفسیر یہ ہے کہ مرسلین سے بالخصوص وہ رسول مراد ہیں جو کفار سے جہاد وقتال کرنے کے مبعوث کیے گئے۔ اور لشکر سے اُن کے وہ تابعین مراد ہیں، جن کے دل میں داعیۂ نصرتِ مرسلین اور احیائے کلمۃ الحق ڈالا گیا۔ اور وہ خواہ بموجودگی مرسلین اور خواہ اُن کے انتقال کے بعد اعلائے کلمۃ الحق کرتے رہے۔

احقر عرض کرتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور اُن کے تابعین کی مدد ونصرت کا وعدہ فرمایا اور ہم نے بچشم خود دیکھ لیا کہ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اصحابؓ میں سے ایک گروہِ خاص کے دل

ۂ کلمۃ الحق ڈالا گیا اور وہ مظفر و منصور بھی ہوئے تو اب بالبداہت معلوم ہوا کہ وہ جند اللہ تھے اور وہ اس
ہ سے مشرف و ممتاز ہوئے وہو المقصود
نعمان بن بشیر سے روایت کیا گیا ہے کہ اس آیت احشروا الذین ظلموا وازواجھم کی تفسیر میں فرمایا ہے
زواج سے امثال مراد ہیں۔ پس ہر شخص کا اس کے ہم قرین کے ساتھ حشر کیا جائے گا۔ مثلاً ریا کار کا ریاکاروں
ساتھ۔ زانی کا زناکاروں کے ساتھ اور شرابی کا شرابیوں کے ساتھ حشر کیا جائے گا۔ پس اہلِ جنت کے ہم قرین
ت میں ہوں گے اور دوزخیوں کے ہم قرین دوزخ میں۔

آیت شصت و ہفتم۔ سورۃ صٓ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ام نجعل الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات
لمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار ○ کتاب انزلناہ الیک مبارک لیدبروا اٰیاتہ و
ن کر اولوا الالباب ○ ترجمہ:۔ "کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ زمین میں فساد کرنے والوں
برابر کر دیں گے، اور کیا پرہیز گاروں کو بدکاروں کے برابر۔ قرآن مجید ایک برکت والی کتاب ہے جو ہم نے آپ پر
ں کی تاکہ لوگ سمجھیں اور صاحبِ عقل نصیحت حاصل کریں"۔
ظاہرِ آیت تو یہ ہے کہ محسنین سے مراد وہی مسلمان ہیں جو نزولِ آیت کے وقت موجود تھے۔ اور یا یہ کہ مفہوم
یت عام ہے اور وہ مسلمان جو نزولِ آیت کے وقت موجود تھے۔ وہ اس میں شامل ہیں۔ کیونکہ سببِ نزول عموماتِ
یہ میں بالقطع داخل و شامل ہوتا ہے۔ بہرکیف اس آیت میں مہاجرین اولین کیلئے شرفِ عظیم ہے۔ وہو المقصود۔
سائب بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے پیچھے نمازِ صبح پڑھی۔ حضرت عمرؓ نے
زمیں سورۃ صٓ تلاوت کی۔ اور اس میں سجدہ بھی کیا۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے ایک
ں نے پوچھا یا امیر المومنینؓ کیا اس سورت میں سجدہ بھی ہے؟ آپؓ نے فرمایا حضورِ اکرم
ں سورت میں سجدہ کیا کرتے تھے۔
ابو مریم سے روایت ہے کہ جب حضرت عمرؓ شام گئے تو آپ نے محرابِ داؤد میں آکر نماز
ی۔ اور نماز میں سورت صٓ تلاوت کی۔ اور جب سجدہ کے موقع پر پہنچے تو سجدہ بھی کیا۔
روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت طلحہ، حضرت زبیر، کعبِ احبار اور حضرت سلمان فارسی
، پوچھا کہ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے؟ سلمان نے کہا کہ خلیفہ وہ ہے جو رعیت میں عدل کرے
غنیمت سب میں برابر تقسیم کرے، رعیت پر اپنے اہل و عیال کی طرح شفقت کرے۔ اور
تاب اللہ کے ساتھ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرے۔ کعبِ احبار بولے، میرا تو خیال تھا کہ اس
ں میں میرے علاوہ کوئی خلیفہ کے معنی نہ جانتا ہوگا۔
سلمان سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟
مان نے کہا آپ تو خراج جمع کرتے ہیں۔ اور پھر غیر محل میں اسے صرف کرتے ہیں۔
ذا آپ، بادشاہ ہو سکتے ہیں نہ خلیفہ۔ حضرت عمرؓ اُن کا قول سُن کر آب دیدہ ہو گئے۔
سلیمان بن ابی العوجاء سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نہیں

نہیں جانتا کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ۔ ایک شخص نے کہا امیر المومنین رضؓ خلیفہ اور بادشاہ میں تو بین فرق ہے وہ یہ کہ خلیفہ مال نہیں لیتا مگر بحق اور خرچ نہیں کرتا مگر بحق۔ اور آپ الحمد للہ ایسے ہی ہیں۔ اور بادشاہ ظلم کرتا ہے جس سے چاہتا ہے لیتا ہے اور جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ حضرت عمرؓ سُن کر خاموش رہے۔

روایت کیا گیا ہے کہ امیر معاویہ جب منبر پر بیٹھتے تو کہتے کہ خلافت نہ مال جمع کرنے کا نام ہے اور نہ خرچ کرنے کا۔ بلکہ خلافت اس کا نام ہے کہ حق پر عمل کرے، حکم عدل کرے اور لوگوں کو امر الٰہی پر قائم کرے۔

آیت شصت و ہشتم۔ سورت زمر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قل یعبادی الذین آمنوا اتقوا ربکم للذین احسنوا فی ھٰذہ الدنیا حسنۃ وارض اللہ واسعۃ ء انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب ○ ترجمہ:۔ "اے پیغمبرؐ میرے بندوں سے کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو جو ایمان لائے۔ اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ جن لوگوں نے دُنیا میں نیکی کی اُن کے لیے نیکی ہے اور یہ وسیع زمین۔ بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جاتا ہے"۔

اس آیت میں غور کرنے سے واضح ہے کہ کلمۂ ارض اللہ واسعۃ سے ہجرت اور تحریص و ترغیبِ ہجرت کی جانب اشارہ ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مصائبِ ہجرت پر صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر و ثواب دیا جائے گا۔ پس اس سے اور خصوصاً عبادی کے لفظ سے مہاجرین کی منزلت و افضلیت ظاہر و باہر ہے۔

مجاہد نے ارض اللہ واسعۃ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ کی زمین وسیع ہے۔ سو اس کی وسیع زمین میں ہجرت کرکے نکل جاؤ اور بت پرستوں سے کنارہ کش رہو۔

ابن عمر سے روایت ہے کہ یہ آیت امن ھو قانت آناء اللیل ساجداً وقائماً یحذر الآخرۃ حضرت عثمانؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ عمار بن یاسر کی شان میں۔ اور ابن عباسؓ کی ایک روایت یہ ہے کہ عبداللہ بن مسعود، عمار بن یاسر، اور سالمؓ ابی حذیفہ کی شان میں نازل ہوئی۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا یہ آیت۔ انک میت وانھم میتون○ ثم انکم یوم القیامۃ عند ربکم تختصمون ○ ہم لوگوں کی شان میں نازل ہوئی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ سے پوچھا کہ پھر قیامت کے دن خدا کے رُو برُو ہماری خصومت کی وجہ کیا ہوگی؟ ابن عمرؓ نے کہا جب ہمارا یہ حال کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہیں کرتے۔ دین ہمارا اسلام ہے، قرآن ہماری کتاب ہے جس میں نہ ہم کبھی تحریف کرتے ہیں نہ تغیر و تبدل، ہمارا کعبہ ایک، ہمارا حرم ایک اور ہمارے پیغمبر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو اس لحاظ سے ہم کیونکر خصومت کر سکتے تھے۔ مگر جب ہمارا یہ حال ہوا کہ ہم ایک دوسرے پر تلوار اٹھانے لگے تو میں نے جان لیا کہ یہ آیت ہم لوگوں کے حق میں نازل ہوئی۔

ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمانوں نے پوچھا قیامت کے دن ہماری خصومت کیا ہوگی مگر جب حضرت عثمان شہید ہو گئے تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہماری خصومت یہی ہے

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ جب مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی تو ہم کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار ایک ہے دین ایک ہے پیغمبر ایک ہے پھر ہماری خصومت کیا ہے مگر جب جنگ صفین میں ایک دوسرے پر تلوار کھینچی گئی تو ہمیں معلوم ہوا کہ ہماری خصومت یہی ہے

حضرت علی سے روایت کہ اس آیت ۔ والذی جاء بالحق وصدق به اولئك هم المتقون ۝ میں والذی جاء بالحق سے مراد حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات اور وصدق به سے مراد ابوبکر صدیق رضی ہیں۔

ابن عساکر کہتے ہیں کہ یہ روایت اسی طرح ہے اور بجائے بالصدق کے بالحق روایت کیا گیا ہے ابوہریرہ کی روایت میں بالصدق ہے چنانچہ ابوہریرہ سے مروی ہے کہ والذی جاء بالصدق سے مراد حضور اکرم اور وصدق به سے ابوبکر ہیں۔

سلیم بن عامر سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے فرمایا کہ تعجب کی بات ہے کہ بعض شخص خواب دیکھتے ہیں اور ان کے دل میں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا مگر وہ بعینہ پورا ہوتا ہے اور بعض شخص خواب دیکھتے ہیں اور وہ بالکل غلط بلکہ کالعدم ہو جاتا ہے حضرت علی نے کہا امیر المؤمنین میں اس کی وجہ عرض کرتا ہوں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اللہ یتوفی الانفس حین موتہا والتی لم تمت فی منامہا فیمسك التی قضی علیہا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمّی ۔ اللہ تو روحیں قبض کرتا ہے مردوں کی بوقتِ موت اور زندوں کی بوقتِ خواب۔ پھر جن کو مرنا ہے اُن کی روحیں اللہ روک لیتا ہے۔ اور باقی روحوں کو وقتِ مقررہ تک چھوڑتا رہتا ہے۔ غرض اللہ سب کی روحیں قبض کرتا ہے۔ پس جو روحیں آسمان پر کچھ دیکھ کر آتی ہیں وہ رویائے صادقہ ہے اور جو آسمان پر کچھ نہیں دیکھتیں بلکہ اجساد کی طرف واپس آتے ہوئے شیاطین انہیں کچھ القاء کر دیتے ہیں اور وہ رویائے کاذبہ ہے حضرت عمر آپ کے اس جواب سے بہت خوش ہوئے

ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک روز صبح کو حضور اکرم برآمد ہوئے اور فرمایا آج میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے کنجیاں اور ترازو دی گئی سو کنجیاں مجھے دے دی گئیں اور ترازو آسمان میں لٹکا دی گئیں پھر اس کے ایک پلہ پر مجھے رکھ دیا گیا اور ایک پلے پر میری امت کو سو میرا پلہ وزنی رہا پھر ایک پلہ پر ابو بکر کو اور ایک پلہ پر میری امت کو رکھ کر وزن کیا گیا پھر ایک پر عمر بن خطاب کو اور ایک پر پوری امت کو پھر ایک پر عثمان بن عفان کو اور ایک پر امت کو رکھ کر وزن کیا گیا اور پھر ترازو اٹھالی گئی۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت عثمان غنی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ آسمان و زمین کی کنجیاں کیا ہیں آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ھو الاول والآخر والظاھر والباطن بیدہ الخیر یحیی ویمیت وھو علی کل شیء قدیر ۝ جو شخص صبح اٹھ کر دس دفعہ یہ پڑھے اور جب شام ہو تب بھی دس دفعہ پڑھے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے چھ باتیں عطا فرمائے گا۔ اول وہ ابلیس اور لشکر ابلیس سے محفوظ رہے گا۔ دوم، جنت کے خزانے اسے عطا کیے جائیں گے۔

سوم حوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی چہارم اس کے گناہ بخش دئے جائیں گے پنجم حضرت ابراہیم ؑ کے ساتھ اسے جگہ دی جائے گی ششم بوقت موت اس کے پاس حاضر ہو کر باسہ فرشتے اسے حق کی خوشخبری دیں گے اور قبر سے میدان حشر تک اسے لے جائیں گے اور پھر جنت میں داخل کریں گے۔ مگر اور لوگ اس وقت حساب کتاب کی سختی میں مبتلا ہوں گے۔ حضرت ابوہریرہ ؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ بخاری و مسلم اس کے راوی ہیں

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ جو شخص اپنے مال میں سے جفت جفت چیزیں خرچ کرے گا بہشت کے کل دروازوں میں سے پکارا جائے گا یوں کہ بہشت کے کئی دروازے ہیں نمازی باب الصلوٰۃ سے روزہ دار باب الریان سے زکوٰۃ و صدقہ دینے والے باب الصدقہ سے اور غازی و مجاہد باب الجہاد سے بلا جائے گا ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص ایسا بھی ہوگا جو جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا حضور نے ارشاد فرمایا کہ ہاں ایسے لوگ بھی ہوں گے اور میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو

آیت ششم و نہم :۔ سورۂ مؤمن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وقال رجل من اٰل فرعون یکتم ایمانہ اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم بالبینٰت من ربکم و ان یک کاذبا فعلیہ کذبہ وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم ان اللہ لا یہدی من ھو مسرف کذاب ○۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مؤمن آلِ فرعون کا ذکر فرمایا جو سب سے پہلے حضرت موسیٰ ؑ پر ایمان لایا۔ اور بوجہ غلبہ فرعون اپنا ایمان پوشیدہ رکھے ہوئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں موسیٰ کی جانب سے داعیۂ قتال و جہاد اور داعیۂ اعلائے کلمۃ اللہ ڈال دیا تھا تاکہ عہد لقبین و محدثین امت مرحومہ کے لئے سند و حجت اور ایک عمدہ دستور العمل ہو اور ہر ایک ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ یہی دستور و طریقہ الٰہی ہر ایک نبی و مرسل کے ساتھ رہا ہے کہ اس کی امت میں چند لوگوں کے دلوں میں داعیۂ قتال و جہاد و داعیۂ اعلائے کلمۃ اللہ ڈالا اسی طرح اس امت مرحومہ کے چند افراد کے دلوں میں اور یہی وہ لوگ ہیں جو افضل و بہترین امت قرار پائے۔ پس آیت کریمہ اور اس سے ماقبل و مابعد کی آیت :۔ الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربہم ویستغفرون للذین اٰمنوا ربنا وسعت کل شئی رحمۃ وعلما فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقہم عذاب الجحیم اور آیت :۔ انا لننصر رسلنا والذین اٰمنوا وغیرہ وغیرہ آیات کا مفہوم انہی لوگوں پر منطبق ہوتا ہے جن کے دلوں میں داعیۂ جہاد و داعیۂ اعلائے کلمۃ اللہ ڈالا گیا۔

اب آحقر عرض کرتا ہے کہ مہاجرین اولین میں سے ایک جماعت انہی اوصاف سے موصوف تھی، جن کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے۔ جن کا حال یہ تھا کہ کفار سے انہوں نے قتال و جہاد کر کے اعلائے کلمۃ الحق کیا اور مظفر و منصور ہوئے اور دین ان کے ہاتھوں غالب ہوا لہٰذا وہ ان آیات میں مشار الیہ اور مشرف بہ بشارت ہیں۔

قتادہ سے روایت ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک عابد تھا اسے حضرت عمرؓ نہایت دوست رکھتے تھے یہ شخص مصر چلا گیا مگر وہاں جا کر اس کا حال برعکس ہو گیا حضرت عمرؓ کو جب اس کا حال معلوم ہوا تو آپ نے اس کو آیت لکھ کر بھیجی ، حٰم ۔ تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم ○ غافر الذنب وقابل التوب شدید العقاب ذی الطول ، لا الہ الا ھو الیہ المصیر ○ جب یہ آیت اس نے پڑھی تو اس کا حال پھر بدستور سابق ہو گیا۔

ابو اسحاق سبیعی سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا امیر المؤمنین میں نے ایک جان ماری کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے آپ نے فرمایا کیوں نہیں ناامید نہ ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ حم۔ "تنزیل الکتاب من اللہ العزیز العلیم ○ غافر الذنب وقابل التوب" پھر فرمایا بس عمل کرو اور ناامید نہ ہو۔

عروہ سے روایت کہ انہوں نے عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے پوچھا کہ مشرکین حضور کے ساتھ کیسے پیش آتے تھے آپ نے فرمایا نہایت سختی کے ساتھ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضور کعبہ کے سائبان میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں عقبہ بن ابی معیط آیا اور آپ کا گلوئے مبارک کپڑے میں لپیٹ کر گھونٹنے لگا حضرت ابو بکر دوڑے ہوئے آئے اور اس بدبخت کو ہٹایا اور کہنے لگے کہ بدبختو کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو تمہارے پاس اللہ کی نشانیاں لے کر آیا ہے بخاری اس کے راوی ہیں۔

عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ ایک روز حضورؐ صبح کو خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے جب آپ طواف کر کے فارغ ہوئے تو مشرکین آئے اور آپ کو چادر میں پھانس لیا اور کہنے لگے کہ تمہیں ہم کو ہمارے معبودوں کی عبادت سے منع کرتے ہو جن کی عبادت ہمارے آباؤ اجداد آج تک کرتے آئے آپ نے فرمایا کہ ہاں میں تمہیں ان کی عبادت سے منع کرتا ہوں حضرت ابو بکر نے آپ کی چادر ان کے ہاتھ سے چھڑالی اور چلا کر کہتے تھے اتقتلون رجلا ان یقول ربی اللہ وقد جاءکم۔ الآیۃ۔ حتیٰ کہ مشرکین نے حضورؐ کو چھوڑ دیا

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ ان بدبختوں نے حضورؐ کو مارا بھی۔ حضرت صدیقؓ اٹھے اور چلا کر کہنے لگے "اتقتلون رجلاً" الآیۃ۔

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک بار لوگوں سے پوچھا کہ شجیع تر کون شخص ہے، لوگوں نے کہا کہ اگر آپ شجیع تر نہیں تو ہم نہیں جانتے کہ وہ کون شخص ہے۔ حضرت علیؓ بولے کہ ابو بکرؓ ہم سب میں شجیع تر تھے کیونکہ میں نے دیکھا کہ مشرکین مکہ نے حضور کو قتل کرنا چاہا تو بجز حضرت ابو بکر کے ہم میں سے کسی کو آگے بڑھنے کی جرأت نہیں ہوئی چنانچہ ابو بکرؓ آگے بڑھے اور مشرکین میں کھلبلی مچادی کسی کو مارنے لگے اور کسی دھکے دے کر ہٹادیا اور کہنے لگے بدبختو تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے یہ کہہ کر حضرت علی آبدیدہ ہوئے اور رو کر کہنے لگے واللہ مؤمن آل فرعون بہتر تھا یا حضرت ابو بکر لوگ خاموش رہے حضرت علیؓ نے فرمایا واللہ ابو بکر کی ایک ساعت مؤمن آل فرعون کی تمام عمر سے بہتر ہے مومن آل فرعون اپنے ایمان کو چھپاتا تھا اور ابو بکر اپنا ایمان ظاہر کرتے تھے

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا کہ دجال مشرق کی اس سرزمین سے ظاہر ہوگا جس کا نام خراسان ہے اس کے ساتھ جو اقوام ہوں گی ان کے چہرے تہ بتہ رکھی ہوئی ڈھالوں کی طرح ہوں گے

آیت ہفت وہم۔ سورۃ فصلت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ○ نحن اولیاءکم فی الحیاۃ الدنیا وفی الآخرۃ ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون ○ نزلا من غفور الرحیم ○ ومن احسن

قولا ممن دعا الی اللہ وعمل صالحا وقال اننی من المسلمین ○

احقر عرض کرتا ہے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کا اجر و ثواب بیان کیا ہے جنہوں نے اقرا
توحید کیا اور اس پر قائم رہے پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان موحدین کی احسنیت کا بیان فرمایا جو دعوت الی ال
کرتے اور اعمال صالحہ سے موصوف تھے اور جن کا ظاہر و باطن انقیاد و فرمانبرداری تھا کتاب اللہ سے یہ کلیہ
ہو جانے کے بعد ہر ایک صاحب عقل و شعور مہاجرین اولین اور خصوصاً خلفاء راشدین کو ان کے اوصاف وا
اور حالات جو بتواتر ثابت ہیں سن کر اس کلیہ میں داخل کرنے بلکہ ان کو سر دفتر جماعت کہنے میں ذرا بھی غلط
نہ ہوگا وہو المقصود۔

حضرت ابوبکرؓ سے اس آیت۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا کے بارہ میں روایت کیا گیا ہے کہ استقا
سے مراد یہ ہے کہ توحید پر قائم رہے شرک نہ کرے

نیز روایت کیا گیا ہے کہ ابوبکرؓ نے لوگوں سے پوچھا کہ آیت مذکورہ میں استقامت سے اور ولم یلبسوا ایما
بظلم میں ظلم سے کیا مراد ہے لوگوں نے عرض کیا استقامت سے مراد اسلام پر قائم رہنا گناہ و معصیت
سے مجتنب رہنا اور دوسری آیت میں ایمان کو ظلم کے ساتھ ملانے سے گناہ و معصیت نہ کرنا مراد ہے حضرت
ابوبکرؓ نے فرمایا تم نے آیت کے معنی بہت سخت کئے ہر دو آیات میں استقامت و ظلم سے مراد شرک سے
اجتناب ہے

ابن عباس سے روایت کیا گیا ہے کہ یہ آیت "افمن یلقی فی النار خیر" ابوجہل بن ہشام کے حق میں ناز
ہوئی۔ اور اس کے بعد کا فقرہ امن یأتی امنا یوم القیامت ابوبکر کی شان میں نازل ہوا

بشیر بن نعیم اور عکرمہ سے روایت ہے کہ آیت مذکورہ کا پہلا جملہ ابوجہل بن ہشام کے حق میں اور دوسر
فقرہ عمار بن یاسر کے حق میں نازل ہوا

حضرت عمرؓ سے اس آیت "وقالوا قلوبنا فی اکنۃ" کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ کفار قریش حضور اکر
کی خدمت میں آئے آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں اسلام سے کون سی چیز مانع ہے انہوں نے جواب میں کہ
اے محمدؐ جو کچھ تم کہتے ہو نہ ہم سنتے ہیں اور نہ سمجھتے ہیں ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں ابوجہل نے
اپنے اور حضورؐ کے درمیان ایک چادر تان لی اور کہنے لگا ہمارے دل پردے میں ہیں ہماری کانوں میں
ڈاٹ لگی ہوئی ہے اور ہمارے درمیان پردہ ہے حضور نے فرمایا میں تو تمہیں صرف دو باتوں کی طرف بلا
ہوں ایک یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں دوم یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں کلمہ شہادت سنتے ہی کفار قریش
ایسے بھاگے جیسے لاحول سے شیطان اور کہنے لگے اجعل الالھۃ الھاً واحداً ان ھذا لشیء عجاب"۔ کیا تم
معبودوں کو ایک کر دیا یہ ایک عجیب بات ہے اور بعض کہنے لگے۔ امشوا واصبروا علی الھتکم ان ھذا لشیء
یراد ○ ما سمعنا بھذا فی الملۃ الآخرۃ ان ھذا الا اختلاق ○ چلو اپنے ہی معبودوں کی پرستش کرتے رہو۔ یہ
گھڑی ہوئی باتیں ہیں۔ یہ باتیں تو ہم نے کسی ملت میں بھی نہیں سنی بے شک یہ بناوٹ ہے۔ غرض کفار اس قسم
کی بکواس کر رہے تھے کہ حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور کہا اے محمدؐ۔ اللہ تعالیٰ سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے

کافر جو بکواس کر رہے ہیں کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہوئی
ہم نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ یہ اُن کی جھوٹی بکواس ہے۔ بے شک یہ سنتے بھی ہیں اور سمجھتے بھی ہیں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ واذا ذکرت ربک فی القرآن وحدہ ولوا علیٰ ادبارھم نفورًا ○ کہ اے پیغمبر
قرآن میں وحدہٗ لاشریک کا ذکر کرتا ہے تو یہ کافر منہ موڑ کر بھاگتے ہیں۔ راوی کہتا ہے، پھر جب صبح
اُن میں سے قریباً ستر آدمی آئے اور کہنے لگے اے محمدؐ ہم پر اسلام پیش کیجئے حضور اکرمؐ نے ان پر اسلام
یا اور وہ مشرف باسلام ہوئے جب یہ ستر آدمی ایمان لے آئے حضورؐ نے تبسم فرمایا اور کہنے لگے کل تمہارا
تھا تم تو کہتے تھے کہ ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگی ہے ہم نہ سنتے
سمجھتے ہیں یہ لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ کل ہم جھوٹے تھے اگر ہم سنتے اور سمجھتے نہ ہوتے تو آج ہدایت
پاتے بے شک اللہ سچا ہے اور بندے جھوٹے ہیں اللہ غنی ہے اور ہم محتاج و فقیر ہیں۔

آیت ہفتاد و یکم:۔ سورتِ شوریٰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ فما اوتیتم من شیٔ فمتاع الحیٰوۃ الدنیا
عند اللہ خیر وابقیٰ للذین اٰمنوا وعلیٰ ربہم یتوکلون ○ والذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش
ما غضبوا ھم یغفرون ○ والذین استجابوا لربہم واقاموا الصلوٰۃ وامرھم شوریٰ بینہم ومما رزقنٰہم ینفقون ○ والذین اذا اصابہم
ھم ینتصرون ○ وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظٰلمین ○ ولمن
بعد ظلمہ فاولٰئک ما علیہم من سبیل ○ انما السبیل علی الذین یظلمون الناس ویبغون فی الارض
حق اولٰئک لہم عذاب الیم ○ ولمن صبر وغفر ان ذٰلک لمن عزم الامور ○

حقیر عرض کرتا ہے کہ ان آیات میں تعریض ہے۔ صحابۂ کرام اور خصوصًا خلفاء راشدین کے احوال سے۔
مسئلہ و دقائق و نکاتِ قرآن سے ہے اس مسئلہ کو اس طرح ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ تعریض با فراد خاص
طرح حاصل ہوتی ہے کہ لفظ نص جو متضمن اوصاف عامہ ہے عام ہو اور وہ شخص جس کی طرف تعریض
ہے وصف مفہوم قرآنی کے ساتھ اس درجہ شہرت رکھتا ہو کہ سامع کی نظر اولاً اسی شخص پر پڑے پس
قاعدہ کے مطابق جاننا چاہیئے۔ للذین اٰمنوا وعلیٰ ربہم یتوکلون ○ سے مہاجرین اولین کے حال اور
کے وصف ایمان و توکل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مہاجرین نے ایسے تنگ وقت میں ہجرت کی تھی جب
اسلام نہایت غریب اور مفلوک الحال تھا ایسے تنگ وقت میں محض بوجہ ایمان وحب اسلام اپنا وطن
اور اپنا گھر بار چھوڑ اور اپنے عزیز و اقربا حتیٰ کہ اپنے اہل و عیال سے بھی جدائی اختیار کر لی اور صرف
خالق پر بھروسہ اور اعتماد کر کے اپنے حاصل شدہ مکاسب کو چھوڑ دیا اور مدت تک محنت و مشقت
مشکلات کا سامنا کرتے رہے اسی طرح آیت کریمہ۔ والذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش واذا ما
ھم یغفرون ○ میں دیگر اہل صلاح و فلاح مثلاً انصار و تابعین انصار کا وصف عفت و عدل مذکور
کیونکہ تہذیبِ نفس قوت بہیمیہ دشہویہ (قوت سبعیہ (قوتِ قہر و غضب) کو عقل کے تابع کرنے سے عبارت
والذین یجتنبون کبٰئر الاثم والفواحش اور جملۂ واذا ما غضبوا ھم یغفرون ○ میں اسی طرف اشارہ
کیا ہے۔ اور جملہ والذین استجابوا لربہم میں صرف حضرت ابو بکرؓ کی جانب تعریض اور اشارہ ہے۔ کیونکہ

آپ کا مشہور و معروف وصف تسلیم و انقیاد تھا کہ پہلی ہی دفعہ میں دعوت حق قبول کر لیا کرتے تھے اور
اقامت صلوات میں بھی آپ بلند پایہ رکھتے تھے کیونکہ نبی کریم صلعم نے آپ ہی کو بوقت وفات امامت کے لیے
مقرر کیا اور جملہ امرھم شوریٰ بینھم حضرت عمرؓ کی جانب اشارہ ہے اس لئے کہ آپ کا مشہور و معر
وصف شوریٰ تھا آپ کے زمانہ خلافت میں کوئی امر بدون مشورت علماء صحابہ نافذ نہیں کیا جاتا تھا او
اس لئے ملت اسلامیہ کے اعظم اجماعیات وہ امور ہیں جن پر حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں اجماع ہو چکا
اور جملہ ومما رزقنٰھم ینفقون سے حضرت عثمانؓ کی جانب اشارہ ہے۔ آپ کا وصفِ مشہور و معروف انفا
فی سبیل اللہ ہے۔ اور اسی انفاق کی بنا پر حضرت عثمانؓ بشاراتِ عظیمہ سے مشرف و فائز ہوئے۔ اور جملہ
والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون ○ حضرت علیؓ پر منطبق ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ کے عہد خلافت میں بغا
اور قتال ہوا جس میں آپ منفرد تھے۔ اور آیت کریمہ۔ وجزاؤ سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفیٰ واصلح فاجر
علی اللہ کے معنٰی یہ ہیں کہ انتقام لینا جائز ہے عفو و چشم پوشی اعلیٰ رتبہ رکھتی ہے اور یہ صفت حضرت حسن میں
پائی گئی جب کہ آپ نے امیر معاویہ سے صلح کی اور اس امر کا بیان حضور کی زبان نبوت سے اس طرح ہو
ولدی ہذا سید سیصلح اللہ بہ بین فئتین عظیمتین کہ یہ میرا فرزند سید ہے اللہ تعالیٰ عنقریب اس کے ذریعہ مسلما
کے دو عظیم گروہ کے درمیان صلح کرائے گا آیت مذکور میں لفظ اصلح مسلمانوں کے درمیان اتفاق واق
ہونے اور نزاع و تفرقہ اٹھ جانے پر دلالت کرتا ہے اور اس سے اشارہ خلافت امیر معاویہ کی طرف ہے
اور انما السبیل علی الذین یظلمون سے جوانان بنی امیہ کی طرف اشارہ ہے جن کے باب میں حضور نے فرما
تھا کہ میری امت کی تباہی قریش کے چند جوانوں کے ہاتھ سے ہوگی ولمن صبر وغفر ان ذلک لمن عزم
الامور سے علماء اخیار کی طرف اشارہ ہے جن کے رئیس و سرِ دفتر امام علی بن الحسین تھے آپ نے اس امر
کہ حضور اکرم نے خلیفہ وقت پر تلوار اٹھانے کو منع کیا ہے مدنظر رکھ کر سکوت و خاموشی اختیار کی اور با
وجود کراہت کے اطاعت قبول کر لی

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابوبکر کو کچھ برا بھلا کہا حضور بھی اس وقت
تشریف فرما تھے جب یہ شخص حضرت ابوبکر کو برا بھلا کہنے لگا تو ابوبکر بھی اسے جواب دینے لگے تو حضور
غضب ناک ہو کر کھڑے ہو گئے ابوبکر نے عرض کیا یا رسول اللہ جب یہ مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ
خاموش رہے جب میں نے جواب دینا شروع کیا تو آپ ناراض ہو گئے آپ نے فرمایا جب تم خاموش
تو تمہاری جانب سے فرشتہ جواب دیتا جا رہا تھا جب تم خود جواب دینے لگے تو شیطان تمہارے ساتھ
ہو گیا تو میں شیطان کے ساتھ کیوں کر بیٹھ سکتا تھا پھر فرمایا ابوبکر تین باتیں حق ہیں جب کسی بندے پر ظلم کیا
جائے اور وہ لوجہ اللہ ظالم سے چشم پوشی کرے تو اللہ اسے عزت نصیب کرے گا جو شخص کسی کو بغرض صلہ
رحمی کچھ دے گا اللہ اس کا مال زیادہ کرے گا اور جو شخص مال زیادہ کرنے کی غرض سے مانگتا پھرے گا۔ اللہ
اس کا مال گھٹائے گا۔

آیت ہفتاد و دوم۔ سورۃ زخرف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فاما نذھبن بک فانا منھم منتقمون ○ و

دینک الذی وعدناھم فانا علیھم مقتدرون ○ فاستمسک بالذی اوحی الیک انک علی صراط مستقیم
وانہ لذکرلک ولقومک وسوف تسئلون ○ ترجمہ ۔ یعنی اے پیغمبرؐ اگر ہم تجھے ان سے اٹھالیں تو ہم تیرے
بعد کفار سے بدلہ لینے والے ہیں۔ اور اگر ہم تجھے دکھائیں جو ہم نے اُن سے کہا ہے سو وہ ہمارے بس
میں ہیں۔ اے پیغمبرؐ تو قائم رہ اس پر جو تجھ پر وحی کیا گیا ہے ۔ بیشک تو راہِ راست پر ہے۔ اور یہ قرآن مجید
تیرے لیے اور تیری امت کے لیے باعثِ فخر و عزت ہے ۔ اور عنقریب تم سے اس کا سوال کیا جائے گا۔"
اب احقر عرض کرتا ہے کہ بظاہر یہاں تو یہ کہا گیا ہے کہ اے پیغمبرؐ ہم خواہ تجھے اپنے وعدے دکھائیں
اور آپؐ کے روبرو اُن سے انتقام لے لیں۔ اور خواہ ان واقعات کے ظہور سے قبل ہی آپؐ کو اٹھالیا جائے
اور بعد میں اُن سے انتقام لیا جائے، آپؐ کو تشویش نہ کرنی چاہیے ۔ کیونکہ آپؐ راہِ راست پر ہیں۔
مطلب یہ ہے کہ اے پیغمبرؐ بعض وعدے ہم آپؐ کو دکھائیں گے اور بعض وعدے آپؐ کے بعد
ظہور میں آئیں گے ۔ سو آپؐ جو جی چاہے وعدہ کرو، بیشک وہ ہونے والا ہے ۔ سو خارج میں بھی ایسا ہی ہوا
اس آیت میں اِمّا تردید کے لیے نہیں بلکہ تقسیم کے لیے ہے ۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ بتواتر حدیث یہ
ثابت ہے کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ابتدائے بعثت سے تا عینِ وفات فارس و روم کی فتح کا وعدہ
کرتے رہے اور فرماتے رہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو کیا اہلِ قریٰ اور کیا اہلِ بادیہ و صحرا غرضیکہ سب کے گھروں
میں پہنچا دے گا ۔ خواہ بعزت اور خواہ بذلت بعزت تو یہ کہ وہ مشرف باسلام ہوں گے اور بذلت یہ کہ جزیہ و
خراج دیتے ہوئے اسلام کے مطیع و منقاد ہوں گے اور ظاہر ہے کہ یہ صورت حضور اکرمؐ کے زمانۂ سعادت
میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلیفہ اس کے متمم ہوئے ۔ اور یہ لوازمِ خلافت سے ہے ۔ وہو المقصود۔
دیکھنا یہ ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کس کس کے ہاتھ پر ایسا واقع ہوا ہے ۔ پس وہی خلیفہ خاص ہے
اور اس کا بیان اوپر گزر چکا ۔ اور جملہ لذکرلک ولقومک کے معنے یہ ہیں کہ اے پیغمبرؐ جماعتِ قریش میں سے
چند لوگ وہ ہوں گے جو ظاہر و باطن میں شرافت سے مشرف و ممتاز ہو کر اے پیغمبرؐ آپؐ کے مددگار اور آپؐ کے
بہتر خلیفہ ہوں گے اور اعلائے کلمۃ اللہ کریں گے ۔
محمد بن عثمان المخزومی سے روایت ہے کہ کفار قریش نے کہا کہ اصحاب محمد صلعم کے لیے چند اشخاص مقرر
کرو، جو ان سے سوال و جواب کر سکیں ۔ چنانچہ کفار قریش نے چند اشخاص مقرر کیے ۔ حضرت ابوبکرؓ سے
بات کرنے کے لیے حضرت طلحہ کو متعین کیا ۔ جب یہ حضرت ابوبکرؓ سے بات کرنے آئے، حضرت صدیقؓ
نے اُن سے سوال کیا تم مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو ؟ انھوں نے کہا کہ میں تمہیں لات و عزیٰ کی جانب
بلاتا ہوں ۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، لات کون ہے ؟ طلحہ بولے کہ وہ ہمارا پروردگار ہے ۔ پھر پوچھا کہ عزیٰ
کون ہے ؟ وہ بولے کہ اللہ کی بیٹی ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ اس کی ماں
کون ہے ؟ یہ سوال سنکر طلحہ خاموش ہو گئے ۔ اور قوم سے کہا اس سوال کا جواب دو ۔ قوم بھی ساکت
رہی اور کوئی جواب نہ دے سکی ۔ تو اب حضرت طلحہؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف ہو کر کہنے لگے، "لو میں مشرف باسلام
ہوتا ہوں"۔ "اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمد رسول اللہ"۔

حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرمؐ مکہ معظمہ میں قبائل عرب پر اسلام پیش کیا کرتے تھے اور انہیں غالباً اسلام کا وعدہ دیا کرتے۔ بعض لوگ پوچھتے کہ آپؐ کے بعد ملک کس کا ہوگا، آپؐ خاموش رہتے۔ کیونکہ اس امر کے متعلق اب تک وحی نازل نہ ہوئی تھی مگر جب آیتِ کریمہ ۔ وانہ لذکرلك ولقومك وسوف تسئلون ○ نازل ہوئی تب سے آپؐ مذکور بالا سوال کے جواب میں فرمانے لگے کہ میرے بعد ملک قریش کا ہوگا۔ تب بھی مشرکین نے آپؐ کی دعوت قبول نہ کی جب تک کہ انصار نے قبول نہ کر لی۔

عدی بن حاتم روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور اکرم کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور صلعم نے لوگوں سے ارشاد فرمایا، آگاہ ہو جاؤ اللہ نے جان لیا کہ میرے دل میں میری قوم کی محبت کہاں تک ہے۔ سو اللہ نے میری عزت کی۔ میری قوم کو شرافت وکرامت بخشی۔ چنانچہ فرمایا۔ وانہ لذکرلك ولقومك وسوف تسئلون ○ اور دوسری جگہ فرمایا۔ وانذر عشیرتك الاقربین واخفض جناحك لمن اتبعك من المؤمنین ○ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری قوم میں صدیق وشہدا اور آئمہ کیے۔ اللہ نے لوگوں کے حسب نسب کو دیکھا۔ سو اس نے عرب کو عرب میں قریش کو بہتر پایا۔ تیسری جگہ فرمایا ہے۔ مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلها ثابت وفرعها فی السماء۔ پس شجرہ طیبہ سے قریش مراد ہیں۔ جنہیں اللہ نے دین اسلام عطا کر کے عزت وشرف بخشا۔ اور انہیں ہدایت کر کے اہل ہدایت کیا۔ قریش کے بارہ میں سورۃ قریش لایلف قریش الفهم الایۃ نازل فرمائی۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ جب قریش کا حضور اکرم کے روبرو خیر کے ساتھ ذکر کیا جاتا آپ نہایت مسرور ہوتے تھے حتی کہ ہر شخص آثار سرور آپ کے چہرہ مبارک پر نمایاں دیکھتا میں نے دیکھا ہے کہ حضور اکرم آیت کریمہ۔ وانہ لذکرلك ولقومك وسوف تسئلون ○ بکثرت تلاوت کیا کرتے تھے۔

آیت ہفتاد و سوم ——————— سورۃ احقاف

قتادہ ابوالحرب بن ابی الاسود الدؤلی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ایک عورت لائی گئی جس کا حمل چھ ماہ کی مدت میں وضع ہوگیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے اس بارہ میں مشورہ لیا حضرت علیؓ نے فرمایا اس پر رجم نہیں آتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورت احقاف میں فرمایا ہے۔ وحمله وفصاله ثلثون شهرًا ○ کہ مدت حمل اور مدت رضاعت تیس ماہ ہے۔ اور سورۃ بقرہ میں فرمایا ہے۔ والوالدات یرضعن اولادهن حولین کاملین ○ پس معلوم ہوا کہ مدتِ حمل کم از کم چھ ماہ اور مدت رضاعت دو سال قرار دی گئی۔ حضرت عمرؓ نے اس عورت کو بری کر دیا۔ قتادہ کہتے ہیں کہ بعد میں ہمیں خبر ملی ہے کہ اس عورت کا پھر ایک اور حمل پورے چھ ماہ میں وضع ہوا۔

ابو عبیدہ صوفی عبدالرحمان بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے عہدِ خلافت میں بھی یہی واقعہ پیش آیا کہ ایک عورت کا حمل چھ ماہ میں وضع ہوا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا، میں خیال کرتا ہوں کہ یہ عورت شر لے کر آئی ہے۔ ابن عباسؓ بولے بات یہ ہے کہ جب مدت رضاعت کامل دو سال ہوتی ہے تو مدت حمل چھ ماہ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وحمله وفصاله ثلثون شهرًا ○ حضرت عثمانؓ نے اس عورت سے حد ساقط

ر دی۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب مدتِ حمل پورے نو ماہ ہو تو مدتِ رضاعت اکیس ماہ کافی ہے۔ اور اگر مدت حمل سات ماہ ہو تو رضاعت تئیس ۲۳ ماہ کافی ہے۔ اور جب مدت حمل چھ ماہ ہو تو رضاعت پورے دو سال ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ وحملہ وفصالہ ثلثون شھرًا ○

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس کے بعد کی آیت:۔ حتّٰی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی۔ الآیۃ۔ حضرت ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اللہ نے دعا قبول کی کہ آپ کے بھائی، اہل و عیال سب مشرف باسلام ہوئے۔

ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت:۔ فامامن اعطی واتقٰی وصدق بالحسنٰی۔ الیٰ آخر السورت، حضرت ابوبکرؓ کی شان میں نازل ہوئی۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ان کے ہاتھ میں درہم دیکھا۔ پوچھا کیسا درہم ہے؟ انہوں نے کہا میں اس کا گوشت لانا چاہتا ہوں۔ فرمایا کیوں؟ عرض کیا گھر میں سب لوگوں کا گوشت کھانے کو جی چاہتا ہے۔ فرمایا خوب! جب کسی شئے کو تمہارا جی چاہے تو بس اسے کھا کر ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن تم سے کہا جائے اذھبتم طیباتکم فی حیوٰتکم الدنیا واستمعتم بھا۔ تم نے دنیا ہی میں نعمتوں سے اپنا حصہ لے لیا۔ اُن سے فائدہ اٹھا چکے ہو۔

سالم بن عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لذتِ عیش نہیں چاہتے کہ بکری کے بچوں کو تلوائیں اور میدے کے نان پکوائیں اور کھجوروں کا نبیذ بنوائیں۔ اور پھر دسترخوان پر کھانے بیٹھیں اور نبیذ پئیں۔ بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ یہ نعمتیں آیندہ کے لیئے باقی رکھیں۔ مبادا کہ ہم سے قیامت کے دن کہا جائے:۔ اذھبتم طیباتکم فی حیوٰتکم الدنیا فاستمعتم بھا۔

قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر میں چاہوں تو تم سے اچھا کھا اور اچھا پہن سکتا ہوں۔ مگر نہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اپنی نعمتیں آئندہ کے لئے باقی رکھوں نیز قتادہ نے بیان کیا۔ کہ حضرت عمر جب شام گئے تو آپ کی دعوت میں وہ کھانے پکوائے گئے جو آپ نے اب تک نہ کھائے تھے اور نہ دیکھے تھے آپ ان کھانوں کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ یہ ہمارے لیے ہیں اور ہم سے پہلے جو مسلمان چل بسے ان کی فقیری اور تنگدستی کا یہ حال تھا کہ وہ جو کی روٹی شکم بھر کر نہ کھا سکتے۔ خالد بن ولید بولے ان کے لیے جنت ہے۔ حضرت عمرؓ آب دیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے اگر وہ جنت لے گئے اور ہم اسی حطام دنیوی میں رہے، تب تو ہمارے اور اُن کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یعنی ہم خسارہ میں رہے یا وہ۔

حمید بن ہلال سے روایت ہے کہ حفص بن عمر حضرت عمرؓ کی خدمت میں بکثرت آیا کرتے تھے۔ مگر جب کھانے کا وقت قریب ہوتا تو اٹھ کر چلے جاتے۔ ایک روز حضرت عمرؓ نے فرمایا معلوم نہیں کہ تم ہمارے کھانے میں شریک کیوں نہیں ہوتے؟ انہوں نے کہا، امیرالمؤمنینؓ میرے گھر کا کھانا آپ کے گھر کے کھانے سے لذیذ ہوتا ہے۔ اس لیے میں اسی کو پسند کرتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا، افسوس!

تم لذیذ کھانوں پر مرتے ہو۔ کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ اگر میں بھی اپنے گھر میں حکم دوں کہ سالم بکر
کا بچہ بریاں کیا جائے اور میدے کے نان پکائے جائیں اور مویز منقّیٰ کا نبیذ بنایا جائے، تو یہ س
کچھ تیار کیا جا سکتا تھا، واللہ اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ کہیں قیامت کے دن میر
نیکیاں کم نہ ہو جائیں تو یہ سب کچھ تیار کیا جا سکتا تھا اور میں بھی تمہاری طرح لذیذ کھانے کھا سکتا تھا

حسن بصری سے روایت ہے کہ بصرہ سے ایک وفد حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا جس میں ابوموس
اشعری بھی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ کبھی تو آپ روٹی گھی سے چپڑ لیتے، کبھی دودھ می
ڈبو کر، کبھی سوکھے ٹکڑے پکوا لیتے اور کبھی گوشت بھی، مگر بہت کم۔ ابوموسیٰ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم سے
حضرت عمرؓ نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم میرے کھانے کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ مگر جان لو کہ میں چاہ
تو تمہارے کھانوں سے کہیں بہتر اور اچھے کھانے کھا کر عیش و آرام اٹھا سکتا ہوں۔ میں تمہارے لذ
کھانے سے بے خبر نہیں۔ مگر میں ایسا کرنا نہیں چاہتا۔

ہفتاد و چہارم ——— سورت محمدؐ ——— صلی اللہ علیہ وآلہ و

احقر عرض کرتا ہے کہ سورۃ قتال (سورۃ محمدؐ) اللہ تعالیٰ نے سچے مسلمانوں اور کفار منافقین
درمیان تمیز کرنے کے لیے نازل فرمائی۔ اور اسی لیے اس میں مختلف طریقوں اور پیرائوں میں سعداؤ اشقیا
کے حالات اور ان کے مراتب و منازل بیان فرمائے۔ اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے لوازم خلافت خاصہ
اس کے اقتدار کا بھی ذکر فرمایا۔ اور اشارہ فرمایا کہ حضور اکرم کے زمانہ مبارک میں یہ ہر دو فریق موجود
ہر چند کہ عموم آیات قرآنیہ ہر ایک مسلمان اور ہر ایک منافق کو شامل ہے مگر بلحاظ نزول ہر ایک آیت میں فری
حاضر کے حال کی طرف تعریض کی گئی ہے۔ چنانچہ آیت کریمہ:۔ الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ ا
آیت کریمہ والذین آمنوا وعملوا الصّٰلحات دونوں فریق کے وجود پر دلالت رکھتی ہیں۔ آیۃ کریمہ:۔ یاایہا الذ
آمنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم۔ میں مسلمانوں سے یوں خطاب کیا۔ اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری
کرے گا پھر جب ہم نے دیکھا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کے حق میں نصرت اور مدد الٰہی واقع ہوئی
وہ ثابت قدم رہی تو ہم نے یقیناً جان لیا۔ کہ ان تنصروا اللہ ینصرکم ان کے حق میں وارد ہوئی اور اس لیے
ان اللہ یدخل الذین آمنوا وعملوا الصالحات الآیۃ کے بھی سزاوار ہیں۔ پھر ان کے بعد جملہ من قریتک ال
اخرجتک اھلکنٰھم فلا ناصر لھم وزین لہ سوء عملہ کے مقابل جملہ افمن کان علیٰ بینۃ من ربہ ک
گیا، تو معلوم ہوا کہ اس سے مراد مہاجرین اولین ہیں جو نزول آیت کے وقت موجود تھے۔ اور مثل الجنۃ
التی وعد المتقون ○ ان کا اجر و ثواب ہے۔ ان آیات میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ خلا
وضد خلافت جو منافقین و فاسقین کو حاصل ہوتی ہے، یہ ہے:۔ فہل عسیتم ان تولیتم ان تفس
فی الارض و تقطعوا ارحامکم ○ اے فاسقین و منافقین اگر زمین کا بادشاہ تمہیں کر دیا
تو زمین میں فساد پھیلاؤ گے اور قطع رحمی کرنے لگو گے۔ اور بطریق مفہوم مخالف اس آیت
سے بھی واضح ہے کہ خلافت راشدہ یہ ہے کہ اہل زمین کی اصلاح ہو۔ صلہ رحمی کی جا

اور ہر چیز کو اس کے محل پر رکھا جائے وہو المقصود
حضرت ابو بکر سے روایت کی گئی ہے کہ حضور اکرم نے فرمایا کہ کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ۔
اور استغفار بکثرت پڑھا کرو۔ کیونکہ ابلیس کہتا ہے کہ میں نے لوگوں کو گناہوں کے ذریعہ ہلاک کیا ہے اور انہوں نے مجھے کلمۂ طیبہ اور استغفار کے ذریعہ ہلاک کیا۔ اب میں نے لوگوں کو ان کی خواہشوں کے ذریعہ ہلاک کرنا شروع کیا ہے کہ میں انہیں خواہشوں میں مبتلا کرتا ہوں اور وہ جانتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔
یحییٰ بن طلحہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ اُن کے والد طلحہ کو حضرت عمرؓ نے ایک روز غمگین دیکھا۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا۔ وہ کہنے لگے، میں نے حضورِ اکرمؐ کو فرماتے سنا ہے ایک کلمہ ہے جسے جب کوئی بندہ موت کے وقت پڑھتا ہے اللہ اس کی بے چینی دور کر دیتا ہے۔ اور اُسے مسرور و محفوظ کر دیتا ہے۔ واللہ وہ کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے
حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرمؐ نے فرمایا کہ جو مرنے لگے اور وہ جانتا ہو کہ اللہ تم کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔
بریدہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی کی چیخ کی آواز آئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے غلام سے کہا دیکھو تو کون چلاتا ہے؟ اس نے آکر کہا کہ قریش کی ایک لڑکی چلا رہی ہے۔ اس کی ماں کو فروخت کیا جا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا مہاجرین و انصار کو جمع کرو۔ جب سب مہاجرین و انصار جمع ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور بیان کیا، اما بعد کیا آپ لوگ جانتے ہیں کہ جو حضورِ اکرم پر...... نازل کیا گیا اس میں قطیعہ بھی ہے۔ (قطع رحمی کرنے کی مخالفت) لوگوں نے کہا ہمیں خبر نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا آیت تو ہمارے درمیان مشہور و معروف ہے اور وہ یہ ہے:۔ فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم ○ پھر فرمایا کہ اب جان لو کہ اس لڑکی کی ماں کو فروخت کرنے سے بڑھ کر قطع رحمی اور کیا ہو سکتی ہے۔ حالانکہ اب تو اللہ تعالےٰ نے تم پر کشائش کر دی ہے۔ سب نے اتفاق کیا، آپ جو مناسب سمجھیں حکم دیں۔ آپ نے فرمایا یہ بھی قطع رحمی ہے جو کسی طرح جائز نہیں اور اطراف و جوانب آپ نے پروانے لکھوا کر بھجوا دیئے۔

ہفتاد و پنجم ———— آیات سورت فتح۔

سورت فتح میں اللہ تعالیٰ نے اہل حدیبیہ کے فضائل بتصریح بیان فرمائے ہیں۔ جن میں خلفائے راشدین بھی شامل ہیں۔ منجملہ ان آیات کے جس میں اللہ تعالے نے اہل حدیبیہ کے فضائل بیان فرمائے ہیں یہ آیت کریمہ بھی ہے:۔ ھو الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانہم الایتین۔ ازانجملہ آیت کریمہ:۔ ان الذین یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبہم ○ اور انما یبایعون اللہ ازانجملہ آیت کریمہ:۔ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی بأس شدید۔ الآیۃ ؛

اور یہ آیت داعیۂ جہاد پر دلالت کرتی ہے جو کہ پیش آنے والا تھا۔ اور یہ لوازمِ خلافتِ خاصہ سے ہے۔ اور خ
ثلاثہ کے اور کسی کے حق میں متحقق نہیں ہوا۔ جیسا کہ فصلِ سوم میں مفصل بیان کیا گیا ہے۔

ازاں جملہ آیت کریمہ:۔ محمد الرسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم ہے۔ اس آیہ
میں جو صفاتِ رضیہ مذکور ہیں لوازمِ خلافتِ خاصہ سے ہیں۔ ازانجملہ آیت کزرع اخرج شطأہ ہے۔ ا
آیت میں اسلام کی ترقی و توسیع کی تمثیل دی گئی۔ تو جب ہم اس تمثیل کو ممثل لہ پر منطبق کرتے ہیں ت
حالات اس سے ذہن نشین ہوتے ہیں۔ بالہدایت بتا رہے ہیں کہ وہ خلفاءِ راشدین میں موجود تھے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں حضورؐ کے ہم رکاب تھا۔ اس سفر میں میں نے ایک دفعہ حض
سے دریافت کیا۔ مگر حضورؐ نے جواب نہ بتایا۔ مجھے اس امر کا نہایت افسوس رہا کہ حضور اکرمؐ نے مجھے جو
نہ دیا۔ میں اپنی سواری موڑ کر لوگوں کے آگے ہو گیا۔ اور ڈرتا رہا کہ کہیں میرے بارے میں وحی نہ نازل ہو
تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ مجھے پکارنے والے نے پکارا میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور خیال کیا شا
میرے حق میں وحی نازل ہوئی ہو۔ حضورؐ نے فرمایا آج شب کو مجھ پر ایک سورت نازل ہوئی ہے جو دنیا و
سے مجھے زیادہ مرغوب ہے۔ وہ سورت یہ ہے:۔ انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من
ذنبک وما تأخر۔ الی قوم اولی باس شدید۔ کی تفسیر میں حسن بصری نے فارس و روم مراد لیے ہیں
ابن عباسؓ نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ مجاہد نے اسکی تفسیر عرب و فارس اور قبائلِ عرب سے کی۔
ابن جریج نے آیت کریمہ:۔ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی بأس شدید کی تفسیر کر
ہوئے بیان کیا ہے کہ اہلِ فارس سے جنگ کے وقت حضرت عمرؓ نے اعرابِ مدینہ
جہینہ اور مزینہ کو بلایا۔ انہیں کو آنحضرت صلعم نے صلح حدیبیہ کے وقت بلایا تھا۔ مگ
نہ آئے تھے۔ اب بعد کے جملوں کے معنی یہ ہوئے فان تطیعوا۔ پس اگر تم اطاعت کرو
جب کہ عمرؓ تمہیں جنگ فارس کے لئے طلب کریں گے تو تمہاری اطاعت صلح حدیبیہ کے وقت ...
رہنے کی توبہ ہو جائے گی۔ ویؤتکم اللہ اجراً حسناً۔ اور اگر تم اب بھی اطاعت سے منہ موڑو گے جیسا کہ ت
تم نے منہ موڑا تھا اللہ تمہیں سخت عذاب دے گا۔

سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ ہم قیلولہ کر رہے تھے کہ حضورِ اکرم صلعم کے منا
نے اعلان کیا کہ لوگو حضرت جبریلؑ نازل ہوئے اور آکر حضور صلعم سے بیعت کرو۔
سب لوگ آکر جمع ہو گئے۔ حضورِ اکرم صلعم ایک درخت کے نیچے رونق افروز تھے۔ ہم
آپؐ سے بیعت کی تو یہ آیت نازل ہوئی:۔ لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعو
تحت الشجرۃ۔ حضرت عثمانؓ چونکہ حضور صلعم کا پیغام مبارک لے کر مکہ معظمہ گئے ہوئے ت
لہٰذا حضورؐ نے آپؓ کی بیعت کے لیے اپنا ہی ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا اور فرمایا
عثمان بن عفانؓ کی بیعت ہے۔ بعد ازاں لوگ کہنے لگے کیا خوب! ہم لوگ یہاں پڑے ...
اور عثمانؓ خانۂ کعبہ کا طواف کر رہے ہوں گے۔ حضورؐ نے فرمایا، اگر بالفرض وہ کئی سا

ب بھی وہاں رہیں تو جب تک میں طواف نہ کروں وہ طواف نہ کریں گے

نافع سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا کہ درخت بیعۃ الرضوان پر لوگ جمع ہوتے ہیں پ نے اسے کٹوا ڈالا۔

جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ صلح حدیبیہ کے وقت ایک ہزار چار سو شخص تھے۔ حضور نے ارشاد فرمایا کہ تم بہترین اہل زمین ہو۔

عروہ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ حدیبیہ میں صلح کرنے کے لیئے اترے تو قریش گھبرائے۔ حضور اکرم نے چاہا کہ آپ کو کسی شخص کو پیغام صلح دے کر مکہ روانہ کریں۔ لہذا آپ نے حضرت عمرؓ کو بلایا مگر حضرت ر نے معذرت کی کہ بنی کعب سے مکہ میں کوئی نہیں۔ اگر قریش کچھ مجھے اذیت پہنچانا چاہیں۔ تو وہ میری رد کریں۔ اس لئے میں ان سے بے خوف نہیں۔ اگر آپ حضرت عثمان کو روانہ کریں تو زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ اُن کے قبیلہ کے مکہ میں ابھی بہت سے لوگ موجود ہیں۔ حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو مکہ جانے کے لیے کہا۔ اور فرمایا کہ قریش کو اسلام کی دعوت دینا۔ اور کہنا ہم لڑنے کو نہیں آئے۔ بلکہ عمرہ کرنے کو آئے ہیں۔ اور فرمایا کہ مسلمان مرد عورتوں کو عنقریب ہی مکہ فتح ہونے اور اسلام کے غالب ہونے کی خوشخبری سنا دینا۔ حضرت عثمان مکہ چلے گئے اور قریش کو حضورؐ کا پیغام پہنچایا۔ تو قریش کے دل سے گھبراہٹ نکل گئی۔ اس اثنار میں حضورؐ کے منادی نے اعلان کیا کہ جبریلؑ نازل ہوئے ہیں۔ اور حضور صلعم لوگوں سے بیعت لینے کے لیے فرما رہے ہیں۔ سو سب حاضر ہو کر بیعت کرو۔ سب لوگ جمع ہو گئے اور درخت کے نیچے حضورؐ سے اس امر پر کہ اب کبھی مسلمان موقعۂ جنگ سے فرار نہ ہونگے بیعت کی اس بیعت سے کفار پر رعب پڑا اور جس قدر مسلمانوں کو روک رکھا تھا انہیں رہا کر دیا اور صلح کے خواستگار ہوئے

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ صلح حدیبیہ کے دن ایک ہزار چار سو شخص تھے سب نے حضور صلعم سے بیعت کی۔ حضرت عمرؓ اس وقت حضورؐ کے دستِ مبارک کو پکڑے ہوئے تھے۔ یہ بیعت ایک بہت بڑے درخت کے نیچے کی تھی۔ اور اس امر پر کہ ہم کبھی موقع جنگ سے فرار نہ ہوں گے۔ اور اس کے یہ معنی نہ تھے کہ ہم خواہ مخواہ اپنی جانیں ہلاک کر دیں گے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ نے بیعت الرضوان کا حکم فرمایا تو حضرت عثمانؓ اس وقت حضورؐ کے قاصد بن کر مکہ گئے ہوئے تھے۔ جب سب لوگ حضورؐ سے بیعت کر چکے حضورؐ نے (یہ فرماتے ہوئے کہ اے پروردگار عثمان تیرے اور تیرے رسولؐ کے کام میں گئے ہوئے ہیں) اپنا ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ پس حضرت عثمانؓ کی بیعت کے لیے حضورؐ کا ہاتھ ہمارے ہاتھوں سے کہیں بہتر تھا۔

ام مبشر سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا بیعتِ رضوان کرنے والوں میں سے کوئی

دوزخ میں نہ جائے گا۔
ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ جب یہ آیت لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ ۔ انما یبایعون اللہ ۔ نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں بھی ان لوگوں میں داخل ہو سکتا ہوں جنہوں نے اس درخت کے نیچے آپ سے بیعت کی؟ حضور نے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔
قولہ تعالیٰ :۔ واثابہم فتحاً قریباً ۔ عکرمہ نے کہا اس سے فتح خیبر مراد ہے جو صلح حدیبیہ کے بعد فتح کیا گیا۔ مجاہد نے آیت کریمہ وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونہا فعجل لکم ھذہ کے متعلق بیان کیا ہے کہ مغانم سے مراد وہی مغانم ہیں جو آج تک مسلمانوں کو حاصل ہوئے اور فعجل لکم سے وہی فتح خیبر مراد ہے ۔کیونکہ صلح حدیبیہ کے بعد ہی خیبر فتح ہوا۔
مروان بن مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ حدیبیہ سے واپس ہوئے تو مکہ اور مدینہ کے درمیان سورۃ فتح نازل ہوئی ۔جس میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح خیبر کا مژدہ عطا فرمایا چنانچہ فرمایا :۔ وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تأخذونہا فعجل لکم ھذہ ۔ ھذہ سے اشارہ فتح خیبر کی طرف ہے کیونکہ حضور ماہ ذی الحج میں خیبر روانہ ہوئے اور محرم تک خیبر پہنچ گئے۔
ابو الاسود دوئلی سے روایت ہے کہ زبیر بن عوام جب بصرہ گئے، اور وہاں کے بیت المال کو جو سونے چاندی سے بھرا ہوا تھا دیکھا تو کہنے لگے ، بے شک یہ ہمارے لیے ہے اس کا ہم سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے :۔ وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تأخذونہا آیت کریمہ :۔ ذلک مثلھم فی التوراۃ الآیۃ کی تفسیر کے متعلق روایت کیا گیا ہے ۔یعنی جو زمین آسمان کی پیدائش سے قبل تورات و انجیل میں لکھی گئی تھی ۔کزرع ۔ اصل زرع عبد المطلب جس نے اپنی شاخ یعنی حضورؐ کو نکالا ۔ فآزرہ سے مراد ابوبکرؓ اور فاستغلظ سے عمرؓ ۔ فاستویٰ علی سوقہ سے مراد عثمانؓ اور لیغیظ بہم الکفار سے علیؓ ہیں۔
ابن عباسؓ سے اس آیت محمد رسول اللہ والذین معہ الآیۃ ۔ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ والذین معہ سے مراد ابوبکرؓ ، اشداء علی الکفار سے عمرؓ ، رحماء بینھم سے عثمانؓ ، تراھم رکعا سجداً سے مراد علیؓ ، یبتغون فضلاً من اللہ ورضواناً سے طلحہؓ اور زبیرؓ ، فی وجوھھم من اثر السجود سے عبد الرحمان بن عوف ، سعد بن ابی وقاص اور ابو عبیدہ بن جراح وعد اللہ الذین آمنوا سے مراد تمام صحابہؓ ہیں۔

سورت حجرات ——— ہفتاد و ششم

سورت حجرات میں اللہ تعالیٰ نے بوضاحت خلفاء راشدین کے اوصاف اور فضائل ذکر فرمائے ازانجملہ آیت کریمہ ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ لہم مغفرۃ واجر عظیم ○ اس آیت کے سبب نزول و مصداق شیخین ہیں۔

حضرت ابن زبیر سے روایت ہے کہ بنی تمیم کا قافلہ حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے کہا
سول اللہ قعقاع بن معبد کو ان کا امیر بنائیے۔ حضرت عمرؓ نے اقرع بن حابس کے بارے میں رائے
، جس پر ابوبکرؓ نے فرمایا، عمرؓ تم ہمیشہ میری مخالفت کرتے ہو۔ حضرت عمرؓ بولے میں نے یہ رائے
لفت کی بنا پر نہیں دی۔ اس میں جانبین سے بآواز بلند گفتگو ہونے لگی۔ تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی
یہا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ۔ ابن ابی ملیکہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ اور
روایت میں بجائے مذکورہ بالا آیت کے یاایہا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم۔ الآیۃ۔ وارد ہے۔

حضرت ابوبکرؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت ،لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی۔ نازل ہوئی تو
نے حضورؐ سے معذرت کی کہ یا رسول اللہ میں اب آیندہ آپؐ کے رُوبرُو بہت آہستگی سے گفتگو
روں گا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔

عطاء خراسانی سے روایت ہے کہ میں نے ایک انصاری سے ثابت بن قیس کا قصہ دریافت کیا۔ وہ مجھے
ت کی لڑکی کے پاس لے گیا۔ اور کہا کہ یہ اُن کی لڑکی ہے اس سے قصہ پوچھ لو۔ ثابت بن قیس کی لڑکی نے کہا
میں نے خود اپنے والد سے سنا ہے کہ جب یہ آیت یاایہا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی
ل ہوئی تو میرے والد دروازہ بند کرکے اندر بیٹھ گئے اور رونے لگے۔ جب حضورؐ نے انہیں نہ پایا تو آپ نے
فت فرمایا کہ ثابت کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا کہ معلوم نہیں۔ بجز اس کے کہ وہ دروازہ بند کرکے گھر میں بیٹھے ہے
ورؐ نے انہیں بلوایا اور فرمایا ثابت کیا حال ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ خدا تعالےٰ نے آپؐ کے رُوبرُو بآواز بلند بولنے کی
ت کی ہے اور میں جہیر الصوت ہوں میں ڈرتا ہوں کہ کہیں آپؐ کے سامنے بآواز بلند بولنے سے میرے اعمال
نہ ہو جائیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم خیر کے ساتھ زندہ ہو اور خیر پر تمہارا خاتمہ ہوگا۔ پھر جب یہ آیت۔ ان
لا یحب کل مختال فخور نازل ہوئی۔ تو میرے والد پھر دروازہ بند کرکے بیٹھ رہے اور رونے لگے
ورؐ نے انہیں پھر دیکھ کر فرمایا ثابت کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ بجز اس کے کچھ معلوم نہیں کہ
روازہ بند کرکے اندر بیٹھ رہے ہیں۔ حضورؐ نے انہیں بلوا کر پوچھا ثابت کیا حال ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ
ہ فرماتا ہے کہ میں فخر و غرور کرنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ اور میں ایک حسن و خوبصورتی پسند آدمی ہوں۔ اور
ہتا ہوں کہ اپنی قوم میں ذی عزت ہو کر رہوں۔ فرمایا تم اُن میں سے نہیں۔ تم اپنی زندگی اچھی طرح بسر کروگے اور
ید مروگے۔ اور اللہ تم جنت میں داخل فرمائے گا۔ پھر جب یمامہ میں مسیلمہ کذاب سے جنگ ہوئی تو میرے والد بھی خالد
لولید کے ساتھ جنگ میں گئے۔ جب لڑائی کا وقت آیا تو میرے والد نے سالم مولےٰ ابی حذیفہ سے کہا کہ ہم حضورؐ کے
اس طرح لڑا کرتے تھے۔ یہ کہہ کر دونوں نے اپنے لیے قبریں کھود ڈالیں اور لڑائی میں مشغول ہو گئے۔ اور لڑتے لڑتے
دں شہید ہو گئے۔ اس وقت میرے والد کے بدن پر ایک نفیس زرہ تھی جو ایک شخص نے ان کے جسم سے اتار کر
لی۔ میرے والد نے خواب میں ایک شخص سے کہا کہ میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں تم اسے خواب سمجھ کر خاموش نہ
جانا۔ وہ وصیت یہ ہے کہ جب میں شہید ہوا تو ایک شخص نے میری زرہ اُتار لی۔ اس شخص کا خیمہ لشکر کے کناری پر ہے
س کے خیمے کے پاس گھوڑے بندھے ہیں۔ زرہ پر اس شخص نے ہانڈی ڈھانپ رکھی ہے۔ اور ہانڈی پر پالان

تم ہمارے سپہ سالار خالد بن الولید سے کہو کہ وہ میری زرہ اس شخص کے پاس سے منگوالیں۔ اور جب خلیفۃ الرس
کے پاس جاؤ تو اُن سے کہنا کہ اس قدر مجھ پر قرض ہے اور اس قدر میرا قرض فلاں شخص پر ہے۔ اور کہہ دینا کہ میں اپنے فلاں غلا
آزاد کرتا ہوں۔ میں تمہیں مکرر کہتا ہوں کہ اسے خواب نہ جاننا۔ اس شخص نے جاکر خالد سے کہا۔ خالد نے انہیں حکم دیا کہ وہ اس
خیمہ سے جاکر زرہ لے آئیں۔ جب وہ اس کے خیمہ پر پہنچا تو اس کے اندر کوئی نہ تھا۔ اندر جاکر پالان اُلٹا تو اس کے نیچے ہا
نکلی۔ اور ہانڈی کے نیچے زرہ۔ وہ یہ زرہ خالد کے پاس لے آیا۔ پھر جب مدینہ پہنچے تو حضرت ابوبکرؓ سے انہوں نے وصی
بیان کی اور حضرت ابوبکرؓ نے اس پر عمل کیا۔ راوی کہتا ہے ہمیں نہیں معلوم کہ اس سے پہلے کسی نے ایسی وصیت پر جو خوا
میں کی گئی ہو، عملدرآمد کیا ہو۔

مجاہد کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ایک شخص نہ معصیت کا ارادہ کرتا ہے نہ اس پر عمل کرتا ہے۔ تو یہ شخص افض
یا وہ شخص جو معصیت کا ارادہ کرتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا کہ وہ شخص افضل ہے جو
کا ارادہ کرتا ہے لیکن اس پر عمل نہیں کرتا۔ وہ اس آیت کا مصداق ہے: اولئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقوی لہم مغفرۃ وا

عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت ہے کہ ایک رات حضرت عمرؓ مدینہ میں گشت کر رہے تھے کہ انہیں ایک مکان میں چراغ
دکھائی دی۔ جب آپ اس مکان کے قریب پہنچے تو اسے بند پایا۔ مگر اس کے اندر سے لوگوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ حضر
نے مجھ سے پوچھا کہ تم جانتے ہو یہ کس کا مکان ہے۔ میں نے جواب دیا کہ ربیعۃ بن امیہ بن خلف کا۔ یہ لوگ
شراب میں مشغول ہیں۔ حضرت عمرؓ بولے کہ پھر کیا رائے ہے؟ عبدالرحمان نے جواب دیا کہ یہ تجسس ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے
ممانعت کی ہے۔ حضرت عمرؓ واپس آگئے اور ان کو اسی حالت میں چھوڑ دیا۔

شعبی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص کو موجود نہ پایا۔ عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا
اس کے مکان پر چل کر دریافت کریں کہ کیا بات ہے۔ جب یہ اس کے مکان کی طرف گئے تو دور سے دیکھا کہ اس کا درو
ہوا ہے اور اس کی عورت کچھ برتن میں ڈال ڈال کر اسے دیتی جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہی وجہ ہے جو یہ ہمارے پاس
عبدالرحمان نے پوچھا آپ کو معلوم ہے کہ اس کے برتن میں کیا ہے؟ حضرت عمرؓ بولے کہ کیا تم ہماری اس تفتیش کو تجسس
انہوں نے کہا بیشک یہ تجسس ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا پھر اس کی توبہ کیا ہے؟ عبدالرحمٰن بولے یہی کہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں
آپ اُسے مطلع نہ کریں اور دل میں اس کی جانب سے بدظنی بھی نہ کریں۔ یہ کہہ کر حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت عمرؓ واپس

حسن سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کو خبر دی کہ فلاں شخص ہمیشہ مدہوش رہتا ہے حضرت عمرؓ اس کے گھر
کہا مجھے شراب کی بو آرہی ہے۔ واقعتاً کیا تمہارا یہی حال ہے؟ اس نے کہا اور آپ کا یہ حال ہے کہ آپ تجسس کر ر
جس سے آپ کو منع کیا گیا ہے۔ حضرت عمرؓ اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر واپس آگئے۔

ثور الکندی سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمرؓ راتوں کو مدینہ منورہ کا گشت کیا کرتے تھے۔ ایک شب کا ذکر ہے کہ ایک مکان سے گانے
سنائی دی تو آپ نے دیوار پر چڑھ کر دیکھا کہ ایک شخص گا رہا ہے اور ایک عورت اس کے پاس بیٹھی ہے اور شراب بھی پاس رکھی ہوئی ہے آپ نے کہا
عدو اللہ کیا تو خیال کرتا تھا کہ اللہ میرے گناہ کو چھپائے رکھے گا۔ اس شخص نے کہا امیرالمومنین ذرا صبر کیجیے جلدی نہ کیجیے۔ اگر میں نے ایک گناہ کیا
تین۔ اللہ نے فرمایا ہے ولا تجسسوا تجسس نہ کرو، مگر آپ نے تجسس کیا۔ اللہ نے فرمایا وأتوا البیوت من ابوابہا کہ گھروں میں دروازے کی راہ سے آیا کرو مگر
چڑھ کر آئے۔ اللہ نے فرمایا ہے لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا علی اہلہا کہ گھروں میں بلا اجازت اہل بدون سلام وہ داخ

مگر آپ ہمارے گھر میں بلا اجازت داخل ہوئے حضرت عمر نے فرمایا اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو تم مجھے معاف کر سکتے ہو اس شخص نے کہا بے شک چنانچہ آپ نے اس سے درگذر کیا اور چھوڑ کر چلے آئے

حضرت انس فرماتے ہیں کہ عرب کا دستور ہے کہ سفر میں ایک دوسرے کی خدمت کرتے ہیں ایک دفعہ ابوبکر اور عمر حضور کے ہم سفر تھے اور ایک شخص ان کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دن حضرت ابوبکر اور حضرت عمر دونوں سو گئے اور وہ شخص بھی سو گیا جب بیدار ہوئے تو اس شخص نے کھانا وغیرہ کچھ تیار نہ کیا تھا ابوبکر اور عمر کہنے لگے کہ یہ شخص بڑا سونے والا ہے پھر اسے بیدار کر کے کہا کہ حضور کی خدمت میں جا کر ہمارا سلام عرض کرو اور کہو کہ ابوبکر و عمر آپ کی خدمت میں آنا چاہتے ہیں جب یہ شخص حضور کی خدمت میں گیا۔ تو حضور نے فرمایا انہوں نے تو گوشت کھایا ہے ابوبکر و عمر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیسا گوشت حضور نے فرمایا کہ تم نے اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھایا ہے اللہ میں دانتوں میں اس کے ریشے دیکھ رہا ہوں حضرت ابوبکر و عمر نے فرمایا یا رسول ہمارے لئے بخشش طلب کیجئے فرمایا کہ تمہارا مسلمان بھائی خود کھڑا ہے اس سے کہو وہی تمہاری بخشش مانگے گا کسی قدر اختلاف الفاظ سے یحییٰ بن ابی کثیر سے بھی یہی روایت ہے

آیت ہفتاد و ہفتم ———— سورت ق

روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات ہونے لگی تو ام المؤمنینؓ حضرت عائشہؓ نے آپؐ کی مدح میں یہ شعر پڑھا۔ ؎

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ؛ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

یعنی ممدوح وہ منور چہرہ رکھتا ہے کہ جس کے طفیل باران طلب کی جاتی ہے۔ جو یتیموں اور بیواؤں کا ماویٰ و ملجأ ہے۔ یہ ایک بہت بڑے قصیدہ کا شعر ہے جو حضور کی شان میں کہا گیا تھا جس کا مذکورہ بالا شعر ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت ابوبکر کی شان میں پڑھا۔

حضرت ابوبکر نے یہ شعر سن کر فرمایا وجاءت سکرۃ الحق بالموت ذلک ما کنت منہ تحید۔ اور حق کو مقدم اور موت کو مؤخر کیا۔

عبداللہ بن البہی مولےٰ زبیر بن عوام سے اس طرح روایت ہے کہ جب حضرت ابوبکرؓ کی وفات کا وقت آیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ شعر پڑھا۔ ؎

اعاذل ما یغنی الحذاء عن الفتی ؛ اذا حشرجت یوما وضاق بہا الصدر

تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ اے بیٹی یہ نہ کہو۔ بلکہ یوں کہو وجاءت سکرۃ الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے یہ آیت پڑھی، وجاءت کل نفس معھا سائق وشھید فرمایا ہر سانس کے ساتھ ایک ہنکانے والا ہے جو اسے امر الٰہی کی طرف لے جاتا ہے اور شہید سے مراد شاہد ہے جو قیامت کے دن اس کے اعمال کی شہادت دے گا

حضرت عمر سے روایت ہے کہ ادبار السجود سے مغرب کے بعد کی دو رکعتیں اور ادبار النجوم سے فجر سے قبل

کی دو رکعتیں مراد ہیں۔

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ قیامت کے دن سب سے پہلے زمین سے میں نکلوں گا پھر ابوبکر نکلیں گے پھر عمر پھر میں جنت البقیع میں آؤں گا ان کا حشر بھی میرے ساتھ کیا جائے گا پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا اور اس کے بعد ابن عمر نے یہ آیت تلاوت کی۔ یوم تشقق الارض عنہم۔ الآیۃ۔

آیت ہفتاد و ہشتم ——— سورت ذاریات

سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ اصبیغ تمیمی حضرت عمرؓ کی خدمت میں آیا اور پوچھا کہ والذاریات ذرواً سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا ہوائیں مراد ہیں۔ اور اگر میں نے حضور سے نہ سنا ہوتا تو کبھی نہ بتاتا پھر اس نے فالحاملات وقراً کا مطلب پوچھا آپ نے فرمایا کہ بدلیاں مراد ہیں اور اگر میں نے حضور سے نہ سنا ہوتا تو کبھی نہ بتاتا پھر اس نے سوال کیا۔ کہ والجاریات یسراً کے کیا معنی ہیں حضرت عمر نے فرمایا وہ کشتیاں ہیں اور اگر میں نے حضور سے اس کے بارے میں نہ سنا ہوتا تو کچھ نہ بتاتا پھر پوچھا فالمقسمات امراً کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا فرشتے مراد ہیں اور اگر میں نے حضور سے نہ سنا ہوتا تو کچھ نہ بتاتا پھر آپ نے اسے سو درے لگوائے اور کوٹھڑی میں بند کر دیا جب وہ اچھا ہو گیا تو سو درے اور لگوائے اور پالان پر رکھ کر بصرہ بھجوا دیا اور ابوموسیٰ اشعری کو لکھا کہ یہ لوگوں کے ساتھ نہ اٹھا بیٹھا کرے اس پر کافی مدت عمل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس نے ابوموسیٰ کے پاس آکر بڑی بڑی قسمیں کھائیں کہ میرے دماغ سے اب وہ خیالات باطلہ نکل چکے ابوموسیٰ نے حضرت عمر کو لکھا آپ نے جواب دیا کہ میں بھی یہی خیال کرتا ہوں کہ اب وہ سچ بولتا ہے لہذا اب اس سے کوئی تعارض نہ کرو

حسن سے روایت ہے کہ صبیغ تمیمی نے حضرت عمرؓ سے والمرسلات عرفاً اور والذاریات ذرواً والنازعات غرقاً کا مطلب پوچھا، آپ نے فرمایا کہ اس کا سر کھولو۔ جب اس کا سر کھولا گیا تو اس کے دو مینڈھیاں نکلیں آپ نے فرمایا کہ اگر تیرا سر منڈا ہوتا تو میں تیری گردن مار دیتا پھر آپ نے ابوموسیٰ کو لکھا کہ نہ اس سے کوئی مسلمان بات کرے اور نہ اس کے پاس بیٹھے

ہفتاد و نہم ——— آیات سورت والطور

حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی:۔ ان عذاب ربك لواقع۔ اور زور سے چیخ ماری جس کے باعث بیس دن علیل رہے۔ اور لوگ آپ کی عیادت کرتے رہے۔

مالک بن مغول سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ والطور وکتاب مسطور الیٰ عذاب شدید اور بے انتہا روئے۔ یہاں تک کہ آپ کے درد ہونے لگا اور لوگ آپ کی عیادت کرتے رہے۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے دین میں رائے زنی کرنے سے احتراز کرو۔ کیونکہ حضور صلعم کی رائے صائب تھی کیونکہ وحی الٰہی آپ کی رہنمائی کرتی، اور ہماری رائے زنی کرنا تکلیف محض ہے۔ اور زیادہ سے زیادہ ظن کا درجہ رکھتی ہے۔ اور خدا فرماتا ہے:۔ ان الظن لایغنی من الحق شیئاً۔

ہشتادم ——— آیات سورت والنجم

سبرہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ کے پیچھے نماز صبح پڑھی آپ نے پہلی رکعت میں سورت یوسف اور دوسری میں سورت والنجم تلاوت کی جب آیت سجدہ پر پہنچے تو سجدہ کیا پھر کھڑے ہو کر اذا زلزلت پڑھی اور رکوع کیا۔

ہشتاد و یکم ـــــــ آیات سورت قمر

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ مکہ میں قبل از بدر یہ آیت نازل ہوئی۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر حضرت عمرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ کون سی جماعت شکست کھائے گی۔ مگر جب جنگ بدر پیش آئی اور قریش شکست کھا کر بھاگے۔ تو حضور ان کے پیچھے تلوار کھینچے ہوئے یہ فرماتے ہوئے جا رہے تھے۔ سیھزم الجمع ویولون الدبر۔ تو یہ آیت یوم بدر کے لئے نازل ہوئی تھی اور اسی طرح یہ آیت۔ حتیٰ اذا اخذنا مترفیھم بالعذاب۔ الآیۃ اور یہ آیت الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفراً الآیۃ یہ بھی ان ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ اور بدر کے دن حضور نے کفار پر مٹھی بھر کر مٹی ماری یہ جو ان کے سارے لشکر میں پھیل گئی حتیٰ کہ جو شخص بھی قتل کیا جاتا وہ اپنی آنکھوں سے مٹی نکالتا نظر آتا خدا نے یہ آیت نازل کی وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ عکرمہ سے بھی اسی طرح روایت ہے مگر صرف شروع کا آدھا حصہ ہے۔

ہشتاد و دوم ـــــــ آیات سورت رحمان

ابن شوذب سے روایت ہے کہ یہ آیت ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں نازل ہوئی۔

عطاء سے روایت ہے کہ ایک روز حضرت ابو بکرؓ نے قیامت، میزان، جنت، دوزخ صفوف ملائکہ آسمان کے لپیٹے جانے، پہاڑوں کے اڑنے، چاند اور سورج کے سیاہ ہونے اور تاروں کے منتشر ہونے وغیرہ امور میں غور و فکر کیا تو کہنے لگے کیا اچھا ہوتا کہ میں ایک گھاس یا پتہ ہوتا کہ کوئی جانور اسے چر لیتا مگر انسان نہ ہوتا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ ولمن خاف مقام ربہ جنتان۔

حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک جوان مسجد میں عبادت کیا کرتا ایک نوجوان عورت اس پر فریفتہ ہوگئی۔ اور موقع پا کر اس کے پاس خلوت میں آئی اور باتیں کرنے لگی۔ نوجوان پر بھی اس کی محبت کا اثر ہوا۔ اور ایک چیخ مار کر بیہوش ہوگیا۔ بعد ازاں نوجوان کا چچا آیا اور اسے اٹھا کر گھر لے گیا۔ جب وہ ہوش میں آیا تو اس نے کہا۔ میرے عم بزرگ حضرت عمر کی خدمت میں جا کر میرا سلام عرض کرو اور دریافت کرو کہ جو اللہ کے مقام ربوبیت سے خوف کھائے اس کے لئے کیا اجر و ثواب ہے۔ اس کے چچا حضرت عمر کی خدمت میں روانہ ہوئے اور یہ ایک اور چیخ مار کر جان بحق تسلیم ہوا۔ حضرت عمر اس کی نعش پر آئے اور فرمانے لگے۔ لک جنتان لک جنتان۔ تیرے لیے دو جنتیں ہیں تیرے لیے دو جنتیں ہیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور کی خدمت میں چند یہودی آئے اور پوچھنے لگے اے محمدؐ کیا جنت میں میوے بھی ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں ہوں گے اور یہ آیت تلاوت کی فیھما فاکھۃ ونخل ورمان۔ پھر پوچھا۔ کیا اہل جنت انہیں کھائیں گے بھی۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں بلکہ دو چند پھر پوچھا ان کو پاخانہ پیشاب

بھی آئے گا، فرمایا نہیں۔ بلکہ ایک خوشبودار پسینہ آئے گا اور یہی پیشاب پاخانہ وغیرہ کا بدل ہو گا

ہشتاد و سوم ــــــــــ آیات سورت واقعہ

سورت واقعہ میں اللہ تعالےٰ نے مکلفین کو تین گروہوں میں تقسیم کیا ہے سابقین مقربین۔ اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال۔ اصحاب الشمال میں دو فریق ہیں۔ کفار اور فاسقین۔ اس جگہ صرف کفار کا ذکر ہے اور فاسقین کا ذکر نہیں کیا گیا۔ سابقین مقربین کا درجہ اور ثواب زیادہ بیان کیا اور فرمایا ثلّۃ من الاولین وقلیل من الآخرین اور اصحاب الیمین کا اس سے کم۔ پس خلفاء خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طبقۂ اعلیٰ سے ہونا ضروری ہے۔ گو خود ان کے درمیان فرق مراتب کیوں نہ ہو۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور اکرم سورت واقعہ۔ سورت حاقہ۔ عم یتساءلون والنازعات اذا الشمس کورت اور اذا السماء انفطرت اکثر پڑھا کرتے تھے یہاں تک کہ پڑھتے پڑھتے آپ کے بال سفید ہو گئے۔ ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ آپ کو بڑھاپے نے آ گھیرا فرمایا کہ مجھے سورت ہود اور ان سورتوں نے بوڑھا کر دیا ہے۔

جابر سے روایت ہے کہ جب سورت واقعہ نازل ہوئی۔ اور یہ آیت پڑھی گئی۔ ثلّۃ من الاولین وقلیل من الآخرین۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ اگلوں میں سے ایک جماعت ہو گئی اور ہم میں سے تھوڑے۔ سورت کا آخری حصہ ایک سال بعد نازل ہوا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی ثلّۃ من الاولین و ثلّۃ من الآخرین حضور نے حضرت عمر کو بلایا اور فرمایا کہ اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے ثلّۃ من الاولین وثلّۃ من الآخرین۔ اور فرمایا آدمؑ سے لے کر مجھ تک ایک جماعت ہے اور مجھ سے لے کر قیامت تک ایک جماعت۔ اور ہم اس کو اس وقت تک مکمل نہیں کر سکتے جب تک ان سیاہ اونٹ چرانے والوں کو بھی اس میں شامل نہ کر لیں۔ یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا اقرار نہ کر لیں

حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ جنت کے پرندے بختی اونٹ کے برابر ہوں گے جو جنت میں چریں گے۔ حضرت ابو بکر نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ موٹے تازے ہوں گے آپ نے فرمایا کہ اس کے کھانے والے اس سے بھی موٹے ہوں گے۔ اور مجھے امید ہے کہ اے ابو بکر تم بھی ان لوگوں میں سے ہو۔ یہ روایت ابو سعید خدری اور حذیفۃ بن الیمان سے بھی مروی ہے۔

حضرت عمرؓ سے مختلف طریقوں سے مروی ہے۔ اپنے مردوں کے پاس آیا کرو اور ان کو تذکیر و تلقین کیا کرو۔ کیونکہ وہ ان چیزوں کو دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔

ہشتاد و چہارم ــــــــــ آیات سورت حدید

سورۃ حدید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ وما لکم ان لا تنفقوا فی سبیل اللہ وللہ میراث السمٰوٰت والارض لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر۔ ترجمہ:۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ حالانکہ آسمان و زمین کی میراث اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے۔ جن لوگوں نے ا

ی راہ میں قبل فتح مال خرچ کیا اور جہاد کیا تو ان کے ہرگز بھی وہ لوگ برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے بعد
یں خرچ کیا اور جنگ کی۔ تو ان پہلے لوگوں کا بہت ہی بڑا درجہ ہے۔ اور ویسے تو اللہ نے ہر ایک سے
بلی کا وعدہ کیا۔ اور اللہ تعالے تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

اور ظاہر ہے کہ فتح سے مراد فتح مکہ ہے۔ لہذا یہ آیت دربارۂ فضیلت مہاجرین اولین نص صریح ہے۔ اور خلافت خاصہ اور کاملہ خلیفہ کی فضیلت پر موقوف ہوتی ہے۔ اور یہ فضیلت اس کو عامۃ المسلمین پر ذاتی خواص کی بنا پر حاصل ہوا کرتی ہے تو معلوم ہوا کہ خلیفہ صرف انہی لوگوں میں سے ہو سکتا ہے کہ جنہوں نے قبل از فتح مکہ انفاق فی سبیل اللہ اور جہاد میں حصہ لیا۔ وہو المقصود۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ میں اسلام سے قبل حضور سے نہایت عداوت رکھتا تھا۔ ایک روز میں دوپہر کے وقت۔ جا رہا تھا کہ ایک شخص نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا کہ باوجود تمہارے اس زعم کے تمہارے گھر میں اسلام داخل ہو چکا ہے۔ میں نے پوچھا کہ وہ کون ہے اس نے کہا کہ تمہاری بہن اسلام لے آئی۔ میں غصہ میں پلٹا اور بہن کے دروازہ پر پہنچا میرا دروازہ کھٹکھٹانے سے لوگ چھپ گئے اور وہ اس وقت قرآن مجید پڑھ رہے تھے اور اس کے اوراق وہیں چھوڑ دئیے یا کہ بھول گئے۔ میں اندر گیا یہاں تک کہ میں تخت پر بیٹھ گیا۔ میں نے صحیفہ کی طرف نظر کی۔ میں نے پوچھا یہ کیا چیز ہے۔ میری بہن بولی کہ تم اس قابل نہیں ہو کہ تم جنابت کا غسل نہیں کرتے اور وضو بھی نہیں کرتے۔ اور اس کتاب کو ناپاک لوگ چھو نہیں سکتے۔ میں اصرار کرتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے مجھے کتاب دے دی میں نے اسے کھولا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط۔ جب میں رحمان کے لفظ پر پہنچا تو میں نے خوف زدہ ہو کر کتاب رکھ دی۔ پھر دوبارہ اٹھایا تو اس میں لکھا ہوا تھا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سبح للہ ما فی السمٰوٰت والارض وہو العزیز الحکیم۔ جب بھی میں اللہ کا نام لیتا تو گھبرا جاتا۔ پھر دوبارہ اٹھاتا۔ یہاں تک کہ میں اس آیت پہنچا اٰمنوا باللہ ورسولہ وانفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ، پر نظر پڑی تو میں نے فوراً کلمہ پڑھا لوگ خوشی کے مارے تکبیر کہتے ہوئے نکل پڑے۔

مجاہد اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح ای من اسلم۔ یعنی جو اسلام لایا۔ وقاتل اولئٰک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد یعنی جو بعد فتح اسلام لایا ورنہ ہجرت کرنے والا ہجرت کرنے والے کے برابر ہو سکتا ہے وکلا وعد اللہ الحسنیٰ۔

قتادہ۔ اس آیت کی تفسیر "لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح الآیۃ۔ میں فرماتے ہیں۔ کہ قتال بھی دو قسم کا اور انفاق بھی دو قسم کا اور ایک کا درجہ دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ معلوم ہوا کہ قتال قبل از فتح بعد از فتح سے افضل ہے اور انفاق قبل الفتح بعد الفتح سے افضل ہے وکلاً وعد اللہ الحسنیٰ حسنیٰ سے مراد جنت ہے۔

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ حضور نے یمن کی جانب اشارہ کر کے فرمایا کہ تمہارے پاس یہاں سے ایک قوم آئے گی جن کے اعمال کے سامنے تم اپنے اعمال کو حقیر سمجھو گے صحابہ نے سوال کیا۔ تو کیا پھر

وہ ہم سے افضل ہوں گے۔ یا کہ ہم ان سے افضل ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا تم بہتر ہو گے۔ اگر وہ احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کریں تو وہ تمہارے نصف مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور مد پونے دو سیر کا ہوتا ہے) اور اس آیت نے ہمارے اور لوگوں کے درمیان فاصلہ کر دیا۔ لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا۔

ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ ہم حضورؐ کے ساتھ حدیبیہ کے سال سفر کو گئے۔ جب ہم عسفان آئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا، عنقریب ایک قوم آئے گی جو تمہارے اعمال کو اپنے اعمال کے سامنے حقیر سمجھے گی۔ ہم نے پوچھا، یا رسولؐ اللہ کیا وہ قریش ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا نہیں وہ اہل یمن ہوں گے جن کے دل انتہائی نرم ہوں گے۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کیا وہ ہم سے بہتر ہوں گے؟ آپؐ نے فرمایا اگر ان میں سے کوئی پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرے تو تمہارے ایک مد بلکہ آدھے مد کے برابر بھی نہیں ہو سکتا ہے۔ خبردار ہمارے اور لوگوں کے درمیان یہ حد فاصل موجود ہے:۔ لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل الآیۃ۔ اور احادیث ان صحابہ کے فضائل میں مستفیض کے درجہ کو پہنچ چکی ہیں۔

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت خالد اور عبدالرحمان بن عوف کے درمیان کچھ مخالفانہ گفتگو ہوگئی خالد نے کہا کہ تم چند دن پہلے ایمان لا کر ہم پر فخر جتاتے ہو۔ حضورؐ کو جو یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے فرمایا میرے اصحابؓ کو برا نہ کہو۔ قسم اس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم احد پہاڑ کے برابر اللہ کی راہ میں سونا خرچ کرو تو تم اُن کے اعمال کو ہر گز نہیں پہنچ سکتے۔

یوسف بن عبداللہ بن سلام سے روایت ہے کہ حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ ہم بہتر ہیں یا ہمارے بعد والے۔ حضورؐ نے وہی جواب دیا جو حضرت انسؓ کی روایت میں ہے۔

ابو سعید کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا میرے صحابہؓ کو برا نہ کہو۔ اُن میں سے کسی کا تھوڑی دیر کا قیام بھی تمہاری تمام زندگی کے عمل سے بہتر ہے۔

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ ہمارے اسلام اور ہمارے عتاب جو ہم پر اس آیت کے ذریعہ ہوا۔ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ کے درمیان چار سال کا فاصلہ ہے اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو ہم آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ ہم نے کون سی نئی بات اختیار کی۔

ابن عباس فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے قلوب کا امتحان لیا اور تیرہ سال بعد اس آیت کے ذریعہ اُن پر عتاب نازل ہوا۔ الم یأن للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ۔

اعمش سے اسی آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ جب صحابہ ہجرت کر کے مدینہ آگئے تو اُن میں ایک حد تک راحت طلبی پیدا ہو گئی۔ جس کی بنا پر عتاب میں یہ آیت نازل ہوئی۔

ابو الدرداء سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص خوفِ فتنہ کے باعث اپنے دین کو لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ بھاگتا ہے تو وہ اللہ کے نزدیک صدیق ہے اور جب مرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے شہید شمار کرتا ہے۔ پھر آپؐ نے آیت تلاوت فرمائی۔ والذین اٰمنوا باللہ ورسلہ اولئک ہم الصدیقون والشہداء عند ربہم، اور فرمایا کہ یہ اُن لوگوں کے بارہ میں

اور فرمایا کہ وہ لوگ جو اپنے دین کو لے کر ایک جگہ سے دوسری جگہ راہِ فرار اختیار کرتے ہیں وہ قیامت کے دن جنت میں حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہوں گے اور ایک ہی درجہ میں ہوں گے۔

براء بن عازب سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا میری امت کے مؤمن بھی شہید ہیں۔ پھر آپؐ نے آیت بالا تلاوت فرمائی۔ اسی قسم کی ایک روایت ابن مسعود سے بھی ہے۔

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ شہید وہ بھی ہے کہ جو اس حالت میں مرے کہ اُس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو چاہے بستر پر اس کی موت واقع ہوئی ہو وہ بھی جنت میں داخل ہوگا۔

ابن عباس، مجاہد، عمرو بن میمون اور ضحاک سے روایت ہے کہ ہر مؤمن شہید اور صدیق ہے۔ اور دلیل آیتِ بالا ہے۔

حسن اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آسمان میں ہر برائی کا فیصلہ کر لیا جاتا ہے اور پھر اس کا ایک وقت معین کر دیا جاتا ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور اُسے کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔ اور یہ بھی مقدر ہوتا ہے کہ فلاں دن، فلاں مہینہ، فلاں شہر میں قحط یا مصیبت خاص یا عام طور پر نازل ہوگی۔ یہاں تک کہ ایک آدمی اپنی لاٹھی پر سہارا لیتا ہے اور وہ اس سہارے پر مجبور ہوتا ہے اور اسکو اس وقت تک کرتا رہتا ہے جب تک اسے چھوڑنے کی استطاعت اسے نہ دی جائے۔

ہشتاد و پنجم ـــــــ آیات سورت مجادلہ

ابو یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ راہ میں خولہ بنتِ ثعلبہ ان سے ملیں آپ اُن کی وجہ سے ٹھہر گئے۔ اور اُن کے قریب گئے اور اُن کے مونڈھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ اور اُن کی بات سننے کے لیے اپنا سر جھکا دیا۔ جب وہ اپنا کام پورا کر کے لوٹ کر چلی گئی تو آپ واپس آئے۔ ایک شخص نے کہا یا امیرالمؤمنینؓ آپ نے ایک بڑھیا کی وجہ سے تمام قریشیوں کو روکے رکھا۔ آپ نے فرمایا بھلا یہ کون ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں معلوم۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خولہ بنتِ ثعلبہ ہے۔ جس کی شکایت اللہ نے ساتویں آسمان پر سنی۔ قسم خدا کی اگر وہ رات تک بھی کھڑی رہتی تو میں اس کی حاجت پوری کئے واپس نہ آتا۔ شمامہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کی شکایت کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ قد سمع اللّٰہ قول التی تجادلک فی زوجھا۔

مقاتل بن حیان سے روایت ہے کہ جمعہ کے دن حضورؐ صفہ میں تشریف فرما تھے اور جگہ تنگ تھی۔ حضورؐ مہاجرین و انصارِ اہلِ بدر کا بہت اکرام کیا کرتے تھے۔ لوگ حضورؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اسی اثناء میں چند اہلِ بدر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ حضورؐ کے اردگرد کھڑے ہو گئے اور حضورؐ کو سلام کیا اور حاضرین کو بھی۔ حضورؐ نے بھی اور حاضرین نے بھی سلام کا جواب دیا۔ وہ اس انتظار میں کھڑے رہے کہ اُن کو جگہ ملے۔ حضور اکرمؐ نے اُن کی اس تکلیف کو پہچان لیا۔ حضورؐ کو یہ بات بہت شاق گذری۔ آپؐ نے غیر اہل بدر کی طرف خطاب کر کے فرمایا فلاں فلاں شخص یہاں سے کھڑے ہو جاؤ۔ وہ کھڑے ہو گئے اور اہلِ بدر بیٹھ گئے لیکن اُن کو اپنا یہ کھڑا ہونا کچھ ناگوار گذرا۔ فوراً یہ آیت نازل ہوئی۔ یٰایھا الذین اٰمنوا اذا قیل لکم تفسحوا فی المجالس فافسحوا یفسح اللّٰہ لکم۔ الآیۃ۔

عبداللہ بن شوذب سے روایت ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کا لڑکا جنگِ بدر میں اپنے باپ کے

مقابلہ میں آتا تھا اور باپ کنارہ کشی کرتے۔ مگر وہ جب باز نہ آیا تو ابوعبیدہ نے اُسے قتل کر دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر۔ الآیۃ۔

ابن جریج سے روایت ہے کہ ایک روز ابوقحافہ نے حضورؐ کو بُرا کہا۔ تو ابوبکرؓ نے اُن کے چانٹا مارا جس سے وہ غش کھا کر گر پڑے۔ حضورؐ سے اس کا ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے ابوبکر کیا تم نے ایسا کیا تھا؟ ابوبکرؓ بولے کہ اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو اس کی گردن مار دیتا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر۔ الآیۃ۔

ہشتاد و ششم ——— آیات سورت حشر

اللہ تعالیٰ سورۂ حشر میں فرماتا ہے:۔ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ فللّٰہ وللرسول ولذی القربیٰ الآیۃ۔ اس کے بعد فرمایا کہ یہ (فے) فقراء مہاجرین و انصار اور تابعین مہاجرین و انصار کے لئے ہے۔ اور جب افراد غیر محصورین کے لئے ہوا تو اب ظاہر ہے کہ وہ کسی کی ملکیت نہ تھا۔ بلکہ ہر ایک کو بقدر احتیاج دیا تھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہے کہ خلیفہ اس بات کا مجاز نہیں رکھتا کہ حضورؐ کے طریقہ کے خلاف اسے تصرف میں لائے۔ اور جب فے حضورؐ کی ملکیت نہ ہوئی تو میراث کا جھگڑا اس میں کیسے پیدا ہو سکتا ہے۔ اور خود حضورؐ نے اپنے کسی خاص عزیز کو ہبہ نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ بنی نضیر کا وہ مال کہ جو اللہ نے اپنے رسولؐ کو مفت میں دیا ہے اور جس پر لشکر کشی کی ضرورت پیش نہیں آئی وہ آنحضرتؐ کے لیے خاص تھا۔ اور آپؐ اس میں سے اپنے گھر والوں کو ایک سال کا خرچ دیا کرتے تھے۔ اور جو باقی بچتا وہ اسلحہ فراہم کرنے میں صرف کیا جاتا۔

مالک بن اوس بن حدثان سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ آیت پڑھی:۔ انما الصدقات للفقراء والمساکین الآیۃ۔ اور فرمایا یہ اُن لوگوں کے لیے ہے جو صدقہ کے مستحق ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی:۔ واعلموا انما غنمتم من شیٔ فان للّٰہ الآیۃ۔ اور فرمایا یہ اُن لوگوں کے لیے ہے جو غنیمت کے مستحق ہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی:۔ ما افاء اللہ علی رسولہ من اھل القریٰ الآیتین۔ اور فرمایا یہ مہاجرین کا حق ہے۔ یعنی فے۔ پھر یہ آیت پڑھی:۔ والذین تبوؤا الدار والایمان۔ الآیۃ۔ اور فرمایا یہ انصار کے حق میں ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ والذین جاؤ من بعدھم الآیۃ۔ اور فرمایا یہ تمام مسلمانوں کو شامل ہے۔ پس بیت المال میں ہر ایک مسلمان کا حق ہے۔ حتیٰ کہ اگر میں زندہ رہا تو تم دیکھنا۔ کہ چرواہے کا حق بھی اس کے مکان پر پہنچ جائے گا۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا اور اُن سے فرمایا میں نے تمہیں اس لیے جمع کیا ہے کہ اس مال میں تم جس کا حق سمجھتے ہو اس کا فیصلہ کرو۔ اور میں چند آیات سناتا ہوں جو میرے لیے کافی ہیں۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:۔ ما افاء اللہ علی رسولہ۔ الیٰ قولہ۔ اولئک ھم الصادقون۔ قسم خدا کی یہ تو انہیں کے لیے ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:۔ والذین تبوؤا الدار۔ الیٰ قولہ المفلحون اور فرمایا یہ بھی انہیں کے لیے مخصوص ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی:۔ والذین جاؤ من بعد ھم۔ الیٰ قولہ۔ رحیم۔ اور فرمایا قسم خدا کی اس مال میں ہر ایک مسلمان کا حق ہے۔ دیا جائے یا نہ دیا جائے۔ یہاں تک کہ چرواہے کا بھی اس میں حق ہے۔

ابن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ایک روز مال تقسیم کیا لوگوں نے آپ کی بہت تعریف کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کتنے احمق ہیں اگر اس مال کا میں مالک ہوتا تو ان کو کیوں دیتا۔

سمرہ سے روایت ہے کہ حضور ؐ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب اللہ تمہارے ہاتھوں کو عجم سے بھر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ اُن کو بھی شیر بنا دے گا وہ بھی تمہاری طرح جنگ کریں گے اور تمہارے ساتھ کھائیں گے۔

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا، قسم ہے خدا کی اس مال میں ہر ایک مسلمان کا حق ہے کوئی اس کو وہ حق دے یا نہ دے۔ اور ہر ایک کا اتنا ہی حق ہے جتنا کہ ایک غلام کا اور میں بھی ایک غلام کی طرح ہوں۔ بس فرق اتنا ہے کہ ہم اللہ کی کتاب اور رسولؐ کی تقسیم میں مختلف درجے رکھتے ہیں بعض تو وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے اسلام کی خاطر مصائب برداشت کیے۔ اور بعض نے اسلام میں سبقت کی۔ بعض نے اپنے مال سے اسلام کو فائدہ پہنچایا اور بعض محتاج۔ واللہ اگر میں زندہ رہا تو صنعا کے چرواہوں تک کو بھی اس کا حصہ ملے گا۔ اور گھر بیٹھے اُن کو پہنچایا جائے گا۔

حسن سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت حذیفہ کو لکھا کہ جس قدر مال جمع ہو لوگوں میں تقسیم کر دو انہوں نے جواب دیا کہ میں تقسیم کر چکا لیکن ابھی بہت مال باقی ہے۔ حضرت عمرؓ نے لکھا کہ جتنا بھی مال ہے سب تقسیم کر دو۔ وہ عمرؓ یا عمرؓ کی اولاد کا مال نہیں۔

قتادہ اس آیت للفقراء المھاجرین الذین اخرجوا" الآیۃ۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ مہاجرین ہیں جنہوں نے اپنے مال، مکانات، اہل وعیال اور رشتہ داروں کو اللہ اور رسول اکرمؐ کی محبت میں چھوڑ دیا، اور اسلام کی خاطر تمام مصائب برداشت کیے۔ حتےٰ کہ لوگ بھوک کے باعث اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے تاکہ کمر نہ جھک جائے۔ اور سردی کی حالت میں کپڑے نہ ہونے کے باعث گڑھے میں پڑ کر رات گذار دیا کرتے تھے۔ یہی قتادہ اس آیت والذین تبوؤ الدار والایمان۔ الآیۃ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ یہ انصار ہیں جو اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے اسلام لائے۔ اور آنحضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے دو سال قبل ہی مدینہ میں مسجدیں بنوائیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے اُن کی بھی ثنا کی اور اُن کو بھی ساتھ میں شامل کر لیا۔ بس یہ دو جماعتیں ہیں جو سابقین امت ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے فیٔ میں اُن کا حصہ قرار دیا ہے۔ اور تیسری جماعت کا اس آیت میں ذکر ہے۔ والذین جاؤا من بعدھم۔ الآیۃ۔ اور اُن کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمام صحابہ کے لیے استغفار کرتے رہیں اور کسی کی شان میں نازیبا الفاظ نہ کہیں۔

حسن سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو انصار پر ترجیح دی لیکن انہوں نے اس کا کچھ بُرا نہ مانا۔

حضرت عمرؓ کی جب وفات کا وقت آیا تو فرمایا میں اپنے بعد والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ مہاجرین اولین کے حق کو پہچانے اور اُن کی عزت کا پاس کرے۔ اور میں اُن انصار کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں کہ جنہوں نے حضور صلعم کی ہجرت سے قبل اللہ تعالیٰ کی خاطر مسجدیں بنوائیں اور ایمان لائے کہ اُن کی اچھائیوں کو قبول کرے اور اُن کی لغزشوں سے درگزر کرے۔

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کے تین درجے ہیں۔ دو درجے گذر چکے اور ایک درجہ باقی ہے اب دیکھو تم اس درجہ میں کیا کرتے ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:۔ للفقراء المهاجرین الذین اخ الآیۃ۔ اور فرمایا کہ یہ ایک درجہ ہے۔ اور دوسرا درجہ اس آیت میں ہے:۔ والذین تبوّء و الدار۔ ا تیسرا درجہ یہ ہے:۔ والذین جاؤا من بعدهم۔ الآیۃ۔ تو اب دو درجے گذر چکے۔ یہ تیسرا د باقی ہے۔ اب دیکھیں تم کیا کرتے ہو۔

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ تم کو تو اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ تم صحابہ کے لیے استغ کرو، اور تم اُن کو بُرا کہتے ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:۔ والذین جاؤ من بعدهم الآیۃ اسی قسم کی تف ضحاک سے مروی ہے۔

حضرت ابن عمر رضؓ نے ایک شخص کو بعض مہاجرین پر چوٹیں کرتے دیکھا۔ آپ نے یہ آیت پڑ للفقراء المهاجرین الآیۃ۔ پھر سوال کیا کہ کیا تو مہاجر ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے یہ آیت پڑھی:۔ و تبوّء و الدار۔ الآیۃ۔ اور فرمایا یہ انصار کے لیے ہے۔ پھر سوال کیا کیا تو انصاری ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ آ یہ آیت پڑھی:۔ والذین جاؤ من بعدهم۔ اور پوچھا کہ کیا تو اس آیت میں داخل ہے؟ اس نے کہا کہ مجھے امید تو یہی ہے۔ آپ نے فرمایا ہرگز نہیں صحابہ کو برا کہنے والا اس آیت کا مصداق نہیں ہو سکتا ایک روایت میں ہے کہ وہ شخص حضرت عثمان رضؓ کو برا کہہ رہا تھا۔

نعیم بن محمد الرحبی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت ابوبکر نے خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو جان لو کہ تم کے منہ میں چلتے پھرتے ہو لیکن تمہیں اس کا علم نہیں۔ اگر تم اس بات کی طاقت رکھتے ہو کہ موت کو ٹال سکو تو کر کے دکھاؤ حالانکہ تم میں اس کی طاقت نہیں۔ اور بعض لوگوں نے اپنے اعمال کو اپنے مخالفین جیسا بنا لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع کیا اور فرمایا ہے ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ۔ الآیۃ۔ تم اپنے بھائیوں کو کیا سمجھتے وہ تو اپنے اعمال پورے کر چکے اور جو کچھ انہیں کرنا تھا کر گذرے۔ وہ پہلے جابرین کہاں چلے گئے جنہو بڑے بڑے شہر اور فصیلیں بنائیں؟ سب کے سب پہاڑوں اور پتھروں کے نیچے دبے پڑے ہیں۔ یہ اللہ کتاب ہے جس کے عجائب ختم نہیں ہو سکتے جس کی روشنی ماند نہیں ہو سکتی ظلمت میں اس کی ر حاصل کرو۔ اس کے احکام اور اس کے دلائل سے نصیحت لو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسی قوم کی تعریف فرمائی اور ار کیا:۔ کانوا یسارعون فی الخیرات ویدعوننا رغبا ورهبا وکانوا لنا خاشعین جو قول خالصتاً للہ نہ ہو، جو م خالصتاً للہ خرچ نہ کیا جائے اس میں کوئی خیر نہیں اور جو شخص غصہ میں مغلوب ہو جائے اور جو اللہ کی راہ ملامت سے ڈرتا ہو اس کے لیے کوئی خیر نہیں۔

ہشتاد و ہفتم ——— آیات سورت ممتح

حضرت علی رضؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلعم نے اُن کو اور زبیر اور مقداد کو حکم دیا کہ وہ مقام خاخ جائیں جہاں انہیں ایک باندی ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے چھین لیا جائے تو یہ چلے یہاں تک کہ مقام روضہ تک پہنچ گئے۔ وہاں وہ باندی ملی تو ہم نے اس سے خط کا سوال کی

اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہم نے اس سے کہا یا تو خط دے دو ورنہ ہم تیرے کپڑے اتارتے ہیں اس نے اپنے جوڑے میں سے خط نکال کر دے دیا۔ ہم اسے حضورؐ کے پاس لے کر آئے۔ وہ خط حاطب ابن ابی بلتعہ کی جانب سے تھا جو مشرکین کے نام لکھا گیا تھا جس میں حضورؐ کی بعض باتوں کی اطلاع دی گئی تھی۔ آپؐ نے حاطب سے سوال کیا کہ اے حاطب یہ کیا بات ہے؟ حاطب بولے یا رسول اللہ میرے اہل و عیال قریش میں رہتے ہیں اور میں خود قریشی نہیں۔ اور آپؐ کے ساتھ جتنے مہاجر ہیں ان کی وہاں رشتہ داریاں ہیں۔ جس کے باعث وہ اُن کے اہل و عیال کی حفاظت کریں گے۔ لہٰذا میں نے چاہا کہ کفار کے ساتھ کچھ سلوک کروں تاکہ وہ میرے اہل و عیال کی نگہبانی کرتے رہیں۔ اور میں نے یہ کام کسی کفر و ارتداد کی بنا پر نہیں کیا۔ حضورؐ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اُڑا دوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ بدر میں شریک تھا۔ اور کیا تم یہ جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کے بارے میں کیا فرمایا ہے؟ وہ فرماتا ہے اے اہلِ بدر جو تمہارا جی چاہے وہ کرو میں تمہاری مغفرت کر چکا۔ اور اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ یا ایہا الذین اٰمنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیہم بالمودۃ۔ یہ روایت حضرت عمرؓ سے بھی مروی ہے۔

ابن شہاب سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ابوسفیان بن حرب کو یمن کے بعض حصہ کا عامل بنایا۔ جب حضورؐ کی وفات ہو گئی تو ابوسفیان ذالخمار کے پاس گئے جو مرتد ہو گیا تھا۔ اور اس کو قتل کر دیا۔ تو سب سے پہلے مرتدین سے جہاد اور قتال کرنے والے ابوسفیان ہیں۔ ابن شہاب کہتے ہیں اور ابوسفیان ان لوگوں میں ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ عسی اللہ ان یجعل بینکم و بین الذین عادیتم منہم مودۃ۔ اسی قسم کی ایک روایت ابوہریرہ سے بھی ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ آیت عسی اللہ ان یجعل بینکم۔ الآیۃ۔ ام حبیبہ سے نکاح کے بارہ میں نازل ہوئی

ابن عباس فرماتے ہیں کہ عمرؓ تو اسلام لے آئے تھے لیکن ان کی بیوی (بحالتِ شرک) مشرکین میں تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ "ولا تمسکوا بعصم الکوافر۔"

مقاتل سے روایت ہے کہ یہ آیت یا ایہا الذین اٰمنوا اذا جاءکم المؤمنات یبایعنک، فتح مکہ کے روز نازل ہوئی تو حضورؐ نے مردوں سے صفا پر بیعت لی اور عمرؓ نیچے بیٹھے عورتوں سے بیعت لے رہے تھے۔

ام عطیہ سے روایت ہے کہ جب حضورؐ مدینہ تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا اور اُن کے پاس عمرؓ کو بھیجا۔ وہ دروازہ پر آئے اور سلام کیا اور فرمایا کہ میں حضورؐ کا قاصد ہوں اور اس بات پر بیعت کرنے آیا ہوں کہ:۔ علی ان لا تشرکن باللہ شیئاً ولا یسرقن ولا یزنین الآیۃ۔ ہم نے کہا کہ ہم بیعت کے لیے تیار ہیں۔ عمرؓ نے باہر سے اپنا ہاتھ بڑھایا اور ہم نے بھی ہاتھ بڑھا کر بیعت کی۔

اسماعیل بن عبدالرحمان بن عطیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی دادی ام عطیہ سے سوال کیا کہ ولا یعصینک فی معروف کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہمیں ماتم سے منع کیا گیا تھا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو حکم دیا کہ وہ عورتوں سے ان باتوں پر بیعت لیں کہ

وہ شرک نہ کریں۔ چوری نہ کریں، بدکاری نہ کریں، اپنی اولاد کو قتل نہ کریں، بہتان نہ باندھیں، کسی امر نیک میں حضو
کی نافرمانی نہ کریں۔ جب عمرؓ آئے اور عورتوں سے ان امور پر بیعت لینے لگے تو اُن میں ایک ہندہ بھی تھی جب
عمرؓ نے کہا شرک نہ کرنا، چوری نہ کرنا۔ وہ بولی یہ تو معمولی باتیں ہیں۔ آپ نے فرمایا بدکاری نہ کرنا۔ تو بولی، کو
شریف آزاد عورت ایسا فعل کر سکتی ہے۔ عمرؓ نے کہا اپنی اولاد کو قتل نہ کرنا۔ بولی کہ تمہیں نے تو انہیں جنگِ ب
میں قتل کر دیا تھا۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ کسی پر بہتان نہ باندھنا اور کسی نیک کام میں حضورؐ کی نافرما
نہ کرنا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ انہیں ماتم سے منع کیا گیا تھا اور اہل عرب نوحہ کے وقت کپڑے پھاڑتے، مُ
نوچتے، بال کھسوٹتے اور واویلا کیا کرتے تھے۔

ہشتاد و ہشتم ——— آیات سورت صف

خدائے تعالیٰ سورتِ صف میں فرماتا ہے:۔ یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مر
للحواریین من انصاری الی اللہ ط قال الحواریون نحن انصار اللہ فآمنت طآئفۃ من بنی اسرائیل وکفر
طائفۃ فایدنا الذین آمنوا علی عدوھم فاصبحوا ظاہرین۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو حکم فرماتا ہے کہ اللہ کے اعوان و انصار بن جاؤ۔ جس طرح عیسیٰؑ بن مریم نے اپنے حواریوں
کہا تھا کہ اللہ کی جانب سے تم میرے مددگار ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا بے شک ہم مددگار ہیں اللہ کے۔ پس بن
اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک کافر رہا۔ سو ہم نے مومنین کی مدد کی اور وہ کفار پر غالب رہا۔
اس آیت میں اس امر کی جانب رمز و اشارہ ہے کہ اللہ تم دینِ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرنے والا ہے
سو یہ بدرجہ اتم حضورؐ کے زمانہ میں نہ پایا گیا۔ بلکہ آپ کے بعد خلفائے راشدین کے زمانہ میں تکمیل کو پہنچیں مسلما
نے بڑی بڑی جنگیں کیں۔ اور فتوحات حاصل کیں۔ اور یہی صورت حوارین عیسیٰ کی ہوئی۔ کہ انہیں بھی غلبہ
میں حاصل ہوا۔

قتادہ اس آیت ۔ یا ایہا الذین آمنوا کونوا انصار اللہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ بحمد اللہ ایسا ہی ہوا۔
ستر اشخاص عقبہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ سے بیعت کی اور آپ کی مدد و نصرت کی
اللہ تعالیٰ نے اُن کے ذریعہ دینِ اسلام کو غالب کیا اور ان کے علاوہ آسمان پر کسی کا نام بھی انصار اللہ نہ رکھا گ
اور قتادہ کہتے ہیں کہ جب یہ حضورؐ کی بیعت کر رہے تھے تو اس وقت بعض لوگوں نے اُن سے کہا کہ تم اس
شخص کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہو لیکن یہ پورے عرب سے اعلانِ جنگ ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ یار
اللہ آپؐ خدا اور اپنی ذاتِ بابرکاتؐ کے لیے جو بھی شرط لگانا چاہیں، ہمیں منظور ہے۔ حضورؐ نے فرمایا میر
شرط تو بس یہی ہے کہ اللہ تم کی عبادت کرو۔ اور اس کے ساتھ شریک نہ کرو۔ اور میری ذاتؐ کے لیے شر
یہ ہے کہ تم میری ویسی ہی حفاظت کرو جیسی خود اپنی اور اپنی اولاد کی کرتے ہو۔ انصار بولے یا رسول اللہ
اس کا اجر کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا دنیا میں نصرت اور آخرت میں جنت۔ انصار نے بھی اپنا وعدہ پورا ک
دکھایا۔ اور خدا نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا۔ قتادہ کہتے ہیں اور حوارین تمام کے تمام قریش سے تھ
اور وہ ابو بکرؓ، عمرؓ، جعفرؓ، ابو عبیدہ بن جراح، عثمان بن مظعون، عبد الرحمان بن عوف، سعد بن ابی وقا

عثمان بن عفان، طلحہ بن عبید اللہ اور زبیر بن العوام ہیں۔
ابن عباس سے مروی ہے کہ آیت فایدنا الذین آمنوا سے مراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت ہے۔

ھشتاد و نہم ——— آیات سورت جمعۃ

سائب بن یزید کہتے ہیں کہ جمعہ کی وہ اذان جس کا قرآن میں ذکر ہے۔ وہ حضورؐ، ابوبکرؓ اور عمرؓ کے زمانہ میں اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام منبر پر بیٹھتا تھا۔ جب مکانات دُور دُور ہو گئے اور لوگوں کی کثرت ہو گئی تو پہلی اذان بڑھائی گئی۔ اور صحابہ نے اس پر کوئی اعتراض نہ کیا حالانکہ انہوں نے منیٰ میں نماز پوری پڑھنے پر اعتراض کیا تھا۔ سائب کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے زمانہ میں نماز پڑھتے ہوتے جب حضرت عمرؓ آکر منبر پر بیٹھ جاتے تو ہم نماز بند کر دیتے۔ حضرت عمرؓ ہم سے بات کرتے رہتے اور کبھی کسی سے بازار کا حال پوچھتے، کبھی قیمتیں معلوم کرتے اور مؤذن اذان دیتا رہتا۔ جب مؤذن خاموش ہو جاتا تو عمرؓ خطبہ کیلئے کھڑے ہو جاتے اور ہم خاموش ہو جاتے۔

حسن بصری سے کسی نے سوال کیا کہ فاسعوا الی ذکر اللہ کے کیا معنیٰ ہیں، فرمایا کہ سعی کے معنے دوڑنے کے نہیں ہیں۔ بلکہ معنے یہ ہیں کہ جمعہ کی نماز کو سکون و وقار کے ساتھ جاؤ اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو۔

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ جمعہ کو خطبہ پڑھ رہے تھے، تو مدینہ سے ایک تجارتی قافلہ آیا۔ صحابہ کرام اٹھ کر قافلہ دیکھنے چلے گئے اور حضورؐ کے پاس صرف بارہ شخص رہ گئے جن میں ابوبکرؓ و عمرؓ بھی تھے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ واذا راوا تجارۃ او لھوا انفضوا الیھا و ترکوک قائما۔ الی آخر السورت۔

حضرت حسن سے روایت ہے کہ حضورؐ جمعہ کے روز خطبہ پڑھ رہے تھے کہ مدینہ سے ایک قافلہ کے آنے کی خبر سنی تو صحابہؓ اُٹھ کر چلے گئے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ اور چند دیگر اشخاص بیٹھے رہ گئے۔ تو یہ آیت بالا نازل ہوئی اور حضورؐ نے فرمایا اگر تم سب اٹھ کر چلے جاتے اور میرے پاس کوئی نہ رہتا تو تم دیکھتے کہ اس تمام وادی میں آگ برستی ہوتی۔ "اللھم اغفر وارحم"

طاؤس کہتے ہیں کہ حضورؐ، ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ نے ہمیشہ خطبہ کھڑے ہو کر پڑھا۔ اور سب سے پہلے بیٹھ کر خطبہ پڑھنے والے امیر معاویہ ہیں۔

شعبی کہتے ہیں کہ جب حضورؐ خطبہ کے ارادہ سے منبر پر تشریف لاتے تو پہلے لوگوں کی جانب متوجہ ہو کر سلام کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے اور قرآن مجید کی سورت پڑھتے پھر بیٹھ جاتے پھر کھڑے ہوتے اور خطبہ دیتے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ بھی ہمیشہ اسی پر عمل کرتے رہے۔

نودم ——— آیات سورت منافقین

زید بن ارقم کے قصہ میں مذکور ہے کہ جب منافقین نے یہ مشورہ کیا کہ حضورؐ کے ساتھیوں

کچھ خرچ نہ کریں گے۔ اور جب ہم مدینہ پہنچیں گے تو ہم میں سے ہر ایک ذلیعزت ذلیلوں کو نکال کر باہر کر دے گا۔ میں نے جا کر یہ بات حضورؐ کو بتا دی۔ حضورؐ نے منافقین کو بلایا۔ اُن سے جو کچھ پوچھا تو وہ صاف انکار کر گئے۔ اور قسمیں کھانے لگے۔ حضورؐ کو اُن کی قسموں پر یقین آگیا۔ میں اسی غم میں تھا کہ حضورؐ میرے پاس تشریف لائے اور آکر میرے کان اینٹھنے لگے اور مسکراتے جاتے تھے۔ جب حضورؐ چلے گئے تو ابوبکرؓ میرے پاس آئے وہ کہنے لگے کہ حضورؐ نے اب تجھ سے کیا کہا تھا؟ میں نے کہا مجھ سے تو حضورؐ نے کچھ نہیں کہا میرے کان ضرور اینٹھے تھے اور مسکراتے جاتے تھے۔ ابوبکرؓ بولے تجھے مبارک ہو۔ جب صبح ہوئی تو حضورؐ نے یہ سورت پڑھ کر سب کو سنائی۔ اذا جاءك المنافقون۔ الی قولہ لیخرجن الاعز منہا الاذل۔

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ حضورؐ کے ساتھ ایک معرکہ میں جا رہے تھے جس کا نام غزوۂ المصطلق ہے۔ اثنائے سفر میں دو شخصوں کے درمیان لڑائی ہو گئی۔ ان میں سے ایک مہاجر تھا اور ایک انصاری دونوں نے مہاجرین وانصار کو مدد کے لیے پکارا حضورؐ نے فرمایا یہ جہالت کی باتیں ہیں انہیں چھوڑ دو۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کو جب خبر ہوئی تو بولا کہ ہم میں سے ہر ایک ذلیعزت مدینہ پہنچکر ذلیلوں کو نکالدیگا۔ جب حضورؐ کو اس کی خبر ہوئی تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ مجھے اجازت فرمایئے کہ میں اس منافق کی گردن اتار دوں حضورؐ نے فرمایا جانے دو۔ لوگ کہیں گے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کو بھی قتل کرتے ہیں۔

ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے نے اُن سے کہا کہ اے میرے والد آپ بھلا اور اس کو اس وقت تک نہ چھوڑیئے جب تک کہ وہ اس بات کا اقرار نہ کرلے کہ وہ ذلیل ہے اور حضورؐ باعزت۔

نو دو یکم ——— آیات سورت طلاق

ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی زوجہ کو حالتِ حیض میں طلاق دیدی۔ حضرت عمرؓ نے اس کا حضورؐ سے ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا اس کو چاہیے کہ اپنی زوجہ سے رجوع کرے جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تو پھر اگر اس کا ارادہ ہو تو طلاق دیدے۔ کیونکہ اسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔ اور حضورؐ نے یہ آیت پڑھی۔ یا ایہا النبی اذا طلقتم النسأ فطلقوھن فی قبل عدتھن۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت اسی وقت نازل ہوئی۔ ابوالزبیر کہتے ہیں میں نے ابن عمرؓ سے اس آیت کو اسی طرح سنا ہے۔

جعفر بن محمدؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے (یعنی حضرت حسینؓ سے) کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اور ابوعبیدہؓ ایک جگہ جمع ہوئے اور ایک مسئلہ کے متعلق کچھ گفتگو کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا چلو حضورؐ کے پاس چلیں۔ چنانچہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ ہم کچھ پوچھنے کے لئے حاضر ہوئے ہیں آپؐ نے فرمایا چاہے تم پوچھو یا نہ پوچھو میں تمہیں خود ہی بتائے دیتا ہوں۔ تم پوچھنے آئے ہو کہ روزی کہاں سے آتی ہے اللہ تعالیٰ بندے کو اس جگہ سے روزی دیتا ہے کہ جس جگہ کا اسے علم بھی نہیں ہوتا۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو جس طرح کہ توکل کرنا چاہیے تو وہ تمہیں ایسی ہی روزی دے جیسا کہ پرندوں کو، کہ وہ صبح کو گھروں سے بھوکے نکلتے اور شام کو شکم سیر واپس جاتے ہیں۔

سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس عورت کے بارے میں جس کو اس کے خاوند نے
ب طلاق دی ہو، پھر اسے حیض آجائے اور اس کے بعد حیض بند ہو جائے اور عورت کو حیض بند ہونے کی
بہ معلوم نہ ہو یہ فیصلہ فرمایا کہ وہ نو ماہ تک انتظار کرے۔ اگر حمل ظاہر ہو جائے تو وہ حاملہ ہے اور اگر حمل ظاہر
ہو تو اس کے بعد اور تین ۳ ماہ عدت کے گذار دے گی، اس کے بعد حلال ہو گی۔

ابن المسیب سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ اور زید بن ثابت سے مشورہ کیا کہ
ی مشکوک حالت میں عدت کیا ہوگی حضرت علیؓ بولے کہ جو مدت سب سے اخیر میں ختم ہو۔ حضرت عمرؓ نے
یا اگر وضع حمل ہو جائے۔ چاہے اس کا خاوند اسی وقت کیوں نہ مرا ہو تو وہ حلال ہو چکی۔

ابو سنان کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت عمرؓ نے حضرت ابو عبیدہ کا حال پوچھا، لوگوں نے اُن سے کہا کہ وہ
لے کپڑے پہنتے اور موٹا کھانا کھاتے ہیں۔ آپ نے ایک آدمی کو ایک ہزار اشرفیاں دے کر ان کے پاس بھیجا اور قاصد
ے کہا کہ یہ ابو عبیدہ کو دینا اور دیکھنا کہ وہ ان کا کیا کرتے ہیں۔ قاصد کافی زمانہ تک اس کا انتظار کرتا رہا کہ وہ
یا کھائیں اور اچھا پہنیں۔ جب قاصد نے آکر حضرت عمرؓ کو بتایا کہ اب بھی ان کا وہی رنگ ہے آپ نے
یا کہ انہوں نے اس آیت لینفق ذو سعۃ من سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ فلینفق مما آتاہ اللہ کی تاویل کی ہے

دو دوم ـــــــ آیات سورتِ تحریم

ابن عباس سے روایت ہے کہ ...وں نے حضرت عمرؓ سے سوال کیا وہ کون سی دو ازواج ہیں۔
ہوں نے ایک دوسری کی معاونت کی؟ آپ نے فرمایا وہ حفصہؓ اور عائشہؓ ہیں۔ واقعہ یہ تھا کہ حضورؐ نے
ے مرتبہ حفصہؓ کے گھر میں اپنی ایک حرم ماریہ قبطیہ سے مصاحبت کی۔ حضرت حفصہؓ آئیں اور انہوں نے
مہ میں فرمایا کہ جتنی حق تلفی آپؐ نے میری کی کسی اور زوجہ کی نہیں کی۔ حضورؐ نے فرمایا کیا تم اس بات پہ
ی ہو سکتی ہو کہ میں آیندہ اس کے پاس کبھی نہ جاؤں۔ حضرت حفصہؓ نے اس پر رضامندی ظاہر کی۔
حضورؐ نے ماریہ کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور فرمایا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ
ر بتا دیا جس پر سورت تحریم نازل ہوئی۔ "یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک" تو حضورؐ نے قسم کا
ارہ دیا۔ اور اپنی حرم کو حلال کر لیا۔

ابن عباس سے اس آیت واذ اسر النبی الی بعض ازواجہ حدیثا کی تفسیر میں مروی ہے کہ حضرت
صہؓ حضورؐ کے پاس آئیں آپؐ نے فرمایا میں تجھے ایک خوشخبری سناتا ہوں۔ جب میری وفات ہو جائے گی،
ابو بکرؓ کے بعد تیرے والد خلیفہ ہوں گے۔ لیکن عائشہؓ سے اس کا ذکر نہ کرنا۔ انہوں نے عائشہؓ کو یہ
ت بتا دی۔ یہ روایت حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بھی مروی ہے۔

حضرت علیؓ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قسم خدا کی ابو بکر و عمر کی خلافت میں موجود ہے۔ واذ اسر
ی الی بعض ازواجہ حدیثا۔ آپ نے فرمایا حفصہؓ سے فرمایا تھا کہ میرے بعد تیرے والد اور عائشہؓ کے
خلیفہ ہوں گے۔ اے حفصہ تو کسی کو نہ بتانا۔ یہ تفسیر ان کے علاوہ ضحاک، حبیب بن ابی ثابت اور میمون بن
رن سے بھی مروی ہے۔

مجاھد اس آیت وعرف بعضہ واعرض عن بعض۔ کی تفسیر میں فرماتے ہیں، عرّف ظاہر کیا ماریہ کا واقع واعرض، قولہ۔ اور آپ کے اس قول سے اعراض کیا کہ میرے بعد تیرے والد اور اس والد خلیفہ ہوں گے، آپ نے ظاہر کرنے سے اس وجہ سے منع کیا تھا کہ یہ بات پھیل نہ جائے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ جب حضورؐ نے اپنی ازواجِ مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کرلی تو میں مسجد میں پہنچا تو لوگ زمین کو کرید رہے تھے۔ اور کہتے جاتے تھے کہ حضورؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دیدی اور یہ واقعہ قبل از نزولِ حجاب کا ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ میں اس واقعہ کو معلوم کر رہوں گا۔ میں اولاً عائشہؓ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ آخر تجھے کیا ہوگیا کہ تو حضورؐ کی ایذا دیتی ہے۔ عائشہؓ بولیں کہ اے ابن الخطاب یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ بھلا یہ بھی ممکن ہے۔ میں حفصہؓ کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ کیا بات ہے تو حضورؐ کو ایذا دیتی ہے اور تجھے یہ بھی معلوم ہے کہ حضورؐ تجھ سے کچھ زیادہ محبت نہیں کرتے۔ اگر میرا خیال نہ ہوتا تو آپؐ ضرور تجھے طلاق دے دیتے۔ اس بات پر حفصہؓ بے انتہا روئیں۔ میں نے پوچھا کہ حضورؐ کہاں تشریف رکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ خزانہ مشربہ میں۔ (یہ ایک خاص حجرہ تھا جس میں کھانے پینے کی چیز رکھی جاتی تھیں) آپ اسطرف گئے تو حضورؐ کے غلام رباح دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سیڑھیوں پر پیر لٹکائے تھے۔ میں نے رباح سے کہا کہ میرے لیے اندر آنے کی اجازت طلب کرو۔ اس نے اندر کی جانب دیکھ کر خاموشی اختیار کرلی۔ میں نے کہا شائد حضورؐ کو یہ خیال ہوا ہے کہ میں حفصہؓ کی سفارش کرنے آیا ہوں۔ قسم خدا کی اگر حضورؐ حکم دیں تو میں حفصہؓ کی گردن اتار دوں۔ میری آواز بلند ہوگئی۔ رباح نے مجھے اوپر آنے کا اشارہ کیا میں حضورؐ کے پاس پہنچا حضورؐ ایک بوریئے پر لیٹے ہوئے تھے۔ آپؐ کے جسم مبارکؐ پر صرف ایک آزار تھا۔ اور بوریئے کے نقش آپؐ کے جسم پر اُبھر آئے تھے۔ اور ایک جانب تقریباً ایک صاع جو رکھے ہوئے تھے۔ میں یہ حالت دیکھ کر رونے لگا۔ آپؐ نے فرمایا اے عمرؓ کیا بات ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں کیوں نہ روؤں، آپؐ کا یہ حال ہے بوریئے کے نقش آپؐ کے جسم پر ابھر آئے۔ اور آپؐ کی خانگی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ اور دنیا کے بادشاہ قیصر وکسریٰ کا یہ حال ہے کہ وہ ناز و نعمت کے ساتھ راحت و آرام میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے عمرؓ کیا اس بات پر راضی نہیں کہ اُن کے لیے دُنیا اور ہمارے لیے آخرت ہے؟ عرض کیا کیوں نہیں۔ پھر میں نے یارسولؐ اللہ اگر ازواجِ مطہرات کی جانب سے آپؐ کو کوئی بات شاق گذری ہو تو آپؐ انہیں طلاق دے دیں اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جبرئیلؑ و میکائیلؑ عمرؓ، ابوبکرؓ اور تمام مسلمان آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اسی طرح دیر تک حضرت عمرؓ حضورؐ سے گفتگو کرتے رہے اور حضرت عمرؓ خیال کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ میرے کلام کی تصدیق ضرور کرے گا۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی "وان تظاھرا علیہ فان اللہ ھو جبریل" الآیتین عائشہؓ اور حفصہؓ نے تمام ازواج کے مقابلہ میں ایک دوسری کی حمایت کی تھی۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے پوچھا یا رسولؐ اللہ، کیا آپؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا میں مسجد میں گیا تھا تو لوگ تو یہی کہہ رہے تھے کہ آپؐ نے اپنی ازواج کو طلاق دے دی۔ کیا میں انہیں جاکر اس کی اطلاع نہ کردوں؟ آپؐ نے فرمایا تمہیں اختیار ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ آپؐ خوش ہوگئے اور مسکرا

الانکہ شروع میں چہرہ مبارک سے غصہ کے آثار نمایاں تھے۔ بعد ازاں حضور برآمد ہوئے اور آپ کے ساتھ میں بھی باہر آیا۔ پھر میں نے مسجد کے دروازے پر آکر بآواز بلند کہا کہ حضور نے اپنی ازواج کو طلاق نہیں دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "واذا جاءہم امر من الامن او الخوف اذاعوا بہ ولو ردوہ الی الرسول والی اولی الامر منہم لعلمہ الذین یستنبطونہ منہم"۔ تو میں سب سے پہلا شخص تھا جس نے تحقیق حال کرنا چاہا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آیت تخییر نازل فرمائی۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ حضرت ابی پڑھا کرتے تھے۔ "وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر۔ بریدہ، عکرمہ، میمون بن مہران، مقاتل بن سلیمان، ابن مسعود، ابن عمر اور ابن عباس فرماتے ہیں کہ صالح المومنین سے مراد ابوبکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ نیز حسن بصری اور سعید بن جبیر کا قول ہے کہ خاص طور پر عمرؓ مراد ہیں۔

ابوامامہ کہتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ صالح المومنین سے مراد ابوبکر اور عمرؓ ہیں نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ سے توبۃ النصوح کے معنی پوچھے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ آدمی گناہوں سے ایسی توبہ کرے کہ اس کا دوبارہ اعادہ نہ کرے۔

ابو دو سوم ——— آیات سورت ملک

حضرت عمرؓ کا ایک روز ایک قوم پر گذر ہوا۔ آپ نے پوچھا تم کون لوگ ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم متوکل لوگ ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تم کھانے والے لوگ ہو۔ متوکل تو وہ ہوتے ہیں جو اپنا دانہ زمین میں ڈال دیتے ہیں اور پھر خدا پر بھروسہ کر کے بیٹھ جاتے ہیں

ابو دو چہارم ——— آیات سورت قلم

ابوعثمان نہدی سے روایت ہے کہ مروان بن حکم نے جب لوگوں یزید کے لیے بیعت لینے لگا تو اس نے کہا یہ بیعت ابوبکر و عمر کے طریقہ کے مطابق ہے۔ عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہا بلکہ سنت ہرقل کے مطابق ہیں مروان بولا کہ یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ "والذی قال لوالدیہ اف لکما۔ الآیۃ"۔ حضرت عائشہ نے سن کر مروان سے کہا یہ آیت عبدالرحمٰن کے حق میں نازل نہیں ہوئی اس کے باپ کے حق میں نازل ہوئی تھی "ولا تطع کل حلاف مہین۔ ہماز مشاء بنمیم"۔

ابو دو پنجم ——— آیات سورت الحاقہ

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک روز جب اسلام نہ لایا تھا۔ حضور سے تعارض کے لئے نکلا تو میں نے حضور کو مسجد میں نماز پڑھتے دیکھا۔ میں بھی آپ کے پیچھے کھڑا ہوگیا۔ آپ نے سورت الحاقہ شروع کیا میں قرآن مجید سن کر تعجب کرنے لگا۔ میں نے دل میں کہا کہ قریش سچ کہتے ہیں یہ تو شاعر ہے تو میں نے یہ آیت پڑھی۔ انہ لقول رسول کریم وما ہو بقول شاعر قلیلا ما تؤمنون۔ میں نے دل میں کہا کہ جب یہ شاعر نہیں تو کاہن ہے۔ آپ نے یہ آیت پڑھی۔ ولا بقول کاہن قلیلا ما تذکرون تنزیل من رب العالمین۔ الی آخر السورت"۔ تو اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر گیا۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ محاسبہ سے قبل تم خود اپنی جانوں کا حساب لے لو۔ کیونکہ جب قیامت

کے دن وزن کیا جائے گا تو تمہارے حساب میں آسانی ہوگی۔ پھر یہ آیت تلاوت کی "یومئذ تعرضون لا تخفی منکم خافیۃ"۔

نود و ششم ——— آیاتِ سورت جن

سدی سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس آیت "وان لو استقاموا علی الطریقۃ لاسقینٰھم ماءً غدقا لنفتنھم فیہ" کے بارے میں فرمایا کہ جہاں پانی ہوتا ہے یعنی بارش ہوتی ہے مال ہوتا ہے اور جہاں مال ہوتا ہے۔ فتنہ و فساد ہوتا ہے۔

نود و ہفتم ——— آیات سورت مزمل

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ مجھے اس شخص کی حالت سے زیادہ کوئی بات محبوب نہیں کہ جس کو جہاد فی سبیل اللہ میں موت آجائے۔ اور میں تو ابھی اس شخص کی طرح ہوں جو اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرتا ہو۔ اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی "واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ واٰخرون یقاتلون فی سبیل اللہ"۔

نود و ہشتم ——— آیات سورت دھر

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو یہ آیت پڑھتے سنا: "ھل اتیٰ علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئاً مذکورا"۔ حضرت عمرؓ بولے کاش ہمیشہ یہی حالت رہتی۔

حضرت عمرؓ نے ایک دفعہ آیت بالا تلاوت فرمائی۔ اور فرمانے لگے اے میرے مولا تیری عزت کی قسم تو نے ہی انسان کو سمیع۔ بصیر۔ زندہ اور مردہ بنایا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ جب جنگ بدر سے قیدی پکڑے ہوئے آئے تو ان قیدیوں کے ساتھ۔ سات مہاجر ابوبکر۔ عمر۔ علی۔ عبدالرحمٰن۔ سعید اور ابو عبیدہ بن جراح نے بہت اچھا سلوک کیا۔ جس پر انصار بولے کہ ہم نے تو اللہ کی راہ میں انہیں قتل کیا ہے اور تم ان پر اپنا مال خرچ کرتے ہو جس پر سورت دہر کی انیس آیتیں نازل ہوئی۔ "ان الابرار یشربون من کاس" سے۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ عمرؓ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ چٹائی پر لیٹے تھے اور اس کے نشان آپ کے بدن پر ظاہر ہو رہے تھے۔ حضرت عمرؓ رونے لگے حضورؐ نے اس کی وجہ دریافت کی تو عمرؓ بولے۔ یارسول اللہ ایک جانب تو۔ قیصر و کسریٰ اور صاحب حبش ہیں اور ان کی حکومت ہے اور ایک جانب آپ کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ چٹائی پر لیٹے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اے عمرؓ کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ان کے لئے دنیا اور تمہارے لئے آخرت ہو۔ اور یہ آیت نازل ہوئی۔ "واذا رأیت ثم رأیت نعیما"

نود و نہم ——— آیات سورت نبا

ابراہیم تیمی سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے اس آیت کے معنی پوچھے۔ "وفاکھۃ وابا"۔ اور معلوم کیا کہ "اَبّ" سے کیا مراد ہے۔ لوگوں نے مختلف معنی بیان کئے۔ ابوبکرؓ کہنے لگے کہ یہ سب تکلف کی باتیں ہیں۔ اور ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ کسی نے حضرت ابوبکرؓ سے اَبّ کے معنی پوچھے تو فرمانے لگے میں کون سے آسمان کے نیچے زندہ رہوں گا اور کون سی زمین میری لاش کو سمائے گی اگر میں کتاب اللہ میں وہ بات کہوں جو میں نہیں جانتا

حضرت انس کہتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے منبر پر یہ آیت پڑھی۔ فانبتنا فیہا حبا وعنبا۔ اور جب آبا پر پہنچے۔ تو ایک شخص نے کہا اور چیزوں کو تو ہم جانتے ہیں۔ تو یہ اب کیا چیز ہے۔ آپ نے اپنی لاٹھی اٹھا کر اس کے ماری۔ اور کہنے لگے خدا کی قسم تم تو اس بات میں لگے ہوئے ہو کہ ابّ کے کیا معنی ہیں۔ حالانکہ جو چیز تمہارے لیے بیان کی گئی اس پر تمہیں عمل کرنا چاہئے اور جس چیز کا اظہار نہیں کیا گیا اسے خدا پر چھوڑ دو۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہمیں تاویلات سے منع کیا گیا ہے۔

سند ہشتادم ——— آیات سورت تکویر، وسورت انفطار

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ قیس بن عاصم تمیمی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ میں نے زمانہ جہالت میں زندہ آٹھ لڑکیاں دفن کیں ہیں۔ حضور نے فرمایا ہر ایک کے بدلہ ایک غلام آزاد کرو۔ عرض کیا میں تو اونٹوں کا مالک ہوں۔ فرمایا اچھا ہر ایک کے لئے ایک جانور قربانی کرو اور یہ آیت نازل ہوئی۔ واذا المؤودۃ سئلت۔

حضرت عمرؓ نے اس آیت واذا النفوس زوجت کے بارے میں فرمایا کہ قیامت کے دن اہل جنت اور اہل جہنم میں سے ہر ایک کا اس کے ہم جنس کے ساتھ نکاح کیا جائے گا۔ پھر ان کا حشر کیا جائے گا۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ احشروا الذین ظلموا وازواجھم۔ اور آیت کریمہ۔ یاایھا الانسان ماغرک بربک الکریم الذی خلقک۔ کے بارے میں حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ واللہ انسان کو اس کی جہالت مغرور کر دیتی ہے

ابو العدلیس کہتے ہیں کہ ہم حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے آکر پوچھا جوار الکنس کے کیا معنی۔ حضرت عمرؓ نے اپنی چھڑی اس کے سر پر ماری۔ جس سے اس کا صافہ اتر گیا۔ حضرت عمرؓ بولے کیا تو خارجی ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں عمرؓ کی جان ہے۔ اگر تیرا سر منڈا ہوتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

سند ویکم ——— سورت اعلیٰ

براء بن عازب سے روایت ہے کہ سب سے پہلے ہجرت کر کے ہمارے پاس مصعب بن عمیر اور ابن ام مکتوم آئے۔ اس کے بعد عمار، بلال اور سعد آئے۔ پھر عمر بیس آدمیوں کے ساتھ آئے پھر حضور تشریف لائے اور اس دن سے زیادہ ہمیں کبھی خوشی نہ ہوئی تھی۔ یہاں تک کے بچے بھی یہ کہتے تھے کہ حضور تشریف لے آئے جب حضور تشریف لائے تو میں سورت اعلیٰ جیسی سورتیں یاد کر چکا تھا۔

سند و دوم ——— سورت غاشیہ

ابو عمران الجونی کہتے ہیں کہ حضرت عمر ایک راہب کے پاس سے گذرے۔ راہب کو آواز دی گئی جس وقت وہ باہر آیا تو ترک دنیا اور مجاہدہ کی بنا پر اس کی حالت خراب ہو چکی تھی۔ جب حضرت عمرؓ نے اس کو دیکھا تو رونے لگے۔ لوگوں نے کہا یہ تو عیسائی ہے۔ حضرت عمرؓ بولے کہ یہ تو میں جانتا ہوں لیکن مجھے اللہ کا قول یاد آ گیا۔ عاملۃ ناصبۃ تصلیٰ نارا حامیۃ۔ اور اس کی مشقت کو دیکھ کر اور پھر یہ خیال کر کے کہ وہ دوزخی ہے رونا آگیا۔

صد و سوم ——— سورت فجر

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلعم کے سامنے یہ آیت پڑھی گئی، "یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ"۔ ابوبکر بولے کیا خوب۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ملک الموت مرنے کے قریب یہی کہے گا۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ کون شخص ہے جو بیر رومہ خرید کر ہم کو میٹھا پانی پلائے اور اللہ تعالےٰ اس کی مغفرت کرے۔ حضرت عثمان نے اس کو خریدا۔ تو اس کو لوگوں کے لئے عام کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں اسے اللہ کی راہ میں عام کرتا ہوں۔ تو اللہ تعالےٰ نے حضرت عثمان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔ یا ایتہا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربك، الآیۃ۔

صد و چہارم ——— آیات سورتِ واللیل

عبداللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے۔ امیہ بن خلف اور ابی بن خلف سے ایک چادر اور دس اوقیہ سونے کے بدلہ میں بلال کو خرید کر آزاد کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ابوبکر کی شان میں یہ آیتیں اتاریں واللیل اذا یغشیٰ الی قولہ ان سعیکم لشتیٰ - ابوبکر امیہ اور ابی نے کوشش کی۔ وکذب بالحسنیٰ امیہ اور ابی نے ایمان سے انکار کیا۔ فسنیسرہ للعسریٰ ہم نے بھی اس کے لئے دوزخ کو آسان کر دیا ہے

عروہ کہتے کہ حضرت ابوبکر نے سات غلام خرید کر آزاد کئے اور یہ سب کے سب اسلام کی بنا پر عذاب میں مبتلا تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ بلال عامر بن فہیرہ نہدیہ اور اس کی بیٹی۔ زنیرہ ام عبس امۃ بنی المؤمل تو ابوبکر کی شان میں یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ وسیجنبہا الاتقی۔ الی آخر السورت۔ اسی قسم کی روایت سعید بن مسیب سے بھی ہے۔

عبداللہ بن الزبیر سے روایت ہے کہ ابوقحافہ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا۔ کہ تم کمزور و ناتواں غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے ہو۔ اگر مضبوط غلام خرید کر آزاد بھی کرو تو تمہارے کام بھی آئیں آپ نے فرمایا میں تو خالصتاً للہ کرتا ہوں۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ فامامن اعطیٰ۔ الی آخر السورت۔

صد و پنجم ——— سورت اقرا

ثوبان کہتے ہیں کہ حضور نے دعا فرمائی تھی۔ اے اللہ عمرؓ کے ذریعہ اسلام کو عزت عطا فرما۔ اور ایک روز عمرؓ نے اپنی بہن کو مارا تھا اور وہ سورت اقرأ پڑھ رہی تھی۔ اور مارتے مارتے ان کو قریب المرگ کر دیا تھا۔ جب صبح کو عمرؓ اٹھے تو بہن پھر وہی سورت پڑھ رہی تھیں۔ تو کہتے کہ قسم خدا کی نہ تو یہ شعر ہے نہ مخفی کلام۔ تو حضور کی طرف چلے دروازہ پر بلال موجود تھے۔ دروازہ کھٹکھٹایا۔ بلال نے پوچھا کون؟ انہوں نے جواب دیا عمرؓ ہوں۔ حضور سے میرے لئے اجازت طلب کرو۔ بلال نے عرض کیا یا رسول اللہ عمرؓ ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے اللہ اگر عمرؓ سے خیر کا ارادہ ہے۔ تو اسے اسلام میں داخل فرما۔ اور بلال سے کہا دروازہ کھول دو۔ حضور نے فرمایا اے عمرؓ کس ارادہ سے آئے ہو، عمرؓ نے کہا مجھ پر اسلام پیش کیجئے۔ آپ نے کلمہ پڑھ کر سنایا۔ عمرؓ فوراً اسلام لے آئے۔

صد و ششم ——— سورت قدر

عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کو جمع کیا۔ اور ان سے لیلۃ القدر کے بارے میں سوال کیا اس بات پر تو سب متفق تھے کہ وہ آخیر عشرہ میں ہے میں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں جانتا ہوں وہ کون سی رات ہے وہ اس عشرہ کی ساتویں ہے۔ جو گذر چکی ہو یا آنے والی ہو حضرت عمرؓ نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا میں نے کہا اللہ نے سات آسمان۔ سات زمین بنائیں۔ سات دن کئے اور زمانہ سات ادوار میں گھومتا ہے انسان بھی سات چیزوں سے پیدا کیا گیا۔ اور انسان سات اعضا پر سجدہ کرتا ہے طواف بھی سات ہیں حج میں کنکریاں بھی سات ماری جاتی ہیں۔ اسی طرح دیگر اشیاء کا ذکر کیا۔ حضرت عمرؓ بولے ہمارا بھی یہی خیال تھا جو کہ تمہارا ہے۔ اور قتادہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ انسان سات چیزیں کھاتا ہے اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی۔ فانبتنا فیہا حبا و عنبا۔ الآیۃ۔

حضرت علی سے روایت ہے کہ حضرت عمر کو قیام رمضان کی ترغیب میں نے دلائی تھی۔ میں نے کہا تھا کہ آسمان میں ایک مقام خطیرۃ القدس ہے جس میں فرشتے رہتے ہیں۔ جنہیں روح کہا جاتا ہے لیلۃ القدر میں یہ فرشتے خدا سے دنیا میں آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اللہ تعالے انہیں اجازت دیتا ہے دنیا میں آکر جن جن نمازیوں پر ان کا گذر ہوتا ہے وہ ان کے لئے خیر کی دعا کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ بولے کہ اے ابوالحسن بہتر ہے۔ لوگوں کو ضرور اس ترغیب دینی چاہئے تاکہ وہ فرشتوں کی دعاؤں سے محروم نہ رہیں۔ اور آپ نے قیام رمضان کا حکم دے دیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کچھ مال کا سوال کیا۔ آپ نے سر سے پیر تک دیکھ کر غور سے فرمایا کہ تیرے پاس کتنا مال ہے۔ اس نے کہا چالیس اونٹ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول نے سچ کہا۔ لو کان لابن آدم وادیان من ذھب لا تبتغی الثالث ولا یملا جوف ابن آدم الا التراب و یتوب اللہ علی من تاب۔ عمرؓ بولے تم نے یہ کس سے پڑھا میں نے کہا ابی سے تو عمر مجھے لے کر ابی کے پاس آئے ابی سے سوال کیا۔ ابی نے کہا مجھے حضور نے ایسے ہی پڑھایا ہے۔ عمر نے پوچھا تو کیا اسے میں قرآن میں لکھ دوں ابی نے کہا کہ میں آپ کو منع نہیں کرتا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ خود ابی کو اس میں شک تھا کہ یہ قول اللہ ہے یا قول رسولؐ۔

صد و ہفتم ـــــــــــــ آیات سورت زلزال

حضرت انس سے روایت ہے کہ ایک روز ابوبکر حضورؐ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ۔ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ ۔ حضرت ابوبکر نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں قیامت کے دن اپنی ذرہ ذرہ برابر برائیوں کو دیکھوں گا فرمایا اے ابوبکر تم پر دنیا میں جو مصائب گذرتے ہیں۔ وہ ان ذروں کا بدلہ ہے اور تمہاری ذرہ برابر نیکیاں سب محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ تم قیامت کے دن سب کو پا لو گے اسی طرح کی روایت۔ ابوایوب انصاری اور ابوادریس خولانی سے بھی مروی ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ جب سورت اذا زلزلت نازل ہوئی تو ابو بکرؓ سن کر

آبدیدہ ہو گئے۔ حضور نے دریافت فرمایا تو آپ نے عرض کیا کہ میں اس سورت کو سن کر آبدیدہ ہوا ہوں
حضور نے فرمایا اگر تم گناہ نہ کرتے تو اللہ دوسری قوم پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اللہ اس کی مغفرت کرتا۔
جعفر بن برقان سے روایت ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک مسکین آیا جس کے ہاتھ میں انگوروں کا خوشہ
تھا آپ نے اس میں سے ایک دانہ لے لیا اور فرمایا اس میں بہت سے ذرات کے وزن ہیں۔

صد و ہشتم ——— سورت تکاثر

حضرت عمر سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا جو شخص ایک رات میں ہزار آیت پڑھے۔ وہ اللہ
سے ہنستا ہوا ملے گا۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ایک رات میں ہزار آیتیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ آپ نے سورت تکاثر
پڑھی اور فرمایا یہ سورت ہزار آیت کے مساوی ہے۔
حضرت علی سے روایت ہے کہ آپ سے کسی نے "ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم" کی تفسیر
پوچھی۔ آپ نے فرمایا۔ جس نے نان گندم کھائی ٹھنڈا پانی پیا اور رہنے کو مکان پایا تو ان تمام نعمتوں
کا تم سے قیامت کے دن سوال ہوگا۔
جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ابو بکر اور عمر ہمارے پاس تشریف لائے ہم نے آپ
کو کھجوریں کھلائیں اور پانی پلایا۔ تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ یہ ہی وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے قیامت کے
روز سوال کیا جائے گا۔
ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایک روز حضور باہر تشریف لائے۔ اسی اثنا میں ابو بکر و عمر بھی تشریف
لے آئے آپ نے پوچھا کہ تم اس وقت کیسے آئے۔ کہنے لگے یا رسول اللہ بھوک کی وجہ سے نکلے ہیں
آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں بھی اسی وجہ سے گھر سے نکلا ہوں
بعد ازاں حضور ایک انصاری کے یہاں تشریف لے گئے وہ گھر پر موجود نہ تھا۔ جب اس کی بیوی نے دیکھا۔ تو
کہنے لگی مرحبا۔ حضور نے فرمایا فلاں کہاں ہے کہنے لگی کہ پانی بھرنے گئے ہیں اتنے میں انصاری آگئے۔
انہوں نے حضور اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھا کر کہا خدا کا شکر یہ ہے آج کے دن میرے مہمانوں سے بڑھ
کر معزز کسی کا مہمان نہیں وہ گئے اور کھجوروں کے خوشے اٹھا لائے اور کھانا تناول فرمائیے پھر انہوں نے بکری
ذبح کی۔ آپ نے بکری تناول فرمائی کھجوریں کھائیں پانی پیا۔ جب شکم سیر ہو گئے تو آپ واپس تشریف لے آئے
اور ابو بکر و عمر سے کہا کہ قیامت کے دن تم سے ان ہی نعمتوں کا سوال ہوگا۔
ابن عباس سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور ٹھیک دوپہر کو گھر
سے باہر تشریف لائے۔ حضرت ابو بکر بھی اسی وقت مسجد میں آئے تھے آپ نے ان کی دوپہر کی آمد کا سبب معلوم
کیا ابو بکر بولے جس وجہ سے آپ کی تشریف آوری ہوئی حضرت عمر کہتے ہیں پھر میں حاضر ہوا حضور نے مجھ سے
بھی وجہ معلوم کی میں نے کہا جو آپ دونوں کی تشریف آوری کا سبب ہے آپ نے فرمایا کیا تم میں تھوڑی دور
اس درخت تک جانے کی قوت ہے تمہیں وہاں کھانا بھی ملے گا اور پانی بھی ہم حضور کے ساتھ چلے حتی کہ مالک
ابن التیہان ابو الہیثم الانصاری کے مکان پر پہنچے اسی طرح کی روایت حضرت ابو بکر سے بھی ہے۔

حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہر آدمی کا گھر کھائے سوکھی روٹی اور ستر ڈھانپنے کے کپڑے کے علاوہ کسی چیز پر کوئی حق نہیں۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر کا ایک معذور شخص پر گذر ہوا جو مجذوم اندھا بہرا اور گونگا تھا۔ آپ نے اپنے رفیقوں سے سوال کیا کیا تم اس کے اندر کوئی نعمت پاتے ہو انہوں نے انکار میں جواب دیا حضرت عمر نے فرمایا کیوں یہ پیشاب پاخانہ کرتا ہے کیا یہ تھوڑی نعمت ہے اگر پیشاب پاخانہ بند ہو جاتا تو یہ کیونکر جان بر ہو سکتا۔

صد و نہم ———— سورت قریش

قتادہ بن النعمان سے روایت ہے کہ مجھے قریش سے کچھ تکلیف پہنچی میں نے انہیں برا بھلا کہا حضور نے فرمایا۔ قریش کو برا نہ کہو۔ تم بعض قریش کو دیکھو گے کہ تمہیں ان کے افعال کے سامنے اپنے افعال حقیر معلوم ہوں گے۔ اور تم ان کے اعمال پر رشک کرو گے اگر مجھے قریش کے مغرور ہو جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں انہیں اس مقام سے آگاہ کر دیتا جو ان کا اللہ کے نزدیک ہے۔

حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ میں نے حضورؐ سے سنا کہ اس خلافت میں لوگ قریش کے تابع ہیں جو قریش زمانہ جاہلیت میں بہتر تھے وہ اسلام میں بہتر ہیں بشرطیکہ وہ دین کو سمجھنے لگ جائیں۔ واللہ مجھے ان کے مغرور ہونے کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو اس مقام و منزلت سے باخبر کر دیتا جو ان کا اللہ کے نزدیک ہے۔

حضرت انس سے روایت ہے کہ ہم ایک انصاری کے گھر میں جمع تھے اس اثنا میں حضور تشریف لائے اور دروازہ پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے کہ ائمہ قریش میں سے ہیں قریش کا تم پر اور تمہارا قریش پر حق ہے جب تک کہ وہ اپنی حکومت میں عدل کرتے رہیں اور جب ان سے کوئی صلح کا خواہاں ہو تو صلح کریں اور عہد کریں تو اس کا ایفا کریں اور جو ایسا نہ کرے گا۔ اس پر اللہ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ کے نزدیک اس کا کوئی صرف و عدل مقبول نہیں۔

جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ حضور نے فرمایا قریشی کو بہ نسبت اور لوگوں کے دو آدمیوں کی قوت دی گئی ہے زہری سے کسی نے پوچھا اس سے کیا مراد ہے انہوں نے کہا عقل اور دانائی۔

سہل بن ابی حثمہ سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ قریش سے تعلیم حاصل کرو۔ انہیں تعلیم نہ دو ان کو آگے کرو نہ پیچھے نہ کرو۔ کیونکہ قریشی کو بہ نسبت اوروں کے دو آدمیوں کی قوت دی گئی ہے۔

ابو جعفر سے روایت ہے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ قریش کو آگے نہ کرو۔ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور پیچھے نہ کرو تب بھی گمراہ ہو جاؤ گے۔ قریش کے بہترین لوگ لوگوں میں سب بہتر اور برے لوگ سب سے برے ہیں۔ قسم خدا کی اگر ان کے غرور کا خوف نہ ہوتا تو میں ان کو بتا دیتا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس اُن کے لیے کیا اجر ہے۔

جابر کہتے ہیں کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا لوگ برائی اور بھلائی میں تا قیامت قریش کے تابع رہیں گے۔

یہ روایت ابو ہریرہ سے بھی مروی ہے۔

اسماعیل بن عبداللہ بن رفاعہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ نے قریش کو جمع کیا اور پوچھ

اُن سے فرمایا کہ کوئی تم میں غیر تو موجود نہیں؟ لوگوں نے جواب دیا نہیں۔ ہاں ہمارے بھانجے، ہمارے غلام اور ہمارے حلیف ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا تمہارے غلام اور تمہارے بھانجے تمہاری قوم میں شامل ہیں، یاد رکھو قریش صاحبِ صدق و امانت ہیں، جو اُن کے لیے سختی چاہے گا اللہ تعالیٰ اُسے منہ کے بل گرائے گا۔

ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ حضور ایک دروازہ پر کھڑے ہوئے جس میں قریش جمع تھے آپ نے فرمایا یہ امر خلافت قریش میں رہے گا اسی مضمون کی روایت ابن مسعود اور ابن عمر سے بھی ہے ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ حکومت قریش میں قضا انصار میں اور اذان حبشہ میں ہے سعد سے روایت ہے کہ میں نے حضور سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو قریش کی اہانت کا ارادہ کرے گا اللہ اسے ذلیل کرے گا۔ نیز آپ نے قریش کے لئے دعا فرمائی کہ اے اللہ جیسا تو نے شروع میں ان پر عذاب بھیجا تھا ویسے ہی آخیر میں ان پر اپنی رحمت نازل فرما۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص قتل کیا گیا۔ جب حضور سے اس کا ذکر ہوا تو آپ فرمایا اللہ اس کو دور کرے وہ قریش سے دشمنی رکھتا تھا

صد و دھم ———— سورت کوثر

انس سے روایت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ کوثر کیا شئے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جنت میں ایک نہر ہے جو خدا نے مجھے عطا کی ہے جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی ہے جس کا مشرق و مغرب کے فاصلہ کے برابر ہے۔ جو اس سے پانی پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا اور جو اس سے وضو کرے گا وہ کبھی میلا نہ ہوگا۔ اور جو شخص میرے اہل بیت کو قتل کرے یا میرے عہد کو توڑے وہ کبھی اس سے پانی نہ پی سکے گا۔

صد و یازدھم ———— سورت نصر

ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مجھے اشیاخ بدر کے ساتھ بٹھایا کرتے تھے۔ تو ایک دن عبدالرحمٰن بن عوف کہنے لگے۔ آپ ان کو ہمارے ساتھ کیوں بلاتے ہیں۔ حالانکہ ان جیسی ہمارے بھی اولاد ہے آپ نے فرمایا یہ تو تم بھی جانتے ہو اس کے بعد آپ نے ایک دن سب کو جمع کیا اور مجھے بھی طلب کیا اور صرف میری حیثیت ظاہر کرنی مقصود تھی آپ نے سورت نصر پڑھی اور پوچھا کہ اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ بعض صحابہؓ بولے کہ خدا نے ہمیں تسبیح و تحمید اور استغفار کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ وہ توبہ قبول کرنے والا ہے اور بعض نے کہا ہمیں معلوم نہیں۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے مجھ سے سوال کیا، میں نے کہا یہ حضورؐ کی وفات کی نشانی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے۔ کیونکہ فتح سے مراد فتح مکہ ہے اور یہ آپ کی وفات کی علامت ہے۔

ابن عباس سے روایت ہے کہ جب سورتِ نصر نازل ہوئی تو حضرت عباسؓ حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ ہمارے ساتھ حضورؐ کے پاس چلیے۔ اگر یہ امر ہمارے لیے ہے تو قریش ہم سے جھگڑ نہ سکیں گے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو حضورؐ ہمارے لیے وصیت فرمادیں۔ حضرت علیؓ نے انکار کردیا

حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؐ سے اس امر کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے لیے ابوبکرؓ کو میرا خلیفہ بنایا ہے اب وہی وصیت کرے گا۔ تم اس کی بات سنو۔ اور اس کی اطاعت کرو تو ہدایت پا جاؤ گے۔ اور اس کی اقتدا کرو گے تو فلاح پاؤ گے۔ ابن عباس کہتے ہیں، سب سے پہلے ابوبکرؓ کی حمایت کرنے والے عباس ہیں جس وقت کہ آپ کا انتخاب ہوا، اور جس وقت ارتداد کا فتنہ کھڑا ہوا۔

صد و دوازدھم ——— سورت اخلاص

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے سورت اخلاص میں پڑھا:۔ اللہ الواحد الصمد۔ یعنی بجائے احد کے واحد پڑھا۔

واللہ اعلم و علمہ اتم۔

ھٰذا اٰخر الفصل السادس ؛ والحمد للہ رب العالمین ؛

فصل ہفتم

خلفاء کی خلافت پر دلیل عقلی کا قیام!

اور جب خاص اشخاص کا وجود اور ان کی صفتیں صرف عقل سے ثابت نہیں ہوتیں بلکہ نقل متواتر مشہور یا خبر واحد صحیح کے ذریعہ ثابت ہوتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ مراد اس جگہ دلیل عقلی سے یہ ہے کہ ایک مقدمہ اس کے مقدمات میں سے عقلی ہو اور دوسرا متواتر یا مشہور۔ اور مقدمۂ عقلی دو قسم پر ہو سکتا ہے پہلی قسم محض عقلی کہ بغیر استناد شرع ثابت ہو۔ مگر ضروری ہے کہ شریعت اس کی تصدیق کرے۔ تاکہ زیادتی کے لیے وجہ مناسب ہو۔ دوسری قسم۔ ایسا مقدمۂ عقلی جو شرعی دلیلوں کے استقراء سے ماخوذ ہو۔ یا ایسے دلائل سے ماخوذ ہو کہ ان کی نقیض محال شرعی کو مستلزم ہو۔ جیسے پیغمبر سے کسی ایسے امر کا صادر ہونا جو جائز نہ ہو ممکن نہیں ہے، بلکہ محال شرعی ہے۔ لہٰذا ہم اس فصل کو دو مقصدوں پر تقسیم کرتے ہیں۔

مقصد اوّل

معنئ خلافت خاصہ کی تنقیح!

جاننا چاہیے کہ خلافت ایک عرف شرعی ہے جس کے متعلق مدعیان شرع مختلف رائے رکھتے ہیں ہر ایک نے خلافت سے ایک نہ ایک معنی سمجھے ہیں۔ اور اُسی کے مطابق صفات لازمۂ خلیفہ کو بیان کرتے ہیں مثلاً ایک فرقہ (امامیہ) خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو امامت کے معنوں میں لیتا ہے اور یہ لوگ خلیفہ کی صفات میں ہاشمیت، فاطمیت، عصمت اور اس جیسی چیزوں کو اختیار کرتے ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کوئی شخص ان صفات کو خلفائے ثلاثہ کے لیے ثابت نہیں کر سکتا۔ اور ہم خلافت کو مفہوم سلطنت اور فرمان روائی مسلمین کے معنے میں لیتے ہیں۔ اور خلافت خاصہ کے لیے ہجرت و سوابق اسلامیہ ضروری جانتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ کوئی شخص بارہ اماموں میں سے حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کے سوا اور کسی میں ان صفات کو ثابت نہیں کر سکتا۔ پس فریقین میں سے ہر ایک نے خلافت کے معنی کرنے میں جو غلطی کی ہے اس کی وجہ عدم تنقیح معنی خلافت ہے۔ اور اختلاف اصطلاح نے حق کو مخفی رکھا۔ پس جاننا چاہیے کہ خلافت کے معنی لغت میں جانشینی کے ہیں یعنی ایک شخص کو کسی کا قائمقام بنایا جائے جو نیابتہً اس کا کام انجام دیتا رہے۔ اور شرع میں ایسی اسلامی سلطنت کو کہتے ہیں جو بالفعل اقامت دین کے لیے حضور اکرم صلعم کی نیابت کے طور پر وجود میں آئی ہو۔ پس اگر ہم فرض کر لیں کہ کوئی شخص ہر چند کہ فاطمی اور صاحب طاعت وعبادت افضل امت اور معصوم بھی ہو مگر نہ وہ بادشاہ ہو اور نہ اس کا حکم نافذ ہو تو اسے خلیفہ نہیں کہا جا سکتا اسی طرح

کافر بادشاہ و متغلبین زمانہ سابق اور لاحق کو بھی خلیفہ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ اُن کی حکومت بہ تلوار نافذ ہے نہ لشرع۔ اور اسی لیے اقامت دین، اقامت جہاد، اقامت حدود شرعیہ سے انہیں کوئی غرض و سروکار نہیں۔

نکتہ

اس جگہ ایک نکتہ سمجھنا چاہیے کہ خلافت کے متعلق امامیہ کی گفتگو نزاع لفظی ہے بلکہ خالی شور و پکار ہے درحقیقت نزاع لفظی بھی نہیں ہے کیونکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو امامیہ کے نزدیک امامت اور چیز ہے خلافت اور۔ لیکن اہل سنت کے نزدیک امامت خلافت کے ہم معنی ہے۔ فرق اگر ہے، تو صرف اسی قدر کہ ایک فریق اہل سنت خلافت کو سلطنت کے معنی میں لیتا ہے اور خلیفہ کے لیے وہ صفات شرط ٹھیراتا ہے جن کی وجہ سے اس کی بادشاہی ناجائز نہیں رہتی اور اس کا حکم نافذ ہو جاتا ہے، چاہے وہ افضل امت ہو یا نہ ہو۔ اور امامیہ امامت سے ایسا افضل امت مراد لیتے ہیں جس کا مطیع و فرمانبردار ہونا اللہ تعالیٰ کے حکم سے امت پر فرض ہوتا ہے بادشاہ ہو یا نہ ہو۔ اور خلافت کے یہ ایک ایسے معنی ہیں کہ بجز امامیہ کے اور کوئی فرقۂ اسلامیہ اس کا قائل نہیں ہوا ہے۔ اور نہ کتاب و سنت سے اس کی شہادت ملتی ہے۔ اور نہ حضرت علی مرتضیٰ رض اور آپ کی اولاد ہی کے اقوال و افعال سے کسی زمانہ میں اس کا پتہ چلتا ہے اور بحکم عادت محال ہے کہ شریعت میں اس پر دلالت پائی جائے۔ اور کوئی شخص اس کو نہ جانے، اور کسی کے کان تک یہ بات نہ پہنچے۔ اور اگر کوئی ایسا دعویٰ بھی کرے تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص بیان کرے کہ آج فلاں مقام پر ایک ایسا سیلاب آیا جس میں ہزارہا آدمی غرق ہو گئے مگر اس سیلاب کو کسی نے اس کے سوا نہ دیکھا نہ ہی بارش کا کچھ اثر پایا گیا۔ (تو کیا کوئی اس شخص کی بیان کی تصدیق کرے گا۔ "سبحانک ھٰذا بہتان عظیم"۔

اور اگر ہم اس کی بات مان لیں تو سفسطائی کہلائیں گے۔ امامیہ حضرت زین العابدین حضرت امام محمد باقر اور حضرت جعفر صادق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو امام مانتے ہیں حالانکہ باتفاق وہ بادشاہ نہ تھے مگر بات یہ ہے، کہ وہ امامت کو ضمیمہ خلافت کہتے ہیں۔ بایں معنی کہ جب امام موجود ہو تو خلافت اس کا حق ہے دوسرے کو اقدام زیبا و مستحسن نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ مسئلہ اطاعت امام کی فرضیت کے فروع میں سے ہے۔ لیس اگر کوئی معصوم جس کی اطاعت فرض ہو کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنا دے تو اُس کی بادشاہت صحیح ہو گی یہ خود امام ہو گا اور وہ شخص (منصوب) خلیفہ کہلائے گا۔ جیسا کہ حضرت شمویل علیہ السلام نے حضرت طالوت ع کو خلیفہ بنایا تھا جو نبی تھے اور طالوت بادشاہ۔ اور اگر امام کی نافرمانی مثلاً نکاح کے حکم میں یا کسی دوسرے معاملہ میں وجود میں آئے یہ بھی معصیت ہو گا۔ سو خلافت کی خصوصیت کی کوئی تاثیر باقی نہیں رہی۔ پس جب امامت اور شئے ہوئی اور خلافت اور تو ہم نہیں سمجھتے کہ مسئلہ خلافت میں رایت خلاف کیوں بلند کیا جاتا ہے۔ اور دونوں جانب سے بردو مات کی کیوں نوبت پہنچتی ہے۔ فتامل ھٰذہ النکتۃ حق التامل۔

جب یہ نکتہ ذکر کیا جا چکا تو اب ہم پھر اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں وہ یہ کہ جب ہم خلافت کو خلافت راشدہ کے ساتھ مقید کرتے ہیں تو خلافت کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا نام ہے۔ ان امور کی انجام دہی میں جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت پیغمبری انجام دیتے رہے۔

مثلاً اقامت دین، اقامت جہاد بہ دشمنان دین، اقامت حدودِ شرعیہ، اقامت ارکان اسلام احیائے علوم دینیہ مانند قضاء و افتاء وغیرہ وغیرہ (اور نہ صرف یہی بلکہ) ان امور کو انجام دیا جائے بایں طریق کہ اپنی پوری ذمہ داری سے خلاصی مل سکے اور عنداللہ عاصی نہ ٹھیرے۔ یہ خلافت خلافتِ راشدہ ہے اور اس کے بالمقابل خلافت جابرہ ہے۔ کہ جن میں خلیفہ بہت سے خلاف شرع امور عمل میں لائے۔ اور خلافت کی ذمہ داریاں ادا نہ کی جائیں۔ اور بہت سے ضروری امور جو قابلِ عمل ہیں، نظرانداز کر دیئے جائیں یہاں تک کہ خلیفہ اپنی خلافت میں عاصی ٹھیرے اقامت حدود کرے اور احیاء علوم دینیہ نہ کرے یا اقامت حدود کرے مگر خلافِ طریقۂ شریعت جیسے بجائے رجم کے جلائے اور بجائے قصاص کے رجم کرے۔

اور سمجھنا چاہیے کہ خلافت راشدہ کی بہت سی شرطیں ہیں مثلاً شنوا و بینا ہونا، آزاد ہونا، صاحب علم و عدالت و شجاع ہونا، صائب الرائے ہونا، جنگ و صلح کے موقعوں پر نمایاں کام کر سکنا وغیرہ وغیرہ اور یہ وہ شروط ہیں جو بداہت عقل معلوم ہیں۔ کیونکہ مقاصد خلافت بدون ان کے متحقق نہیں ہو سکتے ایک اور شرط قریشیت ہے جس کا اضافہ سنتِ سنیہ سے ثابت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشیت کو خلافت کے لیے لازم کیا ہے۔ خواہ بنی ہاشم سے ہوں یا غیر بنی ہاشم سے، جیساکہ فعل خداوندی بنی اسرائیل میں واقع ہوا کہ انبیاء علیہم السلام سبط لاوی سے ہوتے تھے یا یہود سے۔ شرط قریشیت میں جس قدر حکمتیں ہیں یہ موقع ان کی تفصیل کا نہیں ہے۔ (اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے، وہ سوال یہ ہے) کہ اگر نابالغ لڑکے کو عورت کو، یا کسی جاہل یا ناتجربہ کار کو بعد وفاتِ پدر خلیفہ کیا جائے اور علماء کو احیاء علوم دینیہ و قضاء و افتاء پر مامور کیا جائے، فوج کا حاکم لائق و تجربہ کار مقرر کیا جائے جو غزوات و جہاد میں دشمنوں کو اچھی طرح شکست دے سکے۔ اسی طرح ایک ایسے دانشمند و فرزانہ روزگار کو جو زکوٰۃ کی وصولی اور خراج کے طریق جانتا ہو دیگر کاموں پر لائق لائق حاکم مقرر کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور بیت المال کو مستحقین میں تقسیم کر سکے۔ وزیر الوزراء بنایا جائے تو اس صورت میں نظام امور سلطنت بدوں مذکورہ شروط کے چل سکتا ہے؟

الجواب

اول ہم بطریق نقض اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اگر بالفرض اس نابالغ لڑکے یا عورت یا اس جاہل کو مسند خلافت سے اُتار دیا جائے اور امراء وزراء۔ اور علماء وغیرہ باہم اتفاق کر لیں اور یکجہتی کے ساتھ امورِ سلطنت کو انجام دیتے رہیں تو اب خلیفہ کی بھی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ دوسرے بطریق حل ہم کہتے ہیں کہ انسانی نفوس کا بغیر کسی ایسے شخص کے جو اپنی شوکت و حشمت اور اپنے دبدبہ سے سب کو ایک ہی سلک میں منسلک کرے۔ متفق ہونا نقش بر آب کا حکم رکھتا ہے۔ اور قریب ہے کہ ان کے درمیان اختلاف پیدا ہو جائے اور یہ سلطنت کو برہم کر دے۔ اسی لیے حکمائے کہا ہے کہ اجتماع و اتفاق کے اسباب متعدد ہیں۔ رہبت و رغبت، حاجت، اتفاقِ طبائع، اتفاقِ صفات کسبیہ اور اتفاقِ رسم و عقل۔ اور جو اتفاق و اجتماع کہ صرف ایک یا دو وجہ سے ہوتا ہے ہوا ہوتا ہے۔ اور جنگ وغیرہ کے نمایاں کام اس سے ظہور میں نہیں آ سکتے اور یہ بحث حکمت سیاست مدن کی اجلی بحثوں میں سے ایک ہے۔

چونکہ ان امور کا مدار احتمالات عقلیہ پر نہیں ہے بلکہ اُن امور پہ ہے جو عادتاً موجب رفع فساد اور باعث مصلحت ہیں۔ پس جاننا چاہیے کہ اس نابالغ لڑکے یا عورت یا جاہل شخص کا وجود مہمات خلافت میں بے کار اور عدم کے برابر ہے۔ کیونکہ جب وہ شریعت و مصلحت سے ناواقف ہے تو وہ بھلے بُرے میں کیا تمیز کر سکتا ہے، اور موافق و مخالف کو کیا پہچان سکتا ہے۔ خود مقلد رہنے اور ہر امر کو اہل فن پر چھوڑنے سے کوئی کام نہیں چل سکتا۔ کیونکہ بہت سے مفسدات عالم اسی وجہ سے پیدا ہوئے اور ہوتے ہیں۔ پس اگر کسی اشد ضرورت کی وجہ سے ایسے شخص کو اختیار کیا جائے تو اس کا حکم یہ ہے الضرورات تبیح المحظورات بہرکیف جب خلیفہ ان صفات سے (جو شروط خلافت سے مفہوم ہوتے ہیں) موصوف ہوتا ہے تو اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملکات و افعال میں خاص تشبہ حاصل ہوتا ہے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبہ شروط خلافت کے بعد ایک اور مزید شرط ہے جس پر تفصیل سے بحث کرنی ضروری ہے۔

ستر سخن یہ ہے کہ خلیفہ نبی و رسول نہیں ہوتا کہ وحی کا نزول ہونا اور اطاعت کا فرض ہونا اس کی صفت ہو بلکہ صفات امت میں سے ایک ایسی صفت کے ساتھ موصوف ہوتا ہے جو اوروں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتی جلتی ہو یعنی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا نمونہ اور ظل ہوتا ہے۔ یہ بھی جاننا چاہیے کہ تشبہ سے اُن صفات کے ساتھ تشبہ مراد ہے جو نبوت و رسالت سے تعلق رکھتے ہوں مثلاً..... یہ بات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حسین تھے ہاشمی تھے اور دوسرے پیغمبر آپؐ سے حُسن میں کم تھے۔ حسین ہونا آپؐ کا وصف باعتبار پیغمبری نہ تھا اسی طریقہ پر آپؐ ہاشمی تھے لیکن دوسرے انبیاء سبط بنی اسرائیل سے تھے تو یہ وصف آپؐ کا بہ اعتبار پیغمبری نہیں ہے۔ اور ہمارا یہ کہنا، کہ باعتبار پیغمبری (اوصاف میں مشابہت ہو تو) یہ جہاد کو شامل ہے۔ اگرچہ اکثر پیغمبروں پر فرض نہ تھا لیکن آنحضرت صلعم پر وحی کے ذریعہ یہ فرض ہوا آپؐ کی پیغمبری اس کی فرضیت کا منشاء ہے۔

پھر تشبہ سے مراد یہ ہے کہ تمام لوازم پیغمبر میں یا اکثر میں تشبہ حاصل ہونا ضروری ہے۔ اور بعض لوازم میں تشبہ حاصل ہونا کافی نہیں ہے کیونکہ ہر ایک مسلمان کو کچھ نہ کچھ تشبہ حاصل ہوتا ہی ہے۔ مثلاً نماز پنجگانہ اور تلاوت قرآن کریم وغیرہ میں۔ اور اس قسم کا تشبہ افاضل امت کو بوجہ اتم حاصل تھا۔ جیسا کہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کی بابت فرمایا تھا۔ حدیث عبداللہ بن زید کی طرف اشارہ ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حذیفہؓ سے پوچھا کہ حضورؐ کی عادت و طریقہ سے سب سے زیادہ قریب کون شخص ہے؟ حذیفہؓ نے جواب میں کہا کہ میں کسی شخص کو عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ حضورؐ کے طریقہ سے مشابہ نہیں دیکھتا او کما قال............ اور یہ خلافت یا تشبہ امر واحد میں ہے نہ جمیع امور میں اور مراد خلافت خاصہ سے خلافت مطلقہ ہے جو تمام اُن امور کو شامل ہو جو آنحضرت صلعم سے بحیثیت پیغمبری صادر ہوئے۔ اور یہ تشبہ جو اوپر بیان کیا گیا حاصل نہیں ہو سکتا مگر اُسی شخص کو جو امت کے اعلیٰ طبقہ سے تعلق رکھتا ہو نہ طبقہ وسطیٰ اور ادنیٰ سے طبقہ اعلیٰ سے ہونے کے دو طریق ہیں

ایک یہ کہ طاعات وعبادات اور مقامات لائقہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے تشبہ حاصل
ہو دوم یہ کہ سوابق اسلامیہ مثلاً ہجرت کرنا جہاد کرنا وغیرہ میں تشبہ حاصل ہو اور تشبہ حاصل نہیں ہو سکتا مگر اس
شخص کو جو دو قوتوں یعنی قوت عاقلہ وقوت عاملہ میں قدرتاً وکسباً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناسبت رکھتا
ہو جن کے ثمرات و نتائج جدا جدا و مجموعاً اس سے ظاہر ہو چکے ہوں اور یہ مناسبت بھی نہیں حاصل ہوتی
انہیں لوگوں کو جن کے قلب میں بواسطہ برکت صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مواعید الٰہیہ کے پورا کرنے
کا داعیہ ڈالا گیا ہو جس کے آثار ان کے افعال و اطوار سے ظاہر ہوئے اور یہ تشبہ حاصل نہیں ہو سکتا مگر ان
لوگوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور امت مرحومہ کے درمیان افاضہ علوم دینیہ کے واسطہ ہیں۔

توضیح

حقیقت خلافت خاصہ کے بیان میں اور یہ سات نکتوں پر مشتمل ھے

خلافت خاصہ کے حقیقی معنی اسی وقت واضح ہو سکتے ہیں جب کہ پہلے حقیقت تشریع کو جانا جائے اور پھر
حقیقت نبوت کو سمجھا جائے۔ کیونکہ خلافت خاصہ نمونہ نبوت و تشبہ بہ نبوت کا نام ہے لہذا ضروری ہے کہ چند
اس مقام پر لکھے جائیں۔

نکتہ اولٰی

"حقیقت تشریع کے بیان میں اور یہ کہ تشریع تتمۂ تقدیر ہے"

جاننا چاہیے کہ تشریع درحقیقت تتمۂ تقدیر ہے تقدیر کے لغوی معنی اندازہ کرنے کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ
نے روز ازل سے ہی ہر ایک نوع اور ہر ایک قسم کا اندازہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ کسی خاص صورت و ہیئت کے
ساتھ پیدا و ظاہر ہوں گی اور ان کے کیا کیا افعال و عادات اور اخلاق و اطوار ہوں گے اور بلحاظ صورت نوعیہ
دیگر لاحقہ کیا کیا الہامات جبلیہ ان پر پیدا ہوں گے اور یہ قصہ از بس طویل ہے المختصر یہ کہ انسان اشرف
المخلوقات ہے منجملہ تمام ذی روح کے عقل ذو کاوا اور استعداد اسی کا حصہ ہے انسان کی ذات میں اللہ تعالیٰ
نے دو قوتیں رکھی ہیں قوت ملکیہ وقوت بہیمیہ جب انسان اپنے آپ کو قوت ملکیہ کے سپرد کر دیتا ہے
ملکیہ اس سے صادر ہوتے ہیں اور قوت ملکیہ قوی ہوتی جاتی ہے اور ملکی صفت ہو کر زمرہ ملائکہ میں شمار کیا
جاتا ہے اور اگر انسان اپنے آپ کو قوت بہیمیہ کے سپرد کر دیتا ہے خصائل بہیمیہ اس سے سرزد ہونے ہیں
بہائم وچوپایوں میں اس کا شمار ہوتا ہے گویا منجملہ اور جانوروں کے یہ بھی ایک جانور ہے اور ایک حالت
دونوں کے درمیان ہے اور وہ حالت اعتدال ہے تو عیب انسانی اسی کی مقتضی ہے اعتدال کا اقتضاء یہ ہے
ان دونوں قوتوں میں سے ہر ایک کے منافی جو امور ہیں ان سے محترز رہے۔ مثلاً افعال بہیمیہ میں جو امور مغائر صفات
ملکیہ نہ ہوں (اور وہ تمام جائز ومباح امور ہیں۔ مترجم) انہیں اختیار کرلے۔ اسی طرح افعال ملکیہ میں سے
وہ امور اختیار کرے جو افعال بہیمیہ کے برخلاف نہ ہوں اگر مادہ عصیان غالب نہ ہو تو انسان کی صورت نوعیہ اس
بات کی متقاضی ہے اور اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں "فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا"۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے"۔ (سورت روم، پارہ ۲۱)
اس قوتِ اعتدالیہ کے لیے ملکات، احوال اور افعال ہیں جنہیں کسب کیا جاتا ہے اور اس کے منقصات وکفارات ہیں۔ اور کفارات، منقصات کی مکافات کرتے ہیں۔ اس کی مثال بالکل اعتدال صحت جیسی ہے جس کے اسباب و منقصات کو طبیب بھی خوب جانتا ہے۔ پس تحصیل اسباب کا حکم دیتا ہے اور منقصات سے منع کرتا ہے۔ آمدم بر سر مطلب۔ روز ازل میں اللہ تعالیٰ نے جب جمیع مقتضیات کو مقدر کیا تو ساتھ ہی حکمتِ الٰہیہ کے لیے یہ بھی ضروری ہوا کہ ہیئت اعتدالیہ نفسیہ (جسے شریعت میں فطرت کے نام سے موسوم کیا ہے)، کے حفظ و نگہداشت کے لیے ملکات و احوال جو ہیئت اعتدالیہ سے پیدا ہوئے ہیں اور نیز اُس کے اسباب اور منقصات بھی مقرر کرے۔ انہیں اسباب منقصات کا نام شریعت ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے بعض امور فرض و واجب کیے۔ بعض حرام و ممنوع اور بعض مباح و جائز اور اُس کی تعلیم انسان کو حاصل نہیں ہوتی۔ مگر بذریعہ وحی و الہام اور بلاواسطہ تعلیم حاصل نہیں ہوتی مگر انہیں لوگوں کو جو اعدل الانسان تھے بلحاظ قویٰ نفسانیہ۔ شریعت درحقیقت ایک ہی ہے جس میں تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر بلحاظ وقت و مقام خاص صورت نوعیہ بدلتی رہی ہے۔ جیسا کہ طبیب بلحاظ سن و سال اور وقت و مقام ہر ایک کے لیے جدا جدا نسخہ تجویز کرتا ہے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے شریعت و منہاج سے تعبیر کیا ہے۔ لکل جعلنا منکم شرعۃً و منہاجا۔ (سورۃ مائدہ۔ پارہ ۶) ترجمہ "تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی"۔

نکتۂ دوم

"بعثت رسل کے بیان میں"

رسول بھیجنے کے معنی یہ نہیں کہ آسمان سے زمین میں یا مشرق سے مغرب میں یا ایک شہر سے دوسرے شہر میں کسی شخص کو بھیج دیا جائے بلکہ بعثت رسل کے معنی یہ ہیں کہ ارادہ الٰہی اس امر کے متعلق قائم ہوا ہو کہ جمہور بنی آدم کو شریعت الٰہیہ سے آگاہ کیا جائے تاکہ اُن کی اصلاح و فلاح کا باعث ہو اُن کی عقل اور اُن کے ادراکات علم حق سے مملو ہو جائیں، افعال حسنہ اعمال میں لائے جائیں اور منہیات و ممنوعات سے احتراز کیا جائے۔ یا یہ کہ بنی آدم میں انواع و اقسام کا شرک و ظلم پھیل جائے جو بغیر نبوت و رسالت دفع نہ ہو یا یہ کہ کوئی قوم عنداللہ مغضوب ترین قوم ہو اور اُسے عقوبت کرنے کا وقت بھی آ گیا ہو مگر نہ بایں طریق کہ پتھر برسا کر اُسے ہلاک کیا جائے یا بذریعہ صیحہ ہلاک کیا جائے بلکہ مصلحت و حکمت الٰہی یہ ہو کہ ایک رسول صاحب شوکت و عظمت بھیجا جائے جو بمنزلہ جبریلؑ اس قوم کے لیے باعث تعذیب و ہلاک ہو مگر چونکہ داعیہ نبوت و رسالت کے قابل ہر ایک فرد بشر نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہر ایک وقت و ہر ایک زمانہ ظہور داعیہ نبوت رسالت کی صلاحیت رکھتا ہے بلکہ حکمت الٰہیہ اس امر کی مقتضی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ بعثت رسول کے لیے ایک خاص وقت اور فرد پہلے ہی سے معین فرماتے رہے ہیں۔ پھر جب وہ وقت آیا اور وہ فرد معین موجود ہوا بفحوائے واصطنعتک لنفسی "میں نے تم کو اپنے لیے منتخب کیا"۔ اُسے اپنے لیے خاص کیا اور داعیۂ

نبوت و رسالت اُس کے دل میں ڈالتے رہے اُس کے تمام قوائے عقلیہ و قلبیہ کو مسخر کر کے ایک نہ ایک گروہ کو اُس کی طرف مائل کرتے رہے۔ اُسے منصب تعلیم و ارشاد عطا فرمایا۔ اور اسے توفیق و مرتبہ تعلیم و استرشاد عنایت کیا اس فرد کی مثال جس کے دل میں کہ داعیہ نبوت و رسالت ڈالا جاتا۔ رہا اس قندیل جیسی ہے جس کے اطراف و جوانب میں بہت سے صاف و شفاف آئینہ آویزاں کیے جائیں اور ان میں اس قندیل کا عکس منعکس ہو پس اس وقت ارشاد و استرشاد دونوں بوجہ اتم ظہور میں آتے ہیں جو کمال نفس پیغمبر شریعت الٰہیہ پر جس کی صورت نوعیت روز ازل ہی میں متعین ہو چکی تھیں دلالت کرتے ہیں اور اسی طرح کمال نفوس امت پر بھی اور یہی معنیٰ ہیں "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" کے یہ دونوں امر بزمانہ نبوت و رسالت اس طرح متحقق ہوئے ہیں جیسے طبیب حاذق طب کی کتاب لکھتا ہے جس میں نقوش خطی ہوتے ہیں جو حروف پر دلالت کرتے ہیں اور حروف الفاظ و اصوات پر اور الفاظ و اصوات مفہومات ذہنیہ پر یہی مفہومات ذہنیہ مسائل طب کی تفصیل اور اس کے مشکلات کا حل ہوتے ہیں پس جس طرح طب کی کتاب لکھے جانے سے اصول و قواعد طبیہ کی ایک شاہراہ قائم ہو جاتی ہے جس سے ہر طبیب نسخہ نکال سکتا ہے۔ اسی طرح تعلیم و ارشاد شریعت اس کی صورت متعینہ جو عالم ملکوت میں تعین پا چکی تھیں متحقق ہوئی ہے یہ معنیٰ ہیں بعثت رسل اور تنزیل کتب کے فقد ہر اور یہ دو چیزیں ہیں ایک ارسال رسل اور ایک تنزیل کتب جن میں ایک روح ہے اور ایک جسد۔

یہ بھی جاننا چاہیئے کہ مختلف اوقات میں صورت نبوت مختلف ہوتی ہے کبھی نبی بصورت بادشاہ و خلیفہ ہوا۔ اور کبھی بصورت حبر و عالم اور کبھی بصورت زاہد و مرشد اور اسی طرح اس کے اسباب اور اُس کے افعال و آثار بھی مختلف ہوئے ہیں جس طرح کہ عناصر الجمعہ مادۂ بدن ہیں اور نفس ناطقہ اس کی روح مدبرہ ہے اور نطفہ و اغذیہ اس کے اسباب میں ظاہر بین لوگوں نے رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہت و سلطنت خیال کیا اور "انا فتحنا لك فتحًا مبينا" (سورت فتح، پارہ ۲۶) سے بے خبر رہ کر شقاوت ابدی میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ اور یہ نہیں سمجھے کہ جب افضل شریعت افضل بشر پر نازل ہوا تو اس کی صورت بھی ان تمام صورتوں کی جامع ہو گی جو اب تک رسالت و نبوت کے ضمن میں پائی گئیں پس رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ریاست خلافت حبریت و معلمیت اور زاہدیت و مرشدیت سب صورتوں کی جامع تھی۔

نکتہ سوم

"خلافت کا ظاہر و باطن"

خلافت ظاہر و باطن رکھتی ہے ظاہر خلافت ریاست و فرمانروائی اور اقامت دین متین کے لئے کوشش ہے اور باطن خلافت تشبہ بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ان افعال و صفات میں جو بحیثیت پیغمبری اور بحیثیت تبلیغ و ارشاد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھتے تھے پس جس طرح حقیقت نبوت ارادہ الٰہیہ ہے متعلق صلاح و فلاح عالم و اہلاک مفسدین و کفار و ترویج دین متین بضمن اقوال و افعال پیغمبر اسی طرح حقیقت خلافت ارادہ الٰہیہ ہے متعلق تکمیل افعال پیغمبر و ضبط اقوال اور اشاعت علیہ دین متین بضمن قیام شخص بخلافت پیغمبر صلی اللہ علیہ

داعیہ خلافت و اعلائے دین متین جس شخص کے دل میں ڈالا جاتا ہے اُس شخص کے دل سے افرادِ امت کے دلوں میں منعکس ہو جاتا ہے اور یہ وہ شخص ہوتا ہے جو قوتِ عاقلہ اور قوتِ عاملہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکؐ سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ بایں طریق کہ وہ محدَّث (ملہم بالصواب) ہوتا ہے۔ اُس کی فہم و فراست وحیِ الٰہی سے موافقت رکھتی ہے۔ اس کی کرامات اور اُس کے مقامات تہذیب نفس اور کمال قوت عاملہ کا نتیجہ ہے اُس سے ظہور میں آتے ہیں۔ یہ ضروری بات ہے کہ صورت خلافت صورت نبوت سے موافقت رکھتی ہو، اگر پیغمبر بادشاہ ہو تو اُس کے خلیفہ کو بھی بادشاہ ہونا ضروری ہے۔ اگر پیغمبر حبر و زاھد ہو تو خلیفہ کے لیے بھی زاہد ہونا ضروری ہے شک نہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپؐ تن تنہا تھے۔ لامحالہ آپؐ کو اعوان و انصار کی بھی ضرورت تھی جو آپؐ کے زمانۂ سعادت میں آپؐ کی معاونت و اعانت کریں اور آپؐ کے بعد آپؐ کے اور امت کے درمیان واسطہ بنیں۔ پس جب روز ازل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت اور آپؐ کی امت کی صورت نوعیہ متعین ہوئی تو اسی ضمن میں وہ جماعت بھی متعین ہوئی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور آپؐ کی امت کے درمیان واسطۂ اشاعت نبوت و رسالت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک عالم ملکوت میں بہ حیثیت نبوت و رسالت ممثل ہوئی۔ اور آپ کے اعوان و انصار کی ذات بوصف خلافت متعین ہوئی۔ پھر خارج میں بھی وہی واقع ہوا جس کی صورت نوعیہ عالم مثال میں ممثل ہو چکی تھی پھر بعد انتقال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی وہی امور آپ کے اعوان و انصار کے صحیفۂ عمل میں منقش ہوتے گئے۔ ؎

درست ز ازل آمد تا روز ابد باید　　　چوں شکر گزارد کس ایں دولتِ سرمد را

جب خلافت کے ظاہر و باطن دونوں پہلو پائے جائیں تو اس کو ہم خلیفۂ خاص کہتے ہیں۔ خلافت خاصہ مراتبِ ولایت کا ایک اعلیٰ مرتبہ ہے۔ جو جمیع مراتبِ ولایت بنسبت نبوت سے اشبہ و اقرب ہے۔ علماء جنہیں اللہ عز و جل نے دین محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰت والتسلیمات کی ترویج و تجدید کے لیے پیدا کیا ہے مدارج و مراتب رکھتے ہیں۔ خلافت خاصہ ان جمیع مراتب کی جامع ہے یہ ہے حقیقت خلافت خاصہ۔ مفہوم خلافت خاصہ کی تنقیح کے بعد خلفاء راشدین کے اقوال و افعال کا استقراء کرنا چاہیے اور ان کے قصوں کے بیان سے اصل معنی کی طرف ذہن منتقل کرنا چاہیے۔ اور پھر مختلف قصوں سے معنی مشترک کی طرف متوجہ ہونا چاہیے تاکہ ذہن نشین ہو کہ خلفائے راشدین اوصاف و لوازم خلافت سے کہاں تک موصوف تھے بعد ازاں آیات و احادیث اور اقوال سلف صالحین کا تتبع کرنا چاہیے تاکہ تنقیح معنی خلافت اور اشخاص معینہ میں اثبات لوازم خلافت میں کافی مدد ملے۔

نکتہ چہارم

"خلیفہ خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات"

اُوپر جو کچھ بیان کیا گیا وہ صرف پیغمبروں کے خلیفۂ خاص کا (عمومی طور سے) بیان تھا۔ مگر اب ہم چاہتے ہیں، کہ خصوصیت کے ساتھ اپنے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفۂ خاص کی صفات کا بیان کریں اور بتلائیں کہ حضورؐ کے خلیفۂ خاص کو کن اوصاف کے ساتھ متصف ہونا چاہیے۔ جاننا چاہیے کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم افضل رسل تھے۔

آپؐ کی شریعت افضل شرایع الٰہیہ اور آپؐ کی کتاب افضل کتب سماویہ تھی۔ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ نبوت و رسالت کی صورتیں مختلف ہوئی ہیں۔ کبھی پیغمبر بادشاہوں کی صورت میں ظاہر ہوئے ہیں۔ جیسے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام کی نبوت و رسالت بصورتِ بادشاہت تھی۔ اور کبھی بصورت علماء و احبار جیسے حضرت زکریا علیہ السلام بصورت حبر و عالم نبی تھے۔ اور کبھی بصورت زاہد و عابد جیسے حضرت یونس و یحییٰ علیہما السلام بصورت عابد و زاہد نبی تھے۔ اور جو صورت بھی ہو ہر صورت میں انہیں اللہ تعالیٰ نے وجاہت و عزت اور غلبہ عطا فرمایا تھا اور امت کو توفیق انقیاد عطا فرمائی تھی۔ اور یہ انقیاد بمنزلہ بدن انسانی تھا اور عنایت الٰہی اس میں نفس ناطقہ کا کام کرتی تھی۔ جس طرح بدن آشیانہ نفس ناطقہ ہوتا ہے اسی طرح وجاہت و عزت اور غلبہ انبیاءؑ اور انقیاد قوم گویا جسم نبوت تھا اور عنایت الٰہیہ (کہ جس کی خبر "انا فتحنا لك فتحاً مبينا ليغفر لك الله ما تقدم من ذنبك وما تاخر" میں دی گئی ہے) روح نبوت ہے۔ گویا حقیقتِ نبوت پردے کے پیچھے سے حرکت دیتی ہے جیسا کہ ہوا کی حرکت ان شیر و مچھلیوں کے اندر جو کپڑے سے بنائے گئے ہوں ؎

ماھمہ شیراں ولی شیر علم جنبشش از باد باشد دم بدم

ترجمہ: ہم سب نام کے شیر ہیں۔ جس کی حرکت ہوا کے دم سے ہے۔

بہترین انبیاء علیہم السلام یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، بادشاہت و حبریت اور زہد کی جامع تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ابتدائی صورت یہ تھی کہ مکہ معظمہ میں آپؐ کے چند پیرو ہو گئے اور پھر اسی طرح ترقی ہوتی گئی اور اقبال نبوت دن بدن اطراف و جوانب میں تاباں ہونے لگا۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ایک رئیس شہر یا رئیس قریہ کی صورت میں ہو گئی۔ اس کے بعد آپ کو ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ آپؐ نے مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت فرمائی اور اطراف و جوانب سے مسلمان بھی آپؐ کی موافقت میں مدینہ منورہ کو ہجرت کر آئے۔ جہاد کی تیاری کا حکم ہوا اور ریاست و حکومت کے معنی متحقق ہوئے اور فوجوں کا جمع کرنا اور فرمانروائی دن بدن بڑھتی گئی۔ یہاں تک کہ مکہ معظمہ فتح ہوا اور عرب کے قبائل کے قبائل آکر اسلام قبول کرنے لگے۔ اور "اذا جاء نصر اللہ والفتح" نازل ہوئی۔ غزوہ تبوک میں بحوالہ ایک روایت چالیس ہزار شخص اور بحوالہ دیگر روایت ستر ہزار شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور حجۃ الوداع میں ایک لاکھ چالیس ہزار شخص حاضر ہوئے تھے۔ اس وقت یمن، تہامہ، نجد اور بعض نواح شام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست تصرف میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل ان مقامات اور شہروں میں مقرر تھے جو جزیہ و زکوٰۃ وصول کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں روانہ کیا کرتے تھے۔ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات باسعادت میں مدینہ طیبہ ایک دار السلطنت کی صورت میں ہو گیا۔ اور جس طرح طفلِ شیر خوار ہر روز نشو و نما پا کر بڑھتا رہتا ہے اور لمحہ بلمحہ اس کے قویٰ نفس ناطقہ قوت پاتے رہتے ہیں اسی طرح برکات نبوت و فیوض رسالتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو گنے چوگنے ہوتے جاتے تھے۔ صورت حال یہ تھی اور ابھی ایک درجہ مدارج ترقی میں سے باقی تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی وہ درجہ جو ابھی باقی تھا سلطنت حضرت ذوالقرنین تھی کہ جملہ سلاطین وقت اُن کے لوائے سلطنت کے مطیع و منقاد تھے۔ اور یہ وہ سلطنت تھی جس کے بادشاہ کو پہلے لوگ شہنشاہ کہتے تھے۔ اُس کی

...تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا بشارت دی تھی۔ لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعا...
...طرف سے ندا آئی یٰایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃً مرضیۃً اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
...نے لبیک فرمایا تو وہ موعود اللہ تعالیٰ نے خلفائے راشدین کے ہاتھوں ایفا کیا کہ فارس و روم فتح ہو کر
...ام کا باجگذار ہو گیا اور تمام خزانے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ اور یہ سب نمایاں کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
...پلہ حسنات میں محسوب ہوئے۔ نعمت کامل ہوئی اور ترقیات و برکات نبوت پورے طور سے سامنے
...یں اور مضمون آیت کریمہ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ۔
...ر پذیر ہوا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ یہ صورت سلطنت تھی۔ اور صورت خبریت و زہدیہ تھی کہ قبل از نبوت آنحضرت
...اللہ علیہ وسلم تمام عرب بت پرستی میں مبتلا ہو رہا تھا۔ انبیائے سابقین علیہم السلام کے رسم ورواج
...وہ بالکل فراموش کر چکے تھے۔ انہیں معاد کی کچھ خبر تھی نہ مبداء کا کچھ علم۔ ایک دوسرے پر ظلم کرنے حلال
...ام میں کچھ فرق نہ کرتے تھے۔ یہ تھی عرب کی حالت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے۔ بہترین
...ب الٰہیہ قرآن مجید، فرقان حمید آپ پر نازل ہوئی جس میں ہر طرح کے تہذیبی و تمدنی احکام اتارے گئے
...جس کی شان "وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ" ہے۔ لوگ اس کی پیروی کرنے لگے اور عرب میں
...ور شد پھیلنا شروع ہوا۔ قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے کی بڑی سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ
...وسلم لکھے پڑھے نہ تھے اور اس لیے قرآن مجید میں آپ کو نبی اُمّی کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ تو کیا ایک ان پڑھ
...ن سے ایسے فصیح و بلیغ کلام کا جس کی فصاحت و بلاغت کو خود عرب بھی مان گئے بغیر تائید پڑھ کر سنا
...ممکن تھا۔ ہرگز نہیں۔ پھر صرف یہی نہیں بلکہ احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے ارشادات
...فرمائے جس سے عرب میں برکات نبوت اور فیوض رسالت اس طرح پھیلے کہ گھر گھر علمی روشنی سے
...ہو گیا۔ حتیٰ کہ جو لوگ بادیہ نشین تھے وہ بھی علمائے وقت اور فضلائے ملت ہوئے۔ حضور رحمت عالم
...اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی حفظ و نگہداشت اس طرح کرنی شروع کی کہ ایک جماعت کو آپ نے قرات
...مجید کی تعلیم دینی شروع کی۔ ایک جماعت کو تفسیر قرآن مجید کی اور ایک جماعت کو حفظ احادیث کی اور ایک
...نت کو قضاء و افتاء کی یہاں تک کہ خلفاً بعد خلف و نسلاً بعد نسلٍ اس کی تعلیم ہوتی رہی جو شخص کہ عقل و فہم
...ہے جان سکتا ہے کہ یہ چشمۂ آب حیات منبع قلب مبارک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھوٹ کر نکلا۔
...ہر اُس کی نہریں اور شاخیں اطراف و جوانب عالم میں پھیلیں اور تمام مسلمانان عالم اس سے فیضیاب
...ے۔ یہی چشمہ اور نہریں قیامت کے دن حوض کوثر کی صورت میں ممثل ہوں گی جس کا پانی دودھ سے زیادہ
...ید اور شہد سے زیادہ شیریں ہوگا اور جس کے آب خورے وغیرہ تاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ قبل
...ت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قسم کی کوئی شئے نہ تھی۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے
...آپ کے قلب مبارک سے یہ چشمہ پھوٹا اور تمام عالم سیراب ہوا۔ اس تعلیم و تعلم اور حفظ و نگہداشت کے
...ن میں وہ شریعت حقہ ظہور پذیر ہوئی جو ملاء اعلیٰ میں پہلے ہی سے ممثل ہو چکی تھی۔ یہ کوئی قیاسی اور ظنی
...نہیں بلکہ یہ بجنسہا مشاہدات و تجربیات سے متعلق ہیں۔

نکتۂ پنجم

اس امر کے بیان میں کہ ہمارے پیغمبر کے ساتھ تشبہ بلحاظ استعدادات و ملکات جو مصدر افعال و احوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں. کن کن صفات میں خلیفہ کو حاصل ہونا ضروری ہیں. مگر قبل ازیں دو دقیقے بیان کیے جاتے ہیں جن کا سمجھنا خود اس مبحث کے لیے بلکہ اکثر مبحث کلامیہ کے سمجھنے کے لیے ضروری ہے۔

دقیقہ اولیٰ

اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء کو بلا واسطہ اپنے ارادہ و اختیار سے پیدا کیا ہے۔ یہی اہل حق کا مسلک ہے۔ پس ایجاب و تولید غلط ہے۔ اور یہ جو بعض اشیاء بعض پر موقوف نظر آتی ہیں یہ بر بناء سنۃ الٰہی ہے نہ بر سبیل ایجاب و تولید. عادۃ اللہ جاری ہے کہ وہ بعض اشیاء کو نتیجۃً بعض کے بعد پیدا کرتا ہے۔ اس موقع پر اسباب سے مسببات خاص پر اور مسببات سے اسباب خاصہ پر دلالت کرنے میں ایک قوم کا قدم جادۂ اعتدال سے الگ ہو گیا اسباب سے مسببات پر اور مسببات سے اسباب پر استدلال کرنے میں وہ شبہ یہ پیش کرتے ہیں کہ جب وجود اشیاء بہ ارادہ فاعل مختار ہے نہ بطریق ایجاب و تولید۔ تو اسباب سے مسببات پر اور مسببات سے اسباب پر استدلال کرنا غلط ہوا۔ اور یہ شبہ محض ایک مغالطہ ہے مصالح دنیا و آخرت سب استدلال پر موقوف ہیں۔ اسباب سے مسبب تک پہنچا جاتا ہے۔ و بالعکس۔ دیکھو زمین میں تخم کیوں ڈالتے ہیں اُسے پانی کیوں دیتے ہیں، دوا کیوں استعمال کرتے ہیں دشمن کے ساتھ جنگ کیوں کرتے ہیں۔ (اس لیے نہ کہ اسباب سے مسببات پر استدلال کر کے مسببات کو حاصل کیا جائے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ وغیرہ اور تمام امور میں ان کے خاص اسباب پر کیوں نظر رکھتے تھے۔ اگر یہ استدلال ذہن سے اُٹھا دیا جائے تو عقل بے کار ہو جاتی ہے اور عاقل و سفیہ یکساں ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح خلفائے راشدین نے ملکی معاملات میں جو کچھ غور و خوض کیا بے کار ہو جاتا ہے اور اس سے انہیں کوئی فضیلت حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ وہ اس پر مکلف ہو سکتے تھے۔ سبحانک هٰذا بہتان عظیم۔

حق یہ ہے کہ مسببات کا اسباب پر موقوف ہونا امر واقعی ہے اور خلق اشیاء بھی بلا واسطہ بارادۂ فاعل مختار اپنی جگہ پر امر حق ہے۔ جو شخص کہ ان دونوں امور میں موافقت کر سکتا ہے اور اُس کی عقل اس بات کی صلاحیت رکھتی ہے اُسے جائز ہے کہ اس مسئلہ میں گفتگو کرے ورنہ مذکورہ بالا دونوں باتوں کو حق جانے اور خاموش رہے

دقیقہ ثانیہ

اور یہ بات جو بظاہر معلوم ہوتی ہے کہ جو ادلہ اسباب و مسببات سے ماخوذ ہوتے ہیں وہ نہ ان لوگوں کے نزدیک جو مختار مرید کے مسلک کے قائل ہیں ہر جگہ قطع و یقین کا فائدہ دیتے ہیں۔ اس لیے کہ خرق عادت ممکن ہے اور نہ قائلین ایجاب و تولید کے نزدیک کچھ فائدہ دے سکتے ہیں۔ کیونکہ اس عالم کون و فساد میں بعض ایسی چیزیں بھی ہیں جن کی نسبت ہم یقین نہیں کر سکتے کہ بعض مسببات کے اسباب صرف وہی ہیں وغیرہ۔ اور یہ کہ ان کے موانع کا پایا جانا اور ان کی شروط کا منتفی ہونا ممکن نہیں۔ باوجود کہ بعض امور بلکہ بعض مواد میں ان کے امر واقعی کی نسبت ہمیں یقین حاصل ہو جاتا ہے وجہ یہ ہے کہ اغلاط حس بکثرت موجود ہیں

اہم بعض مواد کا احساس ہمیں بالیقین حاصل ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح نظروں میں بعض مواد و امور کی
سلامتی غیر متیقن ہوتی ہے مگر بعض میں یقین بھی حاصل ہوتا ہے اسی طرح ہر چند کہ مخبر صادق کے کلام میں
مجاز و اشتراک و تخصیص کا احتمال قائم ہو۔ معہذا مضمون شارع پر یقین حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ وہ امور
ہیں جن سے انکار کرنا مکابرہ ہے بالجملہ نفس کو بعض موقعوں پر حدس خفی حاصل ہوتا ہے اور بغیر بحیثیت
جاننے یا نہ جاننے کے یقین اُس کے ساتھ منضم ہو جاتا ہے۔ جب یہ دونوں دقیقے مذکور ہو چکے تو اب ہم
اصل مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ افعال حسنہ بترتیب و حسن اسلوب نفس ناطقہ سے اس وقت صادر ہو سکتے ہیں جبکہ
نفس کو اُن کے مناسب ملکۂ راسخہ حاصل ہو اس کی مثال اس طرح ہے کہ متکلمین کہتے ہیں کہ بنائے عالم
بر وجہ اتقان دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اس کا موجد، عالم، مرید، حکیم اور قادر ہے پس خلیفۂ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کو ان تین ۳ قسم کے افعال کا مصدر ہونا ضروری ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحیثیت نبوت
صادر ہوتے تھے۔ اور وہ تین ۳ قسم کے افعال ہیں جو قوت عاملہ، قوت عاقلہ اور ان دونوں کے امتزاج و
اتصال سے تعلق رکھتے ہیں۔ کیونکہ خلیفۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس ناطقہ میں یہ تینوں قوتیں بدرجۂ کمال
ودیعت کی گئی تھیں تاکہ وہ خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائق و سزاوار ہو سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذاتِ مبارکہ میں کمال قوتِ عاقلہ کے ثمرات و نتائج میں سے محدثیت و صدیقیت اور فراست صادقہ
ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے مظنونات میں صائب الرائے ہو جو کچھ کہے راست کہے اور اکثر واقعات میں اسکی
رائے موافق و مطابق وحی الٰہی ہو۔

اور کمال قوت عاملہ میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں عصمت و سیرت صالحہ تھی اور
خلیفہ میں کمال قوت عاملہ کے نتائج و ثمرات سے صلاح و عفت اور گناہوں سے اس درجہ محفوظ ہونا ہے کہ
خود پیغمبر ؑ گواہی دے کہ شیطان فلاں شخص کے سایہ سے بھاگتا ہے الشیطان یفر من ظلِ فلان اور قوت براعت امتزاجیہ کے ثمرات
و نتائج میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں معجزات اور معراج وغیرہ واقعات عمومیہ و واردات عجیبہ تھے
اور خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں قوت براعت امتزاجیہ کے ثمرات و نتائج میں سے مقامات عالیہ کرامات
خارقہ اور تاثیر دعوات اور تاثیر مواعظ ہے جب خلیفہ میں ہر سہ صفات پائی جائیں تو اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
تین ۳ قسم کا تشبہ حاصل ہوگا ایک یہ کہ وہ مرشد خلائق ہو سکے گا دوم یہ کہ اس کا نفس داعیہ الٰہیہ کو قبول کر سکے گا بطریق تحقیق نہ
بطریق تقلید۔ اور جب وہ داعیہ الٰہیہ کو تحقیق قبول کریگا تو اُس کے کاموں میں برکات عجیبہ ظاہر ہوں گے۔ سوم یہ کہ شریعت محمدیہ
علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے حکم و احکام میں مہارت تامہ پیدا کر سکے گا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُسے وہی نسبت
حاصل ہوگی جو مخرج مذہب کو امام مجتہد کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہاں پر ایک دقیقہ یاد رکھنا چاہیے۔ وھی ہٰذہٖ۔

دقیقہ

شرائع الٰہیہ میں مقرر ہو چکا ہے کہ معجزہ مثبت نبوت ہے اور یہ کہ معجزہ سے خلائق پر حجت اللہ قائم ہو جاتی ہے

اہل فکر اس میں مختلف ہیں کہ معجزہ مثبت نبوت کس طرح ہے مشہور ترین قول یہ ہے کہ امر غائب کو امر شاہد پر قیاس کر کے یوں کہتے ہیں کہ جس طرح ایلچی بادشاہ سے عرض کرتا ہے کہ آپ میری خاطر خلاف معمول و عادات کوئی کام کریں تاکہ لوگ میری تصدیق کر سکیں یہی معاملہ انبیا علیہم السلام کا خدا تعالٰی کے ساتھ رہا ہے دیگر اہل عقل نے اس کی مخالفت کی ہے۔ جس سے بات ناتمام رہی۔ حق اس باب میں یہ ہے کہ انبیا علیہم السلام کے صدق کو مکلفین نہیں پہچانتے مگر ان علوم فطری کے ذریعہ جو مقتضائے نوع بشری ہیں اور جن کا علم انسانوں کے سینوں میں قائم ہے۔ شہادت قلبی کی بنا پر نبوت کو تعلیم کرتے ہیں۔ اور اسی اقتضا بشری پر ایک گونہ حجت پوری ہو جاتی ہے اگرچہ زبان سے انکار اور ظاہرا سرکشی اختیار کریں یہی مقصد ہے آیات قرآن کا۔ "وجحدوا بہا واستیقنتہا انفسہم ظلماً و علواً"۔ ترجمہ: ہماری آیات کا انکار کیا اگرچہ ان کا یقین کر چکے تھے اپنے جی میں بے انصافی اور غرور کی بنا پر۔ (سورت نمل۔ پارہ ۱۹) لیکن یہاں صرف اس قدر شبہ باقی رہ جاتا کہ مدعی نبوت نے یہ کلام صادق پہلے علماء کی تقلید سے اخذ کیا ہے یا فکر و نظر میں حقیقت کے ذریعہ معلوم کر کے دعوئی رسالت کر ڈالا ہے اور یا پھر وحی الٰہی کے ذریعہ سے تلقی کیا ہے اور یہی وہ داعیہ ہے جو سات آسمان سے پیغمبر پر نازل ہوا ہے لیکن جونہی معجزات دیکھے اور برکات صحبت کا مشاہدہ کیا وہی حقانیت اور فطری تقاضہ جو دل میں چھپا ہوا تھا جوش میں آیا اور حق باطل سے جدا ہو گیا۔ اور حقانیت واضح روشن ہو گی جب یہ دقیقہ بیان کیا جا چکا تو ہم اصل سخن کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اسی قسم کے برکات لفحوائے آیت کریمہ۔ "ان اٰیۃ ملکہ ان یاتیکم التابوت فیہ سکینۃ من ربکم و بقیۃ مما ترک اٰل موسٰی و اٰل ھارون"۔ ترجمہ۔ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ آوے تمہارے پاس ایک صندوق کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو چھوڑ گئی تھیں خلیفۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہر ہونی ضروری ہیں تاکہ خلائق جان لے کہ اللہ تعالٰی نے اُس کے ساتھ ارادۂ خیر کیا اور اس کا خلیفۂ راشد مقرر کیا۔

افعال متعلق مملکت و سلطنت خلیفہ سے ظاہر نہیں ہو سکتے مگر تب ہی جب کہ خلیفہ چند صفات سے موصوف ہو۔ اول حزم و احتیاط مرتبہ شناسی کہ ہر شخص کے مرتبہ و حوصلہ کو پہچان سکے اور اسی کے مطابق امور سلطنت ان کے تفویض کرتا رہے تاکہ امور سلطنت میں خلل و نقصان واقع نہ ہو دوم فراست الیعنی کہ فہم و فائق میں غلطی نہ کرے بلکہ کالمشاہدہ ان کی حقیقت دریافت کر سکے کیونکہ رموز سلطنت میں بہت سے متعارض امور پیش آجاتے ہیں جن میں اگر غفلت و سستی سے کام لیا جائے۔ تو امور سلطنت میں رکاوٹ پیدا ہو جائے اور اگر عجلت کی جائے تو بھی خلل عظیم واقع ہو۔

شعر: اذا کنت ذا رای فکن ذا عزیمۃ فان فساد الرائے ان تتردد
ایضاً: اذا کنت ذا رای فکن ذا رویۃ فان فساد الرائے ان تتعجلا

اس عبارت تردد اور فساد رائے سے بجز فراست کے اور کوئی شئے نہیں بچا سکتی جو شخص کہ صحبت ملوک اور ان کی تاریخ سے بہرہ مند ہو گا وہ اس سے انکار نہیں کر سکتا۔ سوم بخت کارکشا چاہیے نہ بخت منکوس

تاکہ جب کوئی کام پیش آئے تو خر کی طرح کیچڑ میں نہ پھنس رہے جیسا کہ فردوسیؒ زال داستان کی رائے زنی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں جو اسنے نوذر کے قتل ہونے کے بعد کی تھی۔ ؎

نزیبد بہر پہلوئے تاج و تخت   ببایہ یکے شاہ بیدار بخت

کہ باشد بروفرۂ ایزدی   بتابد زگفتار او تجردی

اور یہ امر یعنی تعین خلیفہ و بادشاہ (کہ کون شخص خلیفہ و بادشاہ ہونا چاہیئے) پردہ غیب سے باہر نہیں ہے لہذا بجز مخبر صادق اور کوئی اس کی خبر نہیں دے سکتا تھا اور مجوسیوں کی یہ غلط بنیاد تھی کہ وہ ان امور میں کواکب سیارہ اور زائچہ تقدیر پر اعتماد کرتے تھے۔ مگر یہ تمام امور وہمیہ ہیں اس لئے شارع نے ان سے منع کیا ہے لہذا جو اشارات کہ خلاف شارع ہیں ان سے ان امور کو سمجھنا مناسب نہیں۔ چہارم شجاعت ہے جو تہور و جبن کے درمیان متوسط درجہ کا نام ہے پنجم علم اور یہ جرات اور خمود کے درمیان متوسط ہے۔ ششم حکمت اور نکر و غفلت کا متوسط ہے۔ ہفتم عدالت اور یہ وہ صفت ہے جس کے ذریعے ہر حالت میں مناسب حالت فیض خالص ہوتی ہے۔ والکلام یطول فی ھذہ المباحث۔

اسی طرح وہ افعال جو علم و ارشاد سے تعلق رکھتے ہیں بروجہ اتقان صادر نہیں ہو سکتے کہ خلیفہ عالم کتاب و سنت اور بفہم خداداد ہر حکم کی مصلحت کو سمجھ سکتا ہو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی نسبت رکھتا ہو جو نسبت مخرجین مذہب مجتہد مستقل سے رکھتے ہیں۔ نیز علم فقہ میں مہارت تامہ رکھتا ہو اور علم حکمت اُس کے دل میں جوش زن ہو کیونکہ جو شخص ان علوم سے بہرہ ور نہ ہو وہ دوسروں کو کیونکر افادہ پہونچا سکتا ہے۔ ؎

خشک ابرے کہ بود ز آب تہی   ناید ازوے صفت آب دھی

ترجمہ: جو بادل پانی سے خالی ہوں، وہ کب پانی برسا سکتے ہیں۔

ان صفات کے ساتھ ساتھ خلیفہ کے لیے ضروری ہے کہ اُس کی توجہ ہمیشہ قوم و ملت اور تعلیم علوم کی طرف مبذول رہے اور سدِ ابواب تحریف مدنظر ہو۔ یہاں پر ایک اور دقیقہ ہے اُسے بھی سمجھنا چاہیے۔ حبر ملت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام وہ شخص ہے کہ جس بات میں شارع نے غور و خوض نہیں کیا ہے اُسے مجمل رہنے دے اور اُس میں تعمق نہ کرے۔ کیونکہ جس طرح قصد فی العمل مطلوب ہے اسی طرح قصد فی العلم بھی مطلوب ہے۔ بسا اوقات غور و خوض کا نتیجہ یہی ہوا ہے کہ علماء کو جادۂ اعتدال سے زیادہ غور و خوض نے حبریت ملت محمدیہ سے دور کر دیا۔ ؎

ہر کہ دور آمد ترا او دور تر   از چنیں صید است او مہجور تر

ترجمہ۔ جو تجھ کو دور معلوم ہو وہ اس سے زیادہ دور ہے اور ایسے شکار سے وہ بے پرواہ ہے۔

اور جو افعال ارشاد و تلقین سے تعلق رکھتے ہیں اسوقت صادر ہو سکتے ہیں جب کہ خلیفہ راہ توسط سے کہ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ جس سے عبارت ہے آگاہ اور واقف ہو۔ کرامات خارقہ اور مقامات عالیہ رکھتا ہو۔ دقیقہ سابقہ کی طرح یہاں پر بھی ایک دقیقہ ہے کہ قصد فی العمل مطلوب ہے دو خصلتوں میں خصلت بہتر

وخصلت ملائکہ پس خصلت بہیمیت اور خصلت ملکیت کے درمیان میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے نہ ملکیت کو بیکار چھوڑنا چاہیئے اور نہ بہیمیت کو میانہ روی ان دونوں کے درمیان حد فاصل ہے یہی میانہ روی انبیا علیہم السلام کا مطمح نظر رہی ہے۔ اس موقع پر اپنی طلاقت لسانی اور فلسفیانہ تقریروں وحدت وجود اور معرفت تنزلات پر مغرور نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ سب جادہ اعتدال سے باہر ہیں۔ ؎

کج رمج مرو بہ تہمت ہستی کہ در طریق، مارا نشان ؛ است ازاں یار بے نشاں

ترجمہ:۔ زندگی کی تہمت اپنے ذمہ لگا کر الٹا سیدھا مت چل۔ ہمارے لیے اس بے نشان دوست تک پہونچنے کے لیے نشانات موجود ہیں۔۔۔۔۔۔ اس مبحث کے بعد ایک مبحث ہے۔ غامض ترین مباحث میں سے اُسے بھی سمجھنا چاہیے وہو ھذا۔ تہذیب نفوس کہ نجات اخروی بلکہ سعادت دارین جس سے متعلق و مربوط ہے دو قسم پر ہے ایک وہ جو استعدادات و ملکات نفوس سے تعلق رکھتی ہے۔ اور اس کا بیان اوپر کیا جاچکا اور دوم وہ جو سات آسمان سے نازل شدہ برکات سے تعلق رکھتی ہے بندوں کے کسب اور ان کی استعداد سے پہلے بر بنائے سوابق اسلامیہ۔ "ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لہا" اور یہ قسم ہر قوم میں علیحدہ علیحدہ ہے اور ملت اسلام میں اعظم برکات اعانت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور خصوصاً بروقت غربت اسلام۔ جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محض اپنی رحمت سے تمام عالم کی طرف مبعوث کیا اور اس وقت آپؐ تن تنہا تھے۔ جو لوگ آپؐ کی اعانت کے لیے کھڑے ہوئے برکات الٰہیہ میں شامل ہوگئے اور جنہوں نے توقف کیا مراتب قرب سے متاخر رہے لہٰذا شریعت محمدیہؐ میں متعین ہوگیا کہ جو شخص کہ ہجرت میں سابق تھا مراتب قرب میں بلند و بالا ہوا جو شخص کہ جہاد اعداء میں اقدم تھا۔ صف سعداء میں بھی پیش قدم ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا"۔

ترجمہ:۔ برابر نہیں تم میں سے جس نے خرچ کیا فتح مکہ سے پہلے اور لڑائی کی۔ ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے ان سے جو کہ خرچ کریں اس کے بعد اور لڑائی کریں۔ (سورت حدید۔ پارہ ۲۷) نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "لایستوی القاعدون من المؤمنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالہم وانفسہم فضل اللہ المجاھدین باموالہم وانفسہم علی القاعدین درجۃ و کلا وعد اللہ الحسنیٰ وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیماً درجات منہ ومغفرۃ ورحمۃ وکان اللہ غفوراً رحیماً ۝ ترجمہ:۔ برابر نہیں بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال سے اور جان سے اللہ تعالیٰ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کو اپنے مال سے اور جان سے بیٹھ رہنے والوں پر درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا۔ اور زیادہ کیا اللہ تعالیٰ نے لڑنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں جو کہ درجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بخشش ہے اور مہربانی ہے۔ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔ (سورۃ نساء۔ پارہ ۵)۔ اور بھید اس مقام پر یہ ہے کہ مراد حق اعلائے کلمۃ اللہ ہے۔ جو شخص مراد حق سے ایک ساعت بھی موافقت کرتا ہے اس کی ایک ساعت بھی عبادت صد سالہ سے بہتر ہوتی ہے۔ اسی لیے جو مسلمان قبل از ہجرت مکہ میں نعمت ایمان سے مشرف ہوئے بلحاظ اجر و ثواب سر دفتر عالم ہوئے اور مشاھد۔ جنگ بدر، جنگ اُحد اور جنگ حدیبیہ میں شریک ہوگئے سبقت

لے گئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہتمام سے صورت عالم متشکل بصورت معنوی ہوگئی جو عند اللہ متحقق تھی اور آپ کے اعوان و انصار سر دفتر عالم ہوئے تو ضرور ہوا کہ آپ کا خلیفہ مہاجرین اولین اور حاضرین جنگ بدر، احد و حدیبیہ سے ہو اور یہ وہ سر ہے کہ ظاہر بین جس کی تہ کو نہیں پہنچ سکتے لیکن کتاب وسنۃ کے دیکھنے سے چار و ناچار اُسے قبول کرتے ہیں۔ بالجملہ جب اس قسم کا خلیفہ جو بہمہ وجوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تشبہ رکھتا ہو مسند خلافت پر بیٹھے اور لطف الٰہی زمام اختیار اُس کے ہاتھ میں دے تو اُس وقت رحمتِ حق عالم پر تمام ہوتی ہے

شعر: حکمت محض است اگر لطف جہاں آفریں خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ:۔ صرف حکمت خداوندی ہے کہ وہ اپنی مہربانی سے تمام عالم کے نفع کے لیے اپنے کسی خاص بندہ کو مقرر کریں۔

نبوت اور خلافت نبوت صرف تہذیب نفوس خاصہ سے ہی عبارت نہیں بلکہ وہ ایک برکت عامہ ہے تمام عالم کے لیے جو تہذیب نفوس کے ضمن میں خاص لوگوں کے دلوں سے جوش مارتی ہے۔ اور باب تکوین سے ہے نہ مطلق باب تشریع سے۔ اور یا نبوت و خلافت بمنزلہ ہوائے معتدل ہے جو روحانی و جسمانی مریضوں کو شفا بخشتی ہے۔ اور یا باران رحمت ہے کہ قحط زدوں کے قحط کا ازالہ کرتی ہے۔

نکتہ ششم

"مدعیان خلافت کے درمیان مستعدان خلافت خاصہ کی شناخت کا طریق"!

جس طرح مدعیان نبوت میں سے نبی برحق کا پہچاننا دشوار و مشکل ہے، مگر جس پر اللہ تعالیٰ نے آسان کیا۔ اسی طرح مستعد خلافت کو پہچاننا دشوار و مشکل ہے۔ مگر اس حیرت وظلمت سے بچنے کے وجوہات دو ہیں۔ ایک وجہ سابق اور ایک وجہ لاحق۔ نبی برحق کی نبوت کو بھی انہیں دو وجہوں سے پہچانا گیا ہے وجہ سابق از نبوت یہ ہے کہ نبی سابق نبی متاخر کی بشارت نبوت سناتا رہا ہے جو اُس کی اُمت میں شائع ہوئی۔ اسی بناء پر اللہ تعالےٰ نے اہل کتاب پر حجت قائم کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔ "مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد" ترجمہ:۔ "اور خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو آئے گا میرے بعد اس کا نام ہے احمد" (سورۃ الصف پارہ ۲۸)۔ "اولم یکن لھم اٰیۃ ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل"۔ (سورت شعراء۔ پارہ ۱۹) ترجمہ: "کیا ان کے واسطے نشانی نہیں یہ بات کہ اس کی خبر رکھتے ہیں پڑھے لوگ بنی اسرائیل کے"۔

اسرار تکوین سے یہ ایک سر ہے کہ جب آئندہ زمانہ میں کوئی نبی و رسول صاحبِ شوکت وعظمت مبعوث کیا جاتا تو پہلے سے اُس کی بشارت کلام الٰہی میں دی جاتی..... اور وجہ لاحق یہ ہے کہ پیغمبر آخر کی شریعت پیغمبر سابق کی شریعت کی تصدیق کرتی ہو اور معجزات باہرہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوتے اور حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ تاکہ ہلاک ہونے والے ہلاک نہ ہوں۔ مگر حجت پوری ہونے کے بعد۔ اسی طرح خلافت خلفاء میں جو حیرت واقع ہے اس سے بھی انہیں دو وجہوں سے خلاصی ہوتی ہے۔ وجہ سابق سے اس طرح کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شخص کے بارے میں پہلے سے متعدد طریقوں سے خبر دی ہو کہ وہ جنتی ہے اور فرمایا ہو کہ وہ صدیقین اور شہداء وصالحین سے ہے۔ اور نیز قولاً و فعلاً آپ نے اُس کی خلافت کے استحقاق کو بھی بیان فرمایا ہو

جب نوبت یہاں تک پہنچے حجۃ اللہ قائم اور خلافت متعین اور تکلیف شرعی لوگوں پر ہو جاتی ہے بعد ازاں بعثت وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ ایک جماعت کو ملہم کیا جائے کہ وہ خلیفہ کے لئے بالفعل خلافت منعقد کریں اور نیز بامداد خلیفہ کے دست تصرف کو بھی دراز کریں۔ "لیھلك من ھلك عن بینۃٍ ویحیٰی من حیَّ عن بینۃٍ"۔ ترجمہ تاکہ مرے جس کو مرنا ہے قیام حجۃ کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیام حجت کے بعد (سورۃ انفال، پارہ ۱۰) اور وہ جو حق۔ بخلافت یہ ہے کہ خلیفہ کی ذات میں اوصاف خلافت خاصہ موجود ہوں۔ اور آثار خلافت صبح کی سفیدی کی مانند نمایاں ہوں۔ جیسے کوئی طبیب دعویٰ کرے کہ میں طب میں مہارت تامہ رکھتا ہوں تو اب بمجرد دعوٰی کرنے کے اس کی طبابت لوگوں پر مخفی رہنی ممکن ہے مگر جب چند مریضوں کا علاج اس سے کرایا جائے اور وہ تشخیص مرض کر کے اس کے اسباب و علامات بتائے اور راست بتائے اور پھر ہر مریض کے لئے وہ جو نسخہ تجویز کرے اس کے استعمال سے یہ مریض شفایاب بھی ہوں اور اسی طرح ایک عالم اس کے معالجہ سے شفایاب ہوا ہو تو اب اس کی طبابت نصف نہار کے سورج کا مصداق واضح و روشن ہو گی اگر ناظرین معانی خلافت خاصہ میں جو شروع کتاب میں بیان کئے گئے ہیں تامل کریں گے اور فصل ہفتم کے مقصد اول و دوم کو بغور پڑھیں گے۔ جس میں خلافت خاصہ کے دلائل جو حضرت شارع سے ثابت ہیں ذکر کئے گئے ہیں تو انہیں واضح ہو جائے گا کہ خلیفہ خاص وہی شخص ہو سکتا ہے۔ جو مبشر بالجنۃ ہو اور جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معاملہ منتظر الامارت فرماتے ہوں۔

نکتہ ہفتم

مسئلہ خلافت خاصہ کے فروع ولواحق کا بیان!

فرع اول خلافت خاصہ کے متعلق جو کچھ مراتب ہم نے بیان کئے اشبہ انواع ولایت بہ نبوت سے تھے جس کے علاوہ بھی اور بہت سے مراتب ولایت ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کو عنایت فرمائے ہیں مگر چونکہ خلافت کا تعلق عام مراتب ولایت سے نہیں جن کا شریعت نے بیان نہیں فرمایا ہے اس لئے ہم نے اس سے بحث بھی نہیں کی لہذا اگر ہم نے ولایت کے خاص اور اعلیٰ مرتبہ کا چند اشخاص میں حصر کیا ہے تو ناظرین کتاب غلطی سے اوروں کی ولایت کا انکار نہ کریں اسی طرح اگر ہم نے معاملہ خلافت میں ایک کو افضل اور دوسرے کو مفضول کیا ہے تو ہماری مراد خاص اس مرتبہ کے لحاظ سے ہے نہ تمام مراتب کے اعتبار سے اسرار الٰہیہ بکثرت ہیں مگر ہمارا مقصود صرف انہیں کا بیان کرنا ہے جو شرائع الٰہیہ سے تعلق رکھتے ہیں

فرع ثانی جہاں جہاں ہم نے خلافت کاملہ کا ذکر کیا ہے اس سے مراد خلافت خاصہ ہے نیز جاننا چاہئے کہ جس طرح افراد نوعیہ بلحاظ مواد مختلف ہوتے ہیں اسی طرح یہ امر ضروری نہیں کہ خلفا لوازم وخواص خلافت میں متساوی الاقدام ہوں بلکہ ممکن ہے کہ ایک شخص باعتبار ایک وصف کے اقوی واقدم ہو اور دوسرا شخص بلحاظ کسی اور وصف کے ادنیٰ واثبت ہو پس جس طرح جمع انبیاء علیہم السلام اصل نبوت اور اصول لوازم نبوت میں مشترک و موافق تھے۔ اور بعض بعض اوصاف میں بلحاظ کمی زیادتی کے تفاوت رکھتے تھے اسی طرح بعض خلفاء سوابق اسلامیہ زیادہ رکھتے تھے اور بعض سلیقۂ بادشاہت زیادہ رکھتے تھے لیکن اصول لوازم

خلافت میں سب متفق تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت عمرؓ فاروق کو مستعدان خلافت میں کچھ کلام تھا بلحاظ بعض اوصاف جبلیہ کے جو سیاست ملکیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

فرع ثالث اگر جماعت کاملین مومنین اصل لوازم خلافت خاصہ میں مساوی ہوں مگر بلحاظ کمی یا زیادتی بعض بعض اوصاف میں متفاوت ہوں تو ہمارے پیغمبر کی خلافت خاصہ کے لائق وہ شخص ہے جو اوصاف متعلقہ سلطنت میں نسبتہً اس شخص سے پیش قدم ہو جو نسبتہً اوصاف حبریت وزہد میں سبقت لے گیا ہے۔ اور ایسا خلیفہ دو وجہ کے ساتھ ہے اول یہ کہ بادشاہ صاحب شوکت اپنی شوکت وحشمت کے ذریعہ احبار وزہاد کو ان کے منصب پر محفوظ رکھ کر امور متعلقہ حبریت وزہد حاصل کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ان کو جو امور متعلقہ سلطنت میں نسبتہً سبقت رکھتے ہیں مسند خلافت پر بٹھانے سے اہل عالم کو بہت سے فوائد پہنچ سکتے ہیں، بشرطیکہ بمناسبت ملکات جبلیہ وکسبیہ رموز سلطنت سے آگاہ وواقف ہو۔ ؎

کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

بخلاف احبار وزہاد کے کہ وہ ملوک واعوان ملوک میں کچھ تغیر وتبدل نہیں کر سکتے دوم یہ کہ جب ہم اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف ظاہر ہیں جو ہمدوش نبوت تھے غور کرتے ہیں تو خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریت وزہد سے ظاہر تر پاتے ہیں لہذا ظاہر واقوٰی کی رعایت اعلیٰ واحق ہے۔ سوم یہ کہ اکثر اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ملکۂ سیاست ملکیہ کی رعایت فرماتے تھے۔ چنانچہ باوجود مہاجرین کے موجود ہونے کے عتاب بن اسید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاکم مکہ بنانا اسی رعایت پر مبنی تھا۔ جب یہ سات نکتے بیان کیے جا چکے تو اب جاننا چاہیے کہ مفہوم خلافت خاصہ کو جس نہج پر ہم نے بیان کیا ایک شریف علم ہے۔ نور توفیق الٰہی نے اس فقیر کے دل میں القا کیا۔ "یستعظمہ من یعرفہ وینکرہ من لا یعرفہ وذالک من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون"۔

فصل ہفتم کا مقصد دوم

ان دلائل عقلیہ متعلق خلافت کے بیان میں جو باستقراء اقوال وافعال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان مقدمات مسلمہ عند المسلمین سے ماخوذ ہیں جن کا نقیض مستلزم محال شرعی ہے مثلاً وعدہ الٰہی کے خلاف لازم آنا، عصمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں قادح پیدا ہونا یا اُمت مرحومہ کا ضلالت پر مجتمع ہونا ان دلائل عقلیہ کا انحصار دو مقدموں پر ہے۔ پہلا مقدمہ یہ ہے کہ بدلالت عقل ہم بالیقین جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت کے لیے کسی کو اپنا خلیفہ ضروری بنایا ہی اور جمیع امور خلافت میں اسکی اطاعت واجب ولازم کر دی ہے۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ ہم بدلائل عقلیہ یہ بھی یقیناً جانتے ہیں کہ وہ خلیفہ حضرت صدیقؓ اور حضرت صدیقؓ کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ تھے

اور قبل ازیں کہ ہم اس پر دلیل بیان کریں ایک نکتہ کا جاننا ضروری ہے۔

نکتہ

جاننا چاہیے کہ تعیین خلیفہ سے جس کی خلافت کو ہم واجب و لازم کہہ رہے ہیں ہماری مراد یہ نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا ہو کہ فلاں شخص سے بیعت کریں اور یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صورت متعارفہ استخلاف کے مطابق کوئی فعل عمل میں لائے ہوں جیسا کہ تخت پر بٹھانا چتر شاہی سر پر رکھنا بلکہ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ یہ ایک حکم شرعی ہے جس پر امت مکلف ہوئی۔ خواہ بہ نص قرآن خواہ بہ نص حدیث خواہ بہ تصریح خواہ بہ کنایہ اور خواہ باجماع و قیاس جلی اس نکتہ کے سمجھنے کے بعد ایک فتنہ عظیم فرد ہو سکتا ہے وہ یہ کہ ایک گروہ اہل سنت کہتا ہے کہ خلافت خلفائے راشدین بہ نص ثابت ہے چنانچہ کئی حدیثیں وہ اس باب میں نقل کرتے ہیں اور اکثر متکلمین و محدثین کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا جو اقوال انہوں نے اس کے متعلق نقل کئے ہیں جب ہم ان وجوہات پر نظر انصاف ڈالتے ہیں تو ہمیں ثابت ہوتا ہے کہ وہ ہیئت خاصہ پر محمول ہیں جو لوقت عقد و کا ظہور میں آیا کرتی ہے۔ "قال محمد بن اسحٰق حدثنی محمد بن ابراهیم عن القاسم بن محمد ان رسول الله صلے الله علیه وسلم قال حین سمع تکبیر عمرؓ فی الصلوٰة این ابوبکرؓ یابی الله ذالك و المسلمون" (الحدیث) جیسا کہ محمد بن اسحاق کی اس روایت سے ظاہر ہے۔ محمد بن اسحاق محمد بن ابراہیم سے وہ قاسم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو تکبیر تحریمہ کہتے ہوئے سنا تو فرمایا ابوبکر کہاں ہیں۔ اللہ کو اور مسلمانوں کو یہ یعنی عمرؓ فاروق کا امامت نماز کرنا منظور نہیں۔ پس اگر حضرت عمرؓ فاروق بوقت وفات ایک فقرہ نہ کہہ جاتے تو مسلمانوں کو اس میں کبھی شک نہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیقؓ کو خلیفہ بنا گئے اور وہ فقرہ یہ ہے۔ "ان استخلف فقد استخلف من هو خیر منی وان اترکهم فقد ترکهم من هو خیر منی"۔ کہ اگر میں کسی کو خلیفہ بنا جاؤں تو مجھ سے جو بہتر تھے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ انہوں نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہیں بنایا" حضرت عمر فاروقؓ کے اس فقرہ سے لوگ جاننے لگے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے بعد کسی کو خلیفہ نہیں بنایا۔ نص جلی سے بھی ہماری یہ مراد نہیں کہ صریح آیت یا صریح حدیث اس باب میں نازل ہوئی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ اکثر احادیث و آیات قدر مشترک استخلاف پر دلالت رکھتی ہیں جو آپس میں متحد المعنی ہیں۔ بعض میں خلفائے راشدین کا ذکر بطریق رمز و کنایہ کیا گیا ہے۔ اور خلافت کی تصریح کی گئی ہے جیسے کہ آیت کریمہ:۔ "وعد الله الذین امنو منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنهم۔ الآیۃ (سورۃ نور۔ پارہ ۱۸) بعض میں خلفائے راشدین کے نام کی تعیین کی گئی ہے اور خلافت کو بطریق کنایہ بتایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا "اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ" میرے بعد آنے والوں کی یعنی ابوبکرؓ و عمرؓ کی پیروی اختیار کرو۔ اور بعض میں دونوں کو بطریق رمز و ابہام بیان کیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ:۔ "الذین ان مکنهم فی الارض اقاموا الصلوٰة، الآیۃ۔ (سورۃ حج۔ پارہ ۱۷) اور بعض میں لوازم خلافت کے نام کے ساتھ تصریح کی گئی ہے۔ غرض جب ہم ان تمام آیات کو جمع کرتے ہیں تو مقصود

قطعی الدلالت ہوتا ہے اور حجت و تکلیف شرعی قائم ہوجاتی ہے اس نکتہ کے سمجھنے سے ایک اور نزاع بھی دفع ہوسکتا ہے۔ وہ یہ کہ ایک گروہ کہتا ہے کہ خلافت خلفاء راشدین بہ نص ثابت ہے مگر بہ نص خفی، اور ایک گروہ کہتا ہے کہ بہ نص جلی ثابت ہے۔ لیکن جب ہم انصاف کی نظر ڈالتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اگر ایک حدیث یا ایک دلیل درمیان سے ہٹادیں جو خود بھی جلی نہیں ہے تو جو کچھ کہ ہمیں بحیثیت مجموعی شارع سے پہنچا ہے وہ جلی و قاطع الدلالت ہے۔ فن استدلال میں مہارت رکھنے والے جانتے ہیں کہ جمعہ و عیدین وغیرہ اکثر مسائل جو مسلمانوں کے درمیان مسلم ہیں اسی طریق کے ہیں۔ جو ہم نے بیان کیا۔ جب ہم یہ نکتہ بیان کرچکے تو اصل سخن کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (خلافت خلفائے راشدین کی پہلی دلیل) بطریق استقراء، وہ احادیث ہیں جو ابواب فتن میں مذکور ہیں۔ جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعات آئندہ کو اس نہج سے بیان فرمایا ہے کہ وہ بصراحت دلالت کرتی ہیں۔ کہ باعث رضائے الٰہی کیا تھا اور باعث عدم رضائے الٰہی کیا۔ آپؐ نے ہر ایک چیز کو تفصیل سے بیان کیا۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہوگیا تو ہم یقین رکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے خلیفۂ اول، دوم وسوم، اور وہ واقعات جو اُن کے زمانہ میں پیش آئے مثلاً فارس و رُوم فتح ہوئے اور ان کی دولتیں درہم برہم ہوئیں، نیز خلفاء ثلاثہ کے بعد اُمت میں اختلاف پیدا ہوا یہ سب کچھ متعین فرمایا تو پھر کیا کوئی عقلمند یہ تجویز کرسکتا ہے کہ اور دیگر جزوی امور کو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور ان اہم امور کو بیان نہ فرمایا۔ سبحانک ھٰذا بہتانٌ عظیم۔ اس مبحث میں اگر جولانی قلم بلندی پر جانے پر تنبیہ بھی دکھلائے تو کیا ضروری ہے کہ عنان کو باز رکھا جائے۔

جاننا چاہیے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیینؐ ہیں۔ اور آپؐ کے بعد پیغمبری کا وصف باقی نہیں۔ لہٰذا حکمت الٰہیہ نے تقاضہ کیا کہ آپؐ کے بعد جو واقعات قیامت تک پیش آنے والے تھے وہ آپؐ کی زبان مبارک پر جاری ہوں اور آپؐ خدا کی رضامندی اور ناراضگی دونوں کو ظاہر کردیں تاکہ خدا کی نعمت پوری اور اتمام حجت ہوجائے۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان واقعات کو بوضاحت بیان فرمادیا جس سے اُن کے متعلق رضاء و عدم رضاء الٰہی کا اچھی طرح انکشاف ہوگیا۔ ان تمام واقعات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان فرمایا جس طرح کوئی انہیں بچشم خود دیکھتا ہے۔ یکے بعد دیگرے علیحدہ علیحدہ تمام واقعات کو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا حتیٰ کہ اجمال و تفصیل ان کا بیان کیا گیا۔ اب اگر ان میں کسی قسم کی خفا و پوشیدگی واقع ہوئی ہے تو صرف نسیان رواۃ یا واقعات کی بعض خاص خاص صورتوں میں صعوبت تطبیق واقع ہونے کی وجہ سے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعات آئندہ کو اجمالاً بیان فرمانا حدیث حذیفہ سے ظاہر ہے۔

حدیث حذیفہ:۔ قال قام فینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقاماً ما ترک شیئاً یکون فی مقامہ ذلک الی قیام الساعۃ الاحدث بہ حفظہ من حفظہ ونسیہ من نسیہ قد علمہ اصحابی ھؤلاء وانہ لیکون منہ الشئی قد۔۔۔

کما یذکر الرجل وجه الرجل اذا غاب عنه ثم اذا راٰہ عرفہ بہ ۔متفق علیہ۔ حضرت حذیفہؓ بیان فرماتے
ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان کھڑے ہوئے اور جو کچھ واقعات کہ قیامت تک
ہونے والے تھے بیان فرمائے جس نے ان واقعات کو یاد رکھا اسے یاد رہے اور جو بھول گیا سو بھول گیا
میرے اصحاب بھی ان واقعات کو جانتے ہیں۔ بعض باتیں ہیں بھی بھول گیا ہوں مگر یہ بھولنا اسی قسم کا ہے
کہ ایک شخص کسی کو بھول جاتا ہے مگر جب اس کا چہرہ دیکھتا ہے تو اسے یاد آجاتا ہے اور پہچان لیتا ہے۔
بخاری و مسلم اس کے راوی ہیں۔

اور تفصیلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان واقعات کو بیان فرمانا اس طرح ہے کہ مثلاً خلافت
حضرت صدیق کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی حدیثوں میں بیان فرمایا ہے۔ ازاں جملہ وہ حدیث ہے
جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے فرمایا کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر کے پاس آنا
یہ حدیث خلافت حضرت صدیق پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ
وحی فرمایا تھا اور پھر اس پر آپ نے اظہار عدم رضا نہیں کیا پھر اب اگر کوئی اصولی ہم سے تعرض کرے تو ہم کہیں
عن الحسن ان عمرؓ اتی بسواری کسری فالبسهما سراقة بن مالك فبلغا منكبيه فقال الحمد لله سوار
کسری بن هرمز فی یدای سراقة بن مالك اعرابی من بنی مدلج بیہقی نے بیہقی نے حضرت حسن کی روایت سے کیا ہے۔ کہ
حضرت عمرؓ فاروق کے پاس کسرٰے کے ہاتھ کے کنگن لائے گئے وہ آپ نے سراقہ بن مالک کو پہنا دئیے جو
ان کے مونڈھوں تک پہنچے پھر پہنا کر حضرت عمرؓ فاروق نے فرمایا۔ الحمد للہ کسرٰے بن ہرمز کے ہاتھ کے کنگن
سراقہ بن مالک کے ہاتھ میں ہیں۔ جو قبیلہ مدلج کے ایک دیہاتی شخص ہیں۔ حضرت امام شافعی فرماتے ہیں
کہ حضرت عمر فاروق نے سراقہ بن مالک کو یہ کنگن اس لئے پہنائے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے سراقہ بن مالک سے فرمایا تھا کہ سراقہ میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا تم ہاتھ میں کسرٰے بن ہرمز کے کنگن
پہنے ہو سر پہ اس کا تاج رکھے ہو اور کمر سے اس کی پیٹی باندھے ہوئے ہو یہ کنگن سونے کے تھے اور یہ تو
معلوم ہے۔ کہ مردوں کو سونا پہننا حرام ہے اس لئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو رئیس الاصولیین
تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے کو بوجہ عدم انکار اس واقعہ کو عمومی قاعدے سے مخصوص قرار دیا ہے
اسی طرح حضرت جابر کا واقعہ ہے کہ جو امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ حضرت جابر نے اپنی زوجہ سے
کہا کہ اب تم اپنے بچھونے بچھا رکھو پس حضرت جابر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خبر دینے اور آپ
کے انکار نہ فرمانے سے اس پر استدلال کیا پس ان اصولیوں کو استدلال صحابہ یاد رہتا ہے اور نہ اپنے امام
کا۔ سب ہی واللہ علم اور یہ بیان بھی ہمارا بر سبیل تبرع تھا ورنہ حدیث اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر
و عمرؓ میں اقتدائے شیخین کا صریح حکم ہے اور اس قسم کے نظائر بکثرت ہیں چونکہ حضرت صدیقؓ کی خلافت
میں کوئی اختلاف ہونے والا تھا۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی خبر دے دی۔ چنانچہ فرمایا
یابی اللہ والمسلمون الا ابی بکرؓ۔ کہ اللہ اور مسلمان ابوبکرؓ کے سوا اور کسی کو نہیں چاہتے کہ خلیفہ ہو اللہ تعالیٰ
آیت کریمہ یا ایہا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ (سورۃ مائدہ پ۶)

ں واقعہ ارتداد عرب کو بیان فرمایا۔ اور مرتدین سے جنگ کیے جانے میں رضا و خوشنودی کا اظہار کیا اور یہ
جنگ مرتدین عرب سے حضرت صدیق رضؓ نے کی۔ مترجم) اور یہ آیت کریمہ۔ "ان علینا جمعہٗ وقرآنہٗ" (سورۃ قیامت، پارہ ۲۹)
ں قرآن مجید کے جمع کیے جانے کی خبر دی۔ "حدیث بخاری و مسلم"۔ کسریٰ کی ہلاکی کے بعد دوسرا کسریٰ نہیں اور
قیصر کی ہلاکی کے بعد دوسرا قیصر نہیں۔ (اذا ھلك كسریٰ فلا كسریٰ بعدہٗ واذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہٗ
الحدیث) میں جنگ فارس و روم کی خبر دی اور کثیر احادیث میں حضرت عمر رضؓ کی خلافت کی خبر دی مثلاً ڈول نکالنے
الی حدیث اور دیگر احادیث۔ نیز صراحۃً اقتدار کا حکم دیا اور احادیث رویا میں ترتیب خلافت کو بیان کیا گیا نیز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی خبر دی کہ حضرت عثمان غنی رضؓ فتنہ میں مبتلا کیے جائیں گے۔ پھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضؓ سے یہ بھی فرمایا کہ تم کو اللہ تعالیٰ جو قمیص پہنائے گا اُسے نہ اُتارنا۔
(اور اس سے مراد خلافت تھی۔ مترجم) نیز یہ بھی بیان فرمایا کہ حضرت عثمان غنی رضؓ اس روز حق پر ہوں گے اور ان کے
دشمن فاسق و ظالم۔ نیز خبر دی کہ قریش حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ مناقشہ کریں گے۔ اور ناکثین، مارقین،
قاسطین کے ساتھ جنگ واقع ہوگی۔ (ناکثین، بد عہد۔ مارقین، خارجی۔ قاسطین، سخت دل) جنگ جمل
کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس طرح خبر دی کہ امہات المؤمنین میں سے جب کسی ام المؤمنین رضؓ
فلاں مقام پر کتے بھونکیں تو وہ ایک مصیبت میں گرفتار ہوں گی مگر نجات پائیں گی۔ جنگ صفین کا بیان
اس طرح کیا کہ حضرت عمار بن یاسر سے آپؐ نے فرمایا کہ اے عمار تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔ اور قتال
خارج کی اس طرح خبر دی کہ اہل حق کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ جماعت مارقہ کو ہلاک کرے گا۔ حضرت علی
کرم اللہ وجہہ کے مقتول ہونے کی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور آپ کے قاتل کو اشقی الناس
(آدمیوں کا سب سے زیادہ بدبخت آدمی) فرمایا۔ اور حضرت معاویہ رضؓ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کہ
معاویہ! جب تم حاکم کیے جاؤ گے تو اس کا حق ادا کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اگر قمیصِ خلافت پہنائے تو پھر
تمہارا کیا حال ہوگا؟ ام حبیبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ میرے بھائی کو قمیصِ خلافت پہنائے گا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں! مگر اس میں بہت سے شر و فساد ہوں گے" تین مرتبہ فرمایا۔
اس سے معلوم ہو چکا تھا کہ ان کی خلافت منعقد ہوگی مگر بحسب تسلط نہ بحسب بیعت۔ اور یہ کہ ان کی سیرت
موافق سیرت شیخین ہوگی۔ اور یہ کہ ان کی خلافت امام وقت پر بغاوت کرنے کے بعد منعقد ہوگی۔ اسی وجہ سے
تین بار لفظ ہیات فرمایا (شر و فساد) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاویہ رضؓ سے یہ بھی فرمایا تھا کہ معاویہ
اگر تم خلافت کے مالک کیے جاؤ تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل کرنا۔ اور اس سے اشارہ خلافت و امارت و دولت
کی طرف تھا۔ "عن الحسن بن علی قال سمعت علیا یقول سمعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لا تذھب
الایام واللیالی حتی یملك معاویہ فذکرہ فی الخصائص للدیلمی"۔ خصائص دیلمی میں بیان کیا گیا ہے کہ
حضرت امام حسن رضؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں
کہ آپؐ فرمایا کرتے کہ شب و روز نا پید انہیں ہو سکتے قبل ازیں کہ معاویہ کے ہاتھ سلطنت نہ آئے۔
نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ معاویہ ہمیشہ مغلوب نہیں رہیں گے۔ حضرت امام حسن رضؓ کے صلح

کرنے کی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور فرمایا کہ یہ میرا فرزند سید ہے اور عنقریب اللہ
اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہ میں صلح کرائے گا۔ حضرت امام حسینؓ کے شہید ہونے کی بھی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور فرمایا کہ جبریلؑ نے آپ کو کربلا کی مٹی دکھلائی اور حدیث علیؓ
جو باب عاشورہ میں مذکور ہے :۔ "لیتوب اللہ علی قوم آخرین" کہ دوسری قوم کی اللہ تعالیٰ بخشش کرے
واقعہ حرہ کی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی اور اہل مدینہ کو آپ نے جنگ کرنے سے منع کیا۔ حضرت
ابوذر سے فرمایا: ابوذر جب مدینہ میں کشت و خون ہوگا تو تم کیا کروگے ؟ (حدیث) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے عبداللہ بن الزبیر کے خروج کرنے کی بھی خبر دی۔ اور یہ حدیث مسند حضرت عمر فاروقؓ مسند حضرت
عثمان غنیؓ اور مسند حضرت علی مرتضیٰؓ میں مذکور ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جن لفظوں میں اس واقعہ
کو بیان فرمایا وہ بتلا رہے ہیں کہ عبداللہ بن زبیر کا خروج کرنا کشت و خون اور ہتک حرمت بلا کسی نتیجہ
حرم کا باعث ہونے والا تھا۔ لہٰذا اشارتاً ناراضی کو ظاہر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خروج بنی مروان
کی بھی خبر دی اور فرمایا کہ میں نے خواب میں بنی مروان کو اپنے منبر پر کودتے ہوئے دیکھا جیسا کہ بندر کودتے
ہیں۔ حضرت امام حسنؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنی امیہ کو اپنے منبر پر کودتے
دیکھا جس سے اشارہ ان کی سلطنت سے ہے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت برا معلوم ہوا۔
اللہ تعالیٰ نے سورۃ قدر نازل فرمائی :۔ "انا انزلناہ فی لیلۃ القدر وما ادراک ما لیلۃ القدر لیلۃ القدر
خیر من الف شہر"۔ بعض علماء نے بیان کیا ہے کہ بنی امیہ کی مدت خلافت ہزار مہینہ تھی نہ کم نہ زیادہ
بہت سی احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت بنی عباسیہ کی بھی خبر دی ہے
تواریخ میں مذکور ہے کہ علی بن عبداللہ بن عباسؓ بر سر مجالس اس کا ذکر کیا کرتے تھے۔ لہٰذا بادشاہ
بنی امیہ انہیں ایذا و تکلیف دیتا اور ان کی اہانت کرتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ نے ابو مسلم خراسانی کے خروج
کرنے کی بھی خبر دی۔ فرمایا خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے جنہیں کوئی پست نہیں کر سکے گا۔
جھنڈے ایلیا میں نصب کیے جائیں گے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ ہم میں سفاح اور منصور و مہدی ہوگا۔ خصائص ابو نعیم میں بروایت حضرت علی مرتضیٰ مذکور ہے
کہ جب حضرت علی مرتضیٰؓ کو ابن ملجم نے زخمی کیا تو آپ نے اپنی وصیت میں بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھے خبر دی تھی کہ آپ کے بعد کیا کچھ اختلاف واقع ہونے والا تھا اور یہ کہ میں بد عہدوں، خارجیوں اور
سخت دل لوگوں سے لڑوں۔ مجھ پر جو کچھ واقع ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی خبر دی
نیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خبر دی کہ معاویہ اور ان کا بیٹا یزید بھی خلافت پائے گا۔ پھر بنی
مروان اس کے مالک بنیں گے اور پھر بنی عباس۔ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ کی مٹی بھی دکھلائی
جہاں حسینؓ شہید کیے جائیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لوگوں کی خبر دی ہے جو اسلام پر
خروج کرنے والے تھے۔ حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی فتنہ نہیں چھوڑا جو قیامت
تک اسلام میں ہونے والا تھا اور جس میں کہ تین سو یا تین سو سے زائد آدمی ہوں۔ مگر نام لے کر بتلا دیا جن کا

فتنہ اُٹھانے والے کا، اس کے باپ کا اور اس کے قبیلہ تک کا نام بھی بتلا دیا۔ ابوداؤد نے اس کو نقل کیا ہے۔

بیان دولت ترکیہ

ترکوں کی حکومت کی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خبر دی۔ (چنانچہ حدیث) "عن ابن مسعودؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اترکوا الترك ما ترکوکم قال اول من یسلب امتی وما خولہم اللہ بنو قنطورا عزاہ فی الخصائص الی الطبرانی وابی نعیم"۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ترک تمہیں چھوڑیں تم ترکوں کو چھوڑ دو۔ میری امت سے سب سے پہلے جو چیز اُسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے بنی قنطورا چھین لیں گے۔ خصائص میں یہ حدیث ابونعیم وطبرانی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ واقعہ ہلاکو خاں اور مستعصم کے قتل ہونے کی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی۔ ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک زمین جو بصرہ یا بصیرہ کے نام سے موسوم ہوگی۔ یہاں پر نہر دجلہ کے پاس بہت سے مسلمان آبسیں گے۔ اسی نہر پر ان کا ایک پل بھی ہوگا جس پر یہ آمد و رفت رکھیں گے۔ اخیر زمانہ میں یہاں پر بنی قنطورا آئیں گے۔ چپٹے چہرے اور چھوٹی آنکھوں والے۔ اور اس نہر کے دونوں کناروں پر پڑاؤ ڈالیں گے۔ تو اب مسلمان تین گروہ ہو جائینگے ایک گروہ اپنی اصل سے جاملے گا ایک اپنے آپ کو لڑائی کے قابل نہ سمجھے گا۔ یہ دونوں کفر کے مرتکب ہونگے اور ایک گروہ ان سے جنگ کرے گا اور فتحیاب ہوگا۔ خصائص ابی نعیم۔

بصرہ سے بغداد کی زمین مراد ہے جو نرم پتھروں والی ہے (بصرہ کے معنے نرم پتھروں والی زمین) حضرت بریدہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کو ایک قوم جس کے منہ چپٹے اور آنکھیں چھوٹی ہونگی اور جس کے چہرے گویا ڈھالوں کی طرح چوڑے ہوں گے (اس جملہ کو تین مرتبہ فرمایا) جزیرہ عرب تک تین دفعہ پس پا کرے گی۔ پہلی دفعہ جو کوئی فرار ہوگا وہی نجات پائیگا۔ اور دوسری دفعہ بعض ہلاک ہوں گے اور بعض بچ رہیں گے اور تیسری دفعہ میں اس سے صلح کرلیں گے عرض کیا یا رسولؐ اللہ وہ کون سی قوم ہے؟ فرمایا وہ ترک ہیں فرمایا واللہ یہ لوگ مسجد کے کھنبوں سے اپنے گھوڑے باندھیں گے خصائص میں یہ حدیث امام احمدؒ بن حنبل، بزاز اور حاکم کی طرف منسوب کیگئی ہے ظاہر ہے کہ پہلی دفعہ سے فتنہ سلاجقہ مراد ہے جنہوں نے خلافت عباسیہ کو مغلوب کیا حتٰے کہ بلاد ماوراء، خوارزم اور خراسان میں خلافت عباسیہ کا نام ہی نام رہ گیا اور دوسری دفعہ سے فتنہ چنگیز یہ مراد ہے جس نے خلیفہ عباسی کو قتل کیا اور بہت سے عباسی اس وقت مصر کو چلے گئے تاہم جزیرہ عرب میں ابھی انکی خلافت باقی تھی اور تیسری دفعہ سے دولت عثمانیہ کا بلاد عرب اور تیموریہ کا بلاد فارس پر غالب آنا مراد ہے۔ اب دولت قریش کا خاتمہ ہوگیا اور عرب میں بھی انکی خلافت نہ رہی۔ حضرت معاویہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ترک عرب پر غالب آئیں گے۔ یہانتک کہ وہ عرب کو شیح وقیصوم (گھاس کے نام ہیں) کی جڑوں سے ملادیں گے یہ حدیث ابویعلی کی طرف منسوب کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام مہدی اور دجال کے خروج کرنے

حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نازل ہونے اور یاجوج ماجوج کے نکلنے کی بھی خبر
دی ہے۔ اور یہ وہ بحث ہے جو خالی از طوالت نہیں جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان واقعات
و احوال اور خلفاء و ملوک اسلامیہ کی خبر دی اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کے درمیان
تفرقہ اور اختلاف واقع ہونے کا حال بھی بیان فرمایا اور یہ کہ زیادہ تر تفرقہ و اختلاف کا باعث خوارج
ہوں گے اور ایسا ہی واقع ہوا کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی سعی سے خوارج نے شکست کھائی بعد ازاں
اُن کا مذہب تین گروہ میں شایع ہوا۔ معتزلہ، اصحاب الرائے اور غالی صوفی نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ در بارۂ علی مرتضیٰ لوگ افراط و تفریط کریں گے اور یہ بہت سے مذاہب باطلہ کے شائع ہونے
کا باعث ہوگا چنانچہ امامیہ۔ زیدیہ اور اسمٰعیلیہ وغیرہ فرقوں کا پیدا ہونا اسی افراط و تفریط کا نتیجہ ہے پھر ان
فرقوں میں بھی بہت سی شعب اور شاخیں پیدا ہوگئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ائمہ اہل سنت کے
پیدا ہونے کی بھی خبر دی چنانچہ فرمایا کہ قریب ہے کہ لوگ اپنے اونٹوں کو تھکا ڈالیں گے لیکن انہیں عالم مدینہ سے
بہتر کوئی عالم نہ ملے گا۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں یہ عالم حضرت امام مالک تھے۔ حاکم اس کے راوی ہیں
حضرت ابن مسعود سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش کو برا نہ کہنا کیونکہ قریش کا
ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔ حضرت امام احمد وغیرہ نے فرمایا ہے۔ کہ وہ عالم حضرت امام شافعیؒ ہیں کہ
زمین پر جس قدر ان کا علم پھیلا صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں سے کسی قریشی عالم کا اتنا علم نہیں پھیلا یہ حدیث
بیہقی کی کتاب المعرفۃ کی جانب منسوب کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فارس میں بھی بہت سے
علمائے اسلام اور محدثین پیدا ہونے کی خبر دی چنانچہ امام بخاری مسلم ابوداؤد نسائی ابن ماجہ دارمی دارقطنی
اور بیہقی وغیرہ فارس میں پیدا ہوئے یہ سب ائمہ محدثین تھے اور فقہاء میں سے ابوالطیب شیخ ابوحامد
ابواسحٰق شیرازی، جُوینی، امام الحرمین اور حضرت امام غزالی وغیرہ فارس میں پیدا ہوئے بلکہ حضرت امام ابو
حنیفہ اور آپ کے اصحاب جو ماوراء النہر اور خراسان میں ہوئے وہ بھی اہل فارس سے تھے۔ اور بشارت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل و شامل۔

بیان مجددانِ ہر صدی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی خبر دی کہ اس امت میں ہر صدی کے شروع میں ایک
مجدد پیدا ہوا کرے گا۔ جو احیائے دین اسلام کیا کرے گا چنانچہ پہلی صدی ہجری کے شروع میں عمر بن عبدالعزیز
پیدا ہوئے جنہوں نے بادشاہی ظلم و ستم کو ختم کیا اور رسوم صالحہ کی بنیاد ڈالی۔ دوسری صدی ہجری کے شروع میں
حضرت امام شافعی پیدا ہوئے اور اصول و فروع فقہیہ کی بناء مستحکم کی تیسری صدی ہجری کے شروع میں
امام ابوالحسن اشعری پیدا ہوئے۔ جنہوں نے قواعد اہل سنت کا استحکام کیا اور اہل بدعت کے ساتھ مناظرے و
مباحثے کئے۔ چوتھی صدی ہجری کے شروع میں حاکم اور امام بیہقی پیدا ہوئے اور علم حدیث کی بنیاد مضبوط کی

ر پانچویں صدی ہجری کے شروع میں امام غزالی علیہ الرحمۃ پیدا ہوئے اور ایک نئی راہ نکالی وہ یہ کہ فقہ و
صوف اور علم کلام کو باہم مخلوط کیا جس سے ان علوم کے حقائق و معارف میں نزاع و خلاف اُٹھ گیا پھر چھٹی
صدی ہجری کے شروع میں امام نووی نے احکام علم فقہ کی اشاعت کی اور امام رازی نے علم کلام کی اسی طرح
سے اس وقت تک ہر صدی ہجری کے شروع میں ایک امام و مجدد وقت ہوتا رہا ہے بالجملہ یقین ہے کہ اگر کوئی
ریق جمیع احادیث و واقعات کو نظر انصاف سے دیکھے گا تو ضرور ان سے بعض واقعات کو متعلق رضائے
ہی اور بعض کے متعلق عدم رضائے الٰہی کا ادراک کرے گا اور ان کو محض قصہ و افسانہ سمجھے گا سخت تعجب
کی بات ہے کہ کوئی شخص حضرت عمر فاروق کے مندرجہ ذیل استدلال پر نظر ڈالے جو آپ نے آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کے اس فقرہ سے کیا تھا جو آپ نے یہودیوں کے سردار سے فرمایا تھا اور پھر نظر ڈالنے کے بعد ہی
مستقل احادیث سے تمسک کرنے اور ان سے مفہومہ امور پر استحسان اور بشاشت کے اظہار میں توقف
و تامل کرے حضرت عمر فاروق کا وہ استدلال یہ ہے جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فقرہ سے
کہ جب تم اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر بھاگنے لگو تو اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا۔ کیا تھا۔ عن ابن عمرؓ قال قام
عمرؓ خطیباً فقال ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کان عامل یہود خیبر علی اموالھم وقال نقرکم ما
اقرکم اللہ وقد رائیت اجلاءھم فلما اجمع عمر علی ذلک اتاہ احد بنی ابی الحقیق فقال یا امیر المومنین
تخرجنا وقد اقرنا محمد وعاملنا علی الاموال فقال عمر اظننت انی نسیت قول رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کیف بك اذا اخرجت من خیبر وتعد وبك قلوصك لیلۃً بعد لیلۃ فقال کانت ھذہ ھزیلۃ
من ابی القاسم فقال کذبت یا عدو اللہ فاجلاھم عمر واعطاھم قیمۃ ما کان لھم من الثمر مالا و
ابلا وعروضاً من اقتاب وحبال وغیر ذلك (رواہ البخاری) ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ
نے ایک دفعہ کھڑے ہو کر بیان کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر سے ان کے جان و مال کی
حفاظت کا معاہدہ کیا تھا۔ اور فرما دیا تھا کہ جب تک اللہ چاہے تب تک ہمارے تمہارے درمیان معاہدہ ہے
مگر اب میں انہیں جلاوطن کرنا مناسب سمجھتا ہوں جب حضرت عمر فاروق نے اس پر سب کا اتفاق کرا لیا تو
ایک یہودی آیا اور کہنے لگا امیر المومنین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے معاہدہ کیا تھا اور ہمیں رہنے کی اجازت
دی تھی اور آپ ہمیں جلاوطن کرتے ہیں حضرت عمر فاروق نے فرمایا اے دشمن خدا کیا تو خیال کرتا ہے کہ ہم
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ فقرہ بھول گئے ہیں جو بوقت معاہدہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جب تم یہاں سے نکالے
جاؤ اور اپنے اونٹوں پہ سوار ہو کر بھاگنے لگو تو اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا" یہ شخص کہنے لگا کہ یہ تو آپؐ نے
بطورِ مذاق کہا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ اے دشمن خدا تو غلط کہتا ہے۔ غرض حضرت عمر فاروقؓ نے
انہیں ان کی تمام جائدادوں کی قیمتیں دے کر انہیں جلاوطن کر دیا۔" بخاری شریف"

دوسری دلیل

جس شخص نے کتب حدیث میں فضائل و مناقب صحابہ کرامؓ کو پڑھا ہے اور فن معرفت الصحابہ کا تتبع کیا ہے

وہ اچھی طرح جان سکتا ہے کہ تمام صحابہ کرام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نشست و برخاست رکھتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی تربیت و نفس رانی فرماتے تھے اور ہر ایک کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ کلمات فرماتے تھے جو تمام عمر ان کے لیے مراۃ و آئینہ کا حکم رکھتے تھے۔ اس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قدر الفاظ ہیں کہ ان کا حصر نہیں ہو سکتا تو اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ سعادت میں جن لوگوں کا صحابۂ کبار میں شمار تھا اور جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بار خلافت کو برداشت کرنا تھا اُن کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تربیت اور نفس رانی نہیں فرمائی اور اُن کے حق میں وہ کلمات نہیں فرمائے جو تمام عمر اُن کے لیے مراۃ و آئینہ کا حکم رکھتے ہوں خلفائے راشدین کی خلافت دو حال سے خالی نہیں۔ خیر تھی یا شر۔ اگر خیر تھی تو بہترین خیر تھی اور "من سنّ سنّۃً حسنۃً فی الاسلام کان لہ اجرھا و اجر من عمل بھا" کے مصداق تھی۔ لہٰذا تمام مجاھدین و ساعیان خیر کا اجر و ثواب انہیں حاصل ہوا۔ اور اگر ان کی خلافت شر تھی تو بدترین شر ہو گی۔ کیونکہ دین محمدی کو انہوں نے درہم برہم کیا اور امام معصوم کو مغلوب کیا۔ بہر تقدیر اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امور جزئیہ کو تو بیان فرمایا اور جو امور کہ عظیم مہتم بالشان تھے انہیں ترک کیا۔ اگر خلفائے راشدین کی خلافت خیر تھی تو لطف الٰہی اور رأفت پیغمبری کا اقتضاء یہی تھا کہ اس خیر محض سے امت مرحومہ کو خبر دی جاتی۔ اور اگر شر محض تھی تو بھی لطف ایزدی اور رأفت رسالت پناہی کا اقتضاء یہی تھا کہ اس شر سے امت مرحومہ کو خبر دی جاتی تاکہ حجت اللہ لوگوں پر قائم ہوتی۔ اور وہ جان لیتے کہ فلاں فلاں اشخاص مستحق خلافت نہیں بلکہ مستحق خلافت غیر ہیں۔ الغرض استقراء سیرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متعلق احوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دلالت کرتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کی خلافت کو بیان فرمایا ہے اور بہ اتم وجوہ بیان فرمایا ہے اور اس امر کو ہم کسی قدر اور تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترجمان غیب تھے لہٰذا آپ نے فرداً فرداً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل بیان فرمائے اور ہر ایک کا عند اللہ و عند الناس جو کچھ مرتبہ و فضیلت تھی اس کا اظہار کیا۔ چنانچہ ابی بن کعب کو آپ نے سید القراء فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم کیا ہے کہ میں تمہیں سورت لم یکن تعلیم کروں۔ ابی ابن کعب نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لے کر فرمایا ہے؟ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! ابی ابن کعب (بوجہ خوشی کے) آب دیدہ ہوئے۔ سورت لم یکن کی تخصیص میں ستر یہ تھا کہ اس سورت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور قرآن پاک کی تعریف و عظمت مذکور ہے اور اہل کتاب پر اس میں الزام و حجت قائم کی گئی ہے۔ "رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ" (پارہ ۳۰) اور حضرت ابی بن کعب کی تخصیص میں یہ راز تھا کہ سلسلۂ قرات قائم ہو اور بواسطہ ان کے اُمت تعلیم قرات حاصل کرے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی شان میں جناب پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو کچھ تمہیں ابن ام عبد سکھائیں، سیکھو۔ اور جو کہیں اس پر عمل کرو۔ اسی لیے سلسلۂ فقہ و قرات قائم ہوا۔ اور حضرت خالد بن ولید کو سیف اللہ فرمایا۔ اس لیے کہ اُن کے ہاتھوں بہت سی فتوحات اسلامیہ ہونے کو تھیں۔ اور حضرت سعد کے

ت میں فرمایا کہ تم زندہ رہو گے یہاں تک کہ ایک قوم تم سے فائدہ اٹھائے گی اور ایک نقصان پائے گی اس نے
کہ ان کے ذریعہ عراق فتح ہونا تھا۔ اور ابو عبیدہ کو امین امت فرمایا اس لئے کہ حکومت عراق ان کے ہاتھ پر قائم
ونی تھی عمرو بن العاص کے حق میں فرمایا کہ بہتر مال نیکبخت کا ہوتا ہے اس لئے کہ امارت مصر انہیں ملنی تھی حضرت
معاویہؓ کی شان میں فرمایا اگر تم کو لوگوں کا والی بنایا جائے تو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اس لئے کہ اخیر
میں ان کو والی و حاکم بننا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ کی شان میں فرمایا "اللّٰھم علمہ الکتاب" اس لئے کہ قرآن مجید
کی تفسیر ان کے ذریعہ شایع ہونی تھی۔ حضرت انسؓ کے حق میں فرمایا:- "اللّٰھم اکثر مالہٗ و ولدہٗ"۔ اور
ایسا ہی ظہور میں آیا۔ حضرت ابوذرؓ کے حق میں فرمایا کہ وہ زہد میں حضرت عیسیٰؑ کے شبیہ تھے چنانچہ وہ
اس صفت میں کامل تھے۔ حضرت ابوھریرہؓ کے دامن کو علم سے بہرہ ور کیا اس لیے کہ ان میں آپ نے
کثرت روایت حدیث کو مشاہدہ کیا تھا اور شیخین کے حق میں فرمایا:- "اقتدوا بالذین من بعدی
ابی بکرؓ و عمرؓ" اس لیے کہ خلافت اُن کے لیے مقدر تھی۔

تیسری دلیل

جس شخص نے فن مغازی کا تتبع کیا ہے وہ جان سکتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوات
میں تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ میں کسی کو حاکم کر جاتے اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مدینہ طیبہ میں بغیر کسی کو اپنی جگہ مقرر کیے ہوئے غزوات میں تشریف لے گئے ہوں۔ تو اب کیسے ممکن ہے کہ جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کے لیے رحلت فرما ہوئے اور ایک طویل سفر پر پہنچے تو اپنی سیرت مستمرہ کے
مطابق اپنا کوئی جانشین نہیں بنا کر گئے۔ اگر تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رأفت اور اصلاح عالم پر جو حضور
سرور دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے مقصود تھی غور کرو تو یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے
بعید و ناممکن معلوم ہو گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سعی دتبلیغ اور تربیت و اصلاح خلق اللہ کو یوں ہی
پریشان چھوڑ جاتے اور جمع کلمہ کے لیے امت کا کوئی انتظام نہ فرماتے حتیٰ کہ غزوات سے واپس آنے کے
بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت عالیہ تو یہ تھی کہ آپ خود ہی حکام و قضاۃ مقرر فرماتے اور ہر ایک
کو وہی کام تفویض کرتے جس کا وہ اہل ہوتا۔ ان واقعات پر نظر ڈالنے سے یہی واضح ہوتا ہے کہ حضور
رحمۃ اللعالمین بغیر خلیفہ نصب کیے اس جہان سے سفر عدم نہیں فرما سکتے تھے۔

چوتھی دلیل

اگر شریعت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا "جو دفع مفاسد اور اصلاح عالم کے لیے ہمیں عطا کی
گئی ہے"، تم بچشم عبرت تتبع کرو تو اس میں کوئی شک نہیں کرو گے کہ جو مقربات انسان کو حیوانیت کی پستی سے
نکال کر اوج ملکیت تک پہنچا سکتے ہیں، وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں۔ پھر سا ہی
آداب معیشت و مکاسب، معاملات، تدبیر منازل، سیاست مدن کو بتشریح بیان کیا ہے ہر ایک امر لاحق کی تحریص دلائی ہے۔

اور ہر ایک نازیبا امر کی ممانعت کی ہے تو کیا ایسے حکیم و دانا اور مشفق و مہربان کی نسبت عقل تجویز کرتی ہے کہ اس نے امت کو مہلکہ میں ڈال دیا اور اس کی خلاصی کی کوئی تدبیر نہیں کی حالانکہ صورت حال یہ تھی کہ غزوہ تبوک کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں کو ڈرا کر ان کی قوت غضبیہ کو مشتعل کیا ہوا تھا اور ہر کسریٰ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نامہ لکھا ہوا تھا جس سے اس کی آتش غیرت مشتعل ہو رہی تھی خود عرب میں مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ نبی بنے ہوئے تھے اور ضعفائے اسلام ان کے کفریات کو ترویج دینا چاہتے تھے قرآن مجید ابھی جمع نہیں کیا گیا تھا بلکہ سورت سورت اور آیت آیت متفرق تھی پھر ایسی حالت میں بدون تدبیر و اصلاح اور بدون خلیفہ نصب کئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے کیوں کر جا سکتے تھے اب یہاں پر ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اگر کوئی یہ کہے کہ بہت سے احکام ایسے بھی ہیں جو شریعت میں بیان نہیں کئے گئے اور یہ وہ احکام ہیں جو قیاس مجتہدین پر چھوڑے گئے ہیں ممکن ہے کہ مسئلہ خلافت بھی انہیں مسائل میں سے ہو جو قیاس مجتہدین پر چھوڑے گئے ہیں تو ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں۔

الجواب

ہم جواب دیتے ہیں کہ جو واقعات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں واقع ہوئے اور یا عنقریب واقع ہونے والے تھے۔ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی خبر ہوئی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اصلاح فرمائی ہے اگر وہ واقعات خیر تھے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن پر تحریص دلائی ہے اور یا کم از کم سکوت فرمایا ہے۔ اور اگر وہ واقعات شر تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے منع فرمایا ہے ورنہ سکوت معصیت پر لازم آئے گا جس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وقوع میں آنا محال و منافی عصمت ہے غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک امر و واقعہ قریب الوقوع کو بیان فرما دیا ہے اور جو امور بعید و نادر الوقوع تھے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعرض نہیں فرمایا تاکہ شکوک و شبہات اور اختلافات کا باب مفتوح نہ ہو اور یہ عین رحمت الٰہی تھی کہ اس قسم کے واقعات کو قیاس مجتہدین پر چھوڑ دیا گیا اور یہ تو ہر ایک عاقل جان سکتا ہے کہ مسئلہ خلافت بعید الوقوع نہیں بلکہ قریب الوقوع ہے جو ہر وقت و ہر زمانہ میں پیش آتا رہتا ہے لہٰذا ان احکام میں جو قیاس مجتہدین پر چھوڑ دئے گئے ہیں اور مسئلہ خلافت میں بین فرق ہے پھر دوسری بات یہ ہے کہ وہ امور جو قیاس مجتہدین سے تعلق رکھتے تھے۔ وہ صرف عقلی تھے۔ تعبدی نہ تھے۔ اور ایسے خلیفہ کا مقرر کرنا کہ وہ مستقبل میں شریعت کے اندر تغیر و تبدل نہ کرے اور اس کی تمام تر کوششیں دین و شریعت کے لئے مفید ہیں۔ ایک امر شرعی اور وہبی تھا جو غیب سے خبر دیئے جانے پر موقوف تھا جس کے اندر عقل کو دخل دینے کی گنجائش نہ تھی۔

پانچویں دلیل

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام ادیان پر غلبہ کو متضمن تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ الکافرون

ترجمہ:۔ "اُسی نے بھیجا اپنے رسولؐ کو ھدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اس کو غلبہ دے ہر دین پر اور پڑے بُرا مانیں مُشرک"۔ (سورت توبہ، پارہ ۱۰) اور جیسا کہ بتواتر ثابت ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابتدائے بعثت ھی میں خبر دی کہ فارس و روم فتح ہو گا۔ پھر مدینہ طیبہ ہجرت کر جانے کے بعد اور پھر عند الوفات بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ورنہ ادائے ماں جب میں قصور واقع ہوتا۔ کیونکہ فارس و روم کا فتح ہونا عند اللہ مقرر ہو چکا تھا۔ اور یہ ایسی فتوحات تھیں جو بغیر نصب خلیفہ ممکن نہ تھیں۔ اور ظاہر ہے کہ "مقدمۃ الواجب واجبۃ"۔ پس جس طرح ان فتوحات کی خبر دینا ضروری تھا اسیطرح تعین خلیفہ بھی ضروری تھا۔ فتنہ ارتداد کی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: "یَآیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ عَنْ دِیْنِہٖ۔ الآیۃ۔ (سورۃ مائدہ پارہ ۶) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ھی میں اس کے آثار بھی نمایاں ہو گئے تھے۔ اس طرح کہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی نے دعوٰی نبوت کر دیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقیناً جانتے تھے کہ یہ مرتد نبی اگر قوت پائیں گے تو اسلام کو درہم برہم اور مسلمانوں کا استیصال کریں گے۔ لہذا اُن کے فتنہ وفساد کا دفعیہ بھی بغیر نصب خلیفہ ممکن نہ تھا۔ اور ہر خلیفہ کا بھی نہیں بلکہ یہ خاص اس شخص کا کام تھا جسے تدبیر غیبی معین و مقرر کرتی اور جب یہ بھی ظاہر ہے کہ امت سے دفع ضرر واجب ہے۔ اور حقیقت "حریصٌ علیکم بالمؤمنین رؤف رحیم" بغیر اس کے متحقق نہیں ہو سکتی کہ خیر سے نزدیک اور شر سے دور ہونے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت مرحومہ کی مساعدت و مدد فرماتے۔ (بنی اسرائیل کی ایک قوم کا واقعہ نقل کرتے ہوئے) خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھے: "اذ قالوا لنبی لھم ابعث لنا ملکاً نقاتل فی سبیل اللہ"

ترجمہ:۔ جب اُنہوں نے کہا اپنے نبی سے مقرر کر دو ہمارے لیئے ایک "بادشاہ" تاکہ ہم لڑیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ (سورت بقر، پارہ ۲) اگر اس آیت میں غور کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ کفار کے ساتھ جنگ پیش قدمی کے طور پر یا مدافعانہ بغیر نصب خلیفہ ممکن نہیں اور یہ کہ نہ ہر خلیفہ اُسے انجام دے سکتا ہے بلکہ خاص خلیفہ اور یکے بعد دیگرے جس کا نصب کرنا عامۂ ناس کے امکان وقدرت سے باہر ہے بلکہ ایک پیغمبر کی ضرورت ہے جو بتائید غیبی خلیفہ کو متعین فرمائے تاکہ تعین خلافت کے متعلق ظاہر بین لوگوں کا اختلاف اُٹھ جائے۔ اور کاذبین کا شعلۂ آتش آب زلال معارف حقہ سے فرو ہو جائے۔

اگر تاریخ ملک کا مطالعہ کرو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ اس قسم کے موقعوں پر بادشاہ مقرر کرنے میں کبھی نجوم سے تمسک کرنے پر اور کبھی بذریعہ خواب واستخارہ معلوم کرنے پر اور کبھی عقلاً وحکماء کی فراست کے ذریعہ معلوم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ اگر تمہیں زیادہ واقعات یاد نہیں تو صرف زال دستان کی رائے زنی کو ھی دیکھ لو جو اس نے نوذر کے قتل کے بعد کی تھی۔ مولنا فردوسی فرماتے ہیں ؎

نزیبد بہر پہلوئے تاج وتخت	بباید یکے شاہ فرخندہ بخت
کہ باشد برو فرۂ ایزدی	بتابد زگفتار او بخردی!

ترجمہ:۔ ہر پہلو پر تاج وتخت زیب نہیں دیتا۔ اس کے لیے خوش نصیب بادشاہ چاہیے جس پر رحمتِ خداوندی کا سایہ، اور جس کی عقل و دانش گفتگو سے ٹپکے۔ ۱۲ (مترجم)

پھر بروز کا طہماسب کے ساتھ اتفاق کرنا اور بوقت پیری سلطنت کاؤس کا ضعیف و کمزور ہونا اور اس کا خواب میں دیکھنا کہ سلطنت کی اصلاح کیخسرو کی جانشینی سے ہو گی چنانچہ اس نے گیو کو بھیج کر نواحی توران سے کیخسرو کو بلایا وغیرہ وغیرہ۔ اب یہاں پر ایک دقیقہ قابل فہم ہے جس کے سمجھنے سے بہت سی مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ وھی ہذا:۔

دقیقہ

سنت اللہ جاری ہے کہ جب خلق کسی سختی اور شر و فساد میں مبتلا ہوتی ہے تو حکمت الٰہی تقاضہ کرتی ہے کہ اصلاح عالم اور خیر و صلاح کا دَور دَورہ ہو، تو یہ اصلاح بعثت رسل کی صورت میں شکل پذیر ہوتی ہے اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں یہ اصلاح بذریعہ مجددین ہر صدی کے شروع میں ہوتی رہتی ہے (کیونکہ نبوت باقی نہیں) اور اکثر چیزیں اسی سر پر متفرع ہیں۔ اور یہی بھید غلبۂ کفر اور عالم میں کون و فساد کے وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت میں مخفی تھا جیسا کہ حدیث قدسی: "ان اللہ مقت بہم عجمہم الا بقایا من اھل الکتاب وانی اردت ان ابتلیک بہم وابتلیہم بک"۔ الحدیث۔ میں واقع ہوا ہے۔ اور چونکہ ہنوز غلبۂ دین اسلام حسب وعدۂ الٰہی علیٰ وجہ الکمال نہیں ہوا تھا۔ آنحضرت علی اللہ علیہ وسلم رحلت فرما ہوئے۔ لہذا یہی سر خلفائے راشدین کی خلافت میں مرکوز تھا اور وہ تعین خلیفۃ ثم خلیفۃ میں ظہور پذیر ہوا، جو کچھ کہ مراد حق تھی، ظاہر ہوئی اور وعدۂ الٰہی پورا ہوا۔ اور چونکہ اس شخص کی معرفت جو بار نبوت کی برداشت کر سکتا ہے، علوم بشریہ سے خارج ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہلائے قریش کہنے لگے: "لولا نزل ھذا القراٰن علیٰ رجل من القریتین عظیم" کہ قرآن مجید ان دونوں قریوں میں سے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ اُتارا گیا"۔ اسی طرح اس شخص کی معرفت بھی مقدور بشریہ سے باہر ہے۔ جو بار خلافت برداشت کر سکتا ہو بلکہ یہ سب کچھ تدبیر غیبی سے متعلق ہے جو پس پردہ کام کر رہی ہے۔ پس ضروری تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلیفہ کی تعیین فرماتے۔ اور بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض طرق تعیین کو چھوڑ بھی دیا ہو تو پھر بھی کفایت الٰہیہ پر محمول ہے۔ کیونکہ خود حدیث میں ہے کہ "یابی اللہ والمؤمنون الا ابا بکر"۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور مسلمان بجز ابوبکرؓ کے اور کسی کی خلافت نہیں چاہتے۔ ظاہر بین خلافت کے معنی "ایک شخص کا اپنے ابنا نوع پر فرمانروائی کرنا" سمجھتے ہیں۔ اور مخصوص معنی سے کڑھتے اور انتخاب پر حسد کرتے ہیں۔ اور "ویأبی اللہ الا ان یتم نورہ" پر نظر نہیں کرتے۔

لیکن حقیقت شناس اصلاح عالم کے لیے غیب کی تدبیر اور ایفائے وعدۂ الٰہی کو دیکھتے اور اس استخلاف کو نعمتِ عظیمہ جانتے ہیں۔ ؎

حکمت محض است اگر لطف جہاں آفرین
خاص کند بندۂ مصلحت عام را

(ترجمہ گذر چکا)

مقدمۂ دوم از دلائلِ عقلی

وہ یہ کہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلیفہ مقرر کیا اور وہ حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ اُن کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اُن کے بعد حضرت عثمان غنیؓ۔ اور اُس کی دلیل یہ ھے کہ یہ تو بتواتر معلوم ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ بادشاہانِ روئے زمین تھے اور فرمانروائی کرتے تھے اور تمام لوگ حق رعیت بجالاتے تھے اور خلیفۂ رسول اللہؐ یا امیر المؤمنین کہہ کر پکارتے تھے۔ اور موافق و مخالف سب جانتے ہیں، تو اب بلا اختلاف خلافت کا ایک جزو اور وہ فرمانروائی ھے انہیں کے لیے ثابت ہوا نہ غیر کے لیے۔ اب سُنی، شیعہ کی گفتگو اس میں ہے کہ یہ لوگ اپنی فرمانروائی میں مطیع تھے یا عاصی اور شارع نے ان کی خلافت منصوص یا غیر کی منصوص یا کسی کی خلافت منصوص ہی نہیں کی۔ پس اب ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر ان کی خلافت پر نص تھی، اسی کے موافق وہ خلیفہ ہوئے تو فبہا ورنہ اگر شارع نے نص غیر کی خلافت پر کی نہ اُن کی خلافت پر۔ تو بہت سی قباحتیں لازم آتی ہیں جن کا شارع کی جانب سے واقع ہونا ممکن نہیں۔ اوّل کلامِ الٰہی اور کلامِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تدلیس (عیب پوشی) لازم آتی ہے۔ دوم ان تمام متواتر حدیثوں کا موضوع ہونا لازم آتا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی ہیں۔ سوم امت مرحومہ کا گمراہی پر اجماع کرنا۔ چہارم احکام شرعیہ کا ساقط الاعتبار ہونا اور کسی پر حجت قائم نہ ہوسکنا۔ پنجم مخالفت حکم عقل شرعی۔ ششم مقصود شارع میں تناقض کا پایا جانا در صورت خلفائے کے عاصی ہونے کے کلام الٰہی میں تدلیس (عیب پوشی) اس طرح لازم آتی ھے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بیعت رضوان اور مہاجرین اولین اور انصار کی اپنے کلام پاک میں مدح فرمائی ہے اور انہیں جنت کی خوشخبری دی ہے۔ چنانچہ اہل بیعت رضوان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ھے:۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم واثابھم فتحاً قریباً ومغانم کثیرۃ یاخذونھا وکان اللہ عزیزاً حکیماً ۝ (سورت فتح پارہ ۲۶) شیخین بھی منجملہ اہل بیعت رضوان سے ہیں۔ اب اگر وہ غاصب و جابر تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس کا اظہار کیوں نہیں کیا بلکہ بجائے اُس کے ان کی مدح کی جو تدلیس عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تدلیس سے پاک و بے عیب ہے۔ یہ تو شیخین کا حال تھا اب رہے باقی صحابہؓ سو وہ بھی دو حال سے خالی نہیں یا انہوں نے شیخین کی اعانت کی یا سکوت کیا۔ اگر اعانت کی تو نعوذ باللہ لازم آئے گا۔ کہ وہ سب ھی ظالم و فاسق تھے کیونکہ ظالم کی اعانت بھی ظلم ھے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ظالمین اور ان کے معاونین کے حق میں فرمائے گا:۔ احشروا الذین ظلموا وازواجھم۔ (ترجمہ "جمع کرو گنہگاروں کو اور اُن کے جوڑوں کو"۔ (سورت صٰفّٰت، پارہ ۲۳) اور اگر سکوت کیا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ بلا کسی خوف کے سکوت کیا یا بوجہ خوف کے۔ صورت اول میں نعوذ باللہ سب کا عاصی ہونا لازم آتا ھے اور صورت دوم کی دو صورتیں ہیں۔ اگر بوجہ خوف سب نے سکوت کیا یہ ناممکن ہے کیونکہ اگر تمام صحابہ یا اکثر صحابہ کمر ہمت باندھتے تو ممکن نہ تھا کہ شیخین کی خلافت قائم ہوسکتی اور اگر بوجہ خوف اکثر خاموش نہیں بلکہ

بعض تھے تو بھی اکثر عاصی ہوئے بوجہ ڈرائے جانے کے (کہ وہ اقل ڈرائے گئے اور یہ اکثر خاموش رہے ۱۲) اور یہ تو ظاہر ہے کہ شیخین کی خلافت کے معاونین والنصار یہی مہاجرین و انصار تھے۔ تو اب واضح ہے کہ آیت الرضوان میں بشارت بصیغۂ جمع ہزل اور لغو ہوئی۔ جو کلام الٰہی میں ممکن نہیں۔ اگر حضرت صدیق اکبرؓ دربارۂ خلافت غاصب و جابر ہوتے تو اُن کے حق میں آیات مدح و آیات بشارت جنت کبھی نازل نہ ہوتیں۔ حالانکہ بہت سی آیات حضرت صدیق اکبرؓ کی مدح میں نازل ہوئی ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ ان کی خلافت خلافتِ راشدہ تھی۔ وجہ لزوم تدلیس یہ ہے کہ ایسے شخص کی مدح و ثنا کرنا جو مبداء فساد عالم ہو، تدلیس و عیب پوشی ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ذات تدلیس سے پاک ہے۔ مرتکب کبیرہ جو بغیر توبہ کے مر جائے، کی بشارت اشاعرہ کے نزدیک قلیل الوقوع ہے۔ اور معتزلہ کے نزدیک ناممکن۔ بہر تقدیر کسی کا ذکر کرنے اور پھر اس کا ظاہر حال بیان نہ کرنے میں تلبیس عظیم ہے۔ مثلاً اگر شارع بنی اسرائیل کا کوئی قصہ بیان کرے اور اس پر انکار نہ کیا کرے تو یہ جواز کی دلیل ہے۔ ورنہ تدلیس لازم آئے گی۔ تو اب کسی ایسے شخص کی مدح و تعریف کرنے کا کیا حکم ہے جس سے آخر عمر میں کارہائے شنیعہ ظہور میں آئیں، سبحانک ھذا بھتان عظیم۔

پس لازم باطل ہے (یعنی کلام الٰہی میں تدلیس لازم نہیں آتی) کیونکہ مفسرین میں سے جم غفیر نے بہت سی آیات کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ اور مفسرین کی یہ روایتیں کثیر طرق سے ثابت ہیں۔ اور جو امر مشترک کہ ان کی مجموعی حیثیت سے ثابت ہوتا ہے یقینی ہے۔ پھر جو آیات حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں وارد ہوئی ہیں، حضرت صدیقؓ کا ان میں شامل ہونا یقینی ہے۔ اور بعض آیات ایسی بھی ہیں جو روایات سلف کے علاوہ بھی اس امر پر بہت قرائن رکھتی ہیں۔ کہ ان کا سبب نزول حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ اب ہم ان آیات کو بیان کرتے ہیں جو حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہیں:۔

صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل آیات قرآنی

پہلی آیت:۔ "الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ اذ اخرجہ الذین کفروا ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔" ترجمہ:۔ اگر تم نہ مدد کرو گے رسولؐ کی تو اسؐ کی مدد کی ہے اللہ تعالیٰ نے جس وقت آپؐ کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرے تھے دو میں کے جب وہ دونوں تھے غار میں، جب آپؐ فرما رہے تھے اپنے رفیقؓ سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ (سورۃ توبہ، پارہ ۱۰) موافق و مخالف سب جانتے ہیں کہ بوقت ہجرت غار میں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوائے حضرت صدیق اکبرؓ کے اور کوئی نہ تھا۔ **دوسری آیت**: ولا یاتل اولوا الفضل منکم والسعۃ ان یوتوا اولی القربیٰ والمساکین والمھاجرین فی سبیل اللہ ولیعفوا ولیصفحوا الا تحبون ان یغفر اللہ لکم واللہ غفور الرحیم۔" ترجمہ:۔ اور قسم نہ کھاویں بڑے درجہ والے تم میں سے اس پر کہ دیں قرابتیوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں۔ اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگذر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تم کو معاف کرے۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان۔" (سورت نور، پارہ ۱۸) اس آیت میں بھی باتفاق حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف اشارہ ہے۔ **تیسری آیت**: "لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل۔" واحدی کہتے ہیں کلبی نے بروایت محمد بن فضل روایت کی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ

دلالت کرتی ہے کہ سب سے پہلے جس نے اسلام قبول کیا اور مال خرچ کیا وہ حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جس نے اسلام تلوار کے ذریعے ظاہر کیا وہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبرؓ تھے۔ خود حضور صلعم نے متعدد بار قبل فتح آپ کے انفاق مال کی خبر دی ہے۔ **چوتھی آیت** "فان اللہ ھو مولٰہُ وجبریل وصالح المؤمنین"۔ (ترجمہ "تو اللہ تعالیٰ اس کا رفیق اور جبریلؑ اور نیکبخت ایمان والے"۔ (سورت تحریم، پارہ ۲۸) واحدی کہتے ہیں عطاء نے بروایت ابن عباس بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔ کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ولی و دوست تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے لڑتے اور آپ کی مدد کرتے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ صالح المؤمنین سے مراد حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔ **پانچویں آیت**:۔ "ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا وحملہ وفصالہ ثلثون شھرا حتی اذا بلغ اشدہ وبلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ واصلح لی فی ذریتی انی تبت الیک وانی من المسلمین ○ ترجمہ:۔ اور ہم نے حکم دیا انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا، پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے اور حمل میں رہنا اس کا۔ اور دودھ چھوڑنا اس کا تیس مہینے ہے یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچ گیا چالیس برس کو کہنے لگا اے رب میرے کہ میری قسمت میں کہ شکر کروں تیرے احسان کا جو تو نے مجھ پر کیا۔ اور میرے ماں باپ پر۔ اور یہ کہ کروں نیک کام جس سے تو راضی ہو اور مجھ کو دے نیک اولاد میری۔ میں نے توبہ کی تیری طرف اور میں ہوں حکم بردار۔ (سورت احقاف، پارہ ۲۶) واحدی کہتے ہیں مقاتل اور عطاء کلبی نے بروایت حضرت ابن عباس بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ چنانچہ جملہ "حتی اذا بلغ اشدہ قال رب اوزعنی الآیۃ" اس پر دلالت کرتی ہے۔ عطاء الکلبی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیقؓ نے اٹھارہ سال کی عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا شروع کیا۔ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اس وقت بیس سال کی تھی۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مال تجارت لے کر شام کی طرف گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ آپ کے ساتھ تھے غرض سفر و حضر میں ہمیشہ آپؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے۔ پھر جب آپؓ کی عمر چالیس برس کی ہوئی اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نبیؐ کیے گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے بارگاہ الٰہی میں دعا کی "رب اوزعنی ان اشکر نعمتک التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صالحا ترضاہ"۔ کہ اے پروردگار مجھے الہام کر کہ میں نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صدیقؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ حضرت صدیق اکبرؓ کے سوا اور کسی کے والدین مشرف باسلام نہیں ہوئے لہذا اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے والدین کے حق میں وصیت کی "ان اعمل صالحا" کے تحت میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے نو مسلمانوں کو غلامی سے آزاد کرایا جنہیں ان کے آقا بوجہ قبول اسلام تکلیف دیا کرتے تھے۔ آپ نے کسی بات کا ارادہ نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ نے اُسے پورا کیا اور آپؓ کی دعا پوری کی۔ دربارۂ والدین اور دربارۂ آپؓ کی ذریت کے بھی۔ کہ آپؓ کے والدین اور آپؓ کی اولاد سب مشرف باسلام ہوئے۔

چھٹی آیت :۔ "والذی جاء بالصدق" ترجمہ ۔ اور جو لے کر آیا سچی بات اور سچ مانا جس نے اس کو وہی لوگ ہیں ڈرنے والے ۔ (سورت الزمر، پارہ ۲۴) اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہیں اور "وصدق بہ اولٰئک ھم المتقون"۔ اس سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ و دیگر صحابہ مراد ہیں۔ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ۔ ساتویں آیت :۔ "الذین ینفقون اموالھم باللیل والنھار سرا وعلانیۃ" ترجمہ ۔ جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں رات کو اور دن کو چھپا کر اور ظاہر میں (سورت بقرۃ ، پارہ ۳) صاحب کشاف نے بیان فرمایا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے جب کہ آپ نے چالیس ہزار دینار خرچ کیے ۔ دس ہزار دینار رات میں اور دس ہزار دینار ایک دن میں ۔ اور دس دس ہزار ظاہر و پوشیدہ خرچ کیے تھے ۔ آٹھویں آیت :۔ "سیجنبھا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی" ترجمہ ۔ اور بچاویں گے اس سے بڑے ڈرنے والے کو جو دیتا ہے اپنا مال دل پاک کرنے کو ۔ (سورۃ لیل ، پارہ عم ۳۰) مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ الاتقی الذی سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ مراد ہیں ۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ نے اسلام پر چالیس ہزار دینار خرچ کیے تھے ۔ یہ آیت مکیۃ ہے اور مکہ میں حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے سوا اور کسی نے اسلام پر اس قدر روپیہ خرچ نہیں کیا ۔ علاوہ ازیں بہت سے وجوہ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ آیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے نہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں ۔ کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ اس وقت صغیر سن تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت تھے اور مال نہیں رکھتے تھے جو خرچ کرتے ۔ علی مرتضیٰ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منت تربیت رکھتے تھے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر نعمت اسلام جس کا دنیا میں کوئی اجر نہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام فرماتے رہے :۔ "ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی اللہ"۔ جب یہ آیت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی تو معلوم ہوا کہ آپ کا انجام اور آپ کی عاقبت محمود ہے ۔ بوجہ قول اللہ تعالیٰ ولسوف یرضٰی (اور آگے وہ راضی ہوگا) پس جو شخص عند اللہ پسندیدہ اور اتقی و اکرم ہے وہ بہترین امت ہے ۔ اور جو بہترین امت ہے وہ احق بالخلافت ہے ۔ اگر کوئی کہے کہ اتقی سے جنس اتقی مراد ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عموم آیت میں مورد نص صریح قطعی ہوتا ہے ۔ نیز بر سبیل تنزل ، ہم کہتے ہیں کہ یہ امر تو بالاتفاق ثابت ہے ، کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت حاصل تھی بحث صرف اس میں ہے ۔ کہ وہ اس خلافت میں احق تھے یا نہیں واقعات کثیرہ شاہد ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ صفات و لوازم خلافت خاصہ سے موصوف تھے ۔ لہٰذا بشارت آیت آپ پر صادق ہے ۔ پس ضروری ہے کہ آپ کا انجام محمود تھا ۔ اور آخر کار آپ خلیفہ برحق تھے نہ غاصب و جابر ۔ (خلافت صدیق رضی اللہ عنہ پر دلائل قرآنی) نیز اس لیے بھی کہ در بارہ استخلاف یہ دو آیتیں وارد ہیں ۔ آیت اول :۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت ۔ الآیۃ ۔ اور آیت دوم :۔ الذین ان مکنّٰھم فی الارض ، الآیۃ پہلی (آیت ، سورت نور ، پارہ ۱۸) مطلق ہے ۔ اور دوسری (آیت سورت الحج ، پارہ ۱۷) اس کی تقیید کرتی ہے اور حاصل دونوں آیتوں کا استخلاف مہاجرین اولین ہے ۔ اور اُن کی مدح در بارہ خلافت اور اس کا بیان اس طرح ہے کہ جب مہاجرین اولین کو تمکین فی الارض حاصل ہوگی خلافت راشدہ کا دوسرا جزو (اور وہ صفات و لوازم خلافت خاصہ ہیں) بھی اس میں پایا جائے گا ۔ اور اس کی تفصیل فصل سوم میں گذر چکی ہے

اور نیز اس لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی بأس شدید تقاتلونہم او یسلمون فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجراً حسناً وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذاباً الیماً ۰
(ترجمہ) کہہ دیجیے پیچھے رہ جانے والے اعراب سے آیندہ تم کو بُلائیں گے ایک قوم پر بڑے سخت لڑنے والے تم اُن سے لڑو گے یا وہ مسلمان ہوں گے۔ پھر اگر حکم مانو گے، دے گا تم کو اللہ تعالیٰ بدلا اچھا۔ اور اگر پلٹ جاؤ گے جیسے پلٹ گئے تھے پہلی بار، دے گا تم کو عذاب دردناک۔ (سورت فتح، پارہ ۲۶)
واحدی کہتے ہیں اکثر مفسرین کا بیان ہے کہ یہ لوگ (قوم اولی بأس) بنو حنیفہ اتباع مسیلمہ کذاب تھے رافع بن خدیج کہتے ہیں ہم اس آیت کو تلاوت کرتے اور یہ نہیں جانتے تھے کہ "قوم اولی بأس" سے کون لوگ مراد ہیں۔ جب حضرت صدیق رضؓ نے ہم لوگوں کو بنی حنیفہ سے جنگ کا اعلان دیا تو ہمیں معلوم ہوا کہ وہ یہی لوگ تھے ابن جریج اس آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔ "ستدعون الی قوم اولی بأس شدید" "تم عنقریب ایک سخت قوم کی طرف بلائے جاؤ گے۔ یعنی عنقریب عمر فاروق رضؓ تمہیں جنگ فارس کا اعلان دیں گے۔ فان تطیعوا۔ پس اگر تم ان کی یعنی حضرت صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کی اطاعت کرو گے تو "یؤتکم اللہ اجراً حسناً" اللہ تعالیٰ تمہیں اجر نیک یعنی جنت عطا کرے گا۔ وان تتولوا، اور اگر تم نے منہ موڑا یعنی اُن کی اطاعت سے اعراض کیا۔ کما تولیتم من قبل" جس طرح تم نے پہلے یعنی جنگ حُدَیبیہ میں شریک ہونے کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے انکار کیا تھا، یعذبکم عذاباً الیماً۔ تو اللہ تعالیٰ تمہیں سخت عذاب کرے گا۔ ابن جریج فرماتے ہیں کہ یہ آیت خلافت شیخین پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی اطاعت پر جنت کا وعدہ دیا، اور اُن کی مخالفت پر عذاب کا خوف دلایا۔ انتہیٰ کلامہ واقعہ "ستدعون الی قوم اولی بأس شدید" کے مصداق یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں یا خلفائے ثلاثہ یا حضرت علی مرتضیٰ رضؓ یا بنی امیہ یا بنی عباس مگر یہ امر یقینی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے مصداق نہ تھے کیونکہ اس واقعہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "لن تخرجوا معی ابداً ولن تقاتلوا معی عدواً" کہ "تم میرے ساتھ نہیں جا سکتے اور نہ میرے ساتھ کسی دشمن سے لڑ سکتے ہو" یہ آیت بھی قصہ حُدَیبیہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ حُدَیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات معدود و معلوم ہیں۔ حُدَیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو غزوہ خیبر پیش آیا۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراب کو اعلان جنگ نہیں کیا اور فتح مکہ و جنگ حنین میں کسی سے سخت جنگ نہ تھی بلکہ خود قریش سے ہی تھی۔ اور کلمہ "اولی بأس شدید" دلالت کرتا ہے کہ وہ غیر قریش تھے۔ لہٰذا اس سے روم و فارس کی قوم مراد ہے۔ جو قریش کے مقابل میں کہیں زیادہ قوت رکھتے تھے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ بھی اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کا جنگ کرنا طلب خلافت کے لیے تھا۔ نہ اسلام کے لیے۔ اور خود مسلمانوں سے تھا نہ غیر اہل اسلام سے۔ جملہ "تقاتلونہم او یسلمون" دلالت کرتا ہے کہ اس سے جنگ کفار مراد ہے اسلام کی نہیں اور بنی امیہ اور بنی عباس نے اعراب حجاز کو قتال کفار کا اعلان نہیں کیا۔ جیسا کہ ناظرین تاریخ پر مخفی نہیں۔ اور حضرت صدیق اکبر رضؓ نے اہل شام

دعراق اور حضرت عمر فاروق رضؓ نے اہل شام و مصر سے جنگ کی تھی۔ اور حضرت عثمان غنی رضؓ نے اہل خراسان وافریقہ اور اہل عرب سے جنگ کی تھی۔ جیساکہ کتب تواریخ میں مذکور ہے۔ پس ان کی دعوت واجب الامتثال تھی۔ اور یہی صفت خلیفہ برحق ہے۔ بالجملہ جب روم و عجم کے متعلق ان کی دعوت جہاد واجب الامتثال تھی توان کے تمام احکام واجب الاطاعت ہوئے۔ اسلام کے نام لیوؤں کے درمیان اس کے متعلق دو فریق ہیں ایک فریق ان کے (ابو بکرؓ و عمرؓ کے) جمیع احکام کو واجب الامتثال جانتا اور مانتا ہے اور دوسرا فریق اس کا انکار کرتا ہے۔ "فلما ابطل الثانی تعین الاول"۔ مگر جب شق اخیر کا بطلان ثابت ہو چکا تو امر حق اول ہی ہے۔

نیز اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے: "یاایہا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یأتی اللّٰہ بقوم یحبہم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللّٰہ ولا یخافون لومۃ لائم ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ واسع علیم"۔ یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ مرتدین سے جہاد کرنے والے محبوب حق ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ سعادت میں مرتدین سے جنگ واقع نہ ہوئی کیونکہ اسود عنسی نے اس وقت تک خروج نہیں کیا تھا۔ اور نہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف لشکر بھیجا تھا اور نہ حضرت علی مرتضےٰؓ کے عہد خلافت میں مرتدین سے جنگ واقع ہوئی۔ کیونکہ حضرت علی مرتضیٰؓ کی جنگ بغات یا خوارج کے ساتھ واقع ہوئی ہے نہ مرتدین کے ساتھ۔ خلفائے بنی امیہ اور خلفائے بنی عباس میں بھی کسی کو مرتدین سے جنگ نہیں کرنی پڑی۔ پس متعین ہوا کہ مذکورین فی الآیت حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور اُن کا لشکر تھا۔

عرف عام میں قتال و جنگ خلیفہ وقت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے خواہ خلیفہ اُس میں شریک ہو یا نہ ہو۔ آمدم بر سر مطلب، اگر حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ نہ ہوتے تو یہ لوگ جنہوں نے مرتدین سے قتال کیا محبین و محبوبین نہیں ہو سکتے تھے۔ پس بحسب دلالت آیت یہ لوگ محبین و محبوبین تھے اور ان کی صفت یہ تھی کہ آپس میں نرم دل تھے اور کافروں پر سخت۔ حق بات میں کسی سے نہ ڈرتے تھے اور کسی کی بیوئے رعایت نہ رکھتے تھے۔ اور یہ سب اوصاف کمال ہیں۔ وہو المقصود۔ ذالک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاءُ۔

در صورت شیخین بلکہ خلفائے ثلاثہ کے غاصب ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تدلیس اس طرح لازم آئے گی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان بزرگواروں کو بہت سی حدیثوں میں جنت کی بشارت دی ہے یہ تمام حدیثیں جماعتِ کثیرہ سے روایت کی گئی ہیں۔ اور تمام کی تمام بطریق امر مشترک بشارت جنت پر دلالت کرتی ہیں۔ لہٰذا جنت کی بشارت اُن کے حق میں بالقطع ثابت ہوئی اگر وہ غاصب و جابر ہوتے تو ہرگز بشارتِ جنت کے مستحق نہیں ہو سکتے تھے۔ ورنہ تدلیس لازم آئے گی۔

اور کذب در متواترات اس طرح لازم آئے گا کہ حضور رحمۃ اللعالمین صلے اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں خلفائے ثلاثہ کی خلافت کا ذکر فرمایا ہے۔

بعض میں اشارۃً بعض میں صراحۃً بعض میں مجملاً اور بعض میں تفصیلاً۔ پس ان احادیث میں سے اگرچہ ہر ایک حدیث خبر واحد ہے۔ مگر جب ان کو جمع کیا جائے تو وہ غیر محصور اور متفق المعنیٰ ہیں تفصیل ان احادیث کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رویائے قلیب کا ذکر کیا بعدازاں فرمایا نہیں معلوم میں اور کب تک تمہارے درمیان زندہ رہوں گا تم میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتدا کرنا مطلب یہ تھا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ میرے قائمقام ہوں گے لہٰذا تم ان کی اقتدا کرنا کیونکہ صلہ موصول کا مخصص ہوا کرتا ہے اور اقتدا کرنے سے امور خلافت میں اقتدا کرنا مراد تھا نہ فتویٰ و تعلیم میں اقتدا کرنا۔ کیونکہ اقتدا کو ایسے لفظ سے جو مشعر خلافت ہو بیان کرنا بتاتا ہے کہ اقتدا سے اقتدائے رعیت بخلیفہ مراد ہے کیونکہ اسی حدیث میں تعلیم قرآن وغیرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور لوگوں کے حوالہ کیا تھا پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ انقیاد بامور خلافت مراد ہے اور یہی معنیٰ تشریع استخلاف کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے الوداعی خطبہ میں جو آپ کا آخری خطبہ تھا فرمایا۔ "علیکم بسنتی وسنت الخلفاء الراشدین من بعدی عضوا علیہا بالنواجذ"۔ (تم میری سنت کو اور خلفائے راشدین کی سنت کو جو میرے بعد ہوں گے اس طرح لازم پکڑو جس طرح کوئی دانتوں سے کسی چیز کو مضبوط پکڑ لیتا ہے) بعدازاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند خواب بیان فرمائے جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ آپ کے بعد قوم کے متولی خلفائے ثلٰثہ ہونے والے تھے تو گویا آپ نے یوں فرمایا کہ تم میری سنت کو اور میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ اور عثمانؓ کی سنت کو لازم پکڑنا وہو المقصود

بہت سی احادیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمایا کہ آپ کی وفات کے بعد خلافت خلافت نبوت و رحمت ہوگی پھر کاٹنے والی بادشاہی ہو جائے گی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی خلفائے اربعہ کی خلافت قائم ہوئی لہٰذا ان کی خلافت خلافت نبوت و رحمت تھی اگر خلفائے راشدین کی سیرت انبیا علیہم السلام کی سیرت سے مشابہ نہ ہوتی تو ان کی خلافت خلافت نبوت و رحمت کیونکر ہو سکتی تھی۔

بہت سی احادیث مستفیضہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ خلافت تیس سال تک رہے گی حضرت سفینہؓ نے اس کی تفسیر خلفائے راشدین سے کی ہے اور عقل بھی اس کی شہادت دیتی ہے کیونکہ مطلق ریاست و امارت اسلامیہ کی مدت تیس سال نہیں بلکہ زیادہ ہے پس خلفائے راشدین کی خلافت خلافت راشدہ تھی نہ ملک عضوض کاٹنے والی بادشاہی اور اسی لئے ان کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدح فرمائی ہے اور خلافت غصبیہ کسی طرح لائق مدح نہیں ہو سکتی۔ بہت سی احادیث مستفیضہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیائے قلیب دیکھی اور بہت سے مسلمانوں نے بھی مختلف خوابیں دیکھیں منجملہ ان احادیث کے اور بہت سی احادیث مثلاً آسمان سے زمین تک مسلسلہ والی حدیث اور ایک دوسرے کے ساتھ نوط اور تعلق والی حدیث اور پانی نکالنے والی حدیث جس میں حضرت عثمانؓ کا پریشان ہونا پھر اسباب کا ان کے لئے جمع ہونا مذکور ہے اور حدیث وزن وغیرہ ذلک یہ حدیثیں پہلے بالتفصیل گذر چکیں۔ اور ان سب کی تعبیر خلافت سے کی گئی ہے جن کا احادیث میں بہ تصریح بیان ہے اور بعض میں باشارہ اور بعض میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سخط نہیں کیا۔ بلکہ اظہار خوشنودی کیا پس معلوم ہوا کہ ان کی خلافت خلافت جور و ظلم نہ تھی۔

اپنے آخر مرض وفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو امام نماز بنایا اور دوسرے کی امامت سے

راضی نہ ہوئے اور یہ دلیل استخلاف ہے عقلاً و نقلاً عقلاً اس لئے کہ عرف عام ہے کہ بوقت وفات بادشاہ کا کسی
تخت پر بیٹھانا استخلاف کی دلیل ہے اور لوائے سلطنت کسی کو دینا حاکم بنانے کی اور دوات قلم دینا منصب وزا
کی دلیل ہے یہ اشارات عبارات کا حکم رکھتے ہیں۔ امامت نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب تھا اور بہتر
امور دین و دنیا سے تھا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق کو امامت نماز تفویض کرنا آپ کے قائمقامی کی دلیل
اور نقلاً اس لئے کہ بوقت عقد خلافت حضرت عمر فاروق، حضرت علی مرتضیٰ حضرت ابو عبیدہ، حضرت ابن مسعو
وغیرہ اکابرائے امت نے تفویض نماز سے تفویض خلافت پر تمسک کیا اور حاضرین میں سے کسی نے اس پر رد و انکا
نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ سب نے اس استدلال کو صواب جان لیا اگر آج اس استدلال میں خفا و پوشیدگی پیدا ہو
ہو تو ہو جائے اصحابہ اکرام کے زمانہ میں اس استدلال میں کوئی خفا و پوشیدگی نہ تھی ایک سائلہ سے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابو بکر کے پاس آنا اس میں اس امر کی تصریح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علی
وسلم کے بعد امر خلافت حضرت صدیق کی طرف راجع ہو گا کیونکہ بیت المال میں تصرف کرنا اور وعدہ آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کا ایفا کرنا خلیفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تھا نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں
یہ بھی حکم دیا تھا کہ بجز حضرت صدیق کی کھڑکی کے اور تمام کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ یہ حدیث بھی خلافت
صدیق پر دلالت کرتی ہے۔ علمائے کرام کے وجہ استدلال میں دو قول تھے بعض نے فرمایا ہے کہ خلیف
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں آنے کی زیادہ ضرورت تھی بوجہ نماز پڑھنے کے اور بوجہ فیصلہ کرنے کے
کیونکہ اس زمانہ میں فیصلہ مسجد میں بیٹھ کر ہی کئے جاتے تھے اور بعض علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اس میں اشار
دوسروں کو رغبت خلافت نہ کرنے کی طرف تھا امیر المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کیا گیا ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میں نے چاہا کہ میں تمہارے والد اور تمہارے بھائی کو عہد لکھ دو ل
الخ یہ حدیث دربارہ استخلاف صریح ہے کیونکہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد
حضرت صدیق کی خلافت سے تھا اور یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ منظور نہ تھا کہ حضرت صدیق کے سوا کوئی
اور آپ کی بعد وفات مسند خلافت پر بیٹھے مگر پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد نامہ نہیں لکھوایا اس لئے
آپ نے وعدہ الٰہی پر بھروسہ کیا اور اس لئے اس کی ضرورت نہ سمجھی۔ بنی مصطلق سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا تھا کہ آپ کے بعد وہ مال زکوٰۃ حضرت صدیق کے تفویض کیا کریں ان کے بعد حضرت عمر فاروق کے
اور ان کے بعد حضرت عثمان غنی کے تفویض کیا کریں پھر حضرت عثمان غنی کے بعد آپ نے کسی کا نام نہیں لیا اور
ظاہر ہے کہ مال زکوٰۃ کا وصول کرنا۔ لوازم خلافت سے ہے اور تفویض خلافت کا حکم دینا امور خلافت میں مفوض
الیہ کے مطیع و منقاد ہونے کا حکم دینا ہے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا پھر یکے بعد دیگرے
علی الترتیب حضرت صدیق۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی کو خطبہ دینے کا حکم دیا یہ بھی خلافت کی دلیل ہے
اس لئے کہ خطبہ دینا بھی خلافت کے خواص و لوازم سے ہے مسجد نبوی کی بنا قائم کرتے ہوئے ایک پتھر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا اور پھر یہ ترتیب ایک ایک پتھر حضرت صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی سے رکھوایا
اور فرمایا کہ یہ میرے بعد میرے خلیفہ ہیں۔ یہ حدیث بھی دلالت کرتی ہے کہ خلفائے راشدین کی خلافت شرعاً منعقد

ئی اور مسلمان ان کے مطیع و منقاد ہونے پر مجبور ہوئے تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ آیت کریمہ "للفقراء الذین حصروا فی سبیل اللہ" سے اپنی املاک کفار کی طرف منتقل ہونے پر استدلال کرتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "ہم الخلفاء من بعدی" سے خلفائے راشدین کی خلافت اور ان کے مطیع و منقاد ہونے پر کیوں استدلال نہیں کرتے مسجد گویا شعائر اسلام و صورت دین سے ہے اور اس کی بنیاد رکھنا امت مردین سے ہے۔ اللہ تعالےٰ نے یہ صورت ظاہر فرمائی تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت امر سے مطلع ہو جائیں جیساکہ اونٹنی کے بیٹھنے سے صلح کرنے کی فال لیتے ہیں شواہد النبوت کے رکن خامس میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو چند بار شتر کھجوریں دیں اور فرمایا میرے بعد ابو بکرؓ عمرؓ عثمانؓ دیا کریں گے نیز اس اعرابی کا قصہ بھی مذکور ہے جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ چند شتر فروخت کئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھ پر کوئی حادثہ گزرا تو ان کی قیمت ابو بکرؓ ادا کریں گے اور اگر ان پر بھی کوئی حادثہ گزرا تو عمرؓ ادا کریں جنگ حنین کے دن جندبؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ آپ کے نزدیک بزرگترین اصحاب کون شخص ہے جو آپ کا قائمقام ہوگا فرمایا ابو بکرؓ اور فرمایا عمرؓ میرے دوست صادق ہیں اور عثمان مجھ سے ہیں اور علیؓ میرے برادر ہیں شواہد النبوت میں حضرت عثمان غنیؓ کی کرامات میں مذکور ہے ابوذر فرماتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چند کنکریاں ہاتھ میں لیں۔ یہ کنکریاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں تسبیح کرنے لگیں پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت صدیقؓ کے ہاتھ میں دیں آپ کے ہاتھ میں بھی وہ تسبیح کرنے لگیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کنکریاں حضرت عمر فاروق کے ہاتھ میں دیں آپ کے ہاتھ میں بھی تسبیح کرنے لگیں پھر آپ نے وہ کنکریاں حضرت عثمان غنی کے ہاتھ میں دیں آپ کے ہاتھ میں بھی تسبیح کرنے لگیں۔ اس مقام پر شواہد النبوت میں مذکور ہے کہ شہداء یمامہ میں سے ایک شہید نے بعد شہادت تکلم کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ ہیں ابو بکر صدیق ہیں عمر شہید ہیں اور عثمان غنی ذوالنورین ہیں

شیخین کو عند اللہ تمام صحابہ کرام سے زیادہ منزلت و عظمت حاصل تھی لہٰذا وہ احق بالخلافت تھے مقدمہ اوّل کہ شیخین کو عند اللہ تمام صحابہ سے زیادہ منزلت و عظمت حاصل تھی بہ حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ ثابت ہے۔ کہ جب ان سے پوچھا گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک احب الناس کون شخص تھا فرمایا ابو بکر صدیق اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق یہ حدیث عمرو بن العاص حضرت انس سے بھی روایت کی گئی ہے۔ اور محبت سے مراد یہاں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک انہیں منزلت و عظمت حاصل ہونا ہے بقول ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو حضرت صدیق کو بناتے ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ کو اور مقدمہ ثانیہ کہ شیخین احق بالخلافت تھے۔ بایں طریق ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک شیخین کا احب الناس ہونا بوجہ آپ کے ہوا و خواہش کے نہ تھا لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین سے محبت رکھنا شیخین کے افضل ہونے کی دلیل ہے شیخین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وزرار تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے سمع و بصر سے تشبیہ دی ہے۔ تو اب واضح ہے کہ جس شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سعادت میں امور سیاسیہ کی پستی و بلندی دیکھی ہو اور جو امور قوم و ملت میں

احق الناس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عزیز ترین مردم تھا۔ وہی احق بالخلافت بھی تھا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم شیخین کے ساتھ معاملہ منتظر الامارت رکھتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیخین
مشورہ فرمایا کرتے تھے تمام امور میں انہیں مقدم رکھتے تھے۔ آپ ان سے تبسم فرمایا کرتے تھے قبیلہ بنی ع
عوف کے درمیان جب آپ تشریف لے گئے تو امامت نماز آپ حضرت صدیق کے تفویض کر گئے یہ تم
وہ معاملات تھے۔ جو حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق کی خلافت پر دلالت رکھتے ہیں لہذا شیخین احق بالخ
تھے۔ علاوہ ازیں حدیث حضرت حذیفہ میں وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان تستخلفوا ا
الحدیث (یہ حدیث اوپر گذر چکی ہے۔ مترجم) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ ابوبکر پہلے شخص ہیں جو جن
میں داخل ہوں گے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حوض کوثر پر آپ کے ساتھ ہوں گے نیز
کہ انہیں جنت کے تمام دروازوں سے بلایا جائے گا نیز فرمایا کہ وہ نیکیوں میں سب سے زیادہ کوشش کرنے
ہیں۔ نیز فرمایا کہ غزوہ بدر میں جبریل علیہ السلام ان کے ساتھ تھے جس شخص کو یہ خصوصیات اور فضائل حاصل
وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک منزلت و مرتبت میں اقرب تھا اور وہی احق بالخلافت تھا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی خبر دی کہ حضرت عمر فاروق استعداد نبوت اور قوت علمیہ و عملیہ دونوں رکھتے
تھے قوت علمیہ حاصل ہونے کا ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عمر کی زبان
نطق کرتا ہے نیز فرمایا کہ وہ محدث امت ہیں نیز خواب میں حضرت عمر فاروق کا دودھ پینا اور ان کی رائے
وحی سے موافق ہونا وغیرہ وغیرہ اور قوت عملیہ حاصل ہونے ثبوت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ذ
کہ شیطان عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے بھاگتا ہے اور رویائے قمیص میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فار
کو قمیص پہنے ہوئے دیکھا جو چلتے وقت زمین سے گھسٹتا جاتا تھا اور یہ خصلت ملو وحی ہے پس جب نبوت منقطع
ہوئی تو ضروری ہے۔ کہ ایسا شخص خلیفہ ہو جو انبیاء سے زیادہ مشابہت رکھتا ہو۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا کہ عمر سے بہتر شخص پر آفتاب نے طلوع نہیں کیا پس ضروری تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کسی نہ کسی وقت
بہترین شخص اور خلیفہ وقت ہوتے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کے لئے دعا فرمائی عش
حمیداً و مت شہیداً کہ خدا کرے اچھی زندگی بسر کرو اور شہید مرو۔ پھر اگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ غاصب اور جابر اور ظالم
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کیونکر راست آسکتی ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث
مستفیضہ میں فرمایا "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم یظہر الکذب" کہ بہترین زمانہ میرا زمانہ
پھر میرے اصحاب کا پھر تابعین کا پھر اس کے بعد تو کذب اور جھوٹ پھیل جائے گا۔ پس اگر حضرت صدیق، حضرت
عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ غاصب و جابر تھے اور اکثر لوگوں نے ان کی اعانت و مدد کی تو لازم آتا ہے کہ
ان کا زمانہ بدترین زمانہ تھا حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے ثابت ہوا ہے کہ ان کا زمانہ بہترین
زمانہ تھا۔ اور امت مرحومہ کا گمراہی پر ہونا درصورت خلفائے ثلاثہ کے غاصب ہونے کے اس طرح لازم آتا ہے
خلفائے ثلثہ کی خلافت پر اجماع منعقد ہوا جمیع مسلمین امیر المومنین اور خلیفہ رسول اللہ کے لقب سے پکارتے
رہے سب نے ان سے بیعت کی اور حق رعیت بجالائے۔ اگر وہ احق بالخلافت تھے فہو المقصود ورنہ تمام لوگوں

ن وضال ہونا لازم آتا ہے۔ یہ باطل ہے کیونکہ امت محمدیہ کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کنتم خیر
ۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔ الآیۃ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:
خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم۔ الحدیث۔ اور فرمایا ہے:۔ لا تجتمع امتی علی الضلالۃ۔ کہ میری امت گمراہی
پر مجتمع نہ ہوگی۔ خلافت خاصہ کے ضمن میں کل اہل اسلام کے دو قول ہیں وہ یہ کہ خلیفہ خاص حضرت صدیق تھے
یا حضرت علی مرتضیٰ امر حق ان دونوں قولوں سے باہر نہیں مگر حضرت علی مرتضیٰ نے حضرت صدیق سے منازعت
نہیں کی اور یہ دو حال سے خالی نہیں یا تو آپ نے بوجہ کسی خوف و ڈر کے منازعت نہیں کی اور یا بلا خوف
منازعت نہیں کی صورت اول باطل ہے اس لئے کہ حضرت علی مرتضیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات
کے بعد اس درجہ عاجز نہ تھے کہ حضرت صدیق سے مقابلہ نہ کر سکتے کیونکہ اول تو آپ خود شجاع اور بنی ہاشم آپ
کے ساتھ تھے۔ حضرت ابوسفیان رئیس بنی عبد الشمس آپ سے موافق تھے حضرت زبیر آپ کے ساتھ تھے
حضرت فاطمہ زہرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی آپ کے نکاح میں تھیں یہ تمام قبول ریاست کے
سامان تھے اور اگر بلا وجہ خوف ڈور منازعت ترک کی تو لازم آئے گا کہ آپ مرتکب معصیت ہوئے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خلاف ورزی کی اور حق امت میں خیانت کی۔ اور عاصی وخائن امام وخلیفہ
نہیں ہو سکتا۔ واللازم باطل والملزوم مثلہ۔ اور اگر شیعہ کہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ سے ستر ہزار عربوں نے
بیعت کی تھی اور عربوں کی عادت ہے کہ وہ بیعت کر کے بیعت سے پھرتے نہیں تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ حضرت
مرتضیٰؓ کے عہد خلافت میں بھی ستر ہزار عربوں نے آپ سے بیعت کی تھی اور پھر وہ بیعت سے پھر گئے۔
حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت ستر ہزار عربوں۔ نے دفعۃً نہیں کی تھی بلکہ اوّلاً چند لوگوں نے آپ سے بیعت
کی تھی۔ لہذا لازم آتا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ قبل بیعت و بعد بیعت بوجہ ترک منازعت مرتکب معصیت
ہوئے۔ اور اگر شیعہ یہ کہیں کہ حضرت علی مرتضیٰؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتم میں مشغول تھے تو
بھی لازم آئے گا کہ مصلحت عامہ ترک کرنے کی وجہ سے مرتکب معصیت ہوتی اور ایک ایسے کام کے پیچھے
پڑے جس کا نتیجہ مترتب نہیں ہوا۔

دوسرے لفظوں میں (ہم یوں کہتے ہیں کہ) امت اس بات پر متفق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے بعد ان دو شخصوں میں سے ایک (ابوبکرؓ و علیؓ) خلیفہ برحق تھے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ علیؓ خلیفہ
برحق نہ تھے۔ کیونکہ بتواتر ثابت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے عہد خلافت میں بارہا علیٰ رؤس
الاشہاد بیان کیا ہے کہ افضل امت حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ۔ آپ کا یہ
بیان کرنا دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو آپ کا بیان مافی الضمیر سے موافق تھا۔ وھو الحق وبہ یثبت المطلوب۔
بالعکس مخالف۔ مگر اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا آپ کا یہ بیان کسی خوف و ڈر کے سبب تھا اور کسی سے آپ نے اس کے برخلاف
بیان کیا ہے۔ تو اس صورت میں آپ کا مدلس وخائن ہونا لازم آتے گا اور مدلس وخائن امام
و خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ اور یا آپ کا خلاف مافی الضمیر بیان کرنا بوجہ کسی خوف و ڈر کے تھا۔ مگر در صورت خلافت
خوف و ڈر کوئی معنے نہیں رکھتا۔ معہٰذا اگر کسی قسم کا اکراہ تھا تو بمبالغہ شیخین کی توصیف کرنے کی کوئی وجہ نہ تھی

بایں ہمہ اگر شیعہ کہیں کہ باوجود خلافت اور شجاعت وشوکت بھی تقیہ جائز ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اظہار اسلام اور نماز پڑھنے وغیرہ میں بھی تقیہ پایا جانا ممکن ہے۔ کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ انکار خلافت شیخین کی نسبت انکار اسلام صحابہ کرامؓ کے نزدیک اشد جرم تھا تو اس صورت میں امامت تو امامت اسلام کا ثابت کرنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ بہر کیف یہ تمام قباحتیں ہیں جنہیں کوئی مسلمان تسلیم نہیں کر سکتا۔ پس بدلیل اجماع امت ثابت ہوا کہ خلافت حضرت صدیق اکبرؓ اور اُن کے بعد خلافت حضرت عمر فاروقؓ حق تھی۔

ایضاً

جب جمیع اہل اسلام متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ احق بالخلافت تھے یا حضرت علی مرتضٰیؓ اور خلافت بہ نص شرع ثابت ہو سکتی ہے یا بہ بیعت اور یا بہ تسلط۔ اقوال امت دربارۂ اثبات خلافت ان تینوں قولوں سے باہر نہیں۔ اور حضرت علیؓ کو ان تینوں صورتوں میں سے کوئی صورت حاصل نہ تھی۔ بیعت و تسلط کا حال تو ظاہر و باہر ہے، رہی نص شرع۔ پس اگر حضرت علی مرتضٰی کی خلافت میں خود حضرت علی مرتضٰیؓ کے نزدیک یا کسی اور صحابی کے نزدیک نص شرع ہوتی تو یہ ناممکن بات ہے کہ وہ حضرت علی المرتضٰیؓ کو خلافت سے محروم اور غیر کو خلافت پر مسلط ہوتے دیکھتے اور نص شرع کا اظہار نہ کرتے۔ بلکہ ضرور اظہار کرتے اور مسلط کو الزام دیتے اور اس کی خلافت کا انکار کرتے جس سے لامحالہ تنازعہ پیدا ہوتا۔ اور نقل کیا جاتا۔ اور خصوصاً بعد وفات الشیخین اور اس صورت میں حضرت علیؓ مرتضٰے نص شرع سے بھی اگر مطلع نہ ہوتے تو مطلع ہو جاتے۔ اور اس کا اقرار کرتے نہ کہ انکار۔ حالانکہ حضرت علی مرتضٰیؓ نے اپنے لیے نص شرعی ہونے سے انکار کیا ہے۔

اور ارتفاع امن از احکام شرع در صورت شیخین کے غاصب ہونے کے اس لیے لازم آئے گا کہ اگر حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ غاصب تھے تو کم از کم یہ تو ضرور لازم آئے گا کہ وہ اور اُن کے معاونین فاسق تھے اور جب وہ اور ان کے معاونین فاسق تھے تو قرآن و احادیث پر کیوں کر اطمینان کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید اولاً شیخین نے جمع کیا اور اکثر احادیث شیخین اور ان کے اعوان و انصار سے روایت کی گئی ہیں۔ اور اُن کے علاوہ اور لوگوں سے بھی روایت کی گئی ہیں لیکن اور لوگوں نے جب غاصبین سے انکار نہیں کیا اور نہی عن المنکر سے باز رہے تو اب ان کا سکوت یا بر بنائے تقیہ تھا یا بر بنائے تقیہ نہ تھا۔ اگر بر بنائے تقیہ نہ تھا تب تو لازم آئے گا کہ وہ افسق خلق اللہ تھے اور اگر بر بنائے تقیہ تھا تو ان کی موافقات بھی متہم بہ تقیہ ہیں۔ اور جن امور میں انہوں نے مخالفت بھی کی ہو تو وہ بفحوائے آیت کریمہ۔ ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا۔ عنداللہ غیر مرضیہ ہیں۔ جب صورت حال یہ ہوئی تو دونوں فریق میں سے کسی کو ترجیح دینے میں ترجیح بلامرجح لازم آئے گی۔ اور امت کے پاس کوئی حجت باقی نہیں رہے گی۔ کیونکہ قرن اول کی تبلیغ مشکوک ہوئی اور اس پر کوئی فائدہ مترتب نہیں ہوا۔ اگر شیعہ کہیں کہ ہم نے حقیت قرآن مجید کو تلاوت آئمہ سے پہنچانا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس میں تقیہ کا احتمال تھا اور صورت حال یہ مفروض کی گئی ہے کہ دوسرا فریق غاصب

ر اگر شیعہ یہ کہیں کہ ہم نے حقیقت قرآن کو بفحوائے آیت کریمہ "اِنا لہٗ لحافظون" حفظ الٰہی سے جانا تو ہم کہتے ہیں
بنک ٹھیک ہے مگر پھر امام معصوم کا لازم ہونا کیوں مانتے ہیں؟ اور اگر کہیں کہ ہم نے حقیقت آئمہ کو معجزہ سے
پچانا جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کسی امام کا کوئی معجزہ بھی بطریق تواتر یا شہرت یا استقامت ثابت نہیں۔ اگر
ولق کرامت کوئی امر واقعہ ثابت بھی ہے تو بغیر تحدی بطریق خبر واحد ثابت ہے اور بایں قسم واقعات شیخین سے بھی
نقول ہوئے ہیں۔ ہم اس مضمون کو کسی قدر اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ قیام حجت تکلیف بغیر
عرفت مکلف بہ صحیح نہیں۔ اور معرفت حجت شرعیہ موقوف ہے۔ نقل پر جو صاحبِ شرع سے منقول ہو جب
نقل سے نقل شرع کو پہچانتے ہیں تو اُسے دو قسم پر پاتے ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جو بداہتہً بلاتردد مکلفین پر
لیل وحجت ہے جس کی نسبت مکلفین سے کہا جاسکتا ہے: عندکم فیہ من اللہ برھان۔ یقین سے مراد وہ
شرع کے نزدیک معتبر ہے۔ نہ وہ یقین جو متکلمین کی اصطلاح ہے۔ اسی قسم پر اہل سنت اند اہل بدعت ہونے
کا مدار ہے۔ اور اسی قسم میں امت سے اختلاف کرنا قبیح و مذموم اور بہ نص آیت کریمہ "ولا تکونوا کالذین تفرقوا
اختلفوا من ما بعد ما جاءھم البینٰت" الآیۃ حرام و ممنوع ہے اور اسی کی نسبت حدیث شریف میں وارد ہوا ہے
ن احدث فی دیننا مالیس منہ فھو علیہ رد"۔ یہ جو شخص دین میں ایسی بات پیدا کرے جو اس میں نہ ہو وہ اس
نخص پر رد ہے۔ اور یہ قسم جو بلاتردد حجت و برہان ہوسکتی ہے نص صریح کتاب اللہ و حدیث مشہور جو بطرق متعددہ
ہر طبقہ میں بروایت رجال کثیرہ مروی ہوئی ہو اور اجماع امت اور خصوصاً اجماع طبقہ اولیٰ اور قیاس جلی (جو اول الذکر
تین قسموں پر کیا جاتا ہے) میں محصور ہے۔ حدیث مشہور کے حکم میں وہ خبر واحد بھی ہے جو بکثرت قرائن رکھتی ہو
اور وہ قرائن کتاب اللہ کا مفہوم مخالف یا مفہوم موافق ہوں۔ اور یا مضمون خبر حکم صریح عقل اور قیاس
کے مطابق ہو۔

دوسری قسم اخبار آحاد ہیں جن کی تصحیح و تضعیف میں علمائے کرام میں اختلاف واقع ہوا ہے خصوصاً
اقسیۂ متعارضہ و اخبار متخالفہ جن کی تطبیق میں علمائے امت کے مختلف اقوال ہیں اس نوع کا حکم یہ ہے کہ اس
قسم کے مسائل میں جہاں تک ممکن ہو صاحب شریعت سے موافقت کرنے میں ہمت صرف کرنی چاہیے
پھر کوشش بلیغ کے بعد جو امر بظن غالب ہو اس پر عمل کرے۔ یہ حکم بھی باجماع امت ثابت ہے۔ علمائے اصولیین
کے اس کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ اس قسم میں اختلاف کرنے والوں میں مصیب و مخطی کون ہے ایک قول
ہے کہ اس قسم میں اختلاف کرنے والے سب مصیب ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ مصیب ان میں صرف ایک
ہے اور باقی مخطی و معذور۔ اس قسم کے اختلافیات میں تفسیق و تکفیر کو مطلق دخل نہیں۔ بلکہ اس قسم کے اختلافیات
باعثِ رحمت و وسعت ہیں۔ پس یہ امر ہم بحکم عقل یقیناً جانتے ہیں کہ اصل تکلیف شرعی قسم اول میں ہے
نہ قسم دوم میں۔

جو شخص کہ خلافت شیخین بلکہ خلافت خلفائے ثلاثہ سے منکر ہے بلکہ کفر و فسق کے ساتھ انہیں مطعون کرتا ہے
خاکش در دہن، وہ درحقیقت دین کی جڑ کاٹتا ہے کیونکہ کتاب اللہ کو شیخین نے جمع کیا اور حضرت عثمان غنی رض
نے عالم کو اس پر متفق کیا۔ اگر انہوں نے خلافت کو غصب کیا اور منصوص علیہ بالخلافت کو ڈرایا،

تو فریضۃ اللہ کے تارک ہوئے اور فریضۃ اللہ کا تارک فاسق، فاجر اور بدترین مردم ہے۔ اور جب واقعہ یہ ہوا تو یہی حال اُن کے معاونین و انصار کا ہوگا۔ تو اب اُن لوگوں سے جو کچھ منقول ہوا ہے، وہ کیونکر قابل اعتماد ہو سکتا ہے۔ اور اگر تواتر کا اعتبار کیا جائے تو ہمارا مطلب حاصل ہے کیونکہ خلفائے راشدین کی خلافت بتواتر ثابت ہے۔ اور اگر ان چند ملحدین، منکرین خلافت خلفائے راشدین کی ہفوات کو سنیں تو نہ نقل قرآن مجید ثابت ہوتی ہے اور نہ نقل احکام نہ بطریق تواتر نہ بطریق خبر واحد۔ اور اگر بالفرض کوئی نقل ضعیف مروی بھی ہو تو کوئی ذی فہم اور ذی علم اس سے ثاقف نہیں۔ بہر کیف وہ قسم اول سے ہو سکتی ہے جو مکلفین پر دلیل و حجت ہو سکے۔ اور اگر تواتر کا اعتبار کریں تو انکا تیر اُنہیں کے سینہ میں جا لگتا ہے۔ "وکفی اللہ المؤمنین القتال" اور اجماع امت جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ایک کلمۂ مجمل ہے۔ جب اس کی تفصیل کرتے ہیں تو خلفائے ثلاثہ کے سوا اور کسی زمانہ میں متحقق نہیں ہوا بلکہ اجماع خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں اور انہیں کے حکم سے متحقق ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں رہتا بلکہ از قسم اول شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم میں سے کوئی حکم باقی نہیں رہتا۔ اور لازم آتا ہے کہ لوگ اپنے اپنے مظنونات کے مطابق عمل کریں اور امور جزئیہ میں بلحاظ ظن غالب عمل کرنا جائز نہیں مگر باجماع طبقہ اولیٰ سو وہ بھی ثابت نہ ہوا الغرض ان کے ہفوات کے مطابق کوئی شخص بھی مکلف بحکم شریعت نہیں ہو سکتا "لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعین علٰی ھذہ العقیدۃ الباطلۃ"۔ اور مخالفت حکم عقل صریح درصورت خلفائے ثلاثہ کے غاصب ہونے کے اس لیے لازم آتی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا عالم کے لیے نعمت عظیمہ ہے۔ قتال بنی آدم گو دراصل قبیح و مذموم ہے صرف مصلحت عالم کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں قتال اس لیے تھا کہ اس وقت تو لوگ مسلمان ہو گئے اور پھر عنقریب ہی اس سے برگشتہ بھی ہو گئے اور یا اگر قتال آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ سعادت میں صرف ظاہر صورت اسلام کے لیے تھا قطع نظر اس سے کہ آخرت میں اُس سے کچھ نفع مترتب ہو تب بھی لازم آئے گا۔ کہ وہ نہایت قبیح و مذموم تھا ولیس کذالک۔ بلکہ اُسی مصلحت و اصلاح عالم کے لیے تھا جس کے لیے وہ نہ صرف تجویز بلکہ فرض و لازم کیا گیا بہر کیف جب مصلحت عالم کے لیے قتال تجویز کیا گیا اور بقول شیعہ صورت حال یہ ہوئی کہ اگر صحابہ حق پر نہ تھے تو اب عقل کہتی ہے کہ اہل حق نے کیوں اُن پر انکار نہ کیا اور جابرانہ و غاصبانہ خلافت کو کیوں تسلیم کر لیا۔ اس موقع پر چاہیے کہ مخالفین عقل کو حکم بنائیں کہ کیا عقل شہادت دیتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر مجاہدہ اور جہد صرف اس لیے کیا کہ لوگ اسلام میں ایک دروازے سے داخل ہوں اور دوسرے دروازے سے نکل جائیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں جو قتل و غارت ہوا اور عورتوں بچوں کو اسیر کیا گیا صرف اس لیے کہ لوگ زبان سے اسلام اسلام پکارتے رہیں اور آخرت میں اُن کا کچھ حصہ نہیں۔ (حاشا و کلا دین اسلام ایسے نقائص سے پاک ہے۔ مترجم)

"سبحانک ھذا بہتان عظیم"

خلافت شیخین پر ایک اعتراض اور اس کا جواب

اگر شیعہ کہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے باستخلاف علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ و اولاد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خیر و بہبودی جمیع مسلمین کا ارادہ فرمایا ہے دنیا و آخرت میں، مگر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے باختیار خود بوجہ خوف اپنے اوپر جور و ظلم کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقتضائے عقل یہ ہے کہ ترتیب موجودات اور تسلط سلاطین وغیرہ امور موافق عنایت الٰہیہ وقوع میں آتے ہیں سنت اللہ جاری ہے کہ اصلاح عالم کے لیے علوم حقہ اور سنن راشدہ انکی خلق اللہ رہ نفوس انبیاء علیہم السلام ہیں، کو القا کیے گئے ہیں اور پھر اس سے حواریین کے دل پر اس کا انعکاس ہوا ہے اور حواریین کے دل سے عام لوگوں کے دل پر علیٰ ھٰذا القیاس طبقۃً بعد طبقۃٍ۔ پس تمام شرائع باستعدادات کائنات خارجیہ واقع ہوئی ہیں۔ حکمت الٰہی کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقتضی ہوتی اس امر کی گنجائش نہیں رکھتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور آپ کی اولاد میں خلافت رہے۔ اور صورت حال یہ ہے کہ عنایت الٰہیہ میں یہ مقرر ہو چکا ہو کہ ان کی خلافت بظاہر صورت متحقق نہ ہو گی۔ بلکہ ان میں سے جو شخص دعوہ خلافت کرے گا اور جنگ کے لیے تیار ہو گا مخذول بلکہ مقتول ہو گا۔ (اور ایسا ہونا ممکن نہیں) حالانکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے "ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انہم لہم المنصورون وان جندنا لہم الغالبون"۔ (سورت صفت، پارہ ۲۳) کہ "ہمارا حکم ہمارے بندوں، رسولوں کے لیے نافذ ہو چکا ہے کہ وہ مظفر و منصور ہوں گے اور کہ ہمارا لشکر بے شک غالب آنے والا ہے"۔ اس آیت سے واضح ہے کہ خلفائے انبیاء علیہم السلام بھی اس حکم کے مستحق و سزاوار ہیں۔ لہٰذا وہ مظفر و منصور اور غالب ہیں۔ یہ امر ممکن ہے کہ نماز روزہ کا حکم ہے۔ اور ہزاروں لاکھوں آدمیوں کو اس عمل کرنے کی توفیق دی گئی ہے۔ اور انہوں نے عمل کر کے درجات عالیہ حاصل کیے اور بعض اشقیا جن کی شقاوت و بدبختی عنایت الٰہیہ میں مقرر ہو چکی فیض عام سے محروم رہے۔ مگر یہ ممکن نہیں کہ کسی ایسی بات کا حکم کیا جائے کہ کسی وقت اور کسی زمانہ ہی میں اُس پر عمل نہ کیا جا سکے۔

دوسرے لفظوں میں

افعال خداوندی کا اس عالم اسباب میں ایک طریقہ و روش پر جاری ہونا بعض دقیق معانی پر دلالت کرتا ہے۔ جسے ہم سنت اللہ کہیں تو بجا ہے اور لزوم عقل کہیں تو روا ہے۔ اس بنا پر متکلمین نے الٰہیات میں نظام عالم سے ذات واجب، قادر و مختار کا اثبات کیا ہے اور نبوات میں حسب دعویٰ ظہور معجزہ کو ثبوت نبوت قرار دیا ہے اور محسوسات میں سے شیر پستان کا ولادت کے سابق ہونے پر زیادتی زراعت کا باراں کے سابق ہونے پر، قیامت کا مرض کے سابق ہونے پر، اور جراحت کا زخمی ہونے پر دلالت کرنا اسکی نظیریں ہیں پس جاننا چاہیے کہ لطف الٰہی جو کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتضی ہوا پہلے جو کام کیا تو وہ نبوت کا ظاہر ہونا اور ایک گروہ کا دعوت قبول کرنا اور مشرکین کے شرک کا انکار کرنا تھا۔ پھر اسکے بعد جو کام کیا وہ جہاد اعلاء اللہ تھا اور اسی کے ضمن میں بنی آدم کا جوق جوق اسلام میں داخل کرنا مد نظر تھا بعد ازاں تیسرا کام جو لطف الٰہی نے کیا وہ دولت کسریٰ و قیصر کا درہم برہم کرنا تھا اور وہ عہد خلافت شیخین میں ظہور پذیر ہوا۔

اور اب دین اسلام تمام ادیان پر غالب آیا اور یہ وہ کام تھا جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ لوگوں کو بشارت و نزغیب دیتے رہے۔ اور یہ بہ ترتیب روش و طریقہ واحد ہے۔ جس کی مثال پودہ لگانے اور اس کے بڑھنے پھلنے پھولنے سے یا بچہ کے بڑھنے اور اس کے جوان و بوڑھا ہونے سے دی جا سکتی ہے جب ہم نے اس روش و طریقہ کو دیکھا کہ وہ محض لطف الٰہی ہے جس کے آثار ساعت بساعت نمایاں ہوتے رہے پس اسی روش و طریقہ واحد سے بطریق حدس عقل حقیقت خلافت کا بھی ادراک کیا اور جان لیا کہ جس طرح پودہ لگانے اور اُس کے بڑھنے وغیرہ حالات سے باغبان کی غرض و غایت پودے کا بڑھنا پھلنا پھولنا ہوتی ہے جس لئے وہ پودا لگاتا ہے یہی مثال نزول قرآن کی ہے۔ مثلاً آیات آیات اس کا نازل ہونا اور پھر سورت بسورت اس کا مرتب ہونا اور پھر مصاحف میں اس کا جمع کیا جانا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک سے علوم احکام کا اور علم احسان کا ظاہر ہونا اور پھر علوم احکام پر اجماع و قیاس کا متفرع ہونا پھر اسی طرح خلفائے راشدین کا ان علوم احکام اور علم احسان کی اشاعت و توسیع اور ان کا استحکام کرنا وغیرہ واقعات متناسقہ ہیں جن کا اول آخر کی بشارت دیتا ہے اور جن کا آخر اول پر دلالت کرتا ہے۔

ایضاً

خلفائے راشدین کے مناصب و جابر ہونے پر عقل اس لئے بھی شہادت نہیں دیتی کہ تمام مسلمانوں نے خلفائے ثلثہ سے بیعت کی اور ان کی خلافت پر متفق ہوئے۔ اُن کے ساتھ مرتدین سے قتال کیا اور فارس و روم سے جہاد کیا۔ انہیں کے اہتمام اور سعی و کوشش سے قرآن جمع کیا گیا۔ اس کی اشاعت کی گئی اور تمام مسلمان ایک مصحف پر متفق ہوئے۔ بلاد شام و عراق و عرب اور بلاد دشمن سے ظلمت کفر و شرک دور ہوئی حدود شرعیہ جاری کی گئیں۔ نماز روزہ وغیرہ ارکان اسلام جاری ہوئے تمام بلاد اسلام میں تلاوت قرآن ہونے لگی اور مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد رہا اور یہ وہ روشنی اور ترقی تھی جس کا بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نام و نشان نہ تھا اور محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حاصل ہوئی۔ اور سب دنیا جانتی ہے جب اس قدر امر میں اتفاق ہے تو اب اگر عقل کو کدورت تعصب سے پاک کیا جائے۔ تو وہ ضرور حکم کرے گی کہ خلفائے راشدین کی خلافت حق تھی اور اس کے انعقاد میں عصیان واقع نہیں ہوا اور نہ مقاصد خلافت میں کسی قسم کا قصور و کوتاہی اور غلطی واقع ہوئی ہے۔ کیونکہ اصل الاصول در بارہ خلافت اتفاق امت مرحومہ میں سے سواد اعظم کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے موافقت کرنا اور اس سے انحراف نہ کرنا ہے دقد وجدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکی تھے اور قرآن جو مسلمانوں پر بحکم ہے مکی ہے۔ اب جو کچھ اختلاف امت کے درمیان پیدا ہوا ہے یا بر بنائے نفسانیت ہے یا بر بنائے جہل اور عقل شہادت دیتی ہے کہ بہ مجرد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدون کسی ایسے امر کے واقع ہوئے جو قوت غضبیہ کو ابھار سکتا ہو نفسانیت کا پیدا ہونا بعید از عقل ہے اور سابق میں کسی بغض و حسد کا پایا جانا بھی نامعلوم ہے۔ یہ بھی سمجھ میں نہیں آسکتا کہ بمجرد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام نص سواد اعظم کو بھول گئے اور اگر غافل رہے۔ تو اہل حق کو اس کے انکار سے کون امر مانع ہوا جو لوگ اس کے خلاف کہتے ہیں وہ بہتان باندھتے ہیں۔ سبحانک ہذا بہتان عظیم خلفائے راشدین کے اقوال و

افعال کا خیر ہونا ہم نے ان کے اقوال و افعال کو موافق کلام الٰہی ہونے سے جانا پس عقل شہادت دیتی ہے کہ یہ سب خیر اور حق تھا قاعدہ عقل ہے کہ وہ امر ظاہر پر اعتماد کرتی ہے۔ بشرطیکہ قرائن قویہ اس ظاہر سے نہ پھیریں مثلاً آگ شعلے مارتی ہے اور بالبداہت ہم اس کی حرارت کو محسوس کرتے ہیں۔ لہٰذا جب تک کہ ہم اپنی غلطی جس پر جو جوہر شبیہ بنار کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ مطلع نہ ہوں تب تک اس سے بخت دیز کا قصد نہ کرنا حماقت و بیوقوفی ہے۔ اور خلاف مصلحت شرع مبین درصورت خلفائے ثلٰثہ کے غاصب ہونے کے اس لئے لازم آئے گا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰے کی ذات پاک پر لطف و کرم واجب ہے اور اس کا لطف و کرم متقاضی تھا کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کوئی شخص حافظ و حامی ملت ہوتا اور یہ کہ یہ امر ضروری ہے۔ کہ حافظ ملت وہی شخص ہوسکتا ہے جو عالم و معصوم ہو اور حضرت علی مرتضیٰ رض کے سوا کوئی عالم و معصوم نہ تھا۔ اس لئے وہ ہی امام ہو سکتے تھے مگر ہم پہلے مقدمہ کو بلا تصرف اور دوسرے مقدمہ کو کسی قدر تصرف کے ساتھ مانتے ہیں ہم مانتے ہیں کہ اللہ کی ذات پاک متصف بلطف و کمال ہے خود ارشاد ہے۔ "اللہ لطیف بعبادہ" اور دوسرے مقدمہ کو اس طرح مانتے ہیں کہ وہ قرآن مجید کا حافظ و نگہبان ہے۔ "انا لہ لحافظون" اور اس کا وعدہ واجب الوقوع ہے ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ لطف الٰہی متقاضی تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کوئی شخص ملت محمدیہ کا حافظ و حامی ہو اور اس کی تین صورتیں ہیں اوّل یہ کہ اللہ تعالٰے خود متکفل حفظ و حمایت ہو کہ ہمیشہ مرۃً بعد مرۃٍ غیب سے تائید فرما کر کسی شخص کے دل میں القا کرتا رہے۔ کہ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور قوم کے دل میں القا کرے کہ وہ اس کی مطیع و منقاد ہو جائے، یہی معنی ہیں "اِنا لہ لحافظون" کے اور یہی معنی ہیں حدیث یبعث فی کل مائۃ فی ھٰذہ الامۃ من یجدد دینہا" کہ اس امت کی ہر صدی ہجری میں ایک شخص مامور کیا جائے گا کہ وہ دین محمدی کا احیا کرے۔ دوم یہ کہ وہ اس امت مرحومہ میں من حیث المجموع ایک خاصیت پیدا کرے کہ وہ کبھی گمراہی پر مجتمع نہ ہوگی جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "لا تجتمع امتی علی الضلالۃ" سوم یہ کہ کسی شخص کو اقامت دین کے لیے مقرر کرے اور جس طرح شیعہ کہتے ہیں کہ کبھی لطفِ الٰہی ظہور امام معصوم کا مقتضی ہوتا ہے اور یہ کمال لطف الٰہی ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام معصوم مخفی ہوتا ہے اور یہ بھی خالی از لطف نہیں۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی کبھی مذکورہ بالا تینوں باتوں کو جمع کرتا ہے اور یہ اکمل انواع لطف الٰہی ہے اور ایام "خلافت نبوت و خلافتِ رحمت" میں ایسا ہی واقع ہوا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعا اول الذکر دو صورتوں پر اکتفا کرتا ہے کیونکہ اصل لطف اور اس کی غرض و غایت پائی گئی مقدمہ ثالثہ کو بھی ہم کسی قدر تصرف کے ساتھ مانتے ہیں۔ وہ یہ کہ جو شخص باقتضائے لطف الٰہی حافظ و حامی ملت ہو اس کے لیے ضروری ہے کہ وفور علم اور درجات عالیہ آخرت کے ساتھ مبشر ہو۔ تاکہ لطف الٰہی متحقق ہو۔ عصمت شرط نہیں جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں، کیونکہ ممکن ہے کہ وہ شخص اوائل عمر میں کافر و فاسق ہو اور بعد میں اللہ تعالٰے اُسے توبہ نصیب کرے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس کے آخر حال کی بہتری اور علم و فضل میں اس کی علو مرتبت معرض بیان میں آئی ہو مگر یہاں پر ایک اور شرط ہے وہ یہ کہ یہ شخص امام ظاہر اور مظفر و منصور ہو اس لیے کہ اگر امام مخفی ہو تو لازم آئے گا کہ شریعت میں ایک ایسے مجہول شخص کے اتباع کی تکلیف دی گئی جو امر بالمعروف کر سکتا ہے نہ

اکثر اہل اسلام مسلک ومذہب اہل سنت تھے۔ اور یہیں اور خصوصاً علماء فضلاء فقہاء قراء مفسرین ومحدثین اور بادشاہان کا مذہب ومسلک اہل سنت کا تھا اور ہے اور سادات اہل بیت کی خلافت باستثناء خلافت حضرت علی مرتضےٰ کبھی منتظم نہیں ہوئی اور یہ بھی معلوم ہے کہ خود حضرت علی مرتضےٰ کے عہد خلافت میں بھی کیا کچھ ہوا اور خود بقول شیعہ ایام خلافت حضرت علی مرتضےٰ ابتلاء وتقیہ وخوف کا زمانہ تھا اور پھر حضرت علی مرتضےٰ کے بعد بنی امیہ نے ان کی حکومت کے اختتام استیصال کی کیا کچھ کوشش نہ کیں پھر حضرت علی مرتضےٰ کی خلافت کے بعد کبھی سادات کی خلافت مستقر وقائم نہیں ہوئی۔ اور کہ جب خروج کیا اول مرحلہ میں شکست کھائی اور مقتول ہوئے اور یہ کہ قائل بمذہب شیعہ ہمیشہ مخذول ومدفوع رہے ہے۔ جیسا کہ خود ان کی کتابوں میں مذکور رہے۔ اب خود انصاف کرنا چاہیے کہ دین ممکن اہل سنت کا ہے یا اہل شیعہ کا اور لطف الہٰی جس سے بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اشاعت دین مطلوب تھی مذہب ومسلک اور طریقہ اہل سنت پر صادق آتا ہے، یا طریقہ شیعہ پر۔ نصب امام مخفی پر جو علیٰ رؤس الاشہاد اپنے مذہب ومسلک کو ظاہر نہ کر سکے لطف الہٰی پر صادق آتا ہے یا تسلیط خلیفہ وبادشاہ پر جس کی سلطنت علی رابعۃ النہار ظاہر ہوئی جس نے اپنے مذہب ومسلک کا اعلان کیا مشرق ومغرب تک اُس کی اشاعت کی اور عالم کو مسخر کیا لطف وکرم الہٰی کا مدار اشاعت دین اسلام پر ہے نہ نصب امام مختفی ومخذول پر جو تاثیم عالم کا باعث ہو اب یہاں پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ بیان کیا گیا اس وقت مسلّم ہو سکتا ہے کہ مخالفین انکار خلافت خلافتِ خلفاء کے دیگر دلائل نہ رکھتے ہوں۔ مگر شیعہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض فی کتاب اللہ" (سورت توبہ پارہ ۱۰) اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض رشتہ دار بعض سے اولیٰ ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریبی رشتہ دار حضرت علی مرتضیٰ تھے نہ خلفائے ثلاثہ۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ" الآیۃ (سورت مائدہ، پارہ ۶) اور آئمہ تفسیر نے تصریح کی ہے کہ اس آیت میں اشارہ حضرت علی مرتضےٰ کی طرف ہے۔ اور یوم غدیر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور تبوک کی طرف جاتے ہوئے فرمایا تھا: "انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی" نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انی تارک فیکم ما ان تمسکتم بہ لن تضلوا من بعدی" الحدیث یہ سب خلافت حضرت علیؓ پر دلالت کرتا ہے۔ اور زیدیہ میں سے صاحب الاساس نے یہ حدیث بھی بیان کی "الحسن والحسین اماما عدل، قاما اوقعد او ابوھما خیر منھما" تو اس کا جواب ہم یہ دیتے ہیں۔

اجمالی جواب

یہ آیات واحادیث بھی ہماری ہی تائید کرتی ہیں، نہ مخالفین کی۔ اس لیے کہ بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خلفائے ثلاثہ متصدی خلافت ہوئے اور جمہور صحابہ کرام نے اُن کی خلافت کو تسلیم کر لیا اور آثار جمیلہ وعلامات خیر ان کی خلافت پر مترتب ہوتے اور مخالفین نے رایت خلاف بلند نہیں کیا۔ پس اتفاق سواد البتہ حق پر ہی ہو سکتا ہے۔ اور عدول از حق کی وجہ یا جہل ہو سکتا ہے یا نفسانیت اور سواد اعظم میں ان دونوں باتوں کا پایا جانا بعید

از قیاس ہے۔ جو کچھ انہوں نے کیا خیر وحق اور موافق کتاب وسنت ہے۔ سکوت قوم کا محمل اور ظاہر اً رضا و تسلیم ہے۔ اور خصومت مخالفین خلاف ظاہر کیونکہ حاصل خصومت مخالفین تفسیق یا تکفیر اُمت ہے۔ خصوصاً طبقۂ اولیٰ کی تفسیق یا تکفیر اور اس سے بدتر اور کون امر ہو سکتا ہے۔ حضرت علی مرتضٰی رضؓ کی خلافت پر دعوئے نص پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام میں سے کسی نے اُسے رعایت نہیں کیا حتیٰ کہ خود حضرت علی مرتضیٰ نے بھی اپنے خطبات ومحاورات میں اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ اولاد حضرت علی مرتضٰیؓ ہی نے اس کا اثبات کیا ہے۔ حاصل مذہب شیعہ امامت بمعنی حجت معصومہ مفترض الطاعۃ ہے۔ اور اگر یہ معنی ثابت ہوتے تو لامحالہ فرق اسلامیہ سے کوئی نہ کوئی فرقہ اس کا اعتراف کرتا اب ہم کہتے ہیں کہ یہ امر ظاہر ہے کہ اول ملت میں یہ مذہب نہ تھا۔ اور بعد میں شیئاً فشیئاً بر طریق خوف وتقیہ ظاہر ہوتا گیا۔ اور جوں جوں زمانہ ممتد ہوا عقیدہ باطلہ محکم ہوتا گیا یہاں تک کہ شیعوں نے اپنے مذہب کی تدوین کی اور کتب ورسائل تصنیف کئے اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ ان کے ادلہ کی سُبکی وسخافت اسی سے ظاہر ہے کہ انہوں نے متشابہات آیات واحادیث میں تتبع کر کے تاویلات رکیکہ اختراع کی ہیں۔ کہ خود سیاق وسباق جن کا انکار کرتا ہے۔ اب ہم ایک نکتہ بیان کرتے ہیں کہ بالفرض اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی وقت کوئی کلمہ فرمایا ہو جو حضرت علی مرتضٰی کی خلافت پر دلالت کرتا ہو، مگر بعد میں جب قبل از وفات اپنے اخیر خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کے مناقب بیان فرمائے اور امامت نماز حضرت صدیق اکبرؓ کے تفویض کی تو اب فعل آخر اول کا ناسخ یا اس کو اس کے ظاہر سے پھیرنے والا تھا۔ اور اگر ہم اس سے بھی تنزل کریں تو کہیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اعقل الناس تھے۔ آپ جان سکتے تھے کہ قبل از وفات اپنی اخیر تقریر میں آپ کا حضرت صدیق اکبرؓ کے مناقب بیان فرمانا اور امامت نماز آپ کے تفویض کرنا حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت پر تمسک کرنے کا باعث ہوگا۔ لہٰذا چاہیے تھا کہ آپ خاموش رہتے مگر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے اس کے کہ آپ سکوت فرماتے حضرت صدیقؓ کے مناقب بیان فرمائے۔ اور امامت نماز اُن کے سپرد کی۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ کی مراد اس قول سے خلافت حضرت علی مرتضٰیؓ کی نہ تھی۔ ورنہ تدلیس لازم آئے گی۔ اس کے بعد ہم ایک اور نکتہ بیان کرتے ہیں۔ (نکتہ) قرآن مجید میں حضرت علی مرتضٰی کے استخلاف کی بابت صریح لفظ واقع نہیں ہوا اور نہ کسی حدیث مشہور میں ہی جس کا مخالف وموافق دونوں اعتراف کرتے ہوں صریح لفظ وارد ہوا ہے۔ باقی رہا اشارۂ خفیہ کتاب وحدیث مشہور یا صریح خبر واحد کہ جس کی روایت میں مخالفین متفرد ہیں۔ اشارۂ کتاب وحدیث مشہور کو ہم علاوہ قول سواد اعظم کے بھی دوسرے معنی کی طرف پھیر سکتے ہیں باجماع منا ومن مخالفینا، اور خبر واحد بمقابلہ اجماع واتفاق غیر مسموع ہے باجماع منا ومن مخالفینا۔ دوسرا نکتہ اب ہم اب اور نکتہ بیان کرتے ہیں۔ بہت سے ادلہ در بارہ استخلاف صریح نص نہیں ہیں بلکہ ان میں استحقاق استخلاف کا بیان ہے کہ فلاں شخص فی نفسہ کامل ہے اور شروط خلافت رکھتا ہے لہٰذا اگر انعقاد خلافت اُس کے حق میں واقع ہو تو اُس کی خلافۃ خلافتِ راشدہ ہوگی تو یہ عین استخلاف نہیں بلکہ اظہار استحقاق ہے۔ اور اس قسم کے ادلہ خود ہمارے پاس بھی موجود ہیں جو حضرت علی مرتضٰیؓ کی شان میں وارد ہیں۔ اور یہ تو ہم مقدمہ میں بیان کر چکے ہیں کہ خلفائے راشدین کے

پس جب ان میں سے جس کی خلافت متحقق ہوئی یہ ادلہ اس کی خلافت راشدہ کی مثبت ہوئے کیونکہ خلافت
راشدہ کے دو جز ہیں ایک فرمانروائی اور وہ بالحس معلوم ہوئی ہے۔ اور دیگر اہلیت وقابلیت فرمانروائی باد
صاف وملکات استعدادیہ جو اللہ تعالےٰ نے اس شخص کے اندر رکھے ہوں اور یہ انہیں نصوص سے معلوم
ہوسکتا ہے۔ جن میں استحقاق خلافت کا ذکر کیا گیا ہے پس جب خلافت متحقق ہوگی تو یہ ادلہ اس کے کمال
نفس پر دلالت کریں گے نہ اس کی خلافت کے واجب ولازم ہونے پر بالجملہ ہمارا یہ بیان ادلہ مخالیفں
کا ایک اجمالی جواب اور ایک مجمل تنبیہ ہے جس کے دلنشین کرنے سے مخالیفن کے اعتراضات سے خلاصی
مل سکتی ہے۔ اب ہم اس کے بعد اس کے تفصیلی جواب کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

تفصیلی جواب

(پہلی دلیل کا جواب)

قولہ تعالےٰ:۔ واولوالارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ۔ اگر انصاف سے کام لیا جائے اور آیت کریمہ
کے سیاق وسباق پر نظر ڈالی جائے تو واضح ہوجائے گا کہ ان آیات میں فضایل مہاجرین وانصار کا ذکر کیا گیا ہے
اور چونکہ مہاجرین وانصار اس امت میں مرتبہ عالی رکھتے تھے۔ اس لئے ان کے ساتھ وہ تواصل وتراحم کرنے
کا حکم دیا گیا جو ایک خاندان کو دوسرے خاندان کے ساتھ کرنا چاہیے۔ مثلاً عیادت مریض وشرکت جنازہ وغیرہ
اور اس لئے غیر مہاجرین سے قطع تواصل کرنے کا حکم کیا گیا چنانچہ فرمایا۔ "والذین آمنوا ولم یہاجروا مالکم
من ولایتھم من شیئٍ حتی یھاجروا" الآیۃ۔ تاہم یہ حکم اس سے مستثنا ہے کہ اگر غیر مہاجرین مقابلہ کفار کے
مسلمانوں سے مدد مانگیں۔ تو انہیں مدد دینا فرض ہے۔ اگر مسلمان انہیں مدد نہ دیں گے تو فتنہ عظیم پیدا ہوگا کفار
مسلمانوں پر غالب آجائیں گے اور ان کے استیصال کی کوشش کریں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا
واولوالارحام بعضھم اولی ببعض فی کتاب اللہ" مطلب یہ ہے کہ تواصل بین المہاجرین والانصار حق دیگر ہے
اور صلہ رحمی حق دیگر اس لئے یہ نہ سمجھا کہ صلہ رحمی منسوخ ہوئی اور تواصل بین المہاجرین والانصار صلہ رحمی کا
مزاحم ہے۔ پس یہ آیت در بارہ صلہ رحمی وارد ہوئی ہے۔ اور جن لوگوں نے کہ اس آیت سے توارث سمجھا ہے
انہوں نے سیاق وسباق سے آیت کو قطع کیا ہے۔ یہ آیت مخالیفن کے لیے مطلق مفید مطلب نہیں۔ بلکہ اس کے
ان کو ہوا وخواہش نے اس سے استدلال کرنے پر مجبور کیا اور اس بنا پر انہوں نے کہا کہ یہ آیت عام ہے۔ تمام
امور میں بوجہ صحیح ہونے استثنار کے از انجملہ اُن امور کے امامت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اولوالارحام
حضرت علی مرتضےٰ تھے۔ نہ حضرت صدیق پس وہی اولی بالخلافت تھے تعجب یہ ہے۔ کہ یہ کلام بعض ذی فہم
اصحاب سے صادر ہوتا ہے۔ غائیت الامر یہ کہ اگر یہ آیت مطلق ہو تو اب سوال یہ ہوگا کہ وہ کس امر میں مطلق ہے
جیسا کہ یہ کہا جائے کہ زید عمرو پر مقدم ہے، تو اب سوال یہ کیا جائے گا کہ کس امر میں زید عمرو پر مقدم ہے علم میں
یا نسب میں یا شجاعت میں وغیرہ وغیرہ۔ پس آیت شریف میں علامت اطلاق ہے۔ یا نہیں اگر ہے تو سطلب
ہوگی ورنہ مقید پھر مطلق کو قرائن پر چھوڑ دیا جاتا ہے یا قید کا ذکر کیا جاتا ہے۔ صریحاً اور صحت استثنا اس قید کو نہیں

بتلا سکتی۔ اس لیے کہ اگر استثناء مذکور ہو مثلاً یوں "اولی الا فی کذا" تو اس موقعہ پر مستثنیٰ منہ کو بقرینہ مستثنیٰ مقدر مانا جاتا ہے۔ جس طرح کوئی کہے "قراءت الا یوم الجمعۃ" تو اب بقرینہ یوم الجمعۃ کل یوم مقدر کہا جائے گا یعنی قراءت کل یوم الا یوم الجمعۃ۔ اور اگر کوئی یوں کہے قرأت، تو یہ جملہ صرف قرأت سے اخبار واقع ہوگا یہی حال آیت مذکورہ کا ہے۔ کم از کم اگر مخالف کا کلام صحیح بھی ہو تو لازم آئے گا کہ جب امام وقت انتقال کر جائے، تو امامت کو اولوالارحام میں تقسیم کر دیا جائے جس طرح مال تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ (ولا قائل بہ) یہاں پر ایک نکتہ ہے بغایت ثمین وھی ہٰذہٖ۔

نکتہ

عالم میں دو طریقہ جاری ہیں۔ طریقۂ انبیاء علیہم السلام، اور طریقہ ملوک۔ طریقۂ انبیاء علیہم السلام یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے درمیان توارث نہ تھا۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام قبیلہ لاوی سے مبعوث ہوئے اور حضرت یوشع قبیلہ بن یامین سے۔ اور پھر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان قبیلہ یہودا سے اور طریقۂ ملوک یہ ہے جیسا کہ تواریخ سے ظاہر ہے کہ جب کوئی بادشاہ مرجاتا ہے تو اس کی اولاد میں سے کوئی شخص اس کا جانشین ہوتا ہے۔ اگر سلطنت کا طالب کوئی دوسرا شخص ہوتا ہے تو اس کی اولاد جنگ کے لیے تیار رہوتی ہے۔ اور اُسے سلطنت سے باز رکھتی ہے۔ اور اگر متغلب مسلّط ہو جائے تو سلطنت بادشاہ اول کے خاندان سے نکل جاتی ہے۔ خلافت نبوت میں دو احتمال ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ خلافت نبوت سے ملحق ہو، اور اس لیے اس میں توارث جاری نہ ہو۔ دوم یہ کہ خلافت نبوت بادشاہت وسلطنت سے ملحق ہو اور توارث جاری کیا جائے۔ صورت اول میں خلیفہ وہ شخص ہونا چاہیے جو متمم افعال نبوت ہو اور اگر خلافت سلطنت و بادشاہت کے حکم میں ہوتی تو ضروری تھا کہ باقتضائے نفوس وطبائع عامہ اُس میں توارث جاری ہوتا مگر ہم دیکھتے ہیں کہ سنت مستمرہ ملوک کے خلاف صحابہ کرام نے عمل کیا۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ صحابہ کرام کا ارادہ اقامت سنت صالحہ انبیاء علیہم السلام تھا۔ یہی وجہ ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے دربارۂ استخلاف یزید علی روس الاشہاد صاف کہہ دیا کہ یہ ابوبکرؓ وعمرؓ کی سنت نہیں ہے بلکہ کسریٰ وقیصر کی سنت ہے۔ اگر ہم اس بیان سے تنزل کریں تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر صحابہ کرام نے بالفرض علوت مستمرہ ترک کی تو یہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس معاملہ میں ان کے پاس کوئی قوی حجت ہوگی۔ کیونکہ نفوس وطبائع عامہ کا خاصہ ہے کہ وہ اجرائے عادت مستمرہ پر حریص ہوتی ہیں۔

(دوسری دلیل کا رد) قولہ تعالیٰ "انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین آمنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ" الآیۃ سیاق آیت ذکر مرتدین اور اُن کے ساتھ جہاد کرنا ہے۔ اور یہ معنی باتفاق مفسرین حضرت صدیق اکبرؓ کی ذات میں متحقق ہوئے جیسا کہ ضحاک، قتادہ اور حضرت حسن بصری نے بیان کیا ہے۔ جو حوادث اب تک عالم میں پیدا ہوئے، وہ اُس کی واضح دلیل ہیں۔ کہ مرتدین کے ساتھ جہاد کرنے والے حضرت صدیق اکبرؓ تھے۔ مؤرخین میں سے کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ اس خاص اہتمام وکوشش کے ساتھ اس وقت حضرت صدیقؓ کے سوا کسی اور نے بھی مرتدین سے جہاد کیا؟ کلمۂ انما کلام عرب میں دلیل جملہ سابقہ اور اس کی تحقیق وتثبیت کے لیے آتا ہے۔ یعنی اے مسلمانو! ارتداد مرتدین اور اُن کی جمعیت سے کیوں ڈرتے ہو۔ درحقیقت

تمہارا کارساز حقیقی اللہ ہے۔ جو تمہیں تدابیر جہاد الہام کرے گا۔ بعد ازاں تمہارا ولی دوست اللہ کا رسول ہے جس نے رشتہ ترغیب جہاد عالم میں وسیع کیا ہے۔ اور دعائے خیر سے امت مرحومہ کی دستگیری کی ہے۔ اور ظاہر میں تمہارے دوست محققین اہل ایمان ہیں۔ جو اقامت نماز و زکوٰۃ اور خشوع و خضوع فی العبادت کے ساتھ موصوف ہیں اور قابلیت تحمل داعیہ الٰہیہ رکھتے ہیں الہدان کے ہاتھوں اصلاح عالم فرمائے گا پس یہ آیت کریمہ بہ شہادت سیاق و سباق حضرت صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے جس میں آپ کے اور آپ کے تابعین کے حال سے تعریض کی گئی ہے۔ اور اگر ہم اس کے عموم صیغہ سے متمسک نہ ہوں تو جمیع محققین مومنین کو شامل ہوگی اسی بنا پر جب حضرت جعفر محمد بن علی الباقر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہ کی شان میں نازل ہوئی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی مرتضےٰ بھی تو مومنین ہی میں تھے۔ بغوی اس کے راوی ہیں حضرت جابر بن عبداللہ نے فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن سلام کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی جب کہ اُن کی قوم نے انہیں چھوڑ دیا تھا۔ اب ان مبتدعین کی کج فہمی کو دیکھنا چاہیے کہ سیاق و سباق آیت کو چھوڑ کر اپنی ہوائے باطل کی ترویج کے درپے ہوئے ہیں۔ زیدی نے اپنی کتاب الاساس میں کہا ہے کہ یہ آیت کریمہ والذین آمنوا خاص حضرت علیؓ کے حق میں آئی ہے۔ دلیل اس کی تواتر ہے کہ مفسرین و مؤرخین اس پر متفق ہیں۔ اور لفظ جمع کا آیت کریمہ میں واقع ہونا از قبیل اطلاق العام علی الخاص ہے۔ جیسا کہ آیت کریمہ۔ ھم الذین یقولون لا تنفقوا علیٰ من عند رسول اللہ" میں واقع ہوا ہے۔ کیونکہ مراد اس سے فقر ابن ابی تھا۔

اب جاننا چاہیے کہ تواتر کہتے کس کو ہیں۔ تواتر اس کا نام ہے کہ ایک بہت بڑی جماعت نے جس کا کذب پر اتفاق کرنا عادۃً ناممکن ہو کسی چیز کا ادراک کیا ہو اور وہ اپنے اس ادراک کی خبر دے۔ اس موقع پر خبر مخبر صادق سے زیادہ معتبر کوئی حس و ادراک نہیں ہو سکتا۔ اور حال یہ ہے کہ کوئی حدیث مرفوع اس باب میں وارد نہیں ہوئی۔ چہ جائے تواتر اور اگر بطریق مسامحہ لفظ تواتر سے اتفاق مراد لیا ہو تو وہ بھی ممکن نہیں کیونکہ ابھی حضرت جابر اور حضرت جعفر الباقر کی روایت اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ مگر بات یہ ہے یہ تاویل امر مختلف فیہ ہے۔ چاہیے کہ اگر موافق قاعدہ کے ہو اخذ کریں ورنہ رد کر دیں۔ اس کے بعد ہم کہتے ہیں۔ کہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ کہ لفظ عام سے خاص کا ارادہ کیا جائے۔ اور اگر کیا بھی جائے تو اس تاویل بعید کے لیے کوئی قوی قرینہ ہونا چاہیے۔ اور وہ قرینہ کہاں ہے احقر کو بظن غالب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بعض لوگوں نے بطریق تعریض آیت کریمہ والذین آمنوا سے حضرت علی المرتضےٰؓ کو سمجھا ہوگا تو تعریض ایک امر جدا ہے اور تخصیص عام جدا اور طریق تعریض میں لفظ عام اپنے عموم پر باقی رہتا ہے۔ معہذا اس عام میں کسی فرد واحد کا خصوصیت کے ساتھ بدلالت قرائن سیاق و سباق داخل ہونا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ فصل تعریضات میں ہم نے بسط کے ساتھ بیان کیا۔ مگر یہ شخص چونکہ بوجہ اپنی قلت معلومات طریق تعریض سے آشنا نہیں۔ اس لیے آیت مذکورہ میں تخصیص بتلاتا ہے۔

اس کے بعد ہم کہتے ہیں کہ بطریق تعریض حضرت علی مرتضےٰؓ کا خصوصیت کیساتھ اس آیت میں داخل ہونا اس وقت راست و صحیح ہو سکتا ہے کہ جملہ وہم راکعون حال واقع ہو صرف یؤتون الزکوٰۃ سے اور قصہ مخترعہ

کہ بحالت رکوع حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک سائل کو انگشتری اتار کردی) مکرر واقع ہوا ہو اور یہ دونوں باتیں بہ ۳ وجہ ممنوع ہیں اول یہ کہ "وھم راکعون" حال واقع ہوا ہے دو متناسقہ جملوں کے بعد ضمیر مرفوع سے جو جمع ہے اور ان دونوں جملوں کا فاعل واقع ہے۔ پس ظاہر یہی ہے کہ وہ دونوں جملوں کے فاعل سے حال واقع ہو۔ مگر اس وقت میں "راکعون" اپنے اصلی معنوں میں راست نہیں آسکتا اس لیے کہ "یقیمون الصلوٰۃ وھم راکعون" صحیح نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے کہ راکعون کو خاشعون کے معنی میں لیا جائے جیسا کہ ہم کہتے ہیں تو اب معنی یہ ہوئے۔ یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ اے خاشعون فی اقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ۔ اور یا یوں کہا جائے:۔ یقیمون الصلوٰۃ ویوتون الزکوٰۃ وھم راکعون۔ اے مواظبون علی النوافل۔

دوم یہ کہ یوتون الزکوٰۃ بصیغہ مضارع واقع ہوا ہے جو استمرار تجدد و تکرر پر دلالت کرتا ہے اور اگر تقید بحال ہے تب بھی کئی دفعہ ادائے زکوٰۃ کا بحالت رکوع واقع ہونا ضروری تھا ولا قائل بہ۔

سوم یہ کہ جو توجیہ و معنی ہم نے اختیار کیے تہذیب نفس میں غایت درجہ اثر رکھتے ہیں۔ اور موافق کتاب و سنت ہیں۔ کیونکہ اقامت نماز و زکوٰۃ میں خشوع و خضوع کا واقع ہونا مطلوب شرع متین ہے اور بے انتہا دلیلیں اُس کے مطلوب ہونے پر دلالت کرتی ہیں، اسی طرح اقامت فرائض با مواظبت نوافل شریعت محمدیہ میں ممدوح اور مدار فضیلت و اکملیت افراد لبشریہ ہے۔ بخلاف بحالت رکوع صدقہ دینے کے کہ اعلیٰ مقاصد شرعیہ سے کچھ زیادہ مناسبت نہیں رکھتا بجز اس کے کہ فی الجملہ مسارعت فی الصدقات پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس صورت میں بمقتضائے حسن بیان نظم کلام یہ ہوتا۔ وھم یسارعون فی الصدقات کیونکہ بموقع مدح خصوصیت رکوع کو کچھ دخل نہیں۔ پھر اگر ہم یہ تسلیم بھی کرلیں کہ یہ آیت شریف حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ کی شان ہی میں نازل ہوئی ہے تو غایت الامر یہ ہوگا کہ آیت شریف دلالت کرے گی کہ حضرت علی مرتضیٰ ناصر المسلمین تھے۔ والامر کذالک کیونکہ اللہ تعالےٰ نے مشاہد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں حضرت علی مرتضےٰ کو توفیق عظیم عطا فرمائی۔ اور آپ سے امور عجیبہ ظہور میں آئے۔ مثلاً جنگ بدر، جنگ احد، غزوہ خندق فتح حصن و قلعہ خیبر اور قتل عمرو بن عبد بر سر صف آپ نے مبارزت کی اور اچھی طرح مقابلہ کیا۔ یہ سب کچھ نصرت المسلمین ہے۔ خلافت اس سے کیونکر مفہوم ہوئی۔ اور اگر شیعہ کہیں کہ ولی بہ معنی متصرف ہے جیسا کہ ولی عورت کہ امور متعلقہ نکاح میں۔ اُسے تصرف حاصل ہوتا ہے۔ اور ولی صبی جو اُس کے جمیع معاملات کا متصرف ہوتا ہے۔ پس آیت شریف میں ضمیر خطاب کی مخاطب امت مرحومہ ہے اور ولی امت نہیں ہوسکتا بجز امام و خلیفہ تو ہم اس کے دو جواب دیتے ہیں۔ اول یہ کہ اگر بالفرض والتسلیم آیت شریف میں ولی المعنی متصرف ہے اور آیت امامت و خلافت پر دلالت کرتی ہے تو اب اُس کی دلالت کی دو صورتیں ہیں یا آیت شریف امامت و خلافت پر فی الحال دلالت کرتی ہوگی تو لازم آئے گا کہ بموجودگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ امام و خلیفہ تھے ولا قائل بہ۔

اور اگر آیت خلافت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر دلالت کرے فی وقتٍ من الاوقات تو یہ صورت ہمارے مسلک کے موافق ہوگی کیونکہ فی وقتٍ من الاوقات تو ہم بھی حضرت علی مرتضےٰ کو خلیفہ مانتے ہیں اور یہ وقت آپکی خلافت کا وقت تھا اس وقت بے شک آپ امام الحق تھے۔

دوسرا جواب

قرآن مجید میں جس جگہ ولایت کا لفظ آیا ہے۔ اس کے معنی نصرت کے ہیں۔ سورت انفال میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ان الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ والذین آووا ونصروا اولٓئک بعضھم اولیاء بعض والذین آمنوا ولم یھاجروا ما لکم من ولایتھم من شیءٍ حتی یھاجروا فان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر"۔ الآیۃ۔ سورت مائدہ میں فرمایا ہے: "لا تتخذوا الیھود والنصاریٰ اولیاء بعضھم اولیاء بعض"۔ خصوصاً اس آیت کا سیاق و سباق بآواز بلند کہہ رہا ہے کہ ولایت بمعنی نصرت ہے۔ سیاق آیت یہ ہے:۔ "یآیھا الذین آمنوا من یرتد منکم عن دینہٖ فسوف یاتی اللہ بقومٍ یحبھم ویحبونہٗ"۔ الآیۃ۔ (اس میں اشارہ نصرت کی طرف ہے) اس کے بعد فرمایا ہے: "ومن یتول اللہ ورسولہٗ والذین آمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون" اور یہ صریح ہے دربارہ نصرت۔ اب انصاف کرنا چاہیے کہ آیت: "انما ولیکم اللہ ورسولہٗ والذین آمنوا"۔ الآیۃ۔ وجوب خلافت حضرت علیؓ پر دلالت کرتی ہے یا بتلاتی ہے کہ اُس سے استدلال خلافت کرنا محض ادعائے نفس ہے۔ اسی طرح اس آیت کریمہ: "لا ینال عھدی الظالمین"۔ (شیعہ کہتے ہیں کہ مراد خلافت سے ہے۔ کہ ظالمین کو نہیں مل سکتی اور حضرت صدیق ظالم تھے۔ اس لئے کہ کافر تھے۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے انہیں اسلام کی دعوت دی)۔ اصل قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام سے فرمایا۔ "انی جاعلک للناس اماماً"۔ اے ابراہیم میں تمہیں لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں۔ عرض کیا "ومن ذریتی"۔ اے پروردگار اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا "لا ینال عھدی الظالمین"۔ ظالمین ہمارا عہد نہیں پا سکتے۔ اگرچہ امام کے معنی پیشوا ہیں نبی ہو یا خلیفہ یا عالم مقتدا مگر یہاں پر بلاشک نبی سے مراد ہے۔ تو اب آیت شریف کا مطلب یہ ہوا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا تو آپ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ اے پروردگار میری ذریت سے بھی ایک جماعت کو نبوت عطا کر فرمایا ہماری وحی نبوت ظالمین کو نہیں پہنچ سکتی اس قصہ کے بیان فرمانے میں مشرکین عرب کی تردید کی گئی۔ کیونکہ وہ کہتے تھے۔ "لولا نزل ھذا القرآن علیٰ رجلٍ من القریتین عظیم"۔ کہ یہ قرآن مجید کسی ایسے شخص پر کیوں نازل نہیں کیا جو دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) میں ذی عزت ہوتا جب معنی آیت بیان کئے گئے تو اب ہم کہتے ہیں کہ اس آیت کے مدلول کو دلالت خلافت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس میں وحی و نبوت کا ذکر ہے۔ علاوہ ازیں ظالم کا لفظ حقیقۃً اس شخص پر صادق آسکتا ہے جو وقوع مضمون جملہ کے وقت ظالم ہو نہ قبل یا بعد اور اطلاق عصیر بر خمر اور اطلاق خمر بر عصیر مجاز ہے۔ بالاتفاق حضرت صدیق بروقت انعقاد خلافت ظالم نہ تھے (تو یہ آیت ان کی کیونکر مانع ہوئی)، اور تیسری دلیل کا جواب حدیث: "الا ترضیٰ ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی"۔ اصل قصہ یہ ہے۔ کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک کو جا رہے ہیں۔ اور حضرت علی مرتضےٰ کو مصلحت خانہ داری کے لئے گھر چھوڑ گئے۔ حضرت علی مرتضےٰ کو ایک قسم کا ملال ہوا کہ آپ نہیں اپنے ساتھ جنگ میں نہیں لے جاتے

اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تمہاری منزلت میرے نزدیک وہ ہے۔ جو حضرت ہارون کی حضرت موسیٰ کے نزدیک تھی۔ ترمذی اور حاکم نے بحدیث سعد روایت کیا ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو بعض مغازی میں مکان پر چھوڑا۔ حضرت علی مرتضےٰ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ مجھے عورتوں بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ فرمایا علی کیا تم اس سے خوش نہیں کہ تمہاری منزلت میرے نزدیک بمنزلہ ہارون کے ہے۔ جو حضرت موسےٰ کے قائمقام ہوئے تھے بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں۔ حاصل یہ ہے۔ کہ حضرت موسےٰ علیہ السلام جب طور پر گئے تو حضرت ہارون کو اپنا قائمقام کر گئے پس حضرت ہارون تین خصلتوں کے جامع ہوئے۔ ایک یہ کہ حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے اہلبیت سے تھے۔ دوم یہ کہ حضرت موسےٰ کی غیبت میں حضرت ہارون ان کے قائمقام تھے۔ سوم یہ کہ حضرت ہارون نبی بھی تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو غزوہ تبوک روانہ ہوتے ہوئے اپنا قائمقام بنایا تو حضرت ہارون کے ساتھ آپ کو دو باتوں میں تشبیہ دی ایک یہ کہ آپ اہل بیت سے تھے۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبت میں آپ کے قائمقام ہوئے۔ اور تیسری خصلت میں اور وہ نبوت ہے آپ کو تشبہ حاصل نہ تھا۔ اور یہ تشبہ خلافت کبریٰ سے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد واقع ہوئی کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر غزوہ میں ایک نیا شخص قائمقام کرتے رہے۔ پس خلافت صغریٰ وجوب خلافت کبریٰ پر دلیل نہ ہوئی۔ البتہ خلافت صغریٰ (اور وہ خلافت بوقت غیبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تھی) پر دلالت کرتی ہے۔ حضرت علی بھی اس کے اہل تھے کہ خلافت انہیں تفویض کی جاتی۔ تو یہ ہمارے مسلک کے بر خلاف نہیں۔ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد خلافت کبریٰ ہوتی تو آپ بجائے حضرت ہارون کے حضرت یوشع سے تشبیہ دیتے۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ حضرت یوشع ہوئے۔ اور حضرت ہارون حضرت موسیٰ سے کئی سال پہلے وفات پا چکے تھے اب تعنت و تشدد شیعہ کو دیکھنا چاہیے کہ مذکورہ بالا حدیث سے استدلال خلافت کی تصحیح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ جس قدر مراتب حضرت ہارون کو حاصل تھے حضرت علی مرتضےٰ کے لیے ثابت ہوئے۔ والا استثناء صحیح نہ ہوتا۔ جو مراتب حضرت ہارون کو حاصل تھے۔ از انجملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد وفات ان کے قائمقام ہونے کا استحقاق بھی حضرت ہارون کو حاصل تھا بشرطیکہ حضرت ہارون زندہ رہتے۔ اور اگر حضرت ہارون باوجود زندہ رہنے کے قائم مقامی سے معزول کیے جاتے، تو وہ ضرور اس سے متنفر ہوتے۔ اور یہ انبیا علیہم السلام کے حق میں جائز نہیں۔ از انجملہ اور مراتب کے حضرت ہارون حضرت موسی علیہ السلام کے شریک فی الرسالت تھے۔ لہذا یہ بات ضروری تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد حضرت ہارون مفترض الطاعت تھے اگر زندہ رہتے۔ پس ضروری ہوا کہ یہی استحقاق حضرت علی مرتضےٰ رض کے لیے بھی ثابت ہو، بجز اس کے کہ شرکت فی النبوت ممتنع تھی۔ اس لیے نبی نہ تھے اور مفترض الطاعت تھے اور یہی معنی امامت کے ہیں

الجواب

ہم اس کا جواب دیتے ہیں کہ قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم: "انت منی بمنزلہ هارون من موسیٰ"

ہیں ایک قسم کی تشبیہ واقع ہوئی ہے۔ اور تشبیہ میں وہی اوصاف مشہورہ معتبر ہوتے ہیں جو زیادہ تر خاص و عام ہوں نہ اوصاف دور دراز مثلاً کوئی یوں کہے کہ زید شیر کی مانند ہے۔ تو اس تشبیہ سے کوئی یہ نہیں سمجھ سکتا کہ زید کے دم بھی ہے اس کے دانت بھی شیر کی طرح ہیں اور اس کے جسم پر شیر کی طرح بال بھی ہیں اور کہ وہ شیر کی طرح آدمیوں کو پھاڑ کھاتا ہے بلکہ وہی شجاعت متعارفہ سمجھ میں آتی ہے حضرت ہارون کے خصائل مشہورہ یہی تھے جو مذکور ہوئے۔ اس قسم کے کلام یعنی حدیث۔ انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ سے استخلاف خلافت بعد وفات موسیٰ کوئی ذی عقل نہیں سمجھ سکتا۔ اور خصوصاً بایں علاقہ کہ عدم استحقاق سے انبیاء کا معزول ہونا لازم آئے گا اور معزول ہونے سے تنفر خلائق۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر حضرت ہارون زندہ رہتے تو خلیفہ بخلافت اصطلاحیہ نہ ہوتے اس لئے کہ خلافت اصطلاحیہ غیر انبیاء کے لئے ہے۔ نیز ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کام منقطع ہو جانا جو بوجہ غیبت تفویض کیا گیا تھا معزولی نہیں بلکہ کام کا تمام ہو جانا ہے۔ مثلاً کسی شخص سے کہا جائے کہ فلاں کام انجام دیکر آجاؤ اور وہ انجام دیکر آجائے۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ استحقاق طاعت انبیاء علیہم السلام کو بجہت نبوت حاصل ہوتا ہے جب حضرت علی مرتضےٰؓ سے نبوت مستثنیٰ کی گئی جو کچھ کہ بجہت نبوت ثابت ہو سکتا تھا وہ بھی مستثنیٰ ہو گیا۔ علاوہ ازیں اکثر امامت امام کو بمعنی معصوم مفترض الطاعت نہیں لیتی۔ کیونکہ معصوم مفترض الطاعت کا مفہوم غیر محصل ہے عادۃً۔ پس اس پر کلام کی بنا ڈالنا گس تدر ناانصافی ہے۔ اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ نے بمقام خم غدیر فرمایا من کنت مولاہ فعلیٌ مولاہ۔ اس کا اصل قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کو یمن کی طرف روانہ کیا ہوا تھا اتفاقاً حضرت علی مرتضےٰؓ اور لشکر کے درمیان کچھ ترش مزاجی واقع ہوئی۔ پھر حجۃ الوداع "آخری حج" کے موقع پر جب اہل لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کی شکایت کی۔ چند روز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف فرمایا۔ بعد ازاں آپ نے حضرت علی مرتضےٰ سے حقیقت حال کا استفسار فرمایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لشکریوں کا تعنت معلوم ہوا تو آپ نے حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے خطبہ پڑھا اور محبت اہل بیت کی تعلیم فرمائی۔ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ آپؐ نے زجر فرمایا اور حضرت علی مرتضیٰؓ سے محبت رکھنے کا حکم فرمایا۔ امام مسلمؒ نے بطریق اسمٰعیل بن ابراہیم عن ابی حیان عن یزید بن حیان روایت کیا ہے کہ زید بن حیان حصین بن سبرۃ اور عمرو بن مسلم زید بن ارقم کے پاس گئے۔ حصین بن سبرۃ نے ان سے کہا کہ آپ نے بہتر زمانہ دیکھا ہے۔ خصوصاً آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے۔ آپ سے حدیث سنی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں آپ شریک رہے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے آپ نے نماز پڑھی آپ نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا بیان کیجیے۔ انہوں نے کہا واللہ میرا سن زیادہ ہو گیا اور اب میں ایک پرانے زمانہ کا آدمی ہوں۔ میں نے جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، کچھ بھول گیا، اور کچھ یاد ہے۔ سو جو کچھ مجھے یاد ہے اُسے قبول کرو اور جو بھول گیا، اس میں مجھے معذور رکھو۔ اس کے بعد زید بن ارقم نے بیان کیا کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بمقام خم غدیر (ایک چشمہ کا نام تھا) کھڑے ہوئے اور خطبہ پڑھا۔

حمد و ثنار کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ و پند کیا۔ پھر فرمایا اے لوگو! میں بھی ایک بشر[۳] ہوں۔ اور اب وہ وقت دور نہیں کہ میرے پروردگار کا قاصد آئے، اور میں اُسے لبیک کہوں میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں۔ اُن میں ایک کتاب اللہ تعالیٰ[۱] ہے، اس میں ھدایت و روشنی ہے۔ اُسے لو اور اُس سے تمسک کرو۔ پھر آپؐ نے بمزید تاکید کتاب اللہ پر عمل کرنے پر تحریص و ترغیب دلائی۔ پھر فرمایا، اور دوسری چیز میرے اہل بیت[۲] ہیں۔ میں تمہیں اپنے اہل بیت کے معاملہ میں خدا کا خوف دلاتا ہوں۔ دو دفعہ فرمایا۔ اِس کے بعد حصین نے زید بن ارقم سے پوچھا، کیا ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل نہیں؟ زید بن ارقم نے کہا ازواج مطہرات اہل بیت میں داخل تو ہیں مگر بالخصوص اہل بیت وہ لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا۔ وہ کون کون لوگ ہیں جن پر صدقہ حرام کیا گیا؟ انہوں نے کہا آل علی، آل عقیل، آل جعفر اور آل عباس۔ ان پر صدقہ حرام کیا گیا ہے۔ محمد بن فضیل، جریر اور سعید بن مسروق کی روایت بھی اسی طرح ہے۔ اس قدر بخاری اور مسلم شریف میں مذکور ہے۔ اس سے زاید جو بیان کیا گیا۔ اس کی تصحیح میں محدثین کو اختلاف ہے۔ بعض اُسے صحیح جانتے ہیں اور بعض غریب مطلق احقر کا رجحان اس طرف ہے کہ یہ زیادت بھی صحیح ہے مگر نہ بدرجہ روایت مسلم شریف اور وہ زیادت یہ ہے حاکم بطریق سلیمان الاعمش عن حبیب بن ابی ثابت عن ابی الطفیل عن زید بن ارقم روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو مکہ و مدینہ کے درمیان بمقام خم غدیر آپؐ نے قیام فرمایا۔ آپؐ کے حسب حکم چند سیڑھیاں جو یہاں تھیں صاف کی گئیں اور آپؐ نے کھڑے ہو کر بیان کیا کہ گویا مجھے دعوتِ الٰہی آچکی ہے اور میں اُسے لبیک کہہ چکا ہوں میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑتا ہوں جو ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔ اور وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت ہے۔ سو دیکھو تمہیں ان دونوں کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہیے۔ یہ وہ دونوں چیزیں ہیں کہ جو ایک دوسری سے جدا نہ ہوں گی، اور قیامت کے دن میرے حوض پر وارد ہوں گی۔ پھر فرمایا اللہ میرا ولی و دوست ہے اور میں ہر مسلمان کا ولی و دوست ہوں۔ پھر آپؐ نے حضرت علی مرتضیٰؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، جس کا میں ولی و دوست ہوں، علیؓ اُس کے ولی و دوست ہیں اے پروردگار! جو انؓ سے محبت رکھے تو اُس سے محبت رکھ اور جو ان سے عداوت کرے تو اُس سے عداوت رکھ۔ الحدیث۔ اور بطریق سلمہ بن کہل عن ابیہ عن ابی الطفیل روایت کیا ہے کہ زید بن ارقم نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ اور مدینہ کے درمیان چند بڑے درختوں کے نیچے ٹھیرے یہاں پانچ سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں آپؐ نے انہیں صاف کرایا۔ لوگوں نے ان درختوں کے نیچے کی تمام زمین صاف کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے راحت فرمائی اور پھر نماز عشائ کے بعد خطبہ کہا، اور فرمایا اے لوگو میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑنے والا ہوں جب تک تم اُن کی پیروی کرتے رہو گے۔ گمراہ نہ ہوں گے۔ وہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میری عترت ہیں۔ پھر فرمایا، کیا تم جانتے ہو کہ میں ہر ایک مسلمان کے نزدیک اُس کی جان سے زیادہ عزیز ہوں؛ تین دفعہ فرمایا لوگوں نے عرض کیا، جی ہاں۔ پھر فرمایا، "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" جس کا میں دوست ہوں اُس کے علی دوست ہیں۔ اور بحدیث بریدہ اسلمی روایت کیا ہے کہ وہ ایک غزوہ میں حضرت علی مرتضیٰؓ کے ساتھ یمن گئے۔

۳ - لا یکن الثناء کما کان حقہ ؛ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر ۱۲

۱ - قرآن مجید ۱۲ ۲ - رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ۱۲

بریدہ اسلمی کہتے ہیں کہ میں نے اس غزوہ میں حضرت علی مرتضٰی کی طرف سے ایک قسم کا ظلم دیکھا جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ سے اس امر کا ذکر کیا اور حضرت علی کی شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بریدہ کیا میں مسلمانوں کے نزدیک ان کی جانوں سے زیادہ عزیز نہیں ہوں۔ عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ فرمایا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ حاکم اور ترمذی نے بطریق عمران بن حصین روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سریہ (جس میں قریباً چار سو سوار تھے) پر حضرت علیؓ کو امیر بنا کر یمن کی طرف روانہ کیا جب حضرت علی مرتضٰی سریہ لے کر گئے تو ایک جاریہ سے آپ نے قربت کی صحابہ نے آپ کے اس فعل پر انکار کیا اور چار شخص گواہ ہو گئے جب یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے تو آپ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ عمران بن حصین کہتے ہیں، کہ جب لوگ سفر سے واپس آتے تو اولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ کو دیکھتے اور آپ کو سلام علیک کرتے اور پھر گھروں کو جاتے۔ مگر اس وقت جب سریہ واپس آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام علیک کیا۔ بعد ازاں ان چار شخصوں میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو نہیں معلوم حضرت علیؓ نے اس قسم کا فعل کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا پھر دوسرے شخص نے آن کر عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو نہیں معلوم حضرت علیؓ نے اس قسم کا فعل کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ پھیر لیا۔ اسی طرح تیسرے اور پھر چوتھے شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو نہیں معلوم کہ حضرت علیؓ نے اس قسم کا فعل کیا۔ اس دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہوئے آپ کے چہرہ مبارک پر اس وقت آثار غیظ نمایاں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری غرض کیا ہے کیا چاہتے ہو علی مجھ سے ہیں اور میں ان سے اور میں ہر ایک مسلمان کا دلی دوست ہوں۔ حاکم نے بطریق عمرو شاش الاسلمی جو اہل حدیبیہ سے تھے روایت کیا ہے کہ وہ حضرت علی مرتضٰی کے ساتھ یمن گئے عمرو شاش الاسلمی بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضٰی نے اس سفر میں ان پر ایک قسم کا ظلم کیا جس سے یہ اپنے دل میں ناراض ہوئے جب واپس آئے تو مسجد نبوی میں حضرت علیؓ کی شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں غیظ و غضب کی نگاہ سے دیکھا اور فرمایا عمرو تم نے مجھے ایذا دی۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں آپؐ کو ایذا دوں۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علیؓ کو ایذا دی اس نے مجھ کو ایذا دی۔ حاکم نے بطریق ابوسعید الخدری روایت کیا ہے کہ لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور خطبہ کہا اور فرمایا کہ علی کی شکایت نہ کرو۔ وہ اللہ کی راہ میں سخت ہیں۔

ترمذی نے بطریق براء بن عازب روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو لشکر روانہ کیے ایک حضرت علی کو امیر کیا اور دوسرے پر خالد بن ولید کو۔ جب جنگ ہوئی اور حضرت علی مرتضٰی نے قلعہ فتح کر لیا تو حضرت علی مرتضٰی نے وہاں سے ایک جاریہ لی۔ حضرت خالد بن ولید نے براء بن عازب کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت علی مرتضٰی کی شکایت بھیجی جب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے

اور عریضہ پیش کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک اُسے پڑھ کر متغیر ہو گیا اور فرمایا تم ایسے شخص کی نسبت کیا کہتے ہو جو اللہ تعالیٰ ورسول صلعم کو دوست رکھتا ہے اور اللہ ورسول اس کو دوست رکھتے ہیں عرض کیا یا رسول اللہ میں اللہ ورسول کے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں تو صرف قاصد ہوں ان کا یہ عذر سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مفسدے کے استیصال میں بہت کچھ تہدید وتشدید کی۔ ازاں جملہ حدیث ام سلمہ ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے علی کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا حاکم اس کے راوی ہیں ازاں جملہ حدیث ابی ذر ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی اور جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تمہاری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی حاکم اس کے راوی ہیں۔ ازاں جملہ حدیث۔ حب علی آیت الایمان وبغض علی آیت النفاق ہے بخاری اس کے راوی ہیں۔ ایک حدیث میں وارد ہوا ہے کہ اے علی خوشخبری ہے اس کو جو تم کو دوست رکھے۔ اور خرابی ہے اس کے لئے جو تم سے بغض رکھے اور تمہارے بارے میں جھوٹ بولے یہ تمام حدیثیں متقارب المعنی ہیں جو مختلف اوقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائیں۔ جب حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ کی تنقیح کی اور اس کا سبب ورود بیان کیا گیا تو اب ہم پھر اصل سخن کی طرف رجوع کرتے ہیں اور وہ حق صلۂ اہل بیت ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ صلہ قائم رکھے۔ امام مسلم اس کے راوی ہیں۔ بطریق ابن عمر اور شک نہیں کہ جب باپ کے دوستوں سے صلہ کرنا مطلوب شرعی ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقارب کے ساتھ صلہ کرنا بدرجۂ اولےٰ مطلوب ہے۔ لہذا یہ نہایت معقول وپسندیدہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کا حکم فرماتے حضرت عباس اور ان کی اولاد اور ازواج مطہرات بھی اس مراعات میں داخل وشامل ہیں۔ عبد المطلب بن ربیعہ سے روایت ہے کہ حضرت عباس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غیظ وغضب سے بھرے ہوئے آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا، کہ آپ کیوں اس قدر غصہ میں ہیں۔ عرض کیا یا رسول اللہ قریش کو کیا ہوا ہے کہ آپس میں ملتے ہیں تو خندہ پیشانی سے ملتے ہیں اور جب ہم سے ملتے ہیں تو اس طرح نہیں ملتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غصہ میں آگئے حتیٰ کہ آپ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو گیا اور فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جبتک وہ آپ لوگوں کو دوست نہ رکھے۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو جس نے میرے عم بزرگ کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی۔ جان لو کہ عم باپ کا بھائی ہوتا ہے۔ ترمذی اُس کے راوی ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تمہارے معاملہ میں رنج ہوتا ہے کہ میرے بعد کیا ہوگا تمہارے اُمور میں کوئی شخص صبر نہیں کر سکتا مگر صابرین وصدیقین۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں یعنی متصدقین۔ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے فرمایا اللہ تمہارے والد کو جنت میں ماء سلسبیل سے سیراب کرے۔ راوی کہتا ہے کہ عبد الرحمن بن عوف نے امہات المؤمنین ازواج مطہرات پر ایک باغ تصدیق کیا تھا جس کی قیمت چالیس ہزار تھی۔ ترمذی اس کے راوی ہیں ام سلمہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے جو شخص میرے بعد تم پر خرچ کرے صادق وبار ہے۔ اے پروردگار عبد الرحمن بن عوف

اور کتاب اللہ اور اہل بیت کے جمع ہونے کے یہ معنی ہیں۔ کہ جب تک کہ ایمان بکتاب واجب ہے تب تک صلہ اقارب و ازواج مطہرات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی واجب ولازم ہے۔ چنانچہ حدیث من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلیکرم ضیفہ سے اس پر کافی روشنی پڑتی ہے۔ ترجمہ یعنی جو شخص اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اُسے چاہیے کہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دربارۂ حضرت علی مرتضٰے غصہ فرمانا سواس کی وجہ ظاہر ہے۔ کہ جب حضرت علی مرتضٰے واقعہ احد جاریہ میں حق بجانب تھے۔ تو اب آپ کی شکایت کرنا اہل لشکر کا سراسر تعنت اور سرکشی تھی تتبع حق ایسے موقعوں پر زجر و توبیخ اور تاکید تواصل کئے بغیر کیوں کر رہ سکتا ہے۔ اور جارحہ عدل الٰہی سے تہدید و تشدد بد کے سوا اور کیا ظاہر ہو سکتا ہے۔ دیکھو افک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے موقع پر ملکوت اعلیٰ سے کیا جوش و خروش ظاہر ہوا۔ اسی طرح جب حضرت صدیق اور حضرت عمر کے درمیان ملال واقع ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ھل انتم تارکون لی صاحبی۔ الحدیث۔ اور وصیت محبت حضرت علی مرتضیٰؓ کو ان لفظوں میں۔ اور فرمایا: "الست اولی بکم من انفسکم قالوا بلیٰ قال فمن کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" ان خاص فقروں کے ساتھ وصیت (محبت حضرت علی مرتضٰے) کے یہ معنی ہیں کہ حق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت پر یہ ہے کہ اپنی تمام مصلحتوں کو جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تفویض کرے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے بالمقابل اپنے آپ کوئی استقلال اور اختیار نہ رکھے جس طرح بچہ دایہ کے اور نابینا دوسرے کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور خود کوئی اختیار و استقلال نہیں رکھتا بس مطلب یہ تھا کہ جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت علی مرتضیٰ کی شکایت کی انہیں چاہیے کہ اپنے نفس و عقل پر اعتماد نہ کریں، بلکہ ہمہ تن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تابع ہو جائیں۔ اور حدیث مذکور میں لفظ مولےٰ کے معنی دوست ہیں بقرینہ۔ "اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ" علاوہ ازیں اور حدیثیں بھی جو اوپر ذکر کی گئیں، اسی قرینہ پر ہیں۔ از انجملہ حدیث لا تبغضو ولا تشکو، اور حدیث حُبّ علیؓ آیت الایمان اور حدیث من سَبّ علیاً فقد سَبّنی وغیرہ وغیرہ۔ حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ مولا بمعنی دوست ہے جب لفظ مولا کے معنی واضح ہوئے تو اب روز روشن کی طرح ہویدا و آشکارا ہے کہ حدیث "من کنت مولاہ فعلیؓ مولاہ" مسئلہ ایجاب استخلاف سے کوئی مس نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس سے تعظیم صلہ اہل بیت مراد ہے۔ نیز اس میں حضرت علی مرتضٰےؓ سے محبت رکھنے کا حکم، اور عداوت رکھنے کی ممانعت ہے اور یہ آپ نے صرف حضرت علی مرتضٰےؓ کے لیے نہیں بلکہ آپ نے اپنے عم بزرگ عباسؓ اور اُن کی اولاد اور.... امہات المومنینؓ، ازواج مطہرات کے حق میں بھی بالخاص تاکید فرمائی اور حضرت صدیقؓ کے حق میں تو اوپر مذکور ہو ہی چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے "ھل انتم تارکون لی صاحبی" الحدیث فرمایا تھا۔ اب تعنت شیعہ کو دیکھنا چاہیے کہ جب اس بحث میں بھی جائے ناخن زدن نہ دیکھی تو کہنے لگے کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے۔ اور اولیٰ کو ہم متصرف درحق تمام امت کے لیتے ہیں۔ اور متصرف درحق جمیع امت کا نام ہی امام ہے۔ پس حضرت علی مرتضٰے امام ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ مولیٰ بمعنی محبوب ہے بجہت قرینہ اسباب مقدمہ اور بجہت قرائن احادیث جو خاص اسی مضمون میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بیان ہوئیں اور بجہت قرینہ اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ اس کے بعد ہم کہتے ہیں۔

مولا بمعنی معتق مشہور ہے اور ناصر و مالک کے معنی میں بھی آیا ہے لیکن ولی الامر کے معنی میں نہیں آیا اور نہ کسی افعل کو بمعنی فعیل ہم نے پڑھا ہے۔ اس کے بعد ہم کہتے ہیں مسلمنا کہ مولا بمعنی اولی ہے۔ مگر یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ولایت سے تصرف در امور مملکت مراد ہے

فصل ہشتم

"اثبات تفضیل شیخین میں اور اس کے دو مقصد ہیں۔ اول میں ادلہ نقلیہ اور دوم میں ادلہ عقلیہ[1] مذکور ہیں"۔

مقصد اوّل (ادلہ نقلیہ کے بیان میں) جاننا چاہیے کہ تمام صحابہ کرام پر شیخین کا افضل ہونا بدلالت کتاب و سنت ثابت ہے۔ بتصریح و تلویح اور باجماع امت و استخلاف بخلافت خاصہ کیونکہ استخلاف شخص بخلافت خاصہ کے لیے جمیع رعیت پر اس کی افضلیت لازم ہے۔ اور اس لحاظ سے ادلہ نقلیہ اثبات تفضیل شیخین چار ہیں۔ ہم اس مقصد کو چار مسلکوں پر تقسیم کرتے ہیں۔

مسلک اوّل

(دلالت کتاب اللہ میں)

تمام صحابہ کو اللہ تعالے نے ایک منزلت و مرتبہ پر نہیں رکھا ہے بلکہ بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے جب ہم ادلہ شرعیہ کا جو دربارۂ فضیلت صحابہ واقع ہیں، استقرار کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ فضیلت بہ دو وجہ ثابت ہے۔ اول بوجہ سوابق اسلامیہ دوم بوجہ صفات نفسیہ مثلاً صدیقیت، شہیدیت و ازانجملہ حواریت ہے۔ اور یہی دو وجوہ فرق مراتب کا باعث ہوئے ہیں۔ اور بکثرت آیات و احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں۔ کہ حسن و جمال، کثرت مال و متاع اور حسب و نسب وغیرہ کو بالمقابل ان امور کے فضیلت معتبر عند الشرع میں کوئی دخل نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے۔ "وما اموالکم ولا اولادکم بالتی تقربکم عندنا زلفی الا من اٰمن وعمل صالحاً" (سورت سبا، پارہ ۲۲) کہ تمہارا مال اور تمہاری اولاد ہمارے نزدیک تمہاری منزلت نہیں بڑھا سکتی بجز ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک کام کیے۔ نیز فرمایا ہے۔ "وجعلنکم شعوباً وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقیکم" (سورۃ حجرات، پارہ ۲۶) ہم نے تمہیں الگ الگ قبیلہ قبیلہ پیدا کیا ہے، کہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ اللہ تعالٰی کے نزدیک صاحب عزت وہی ہے جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہو۔ نیز فرمایا ہے۔ "المال والبنون زینۃ الحیٰوۃ الدنیا والباقیات الصالحات خیرٌ عند ربک ثواباً وخیرٌ اَملاً" (سورۃ کہف، پارہ ۱۵) مال اور نرینہ اولاد دنیوی زندگی کی زینت ہیں اور باقیات الصالحات یعنی نیکیاں بہتر ہیں اللہ تعالٰی کے نزدیک بلحاظ ثواب کے اور نیک امید رکھنے کے

---

[1] ادلہ عقلیہ کا باب کسی نسخہ میں موجود نہیں۔ ہمارے سامنے مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کے اہتمام سے طبع کرائے ہوئے نسخہ میں کتاب کا مقصد اول صرف ادلہ نقلیہ تک ہے اور یہ حصہ بھی مکمل نہیں ہے۔ خود مولوی محمد احسن صاحب تحریر فرماتے ہیں: "احقر محمد احسن عرض میدارد کہ از کتب موجودہ وقت طبع صرف یک کتاب عبارت مقصد اول تا ابن جا یافتہ شد و در باقی مقدار ۳ اوراق ازیں ہم کمتر بودہ است الی آخر کلامہ"۔

سہل بن سعد سے روایت ہے کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا، اس وقت ایک شخص بیٹھا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا اس شخص کی بابت تمہاری کیا رائے ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ لوگوں میں ایک ذی عزت شخص ہے۔ اگر یہ کسی کے گھر پیغام بھیجے تو کامیاب ہو اگر کسی کی سفارش کرے تو قبول ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک اور شخص نکلا اس کی نسبت آپ نے اسی شخص سے دریافت فرمایا کہ اس کی بابت تمہاری کیا رائے ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ یہ شخص فقرائے مسلمین سے ہے۔ اگر یہ کسی کے گھر پیغام بھیجے تو قبول نہ ہو۔ اور اگر کسی کی سفارش کرے سنی نہ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بہترین اہل روئے زمین میں سے ہے۔" آمدم بر سر مطلب، سوابق اسلامیہ کے متعلق اللہ تعالے نے فرمایا ہے:۔"لا یستوی القاعدون من المومنین غیر اولی الضرر والمجاھدون فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ، وکلا وعد اللہ الحسنیٰ وفضل اللہ المجاھدین علی القاعدین اجراً عظیماً درجت منہ ومغفرۃ ورحمۃ وکان اللہ غفوراً رحیماً (سورت نساء، پارہ ۵) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتصریح بیان فرمایا ہے کہ جمیع صحابہ کرامؓ ایک منزلت میں نہ تھے بلکہ بعض سے بعض افضل تھے۔ اور مدار افضلیت جہاد فی سبیل اللہ پر ہے پس معلوم ہوا کہ جو لوگ ابتدائے اسلام سے تا زیست جان و دل سے شریک جہاد رہے وہ سرفراز امت تھے اور منزلت علیا رکھتے تھے وہی افضل تھے۔ احادیث مشہورہ سے کہ جن کے قبول کرنے پر امت مکلف ہے۔ ثابت ہوا ہے کہ خلفائے راشدین جمیع مشاہد خیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے ہیں بجز چند بعض مشاہد کے کہ بوجہ کسی خاص وجہ کے شریک نہیں ہو سکے ہیں علاوہ ازیں بعض نے قتال و جہاد میں زیادہ کوشش کی ہے اور بعض نے انفاق مال میں اور بعض سے دونوں باتیں علےٰ وجہ الکمال ظہور میں آئی ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ وما لکم الا تنفقوا فی سبیل اللہ وللہ میراث السمٰوٰت والارض لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولٰئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعد اللہ الحسنیٰ واللہ بما تعملون خبیر ۰ (سورۃ حدید، پارہ ۲۷) مجاہد نے اس آیت کے تحت میں بیان کیا ہے کہ جن صحابہ کرام نے اسلام قبول کر کے قتال و جہاد کیا وہ خرچ کرنے والوں سے افضل تھے اور جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی وہ ہجرت کرنے والوں کے برابر نہ تھے اور قتادہ نے اس کے تحت میں بیان کیا ہے کہ قتال و جہاد دو قسم کا تھا ایک اعلیٰ و افضل تھا۔ اور دوسرا اس کی نسبت ادنیٰ اسی طرح خرچ و نفقہ کا ایک اعلیٰ و افضل تھا اور دوسرا ایک اس کی نسبت ادنیٰ و کم درجہ۔ اور ویسے تو اللہ تعالےٰ نے ہر ایک کو نیکی (جنت) کا وعدہ دیا ہے۔ یہ آیت نص صریح ہے اس امر میں کہ ایک جماعت نے قبل فتح مکہ قتال و جہاد اور مال خرچ کیا نیز اسی سابقیت اور جہاد اور انفاق کے لحاظ سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل تھی اور اس کے ثبوت میں سوائے اس آیت کے اور بھی بہت سی آیات و احادیث شاہد ہیں از انجملہ آیت کریمہ:۔"والذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ والذین اووا ونصروا اولٰئک ھم المؤمنون حقا لھم مغفرۃ ورزق کریم، والذین امنوا من بعد وھاجروا وجاھدوا معکم فاولٰئک منکم"۔ (سورت انفال، پارہ ۱۰) کلمہ فاولٰئک منکم دلالت صریحہ رکھتا ہے کہ جو لوگ ہجرت و جہاد و انفاق مال میں مقدم تھے وہ اوروں سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ از انجملہ احادیث ابی الدرداء ہے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ سے باوجودیکہ آپ بھی مہاجرین اولین سے تھے حضرت صدیقؓ کے بارے میں فرمایا تھا۔ ھل انتم تارکون لی صاحبی کہ کیا تم میرے دوست کو چھوڑ دو گے۔ از انجملہ حدیث انسؓ ہے۔ کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کے درمیان کچھ مکالمہ ہوا حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبد الرحمٰن بن عوف سے کہا تم ہم سے چند روز اسلام میں سبقت کر کے فخر کرتے ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب سے تعرض نہ کرو واللہ اگر تم جبل احد کے برابر سونا خرچ کرو تب بھی تم ان کے اعمال کا ثواب نہیں پا سکتے۔ از انجملہ حدیث ابو سعید خدریؓ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے اصحاب کو برا نہ کہو واللہ اگر تم میں سے کوئی جبل احد کے برابر سونا خرچ کرے تو ان کے ایک دو بلکہ نصف مدّ کے برابر بھی تو آپ نہیں پا سکتا اور ظاہر ہے۔ کہ ان احادیث کے مخاطب حاضرین تھے اور لفظ صحابی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قدمائے صحابہ کا ارادہ کیا تھا۔ اس کے بعد جاننا چاہیے کہ حضرت صدیقؓ نے ہجرت سے پہلے قتال وجہاد اور انفاق مال کیا ہے بخلاف دیگر صحابہ حضرت علی مرتضےٰ وغیرہ کے قبل ہجرت قتال و جہاد و انفاق مال واقع نہیں ہوا۔ لہٰذا شیخینؓ حضرت علی مرتضیٰؓ وغیرہ جمیع صحابہ کرامؓ سے افضل تھے۔ بفحوائے آیت کریمہ: "لایستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل"۔ مقاتل نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ جنہوں نے بعد فتح مکہ کے قتال و جہاد اور انفاق مال کیا وہ فضیلت میں اُن کے برابر نہیں ہو سکتے جنہوں نے قبل فتح مکہ کے قتال و جہاد اور انفاق مال کیا۔ کلبی نے بروایت محمد بن فضل بیان کیا ہے کہ یہ آیت حضرت صدیقؓ کے حق میں نازل ہوئی اور دلالت کرتی ہے کہ سب سے پہلے راہ خدا میں انفاق مال حضرت صدیقؓ نے کیا اور سب سے پہلے اسلام پر آپ نے جہاد کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں سب سے پہلے تلوار کے ساتھ جس نے اسلام کا اظہار کیا وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق اکبرؓ ہیں۔

خود شہادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ قبل فتح مکہ حضرت صدیقؓ نے انفاق مال کیا عبد اللہ بن اسحٰق نے باسنادہ ذکر کیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے حضرت صدیقؓ اس وقت ایک عبا پہنے ہوئے تھے جو سینہ پر سے کئی جگہ سے چاک تھا حضرت جبریلؑ اس وقت نازل ہوئے اور کہا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے۔ اس کے بعد حضرت جبریلؑ نے کہا اے محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم! کیا بات ہے کہ میں ابوبکرؓ کو ایک پھٹی ہوئی عبا پہنے دیکھ رہا ہوں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریلؑ قبل فتح مکہ انہوں نے اپنا مال مجھ پر خرچ کر دیا حضرت جبریلؑ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ انہیں سلام کے بعد فرما دیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابوبکرؓ تم اس فقر میں مجھ سے خوش ہو یا ناخوش؟ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ کی طرف التفات کیا اور فرمایا اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ اے ابوبکر تم اس فقر میں مجھ سے خوش ہو یا ناخوش۔ حضرت صدیق اکبرؓ یہ سنکر آب دیدہ ہوئے اور عرض کرنے لگے کیا میں اپنے پروردگار سے غصہ ہوں گا تین مرتبہ آپ نے یہ کلمہ فرمایا۔ میں اپنے پروردگار سے خوش ہوں خوش۔ عطاء نے آیۃ کریمہ "اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا" کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے جنت میں اہل ایمان کے درجات مختلف ہوں گے سو جن لوگوں نے قبل از فتح مکہ خرچ کیا جنت میں اُن کا مرتبہ اعلیٰ و افضل ہوگا زجاج نے کہا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ متقدمین نے بعد کے لوگوں کی نسبت دربارہ اسلام محنت و مشقت زیادہ اٹھائی ہے

علاوہ ازیں ان کی نظریں وسیع نہیں اور وہ صاحب اثر لوگ تھے۔ اور آیت کریمہ "وکلا وعد اللہ الحسنیٰ" کی
تفسیر کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ ویسے تو فریقین کو اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ کیا ہے۔ حضرت صدیقؓ
کا قبل از ہجرت قتال و جہاد کرنا سو یہ بھی کئی طریق سے ثابت ہے۔ امام بخاری نے بروایت عروہ روایت
کیا ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ سے پوچھا کہ سب سے زیادہ کون سی سختی مشرکین نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کی۔ انہوں نے کہا ایک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فنائے کعبہ کے زیر سایہ نماز
پڑھ رہے تھے کہ اس اثنا ابن عقبہ بن معیط آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مونڈھا پکڑ کر کپڑے سے
آپ کا گلا پھانس لیا۔ اور زور سے گھونٹا۔ اتنے میں حضرت صدیق آ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مونڈھا
پکڑ لیا اور اس خبیث کو دفع کیا۔ اور کہا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے۔ اور وہ
تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہے۔ حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ اس سے زیادہ تکلیف
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی نہیں گذری از انجملہ عمرو بن العاص سے روایت ہے۔ کہ آپؐ ایک روز
صبح کو خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے جب آپ فارغ ہوئے تو مشرکین نے آپ کو آ گھیرا اور چادر سے آپ
کو لپیٹ لیا اور کہنے لگے کہ تو ہی وہ شخص ہے جو ہم کو ان معبودوں کی عبادت سے روکتا ہے جنہیں ہمارے
ماں باپ پوجتے تھے۔ آپ نے فرمایا ہاں وہ شخص میں ہی ہوں۔ حضرت صدیق آئے اور چادر پکڑ کر کہنے لگے
کہ تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور تمہارے پاس اپنے پروردگار
کی نشانیاں لے آیا ہے۔ اگر وہ بالفرض) کاذب ہے۔ (تو تمہیں کیا) وہ اپنے کذب کا خود ذمہ دار ہے اور اگر
صادق ہے۔ تو جان لو کہ جو وعدہ وہ تم کو دیتا ہے پہنچ کر رہے گا۔ جان لو کہ اللہ مسرف و کذاب لوگوں کو ہدایت
نہیں کرتا۔" یہ حضرت صدیق نے باآواز بلند کہا اور آپ کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ غرض ان بدبختوں نے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا۔ حضرت انسؓ کی روایت میں ہے کہ ان بدنصیبوں نے آپ کو مارا
بھی حتٰے کہ آپ پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت صدیق چلانے لگے۔ کہ تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے
کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ مشرکین کہنے لگے کہ یہ کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا ابن ابی قحافہ۔" اسماءؓ بنت
ابی بکرؓ کی روایت میں ہے۔ کہ مشرکین مسجد الحرام میں بیٹھے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کر رہے تھے
کہ آپ ان کے معبودوں کے حق میں کیا کہا کرتے ہیں۔ اسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں
تشریف لائے۔ مشرکین دیکھتے ہی آپؐ کی طرف جھک پڑے۔ مشرکین جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ
پوچھتے تو آپؐ وہی بتلاتے جو راست ہوتا۔ مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم
ہمارے بتوں کو برا تو نہیں کہتے؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں، آپؐ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ یہ بدبخت آپؐ پر ٹوٹ پڑے
کسی نے جا کر حضرت صدیق اکبرؓ کو خبر دی کہ جاؤ اپنے صاحب کی خبر لو۔ حضرت صدیق اکبرؓ آئے اور مسجد میں داخل ہوئے
تو آپ نے دیکھا کہ مشرکین آپؐ کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپؓ نے فرمایا اے بدنصیبو! تم پر خرابی ہو کیا تم ایسے شخص کو
قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے اور تمہارے پاس نشانیاں لے کر آیا ہے اس وقت
ان بدبختوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تو چھوڑ دیا اور حضرت صدیق اکبرؓ پر ٹوٹ پڑے اور مارنے لگے

جب حضرت صدیق اکبرؓ گھر واپس آئے تو آپ اپنے سر کے بالوں کو چھوتے اور وہ سر سے الگ نظر آتے اور آپؓ "تبارکت یاذا الجلال والاکرام" پڑھتے جاتے۔ ابو عمرو اپنی کتاب استیعاب میں اس کے راوی ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰؓ کی روایت میں ہے کہ آپ نے لوگوں سے پوچھا کہ شجاع ترین مردم کون شخص ہے؟ لوگوں نے کہا اگر آپؓ نہیں تو پھر ہم نہیں جانتے کہ شجاع ترین مردم کون شخص ہے۔ آپؓ نے فرمایا کہ شجاع ترین مردم ابوبکرؓ تھے میں نے دیکھا ہے کہ جب قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیر لیا تو کوئی مارتا اور کوئی دھکیلتا اور کہتا جاتا، تم ہی نے تمام معبودوں کو ایک کر دیا۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت ہم میں سے کوئی نزدیک نہیں گیا بجز ابوبکرؓ کے آپ جا کر کسی کو مارتے اور کسی کو دھکیلتے اور کہتے جاتے تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔ اس کے بعد حضرت علی مرتضےٰؓ نے چادر اٹھائی اور آب دیدہ ہو کر کہنے لگے واللہ سچ کہو مومن آل فرعون بہتر تھا یا حضرت صدیق اکبرؓ وہ شخص اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا اور آپ اپنے ایمان کا اعلان کرتے تھے۔

ابن جریج کی روایت میں ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے والد ابو قحافہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ گستاخی کی۔ حضرت صدیق نے اس زور سے طمانچہ مارا کہ وہ زمین پر گر گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا گیا۔ آپ نے حضرت صدیق سے پوچھا کیا واقعی تم نے ایسا کیا؟ عرض کیا یا رسول اللہ اگر اس وقت میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کی گردن مار دیتا۔ اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "لاتجد قوماً یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم" (سورت حشر پارہ ۲۸) اے پیغمبرؐ تو ان لوگوں کو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں نہ دیکھے گا کہ وہ ان لوگوں سے مودت رکھیں جو اللہ اور رسول سے دشمنی رکھتے ہوں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ اور بیٹے اور بھائی ہوں۔ اور قبل از ہجرت حضرت صدیق کا مال خرچ کرنا بھی بطرق متعددہ ثابت ہے۔ اور اس کا ذکر ہم آگے کریں گے۔

قبل از ہجرت حضرت عمر فاروق کا قتال و جہاد کرنا بھی بروایات کثیرہ ثابت ہے ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب عمرو بن العاصؓ اور عبداللہ بن ربیعہؓ نجاشی کے پاس گئے اور نجاشی نے مسلمانوں کو قریش کے حوالہ نہیں کیا جو ان کے ملک میں پناہ گزین ہوئے پھر اسی اثنا میں حضرت عمر فاروق بھی مشرف باسلام ہوئے آپ ایک قوی و دلیر آدمی تھے اور جو کچھ کرتے اس میں پس و پیش نہ کرتے تھے آپ اور حضرت حمزہ کے نہ ہونے کے باعث مسلمان اب تک نماز پڑھنے سے رکے ہوئے تھے اب وہ مسلمان قریش پر غالب آنے لگے حضرت عبداللہ بن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ جب تک حضرت عمر فاروق مشرف باسلام نہ ہوئے تب تک ہم کعبہ میں نماز نہ پڑھ سکتے تھے جب حضرت عمر فاروق نے اسلام قبول کیا تو آپ قریش سے مقابلہ کرنے لگے۔ اور سب مسلمان آپ کے ساتھ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے۔ حاکم نے بروایت عبداللہ بن عمرؓ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ آئے مسلمان مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور تین شخص دروازے پر بیٹھے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اُن سے کہا، چلو نماز پڑھو۔ دو شخص تو شریک نماز ہو گئے اور ایک شخص جس کا نام ابو جحش اللیثی تھا انکار کرنے لگا۔ اور کہنے لگا کہ میں یہاں سے نہیں اٹھ سکتا جب تک کہ مجھ سے کوئی قوی، سخت بازو اور توانا شخص کشتی نہ لڑے اور مجھے گرا کر میرا منہ زمین میں نہ دھنسا دے۔ حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں چونکہ اُس سے سخت قوی تھا، میں اُس سے لڑنے کو تیار ہو گیا اور اُسے گرا کر زمین میں دھنسا دیا۔

مگر حضرت عثمانؓ نے آن کر اسے مجھ سے چھوڑا دیا میں غضب ناک ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا۔ اے ابوحفص کیا حال ہے۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ مسجد کے دروازے پر تین شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سے میں نے کہا چلو اٹھ کر نماز پڑھو دو شخص اٹھ کر شریک نماز ہو گئے ان میں سے ایک ابوالحجش اللیثی تھا اس نے انکار کیا اس کے بعد پھر وہی الفاظ ہیں جو اوپر مذکور ہوئے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا یارسول اللہ حضرت عثمان نے واللہ بجز اس کے اور کسی لئے اس کو مدد نہیں دی کہ ایک شب اس نے ان کی ضیافت کی ہے۔ لہذا انہوں نے چاہا کہ اس کا شکریہ ادا کریں۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا یارسول اللہ جو کچھ یہ کہتے ہیں آپ ان کی ایک نہ سنئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تم میرے پاس اس خبیث کا سر لاتے تو میں خوش ہوتا یہ سن کر حضرت عمر فاروق روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر فاروق کدھر جاتے ہو؟ عرض کیا یارسول اللہ اس خبیث کا سر کاٹنے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا بیٹھ جاؤ تاکہ میں تمہیں خبر دوں کہ اللہ تعالیٰ ابوالحجش کی نماز سے بے پرواہ ہے۔ آسمان دنیا پر اس قدر خشوع وخضوع والے فرشتے ہیں کہ سجدہ سے سر تک نہیں اٹھاتے حتیٰ کہ قیامت قائم ہو جائے گی۔ جب قیامت قائم ہو گی تو وہ اپنا سر اٹھائیں گے اور عرض کریں گے "ماعبدناک حق عبادتک" حضرت عمر فاروق نے عرض کیا یارسول اللہ یہ فرشتے نماز میں پڑھتے کیا ہیں؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل سماء دنیا کہتے ہیں "سبحان ذی الملک والملکوت" اور اہل سماء ثانی کہتے ہیں "سبحان الحی الذی لایموت" عمرؓ تم یہ الفاظ اپنی نماز میں کہا کرو عرض کیا یارسول اللہ اس سے پہلے جو آپؐ نے مجھے نماز میں پڑھنے کا حکم فرمایا ہے؟ فرمایا کبھی وہ پڑھ لیا کرو اور کبھی یہ۔ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو نماز میں یہ دعا پڑھنے کا حکم فرمایا تھا "اعوذ بعفوک من عقابک واعوذ برضاک من سخطک واعوذ بک منک جل وجھک"۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے مسجد الحرام میں مشرکین سے قتال کیا ایک روز صبح سے دوپہر تک آپ مشرکین سے لڑتے رہے آخر کو آپؓ تھک کر بیٹھ گئے۔ اسی اثناء میں ایک وجیہ شخص سرخ چادر اوڑھے ہوئے وہاں سے گزرا اور لوگوں سے پوچھنے لگا کہ تم اس شخص سے کیوں تعرض کرتے ہو؟ لوگ کہنے لگے واللہ یہ شخص بے دین ہو گیا ہے اس شخص نے کہا اچھا اس نے اپنے لیے جو دین چاہا اختیار کر لیا، چھوڑ دو۔ اس سے تعرض نہ کرو۔ کیا تم خیال کر سکتے ہو، کہ بنی عدی اسے قتل ہونے دیں گے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے یہ فقرہ سنکر کہا واللہ اگر ہم تین سو آدمی ہوتے تو ہم تمہیں مکہ سے نکال دیتے ابن عمر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد بزرگ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ یہ وجیہ شخص عاص بن وائل ابوعمرو بن العاصؓ تھے۔

عکرمہؓ سے روایت ہے کہ جس روز حضرت عمرؓ مشرف باسلام ہوئے، مشرکین کہنے لگے کہ آج ہماری جمعیت نصف رہ گئی۔ حضرت علی مرتضیٰؓ ان ایام میں صغیر سن اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت تھے۔ اور قتال و انفاق مال کی قوت نہ رکھتے تھے۔ اب اگر عصا ومشت کی لڑائی میں کسی کو یہ شک ہو کہ اس پر قتال وجہاد کا اطلاق کیوں کر آسکتا ہے تو استعمال وعادت اس اشکال و شبہ کو بروجہ ابلغ دفع کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت علی مرتضیٰؓ اور حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ کا ان واقعات کو لفظ قتال سے تعبیر کرنا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ قتال وجہاد کا اطلاق اُن پر صحیح ہے۔

اگر یہ بھی اس شبہ کے دفع کرنے کے لیے کافی نہ ہو تو آیت کریمہ:۔ "اذن للذین یقاتلون بانہم ظلموا"۔ (سورۃ حج) اس اطلاق کی تصحیح کرتی ہے۔ کیونکہ یہ آیت مہاجرین کی شان میں اس وقت نازل ہوئی ہے جبکہ استعمال اسلحہ نہیں ہوا تھا۔ اور شیخین کا مقربین سابقین میں سے ہونا بایں طریق ثابت ہے کہ سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں کو یوں عرض کرنے کا حکم فرمایا ہے:۔ (اَللّٰہم) "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم"۔ (سورۃ فاتحہ، پارہ ۱) شک نہیں کہ جن لوگوں کا طریقہ اعظم مطلوبات سے ہے وہ عند اللہ افضل تھے۔ ورنہ طلب راہ مفضول یا مساوی معقول و پسندیدہ نہیں ہو سکتی۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ان لوگوں کی تفصیل کرتے ہوئے فرمایا:۔ مَنْ یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین ط وحسن اولٰئک رفیقا"۔ (سورۃ نساء، پارہ ۵) اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث مستفیضہ میں جن کے ذریعہ حجت قائم ہو سکتی ہے بیان فرمایا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق تھے حضرت عمرؓ فاروق اور حضرت عثمانؓ شہید۔ پس یہاں سے ثابت ہوا کہ یہ بزرگانِ دین افاضل امت تھے۔ اور ان کی ریاست معنوی ثابت و متحقق آیت مذکورہ۔ اور دیگر آیات وحدیث اس امر میں متفق ہیں کہ امت مرحومہ تین گروہ میں منقسم ہے۔ اول مقربین وسابقین، دوم ابرار و مقتصد۔ سوم ظالم النفسہ۔ مقربین وسابقین سرِ دفترِ امت ہیں۔ صدیقین، وشہداء، از انجملہ مقربین وسابقین سے ہیں اور شیخین از جملہ صدیقین و شہداء سے تھے۔ اس قسم کا استدلال اشارہ حضرت حسن بصریؒ اور حضرت ابوالعالیہؒ سے بھی منقول ہے۔ انہوں نے آیت کریمہ "صراط المستقیم" کی تفسیر طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صاحبین سے کی ہے اور سورت تحریم میں حضرت ابی ابن کعب کی روایت "صالح المومنین" ابوبکرؓ و عمرؓ ہے۔ اور جمہور مفسرین نے "صالح المومنین" کی تفسیر شیخین سے کی ہے صحابہ کرام میں سے حضرت ابن مسعودؓ حضرت ابن عباسؓ بریدہ اسلمیؓ اور ابوامامہؓ نے اور تابعین سے سعید بن جبیرؓ، عکرمہؓ میمونؓ بن مہران حضرت حسنؓ بصری اور مقاتل نے کی ہے۔ "وکفیٰ بھم قدوۃ"۔ اور اس تفسیر کا محمل بالاجمال اس طرح ہے کہ ہر چند کہ کلمہ "صالح المومنین" عام ہے۔ مگر جو قصہ نزول آیت کا سبب ہوا وہ دلالت کرتا ہے کہ اس عام میں حضرت صدیقؓ اور عمر فاروقؓ یقیناً داخل ہیں۔ اور اس کی مثال وہ واقعہ ہے کہ ابن سبیہ نے کہا تھا کہ "یہ تمہارے لیے ہے اور یہ میرے لیے ھدیہ دیا گیا ہے"۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ کھڑے ہو کر فرمایا کہ لوگوں کا کیا حال ہے کہ میں تو انہیں عامل بناتا ہوں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ تمہارے لیے ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے بھلا وہ اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھتے اور پھر وہ دیکھتے کہ کوئی انہیں ہدیہ دیتا ہے یا نہیں؟ پس بہت سے قرائن دلالت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عتاب میں ابن سبیہ بالخصوص داخل تھے۔ از انجملہ سیاق کلام تقریب سخن اور قصہ ہے۔ پھر جو الفاظ کہ ابن سبیہ نے کہے تھے۔ وہی الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل فرمائے، اور ان پر انکار فرمایا۔ پس اس قسم کے قرائن دیکھ کر کوئی عاقل ابن سبیہ کے اس عتاب میں بالخصوص داخل ہونے میں کچھ توقف نہیں کر سکتا اسی طرح جو قصہ ازواج مطہرات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واقع ہوا۔ اس میں بہت سے قرائن واقع ہیں جنہیں سنکر سامع اس امر پر مجبور ہوگا کہ کلمہ "صالح المؤمنین" میں شیخین یقیناً داخل ہیں دیکھو، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ قریب تھا کہ واقعہ افک میں

امت ہلاک ہو جاتی مگر اللہ تعالیٰ نے آیت بریت نازل فرمائی۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم خوشنود ہوئے۔ اور فرشتہ آسمان پر صعود کر چکا، تو اب آپ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے فرمایا کہ آپ جاکر اپنی صاحبزادی یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو خوشخبری دو کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی بریت نازل فرمائی۔ حضرت صدیق اکبرؓ تشریف لے گئے، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کو نزولِ آیت بریت کی خوشخبری سنائی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتی ہوں۔ نہ آپؓ کا اور نہ آپؓ کے صاحبؐ کا، جنہوں نے آپ کو بھیجا۔ اِسی اثناء میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف فرما ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بازو پکڑا، مگر آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک جھٹک دیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ جوتا اُٹھا کر مارنے دوڑے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنسنے لگے۔ اور فرمایا کہ میں تمہیں قسم دلاتا ہوں، کہ نہ مارنا۔

اور سورت تحریم کے واقعہ کی تفسیر میں حضرت عمر فاروقؓ کا حال مذکور ہے کہ جب ازواج مطہرات کو طلاق دینے یا نہ دینے کا حال پوچھنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا رہے تھے تو آپ کو خیال گزرا کہ غالباً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال گزرے گا کہ آپ حضرت حفصہؓ کے بارے میں آپؐ سے کچھ کہنے آرہے ہیں۔ اس لیے آپ نے کہا واللہ اگر حضور رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم مجھے حکم دیں گے تو میں حفصہ کی گردن مار دوں گا۔ (حضرت حفصہؓ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی تھیں) مفصل واقعہ اوپر گزر چکا ہے۔ شیخین سے مسلمانوں کا نفع پانا:۔ سو اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ الآیۃ۔ (سورت آل عمران، پارہ ۴) یہ آیت دلالت کرتی ہے کہ امت محمدیہ تمام امتوں سے افضل و بہتر ہے اور یہ کہ وہ کمال امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے متصف ہے اور یہی وجہ افضلیت ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون" (سورت آلعمران، پارہ ۴)، تیسری جگہ خاص مہاجرین اولین کی شان میں فرمایا ہے۔ الّذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلٰوۃ واٰتوا الزکوٰۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر۔" (سورت حج، پارہ ۱۷)، اور ظاہر ہے کہ تمکین فی الارض واقع نہیں ہوئی مگر خلفائے ثلاثہ کے حق میں۔ پس ضروری ہوا کہ وصف مذکور جو مدارِ فضیلیت ہے انہیں بزرگوں کی ذات میں متحقق ہو۔ اس لیے وہ افضل امت ہوئے۔ اُمدم برسرِ مطلب، اب ہم صدیق اکبرؓ کی تعیین خلافت کی بابت گفتگو کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے سورت واللیل میں فرمایا ہے۔ "وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی"۔

سورت واللیل اول زمانہ بعثت میں نازل ہوئی ہے جب کفار ضعفائے مسلمین کو ایذا دے رہے تھے، اور حضرت صدیق اکبرؓ اپنا مال اُن کی مخلصی میں خرچ کر رہے تھے حتیٰ کہ سامعین کو اس میں شک واقع ہوا ہے۔ اور حضرت صدیقؓ بوجہ قرائن بدلالت اولےٰ اس میں داخل ہیں۔ یا یہ کہ الاتقی معہود ہے۔ اور اس سے شخص معین مراد ہے، اور وہ حضرت صدیقؓ تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے، کہ حضرت صدیقؓ نے بلالؓ کو امیہ بن خلف اور ابی ابن خلف سے خرید لیا اور پھر محض لوجہ اللہ انہیں آزاد کر دیا۔ تو سورت واللیل نازل ہوئی۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں "ان سعیکم لشتی" میں حضرت صدیقؓ اور امیہ بن خلف اور ابی بن خلف کو خطاب ہے اور جملہ "کذب بالحسنٰی" میں الحسنٰی کلمہ طیبہ "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" مراد ہے۔ اور جملہ "فسنیسرہ للعسریٰ" میں للعسریٰ سے دوزخ مراد ہے۔ حضرت عروہ سے روایت ہے

کہ حضرت صدیق نے سات غلام خرید کر آزاد کئے جنہیں کفار بوجہ اسلام قبول کرنے کے تکلیف دے رہے تھے وہ سات غلام یہ تھے حضرت بلالؓ عامر بن فہیرہؓ صحابیہ ہندیہؓ اور ان کی بیٹی۔ نیرہ ام عیلیٰ امہ بنی المومل اس لئے حضرت صدیقؓ کی شان میں آیت کریمہ "وسیجنبہا الاتقی" الیٰ آخر سورت نازل ہوئی عامر بن عبداللہ بن زبیر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو قحافہ حضرت صدیقؓ کے والد تھے نے حضرت صدیق سے کہا کہ تم کمزور کمزور غلاموں کو خرید کر آزاد کرتے ہو اگر تم قوی غلاموں کو خرید کر آزاد کرو تو وقت پر تمہارے کام آئیں گے۔ حضرت صدیق نے کہا اے والد بزرگ امیں تو صرف اللہ کے لئے آزاد کرتا ہوں۔ اس کے بعد حضرت صدیقؓ کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی "فاما من اعطےٰ واتقیٰ وصدق بالحسنیٰ" تا آخر سورت۔ حضرت سعید بن المسیب سے روایت ہے کہ آیت کریمہ "ومالاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ" تا آخر سورت حضرت صدیق اکبرؓ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ کیونکہ آپ نے بلا کسی رو رعایت کے قریباً چھ یا سات غلاموں کو آزاد کیا۔ از انجملہ حضرت بلالؓ اور عامر بن فہیرہ تھے۔ حضرت ابن عباسؓ سے آیت کریمہ "وسیجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ" کی تفسیر کے ذیل میں روایت کیا گیا ہے کہ الاتقیٰ سے مراد حضرت صدیقؓ ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر نے اس واقعہ کے متعلق حضرت صدیقؓ کی شان میں ایک شعر کہا تھا، وھو ہذا ؎

جزی اللہ خیراً عن بلال و صحبہ ... عتیقاً و اخزی فاکہا و ابا جہل

"اللہ تعالیٰ بلالؓ اور ان کے ساتھیوں کے بدلے عتیق (صدیق اکبرؓ) کو جزائے خیر دے، اور ابو جہل و فاکہہ کو رسوا اور ذلیل کرے۔"

بالجملہ جب یہ مقدمہ ثابت ہوا تو اب ہم کہتے ہیں کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ"۔ یہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت صدیق اتقی امت تھے۔ اور اتقی امت اکرم و افضل امت تھی۔ اور افضل امت ہی مستحق خلافت ہو سکتا ہے۔ وھذا ھو المطلوب، بایں تقریر جو ہم نے اوپر کی کتاب اللہ بوجوہ بسیار حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔

مسلک دوم

"حضرت صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، ذوالنورین حضرت عثمان غنیؓ کی افضلیت بتصریح و تلویح سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات"۔ قبل ازیں کہ ہم احادیث متعلقہ مقصد مطلوب کا ذکر کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دو نکتوں سے مطلع کریں جو اس باب میں ضروری ہیں۔

نکتۂ اولیٰ

مسئلہ افضلیت شیخین ملت اسلامیہ میں قطعی اور یقینی ہے۔ اور یہ یقین بدو وجہ حاصل ہے۔ ایک تعدد طرق احادیث کی وجہ سے اس لیے کہ مسئلہ افضلیت شیخین متواتر بالمعنی ہے۔ جس طرح سخاوت حاتم اور شجاعت رستم اور دوسری وجہ کثرت قرائن ہے۔ کثرت قرائن کی وجہ سے صرف خبر واحد بھی درجہ یقین کو پہنچ جاتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص بیمار ہو اور صاحب فراش ہو جائے، اس کے عزیز و اقارب طبیب حکیم سے اس کا معالجہ کرائیں اور آخر الامر اس کی زندگی سے مایوس ہو کر رنج و غم کرنے لگیں۔

پھر ایک روز دیکھا جائے کہ اس کے گھر کے آدمی ماتم کر رہے ہیں۔ اور دروازہ پر جنازہ رکھا ہوا ہے لوگ چاروں طرف سے خاموش و غمگین آن آن کر شریک ہو رہے ہیں اس موقع پر صرف ایک شخص کا اس کے انتقال کی خبر دے دینا درجہ یقین تک پہنچا سکتا ہے۔ اسی طرح احادیث افضلیت شیخین قرائن کثیرہ رکھتی ہیں۔ مگر یہ قرائن دو قسم کے ہیں۔ ایک ادلہ ظنیہ و خطابیہ ہیں جو اصل مقصد میں اس خبر واحد کے مطابق ہوں، از جملہ ادلہ ظنیہ و خطابیہ عمومات کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہیں جو مہاجرین کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں۔ از انجملہ حدیث رفاعہ ہے کہ حضرت جبریلؑ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں استفسار کیا کہ آپ اہل بدر کو کیا خیال کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ افضل المسلمین ہیں۔ اور رافع بن خدیج کی روایت میں بجائے افضل المسلمین کے خیار المسلمین کا لفظ واقع ہے۔ اور کہا اسی طرح جو فرشتے بدر میں حاضر ہوئے وہ افضل الملائکہ ہیں۔ از انجملہ حدیث حضرت جابرؓ ہے ہم صلح حدیبیہ کے وقت ایک ہزار چار سو شخص تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم آج سے بہترین اہل زمین ہو ان دونوں حدیثوں سے بغایت درجہ افضلیت میں قلت نشر کا ظاہر ہے از انجملہ تعریفات کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے ہر چند کہ ان تعریضات سے جمیع امت پر شیخین کی افضلیت مفہوم ہوتی ہے تاہم ان سے نہائت درجہ افضلیت میں قلت نشر کا مفہوم ہوتی ہے۔

دوسری قسم کے قرائن وہ ہیں جن سے امت مرحومہ طبقۃً بعد طبقۃً قولاً فعلاً آشنا ہوئی ہے۔ اور ہر محل و موقعہ پر شیخین کے حق میں افضل ہذہ الامت اور خیر ہذہ الامت کا اطلاق کیا گیا ہے اور اقوال اس کے متعلق اس قدر عام ہوئے ہیں جن سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ ان کے نزدیک پہلے سے ہی متیقن تھے۔ اور تجدید فکر و تامل کو اس میں بالکل دخل نہ تھا یہ دونوں بحثیں بہت طول رکھتی ہیں اوپر ہم اس کے متعلق بہت کچھ بیان کر آئے ہیں یہاں پر ہم صرف ان اقوال کا استحضار کریں گے۔

نکتۂ ثانیہ

جب ہم احادیث فضیلت کا جو شیخین کے حق میں وارد ہوئی ہیں استقراء کرتے ہیں تو ان میں ہم چار خصلتیں پاتے ہیں۔ اول اعلیٰ مراتب امت میں سے ہونا اور صدیقیت و شہیدیت اسی سے عبارت ہے دوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کرنا اور غربت کے وقت اسلام کی ترویج کرنا، امن الناس علیّ ابو بکرؓ اور واسانی بمالہ و نفسہ اور اسلام کے عزت و غلبہ پانے (جو خصائص حضرت عمر فاروقؓ سے تھا) سے اسی طرف اشارہ ہے۔ یہ احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سوم کارہائے مطلوبہ نبوت کا شیخین کے ہاتھ سے انجام پانا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رویائے مقالید و رویائے قصہ آب کشیدن اسی قبیل سے ہے چہارم قیامت میں شیخین کا درجات عالیہ پانا۔ شیخین کا کہول اہل جنت کا سردار ہونا جنت میں ان کا اونچے اونچے محلوں میں جگہ پانا۔ حشر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اٹھنا تجلی خاص حاصل ہونا اور حضرت عمر فاروق کا حق سے معانقہ کرنا وغیرہ اور یہ وہ خصلت ہے جو پہلی تین خصلتوں میں سے کسی ایک خصلت سے بھی جدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کہ کثرت ثواب یا بوجہ صفات نفسانیہ ہوتی ہے۔ یا بوجہ اعانت و نصرت اسلام اور یا بسبب تمام کارہائے نبوت اگرچہ عند العقل یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص صحبت پیغمبر نہ رکھتا ہو۔ بلکہ آخر وقت میں ایمان لایا ہو اور

مشاہد خیریں سے کسی ایک مشہد میں بھی شریک نہ ہوا ہو۔ معہذا افضل امت ہو خواہ باعتبار اتمام کارہائے مطلوبہ از بعثت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور یا باعتبار صدیقیت وشہیدیت یا بمناسب قوت عاملہ و عاقلہ اور مناسبت بنفس قدسیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح ممکن ہے ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا ہو، اور اعلیٰ پیمانہ پر اس نے اسلام کی اعانت ونصرت کی ہو۔ باوجود اس کے کارہائے مطلوبہ نبوت سے ناواقف ہو چہ جائیکہ ان کو عمل میں لانا باعتبار قوت عاملہ وعاقلہ کے اور نہ باعتبار مناسبت حاصلہ بنفس نفیس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور اس کا نہایت حال احوال ابرار وصلحار سے ہے یہ بمقتضائے امکان عقلی تو ہو سکتا ہے لیکن سنت اللہ یہ جاری ہے کہ دواعی عظیمہ اس شخص کی ذات بابرکات میں ڈالے جاتے ہیں جو سالہا سال پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت رہا ہو۔ اعظمیت واشرفیت منصب رسالت اور خصوصاً رسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم متقاضی ہے کہ آپ کا خلیفہ وہی شخص ہونا چاہیے جو افضل امت ہو بلحاظ ان چاروں خصلتوں کے جو اوپر مذکور ہوئیں۔ جب یہ سب کچھ کہا گیا، تو اب ہم روایات واحادیث کو بیان کرتے ہیں۔ چاہیئے کہ غور وفکر کرکے ہر ایک حدیث سے مدار افضلیت کا استنباط کریں۔

احادیث دالہ بر اتمام کارہائے نبوت از خلفائے راشدین

"حدیث اوّل"۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو خواب میں ایک کنوئیں پر دیکھا اس کنوئیں پر ایک ڈول رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس سے پانی کھینچا جس قدر کہ کھینچا اس کے بعد ڈول ابن ابی قحافہ حضرت صدیق نے لیا، اور ایک یا دو ڈول کھینچے اور اُن کے کھینچنے میں ایک قسم کا ضعف تھا۔ اللہ اُن کی مغفرت کرے۔ اس کے بعد ڈول بڑھ گیا اور اُسے ابن الخطاب نے لیا۔ پھر میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا کہ اُن کے برابر کسی نے ڈول کھینچے ہوں۔ یہاں تک لوگوں نے اپنے اونٹوں کو پانی پلایا عبد اللہ بن عمر کی روایت اس طرح ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک کنوئیں پر جس سے میں ڈول کھینچ رہا ہوں۔ پھر ابو بکر آئے اور آہستہ آہستہ دو ڈول کھینچے اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے۔ پھر ڈول عمر نے لیا تو ڈول بڑا ہو گیا۔ پھر میں نے نہیں دیکھا کہ اس کے برابر کسی نے ڈول کھینچے ہوں، یہاں تک کہ لوگوں نے خوب سیر ہو کر پیا، اور پھر اونٹوں کو لے آئے۔" ان دونوں روایتوں کو بخاری ومسلم وغیرہ نے روایت کیا ہے"۔ ابوالطفیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں خواب میں آج پانی کھینچ رہا تھا کہ سیاہ وبھوری بکریاں میرے پاس آکر جمع ہو گئیں۔ اس کے بعد ابو بکر آئے اور ایک یا دو ڈول کھینچے اور آہستہ آہستہ کھینچے اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت کرے۔ پھر عمر آئے اور ڈول بڑا ہو گیا۔ انہوں نے حوض کو پانی سے پُر کر دیا۔ کہ جس سے سب لوگ سیراب ہو گئے۔ میں نے اُن سے بہتر کسی کو پانی کھینچتے نہیں دیکھا۔ سیاہ بکریوں سے میں نے عجم اور بھوری بکریوں سے عرب کی تاویل کی ہے۔

حدیث دوم:۔ حدیث معاذ نہ ہے۔ ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع آفتاب کے وقت برآمد ہوئے، اُس وقت آپ نے فرمایا آج میں نے دیکھا کہ میرے ہاتھ میں کنجیاں اور باٹ دیئے گئے۔" کنجیاں جنہیں تم جانتے ہو اور باٹ جن سے وزن کیا جاتا ہے"

پھر ایک پلہ پر مجھے اور ایک پر میری امت کو رکھ کر مجھے وزن کیا گیا تو میرا پلہ بھاری رہا پھر اس سے ابوبکر کو وزن کیا گیا تو ان کا پلہ بھی بھاری رہا پھر عمر لائے گئے اور انہیں بھی اس سے وزن کیا گیا۔ تو یہ بھی بھاری اترے پھر عثمان لائے گئے اور انہیں بھی اس سے وزن کیا گیا۔ ان کا پلہ بھی بھاری رہا پھر میزان اٹھالی گئی۔

حدیث سوم: حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج شب کو ایک مرد صالح کو خواب دکھلایا گیا کہ ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمر ابوبکر کو اور عثمان عمرؓ کو پکڑے ہوئے ہیں۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اٹھے تو ہم آپس میں ذکر کرنے لگے کہ مرد صالح سے خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مراد ہیں۔ اور ایک دوسرے کے پکڑنے سے اس امر کا جس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے متولی ہونا مراد ہے۔

حدیث چہارم:۔ سمرہ بن جندب سے روایت ہے کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا، یارسول اللہ آج میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ڈول لٹکا ہوا ہے حضرت صدیق آئے اور اس سے تھوڑا سا پانی پیا۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ آئے اور خوب سیر ہوکر پانی پیا۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ آئے اور آپ نے بھی سیر ہوکر پانی پیا۔ پھر حضرت علی مرتضیٰؓ آئے، آپ سے ڈول چھلک گیا اور آپ پر چھینٹے پڑے۔

حدیث پنجم: ابن عباسؓ وابی ہریرہؓ کی حدیث ہے جس میں خلفائے راشدین کا حال بتصریح مذکور ہے حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ ایک شخص آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ آج میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چھتے سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ لوگ اُس سے کم و بیش لیتے جاتے ہیں اور میں نے دیکھا کہ ایک چیز آسمان سے آویزاں ہے۔ میں نے دیکھا کہ یارسول اللہ آپ اُسے پکڑ کر چڑھ گئے آپ کے بعد ایک اور شخص آیا اور اُسے پکڑ کر چڑھ گیا۔ اور پھر ایک اور آیا۔ اس کے بعد ایک اور آیا اور چڑھتے ہوئے وہ اس سے چھوٹ گیا مگر پھر چڑھ گیا حضرت صدیق نے عرض کیا یارسول اللہ اس کی تعبیر مجھے عرض کرنے دیجئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، بیان کرو۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا یارسول اللہ چھتے سے مراد اسلام ہے اور وہ گھی اور شہد جو ٹپکتا ہے اس سے مراد قرآن مجید کی حلاوت ہے۔ اور کم و بیش لینے سے قرآن مجید سے کم و بیش لینا اور وہ چیز جو زمین سے آسمان تک متصل تھی، اس سے مراد حق ہے جس پر آپ ہیں۔ اس حق کو آپ کے بعد ایک شخص اور پھر ایک اور شخص مضبوط پکڑے گا۔ پھر ایک اور شخص اُسے پکڑے گا۔ اور اُس کے ہاتھ سے چھوٹ جائے گا، مگر وہ اُسے پھر مضبوط پکڑ لیگا یارسول اللہ فرمائیے میں نے صحیح بیان کیا یا غلطی کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بعض باتیں صحیح بیان کیں، بعض غلط۔ عرض کیا یارسول اللہ، واللہ بیان فرمائیے جن میں مَیں نے غلطی کی۔ فرمایا مجھے قسم نہ دلاؤ۔"

یہ تمام حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ کارہائے مطلوبہ از بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ ترتیب ان بزرگوں سے انجام پذیر ہوئے۔ تو اب بترتیب افضلیت بھی انہیں کے لیے ثابت ہوئی نہ غیر کے لیے۔

حدیث ششم:۔ حدیث حذیفہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمرؓ کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتدا کرنا۔ یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد شیخین آپ کے قائم مقام ہونے والے تھے۔

حدیث ہفتم: بنی مصطلق۔ حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انہیں بنی مصطلق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں کہ وہ بنی مصطلق آپ کے بعد صدقات کس کے تفویض کیا کریں حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے دریافت کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابوبکر کے تفویض کیا کریں۔ انہیں اس کی خبر دینے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرو۔ اگر حضرت صدیق پر کوئی حادثہ گزر جائے تو پھر زکوٰۃ کس کے تفویض کی جائے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی آپ نے فرمایا ان کے بعد زکوٰۃ عمر کے تفویض کی جائے بنی مصطلق نے کہا کہ تم واپس جاکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر دریافت کرو کہ اگر حضرت عمر پر بھی کوئی حادثہ گذر جائے میں نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ پھر مال زکوٰۃ عثمان غنی رض کے تفویض کیا جائے بنی مصطلق نے کہا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر دریافت کرو کہ اگر عثمان غنی پر بھی کوئی حادثہ گزر جائے تو پھر زکوٰۃ کس کے تفویض کی جائے میں نے آن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا فرمایا اگر عثمان رض پر کوئی حادثہ گزر جائے تو پھر تم پر ہلاکت ہے، ہمیشہ ہلاکت ہے۔

ہشتم، حدیث وضع احجار حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ سب سے پہلے جو پتھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھا کر لائے، بنائے مسجد کے لیے اُٹھا کر لائے۔ آپ کے بعد حضرت صدیق رض پھر حضرت عمر فاروق رض اور پھر حضرت عثمان غنی رض ایک ایک پتھر اٹھا کر لائے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نہیں دیکھتے یہ لوگ کیونکر آپ کی معاونت کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا عائشہ یہ لوگ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔

نہم، حدیث جبیر بن مطعم۔ حضرت جبیر بن مطعم روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت آئی۔ آپ نے فرمایا پھر آنا عرض کیا اگر میں آپ کو نہ پاؤں؟ "اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر آپ وفات پا جائیں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تو مجھے نہ پائے تو ابوبکر رض کے پاس آنا۔

دہم، "حدیث عرباض بن ساریہ"۔ عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور نہایت پُر اثر وعظ فرمایا۔ کہ ہماری آنکھیں بہنے لگیں اور دل کانپ اُٹھے ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ وعظ تو آپ کا آخری وعظ معلوم ہوتا ہے۔ پھر آپ ہمیں کیا وصیت فرماتے ہیں؟ فرمایا میں تمہیں ایک روشن طریقہ پر چھوڑتا ہوں جس کی شب دن کی طرح روشن ہے۔ اس راہ راست سے کج روی نہ کرے گا مگر ہلاک ہونے والا شخص۔ جو کوئی تم میں زندہ رہے گا وہ بہت کچھ اختلافات دیکھے گا۔ سو تم لازم پکڑنا اس طریقہ کو جسے تم نے پہچان لیا ہے۔ اور وہ طریقہ میری اور خلفائے راشدین و مہدیین کی سنت ہے سو تم اُسے داڑھوں سے مضبوط پکڑنا اور اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرنا اگرچہ کسی غلام حبشی کی بھی اطاعت کیوں نہ کرنی پڑے۔ جان لو کہ مومن کی مثال "نکیل پڑے اونٹ" جیسی ہے جدھر اُسے کھینچتے ہیں وہیں چل پڑتا ہے۔ اُس کے علاوہ حدیث ابی ہریرہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خلافت کی تفسیر ایسے الفاظ میں بیان فرمائی ہے کہ خلافت خلفائے ثلاثہ پر ہی منطبق ہوتی ہے نہ غیر پر۔ اور وہ حدیث یہ ہے "الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام"۔ کہ خلافت مدینہ میں ہوگی، اور ملک شام میں۔ حاکم اس کے راوی ہیں۔ آمدیم باآنکہ حضرت صدیق رض حضرت عمر فاروق رض سے اور حضرت عمر فاروق رض حضرت عثمان غنی رض سے افضل تھے۔ جیسا کہ حدیث یازدہم سے مفہوم ہوتا ہے اور وہ یہ ہے:-

یازدھم، حدیث سفینہ مولے ام سلمہ رض۔ سفینہ مولیٰ ام سلمہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روز صبح کو صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوتے اور استفسار فرماتے کہ تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے ایک روز ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک میزان اتری ہے آپ کو اس کے ایک پلہ پر اور حضرت صدیق کو دوسرے پلہ پر رکھ کر وزن کیا گیا اور آپ کا پلہ بھاری رہا پھر حضرت عمر فاروق لائے گئے اور حضرت صدیق سے وزن کئے گئے حضرت صدیق کا پلہ بھاری رہا پھر حضرت صدیق اتار دیئے گئے اور حضرت عثمان حضرت عمر فاروق سے وزن کئے گئے اور حضرت عمر فاروق وزنی نکلے پھر حضرت عمر فاروق بھی اتارے گئے اور میزان اٹھالی گئی یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک متغیر ہوگیا پھر فرمایا خلافت نبوت تیس سال ہوگی پھر بادشاہت ہوجائے گی ابوبکرہ سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے آج دیکھا کہ آسمان سے ایک میزان اتری اور آپ کو حضرت صدیق اکبر رض کے ساتھ وزن کیا گیا اور آپ بھاری رہے۔ پھر حضرت صدیق رض اور حضرت عمر فاروق رض کو وزن کیا گیا۔ اور حضرت صدیق رض بھاری نکلے۔ پھر حضرت عمر فاروق رض اور حضرت عثمان غنی رض کو وزن کیا گیا اور حضرت عمر فاروق بھاری رہے۔ پھر میزان اُٹھالی گئی۔ ابوبکرہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر آثارِ کراہیت نمایاں تھے۔ عرفجہ سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ اب جاننا چاہیے کہ حدیث ابن عمر جو اوپر گذر چکی اور جس میں موازنہ بامت مذکور ہے واقعہ دیگر ہے اور مضمون حدیث ابی بکرہ و عرفجہ جس میں موازنہ خلفاء باہم یکدگر مذکور ہے واقعہ دیگر ہے۔ اسی طرح دارمی کی روایت ہے کہ ابوذر غفاری رض کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ جب آپ نبی کیے گئے تو آپ کو کیوں کر معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟ فرمایا، ابوذر میرے پاس دو فرشتے آئے میں اس وقت مکہ کے ایک میدان میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُن میں سے ایک فرشتہ زمین پر اُترا اور ایک زمین و آسمان کے درمیان رہا۔ ان دونوں میں سے ایک نے کہا کیا یہ وہی شخص ہے جو نبی ہونے والا ہے؟ دوسرے نے کہا ہاں! یہ وہی ہے۔ اور کہا کہ اسے ایک شخص سے وزن کرو چنانچہ مجھے ایک آدمی سے وزن کیا گیا اور میں وزنی نکلا۔ اس کے بعد اس فرشتہ نے کہا کہ اسے دس آدمیوں سے وزن کرو۔ چنانچہ مجھے دس آدمیوں سے وزن کیا گیا اور میں وزنی رہا۔ پھر اُس نے کہا اسے سو شخصوں سے وزن کرو۔ چنانچہ مجھے سو آدمیوں سے وزن کیا گیا، اور میں وزنی رہا۔ اس کے بعد اس فرشتے نے کہا اسے ایک ہزار آدمیوں سے وزن کرو۔ چنانچہ مجھے ایک ہزار آدمی سے وزن کیا گیا اور میں وزنی رہا۔ میں دیکھتا جاتا تھا کہ وہ بوجہ ہلکے ہونے کے منتشر ہو رہے تھے۔ اس کے بعد اُن میں سے ایک فرشتہ نے کہا کہ اگر تم اسے ساری اُمت سے وزن کر دو، تو بھی یہ اُن سے بھاری رہے گا۔ پس جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث وزن سے اپنی نبوت کو پہچانا، اسی طرح احادیث سابقہ سے خلفائے راشدین کی خلافت اور افضلیت مفہوم ہوئی۔

+ + + +

افضلیت شیخین باعتبار اعانت اسلام بوقت غربت وقیام بنصرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

دوازدھم "حدیث ابوسعید خدریؓ"۔ ابوسعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی نہیں گذرا مگر یہ کہ اس کے دو وزیر تھے اہل سماء سے اور دو وزیر تھے اہل زمین سے۔ سو میرے وزیر اہل سماء سے جبرائیلؑ و میکائیلؑ ہیں اور اہل زمین سے ابوبکرؓ و عمرؓ۔ حضرت سعید بن مسیب سے بطریق مرسل روایت ہے کہ حضرت صدیقؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک بمنزلہ وزیر کے تھے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور میں حضرت صدیقؓ سے مشورہ کرتے تھے حضرت صدیقؓ بلحاظ اسلام قبول کرنے کے اسلام میں دوسرے شخص تھے۔ غار میں بھی حضرت صدیقؓ دوسرے شخص تھے۔ جنگ بدر کے دن بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؓ دوسرے شخص تھے۔ اور بعد وفات قبر میں بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے شخص ہیں۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو آپؓ پر مقدم نہ فرماتے تھے۔

سیزدھم "حدیث ابی اروی الدوسی"۔ ابواروی الدوسی روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے کہ اسی اثناء میں حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ آتے ہوئے نظر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اُس نے ان دونوں کے ذریعہ میری تائید کی۔ حضرت حذیفہ بن یمان سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ لوگوں کو آفاق میں تعلیم فرائض وسنن کے لیے روانہ کروں جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے حواریین کو بھیجا تھا۔ عرض کیا گیا، حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو آپ روانہ فرمائیے۔ آپ نے فرمایا میں ان سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ وہ دین میں بمنزلہ میری آنکھ اور کان ہیں۔

چہاردھم، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اپنی ذات باسعادت پر حضرت صدیق اکبرؓ کی منت رکھنا" حدیث ابی سعید خدری، حدیث ابوہریرہ اور حدیث حضرت علی مرتضیٰؓ سے مستفید ہے۔ حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "انَّ من امن الناس علیّ فی مالہ وصحبتہ ابوبکر" کہ لوگوں میں سب سے زیادہ مجھ پر احسان کرنے والے بلحاظ اپنے مال کے اور بلحاظ اُن کے میری صحبت میں رہنے کے ابوبکرؓ ہیں۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "مالاحد عندنا ید الا وقد کافیناہ ما خلا ابابکر فان لہ عندنا ید ایکافیہ اللہ بہا یوم القیامۃ وما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکرؓ" کہ ہم پر کسی کا احسان نہیں مگر ہم نے اس کی مکافات کر دی ہے بجز ابوبکرؓ کے کہ ان کے جس قدر ہم پر احسانات ہیں ان کی مکافات اللہ تعالیٰ کرے گا۔ قیامت کے دن مجھے جو نفع ابوبکرؓ کے مال نے پہنچایا، اور کسی کے مال نے نہیں پہنچایا۔ اور یہ اشارہ ہے افضلیت باعتبار اعانت آنحضرت صلی اللہ وسلم اور افضلیت باعتبار ترویج اسلام کی طرف۔

پانزدھم، "احرار بالغین میں سے سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ کا اسلام قبول کرنا"۔ اور ظاہر ہے کہ لزوم ازملت کفریہ بجز بالغین کے اور کسی سے ظہور میں نہیں آسکتی۔ اور یہ مستفیض ہے حدیث ابی درداء حدیث عمرو بن عنبسہ حدیث مقداد اور حدیث عمار سے حدیث ابوالدرداء سے قصہ سخت کلامی حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تم نے جب مجھے مبعوث کیا تو تم نے میری تکذیب کی اور ابوبکرؓ نے میری تصدیق کی اور جان و مال کے ساتھ میری مواسات کی تو کیا اب تم میرے دوست کو چھوڑنے والے ہو"۔ شانزدھم، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر فاروق کے مشرف باسلام ہونے کے لئے دعا فرمانا اور پھر آپ کی قبولیت دعا کا بابلغ وجوہ ظہور میں آنا جیسا کہ حضرت ابن عباس ابن عمر ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود کی روایت میں مذکور ہے۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے پروردگار ان دونو یعنی ابوجہل یا عمر بن خطاب میں سے محبوب ترین شخص کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کی عزت کر حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فاروق اسلام لے آئے تو معلوم ہوا کہ ان دونوں میں محبوب تر بن عند اللہ حضرت عمر فاروق تھے۔

حضرت عمر فاروق رضؓ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو غلبہ و عزت حاصل ہونا

اور یہ حدیث حضرت ابن عباس اور حدیث حضرت ابن مسعود سے مستفیض ہوتا ہے چنانچہ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر فاروق نے اسلام قبول کیا تب سے ہم غالب ہوتے گئے اور حضرت ابن مسعود کی اور روایت میں اس طرح ہے کہ جب تک کہ حضرت عمر فاروق ایمان نہ لائے تھے۔ تب تک ہم ظاہر طور سے کعبہ میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

ھفدھم "اہل آسمان کا حضرت عمر فاروق کے اسلام لانے سے اظہار خوشنودی کرنا" اور اس میں اشارہ اعانت ملائکہ اور اعانت مسلمین کی طرف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق مشرف باسلام ہوئے تو جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے، اور کہا اے محمد صلے اللہ علیہ وسلم، عمرؓ کے مشرف باسلام ہونے سے اہل آسمان بھی خوش ہوئے۔ ھژدھم، "حدیث کہ حضرت عمر فاروق غلق باب فتنہ اور غلق باب جہنم تھے"۔ جیسا کہ حدیث حذیفہ میں وارد ہوا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں اس فتنہ کی بابت جو سمندر کی موجوں کی طرح اٹھے گا کچھ خبر ہے انہوں نے عرض کیا امیر المومنین اس فتنہ سے آپ کو کیا خوف آپ کے اور اس کے درمیان تو ابھی ایک دروازہ بند ہے اس کے بعد حضرت حذیفہ نے تفسیر کی کہ باب مغلق سے مراد حضرت عمر فاروق تھے بعد ازاں کالشمس فی رابعۃ النہار ظاہر ہوا کہ بعثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں فتح فارس و روم بھی مضمر تھی جو شیخین کے ہاتھ پر ظاہر ہوئی اسی طرح قرآن مجید کا جمع کیا جانا جس کا اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں وعدہ دیا ہے شیخین کے ہاتھ سے انجام پذیر ہوا بغیر مشارکت غیرے اسی طرح اجماع جو ادلہ شرعیہ میں سے تیسری دلیل ہے شیخین کی سعی سے منعقد ہوا اسی طرح مقامات تصوف کی تحقیق جس سے بطور اشارہ ان احادیث سے شیخین کا اختصاص ظاہر ہے۔ اور یہ

بتواتر ثابت ہے کہ حضرت صدیقؓ سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت و نصرت اسلام کے لیے کھڑے ہوئے۔ پھر نبوت سے قریباً چھ سال بعد حضرت عمر فاروقؓ اسلام لائے۔ اور آپ کی وجہ سے اسلام کو عزت اور غلبہ حاصل ہوا اور یہ شیخین کی افضلیت پر دلیل واضح ہے۔ آمدم بآنکہ حضرت صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ سے افضل تھے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطاب سے مفہوم ہوتا ہے جو آپ نے حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے مخاصمہ کے متعلق فرمایا اور وہ یہ ہے "ھل انتم تارکون لی صاحبی"۔ اور یہ انیسویں حدیث ہے احادیث اس مسلک سے

نوزدھم "حدیث ابوالدرداء"۔ حضرت ابوالدرداء کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دوست "حضرت صدیقؓ" نے مخاصمہ کیا، اور معافی چاہی۔ پھر حضرت صدیقؓ نے عرض کیا، کہ میرے اور عمر فاروقؓ کے درمیان مخاصمہ ہوا۔ اور میں نے بہت جلد معافی مانگی۔ اور نادم ہوا۔ اور ان سے معافی کی درخواست کی مگر انہوں نے انکار کیا۔ لہٰذا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ اللہ تمہیں معاف کرے۔ (تین دفعہ فرمایا) پھر حضرت عمر فاروقؓ بھی نادم ہوئے اور نادم ہو کر حضرت صدیقؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر حضرت صدیقؓ مکان پر موجود نہ تھے۔ بعد ازاں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک سرخ ہو رہا تھا حضرت عمر فاروق ڈرے اور پھر دوزانو ہو بیٹھے اور عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ اس معاملہ میں ظالم میں ہی ہوں، دو دفعہ عرض کی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا مگر تم نے میری تکذیب کی، اور ابوبکرؓ نے تصدیق کی اور جان و مال سے میری مواسات کی۔ سو اب کیا تم میرے دوست کو چھوڑنے والے ہو اس کے بعد پھر کبھی ایسا اتفاق نہیں ہوا۔ بخاری شریف۔

اب یہ امر کہ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ سے افضل تھے، سو یہ قصہ مخاصمت حضرت عثمان غنیؓ و حضرت عمر فاروقؓ سے واضح ہے۔ کیونکہ اس مخاصمت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ رضائے عمرؓ رحمت ہے۔ اور یہ بیسویں حدیث ہے احادیث اس مسلک سے۔

بستم "حدیث عبداللہ بن عمرؓ"۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک طویل قصہ میں حضرت ابوجحش کے معاملہ میں حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنی کی مخاصمت نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ میں حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں فرمایا کہ رضائے عمرؓ رحمت ہے۔ حاکم اس کے راوی ہیں۔ اور شیخین کا بلحاظ کمالات نفسانیہ اعلیٰ طبقہ سے ہونا سو یہ بات احادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔ از انجملہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیقؓ کے صدیق ہونے اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے شہید ہونے کی شہادت دینا ہے۔ اور یہ اکیسویں حدیث ہے احادیث مسلک سے۔

بست ویکم "حدیث ثمامہ بن حزن القشیری ہے"۔ اور حضرت انسؓ، حضرت ابوھریرہ، سعید، اور ایک صحابی نامعلوم الاسم سے بھی روایت کی گئی ہے۔ ثمامہ بن حزن القشیری نے ایک طویل قصہ میں روایت کیا ہے حضرت عثمان غنیؓ نے (بوقت محاصرہ محاصرین سے کہا میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی اور اسلام کی قسم دلا کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ لوگوں کو معلوم ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں کوہ ثبیر پر تھے۔ اور آپ کے ساتھ ابو بکر، عمر اور زبیر بھی تھا۔ جب پہاڑ ہلنے لگا یہاں تک کہ اس کے کچھ پتھر گر کر فرش زمین تک پہنچے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا قدم مبارک مارا اور فرمایا ٹھہر جا کیونکہ تجھ پر نبی و صدیق اور دو شہید کے سوا اور کوئی نہیں۔ محاصرین نے جواب دیا: بے شک آپ سچ فرماتے ہیں حضرت عثمان غنی نے کہا اللہ اکبر یہ میرے شہید ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔ لہٰذا میں اب شہید ہونے والا ہوں۔

بست و دوم "حدیث ابن عباسؓ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو مرتبہ خلت کا حاصل ہونا بیان فرمایا ہے۔ اور یہ حدیث حضرت ابن الزبیر، ابو سعید خدری، عبد اللہ بن مسعود اور ابو المعلی سے بھی باسانید جیدہ روایت کی گئی ہے۔ حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لو کنت متخذا خلیلا من امتی لاتخذت ابا بکر ولکن اخی وصاحبی"۔ کہ میں اپنی امت سے اگر کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا۔ مگر وہ میرے بھائی اور دوست ہیں۔

بست و سوم "حدیث موافقت رائے صدیق باوحی در چندیں واقعات کہ قدر مشترک متواتر المعنی ہوگی"۔ از انجملہ قصہ فنحاص یہودی ہے، جسے عکرمہ و مجاہد اور سدی نے روایت کیا ہے۔ عکرمہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو فنحاص یہودی کے پاس بھیجا اور رقعہ لکھ دیا۔ آپؐ اس یہودی سے کچھ مدد لینا چاہتے تھے اور حضرت صدیقؓ سے آپؐ نے فرمایا کہ میری بلا اجازت کوئی نئی بات پیدا نہ کرنا۔ غرض حضرت صدیقؓ گئے۔ فنحاص نے جب رقعہ پڑھا تو کہنے لگا کیا تمہارا پروردگار محتاج ہوگیا ہے۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے چاہا کہ اسے تلوار سے جواب دوں، مگر مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یاد آگیا کہ میری بلا اجازت کوئی نئی بات پیدا نہ کرنا۔ پس اس واقعہ کے بعد یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ "لقد سمع اللہ قول الذین قالوا ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء" (سورت عمران)

ابن جریج روایت کرتے ہیں کہ ابو قحافہ (حضرت صدیق اکبرؓ کے والد) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کچھ گستاخی کی۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے اس زور سے انہیں طمانچہ مارا کہ وہ زمین پر گر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کا ذکر کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کیا ابو بکرؓ واقعی تم نے ایسا کیا ہے؟ آپؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرے پاس تلوار ہوتی تو میں اس کی گردن اڑا دیتا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ "لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ" الآیۃ۔ ابو ایوب انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیقؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں نے خواب میں سیاہ بکریاں دیکھیں۔ نیز دیکھا کہ ان میں بھوری بکریاں آکر مل گئیں۔ ابو بکر اسکی تعبیر بیان کرو۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ عرب آپکی تابعداری قبول کریں گے اور پھر عجم بھی آپ کی تابعداری قبول کرے گا۔ اور آپؐ ان پر غالب آئیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتہ نے بھی ایسی تعبیر کہی ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ اے پروردگار میں تجھے قسم دلاتا ہوں تیرے وعدہ کی اور تیرے عہد کی۔ اے پروردگار اگر تو چاہتا تو تیری عبادت نہ کی جاتی حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ آپؐ کو کافی ہے۔ بس اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ کے لیے نکلے اور یہ فرماتے جاتے تھے: "سیہزم الجمع ویولون الدبر"۔

بست و چہارم "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق سے بعض جوابوں کی تعبیر استفسار فرمانا" اور یہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت صدیق کی قوت عاقلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت عاقلہ کے شبیہ تھی محمد بن اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ انہیں حدیث پہنچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ آپ بنی ثقیف کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت صدیق سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے ایک پیالہ دیا گیا مکھن سے بھرا ہوا ایک مرغ نے اس میں چونچ ماری تو یہ مکھن گر گیا حضرت صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نہیں خیال کرتا کہ آج آپ بنی ثقیف پر فتح پا سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بھی یہی خیال کرتا ہوں۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بروایت ابراہیم بن جعفر المحمدی (قبیلہ کی طرف نسبت ہے) بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لقمہ اٹھا کر کھایا اور لذیذ معلوم ہوا۔ مگر جب نگلنے لگے تو وہ گلے میں اٹک گیا اور علیؓ نے گلے میں ہاتھ ڈال کر نکال لیا۔ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کی تعبیر یہ ہے کہ آپ اپنے بعض سرایا کو مہم پر روانہ فرمائینگے اور اس کے بعض امور و حالات ایسے ہوں گے جنہیں آپ پسند کریں گے اور بعض کی نسبت کچھ اعتراض ہوگا اور حضرت علیؓ جا کر سہل کر آئیں گے۔

بست و پنجم "حضرت صدیقؓ کے سینہ سے غرور و تکبر کا جدا ہونا" اور یہ دلالت کرتا ہے کہ حضرت صدیق کی قوت عاملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت عاملہ کے شبیہہ تھی اور تلو رحمت ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص فخر و غرور سے اپنا کپڑا لٹکائے گا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہ کرے گا۔ حضرت صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا ہمیشہ ایک جانب کا کپڑا لٹکتا رہتا ہے مگر اب میں عہد کرتا ہوں کہ اب آیندہ نہ لٹکا کرے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نہیں آپ سے یہ فعل بوجہ غرور و تکبر نہیں ہوا۔

بست و ششم "حضرت صدیق اکبرؓ کا جامع انواع برّ ہونا" یہ بھی دلالت کرتا ہے کہ حضرت صدیق کی قوت عاملہ انبیاءؑ کی قوتِ عاملہ کی شبیہہ تھی۔ حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا کہ آج تم میں سے کون روزہ دار ہے؟ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا کہ میں روزہ دار ہوں یا رسول اللہ۔ اس کے بعد استفسار فرمایا آج تم میں سے کون شریک جنازہ ہوا ہے حضرت صدیق نے عرض کیا میں یا رسول اللہ۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج تم میں سے کس نے مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت صدیقؓ نے عرض کیا میں نے یا رسول اللہ۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج تم میں سے کس نے مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص میں یہ خصلتیں جمع نہیں ہو سکتیں مگر یہ کہ وہ شخص جنت میں داخل ہوگا۔

بست و ہفتم "حضرت صدیقؓ کا جمیع ابواب جنت سے بلایا جانا" حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص دو جفت چیزیں فی سبیل اللہ خرچ کرے وہ جنت کے دروازوں سے اس طرح بلایا جائیگا کہ اے بندۂ خدا آ یہ بہتر دروازہ ہے"۔ اسی طرح نمازی باب الصلوٰۃ سے، روزہ دار باب الریان سے اہل جہاد باب الجہاد سے اور اہل صدقہ باب الصدقہ سے۔ حضرت صدیق نے عرض کیا یا رسول اللہ جو لوگ ان دروازوں سے بلائے جائیں گے بلائے ہی جائیں گے مگر کیا کوئی ان تمام دروازوں سے بھی بلایا جائیگا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں بلایا جائے گا۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی ان میں سے ایک ہوگے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، امام مالک موطا میں اس کے راوی ہیں)

بست وهشتم، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق جاری ہونا۔ اور یہ فضیلت ہے جو تلو وحی ہے۔ اور یہ بدرجۂ مستفیض ہے حدیث ابن عمر حدیث ابی ذر اور حدیث حضرت علی مرتضےٰ وغیرہ ہے۔" حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے حق عمر کی زبان پر رکھ دیا ہے (ترمذی اس کے راوی ہیں)۔

بست ونہم، حضرت عمر فاروق کے لئے اثبات محدثیت جو تلو وحی ہے اور یہ مستفیض ہے حدیث ابی ہریرہ حضرت عائشہ صدیقہ اور حدیث عقبہ بن عامر سے حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگلی امتوں میں محدث گزرے ہیں (یعنی ملہم بالصواب) اگر میری امت میں بھی کوئی محدث ہے۔ تو وہ عمر ہیں بخاری اس کے راوی ہیں۔

سی ام، " فرار شیطان از ظل عمر اور یہ تلو عصمت ہے اور یہ بھی مستفیض ہے" حدیث سعد بن ابی وقاص حدیث ابی ہریرہ حدیث بریدہ اسلمی اور حدیث حضرت عائشہ صدیقہ سے حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قریش کے گھرانے کی چند عورتیں حاضر ہو کر آپ سے باواز بلند کچھ گفتگو کر رہی تھیں۔ حدیث طویل ہے۔ اور اوپر گزر چکی ہے مختصر یہ کہ حضرت عمر فاروق اندر تشریف لے گئے اور آخر میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق سے فرمایا کہ تمہیں شیطان کسی راستہ میں نہیں ملتا مگر یہ کہ وہ یہ راستہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کرتا ہے۔ بخاری و مسلم اس کے راوی ہیں۔

سی ویکم، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں حضرت عمر فاروق کو دودھ عنایت فرمانا" اور یہ مستفیض ہے حدیث عبداللہ بن عمر سے حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں دودھ پی رہا ہوں اور اس کی تری میرے ناخنوں تک سرایت کرتی جاتی ہے پھر میں نے دودھ عمر کو دیدیا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے دودھ کی تاویل کس چیز سے کی ہے فرمایا علم بخاری و مسلم اسکے راوی ہیں

سی ودوم، "موافقت رائے عمر بن خطاب با وحی الٰہی اور یہ مستفیض ہے"۔ حدیث حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے حضرت عمر فاروق فرماتے ہیں کہ میری رائے نے اپنے پروردگار کی رائے سے تین باتوں میں موافقت کی مقام ابراہیم حجاب اور مسئلہ پردہ اساری میں، بخاری و مسلم اس کے راوی ہیں۔

سی وسوم، "حضرت عمر فاروق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دین کا زیادہ دیکھنا" حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ لوگ جمع ہوتے جاتے ہیں اور قمیص پہنے ہوئے ہیں مگر بعض کے وہ قمیص سینہ تک ہے اور بعض کے اس سے نیچے اور عمر میرے پاس قمیص پہنے آئے جو زمین سے گھسٹتا ہے صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ اس قمیص سے آپ نے کس چیز کی تعبیر کی فرمایا دین کی بخاری و مسلم اسکے راوی ہیں

سی وچہارم، " از شیخین کی فضیلت بلحاظ اکثریت ثواب اور بلحاظ درجات عالیہ باحادیث کثیرہ ثابت ہے" منجملہ حدیث (ہذان سید الکہول اہل الجنۃ) ہے اور وہ چونتیسویں حدیث ہے، احادیث اس مسلک سے اور وہ مستفیض ہے حدیث انس حدیث علی مرتضےٰ اور حدیث ابی جحیفہ سے حضرت انس سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق کی شان میں فرمایا۔ ھذان سید الکھول اھل الجنۃ من الاولین

الآخرین الّا النبیین والمرسلین لا تخبرهما یا علیؓ"۔ ترمذی اس کے راوی ہیں۔ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کی روایت
... کئی طریقہ ہیں، ازانجملہ طریقہ علی ابن حسینؑ ہے۔ علی بن الحسینؑ حضرت علی مرتضیٰؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ
...یہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ اس وقت حضرت صدیق اور حضرت عمرؓ آتے ہوئے دکھائی دیئے تو آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "هذان سيدا كهول اهل الجنة من الاولين والآخرين الّا النبيين والمرسلين يا علی لا تخبرهما"۔
...ی و پنجم، "شیخین کا غرفِ جنت سے خاص ہونا اور یہ مستفیض ہے حدیث ابوسعید خدریؓ سے"۔ حضرت ابوسعید خدری سے
...وایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ درجاتِ عالیہ کو نیچے کے درجات والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم تاروں
کو افق آسمان پر دیکھتے ہو۔ اور فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ اُن میں سے ہیں۔
...ی و ششم، "تقدم شیخین برامت در حشر اور یہ مستفیض ہے حدیث ابن عمرؓ سے"۔ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ آپ کے دائیں بائیں تھے اور آپ ان کے
درمیان تھے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھائے جائیں گے اور ایک
روایت میں اس طرح ہے کہ سب سے پہلے جو زمین سے نکلے (یعنی قیامت کے دن) میں ہوں اور ابوبکر پھر عمر نکلیں گے۔
...ی و ہفتم، "اس امت سے سب سے پہلے جو جنت میں داخل ہوگا، حضرت صدیق ہیں اور یہ مستفیض ہے حدیث
ابی ہریرہؓ سے"۔ حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریلؑ میرے پاس آئے
اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا دروازہ دکھلایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہوگی۔ حضرت صدیق نے
عرض کیا یا رسول اللہ کاش میں بھی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتا تاکہ آپ کے ساتھ میں بھی جنت کا دروازہ دیکھ
سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکرؓ تم میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگے۔
...سی و ہشتم، "اللہ عزوجل کا حضرت صدیق کے لئے تجلی خاص کرنا قصہ وفد عبد القیس کے متعلق حضرت جابر سے روایت ہے
کہ حضرت صدیق ان کے پاس گئے اور نہایت حسن اسلوب سے گفتگو کی اور اچھی پیرایہ میں انہیں جواب دیئے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر اللہ تمہیں رضوان اکبر عطا کرے بعض صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ رضوان اکبر کیا ہے فرمایا
اللہ قیامت کے دن اپنے بندوں کے لئے عام تجلی کرے گا اور ابوبکر کے لئے خاص تجلی کرے گا۔
...سی و نہم، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت صدیق کا حوض کوثر پر حاضر ہونا" حضرت عبد اللہ بن
عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق سے فرمایا آپ قیامت کے دن حوض
کوثر پر میرے ہمراہ ہوں گے جس طرح آپ غار میں میرے ہمراہ تھے۔
چہلم، "اس امت میں سب سے اول جو حق تعالیٰ سے مصافحہ و معانقہ کرے گا" حضرت عمر فاروق ہیں
حضرت ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے اول حق تعالیٰ
جس سے مصافحہ کرے گا جس پر سلام پڑھے گا اور سب سے پہلے جس کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کرے گا۔
عمر ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ سب سے پہلے حق تعالیٰ جس سے معانقہ کرے گا اور ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل
کریگا عمر بن الخطاب ہیں آمدم بر سر مطلب وہ یہ کہ حضرت صدیق کی فضیلت حضرت عمر فاروق پر سو وہ ثابت ہے باحادیث کثیرہ
ازانجملہ حدیث عمار بن یاسر ہے اور اکتالیسویں حدیث سے۔ احادیث اس مسلک سے۔

چہل و یکم، عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا کہ اے عمار بن یاسر ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور فضائل عمر بیان کیے اور کہا عمر ایک حسنہ ہیں حسنات ابوبکر رضی اللہ عنہ سے۔ اور فضیلت شیخین مطلقاً بغیر کسی دیگر لحاظ کے۔ سو وہ بھی باحادیث کثیرہ ثابت ہے۔ ازانجملہ حدیث عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہے اور یہ بیالیسویں حدیث ہے احادیث اس مسلک سے۔

چہل و دوم، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب انہیں جیش ذات السلاسل پر امیر بنا کر بھیجنے لگے تو انہوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کون شخص آپ کے نزدیک احب ترین ہے فرمایا عائشہ عرض کیا مردوں میں سے فرمایا ابوبکر عرض کیا ان کے بعد فرمایا عمر بن الخطاب اور یہ کنایہ مطلق فضیلت سے ہی ہے۔

چہل و سوم، "افضلیت فاروق اور یہ مستفیض ہے حدیث جابر اور حدیث ابی سعید خدری سے۔ حضرت جابر سے موقوفاً روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت صدیق کو بایں الفاظ مخاطب کیا یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت صدیق نے فرمایا اگر تم یہ کہتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ عمر سے بہتر شخص پر شمس نے طلوع نہیں کیا اور حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے یہ شخص اعلیٰ درجہ پائے گا۔ حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں ہم حضرت عمر فاروق کی وفات تک آپ ہی کو اس بشارت کا مصداق سمجھتے رہے۔

چہل و چہارم، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مرض وفات میں حضرت صدیق کو تفویض امامت نماز کرنا اور حضرت صدیق کے ماسوا کو امامت نماز سے منع فرمانا" اور یہ تو یقیناً معلوم ہے کہ امام افضل ہونا چاہئے تھا اور یہ مستفیض ہے حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ حدیث ابی موسیٰ اشعری حدیث عبد اللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ حدیث عمر بن الخطاب حدیث ابن عباس حدیث ابن مسعود حدیث علی مرتضیٰ اور حدیث زبیر بن عوام وغیرہ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض وفات میں فرمایا کہ ابوبکر کو کہو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا یا رسول اللہ ابوبکر صدیق جب آپ کے مقام پر کھڑے ہوں گے تو بوجہ آبدیدہ ہونے کے بلند آواز سے قرات نہ کر سکیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہہ دو کہ حضرت صدیق جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو بوجہ آبدیدہ ہونے بلند آواز سے قرات نہ کر سکیں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم تو صواحب یوسف ہو ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں حضرت حفصہ حضرت عائشہ سے فرمانے لگیں کہ مجھے تم سے کوئی بھلائی نہیں پہنچی ایک جماعت محدثین اس کی راوی ہے۔ نیز ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی قوم کو زیبا نہیں کہ ابوبکر موجود ہوں تو ان کے سوا کوئی امامت کرے۔ حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا درد زیادہ ہو گیا آپ سے نماز کے لئے کہا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر کو کہو کہ نماز پڑھائیں حضرت عائشہ صدیقہ نے کہا کہ حضرت صدیق رقیق القلب شخص ہیں جب قرات کریں گے تو گریہ وزاری ان پر غالب ہوگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے پھر وہی مقولہ دوہرایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو صواحب یوسف ہو ابوبکر کو کہو کہ نماز پڑھائیں۔

چہل و پنجم، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جماعت صحابہ کرام کے روبرو مناقب شیخین بیان کرنا اور یہ مستفیض ہے حدیث علی مرتضےٰ رضی اللہ عنہ حدیث انس اور حدیث ابی مجحن سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم کرے انہوں اپنی صاحبزادی میرے نکاح میں دی دار الہجرت تک مجھے پہنچایا اور بلال کو اپنے مال سے خرید کر آزاد کیا اللہ رحم کرے عمر پر حق کہنے سے نہیں چوکتے اگرچہ کسی کو برا کیوں نہ لگے حق گوئی نے ہی انہیں تنہا کر دیا ہے کہ ان کا کوئی دوست نہیں اللہ عثمان پر رحم کرے جن سے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ علی رضی اللہ عنہ پر رحم کرے، اللہ نعوذ حق کے ساتھ رکھ جہاں کہیں ہوں۔

چہل و ششم، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شیخین کو دو مقرب فرشتوں سے تشبیہ دینا" طبرانی اور حسن بروایت حضرت ام سلمہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آسمان پر دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک سختی کے ساتھ اور دوسرا نرمی کے ساتھ حکم کرتا ہے اور دونوں مصیب ہیں اور فرمایا وہ جبریل و میکائیل ہیں۔ پھر فرمایا۔ اسی طرح دو نبی گزرے ہیں جن میں سے ایک سختی کے ساتھ اور ایک نرمی کے ساتھ حکم کرتا تھا اور دونوں مصیب تھے پھر حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق کا ذکر کیا اور فرمایا یہ دونوں میرے ندیم ہیں ایک ان میں سے سختی کے ساتھ اور ایک نرمی کے ساتھ حکم کرتا ہے اور دونوں مصیب ہیں حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ حضرت صدیق خیال کرتے ہیں کہ حسنات اللہ کی طرف سے اور سیئات بندوں کی جانب سے ہیں اور حضرت عمر خیال کرتے ہیں کہ حسنات اور سیئات دونوں اللہ کی جانب سے ہیں بعض لوگ حضرت صدیق کی اور بعض حضرت عمر کی تائید کرتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے درمیان وہ فیصلہ کروں گا جو اسرافیل نے جبریل و میکائیل کے درمیان کیا تھا میکائیل نے ابوبکر کا اور جبرئیل نے عمر کا مقولہ کہا تھا پھر ان دو فرشتوں نے کہا کہ جب ہم کسی امر میں اختلاف کرتے ہیں تو اہل زمین بھی اس امر میں اختلاف کرتے ہیں چاہیئے کہ ہم اپنے اس فیصلہ کو حضرت اسرافیل کے آگے پیش کریں حضرت اسرافیل نے ان میں فیصلہ کیا تقدیر حق ہے خیر و شر تلخ و شیریں سب اللہ کی طرف سے ہے اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر اگر اللہ چاہتا کہ اس کی نافرمانی نہ کی جاتی تو وہ ابلیس کو پیدا نہ کرتا حضرت صدیق نے عرض کیا:۔ "صدق اللہ ورسولہ" حاکم نے بروایت عبد بن مسعود روایت کیا ہے کہ حضرت صدیق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اساراے بدر سے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی اور حضرت عمر فاروق اور ابو رواحہ نے انہیں قتل کر دینے کی رائے دی جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیتے ہوئے فرمایا کہ تم ان لوگوں کے حق میں کیا رائے دیتے ہو کیونکہ ان کی مثال انہیں کے بھائی لگلے کافروں جیسی ہے حضرت نوح علیہ السلام نے ان کی نسبت کہا تھا۔ "رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیاراً" اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ "ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم" الآیۃ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم" اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ "ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم"

چہل و ہفتم، "حدیث ابن عمر" کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہمیں اختیار دیا جاتا تھا کہ

ہم کس کو افضل کہتے ہیں چنانچہ ہم حضرت صدیق کو ان کے بعد حضرت عمر فاروق کو ان کے بعد حضرت عثمان ابن عفان کو افضل جانتے تھے بخاری اس کے راوی ہیں اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ باسعادت میں حضرت صدیق اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق ان کے بعد حضرت عثمان غنی کے برابر کسی کو نہیں جانتے تھے اور ان کے بعد باقی صحابہ میں سے ہم کسی کو کسی پر فضیلت نہیں دیتے تھے ابوداؤد اس کے راوی ہیں اور یہ حدیث گو خبر واحد ہے۔ مگر از قبیل اصح ہے اس حدیث کو مسلک دوم میں بھی لا سکتے ہیں بلحاظ اس کے کہ یہ حدیث قبیل تقریر سے ہے اور مسلک اجماع میں بھی لا سکتے ہیں بلحاظ اس کے منطوق کے۔

چہل و ہشتم،"بے شمار واقعات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشورہ شیخین کو قبول فرمانا" عبد الرحمٰن ابن غنم الاشعری سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق سے فرمایا جس مشورہ میں تم دونو جمع ہو جاتے ہو تو میں تمہاری رائے کے برخلاف نہیں کر سکتا امام احمدؒ اس کے راوی ہیں مسلم نے بروایت ابوہریرہ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں استفسار کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ نے ابوہریرہ کو اپنی نعلین شریفین عنایت فرما کر یعنی بطور نشانی کے روانہ کیا تھا کہ وہ جس شخص کو پائیں کہ وہ بشہادت قلب اقرار کرتا ہو کہ اللہ ایک ہے اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں وہ اسے جنت کی خوشخبری دے دیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں حضرت عمر فاروق نے عرض کیا ایسا نہ کیجیے ورنہ لوگ آپ کے اس فرمان پر آنکا بھروسہ کریں گے اور عمل چھوڑ دیں گے بلکہ آپ انہیں عمل کرنے دیجئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا انہیں عمل کرنے دو۔

چہل و نہم،"حضرت صدیق کا لقب صدیق سے ملقب کیا جانا" اور یہ مستفیض ہے حدیث علی مرتضےٰ اور حدیث حضرت عائشہ صدیقہ سے۔ ابن سبرہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو خوشنود پایا اس وقت آپ مزاح کر رہے تھے ہم نے آپ سے استفسار کیا کہ آپ اپنے احباب کا حال بیان کریں آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کل احباب میرے احباب ہیں ہم نے عرض کیا اچھا۔ حضرت صدیق کا حال بیان فرمائے آپ نے فرمایا حضرت صدیقؓ وہ شخص ہیں جن کا اللہ تعالےٰ نے حضرت جبریل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر صدیق نام رکھا ہے حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج مسجد اقصےٰ تک سیر کرائی گئی اور صبح کو آپ اس واقعہ کا لوگوں سے ذکر کرنے لگے تو بہت سے لوگ مرتد ہو گئے اور حضرت صدیق کے پاس دوڑے آئے اور کہنے لگے تمہیں اپنے صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کچھ خبر ہے وہ زعم کرتے ہیں۔ کہ ایک شب بھر میں انہیں بیت المقدس تک کی سیر کرائی گئی۔ حضرت صدیق نے پوچھا کیا واقعی آپ نے ایسا فرمایا ہے انہوں نے کہا ہاں حضرت صدیق نے کہا اگر واقعی آپ نے ایسا فرمایا ہے تو سچ فرمایا لوگ کہتے لگے کیا آپ اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ ایک شب بھر میں بیت المقدس تک گئے اور صبح تک واپس بھی آ گئے حضرت صدیق نے کہا۔ میں تو اس سے بھی زیادہ بعید از عقل بات کی تصدیق کر چکا ہوں وہ یہ کہ آسمان سے آپؐ پر وحی آتی ہے صبح و شام اسی لئے حضرت صدیق صدیق کے لقب سے ملقب کئے گئے۔

پنجاہم،"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق کو امامت حج کے لئے منتخب کرنا" حاکم نے الطریق

ابن عباس روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق کو حکم دیا کہ آپ لوگوں کو یہ کلمات (اور وہ سورت براءت کی چند آیات تھیں) سناتے جائیں۔ الحدیث۔ اسی کے قریب قریب بخاری نے بروایت ابی ہریرہ حدیث روایت کی ہے۔ امارت حج امور عظیمہ سے ایک ذی شان امر ہے جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نبوت انجام دیا کرتے تھے جس طرح امامت نماز بلکہ امامت نماز کی نسبت امارت حج استخلاف حضرت صدیق رضؓ پر زیادہ دلالت کرتی ہے۔ اس لیے کہ امامت نماز ہر ایک مسجد میں ایک نئے شخص کی طرف راجع ہوتی ہے اور امارت حج ہر سال تمام عالم میں ایک شخص کی طرف راجع ہوتی ہے۔ امامت نماز میں تقدم معدودے چند اشخاص پر حاصل ہوتا ہے اور امارت حج میں افراد غیر محصورین پر درحقیقت امارت حج ملت محمدیہ میں بمنزلہ تخت سلطنت پر بیٹھنے یا کوشک شاہان بزرگ میں نزول کرنے کے تھا۔ بایں ہمہ صحابہ کرام رضؓ نے استدلال خلافت امامت نماز سے کیا بوجہ نزدیک ہونے واقعہ کے۔

پنجاہ و یکم، "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر فاروق رضؓ کو اخذ بیعت کے لیے منتخب کرنا" اور یہ حضرت عمر رضؓ کی فضیلت پر اول دلیل ہے۔ یہ حدیثیں ہیں جو دربارۂ افضلیت ان چند اوراق میں بیان کی گئیں۔ اور یہ نمونہ ہے ان بے شمار احادیث کا جو اس باب میں وارد ہوئی ہیں۔ اور غرض ان احادیث کے لانے سے یہ ہے کہ وہ چار خصائل جو مدار افضلیت ہیں (اور نکتہ ثانیہ مسلک دوم میں مجمل بیان کی گئی ہیں) معلوم ہو جائیں۔ نیز یہ بھی واضح ہو جائے کہ یہ چاروں خصلتیں (خلفائے راشدین کے لئے) با حادیث متواتر بالمعنی ثابت ہیں اب رہی افضلیت بہ اشخاص متعددہ اہل افضل بہ تعیین اسماء سو یہ بیشک یہاں سے قطعاً بالجزم مفہوم نہیں اور اس کے لئے دوسرے مسلکوں کی طرف رجوع کرنا چاہیئے"

مسلک سوم

بترتیب خلافت مشائخ ثلاثہ کی فضیلت پر اجماع امت ہے۔ اور اس اجماع کو ہم دو طریق پر بیان کریں گے۔ (طریق اول) بحوالہ ثقات انعقاد اجماع کو بیان کرنا۔ (طریق دوم) اقوال جم غفیر صحابہ و تابعین کو نقل کرنا۔ مگر جہاں تک کہ اس عاجز کا حافظہ مساعدت کرے اور وقت و مقام وسعت و گنجائش دے سکے۔ طریقۂ دوم کی بھی دو صورتیں ہیں۔

اول نقل صریح دربارۂ انعقاد اجماع جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ سعادت میں صحابہ کے درمیان فضیلت دیا کرتے تھے۔ سو ہم پہلے حضرت صدیق رضؓ کو اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ کو اُن کے بعد حضرت عثمان رضؓ غنی کو افضل امت کہتے تھے۔ (بخاری اس کے راوی ہیں) اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ میں حضرت صدیق اکبر رضؓ کو اور اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ کو اور اُن کے بعد حضرت عثمان غنی رضؓ کے برابر کسی کو نہیں جانتے تھے۔ اور پھر اُس کے بعد کسی کو ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دیتے تھے۔ (ابو داؤد اس کے راوی ہیں)

ہر چند کہ یہ حدیث خبر واحد ہے مگر اس باب میں اصح واقع ہوئی ہے اور اس قدر قرائن سے گھری ہوئی ہے کہ ان سب کو ملانے سے قطع و جزم حاصل ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نقل اجماع دلالت اور روایت اقوال جمِ غفیر میں بیان کریں گے کہ جب کبھی استخلاف خلیفہ کے متعلق گفت گو اور بحث ہوئی لفظ "خیر الامت" لفظ "افضل الناس" اور لفظ "احق بالخلافت" اور لفظ "احق بھذا" وغیرہ کہا گیا ہے اور اس طریق سے کہا گیا ہے کہ گویا اُن کے نزدیک یہ امر پہلے سے ہی محقق تھا۔ اور احتیاج استدلال و احتیاج تحقیق مقال نہ رکھتا تھا۔ اور صورت دوم نقل اجماع دلالۃً ہے اور وہ ایک قاعدہ مسلمہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ سکوت قبل از تدوین مذاہب اجماع مانا گیا ہے۔ اور اُسے ہم پانچ نوع میں بیان کریں گے۔

نوعِ اوّل

انعقاد خلافت حضرت صدیق اکبرؓ کے وقت ایک جماعت فقہائے صحابہ کرام نے حضرت صدیقؓ کو افضل امت کہا اور اُس سے آپ کے خلیفہ کیے جانے پر استدلال کیا اور دیگر صحابہ کرام نے اُسے تسلیم کر لیا اور اس سے موافقت کی خواہ اول حالی میں اور خواہ بعد توقف۔ اور تسلیم و سکوت قبل از تدوین مذاہب الجماع ہے کما نبین فی محلہا۔ اور یہ مستفیض ہے حدیث عمر فاروقؓ۔ بروایت ابن عباس حدیث انس بن مالک حدیث ابن مسعود حدیث ابی عبیدہ بن جراح اور حدیث علی مرتضےٰؓ سے حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ میں نے بوقت انعقاد خلافت حضرت صدیق بیان کیا کہ اے معشر انصار اور اے معشر مسلمین احق خلافت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ثانی اثنین ہیں۔ جو غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ اور وہ حضرت صدیقؓ ہیں جو تم سب میں سابق بالخیر ہیں۔ اس کے بعد میں نے حضرت صدیقؓ کا ہاتھ پکڑا۔ الیٰ آخر الحدیث۔ (ابن ابی شیبہ اسکے راوی ہیں) قصہ بیعت عامہ کے متعلق حضرت انس بن مالک سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عمر فاروقؓ کا اس روز کا خطبہ سنا جو آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی صبح منبر پر کہا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ اس وقت خاموش بیٹھے ہوئے تھے حضرت عمر فاروقؓ نے بیان کیا کہ میں امید کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اور زندہ رہتے اور ہم سب کے بعد تک زندہ رہتے لیکن افسوس اب آپ کی وفات ہو گئی مگر اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور اُس نے تمہیں نور عنایت کیا ہے یعنی قرآن مجید" جس سے تم ہدایت پا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی اور حضرت صدیق آپ کے مصاحب تھے اور غار میں آپ کے رفیق (ہجرت) تھے۔ وہی اولیٰ و احق بالخلافت ہیں اس لیے اُٹھو اور اُن سے بیعت کرو۔ (بخاری شریف) حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو انصار کہنے لگے کہ ایک امیر ہم میں سے ہوگا اور ایک تم میں سے (یعنی مہاجرین میں سے) اسی وقت حضرت عمر فاروقؓ بھی آ گئے اور انصار سے یوں مخاطب ہوئے۔ اے معشر انصار کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا ہے؟ انصار نے کہا کیوں نہیں ہمیں معلوم ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے کہا تو کیا تم میں سے کوئی حضرت صدیقؓ کے آگے بڑھ سکتا ہے؟ انصار نے کہا نعوذ باللہ ہرگز نہیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ سے روایت ہے کہ جب بعض لوگ ان سے بیعت کرنے گئے تو انہوں نے لوگوں سے کہا کہ تم میرے پاس آتے ہو حالانکہ تم میں حضرت صدیقؓ موجود ہیں۔ (ابن ابی شیبہ اس کے راوی ہیں) اسی کے ہم معنی حدیث حضرت امام احمد نے روایت کی ہے بجز اس کے کہ انہوں نے اپنی روایت میں ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح نے استدلال خلافت حضرت صدیقؓ

کہ جب انہوں نے تخلف بیعت حضرت صدیق سے رجوع کیا تو علی روس الاشہاد بیان کیا کہ ہم بجز اس کے اور کسی وجہ سے ناراض نہ تھے کہ مشورہ خلافت میں ہمارا کچھ حق نہیں سمجھا گیا ورنہ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق احق بالخلافت ہیں کیونکہ وہ غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق ہجرت تھے ہم ان کی عظمت اور بزرگی کے معترف ہیں ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی حیات با سعادت ہی میں نماز پڑھانے کا حکم فرما دیا تھا۔ (حاکم اس کے راوی ہیں)

نوع دوم

وہ یہ کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے بارہا بر سر مجالس حضرت صدیقؓ کی افضلیت بیان فرمائی اور کسی نے رد و انکار نہیں کیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے کہ واللہ اگر میری گردن ماردی جائے تو یہ مجھے زیادہ عزیز ہے بہ نسبت اس کے کہ میں اس قوم کا حاکم بنوں جس میں ابوبکرؓ موجود ہوں۔ البتہ آیندہ کی مجھے خبر نہیں کہ میرا نفس مجھے مغرور کرے اور میں وہ بات پاؤں جو اس وقت میرے دل میں ہے (بخاری)

نیز حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اس مقولہ (کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت ناگہانی منعقد ہوئی) کا جواب دیتے ہوئے بیان فرمایا کہ "بیشک حضرت صدیقؓ کی خلافت ناگہانی منعقد ہوئی" مگر اللہ تعالےٰ نے ہمیں اس کے شر سے (خلافت کے متعلق کسی قسم کا اختلاف و افتراق واقع ہونے سے) بچالیا۔ پھر تم میں ابوبکر صدیقؓ سے بہتر کوئی اور شخص نہیں جس طرف لوگ رجوع کرسکیں۔ (بخاری)

(زمانہ صحابہ میں) عام عادت تھی کہ مقام خفاء و اشتباہ میں لوگ صاف رد و انکار کرتے تھے جیسا کہ بکثرت روایات و آثار اور بطریق متواتر المعنی ثابت ہے اور مقامات حضرت عمر فاروقؓ کے مقالات میں ہم نے اس قسم کے بہت سے اقوال و آثار نقل کیے ہیں۔

از انجملہ ایک روایت ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ روایت کیا گیا ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضؓ نے علیٰ رؤس الاشہاد بر سر منبر بیان کیا کہ اے معاشر مسلمین اگر میں دنیا کی طرف مائل ہوجاؤں تو تم میرے حق میں کیا کہتے ہو یہ کہتے ہوئے آپ نے اپنا سر مبارک بھی ایک طرف مائل کیا۔ ایک شخص تلوار نکال کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا ہم تلوار سے جواب دیں گے اور اشارہ کیا کہ سر کاٹ ڈالیں گے۔ حضرت عمر فاروق نے کہا میرا سر کاٹ ڈالو گے اس نے کہا۔ ہاں آپ کا سر حضرت عمر فاروق رضؓ نے اسے دھمکی دی اور تین دفعہ دھمکی دی یہ شخص بھی آپ کو دھمکی دیتا گیا اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ نے اس شخص سے کہا اللہ تعالےٰ تم پر رحم کرے اللہ تعالےٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ میری رعیت میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں۔ کہ اگر میں بے راہ ہوجاؤں تو مجھے راہ پر لا سکتے ہیں۔" رحمك الله - الحمد لله الذى جعل فى رعيتى اذا تعوجت قومنى"۔

نوع سوم

حضرت صدیق رضؓ نے حضرت عمر فاروق کو خلیفہ کرتے ہوئے اُن کی افضلیت بیان کی اور کوئی رد و انکار کیا تھا

نہیں پیش آیا اور یہ مستفیض ہے حدیث زید بن الحارث سے زید بن الحارث بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق کا وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے عمر فاروق کو بلوایا تاکہ انہیں خلیفہ کر جائیں لوگ آپ سے کہنے لگے کہ آپ ہم پر ایسے شخص کو خلیفہ بناتے ہیں جو سخت و تند مزاج ہیں اگر وہ ہم پر خلیفہ ہوئے تو ہم پر نہایت سختی کریں گے اگر آپ انہیں خلیفہ کر جائیں گے تو آپ اپنے پروردگار کو کیا جواب دیں گے حضرت صدیق نے فرمایا تم مجھے اللہ تعالےٰ کا ڈر بتاتے ہو میں اللہ تعالےٰ کی جناب میں بھی عرض کروں گا کہ اے پروردگار میں نے تیری خلق پر بہترین شخص کو خلیفہ کیا پھر آپ نے حضرت عمر فاروق کو وصیت کی الیٰ آخرہ حدیث ابن ابی شیبہ اس کے راوی ہیں (پوری حدیث اوپر گزر چکی ہے) اور مقصد دوم میں ماٰثر حضرت صدیق میں بھی مذکور ہے) حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت صدیقؓ کو یوں مخاطب کر کے پکارا یا خیر الناس بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق نے فرمایا اگر تم یہ کہتے ہو تو میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عمر سے بہتر شخص پر شمس نے طلوع نہیں کیا (ترمذی اور حاکم اس کے راوی ہیں) اور معنی یہ ہیں کہ حضرت عمر فاروق اپنی عہد خلافت میں بہترین اہل زمانہ تھے وہو المقصود۔

نوع چہارم

حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے بوقت استخلاف حضرت عثمانؓ عام مجمع میں کہا کہ آپ لوگ شیخین کی سیرت اور ان کے طریقہ پر عمل کریں اور حاضرین نے تسلیم کیا اور حضرت علی مرتضےٰ نے جو مناقشہ کیا تھا وہ اس شرط پر نہیں بلکہ اپنے مقابلہ میں حضرت عثمان غنی کی افضلیت پر کیا پس یہ قطعی دلیل ہے افضلیت شیخین پر اس لئے کہ ایک مجتہد کا سیرت و طریقہ مفضول یا مساوی کا حوالہ دینا معقول نہیں ہو سکتا رہا یہ امر کہ حضرت علی مرتضےٰ کا مناقشہ حضرت عثمان غنی کے متعلق تھا سو اس کا ثبوت مندرجہ ذیل احادیث سے ہو سکتا ہے مسور بن مخرمہؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے جس قدر مہاجرین و انصار موجود تھے ان کو اور جس قدر امراء جیوش اس سال حضرت عمر فاروق کی خدمت میں آئے ہوئے تھے ان سب کو بلوایا جب سب جمع ہو گئے تو انہوں نے خطبہ کہا اور بیان کیا۔ اما بعد حضرات! آپ کو معلوم ہو کہ میں اس وقت جہاں تک معاملہ خلافت میں غور کرتا ہوں حضرت عثمان غنی کے برابر کسی کو نہیں پاتا سو آپ اس میں غلطی نہ کھائیں۔ یہ کہہ کر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے بایں الفاظ حضرت عثمان غنی سے بیعت کر لی "ابایعک علیٰ سنۃ اللہ و رسولہ و الخلیفتین من بعدہٖ"۔ اور پھر ان کے بعد مہاجرین و انصار امراء جیوش اور باقی تمام مسلمانوں نے بیعت کر لی (ابو عمر و اس کے راوی ہیں اور امام بخاری نے قصہ انعقاد بیعت حضرت عثمان میں اس روایت کو ذکر کیا ہے بخاری نے بواسطہ عمرو بن میمون روایت کیا ہے کہ جب حضرت عمر فاروق کی تجہیز و تکفین سے فراغت ملی تو ارکان شوریٰ جمع ہوئے عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا آپ معاملہ خلافت تین شخصوں کے تفویض کر دیں حضرت زبیرؓ نے کہا میں اپنا اختیار حضرت علی کو دیتا ہوں حضرت طلحہؓ نے کہا میں اپنا اختیار حضرت عثمان غنی کو دیتا ہوں حضرت سعد نے کہا میں اپنا اختیار حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو دیتا ہوں اس کے بعد حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے حضرت علی مرتضےٰ اور حضرت عثمان غنی سے مخاطب ہو کر کہا۔ آپ دونوں صاحبوں میں جو صاحب خلافت سے کنارہ کشی کریں گے ہم خلافت اس کے تفویض کریں گے

اور میں اللہ کی اور اسلام کی قسم دلاتا ہوں کہ آپ دونوں میں سے ہر شخص اپنے سے افضل پر نظر رکھے اس فقرہ پر صاحبین (یعنی حضرت علی و حضرت عثمان غنی) خاموش رہے اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا اچھا آپ اس کار (یعنی تفویض خلافت کا) اختیار مجھے دے رہے ہیں اور اللہ شاہد ہے کہ میں آپ دونوں صاحبوں میں سے افضل سے گریز نہ کروں گا شیخین نے کہا ہاں ہم نے آپ کو اختیار دیا اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت علی مرتضےٰ کو تنہا لے گئے اور کہا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت اور اسلام میں آپ کو تقدمت حاصل ہے اگر میں خلافت آپ کے تفویض کروں تو آپ عدل کرنا اور اگر حضرت عثمان غنی کے تفویض کروں تو اطاعت کرنا اس کے بعد حضرت عثمان غنی کو تنہا لے گئے اور ان سے وہی عہد لیا جو حضرت علی مرتضےٰ سے لیا تھا پھر عہد لینے کے بعد حضرت عثمان کا ہاتھ لیا اور بیعت کر لی۔ اس پر حضرت علیؓ نے بھی اور پھر سب لوگوں نے بیعت کی۔

نوع پنجم

حضرت علی مرتضےٰ نے اپنے ایام خلافت میں بر سر مجالس بترتیب خلافت افضلیت شیخین بیان کی اور جو لوگ بظن فاسد اس مسئلہ میں اختلاف رکھتے تھے نہیں زجر و توبیخ کی فقہائے صحابہ کرام اس وقت حاضر تھے مگر کسی نے آپ کے اس فعل پر رد و انکار نہیں کیا اور اس کا ثبوت ہم صحابہ و تابعین کے ان آثار و اقوال سے دیں گے جو حد تواتر کو پہنچ چکے اور جنہیں ہم آگے بیان کریں گے اور قبل ازیں ایک نکتہ کا بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں، وہی ھذا:۔

نکتہ

جاننے چاہیے کسی صحابی یا تابعی وغیرہ نے جو عارفین ثقات سے ہو مگر قبل تدوین مذاہب و مسالک و قبل از وقوع تعصبات شخصیہ جو حفظ مذاہب و مسالک کے لئے ضروری تھا قبل از جمع احادیث بلدان و تکلم در تطبیق و تاویل کوئی حدیث روایت کی ہو اور ساتھ ہی اس کی صحت کا جزم و یقین کیا ہو تو ظاہر ہی ہے کہ وہ منطوق حدیث کا قائل ہے اس لئے کہ باوجود صحت حدیث کے منطوق حدیث کا قائل نہ ہونا عدالت سے ساقط الاعتبار کر دیتا ہے اور قبلیت تمذہب بمذاہب وغیرہ کی قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ ان حوادث کے بعد بجز مجتہد مطلق کے عمل بہ حدیث متروک ہو گیا بوجہ اس کے کہ عمل بالحدیث نہیں کر سکتا تھا مگر مجتہد مطلق اور اس زمانہ میں اجتہاد تو مفقود ہے لیکن اس پر بھی لوگوں کی عادت ہو چکی ہے کہ وہ غلطی پر ہونے کے باوجود اس کو درست ٹھہرانے کی سعی کرتے ہیں اسی طرح تطبیق و تاویل احادیث میں اختلاف ہوا ہاں یہ ممکن بلکہ واقع ہے کہ علماء ایک حدیث کو روایت پیدا کریں اور اس کی صحت کا بھی ان کو یقین ہو لیکن پھر بھی اس کے منطوق پر عمل نہ کریں۔ اس کا سبب خطائے اجتہادی ہے جس سے ان کی عدالت ساقط نہیں ہوتی۔ لیکن پہلے زمانہ میں یہ تمام چیزیں نہ تھیں منطوق کی شرط میں نے اس بنا پر لگائی کہ ہو سکتا ہے کہ عادل ایسی حدیث روایت کرے جس کی صحت کا اس کو بھی یقین ہو لیکن مفہوم و منطوق حدیث انتہائی باریک ہو جس کی بنا پر اصل مفہوم تک اس کی رسائی نہ ہوئی ہو۔

اور اس کا ذہن بھی اصل ماخذ تک نہ پہنچا ہو، بجائے اس کے مفہوم کا قائل ہو اور اس کو اپنا مذہب بنائے کہ لوگ مفہومات کی سمجھ اور شعور مقتضیات میں باہم مختلف ہیں اور اس کے ردو قبول مختلف حصے رکھتے ہیں لیکن اس پر سب متفق ہیں کہ کسی قول کو رد کرنے کے بجائے محض اس پر سکوت امت تدوین مذہب سے پہلے (نہ اس کے بعد) اس قول پر اجماع کے مرادف ہے۔

ان اصولوں کے بعد اگر ان احادیث پر غور کیا جائے جو افضلیت شیخین کے بارے میں وارد ہوئی ہیں تو ان سے اتنی بات یقینی ہے کہ احادیث کا مفہوم و منطوق یہ ہے کہ افضلیت شیخین پر اجماع امت ہے۔

ان باتوں کے ذہن نشین کر لینے کے بعد اگر صرف اقوال فقہاء و تابعین پر نظر ڈالی جائے تو ان کا احاطہ بھی ناممکن ہے ہیں ان میں سے چند بطور نمونہ ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

اقوال صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ در فضیلت خود مُد

ترمذی نے ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے ارشاد فرمایا کیا میں خلافت کا سب سے زیادہ مستحق نہیں ہوں۔ کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا؟ کیا میں نے یہ نہیں کیا؟ کیا میں نے وہ نہیں کیا (یعنی اپنے فضائل کی طرف اشارہ کیا) بعض رواۃ اس حدیث کو مرسلاً اور بعض موصولاً روایت کرتے ہیں۔

عمرو بن حارث، اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے فرمایا۔ کوئی ہم میں سے سورت توبہ پڑھ ایک شخص نے پڑھنا شروع کیا جب وہ اس آیت پر پہنچا "اذ یقول لصاحبہ لا تحزن" تو ابوبکر رونے لگے اور فرمایا خدا کی قسم میں ہی آپ کا وہ ساتھی ہوں۔

اقوالِ صدیق اکبرؓ در فضیلت فاروق رضؓ

جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق نے حضرت ابوبکرؓ کو خطاب کر کے کہا کہ اے لوگوں میں سب سے بہتر اس پر ابوبکرؓ نے فرمایا اے عمر تم یہ کیا کہہ رہے ہو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے عمرؓ سے بہتر شخص پر کبھی سورج طلوع نہیں ہوا (ترمذی)۔

زبیر بن حارث سے مروی ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت قریب آیا آپ نے حضرت عمر کو طلب کیا تاکہ انہیں کاروبار خلافت سپرد فرمائیں لوگوں نے کہا کیا آپ ہم پر ایک ایسے شخص کو خلیفہ بناتے ہیں جو نہایت سخت اور درشت ہیں۔ اگر وہ خلیفہ بنا دیئے گئے تو معلوم ان کی شدت کا کیا حال ہوگا۔ آپ اپنے خدا کے روبرو کیا جواب دیں گے اگر آپ کے اپنے ارادہ کے مطابق حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا۔

ابوبکرؓ نے جواب دیا کیا میرے پروردگار سے مجھے ڈراتے ہو؟ میں خداوند تعالیٰ سے عرض کروں گا۔ بارِ الٰہا میں نے تیری خلافت سب مخلوق سے بہتر شخص کے سپرد کی الحدیث (ابوبکرؓ بن ابی شیبہ)

ابوبکر بن ابی شیبہ نے محمدؐ سے روایت کیا ہے وہ بنی زریق کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ مجھ سے زیادہ قوی ہیں؟ فاروق اعظم رضؓ نے جواب دیا

کہ آپ مجھ سے زیادہ افضل ہیں۔

اقوالِ فاروق رضؓ

حضرت ابوبکر کے بارہ میں حضرت عمر کے اقوال حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں بعض روایات میں خیر الناس اور بعض میں سباق الی الخیر اور بعض میں احق بالخلافت سے آپ نے تعبیر کیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ خلافت شروط کمال کے ساتھ موصوف ہے اور خلافت کا مستحق صرف وہی شخص ہے جس میں یہ تمام صفات بدرجۂ اتم موجود ہوں

حضرت عائشہ سقیفہ بنی ساعدہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ حضرت عمر نے فرمایا ہم آپ کی بیعت کیوں نہ کریں آپ ہمارے سردار ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں حضورؐ کو سب سے زیادہ محبوب تھے۔ (بخاری)

"حاکم نے بھی اس حدیث کو ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ روایت کیا ہے"۔

امام بخاری نے بواسطہ ابن عباس حضرت عمرؓ کا وہ خطبہ نقل کیا۔ ہے جس میں خلافت صدیقی پر اتفاق کے بارے میں آپ نے جواب دیا ہے۔ حضرت ابن عباس بیعت ابی بکرؓ کا واقعہ نقل فرماتے ہیں کہ کسی شخص نے کہا:۔ "ابوبکرؓ کی بیعت محض اتفاقی تھی۔ حضرت عمرؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ مجھے یہ اطلاع پہنچی ہے کہ اگر عمرؓ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں سے بیعت کروں گا اور یہ بات کسی کو دھوکہ میں نہ ڈالے کہ ابوبکرؓ کی بیعت ایک امر اتفاقی تھا۔ اگرچہ واقعہ ایسا ہی تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس کی برائی سے محفوظ رکھا اور تم میں سے کوئی شخص بھی ابوبکر کے سوا ایسا نہ تھا کہ جس کی طرف لوگ قرار پکڑ سکتے۔ اسی حدیث میں یہ بھی الفاظ ہیں، خدا کی قسم اگر ابوبکرؓ کے ہوتے ہوئے مجھے لوگوں کا خلیفہ بنا دیا جاتا تو میں اس سے بہتر یہ سمجھتا تھا کہ میری گردن مار دی جائے۔

بخاری نے بواسطہ حضرت انسؓ روایت کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے بیعت ابوبکرؓ کے وقت جو تقریر کی اس میں یہ الفاظ تھے:۔ "اگرچہ سرورِ کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایک روشنی باقی رکھی ہے جس کے ذریعہ سے تم راہ پکڑ سکتے ہو۔ اللہ نے اپنے نبی کو ہدایت دے کر بھیجا۔ اور ابوبکرؓ ان کے رفیق اور ثانی اثنین ہیں۔ اور وہی تمہارے معاملات کے سب سے زیادہ حقدار ہیں اٹھو اور اُن کے ہاتھ پر بیعت کرو (بخاری)

بخاری نے ابووائل سے روایت کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں میں خانہ کعبہ میں شیبی کے ساتھ کرسی پر بیٹھا تھا شیبی کہنے لگے کہ اسی کرسی پر ایک دفعہ حضرت عمرؓ بیٹھے تھے اور خطبہ دیتے ہوئے فرمایا تھا۔ کہ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ جتنا سونا چاندی ہے سب تقسیم کر دوں۔ میں نے کہا۔ آپ کے دونوں ساتھیوں نے تو ایسا نہیں کیا، آپ کہنے لگے تو پھر تو انہیں کی اقتدار کرنی چاہیے بیعت ابوبکرؓ کے واقعہ میں۔

ابوبکر بن ابی شیبہ نے بنی زریق کے ایک شخص کے حوالہ سے روایت کیا ہے کہ جس وقت ابوبکر کی بیعت کا سوال ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "لوگو ابوبکرؓ کی بیعت کرو" ابوبکرؓ نے فرمایا، اے عمرؓ آپ مجھ سے زیادہ قوی ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے زیادہ افضل ہیں۔ (یہی سوال وجواب

دو مرتبہ ہوا) آخیر میں عمرؓ نے فرمایا آپکی فضیلت کے ساتھ میری قوت بھی شامل ہو گی اس پر لوگوں نے ابوبکرؓ کی بیعت کی

جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے صدیق اکبرؓ سے کہا "اے لوگوں میں سب سے بہتر حضورؐ کے بعد"۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا، آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے حضور صلعم سے سنا آپؐ فرماتے تھے کہ عمرؓ سے بہتر شخص پر آج تک کسی پر سورج کا طلوع نہیں ہوا۔ (ترمذی)

ابن عمر سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ سے پوچھا گیا کہ کیا آپ اپنے بعد کسی کو خلیفہ بنائیں گے؟ آپ نے فرمایا اگر میں کسی کو خلیفہ بناؤں تو مجھ سے بہتر شخص (یعنی ابوبکرؓ) نے خلیفہ بنایا تھا۔ اور اگر میں کسی کو خلیفہ نہ بناؤں تو مجھ سے بہتر شخص نے اپنے بعد خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا یعنی حضور اکرمؐ بخاری

ضبۃ بن محصن کہتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ ابوبکر سے بہتر ہیں اس پر آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم ابوبکر کی ایک رات اور ایک دن تمام میری زندگی سے بہتر ہے کیا میں تم کو اس رات اور دن کا حال نہ بتا دوں میں نے عرض کیا کہ ہاں فرمانے لگے رات تو وہ رات ہے کہ جب حضورؐ مکہ سے بھاگ کر نکلے تھے اور ابوبکر آپ کے ساتھ تھے تو کبھی تو ابوبکر آگے ہوتے کبھی پیچھے کبھی دائیں اور کبھی بائیں حضورؐ نے جو اس کی وجہ دریافت فرمائی تو کہنے لگے کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں کوئی کمین گاہ سے حملہ آور نہ ہو اور کہیں کوئی پیچھے سے تعاقب کرنے والا آپ کو زک نہ پہنچائے اور چونکہ میں آپ کی جان سے بے خوف نہیں ہوں۔ لہذا کبھی آگے ہوتا ہوں اور کبھی پیچھے کچھ رات چلنے کے بعد راستہ بند ہو گیا ابوبکر نے آپ کو اپنے کاندھے پر اٹھا لیا حتیٰ کہ غار کے منہ پر پہنچے اور آپ کو ابوبکر نے اپنے کاندھے سے اتارا۔ اور کہنے لگے۔ یا رسول اللہ پہلے مجھے داخل ہونے دیجئے تاکہ کوئی گزند پہنچے تو پہلے میری جان کو پہنچے جب اس میں کوئی چیز نظر نہ آئی تو حضور کو اندر لے گئے غار میں ایک شگاف تھا جس میں سانپ بھرے ہوئے تھے ابوبکر کو خطرہ ہوا کہ کہیں حضور کو زک نہ پہنچے۔ فوراً اپنا قدم اس شگاف میں ڈال دیا۔ سانپوں نے ڈنک مارنے شروع کئے ابوبکر کے آنسو بہتے جاتے تھے اور حضور فرما رہے تھے کہ اے ابوبکر غم نہ کر واللہ ہمارے ساتھ ہے۔ بس اللہ تعالٰے نے ابوبکر پر اپنا سکون و اطمینان نازل فرمایا یہ تو ابوبکر کی ایک رات ہوئی اور دن کا یہ عالم ہے کہ جب حضور کی وفات ہوئی اور تمام عرب مرتد ہو گیا بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور بعض نماز اور زکوٰۃ دونوں سے منکر ہو گئے میں نے ابوبکر کو مصالحانہ مشورہ دیا جس پر ابوبکر کہنے لگے کہ تم زمانہ کفر میں اتنے سخت تھے آج اسلام میں نرم ہو گئے یاد رکھو کہ حضور کی وفات ہو چکی ہے وحی کا سلسلہ بند ہو چکا خدا کی قسم اگر یہ لوگ وہ رسی بھی روک لیں گے جیسے حضور کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے قتال کروں گا پھر ہم نے بھی آپ کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے قتال کیا اور بخدا ابوبکر کی رائے صائب تھی یہ ابوبکر کا دل ہے۔

علقمہ بن قیس "عبداللہ بن مسعود کا واقعہ اور حضورؐ کا بشارت دینا بیان کرتے ہوئے" فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے خیال کیا کہ آج تو میں سب سے پہلے حضورؐ کے پاس پہنچ کر بشارت حاصل کروں گا لیکن جب میں علی الصباح حضور کی خدمت میں پہنچا تو ابوبکر وہاں پہلے سے موجود تھے اور حضور ان کو بشارت دے چکے تھے میں نے کہا خدا کی قسم ابوبکر سے کبھی سبقت نہیں کر سکتا۔ (اخرجہ احمد)

اسلم سے روایت ہے کہ میں نے عمرؓ سے سنا ہے کہ ایک دفعہ حضورؐ نے ہمیں صدقہ کا حکم دیا۔ اور حدیث کے اخیر میں ہے کہ میں نے دل میں کہا کہ میں کبھی ابوبکرؓ سے سبقت نہیں کر سکتا (ترمذی)

مالک بن اوس بن حدثان واقعۂ مخاصمتِ علیؓ و عباس روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ دونوں بولے "خدا کی قسم ابوبکرؓ نیک، ہدایتِ اسلام کرنے والے اور حق کے تابع ہیں۔ (بخاری بقصۂ بنی النضیر)

اقوالِ فاروقؓ در فضیلتِ خود

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پروردگار کی تین مقامات پر موافقت کی۔ مقام ابراہیمؑ، مسئلہ حجاب، اسارائے بدر۔ (مسلم و بخاری)

ابن عباس حضرت عمرؓ سے واقعہ تحریم نقل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ آیت "صغت قلوبکما" الآیۃ انہیں کے حق میں نازل ہوئی (مسلم)

امام محمد بن الحسن نے مؤطا میں سالم بن عبد اللہ کے واسطہ سے بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص مجھ سے زیادہ اس کام کا اہل ہے۔ اور میں اس پر مقدم رہوں تو میرے نزدیک گردن مار دیا جانا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ میں امیر رہوں تو جو شخص میرے بعد خلیفہ ہو اسے معلوم ہونا چاہیے عنقریب اس سے تمام قریب و بعید ہٹا دیئے جائیں گے۔ اور مجھے خدا کی قسم ہے۔ اگر میں لوگوں سے اپنے لئے لڑوں۔

حضرت عمر کے اقوال میں سے وصیتِ خلافت بھی ہے آپ نے فرمایا تھا کہ اگر مجھے موت آجائے تو خلافت ان چھ آدمیوں کے درمیان دائر ہو گی جن سے حضور اکرمؐ راضی تھے (یعنی یہ چھ کی شوریٰ مسئلہ خلافت طے کرے گی (مسلم)۔

اقوالِ عثمانؓ در فضیلتِ شیخینؓ و فضیلت خود

منکرین خلافت کو جواب دیتے ہوئے حضرت عثمان نے فرمایا میں تم سے اللہ اور اسلام کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ حضورؐ ابوبکرؓ و عمرؓ اور میں ثبیر پہاڑی پر گئے ہوئے تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا حتےٰ کہ اس کے پتھر ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے آپؐ نے اپنا پیر مارا اور فرمایا کہ اے ثبیر ٹھیر جا تجھ پر اس وقت نبیؐ، صدیقؓ اور دو شہیدؓ ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ آپؐ سچ فرماتے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا "سبحان اللہ" یہ لوگ حق پر میری شہادت کی گواہی دیتے ہیں" تین مرتبہ فرمایا۔" اور اسی قبیل سے ہے آپ کا اپنے فضائل اور اپنے بارے میں وارد شدہ بشارتوں کا ذکر کرنا۔ اور یہ ایک طویل مضمون ہے۔ چاہیے کہ مآثر عثمان غنیؓ میں دیکھا جائے۔

عبد اللہ بن عدی بن خیار اسی قسم کا ایک اور خطبہ روایت کرتے ہیں کہ عثمانؓ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو حق کے ساتھ بھیجا۔ میں بھی آپؐ پر اور احکامِ خداوندی پر ایمان لایا۔ دو ہجرتیں کیں۔ حضورؐ کی صحبت

ہیں رہا اور حضورؐ سے بیعت کی قسم خدا کی میں نے اسلام کے بعد نہ تو حضورؐ کی حیات میں نہ ابوبکر و عمر کے زمانہ میں خدا کی کوئی نافرمانی نہیں کی۔ اور نہ کوئی خیانت کی۔ پھر مجھے خلیفہ بنایا گیا۔ کیا پھر مجھ سے بڑھ کر کوئی خلافت کا حق دار ہے؟ عبداللہ بن عدی کہنے لگے، کوئی نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ پھر تم لوگوں کی جانب سے میرے کانوں میں یہ کس قسم کی باتیں پہنچ رہی ہیں۔

اقوال علیؓ

اگرچہ تمام اہل حق کا مذہب یہی ہے کہ شیخینؓ کو تمام صحابہؓ پر فضیلت حاصل ہے اور ہر ایک نے اس کی تصریح بھی کی ہے لیکن جس شان کے ساتھ اور جس محکم طریقہ سے حضرت علیؓ نے اس کا بیان کیا ہے، اور کسی صحابی سے ایسا مروی نہیں ہے۔ تمام روایات مشہور یا خبر واحد کے درجہ میں ہیں لیکن حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی روایات اس باب میں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں۔

مرفوع روایت جو حضرت علیؓ سے مروی ہے وہ یہ کہ آپ نے فرمایا کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ و عمرؓ۔ انبیاء و مرسلین کو چھوڑ کر کھولان (بوڑھے) اہل جنت کے سردار ہیں۔ اے علی یہ بات ان دونوں کو نہ بتانا۔ (ترمذی، ابن ماجہ) یہ حدیث فضیلت شیخین پر مصرح ہے۔ اور حضرت علیؓ سے بطریق مستفیض ثابت ہے۔

بروایت شعبی عن الحارث عن علی عند الترمذی و ابن ماجہ، و بروایۃ الحسن بن زید بن الحسن عن ابیہ عن جدہ عن علی عند عبداللہ بن احمد فی زوائد المسند، و بروایت الزہری عن علی بن الحسین عن علی بن ابی طالب عند الترمذی: "وقد وافق علی ھذا الحدیث غیرہ فقد روی انس مثلہ وحدیثہ عند الترمذی وابوجحیفۃ مثلہ وحدیثہ عند ابن ماجۃ وحدیث النجباء والرقباء اخرج الترمذی عن علیؓ وحدیث ان تومروا ابابکرؓ تجدوہ ھادیا امینا اخرجہ الترمذی وحدیث رحم اللہ ابابکرؓ اخرج الترمذی من حدیث ابی حبان الیتمی عن ابیہ عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رحم اللہ نعم ابابکرؓ زوجنی ابنتہ"۔ (ازالۃ ص ۳۱۶ ج ۱) "اہل علم حضرات کے لیے طرق استفاضہ نقل کر دیئے گئے ہیں"۔

حضرت علیؓ کی موقوف روائتوں میں سے یہ ہے کہ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ امت میں سب سے بہتر ابوبکرؓ، پھر عمرؓ ہیں۔ یہ روایت درجۂ تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ حضرت علیؓ سے اس کو روایت کرنے والے اسّی تک ہیں۔ جن میں آپ کے صاحبزادے محمد بن حنفیہ (بخاری کے نزدیک) عبداللہ بن سلمۃ، نزال بن سبرہ، علقمہ بن قیس اور عبدالخیر ہیں جو حضرت علیؓ کے علمبردار تھے۔ عبدالخیر سے یہ روایت مختلف سندات سے مروی ہے۔

نیز ان اصحاب کے علاوہ ابوجحیفہ بھی اس کو حضرت علی سے روایت کرتے ہیں۔ اور ابوجحیفہ سے اس کو روایت کرنے والی ایک جماعت ہے جس میں زر بن حبیش، شعبی، عون بن ابی جحیفہ اور ابواسحاق بھی ہیں۔

اسی طرح یہ روایت کہ حضورؐ تو سبقت فرما گئے۔ ابوبکرؓ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ اور عمر تیسرے تھے۔ یہ روایت حضرت علیؓ، ابوجحیفہ اور جابر سے مروی ہے۔

نیز یہ روایت کہ جو مجھے ابوبکرؓ و عمرؓ پر فضیلت دے گا میں اس پر حد افترا جاری کروں گا، حضرت علیؓ سے

اسے روایت کرنے والے حکم بن حجل اور علقمہ ہیں۔ اور علقمہ کی روایت میں یہ بھی الفاظ ہیں کہ بہترین امت ابوبکرؓ پھر عمرؓ ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ مجلس میں حضرت حسن بھی تھے۔ وہ کہنے لگے کہ اگر علیؓ کسی تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا لیتے۔

یہ روایت حضرت علیؓ سے عبد خیر بھی کرتے ہیں۔ اور اس کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ اے امیر المومنین ابوبکر و عمر کیا آپ سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس نے دانہ کو اُگایا اور مخلوق کو پیدا کیا وہ ضرور پہلے داخل ہوں گے۔ اور میں معاویہؓ کے ساتھ حساب میں رکا ہوا ہوں گا۔ (واللہ اعلم)

اقوال سادات اہل بیت دربارہ فضیلت شیخین

چونکہ اقوال سادات عظام بیرون از حصر ہیں اس لیے چند اقوال کے ذکر کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ حضرت عباس بن عبد المطلب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عم بزرگ اور سادات عظام میں بڑے اور مسن تھے جب سورت فتح نازل ہوئی تو حضرت علیؓ کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ آؤ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلیں اور دریافت کرلیں کہ اگر یہ امر خلافت ہمارا حق ہے تو قریش ہم سے مزاحمت نہ کریں گے۔ اور اگر ہمارے غیر کے لیے ہوگا تو ہم آپ سے اپنے لیے کچھ وصیت کرنے کی درخواست کریں گے۔ حضرت علی مرتضےٰ نے عرض کیا نہیں۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں پھر میں پوشیدہ طور پر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ معاملہ آپؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے فرمایا اگر ابوبکرؓ میرے خلیفہ کیے جائیں موافق طریق دین و وحی اور وہ مستوصی ہیں تو اُن کی اطاعت کرنا تاکہ ہدایت و فلاح پاؤ اور اُن کی اقتدا کرنا تاکہ راہ پر رہو۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جب قتال مرتدین عرب کے متعلق تمام صحابہ نے اختلاف کیا، مگر حضرت عباس نے اتفاق کیا اور تائید کی۔ پھر آخر الامر یہ ہوا کہ کسی کو اس امر کی جرأت نہ ہوئی کہ ان دونوں کی رائے کی مخالفت پر رہتے اور اُن کی عدول حکمی کرتے۔ حضرت علی مرتضیٰ کے اقوال تو ہم اوپر ذکر کرچکے ہیں۔ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے آگے ذکر کریں گے۔ قبل ازیں حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ اور ان کی اولاد اور مہاجرین اولین کے اقوال ذکر کرتے ہیں۔ حاکم نے بطریق جعفر بن محمد عن ابیہ عن عبداللہ بن جعفر روایت کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے اور حال یہ کہ آپ بہترین خلق اللہ تھے۔ ہم پر سب سے زیادہ مہربانی کرنے والے اور ہمیں سب سے زیادہ راضی رکھنے والے تھے۔

اقوال حضرت امام حسن رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ابو یعلےٰ بطریق ابی مریم رضیع الجارود روایت کرتے ہیں کہ وہ کوفہ میں تھے ایک روز انہوں نے دیکھا کہ حضرت امام حسینؓ کھڑے ہوئے بیان کر رہے تھے کہ اے لوگو میں نے آج شب کو ایک عجیب خواب دیکھا میں نے دیکھا کہ اللہ عزوجل عرش بریں پر جلوہ افروز ہیں اور بعد ازاں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور عرش بریں کا ایک پایہ پکڑ کر کھڑے ہوگئے۔ پھر حضرت صدیق اکبرؓ آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے۔ پھر حضرت عمر فاروقؓ آئے اور حضرت صدیقؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہوگئے۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ

اپنا سر ہاتھ میں لیے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ اپنے بندوں سے پوچھو کہ انہوں نے مجھے کس جرم میں قتل کیا ہے؟ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ آسمان سے لے کر زمین تک ایک پرنالہ خون سے بہنے لگا۔ کسی نے حضرت علی مرتضیٰ رضی سے عرض کیا کہ آپ کے صاحبزادے کیا بیان کر رہے ہیں؟ آپ نے فرمایا جو کچھ انہوں نے دیکھا ہے بیان کر رہے ہیں۔ محب الطبری بیان کرتے ہیں کہ ابن سمان نے اپنی کتاب میں بطریق حضرت امام حسن روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نہیں خیال کرتا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی نے حضرت عمر فاروق رضی کی مخالفت کی ہو۔ یا آپ کے کوفہ چلے آنے کے بعد آپ نے حضرت عمر فاروق رضی کے طریقہ میں کچھ تغیر و تبدل کیا ہو اور کتاب الموافقہ میں بروایت ابن سمان عن ابی جعفر ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی ایک روز راستہ میں جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں حضرت علی مرتضیٰ رضی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی کے ساتھ اس وقت حضرت امام حسن ع اور حضرت امام حسین ع بھی تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی آب دیدہ ہوئے جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی نے کہا اے امیر المؤمنین رضی آپ کیوں آب دیدہ ہوتے ہیں؟ فرمایا، اے علی بھلا میں آبدیدہ نہ ہوں تو کیسے ہونا چاہیے جب کہ میں اس امت کا خلیفہ کیا گیا ہوں اور میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اس امر میں مخطی ہوں یا مصیب۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی نے فرمایا، واللہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ عدل و انصاف کرتے ہیں تاہم حضرت عمر فاروق رضی کے اشک تھمے نہیں۔ بعد ازاں حضرت امام حسن رضی نے آپ کے محاسن و اوصاف بیان کیے پھر حضرت امام حسین رضی نے آپ کے اوصاف اور آپ کے عدل و انصاف کا ذکر کیا حضرت عمر فاروق رضی نے فرمایا اے فرزندان برادرم کیا آپ بھی اس کی یعنی میرے عدل و انصاف کی شہادت دیتے ہیں اس پر حضرت امام حسن رضی اور حضرت امام حسین رضی خاموش رہے اور حضرت علی مرتضیٰ رضی کی طرف دیکھنے لگے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی نے فرمایا بیشک شہادت دو۔ اور میں بھی تمہارے ساتھ شہادت ہوں۔

اقوال اولاد الحسن رضی

عبداللہ بن احمد نے زوائد المسند میں بروایت بطریق حسن بن زید بن امام حسن رضی روایت کیا ہے کہ حسن بن زید اپنے والد سے اور وہ حضرت علی مرتضیٰ رضی سے روایت کرتے ہیں کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اور حضرت عمر فاروق رضی آتے ہوئے نظر آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے علی رضی! یہ دونوں کہول اہل جنت و شباب اہل جنت کے سردار ہیں بجز انبیاء و مرسلین ع کے۔ محب الطبری نے بطریق عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی روایت کیا ہے کہ ان سے حضرت صدیق اکبر رضی اور حضرت عمر فاروق رضی کی افضلیت کے متعلق سوال کیا گیا۔ انہوں نے فرمایا میں انہیں افضل جانتا ہوں اور اُن کے لیے مغفرت مانگتا ہوں۔ کہا گیا، شاید آپ تقیہ سے کہتے ہوں، اور دل میں آپ اس کے مخالف ہوں۔ انہوں نے کہا مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو اگر میں اپنے دل کے برخلاف بات کہتا ہوں۔ نیز عبداللہ بن حسن بن علی بن ابی طالب رضی سے روایت کیا گیا ہے کہ ان سے حضرت صدیق اکبر رضی اور حضرت عمر فاروق رضی کے متعلق سوال کیا گیا۔ انہوں نے کہا، میں اُن پر درود و سلام بھیجتا ہوں اور جو اُن پر درود و سلام نہ بھیجے، اللہ اُن پر درود و سلام نہ بھیجے۔

❁ ❁ ❁

اقوال اولاد الحسینؑ

ترمذی نے مرفوعاً بطریق زہری حن علی ابن الحسین بن علی ابن ابی طالب روایت کیا ہے کہ حضرت علی مرتضٰی رضؓ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے کہ حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ آئے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ دونو اولین و آخرین میں سے کل اہل جنت کے سردار ہیں بجز انبیا و مرسلین کے اے علیؓ تم
ہیں خبر نہ کرنا۔ اور بطریق موقوف امام احمد نے اپنی مسند میں بطریق ذوالیدین عن ابی حازم روایت کیا ہے کہ ایک
شخص علی بن الحسین کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھنے لگا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک حضرت صدیق
اور حضرت عمر فاروق کی کیا منزلت تھی۔ فرمایا جو منزلت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اب ہے۔ یعنی۔
دائیں جانب حضرت صدیق اور بائیں جانب حضرت عمر فاروق مدفون ہیں مترجم حاکم نے بطریق عبداللہ بن عمر بن
ابان اور عبداللہ بن عمر ابان سفیان بن علینہ سے وہ جعفر بن محمدؒ سے وہ اپنے والد سے اور وہ جابر بن عبداللہ سے رویت
کرتے ہیں کہ حضرت علی مرتضٰی حضرت عمر فاروق کے جنازے پر آئے اور فرمانے لگے۔ اللہ آپ پر رحمت نازل کرے
لوگوں میں اب کوئی ایسا نہیں جو اس کفن پوش جیسے اعمال لے کر اللہ سے ملے اور مجھے زیادہ مرغوب و محبوب ہو
امام محمدؒ حضرت ابوحنیفہ سے اور وہ ابو جعفر محمد بن علی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضرت عمر فاروق زخمی کئے
گئے تو حضرت علی مرتضٰی۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا۔ اللہ آپ پر رحمت نازل کرے واللہ اب
زمین پر ایسا کوئی شخص نہیں رہا۔ کہ آپ جیسے اعمال لے کر اللہ سے ملنا اس کی نسبت مجھے زیادہ مرغوب ہو۔ سالم ابن
ابی حفصہ سے روایت کیا گیا ہے۔ کہ انہوں نے محمدؒ بن علی و جعفر بن محمدؒ سے حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق
کے متعلق سوال کیا انہوں نے فرمایا۔ وہ امام عادل تھے ہم ان سے محبت رکھتے ہیں۔ اور ان کے دشمنوں سے ہم بیزار
ہیں اس کے بعد جعفر بن محمد نے اُن کی طرف التفات کیا۔ اور کہنے لگے اے سالم کیا کوئی شخص اپنے نانا کو برا کہہ سکتا ہے
حضرت صدیقؓ میرے نانا تھے۔ اگر میں انہیں برا کہتا ہوں اور ان کے دشمنوں کو برا نہ سمجھتا ہوں تو میرے نانا محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب نہ ہو۔ "ابو جعفر سے روایت ہے"۔ اُنہوں نے کہا جو شخص حضرت صدیقؓ
اور حضرت عمر فاروقؓ کی افضلیت کا انکار کرے وہ سنت کا انکار کرتا ہے۔ نیز حضرت ابو جعفر سے روایت
کیا گیا ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شان میں کیا فرماتے ہیں؟
انہوں نے بیان کیا کہ میں اُن سے محبت رکھتا ہوں۔ اور اُن کے لیے مغفرت مانگتا ہوں۔ میں نے اپنے کسی اہل
بیت کو نہیں دیکھا مگر یہ کہ وہ اُن سے محبت رکھتا تھا۔ نیز حضرت ابو جعفر سے روایت کیا گیا ہے کہ جو شخص کہ انکی
(یعنی حضرت عمر فاروقؓ و حضرت صدیقؓ کی) افضلیت میں شک کرتا ہے، وہ گویا سنت میں شک کرتا ہے۔ حضرت صدیق
اور حضرت عمر فاروقؓ اور انصار سے بغض رکھنا نفاق ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں بنی ہاشم، بنی عدی اور بنی تمیم کے
درمیان عداوت تھی۔ مگر جب ان سب نے اسلام قبول کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کے دلوں سے رنج و کدورت نکال دی
یہاں تک کہ ایک وقت حضرت صدیقؓ کی کمر میں درد تھا تو حضرت علیؓ ہاتھ گرم کر کے آپ کی کمر سینکتے جاتے تھے
انہیں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ "ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علٰی سرر متقابلین"۔

اقوال المہاجرین الاولین

ازانجملہ زبیر بن العوام ہیں۔ حاکم نے بطریق ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف ایک طویل حدیث روایت کی ہے جس میں حضرت ابوبکر صدیق کا خطبہ مذکور ہے اور کہ حضرت علی مرتضٰے نے اعتراف کیا کہ ہم بجز اس کے اور کسی وجہ ناراض نہیں ہوئے کہ مشورہ خلافت میں ہمیں شریک نہیں کیا۔ ورنہ ہم یہ یقیناً جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق احق بخلافت ہیں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق غار ہیں ہم آپ کی منزلت وعظمت اور آپ کی قدامت اسلام سے واقف ہیں اور حال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات باسعادت میں امامت نماز آپ کے تفویض فرمائی۔

ازانجملہ حدیث طلحہ بن عبیداللہ ہیں۔ محب الطبری نے بطریق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کیا ہے۔ کہ حضرت عمر فاروق نے ملوک فارس کی طرف لشکر بھیجنے کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا۔ موقع جنگ اس وقت نہاوند تھا۔ طلحہ بن عبیداللہ اس وقت اٹھے اور یہ خطبہ کہا اما بعد اے امیرالمومنین امور و واقعات اور تجارت نے آپ کو پختہ کر دیا ہے ہر طرح کے رنج و محن اور تکالیف و مصائب آپ پر گزر چکی ہیں۔ آپ کو اختیار ہے۔ یہ امر یعنی خلافت آپ کے سپرد ہے۔ آپ ہمیں حکم کیجئے ہم اس کو بجالانے کیلئے تیار ہیں۔ جو کچھ آپ ہمیں فرمائیں گے۔ ہم اسے قبول کریں گے۔ جدھر روانہ کریں گے۔ ادھر ہی چلے جائیں گے۔ آپ متولے امور خلافت ہیں۔ بہت کچھ نشیب و فراز زمانہ آپ نے دیکھا ہے۔ اور تجربہ حاصل کیا ہے۔ مگر بجز خیر کے کبھی آپ کو بد نتائج پیش نہیں آئے اتنا بیان کر کے حضرت طلحہ بن عبیداللہ بیٹھ گئے۔

ازانجملہ عبدالرحمٰن بن عوف ہیں۔ آپ نے حدیث بشارت روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ یہ دس شخص جنتی ہیں۔ ابوبکر جنتی ہیں۔ عمر جنتی ہیں۔ الحدیث۔ حاکم نے بطریق ابراہیم بن عبدالرحمٰن روایت کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف حضرت عمر فاروقؓ کے ساتھ تھے یعنی حضرت صدیق کو افضل کہنے اور آپ کی خلافت قائم کرنے میں نیز بیان کیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی طرف ہی مشورہ خلافت حضرت عثمان غنیؓ میں رجوع کیا گیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے کہا تھا کہ آپ انعقاد خلافت میرے تفویض کرتے ہیں مگر میں آپ دونوں (حضرت عثمان غنیؓ و حضرت علی مرتضٰےؓ) سے گریز نہ کروں گا۔ انہوں نے کہا ہاں! (یعنی ہم نے اختیار انعقاد خلافت آپ کے تفویض کیا) اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت عثمانؓ سے بیعت کر لی۔

ازانجملہ سعد بن ابی وقاص ہیں جن سے یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کبھی شیطان تمہیں راستہ میں نہیں مل سکتا مگر یہ کہ وہ دوسرا راستہ اختیار کرے گا۔ بخطاب حضرت عمر فاروق کو تھا۔ ابوبکر بن ابی شیبہ نے بطریق ابی سلمہ روایت کیا ہے۔ کہ حضرت سعد کہتے ہیں کہ وہ یعنی حضرت فاروق نہ قبول اسلام میں ہم سے مقدم تھے اور نہ ہجرت میں مگر ان کی افضلیت ہم نے اس طرح پہچانی کہ وہ ہم میں سب سے زیادہ زاہد اور دنیا سے بے رغبتی

کرنے والے تھے۔ اور واقعہ شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وقت حضرت سعد بن ابی وقاص نے بیان کیا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایک فتنہ ہونے والا ہے جس میں بیٹھا ہوا کھڑے ہوئے سے اور کھڑا ہوا چلنے والے سے اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔ عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرے گھر میں کوئی گھس آئے اور قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے تو میں کیا کروں۔ فرمایا وہی کرنا جو ابن آدم ہابیل نے کیا کہ قتل ہو گئے۔ مگر تعرض نہ کیا۔

ازانجملہ سعید بن زید ہیں۔ جنہوں نے حدیث بشارت جنت روایت کی ہے۔ کہ دس شخص جنتی ہیں ابوبکر جنتی ہیں۔ عمر جنتی ہیں۔ الحدیث۔ حدیث اثبات صدیقیت وشہیدیت بھی انہیں سے روایت کی گئی ہے چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبل حرا پر پوشدہ ہوئے جب ہم بیٹھ گئے تو جبل حرا متحرک ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست مبارک مارا اور فرمایا تھم جا کیونکہ تم پر بجز نبی اور صدیق اور شہید کے اور کوئی نہیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق۔ عمر فاروق۔ عثمان غنی۔ علی مرتضےٰ۔ طلحہ۔ زبیر۔ سعد۔ عبدالرحمن بن عوف اور سعید بن زید جو راوی حدیث ہیں جبل حرا پر تھے۔ اس کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اگر اس واقعہ سے جو حضرت عثمان غنی پر واقع ہوا جبل حرا ہل سکتا تو ہل جاتا۔

ازانجملہ ابو عبیدہ بن جراح ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح کا استخلاف حضرت صدیق میں حضرت عمر فاروق کے ساتھ ہونا تو مشہور و معروف ہے۔ انہوں نے ہی یہ قول کہا تھا۔ جب کہ لوگ ان کے پاس بیعت کے لئے آنے لگے۔ کہ تم میرے پاس آتے ہو۔ حالانکہ تم میں ثالث ثلاثہ یعنی ابوبکر صدیق موجود ہیں۔ نیز انہوں نے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ امر یعنی اسلام نبوت و رحمت سے شروع ہوا ہے پھر خلافت و رحمت ہو جائے گا۔ اور پھر ملک عضوض (کاٹنے والی بادشاہی) ہو جائے گا۔ الحدیث۔ "قول رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پھر خلافت و رحمت ہو جائے گا" شیخین پر محمول کیا گیا ہے۔

ازانجملہ حضرت عبداللہ بن مسعود ہیں۔ حدیث بشارت جنت اور حدیث "اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر" آپ سے روایت کی گئی ہے۔ ابو عمر نے الاستیعاب میں بطریق حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ اپنا امام تم افضل شخص کو بناؤ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ نیز ابو عمر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرا ایک ساعت بیٹھنا ایک سال کی عبادت سے افضل ہے۔ حاکم نے بطریق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اے پروردگار عمر بن خطاب یا ابوجہل کے ذریعہ اسلام کی عزت فرما پس اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حق میں قبول فرمائی اور اسلام کی بنا آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعہ مضبوط کی اور بت پرستی کی بنا مٹا دی۔ دارمی نے بطریق ابراہیم روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ وہ طریقہ اختیار کرتے جو سہل ہوتا۔ جب آپ کو خبر ملی کہ مسلمانوں کے خلیفہ حضرت عثمان غنی منتخب ہوئے تو آپ نے فرمایا الحمد للہ ہم نے افضل و اعلیٰ سے انحراف نہیں کیا۔ اس حدیث میں

ابوبکر بن ابی شیبہ نے اس قدر اور بھی روایت کیا ہے کہ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ عثمان غنی رضؓ کو قتل کریں گے تو پھر وہ ان کا خلف نہ پا سکیں گے۔

از انجملہ عمار بن یاسر ہیں۔ اُن سے حدیث جبریلؑ روایت کی گئی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی میرے پاس حضرت جبریلؑ آئے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپ عمر بن الخطاب رضؓ کے فضائل بیان کیجیے کہ آسمان پر اُن کے فضائل کیا ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے بیان کیا کہ اگر میں حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار پچاس سال تک بیان کروں تو بھی میں اُن کے فضائل بیان نہیں کر سکتا۔ با این ہمہ حضرت عمر فاروق رضؓ کی نیکیاں حضرت صدیق اکبر رضؓ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر نے حضرت صدیق اکبر رضؓ کے سوابق اسلامیہ میں کچھ شعر بھی کہے ہیں۔ وھی ہذہ:۔

جزی اللہ خیراً عن بلال و صحبہ — عتیقاً و اخزی فاکہاً و ابا جہل
عشیۃً ہما فی بلال بسوءۃٍ... — ولم یحذر اما یحذر المرأ ذو العقل
بتوحیدہ رب الانام و قولہ..... — شہدت بان اللہ ربی علی بہل
فان تقتلونی تقتلونی ولم اکن، — لاشرک بالرحمٰن من خیفۃ القتل
فیارب ابراھیمؑ والعبد یونسؑ — وموسیٰؑ و عیسیٰؑ نجنی ثم لا تملی
لمن ظل یہوی الغی من آل غالب — علیٰ غیر برٍ کان منہ و لا عدلی

از انجملہ حذیفہ بن یمان ہیں۔ اُن سے حدیث "اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر رضؓ و عمر رضؓ" اور حدیث "انہما من الدین کالسمع والبصر" روایت کی گئی ہے۔ حضرت حذیفہ کا قول تھا کہ اسلام حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہد خلافت میں ایک آنے والے شخص کی طرح تھا کہ روز بروز آگے بڑھتا جاتا تھا۔ پھر جب حضرت عثمان رضؓ شہید کیے گئے تو اسلام ایک پیچھے ہٹنے والے شخص کی طرح ہو گیا کہ روز بروز دُور ہوتا جاتا تھا۔

از انجملہ ابوذر الغفاری رضؓ ہیں۔ حدیث الحصبات السبع انہوں نے روایت کی ہے (یہ حدیث اور پر کئی جگہ ذکر کی گئی ہے۔ یہاں پر ان کی ایک اور روایت ذکر کی جاتی ہے۔ مترجم) حاکم نے بطریق ابوذر ذکر کیا ہے کہ ایک نوجوان شخص حضرت عمر فاروق رضؓ کے سامنے سے گزرا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا یہ نوجوان مرد نیک ہے ابوذر رضؓ کہتے ہیں کہ میں اُن کے پیچھے ہو گیا اور میں نے کہا آپ میرے لیے دعائے مغفرت کریں۔ انہوں نے کہا، جب تک کہ آپ مجھے اس کی وجہ نہ بتلائیں میں دعا نہیں کرتا۔ ابوذر نے کہا یہ وجہ ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے آپ کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ ایک مرد نیک ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے حق عمر رضؓ کی زبان پر جاری کیا ہے۔

از انجملہ بریدہ اسلمی ہیں جنہوں نے حدیث "اثبت حرا فانما علیک نبی او صدیق او شہیدان"۔ اور حدیث رویا قصر فی الجنۃ، اور حدیث "ان الشیطان لیفرق منک یا عمر روایت کی ہے۔

از انجملہ سفینہ ہیں۔ انہوں نے رویائے میزان اور حدیث خلافت النبوۃ ثلثون عاماً روایت کی ہے۔

ازانجملہ عبد الرحمن بن غنم الاشعری ہیں اور حدیث "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی بکر و عمر لو اجتمعتما فی مشورۃ لاخالفتکما" روایت کی ہے (ترجمہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا کہ جب تم کسی مشورہ میں میرے شریک ہو جاتے ہو تو میں تمہاری مخالفت نہیں کر سکتا۔

ازانجملہ ابوموسیٰ اشعری ہیں۔ حدیث بشارت جنت انہوں نے روایت کی ہے۔

ازانجملہ ابوامامہ باہلی ہیں۔ آپ نے "قولہ تعالےٰ صالح المؤمنین" کی تفسیر حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے کی ہے۔

ازانجملہ ابواروی الدوسی ہیں۔ انہوں نے حدیث "الحمد للہ الذی ایدنی بھما" روایت کی ہے

ازانجملہ عرفجۃ الاشجعی ہیں اور حدیث الوزن روایت کی ہے۔

اقوال الانصارؓ

ازانجملہ معاذ بن جبل ہیں۔ انہوں نے حدیث "ان ھذا الامر بدأ نبوۃً ورحمۃ ثم تکون خلافۃ ورحمۃ ثم تکون ملکاً عضوضاً" روایت کی ہے۔

ازانجملہ ابی ابن کعب ہیں اور حدیث "اول من یعانقہ الحق یوم القیٰمۃ عمرؓ" روایت کی ہے۔

ازانجملہ ابوایوب انصاری ہیں۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ عزوجل کا خواب میں دیکھنا۔ اور حضرت صدیق اکبرؓ کا اس کی تعبیر کہنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ صبح فرشتہ نے بھی یہی تعبیر کہی تھی" روایت کی ہے۔

ازانجملہ ابوالدرداء ہیں۔ حدیث "ھل انتم تارکون لی صاحبی" آپ نے روایت کی ہے۔

ازانجملہ اسید بن حضیر ہیں۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے انصار کو حضرت صدیقؓ کی بیعت پر آمادہ کیا۔

ازانجملہ رفاعہ بن رافع اور رافع بن خدیج ہیں۔ ان دونوں صحابیوں نے حدیث فضیلت اہل بدر روایت کی ہے۔

ازانجملہ زید بن خارجہ ہیں جنہوں نے بعد خروج روح فضائل خلفائے ثلاثہ بیان کیے۔

ازانجملہ ابوسعید بن المعلّیٰ ہیں انہوں نے خطبۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو آپؐ نے قریب وفات بیان فرمایا تھا اور اس میں فضائل حضرت صدیقؓ بیان کیے تھے" روایت کیا ہے۔

ازانجملہ سہل بن سعد ہیں۔ انہوں نے حدیث :- "ان احداً ارتج وعلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ۔ فقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ و۔ لم اثبت احد فما علیک الا نبی او صدیق او شہیدان" روایت کی ہے۔

ازانجملہ عویم بن ساعدہ ہیں۔ حاکم نے بطریق عبد الرحمن بن سالم بن عبد الرحمن بن عویم بن ساعدہ روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے مجھے چن لیا۔ اور میرے لیے میرے اصحاب چنے

اور اُن کو میرے وزراء اور میرے معاون و انصار بنایا۔ اور بعض کو میرا خسر یا داماد بنایا جو انہیں بُرا کہے اُس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت تک اُس کا کوئی کام اور اس کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

ازانجملہ حضرت حسان بن ثابت ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں جو شعر آپ نے کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اُن میں سے ایک شعر یہ ہے۔

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد ؎ طاف العدو به اذ صعد الجبلا

"دیکھو فصل سوم سند حسان بن ثابت مترجم"

اقوال المکثرین من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ازانجملہ عبداللہ بن عمر ہیں۔ آپ کا قول اوپر بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کی باہم افضلیت کا موازنہ کیا کرتے تھے سو ہم حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو افضل کہتے۔ حدیث رویائے قلیب حدیث "ارأف امتی بامتی ابوبکر رضی اللہ عنہ واشدھم فی الاسلام عمر واصدقھم حیاءً عثمان رضی اللہ عنہ" الحدیث، اور حدیث "انھما یبعثان مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم"۔ علاوہ ازیں شیخین کے اور بھی بہت سے مناقب ان سے روایت کیے گئے ہیں۔

ازانجملہ حضرت عبداللہ بن عباس ہیں۔ حدیث "لو کنت متخذاً خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلاً"۔ اور حدیث "لما اسلم عمر نزل جبریل فقال یا محمد استبشر اھل السماء باسلام عمر رضی اللہ عنہ"۔ ان سے روایت کی گئی ہے۔ جب حضرت عمر فاروق زخمی کیے گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور بیان کرنے لگے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت باسعادت میں رہے اور حق صحبت ادا کیا اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے اس حال میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے خوشنود تھے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی صحبت بابرکت میں رہے اور حق صحبت ادا کیا۔ حدیث نہی رکعتین بعد عصر کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ یہ حدیث پسندیدہ لوگوں نے بیان کی ہے جن میں سب سے پسندیدہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

ازانجملہ عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ انہوں نے حدیث دفع کفار یعنی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ و حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کو دفع کرنا روایت کی ہے۔

ازانجملہ حضرت ابوہریرہ ہیں۔ حدیث رویائے قلیب، حدیث "ما نفعنی مال احد ما نفعنی مال ابی بکر رضی اللہ عنہ"۔ حدیث "ارجوان تکون منھم" اے ممن یدعی من جمیع ابواب الجنۃ۔ حدیث محدثین۔ اور حدیث "انما علیک نبی وصدیق او شہید" روایت کی ہے۔

ازانجملہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ہیں آپؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو حضرت صدیقؓ کو اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ بناتے۔ نیز آپؓ فرمایا کرتی تھیں کہ مردوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین حضرت صدیقؓ تھے اُن کے بعد حضرت عمر فاروقؓ تھے نیز حدیث "ان ابا بکرؓ عتیق من النار" اور حدیث "انظر الی شیاطین الانس قد فروا من عمرؓ" اور حدیث "ہم الخلفاء من بعدی" روایت کی گئی ہے۔

ازانجملہ حضرت انس بن مالک ہیں۔ حدیث "انما علیک نبیٌ وصدیق وشہیدان" حدیث "سید الکھول اھل الجنۃ" حدیث۔ ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدہم فی امر اللہ عمر واصدقہم حیاءً عثمانؓ" اور حدیث "انت مع من احببت ثم قال انا احب النبی صلے اللہ علیہ وسلم وابا بکرؓ وعمرؓ وارجوان اکون معہم بحبی ایاہم وان لم اعمل مثل اعمالہم" آپ سے روایت کی گئی ہے

ازانجملہ حضرت ابو سعید خدری ہیں۔ حدیث:۔ ان امن الناس علیّ فی صحبتہ ومالہ ابوبکر لو کنت متخذاً خلیلاً"۔ الحدیث۔ حدیث رویائے قمیص لعمر اور حدیث:۔ "ان ابا بکر وعمر منہم وانعما العینی من اھل الدرجات العلے فی الجنۃ"

ازانجملہ حضرت جابر بن عبداللہ ہیں۔ حدیث "یا ابابکر اعطاک اللہ الرضوان الاکبر"۔ اور حدیث رویائے قصر لعمر فی الجنۃ آپ سے روایت کی گئی ہے۔

اقوال دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین

ازانجملہ امیر معاویہ بن سفیان ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ لوگوں کو دربارۂ اخذ احادیث ڈراتے اور کہا کرتے تھے کہ ان احادیث کو اختیار کرو جو حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں شائع ہوئیں۔

ازانجملہ عمرو بن العاص ہیں۔ آپ نے حدیث "احب الناس الی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عائشہ ومن الرجال ابوبکرؓ ثم عمرؓ" روایت کی ہے۔

ازانجملہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ہیں۔ اور حدیث "اکتب لکم کتاباً لا تضلوہ بعدہٗ ابداً ثم قبراً علینا فقال یابی اللہ والمؤمنون الا ابابکر۔ آپ نے روایت کی ہے۔

ازانجملہ عمران بن حصین ہیں۔ انہوں نے حدیث "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم"۔ الحدیث۔ روایت کی ہے۔

ازانجملہ عبداللہ بن ہشام بن زہرہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ہشام سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ واللہ آپؐ مجھے تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہیں بجز میری جان کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں محبوب نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ سمجھو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ واللہ آپؐ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

اور اُن کو میرے وزرا اور میرے معاون و انصار بنایا۔ اور بعض کو میرا خسر یا داماد بنایا جو انہیں بُرا کہے اُس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ قیامت تک اُس کا کوئی کام اور اس کا کوئی عمل مقبول نہیں۔

ازانجملہ حضرت حسان بن ثابت ہیں۔ حضرت صدیقؓ کی شان میں جو شعر آپ نے کہا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو سنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اُن میں سے ایک شعر یہ ہے۔ ؎

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد ۞ طاف العدو بہ اذ صعد الجبلا

"دیکھو فصل سوم سند حسان بن ثابت مترجم"

اقوال المکثرین من اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ازانجملہ عبداللہ بن عمر ہیں۔ آپ کا قول اوپر بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں صحابہ کی باہم افضلیت کا موازنہ کیا کرتے تھے سو ہم حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور پھر حضرت عثمان غنیؓ کو افضل کہتے۔ حدیث رویائے قلیب حدیث "ارأف امتی بامتی ابوبکرؓ واشدھم فی الاسلام عمر واصدقہم حیاً عثمانؓ" الحدیث، اور حدیث "انہما یبعثان مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم"۔ علاوہ ازیں شیخین کے اور بھی بہت سے مناقب ان سے روایت کیے گئے ہیں۔

ازانجملہ حضرت عبد اللہ بن عباس ہیں۔ حدیث "لو کنت متخذاً خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلاً"۔ اور حدیث "لما اسلم عمر نزل جبریلؑ فقال یا محمدؐ استبشر اہل السماء باسلام عمرؓ" ان سے روایت کی گئی ہے۔ جب حضرت عمر فاروق زخمی کیے گئے تو حضرت ابن عباسؓ آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور بیان کرنے لگے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت باسعادت میں رہے اور حق صحبت ادا کیا اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوئے اس حال میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے خوشنود تھے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ حضرت صدیقؓ کی صحبت بابرکت میں رہے اور حق صحبت ادا کیا۔ حدیث نہی رکعتین بعد عصر کو بیان کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ یہ حدیث پسندیدہ لوگوں نے بیان کی جن میں سب سے پسندیدہ حضرت عمر فاروقؓ ہیں۔

ازانجملہ عبداللہ بن عمرو بن العاص ہیں۔ انہوں نے حدیث دفع کفار یعنی حضرت صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار کو دفع کرنا روایت کی ہے۔

ازانجملہ حضرت ابوہریرہ ہیں۔ حدیث رویائے قلیب، حدیث الفتنی، ال احدٍ ما انفعنی مال ابی بکرؓ حدیث ارجوان تکون منہم اے ممن یدعی من جمیع ابواب الجنۃ۔ حدیث احدثین۔ اور حدیث انما علیک نبیٌ وصدیقٌ اوشہیدٌ روایت کی ہے۔

ازانجملہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ہیں آپؓ فرمایا کرتی تھیں کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو خلیفہ بناتے تو حضرت صدیقؓ کو اور ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ بناتے۔ نیز آپؓ فرمایا کرتی تھیں کہ مردوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک محبوب ترین حضرت صدیقؓ تھے اُن کے بعد حضرت عمر فاروقؓ تھے نیز حدیث "ان ابا بکرؓ عتیق من النار" اور حدیث "انظر الی شیاطین الانس قد فروا من عمرؓ" اور حدیث "هم الخلفاء من بعدی"۔ روایت کی گئی ہے۔

ازانجملہ حضرت انس بن مالک ہیں۔ حدیث انما علیک نبیّ وصدیق وشهیدان" حدیث "سید الکهول اهل الجنة" حدیث۔ ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدهم فی امر الله عمر واصدقهم حیاءً عثمانؓ" اور حدیث "انت مع من احببت ثم قال انا احب النبی صلی الله علیه وسلم وابا بکرؓ وعمرؓ وارجوان اکون معهم بحبی ایاهم وان لم اعمل مثل اعمالهم" آپ سے روایت کی گئی ہے

ازانجملہ حضرت ابوسعید خدری ہیں۔ حدیث:۔ ان امن الناس علیّ فی صحبته وماله ابوبکر لو کنت متخذاً خلیلا"۔ الحدیث۔ حدیث رویائے قمیص لعمر اور حدیث:۔ "ان ابا بکر وعمر منهم وانعما یعنی من اهل الدرجات العلٰی فی الجنة"۔

ازانجملہ حضرت جابر بن عبداللہ ہیں۔ حدیث "یا ابابکر اعطاک الله الرضوان الاکبر"۔ اور حدیث رویائے قصر لعمر فی الجنة آپ سے روایت کی گئی ہے۔

اقوال دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین

ازانجملہ امیر معاویہ بن سفیان ہیں۔ حضرت امیر معاویہؓ لوگوں کو در بارۂ اخذ احادیث ڈراتے اور کہا کرتے تھے کہ ان احادیث کو اختیار کرو جو حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں شائع ہوئیں۔

ازانجملہ عمرو بن العاص ہیں۔ آپ نے حدیث "احب الناس الی رسول الله صلی الله علیه وسلم عائشة ومن الرجال ابوبکرؓ ثم عمرؓ" روایت کی ہے۔

ازانجملہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ہیں۔ اور حدیث اکتب لکم کتابا لا تضلوه بعده ابدا ثم قبض علینا فقال یابی الله والمؤمنون الا ابا بکر۔ آپ نے روایت کی ہے۔

ازانجملہ عمران بن حصین ہیں۔ انہوں نے حدیث "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم"۔ الحدیث۔ روایت کی ہے۔

ازانجملہ عبداللہ بن ہشام بن زہرہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن ہشام سے روایت کیا گیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ واللہ آپؐ مجھے تمام چیزوں سے زیادہ عزیز ہیں بجز میری جان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں محبوب نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ سمجھو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ واللہ آپؐ مجھے میری جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا اے عمرؓ اب تمہارا ایمان کامل ہوا۔ (بخاری اس کے راوی ہیں)

ازانجملہ عثمان بن ارقم ہیں۔ حدیث "اللھم اعز الاسلام باحب الرجلین الیک عمر بن الخطاب او عمرو بن ھشام" آپ سے روایت کی گئی ہے۔

ازانجملہ ابو جحیفہ السوائی حدیث سید کہول اہل الجنۃ آپ نے روایت کی ہے۔

ازانجملہ ابو جمرۃ الثقفی راوی حدیث رویائے میزان ہیں۔ ازانجملہ سمرہ بن جندب راوی حدیث رویائے دلو۔ ازانجملہ ابو الطفیل راوی حدیث رویائے قلیب ہیں۔ ازانجملہ جندب بن عبداللہ و عبداللہ بن زبیر راوی حدیث "لو کنت متخذاً خلیلاً لاتخذت ابا بکرٍ خلیلاً" ہیں۔

ازانجملہ جبیر بن مطعم ہیں جنہوں نے حدیث "ان لم تجدینی فاتی ابا بکر" اور اپنے شام جانے اور تصاویر انبیاء (جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصویر بھی تھی اور حضرت صدیق اکبرؓ آپ کے قدم مبارک پکڑے ہوئے تھے) دیکھنے اور اہل کتاب کے خبر دینے، کہ حضرت صدیق اکبرؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں" کا قصہ بیان کیا ہے۔

اقوال علماء التابعین

ازانجملہ سعید بن المسیب ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت صدیقؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک منزلتِ وزارت حاصل تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع امور میں آپؓ سے مشورہ لیتے تھے حضرت صدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اسلام میں دوسرے شخصؓ تھے۔ اور غار میں اور جنگِ بدر کے دن سائبان کے نیچے بھی آپؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے شخصؓ تھے اور اب بعد وفات قبر میں بھی آپؓ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوسرے شخصؓ ہیں۔

ازانجملہ قاسم بن محمد ہیں۔ قاسم بن محمد بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص برسر مجلس (جس میں میں بھی تھا) یہ کہنے لگا واللہ ایسا کوئی مقام نہیں ہے جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہوں اور حضرت علی مرتضیٰؓ نہ ہوں۔ میں نے کہا برادرم قسم نہ کھاؤ۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیا فرماتا ہے "ثانی اثنین اذ ھما فی الغار"۔ ابوعمرو اس کے راوی ہیں

ازانجملہ مسروق ہیں ان کا قول تھا کہ حضرت صدیقؓ سے محبت رکھنا اور انؓ کی فضیلت کو پہچاننا طریقہ مسنون ہے۔ ابوعمرو اس کے راوی ہیں۔

ازانجملہ حضرت حسن بصری ہیں۔ آپ بسا اوقات حضرت عمر فاروقؓ کا ذکر کیا کرتے اور فرمایا کرتے تھے کہ آپؓ قبول اسلام اور فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے میں اول و اقدم نہ تھے۔ مگر زہد، بے رغبتی دنیا اور شجاعت کی وجہ سے لوگوں پر غالب تھے۔ امر حق میں نہ کسی سے ڈرتے تھے اور نہ ملامت کا خوف رکھتے تھے۔ ابن ابی شیبہ اس کے راوی ہیں۔

ازانجملہ محمد بن سیرین ہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نہیں خیال کر سکتا کہ جو شخص حضرت صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی تنقیص کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوگا۔ (ترمذی اس کے راوی ہیں)

ازانجملہ عمرو بن میمون اور ابراہیم نخعی ہیں۔ عمرو بن میمون فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضؓ دو ثلث علم لے گئے، حضرت ابراہیم نخعی نے جب یہ مقولہ سنا تو فرمانے لگے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ دس حصوں میں سے نو حصہ علم لے گئے۔ دارمی اس کے راوی ہیں۔

ازانجملہ ابو العالیہ ہیں۔ آپ نے صراطِ مستقیم کی تفسیر طریقہ حضرت صدیق رضؓ اور طریقہ حضرت عمر فاروق رضؓ سے کی۔ اور حضرت حسن بصری نے اس کی تصدیق کی۔ ازانجملہ عکرمہ اور کلبی ہیں۔ انہوں نے اولی الامر کی تفسیر حضرت صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ سے کی ہے۔

ازانجملہ قتادہ ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ ہم تذکرہ کیا کرتے تھے کہ آیت کریمہ "فسوف یأتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ" حضرت صدیق اکبر رضؓ اور آپ کے اصحاب کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ ازانجملہ ضحاک ہیں۔ انہوں نے بھی مذکورہ بالا آیت کی یہی تفسیر ہے۔ ازانجملہ حسن ہیں انہوں نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

ازانجملہ زید بن اسلم ہیں۔ اومن کان میتاً فاحییناہ الآیۃ کی تفسیر کرتے ہوئے انہوں نے بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ اور ابوجہل کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ یہی قول حسن ضحاک اور ابی سنان کا ہے۔

ازانجملہ کعب احبار ہیں۔ ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضؓ زخمی ہوئے حضرت کعب احبار آئے اور دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ اور آب دیدہ ہو کر کہنے لگے واللہ اگر امیر المومنین رضؓ قسم کھا لیں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی اجل مؤخر کرے تو مؤخر کر دے گا۔ اسی وقت حضرت عبداللہ بن عباس آئے اور عرض کیا یا امیر المومنین کعب احبار دروازے پر کھڑے ہوئے یہ کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا اگر یہ ایسا کہے تو میں کبھی ایسا سوال نہ کروں گا۔ حضرت کعب احبار ہی کا یہ قول بھی تھا کہ کتب سماوی میں حضرت صدیق حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت عثمان غنی رضؓ کا ذکر ہے۔

ازانجملہ عروہ بن زبیر ہیں۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے نویں سال حضرت صدیق رضؓ کو امیر الحاج بنا کر بھیجا اور سنن حج لکھ دیئے اور آپ کے ساتھ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کو بھی روانہ فرمایا۔ اور اصل قصہ مشہور و معروف اور متواتر ہے۔ حضرت ابن عمر رضؓ، حضرت جابر رضؓ، حضرت انس رضؓ، حضرت ابوہریرہ رضؓ اور حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت کیا گیا ہے۔ حضرت حسن سے روایت ہے کہ اُن سے یوم حج اکبر کے متعلق دریافت کیا گیا، آپ نے فرمایا حج اکبر اس سال ہوا ہے جس سال حضرت صدیق رضؓ نے حج کیا تھا۔ اس سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رضؓ کو امیر الحج بنایا تھا۔ لہٰذا اُس سال حضرت صدیق اکبر رضؓ لوگوں کو حج کرانے گئے تھے۔

جن لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ حضرت صدیق رضؓ کی خلافت بہ نص ثابت ہے ازانجملہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ حضرت ابن عباس رضؓ، میمون بن مہران، حبیب بن ابی ثابت، ضحاک اور مجاہد ہیں۔ ان سب کا قول تھا کہ حضرت صدیق رضؓ کی خلافت کتاب اللہ میں مذکور ہے۔ اور جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے پوشیدہ کیا تھا۔

اور جو لوگ اس طرف گئے ہیں کہ قولہ تعالیٰ "صالح المؤمنین" سے مراد حضرت صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ ہیں وہ ابی ابن کعب، ابن عمر، ابن عباس، ابن مسعود، ابو امامہ، عکرمہ، میمون بن مہران ہیں۔ اور عبداللہ بن سعد بن جبیر، حسن اور مقاتل بن سلیمان ہیں۔

اور جو لوگ اس طرف گئے ہیں کہ آیت کریمہ "یجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی" حضرت صدیق رضؓ کی شان میں نازل ہوئی، وہ حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، عبداللہ بن زبیر، عروہ بن زبیر، اور حضرت سعید بن المسیب ہیں۔

اقوال علمائے تبع تابعین

ازانجملہ سفیان ثوریؒ ہیں۔ ابو داؤد نے بطریق محمد الفریابی روایت کیا ہے کہ حضرت سفیان ثوری کہا کرتے تھے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت علی رضؓ احق بالخلافت تھے وہ نہ صرف حضرت صدیق اور حضرت عمر فاروق رضؓ کو خاطی کہتا ہے بلکہ جملہ مہاجرین وانصار رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کو خاطی کہتا ہے میں نہیں خیال کر سکتا ایسے شخص کا کوئی عمل بھی مقبول ہوتا ہو۔

ازانجملہ حضرت انس بن مالک ہیں۔ آپ کا قول تو مشہور و معروف ہے کہ آپ تفضیل شیخین اور حب ختنین کے قائل تھے۔ امام طحاوی نے تو حضرت امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے عقائد میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ اسی طرح امام بیہقی نے حضرت امام شافعی کے عقائد میں ایک کتاب تصنیف کی ہے۔ اور تصریح کی ہے کہ ان جمیع آئمہ کرام کا مذہب و مسلک تفضیل شیخین تھا۔ علاوہ ازیں جمہور اہل اسلام مثلاً اشاعرہ و ماتریدیہ کا تفضیل شیخین کا قائل ہونا تو مشہور و معروف ہے۔ اوائل میں معتزلہ بھی تفضیل شیخین کے قائل تھے۔ بعد ازیں یہ بھی معلوم ہے کہ فقہاء و متصوفین میں سے ہر اعلیٰ، ادنیٰ طبقہ تفضیل شیخین کے قائل تھے یہ ہے جو کچھ کہ ہم اس مسلک میں ذکر کر سکے۔ اور یہ قدر قلیل ہے ان بہت امور کا جنہیں ہم نے ذکر کرنے سے ترک کیا اور قبل اس کہ ہم اس مسلک کو ختم کریں دو نکتوں کا ذکر کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔

نکتہ اولےٰ

ہر ایک متفطن و ذی فہم کا فرض ہے کہ وہ اقوال صحابہ و تابعین و تبع تابعین میں غور و فکر کرے کہ انہوں نے اس خلافت کے مسئلہ میں کون کون سی خصلت کو وجہ افضلیت قرار دیا ہے۔ اکثر صحابہ کرام اور تابعین نے افضلیت شیخین کو مبہم بیان کیا ہے۔ اور ان کی افضلیت کو کسی قید سے مقید نہیں کیا ہے جیسا کہ مسلک دوم میں ہم نے بیان کیا ہے۔ مگر فقہائے صحابہ و تابعین نے جو مزید تفطن کے ساتھ موصوف تھے۔ افضلیت شیخین کو بیان کرتے ہوئے سیاق کلام میں وجہ افضلیت کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے جیسا کہ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے اپنے کلام "استخلف ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر فاقام واستقام ثم استخلف عمر رحمۃ اللہ علی عمر فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ" میں استحکام خلافت

اور ترویج دین کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور مکانتِ اخرویہ کی طرف حضرت علی مرتضےٰ رضؓ نے حضرت عمر رضؓ کی مدح کرتے ہوئے اپنے اس کلام سے اشارہ کیا ہے:۔"مامن الناس احد احب الی ان القی اللہ بما فی صحیفتہ من ھذا المسجیٰ"۔ اسی طرح حضرت صدیق رضؓ کی وفات کے وقت حضرت علی مرتضیٰ رضؓ نے حضرت صدیق رضؓ کے سوابق اسلامیہ کو بیان کیا ہے۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے وصف ترویج اسلام کے ساتھ حضرت صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا۔"مادای نقطۃ الاطار ابی لخطھا وغنا یھا فی اسلام"۔ حضرت ابن مسعود رضؓ نے سوابق اسلامیہ کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے۔"مازلنا اعزۃ منذ اسلم عمر"۔ حضرت حذیفہ بن الیمان نے حسن قیام بحقوق خلافت کا ذکر کیا۔ چنانچہ حضرت حذیفہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہدِ خلافت میں اسلام آگے بڑھنے والے شخص کی طرح تھا کہ ہر روز آگے ہی بڑھتا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر فاروق رضؓ شہید ہوگئے تو اب اسلام پیچھے ہٹنے والے شخص کی طرح تھا کہ روز بروز دُور ہوتا جاتا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے جد وجہد فی العبادت کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ سے زیادہ کسی کو عبادت میں جد وجہد کرنے والا نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے وفات پائی وعلیٰ ھذا القیاس اکثر فقہائے صحابہ نے فضائل اربعہ (جن کا ذکر نکتہ ثانیہ مسلک دوم میں کیا گیا ہے۔) میں سے کسی ایک خصلت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ امر اقوال صحابہ کرام رضؓ میں ادنیٰ تامل کرنے سے ظاہر ہوسکتا ہے

اس کے علاوہ بھی فقہائے صحابہ کرام نے دیگر اوصاف بھی ذکر فرمائے ہیں۔ ازانجملہ علم ہے۔ دارمی نے بحدیث ابن مسعود رضؓ روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ کوئی طریقہ اختیار نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ وہ ہمارے حق میں سہل ہوتا تھا۔ نیز دارمی نے بحدیث حذیفہ روایت کیا ہے۔ کہ لوگوں کو فتویٰ تین شخص دیتے ہیں۔ ایک ان میں سے امیر عادل ہے اور عالم ناسخ ومنسوخ۔ لوگوں نے پوچھا یہ کون شخص ہیں؟ فرمایا حضرت عمر فاروق رضؓ اور تیسرا شخص احمق ومتکلف ہے۔ جو خواہ مخواہ فتویٰ دیتا پھرے۔ اور بحدیث عمرو بن میمون دارمی نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ دو ثلث علم لے کر فوت ہوئے۔ حضرت ابراہیم نخعی سے اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے کہا دو ثلث نہیں بلکہ دس حصوں میں سے نو حصہ علم لے کر حضرت عمر فاروق رضؓ فوت ہوئے حدیث "ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر"۔ حدیث:"لقد کان فیمن قبلکم من الامم ناس محدثون من غیر ان یکونوا انبیاء فان یکن فی امتی احد فانہ عمر"۔ اور حدیث "بینا انا نائم اتیت بقدح من لبن فشربت منہ حتی انی لاری الری یخرج من العفادی ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب قالوا فما اولتہ قال العلم"۔ میں اسی خصلت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ پس حدیث شریف میں اس خصلت کو محدثیت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور علم سے مراد وہبی ہے جو بطریق فیضان حاصل ہوا کرتا ہے اور قوم کی مراد علم سے کتاب وسنت ہے۔

ازانجملہ اوصاف دیگر، اخلاق قویہ ہیں جو انسان کی جبلت میں رکھے گئے ہیں کافر ہو یا مسلم متقی ہو، یا فاسق۔ ہر شخص ان سے فائز کیا گیا ہے۔ مگر مسابقین ومقربین میں وہ اخلاق مع کمالات معنویہ اور حقوق

ذا استحقاق خلافت میں معین و مدد گار ہوتے ہیں۔ بخلاف اس کے کہ ان کے اندر اخلاق قویہ معاون و ممد نہیں ہوتے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل واکرم کا سوال کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا"۔ اور عقل بھی شہادت دیتی ہے کہ صدور افعال کا تعلق منبع اخلاق سے ہے۔ جس کی قوت خلقیہ قوی ہو گی۔ اُس سے افعال متین و محکم ظاہر ہوں گے تحقیق مافی الباب یہ ہے کہ خلافت خاصہ کے لیے چند اوصاف خاص ہیں بعض کمالات کسبیہ ہیں اور یہ وہ اوصاف ہیں جو شریعت میں مدار افضلیت قرار پائے اور لوازم خلافت خاصہ سے شمار کیے ہیں۔ اور بعض کمالات جبلیہ سے ہیں جو موقوف علیہ خلافت راشدہ ہیں جیسے قرلیشیت، سمع وبصر، شجاعت اور کفایت وغیرہ۔ اسی طرح چند اوصاف کمالات جبلیہ سے وہ ہیں کہ حُسن سیادت قوم جن پر موقوف ہے۔ صحابہ کرام و تابعین نے بوقت مشورۂ خلافت اور نیز بوقت مدح خلفائے راشدین ان اوصاف کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ بوقت مشورۂ خلافت حضرت صدیق رضؓ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو "انت اقوٰی منی" اور حضرت عمر فاروق رضؓ نے بجواب اُس کے حضرت صدیق رضؓ کو "انت افضل منی" کہا تھا۔ پس افضلیت مبنی ہے زیادت فضائل شرعیہ سے۔ اور صدیقیت اور شہدیت اور سوابق اسلامیہ اسی قبیل سے ہیں۔ اور اقوٰی عبارت ہے زیادت اخلاق جبلیہ سے جو استحکام خلافت وحُسنِ سیاست کے ممد و معاون ہو سکتے ہیں۔ اب ہم چند روایتیں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضؓ اقوای تھے یا نہیں۔ ابوعمرو نے الاستیعاب میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت عمر فاروق رضؓ کے ساتھ جا رہا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اس طرح سانس لی کہ میں سمجھا کہ اُن کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ مَیں نے عرض کیا سبحان اللہ! یا امیر المؤمنین یہ سانس آپ کے سینہ سے نہیں نکلی، مگر کسی عظیم واقعہ کی وجہ سے۔ فرمایا اے ابن عباس افسوس تمہیں کچھ خبر ہی نہیں میں اس شش و پنج میں ہوں کہ امت محمدیہ صلعم کو کس کے سپرد کروں۔ میں نے عرض کیا آپ اس فکر میں کیوں غلطاں و پیچاں ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ میں آپ کو دیکھتا ہوں کہ آپ کو قدرت حاصل ہے کہ جس شخص کو چاہیں امت محمدیہ صلعم اُس کے سپرد کر سکتے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے فرمایا میں خیال کرتا ہوں کہ آپ اس موقعہ پر ذکر کریں گے، کہ حضرت علی رضؓ اولےٰ و افضل ہیں۔ میں نے عرض کیا واللہ میں یہی کہنے والا تھا بوجہ انکی سابقیت اسلام اور بوجہ ان کے علم و قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ فرمایا، بے شک حضرت علی رضؓ ایسے ہی ہیں جیسا آپ بیان کرتے ہو۔ مگر بات یہ ہے کہ وہ کثیر المزاح ہیں۔ میں نے عرض کیا اچھا حضرت عثمان غنی رضؓ، فرمایا اگر میں انہیں خلیفہ کر دوں تو وہ بنی ابی معیط لوگوں پر مسلط کر دیں گے۔ اور وہ لوگوں پر ظلم کریں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ لوگ یورش کریں گے۔ اور انہیں قتل کر دیں گے۔ میں نے عرض کیا اچھا طلحہ بن عبید اللہ فرمایا وہ تو ایک متکبر شخص ہیں۔ خدا نہ کرے کہ میں امت محمدیہ صلعم کو ایسے شخص کے سپرد کر دوں جو متکبر ہو۔ میں نے عرض کیا زبیر بن العوام، فرمایا اگر انہیں خلیفہ کر دوں تو یہ لوگوں کو ذرا ذرا بات پر طمانچے لگانے لگیں گے۔ میں نے عرض کیا کہ سعد بن ابی وقاص۔ فرمایا یہ خلافت کے لائق نہیں بلکہ سواروں میں رہنے کے لائق ہیں کہ جنگ

کیا کریں۔ میں نے عرض کیا عبد الرحمٰن بن عوفؓ۔ فرمایا یہ بہت لائق شخص ہیں۔ مگر با اینہمہ ضعیف و کمزور ہیں۔ اے ابن عباس واللہ خلافت کے لائق وہ شخص ہے جو سخت لوگوں کے سامنے قوی ہو اور ضعیف و ناتوان کے سامنے نرم اور سخی ہو۔ نہ بخیل و ممسک مگر مسرف بھی نہ ہو"۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ واللہ حضرت عمر فاروقؓ ایسے ہی تھے جیسا کہ ہونا چاہیے۔

نیز ابو عمرو نے الاستیعاب میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس سے کہا گیا کہ آپ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر دیجیے۔ حضرت صدیقؓ کا حال آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا واللہ وہ سراپا خیر تھے اور کسی قدر تیز مزاج تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ کی نسبت آپ نے فرمایا وہ نہایت زیرک اور بچنے والے شخص تھے جس طرح پرندہ جال دیکھ کر اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے آپ کے مزاج میں کسی قدر سختی بھی تھی اور سبقت کرنے کا مادہ بھی بہت تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ کی بابت آپ نے فرمایا کہ واللہ وہ صوام اور قوام (یعنی بہت روزے رکھنے والے اور بہت عبادت کرنے والے شخص) تھے۔ بجز اس کے کہ چند غفلت شعار لوگ اُن پر غالب آئے ہوئے تھے۔ اور حضرت علی مرتضےٰؓ کی نسبت آپ نے فرمایا کہ واللہ وہ علم و حلم سے مملو تھے بجز اس کے کہ آپ کی سابقیت اور قرابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک قسم کا دھوکہ دیا۔ سو لہذا اوقات آپ کسی دنیوی شئے کو طلب نہ کرتے مگر یہ کہ وہ فوت ہو جاتی۔ ابو عمرو نے الاستیعاب میں حضرت عثمان غنیؓ کا یہ قول بھی تحریر کیا ہے کہ "کیا میں حضرت لقمان حکیم کی مانند نہیں ہوں"۔

ابو یوسف نے بروایت ابی ملیح بن اسامہ الہذلی بیان کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق خطبہ کہنے کھڑے ہوئے۔ اثنائے خطبہ میں آپ نے بیان کیا اے قوم کی نگہبانی کرنے والو! (حکام کی طرف خطاب تھا) تم پر ہمارا حق ہے کہ غائبانہ ہمیں نصیحت کرو اور کار خیر میں ہماری معاونت کرو۔ اے قوم کی نگہبانی کرنے والو اللہ تعالیٰ کے نزدیک حلم سے زیادہ کوئی چیز پسندیدہ نہیں ہے۔ اور امام عادل کے حلم اور اُس کی نرمی سے زیادہ رعایا کو نفع پہنچانے والی کوئی چیز نہیں ہے۔ اسی طرح جہالت سے زیادہ مبغوض ترین اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں اور رعایا کو امام کے جہل اور بے وقوفی سے زیادہ ضرر و نقصان پہنچانے والی کوئی شئے نہیں۔ اور جان لو کہ جو شخص عافیت چاہتا ہے اُسے اُوپر سے عافیت دی جاتی ہے۔ نیز ابو یوسف نے بروایت مسعر روایت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ فرمایا کرتے تھے کہ خلافت وہ شخص نہیں کر سکتا جس کے فعل سُود خواروں کے افعال سے مشابہ ہوں۔ یا جو شخص نیکی معاوضہ کے لیے کرتا ہو یا جو طامع و حریص ہو خلافت نہیں کر سکتا۔ مگر وہی شخص جو تیز مزاج ہو کر امر حق میں اپنے گروہ پر بھی مؤاخذہ کرنے سے نہ چوکے۔

محب الطبری نے روایت کیا ہے کہ ابو بکر العنسی کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی مرتضےٰؓ کے ساتھ مکان صدقہ (جہاں زکوٰۃ کے اونٹ باندھے جاتے تھے) میں گیا تو اس وقت دیکھا کہ حضرت عثمان غنیؓ سایہ میں بیٹھ کر لکھنے لگے اور حضرت علی مرتضیٰؓ جو کچھ حضرت عمر فاروق بتلاتے جاتے تھے

لکھوا رہے تھے۔ اور حضرت عمر فاروق رضؓ دھوپ میں کھڑے ہوئے تھے۔ اس وقت حضرت عمر فاروق رضؓ کے پاس دو چادریں تھیں ایک آپ باندھے ہوئے تھے اور ایک چادر سر پر ڈالے ہوئے تھے اس اثنا میں چند اونٹ جن کے دانت اور رنگ آپ لکھوانا چاہتے تھے تلاش کرنے لگے اور حضرت علی رضؓ مرتضیٰ حضرت عثمان غنی رضؓ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کیا آپ کو بنت حضرت شعیبؑ کا مقولہ "یا ابت استاجرہ ان خیر من استاجرت القوی الامین" یاد ہے۔ اور پھر فرمایا حضرت عمر فاروق رضؓ کی طرف اشارہ کر کے کہ آپ بھی قوی الامین ہیں۔ عروہ بن رویم اللخمی سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کو بمقام جابیہ نامہ لکھا کہ وہ اعلان کر دیں کہ حکومت نہیں کر سکتا مگر وہی شخص کہ مدبر و فہیم ہو نا تجربہ کار نہ ہو۔ لوگوں کو اُس کے عیوب پر اطلاع نہ ہو۔ مؤاخذہ حق میں کسی سے درگذر نہ کرے اور نہ کسی کے برا بھلا کہنے کا خوف رکھتا ہو۔ حضرت امام شافعیؒ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ محمد بن علی بن حسین رضؓ حضرت عثمان بن عفان رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک روز حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ بمقام ان کی ایک زمین میں گئے ہوئے تھے۔ اس دن گرمی بشدت تھی۔ اسیوقت دیکھا گیا کہ ایک شخص دو اونٹوں کو گھیرے ہوئے چلا آتا ہے۔ اور گرمی کی یہ شدت تھی کہ گویا زمین پر آگ بچھا دی گئی تھی۔ حضرت عثمان رضؓ کہنے لگے کہ یہ شخص ایسی گرمی میں اونٹ گھیرے ہوئے کیوں چلا آتا ہے۔ شہر (مدینہ) میں تھوڑی دیر ٹھیر جاتا اور ٹھنڈے وقت اپنے اونٹ گھیر لاتا۔ بوجہ بُعد مسافت ہمیں معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ کون شخص ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد ہم نے دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک شخص اپنے سر سے چادر باندھے ہوئے دو اونٹوں کو گھیرے چلا آرہا ہے۔ جب یہ شخص نزدیک آیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضؓ ہیں۔ میں نے حضرت عثمان غنی رضؓ سے کہا کہ یہ تو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضؓ ہیں۔ آپ کھڑے ہوئے اور دروازے سے سر نکال کر دیکھنے لگے مگر شدت لُو کی وجہ سے سر اندر کر لیا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضؓ پاس آگئے تو حضرت عثمان غنی رضؓ نے آپ سے کہا کہ اس وقت ایسی گرمی میں آپ کے نکلنے کا باعث کیا ہوا؟ فرمایا مدّہ (زکوٰۃ) کے یہ دو اونٹ گلہ کے ساتھ جانے سے بچھڑ گئے۔ مَیں نے چاہا کہ انہیں گلہ میں پہنچا دوں مبادا کہ یہ ضایع ہو جائیں۔ اور مجھ سے اللہ تعالیٰ سوال کرے۔ حضرت عثمان غنی رضؓ نے فرمایا آپؓ سایہ میں بیٹھیں ہم انہیں پہنچا دیں گے۔ فرمایا آپ اپنے سایہ میں بیٹھیں میں خود انہیں پہنچائے آتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ چلے گئے۔ حضرت عثمان غنی رضؓ فرمانے لگے کہ جو شخص قوی الامین کو "جس کی صفت قرآن کریم میں مذکور ہے" دیکھنا چاہے وہ حضرت عمر فاروق رضؓ کو دیکھ لے۔

اسی طرح خلافت سے چند وہ اوصاف مختص ہیں جو حقوق عباد اور تورع سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان اوصاف میں بھی جمیع فقہائے صحابہؓ و تابعین نے شیخین کو افضل کہا ہے۔ اور حضرت علی مرتضیٰ رضؓ کا قول "سبق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وصلے ابو بکر رضؓ و ثلث عمر رضؓ ثم خبطنا فتن" تو اوپر گذر چکا ہے۔ نیز یہ بھی اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ جب حضرت علی مرتضےٰ رضؓ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کیا حضرت صدیق رضؓ اور حضرت عمر فاروق رضؓ آپ سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ہاں

قسم ہے اُس ذات کی جو دانوں کو اُگاتا اور ہوا کو صاف کرتا ہے۔ وہ مجھ سے بھی پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ اور میں امیر معاویہ کے ساتھ جواب دہی کے لیے روک لیا جاؤں گا۔

نکتہ ثانیہ

اگر یہ سوال کیا جائے کہ کتاب اللہ میں دو صفتوں کو بعض صحابہ پر بعض کو فضیلت حاصل ہونے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ اول سوابق اسلامیہ، دوم اوصاف قرب معنوی کہ صدیقیت و شہیدیت جس سے کنایہ ہے۔ اور سنت سنیہ میں چار صفتوں کو سبب افضلیت قرار دیا ہے۔ دو مذکور اور صفت سوم ارتفاع درجات جنت و تقدم بروز محشر ہے۔ اور چہارم قیام بموعود خدائے تعالیٰ بمعاونت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے چند اور اوصاف زائد کیے ہیں۔ ازانجملہ علم بکتاب و سنت ہے۔ دوم حزم و احتیاط اور حسن سیاست ہے۔ اور چہارم بوقت قتال بین المسلمین۔ رعایت بیت المال میں شبہات سے اجتناب کرنا ہے۔ پس اس کو درمیان تطبیق کیوں کر دی جا سکتی ہے؟

الجواب

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے درمیان تطبیق صحابہ کرام کے ان اقوال سے دی جا سکتی ہے جو مسئلہ قتل کے متعلق ہیں۔ وہ یہ کہ قرآن مجید میں قتل کی دو قسمیں کی ہیں۔ قتل عمد و قتل خطاء۔ پھر سنت نے قتل خطاء کی دو دو قسمیں کی ہیں۔ خطاء خالص اور خطائے شبہ عمد اور فقہائے حنفیہ نے قتل کی پانچ قسمیں کی ہیں۔ پس جس طرح یہ پانچ قسمیں تین قسموں کی طرف اور تین قسمیں دو قسموں کی طرف راجع ہیں اسی طرح وہ دو زائد وصف جو در بارہ افضلیت سنت میں مذکور ہیں انہیں دو صفتوں کی طرف راجع ہیں جو قرآن مجید میں مذکور ہوئیں۔ یعنی انہیں کی تفصیل و شرح ہیں۔ کیونکہ ارتفاع درجات جنت انہیں دو خصلتوں کے ذریعہ حاصل ہو سکتا ہے یا کمال نفسانی کی وجہ سے یا اعانت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے۔ اسی طرح بموعود خدا تعالےٰ سوابق اسلامیہ کی ایک بہترین قسم ہے۔ اس لیے اصل اصول سوابق اسلامیہ اشاعت دین متین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کرنا تھا جو ابتدائے اسلام میں بھی ممکن تھا اور بعد وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اور تین باقی صفات زائدہ بھی اس اخیر صفت کی طرف راجع ہیں۔ اور وہ اتمام موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ اعانۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلحاظ ترویج علم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موقوف ہے۔ کتاب و سنت کے جاننے اور اجماعیات صحابہ اور اس میں نظر وسیع حاصل ہونے پر اور بلحاظ فتح و نصرت و امن بین المسلمین اور حفظ از شر کفار موقوف ہے حزم و احتیاط اور حسن سیاست پر اور بلحاظ تعلیم۔ زہد موقوف ہے اجتناب شبہات پر، اور یہی شانِ شیخین تھی۔ چونکہ حفظ و امن مسلمین اہم امور سے ہے اس لیے تورع بمزید اہتمام اُس سے مخصوص ہوا حاصل یہ کہ صفات زائدہ سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ اور سنت سنیہ کتاب اللہ کی تفصیل و شرح ہیں۔

سوال دیگر

اگر کوئی یہ کہے کہ اقوال صحابہ کرام سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرب نسب با آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور وجاہت

وعزت کا حاصل ہونا فضائل میں شمار کیا گیا ہے۔ اور قرآن مجید حصول افضلیت بلحاظ نسب و وجاہت کی نفی کرتا ہے۔ ذوالنورین حضرت عثمان غنیؓ کے فضائل میں ذکر کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں آپ کے نکاح میں دیں۔ اسی طرح حضرت علی مرتضیٰؓ کے فضائل میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی تھے اور اپنی صاحبزادی بتول، زہرا، حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کے نکاح میں دی تھیں۔ اسی طرح بعض صفات جبلیہ مثلاً شجاعت، فصاحت وغیرہ کو بھی حضرت علی مرتضیٰؓ کے فضائل میں ذکر کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے:۔

الجواب

فضائل دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو انسان کی افضلیت کا باعث ہوتے ہیں۔ اور جن کے ذریعہ تشبہ بانبیاء علیہم السلام حاصل ہو سکتا ہے اور یہ وہ قسم ہے کہ کتاب وسنت نے جس کی تصریح و تلویح کی اور قسم دوم وہ فضائل ہیں جو بذات معتبر فی الشرع نہیں جیسا کہ نسب، مصاہرہ، قوت، شجاعت اور فصاحت و وجاہت وغیرہ کیونکہ یہ اوصاف مسلم و کافر اور متقی و فاسق کو یکساں حاصل ہوتے ہیں لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ اوصاف بوساطت معتبر فی الشرع ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے انہیں فضائل میں شمار کیا جا سکتا ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادی کسی کے نکاح میں دینا متضمن عنایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور سنت اللہ مقتضی تھی کہ فخر رسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صہر (خسر و داماد دونوں کو کہتے ہیں) وہی شخص ہو جو شریعت میں بہر حال محمود و پسندیدہ ہو۔ بفحوائے آیت کریمہ:۔ "الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات"۔ اسی طرح ابن عم ہونا بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت کا سبب تھا۔ اسی طرح شجاعت و فصاحت وغیرہ کہ اشاعت اسلام و اعلائے کلمۃ اللہ میں صرف کی جاتی ہے پس اس لحاظ سے شجاعت و فصاحت وغیرہ بھی فضائل میں شمار کی جاتی ہے حضرت مولانا جلال الدین رومی کا یہ شعر کیا خوب مناسب مقام ہے۔ ؎

علم را بر تن زنی مارے بود　　علم گر بر دل زنی یارے بود

پس ان صفات کا درجہ اعتبار سے ساقط ہونا بلحاظ اس کے ہے کہ بذاتہا وہ فضائل معتبرہ نہیں ہیں اور بعض اوقات فضائل معتبرہ میں داخل اس لحاظ سے کیے گئے ہیں کہ وہ اکتساب فضائل از قسم اول کا ذریعہ و واسطہ ہو سکتے ہیں۔ تو اب گو یا ذکر تو انہیں کیا جاتا ہے۔ مگر مراد فضائل قسم اول ہوتے ہیں! لہذا ان دونوں قسموں میں بون بائن اور فرق بین ہے وقد جعل اللہ لکل شئی قدرًا۔ حاصل یہ کہ اگر فضائل قسم اول حاصل ہوں تو فضائل قسم دوم زیادت رونق کا باعث ہو سکتے ہیں۔ ورنہ صرف یہ فضائل شریعت میں انسان کو بالا و برتر نہیں کر سکتے۔ ۱۲ منہ حامد۔

مسلک چہارم

"اثبات لزوم افضلیت شیخین بوجہ خلافت خاصہ"

یہ مسلک دقیق الماخذ ہے۔ محققین صحابہ وتابعین نے متعدد طریقوں سے اس کا بیان کیا ہے۔ اس مسئلہ کی بنا اس امر پر ہے کہ خلافت خاصہ ارادہ حق ہے کہ اصلاح عالم کے لیے واقع ہوتا ہے اور اسی لیے خلافت خاصہ تلو نبوت ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب عالم کفر وفسق اور ظلم سے بھر جاتا ہے تو مدبر حقیقی جل شانہ کسی ایسے شخص کو جس کا نفس ملائکہ مقربین سے مناسبت و مشابہت رکھتا ہے اصلاح عالم کے لیے منتخب کرتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کو ندا ہوتی ہے کہ فلاں بندہ مراد حق ہے عالم پر اُسے غالب کریں۔ اور جمیع عالم کو اس کا مطیع ومنقاد بنا دیں۔ حضرت جبرائیل عالم الملکوت اعلےٰ میں ندا کرتے ہیں: "الا ان اللہ احب فلانا فاحبوہ" کہ اللہ تعالےٰ فلاں بندہ سے محبت رکھتا ہے سو تم بھی اس سے محبت رکھو۔ پس جمیع ملائکہ اس سے محبت رکھنے لگتے ہیں اور اُس کے مخالفین پر لعنت کرتے ہیں۔ اور اُس کے تابعین کے لیے دعائے مغفرت مانگتے ہیں جیساکہ اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے: "الذین یحملون العرش ومن حولہ یسبحون بحمد ربھم ویؤمنون بہ ویستغفرون للذین اٰمنوا ط ربنا وسعت کل شیئٍ رحمۃً وعلما۔ فاغفر للذین تابوا واتبعوا سبیلک وقھم عذاب الجحیم"۔ ترجمہ "جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اُس کے گرداگرد ہیں تسبیح کیا کرتے ہیں اپنے پروردگار کی، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور بخشش مانگتے ہیں اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لائے۔ کہ اے پروردگار تو نے اپنی رحمت اور اپنا علم ہر شئے کے لیے وسیع کیا ہوا ہے۔ سو تو بخشش فرما ان لوگوں کی جو تائب ہوئے اور تیری راہ کی پیروی کی۔ اور اے پروردگار تو انہیں عذاب دوزخ سے بچا" بعد ازاں اس شخص کے لیے قبولیت عامہ نازل ہوتی ہے۔ افواج ملائکہ سفلیہ اُس کے دین متین کی توسیع اشاعت میں سعی وکوشش کرتے ہیں اور اُس کے تابعین وموافقین کی مدد کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ مراد حق بدرجۂ کمال مستحق ہوتی ہے یہ ہے حقیقت نبوت۔

اور جب نبی رسول عالم میں پیدا ہوتا ہے اور ایک جماعت کی تہذیب وتربیت کر چکتا ہے مگر ہنوز مراد حق بدرجہ کمال ظہور پذیر نہیں ہوتی کہ وہ اس عالم فانی سے دار البقا کی طرف کوچ کر جاتا ہے جیساکہ اللہ تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا تھا: "فاما نرینک بعض الذی نعدھم او نتوفینک" ترجمہ "کہ اے پیغمبر یا ہم تجھے دکھلائیں گے بعض وہ فتوحات جن کا ہم وعدہ دیتے ہیں اور یا ہم تجھے اُٹھالیں گے"۔ تو اب حکمت الٰہی مقتضی ہوتی ہے کہ اُس کی خلافت پر کسی کو مقرر کیا جائے جو اُسی کے احباب اور اسی کے اعوان وانصار میں سے ہو جس کا جوہر نفس اصل فطرت میں جوہر پیغمبر کے قریب واقع ہو۔ اور نہ صرف یہی بلکہ اُس نے پیغمبر خدا کی اعانت ونصرت میں سعی بلیغ کی ہو اور بضمن اس اعانت ونصرت کے بار بار رحمت الٰہی اُس کے شامل حال ہوئی ہو۔ اور نفس پیغمبر خدا نے اُس کے نفس کو اپنے نفس قدسیہ کی قوت سے زیر تربیت رکھ کر بارہا اُسے زیر وزبر کیا ہو۔ یہاں تک کہ زیر تربیت پیغمبر رہ کر لائق الہام الٰہی کہ محدثیت وصدیقیت جس کی ایک شاخ ہے، ہوا ہو۔ پس ایسے ہی شخص کو تدبیر الٰہی اتمام موعود پیغمبر میں اپنا جارحہ بناتی ہے پے درپے عنایت الٰہی اس پر وارد ہوتی ہے۔ اور جس طرح روشنی شمع سے اطراف وجوانب اور خصوصاً صاف شفاف چیزیں روشن ومنور ہو جاتی ہیں اُسی طرح بنی آدم اُس کے اثر سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور

اس حرکت سے جس کا مبدا، عالم غیب سے ہے متحرک ہوتے ہیں۔ کبھی قتال و جہاد کرتے ہوئے دادِ مردانگی دیتے ہیں۔ علوم دینیہ کی اشاعت کرتے ہیں اور کبھی قالاً و حالاً نفوس طالبین کو افاضہ برکات کرتے ہیں یہی نفس جو شمع تاباں کے شبیہ ہوتا ہے خلیفۂ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اُس کے اور نبی کریم کے درمیان وہی نسبت ہوتی ہے جو دل کو اعضاء سے۔ اُوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ لوازم خلافت خاصہ سے حصول تصرف بر عالم بھی ہے۔ والاوہ جارحہ فیض نہیں ہو سکتا اور نہ ہی مواعد ہائے الٰہیہ اُس کے ہاتھ پر ظاہر ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالٰے نے فرمایا ہے:۔ "ولقد سبقت کلمتنا لعبادنا المرسلین انھم لھم المنصورون وان جندنا لھم الغالبون"۔ لوازم خلافت خاصہ سے خلیفہ کے ہاتھ پر مواعید الٰہیہ کا ظاہر ہونا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰے نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں فرمایا تھا:۔ "ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون"۔ نیز لوازم خلافت خاصہ سے تالیف قلوب بین المسلمین اور عدم اختلاف امت ہے کہ فیما بین محبت و مودّت قائم ہو اور کفار و مشرکین پر فتح و نصرت حاصل ہو۔ تاکہ جملہ "اشداء علی الکفار رحماء بینھم" متحقق ہو۔ یہ ہے خلافت خاصۂ پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس کو ختم الرسل رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت ورحمت سے تعبیر فرمایا ہے۔

ایک جماعت محققین نے افضلیت کو بایں طریق تفہم کیا ہے کہ اللہ تعالٰے نے اُنہیں خلافت کے لیے پسند فرمایا ہے۔ ابو عمرو نے الاستیعاب میں بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں:۔ "ان اللہ نظر فی قلوب العباد فوجد قلب محمد صلے اللہ علیہ وسلم خیر قلوب العباد فاصطفاہ وبعثہ برسالتہ ثم نظر فی قلوب العباد فوجد قلوب اصحابہ خیر قلوب العباد فجعلہ وزراء بینھم یقاتلون عن دینہ"۔ الحدیث (متعدد بار گزر چکی) اور ایک جماعت نے افضلیت شیخین کو اتیان مسلمین اور شکست و ہزیمت کفار کی وجہ سے ہے۔ حاکم نے بطریق ابی وائل روایت کیا ہے۔ "قال قیل لعلی استخلف علینا فقال ما استخلف رسول اللہ صلے اللہ علیہ فاستخلف ولکن ان یرد اللہ بھم خیراً فسیجمعھم بعدی علی خیرھم"۔ نیز ابو عمرو نے بطریق علی مرتضیٰ رض روایت کی ہے:۔ "قال خیر ھذہ الامۃ بعد نبیھا ابو بکر رض وعمر رض"۔ ایک روایت میں یوں ہے:۔ "قال استخلف ابوبکر رحمۃ اللہ علی ابوبکر رض فاقام واستقام ثم استخلف عمر رحمۃ اللہ علی عمر قام واستقام حتیٰ ضرب الدین بجرانہ"۔ اور بعض محققین نے افضلیت شیخین کو باجماع صحابہ کرام رض تفہم کیا ہے چنانچہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضرت علی مرتضےٰ رض شیخین سے افضل تھے وہ جمیع مہاجرین وانصار کو خاطی کہتا ہے۔ اور میں نہیں کہہ سکتا کہ ایسے شخص کا کوئی عمل قبول بھی کیا جاتا ہے یا نہیں (ان شاء اللہ)

جب حقیقت خلافت خاصہ معلوم ہوئی تو ہر ایک استنباط متعلق خلافت اس خاص وصف کے ساتھ جو حقیقت استخلاف میں داخل ہے یا اُس سے خاص مناسبت رکھتا ہے ادنیٰ تامل سے پہچانا جا سکتا ہے آمدم بر سر مطلب ہم کہتے ہیں کہ تقریر مسلک ھٰذا اس وقت تمام و کامل ہو سکتی ہے کہ ہم تین مقدموں کا

ذکر کریں۔ مقدمۂ اولیٰ اس امر کے بیان میں کہ خلافت خاصہ کو افضلیت بر رعیت کیوں کر لازم ہے۔
مقدمۂ ثانیہ اس امر کے بیان میں کہ خلافت خلفائے راشدین بہ نص کتاب و سنت و اجماع امت
ثابت ہے اور بایں طور معقول و مفہوم ہے کہ حقیقت خلافت خاصہ میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔
چونکہ ہم اوپر اس مضمون کو نہایت تفصیل سے بیان کر چکے ہیں لہٰذا یہاں پر ہم خاص خاص نکتوں کے
بیان پر اکتفا کریں گے۔ مقدمہ ثالثہ اس امر کے بیان میں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کے عہد خلافت میں خلافت خاصہ
منتظم نہیں ہوئی۔ ہر چند کہ حضرت علیؓ صفات کاملہ خلافت خاصہ سے متصف تھے لیکن باوجود ان اوصاف
کے بوجہ حکمت الٰہیہ جو اللہ تعالےٰ نے مختلف اوقات و مختلف ازمنہ میں ودیعت کی ہے۔ سابق
ازل ہی میں آپ کی نصرت مبھم نہ ہوئی۔ لہٰذا بمقتضائے مقدر ازلی آپ کی خلافت منتظم نہ ہوئی۔ اس
مقدمہ کے بیان کرنے کی ضرورت اس لیے داعی ہوئی کہ مشائخ ثلاثہ کے بعد مہاجرین اولین میں سے
بجز حضرت علی مرتضیٰ کے اور کوئی خلیفہ کے نام سے موسوم نہیں ہوا۔ اس لیے یہ امر مزید بیان کا محتاج نہ ہوا
کہ مشائخ ثلاثہ کے بعد حضرت علی مرتضیٰؓ خلیفہ راشد تھے۔ بلکہ محتاج بیان یہ امر ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ
کی خلافت منتظم ہوئی یا نہیں۔

مقدمۂ اولیٰ

اس امر کا بیان کہ خلافت خاصہ جس شخص کے نصیب کی جاتی ہے وہ جمیع اہل زمان سے افضل ہوتا ہے
کئی طریق سے روایت کیا گیا ہے۔ کبھی باعتبار سنت الٰہیہ بوقت ارادہ رحمت بہ امت بیان کیا جاتا ہے
کیونکہ حکیم مطلق بوقت ارادہ رحمت خاص مفضول کو مسلط نہیں کر سکتا۔ اسی ارادہ رحمت کی طرف حدیث عشر
میں خلافت و رحمت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور کبھی باعتبار ظہور داعیہ خلافت بیان کیا جاتا ہے۔ کیونکہ
داعیۂ خلافت خاصہ وہی نفس قبول کر سکتا ہے جو افضل اہل زمان ہو بمضمون آیت کریمہ: "الطیبات للطیبین
والطیبون للطیبات"۔ (سورت نور۔ پارہ ۱۸) کبھی باعتبار تعین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیونکہ حضور سرور
عالم صلی اللہ علیہ وسلم خلافت خاصہ کے لیے متعین نہیں کر سکتے۔ مگر اس شخص کو جو افضل امت ہیں اور
کبھی بایں طریق کیا جاتا ہے باعتبار اتفاق صحابہ کہ صحابہ کرام نے کسی شخص پر اتفاق کیا ہو بایں معنی کہ اس کی
افضلیت کو اپنے اتفاق کا سبب گردانا ہو۔ اور یہ اس لیے کہ صحابہ کرام کا بلکہ جمیع مسلمین کا اتفاق نہیں
ہو سکتا۔ مگر اسی امر پر جو عند اللہ حق ہو۔ یہ تمام طریقہ جو بیان کیے گئے ایک دوسرے کے موافق و مطابق اور
ایک دوسرے کے مثبت و مبشر ہیں۔

عبارا تنا شتی و حسنک واحد — وکل الی ذاک الجمال یشیر

طریق اول کو حضرت علی مرتضیٰؓ نے بایں الفاظ "ان یرد اللہ بالناس خیراً فسیجمعہم علی خیرھم"۔
طریق ثانی کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بایں الفاظ: "ان اللہ نظر الی قلوب العباد فوجد قلوب اصحابہ
خیر القلوب العباد فجعلہم وزرا بینہ یقاتلون عن دینہ" بیان کیا ہے۔ اور طریق ثالث کو اور وہ تعیین

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت صدیق اور حضرت عبد اللہ ابن عباس نے بحدیث مرفوع روایت کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے طریق رابعہ (اور وہ اتفاق صحابہ ہے) کو بھی بیان کیا ہے۔ اور ان کے الفاظ ما رآہ المسلمون حسناً فھو عند اللہ حسن و قد رأی المسلمون استخلاف ابی بکرؓ۔ اور در بارۂ استخلاف حضرت عمر فاروقؓ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا ہے۔ افرس الناس ثلاثۃ العزیز حین تفرس فی یوسف فقال لامرأتہ اکرمی مثواہ والمرأۃ التی رأت موسیٰ علیہ السلام فقالت یا ابت استئجرہ و ابوبکر حین استخلف عمرؓ۔ حضرت سفیان ثوری نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ھی من فضل علیا فقد اخطأ المھاجرین والانصار۔ دیکھو فصل سوم مسند حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ

کبھی لزوم افضلیت خلیفہ بایں طریق بیان کیا جاتا ہے کہ کتاب اللہ میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر متعلق کیا گیا ہے بتمکین خلیفہ فی الارض سے تو اب حقیقت خلافت خاصہ ان دونوں کا مجموعہ ہوئی۔ دوسری جگہ فرمایا ہے۔ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر۔ الآیۃ۔ اس آیت میں خیریت امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے متعلق کی گئی۔ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر جزو اصل خلافت خاصہ ہے لہٰذا افضلیت خواص خلافت خاصہ سے ہوئی۔ کبھی لزوم افضلیت خلیفہ بایں طریق بیان کیا جاتا ہے کہ تسلط خلیفہ و وجوب انقیاد قوم بامور خلافت ایک قسم کی خاص فضیلت ہے جو افضلیت خلیفہ کو لازم کرتی ہے۔ اس فضیلت و وجوب انقیاد کی طرف آیت کریمہ۔ ستدعون الی قوم اولی بأس شدید تقاتلونھم او یسلمون۔ میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اور کبھی لزوم افضلیت خلیفہ بایں طریق بیان کیا جاتا ہے کہ آیت کریمہ۔ انما ولیکم اللہ و رسولہ والذین آمنوا۔ الآیۃ۔ تا اپنے سیاق و سباق کے دلالت کرتی ہے کہ ولایت مسلمین سزاوار نہیں۔ مگر اسی قوم کو کہ جس کی صفت ہے۔ یحبھم و یحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم۔ جب ہم لزوم افضلیت خلیفہ کو بوجوہ شتی بیان کر چکے تو یہ امر نامناسب مقام نہیں کہ اب ہم اُسے تفصیل سے بیان کریں۔

تقریر وجہ اوّل۔ اللہ تعالیٰ نے استخلاف مشائخ ثلاثہ سے تمکین دین مرتضیٰ، رحمت بامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، دفع کفار، اقامت، ارکانِ اسلام اور شیوع امر بالمعروف و نہی عن المنکر وغیرہ امور کا ارادہ کیا۔ لہٰذا یہ ارادہ افضل امت و احق بخلافت کے استخلاف کا مستلزم تھا۔ کیونکہ جب احق خلافت کو خلیفہ کیا جاتا ہے لامحالہ تمکین دین متین و بوقت ارادہ رحمت بامت سفاہت ہے، تعالی اللہ عن ذلک اللہ عز و جل حکیم مطلق ہے اُس کے افعال کمال اتقان و راستی کے ساتھ ظہور پاتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بوقت قتال مرتدین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وفات واقع ہوا دفع مرتدین کا ارادہ کیا اس قوم کے ذریعہ جس کی صفت تھی۔ یحبھم و یحبونہ الآیۃ۔ اور جس کی طرف اسی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے یہ بھی مسلم ہے کہ انہیں صلحائے امت نے ملک کفار کو درہم برہم اور بلاد روم و شام کو فتح کیا۔ اور جد مشریف

مے

میں وارد ہوا ہے:۔ "استقامتکم ما استقامت أئمتکم"۔ کہ تم استقامت پر رہو گے جب تک کہ تمہارے آیمہ استقامت پر رہیں گے۔ یہ بھی بغیر اس کے ممکن نہیں کہ احق بخلافت کو خلیفہ کہا جائے۔ (حاصل یہ کہ جب مشائخ ثلاثہ کا استخلاف متضمن بارادہ تمکین و ارادہ رحمت تھا۔ تو اُن کی خلافت لامحالہ مستلزم افضلیت تھی۔) اور یہ جو ہم نے کہا کہ بوقت ارادہ تمکین دین و رحمت بامت خلافت افضلیت خلیفہ کی مستلزم ہوتی ہے یہ اس لیے کہ بوقت اضلال قوم استخلاف جبابرہ و کفرہ مناسب ہوتا ہے۔ جیساکہ زمانہ جاہلیت میں واقع ہوا۔ اور جس کی نسبت اس آیت شریف میں ذکر ہے۔ "واذا اردنا ان نہلك قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا" (ترجمہ) "اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو حکم بھیج دیا اس کے عیش کرنے والوں کو پھر انہوں نے نافرمانی کی اس میں"۔ (سورت بنی اسرائیل پارہ ۱۵) اسی طرح بوقت ارادہ ہدایت من وجہ و اضلال من وجہ استخلاف مفضول جائز ہے۔ "ثم یکون ملك عضوض" سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

تقریر وجہ ثانی:۔ "اور وہ کسی نفس میں داعیہ خلافت کا ظاہر ہونا ہے"۔ بمضمون آیت کریمہ۔ "اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَہٗ"۔ عقل اس امر کے ماننے پر مجبور کرتی ہے کہ علوم حقہ و داعی الٰہیہ نازل نہیں ہوتے۔ مگر نفوس قدسیہ پر خواہ بذریعہ وحی اور خواہ بذریعہ الہام (مگر بحث قسم اخیر سے ہے) نفس جس قدر پاک ہوتا ہے اسی قدر مشغول و داعی الٰہیہ مزید اور اگر خلیفہ کے نفس پر دواعی الٰہیہ نزول نہ کریں، بلکہ سنگ و چوب کی طرح تحریک کا محتاج ہو تو وہ از قبیل "ان اللہ یوئید ھذا الدین بالرجل الفاجر" سے ہے، اور خلافت خاصہ سے یہ معنی کوسوں دور ہیں۔

تقریر وجہ ثالث، "اور وہ تعیین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہے"۔ حاکم نے بطریق حضرت عبداللہ بن عباس رض روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی جماعت میں سے کسی کو عامل بنائے اور اُس میں اس سے بہتر کوئی شخص موجود ہو تو اس نے اللہ اور رسول ؐ کی خیانت کی اور مسلمانوں کی خیانت کی۔ یہی حکم ہے مسلمانوں کے درمیان امر بسرانجام کا۔ تو اب اس شخص کا کیا حال ہے جسے مسلمان خلافت کے لیے پسند کریں۔ اور زمام خلافت جس کے ہاتھ میں دے دیں اور پھر صرف یہی نہیں بلکہ تمام دنیوی امور میں اس کا حکم نافذ و جاری ہو۔ پس جب کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبر رض کو کبھی بہ تصریح اور کبھی باشارہ و کنایہ اپنا خلیفہ کیا تو لازم ہوا کہ آپ افضل امت ہوں۔ پھر حضرت صدیق اکبر رض نے حضرت عمر فاروق رض کو اپنا خلیفہ کیا۔ لہذا حضرت عمر فاروق بھی اپنے عہدِ خلافت میں افضل ہوئے۔

سوال؟

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید کو مہاجرین اولین پر خلیفہ کیا، تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت اسامہ بن زید اپنے والد کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ اور اس امر میں وہ متفرد و تنہا تھے۔ اسی طرح جب کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مفضول کو

خلیفہ کیا ہے کسی نہ کسی خاص وجہ پر مبنی تھا۔ اور استخلاف مطلق کہ محض بوجہ اعلائے کلمۃ اللہ ہو غیر افضل کے لیے لائق وسزاوار نہیں۔ استقرائے سیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دلالت کرتا ہے کہ منصب خلافت میں مقدم نہیں کیا جا سکتا۔ مگر وہی شخص جسے دین میں فضل وکمال حاصل ہو۔ جیساکہ حضرت علی مرتضیٰ رض نے حضرت صدیق اکبر رض کی نسبت فرمایا تھا "کان قریبھم عندہٗ علٰی حسب الدین" اوکما قال کذافی الشمائل الترمذی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا "کبرہ کبری قدمہ" خلافت نبوت چونکہ ایک ریاست عامہ ہے دین ودنیا میں ظاہراً وباطناً اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفویض امامت نماز سے جو بہترین عبادت ہے استخلاف حضرت صدیق اکبر رض کی طرف اشارہ فرمایا اور حضرت علی مرتضےٰ رض کا بیان اس کے متعلق اوپر گذر چکا ہے۔

ریاست عامہ کا مقصد مرؤسین یعنی رعیت کو درجہ کمال پر پہنچانا ہے۔ لہذا اکمل افضل قوم سے ہوگا بخلاف ملک عضوض رہبری سلطنت، کے کہ وہ صرف ایک ظاہری ریاست ہے۔ ورنہ خلافت نبوت اور غیر خلافت نبوت میں کچھ فرق نہ رہے گا۔ اور خلافت نبوت تیس ۳۰ سال تک موقوف نہ رہے گی۔ اور نہ خلفائے اربعہ کے ساتھ مخصوص ہوگی۔ حالانکہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ خلافت نبوت تیس ۳۰ سال تک رہے گی جیساکہ اوپر بیان کیا گیا) حکیم مشفق وناصح یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم" خلیفہ نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اس شخص کو جو افضل امت اور آپ کی ذاتِ بابرکات ص سے (مشبہ تھا ورنہ لازم آئے گا۔ کہ آپ حکیم مشفق وناصح امت نہ تھے۔" واللازم باطل فالملزوم مثلہٗ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناصح ترین واعلم خلق اللہ تھے جیساکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:" النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم" اور فرمایا "حریص علیکم بالمؤمنین رئف رحیم"۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات بابرکات ص کی نسبت ارشاد فرمایا ہے:" انا اعلمکم باللہ واخشاکم" میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا اور تم سے زیادہ ڈرنے والا ہوں۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق اکبر رض کو خلیفہ کرنا دلیل اول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رض افضل امت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اشبہ الناس تھے۔

اور اگر ایک جماعت استحقاق خلافت میں متساوی الاقدام تھی تو قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ "یأبی اللہ والمسلمون" کے کیا معنی ہیں؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر صدیق کی خلافت سے انکار کرنے اور حضرت صدیق اکبر رض کی خلافت کی تاکید کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اسی طرح بعض احادیث وزن میں رجحان خلفاء بترتیب خلافت واقع ہوا ہے اور یہ کثرت فتوحات کی وجہ سے نہیں بلکہ محض افضلیت کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ کثرت فتوحات کے لحاظ سے حضرت صدیق اکبر رض کی نسبت حدیث شریف میں "وفی نزعہٖ ضعف" وارد ہوا ہے۔

تقریب وجہ سابع، اور وہ اتفاق صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے"۔ فقہائے صحابہ مانند حضرت عمر فاروق رض، حضرت علی مرتضیٰ رض اور حضرت ابن مسعود رض نے استخلاف سے افضلیت پر استدلال کیا اور احق بالخلافت کا لفظ کہا۔ پس یہ بزرگ جو طریق استنباط وفہم معانی شرائع میں آئمہ امت مانے

گئے ہیں اگر استخلاف مستلزم افضلیت نہ ہوتا تو وہ کبھی استدلال نہ کرتے۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے اس وقت "ایکم تطیب نفسہ ان یتقدم ابابکر" یہ روایت ہم اوپر بیان کر چکے ہیں۔ حضرت زبیر اور حضرت علی مرتضےٰ رضؓ نے فرمایا تھا:۔ "ما غضبنا الا انا اخرنا عن المشاورۃ و انا نرٰی ابابکرؓ احق الناس بہا بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم انہ لصاحب الغار ثانی اثنین و انا لنعلم بشرفہ وکبرہ ولقد امرہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بالصلوٰۃ للناس وھو حیؒ"۔ حاکم اس کے راوی ہیں۔ اور حضرت ابن مسعود رضؓ نے فرمایا: "اجعلوا امامکم خیرکم فان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جعل امامنا خیرنا بعدہ"۔ کہ تم اپنا امام بہتر شخص کو بنایا کرو۔ کیونکہ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے بعد ہمارا امام بہتر شخص حضرت صدیق اکبر رضؓ کو بنایا۔ (ابو عمرو اس کے راوی ہیں۔) اقوال صحابہ کرام رضؓ کا استقرار کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے، کہ انعقاد خلافت کے وقت افضلیت کا ذکر درمیان میں آیا۔ حضرت عمر فاروق رضؓ نے انعقاد خلافت حضرت صدیق اکبر رضؓ کے وقت "احق بہذا الامر" کہا تھا۔ اور حضرت صدیق اکبر رضؓ نے حضرت عمر فاروق رضؓ کو خلیفہ کرتے ہوئے:۔ "اباللہ تخوفونی اقول استخلف علیہم خیر خلقک"۔ (یعنی جب لوگوں نے حضرت صدیق رضؓ سے عرض کیا کہ آپ حضرت عمر فاروق رضؓ کو جو سخت مزاج ہیں ہم پر خلیفہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کو آپ کیا جواب دیں گے؟ تو آپ رضؓ نے جواب دیا کہ کیا تم مجھے خدا کا خوف دلاتے ہو، میں یہی کہوں گا کہ اے پروردگار میں نے تیری خلق پر بہترین شخص کو خلیفہ کیا۔") اور جب حضرت عثمان غنی رضؓ کی انعقاد خلافت کے وقت امر شوریٰ حضرت عبدالرحمن کے تفویض کیا گیا، تو انہوں نے "واللہ علی ان لا الوعن افضلہم"۔ فرمایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو شاہد کرکے کہتا ہوں کہ میں آپ لوگوں میں سے افضل سے انحراف نہ کروں گا۔ اور پھر حضرت عثمان غنی رضؓ سے بیعت کر لی۔ الغرض کسی وقت استخلاف اعتقاد افضلیت، سے جدا نہیں ہوا ہے۔

تقریر وجہ خامس۔ "اور وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو تمکین فی الارض سے متعلق کرنا ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین اولین کے حق میں فرمایا ہے:۔ "الذین ان مکنٰہم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ" الآیۃ۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اگر مہاجرین اولین میں سے کسی شخص کو تمکین فی الارض حاصل ہو تو لامحالہ حقیقت خلافت کہ عبارت انضمام تمکین باوصاف اربعہ مذکورہ آیت سے ہے، متحقق ہوگی۔ دوسری جگہ فرمایا ہے:۔ "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنہون عن المنکر" الآیۃ۔ اس آیت کی تفسیر دو طریق پر ہے۔ ایک یہ کہ کنتم خیر امۃ سے خطاب تھا فضلائے امت کو۔ اس تفسیر سے آیت کے معنی یہ ہوئے، کہ اے فضلائے امت تم بہترین امت ہو کہ پیدا کیے گئے لوگوں کے لیے تاکہ انہیں حکم دو بھلائی کا اور منع کرو برائی سے۔ آیت کریمہ:۔ "ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون"۔ بھی اس کی تاکید کرتی ہے بفحوائے "القرآن نزل متشابہا مثانی یشبہ بعضہ بعضاً"۔ دوم یہ کہ کنتم خیر امۃ خطاب تھا مہاجرین اولین کو یعنی یہ امت کہ مہاجرین اولین میں۔ بہترین اُمم ہیں جو پیدا کی گئی لوگوں کے لیے کہ بھلائی کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔ اس آیت سے

اقتدو بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ"۔ یہ مضمون اکثر احادیث میں وارد ہوا ہے۔ اور بصورت اجتماعیہ متواتر المعنی ہے۔ جس سے نفس مضمون پر یقین کلی حاصل ہوتا ہے۔ اور جس سے انکار نہیں کر سکتا۔ مگر وہی شخص جس کا نفس متمرد اور قبول حق سے منحرف واقع ہوا ہے۔ بعد ازاں مرض اخیر میں اشارات جو تصریحات سے بھی ابلغ تھے، عمل میں آئے۔ اور یہ تمام اشارات اس اجمال کی تفصیل تھے۔ گویا وہ تمام اوصاف کہ اسم خلافت خاصہ جن پر صادق آسکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں مندرج تھے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعینات کے یہ معنی ہیں کہ نصوص خلافت میں جن بزرگوں کا ذکر ہے وہ خلفائے راشدین ہیں۔ بعد ازاں صحابہ کرام نے شیخین سے بیعت کی اور ان کے مطیع و منقاد ہو گئے۔ اور ہر چند کہ صحابہ کرام دربارہ استخلاف ایک قسم کا اجتہاد عمل میں لائے جس کا اول صورت ظن رکھتا تھا اور آخر و انجام حقیقت و یقین۔

مقدمہ ثالثہ

"اس امر کے بیان میں کہ خلافت خاصہ حضرت علی مرتضیٰؓ کے عہد خلافت میں منتظم نہ ہوئی ہر چند کہ آپؓ صفاتِ کاملہ خلافت خاصہ سے موصوف تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے حوادث خیر و شر کو مختلف اوقات و ازمنہ پر تقسیم کیا ہے۔ اور عالم غیب میں ہر واقعہ و حادثہ کو ایک خاص وقت پر رکھا ہے کہ حکمت ابتلا ظہور پائے۔ بنی اسرائیل کی نسبت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے:۔ "و قضینا الی بنی اسرائیل لتفسدن فی الارض مرتین ولتعلن علوا کبیرا" ترجمہ:۔ اور صاف کہہ سنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں تم خرابی کرو گے ملک میں دو بار، اور سرکشی کرو گے بڑی سرکشی" (پارہ ۱۵، سورت بنی اسرائیل)، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے فرمادیا گیا کہ آپؐ کے بعد خلافت کب تک قائم رہے گی اور پھر کیا کیا تغیرات و حوادث اور فتن پیدا ہوں گے۔

ازانجملہ حوادث تین ۳ فتنے اور دو ۲ ملحمیں ہیں جو مختلف اوقات میں واقع ہوئے۔ یہ تغیرات و حوادث احادیث شریف میں مذکور ہوئے ہیں اور اُن کے طرق روایت اس کثرت سے ہیں کہ حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں۔

ازانجملہ حدیث صحیح بخاری:۔ "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ثم ینشأ اقوام تسبق ایمانہم شہادتہم و شہادتہم ایمانہم"۔ ترجمہ:۔ بہتر زمانہ میرا ہے۔ پھر ان کا جو میرے بعد ہوں گے اور پھر ان کا جو اُن کے بعد ہوں گے۔ پھر ایسے لوگ پیدا ہوں گے کہ اُن کی قسمیں شہادتوں سے، اور ان کی شہادتیں اُن کی قسموں سے آگے ہوں گی"۔ اس حدیث کے راوی کثیر التعداد اور ثقہ ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ، عمران بن حصین اور سہل بن سعد نے اسے روایت کیا ہے۔ اور واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ قرن اول سے زمانہ بعثت سے وفات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرن ثانی زمانہ خلافت شیخین اور ثالث سے زمانہ خلافت حضرت عثمان غنیؓ مراد ہے۔ اس کے بعد وہ لوگ پیدا ہو گئے

جن کی صفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی۔

ازانجملہ حدیث عبداللہ بن مسعود ہے: "تزول رحی الاسلام بخمس وثلثین سنة فان یهلکوا فسبیل من هلك"۔ حدیث ابی ہریرہ: "الخلافة بالمدینة والملك بالشام"۔ حدیث حذیفہ: "لاتقوم الساعة حتی تقتلوا امامکم وتجتلدوا باسیافکم ویرث دنیاکم شرارکم"۔ اور حدیث کرز بن علقمہ ہے: "قال اعرابی هل للاسلام منتهی قال نعم ایما اهل بیت من العرب والعجم اراد الله بهم خیراً ادخل الله علیهم السلام قال ثم ماذا یارسول اللہ قال ثم تقع الفتن کانها الظل قال الاعرابی کلا یارسول اللہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم بلی والذی نفسی بیده ثم تعودون فیها اساود صباً"۔ ترجمہ: "ایک اعرابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ کیا اسلام کی (یعنی اس شان کے ساتھ) کوئی حد و انتہا ہے؟ فرمایا ہاں! عرب وعجم کے جن جن گھروں میں اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرے گا ان میں اسلام داخل کردے گا۔ اس نے عرض کیا پھر کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا پھر فتنہ وفسادوں کی بوچھاڑ ہوگی۔ اعرابی نے کہا، یارسول اللہ ایسا تو نہ ہوگا۔ فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، تم لوگ ان فتنہ وفسادوں میں سانپوں کی طرح کاٹنے دوڑوگے"۔

ازانجملہ حدیث عتبہ بن عرفان ہے: "وانها لم تکن نبوة قط الا تناسخت حین یکون اخرها ملکا... فستجربون وتجربون الامراء بعدنا"۔ حدیث ابی عبیدہ ومعاذ بن جبل: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدء هذا الامر نبوة ورحمة ثم کائن خلافة ورحمة ثم کائن ملکاً عضوضاً ثم کائن عتواً وجبریة وفساداً فی الامة الخ۔ حدیث عبداللہ بن عمرو ان امتکم جعلت عافیتها فی اولها وان اخرهم یصیبهم بلاء وامور تنکرونها ثم تجی فتن ترقق بعضها بعضاً"۔ حدیث عرفجۃ الاشجعی اور حدیث ابی بکرہ ثقفی ہے: "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رای منکم رویا قال رجل انا رایت کان میزاناً نزل الی ان قال ووزن عمر وعثمان فرجح عمر ثم رفع المیزان"۔ ازانجملہ حدیث سمرہ بن جندب ہے: "قال رجل رایت کان دلواً دلی من السماء الی ان قال ثم جاء علی فاخذ بعراقیها فانتشطت فانتضح علیه منها شئی"۔ ازانجملہ حدیث انس بن مالک ہے جس میں انہوں نے بنی مصطلق کی جانب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ وہ آپ کے بعد مال زکوٰۃ کس کے تفویض کریں اور پھر اخیر میں ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بعد کا سوال کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "فان حدث بعثمان حدث فتباً لکم الدهر فتباً"۔ (یہ تمام احادیث مع ترجمہ وتشریح گزر چکی ہیں)

ازانجملہ حدیث سہل بن حثمہ ہے: "قال بایع اعرابی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ان قال اذا اتی علی ابی بکر اجله وعمر اجله وعثمان اجله فان استطعت ان تموت فمت"۔ ازانجملہ حدیث عمر رضی اللہ عنہ ہے: "رایت عموداً من نور خرج من تحت راسی حتی استقر بالشام"۔ ازانجملہ حدیث ابی ہریرہ ہے: "هلاك امتی علی ایدی غلمة من قریش"۔ ازانجملہ حدیث ام بہز الاسدیہ ہے: "ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنة فقربها قلت یارسول اللہ من خیر الناس فیها قال رجل فی ماشیته"۔ الحدیث۔ ازانجملہ حدیث سعد بن ابی وقاص ہے: "قال عند فتنة عثمان اشهد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال انها

ستکون فتنۃ القاعد فیہا خیر من القائم" الحدیث۔ ازانجملہ حدیث رہبان صیفی ہے:۔ قال جاء علی ابن ابی طالب الی الخروج معہ فقال ان خلیل وابن عمک عھد الی اذا اختلف الناس ان اتخذ سیفاً من خشب" ازانجملہ حدیث ابی موسیٰ اشعری ہے:۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی الفتنۃ کسّروا فیہا قسیکم واقطعوا فیہا اوتارکم" ازانجملہ حدیث خباب بن الارت ہے "ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتنۃ القاعد فیہا خیرٌ من القائم والقائم خیرٌ من الماشی" اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں ہے:۔ "المضطجع فیہا خیر من القاعد والقاعد خیر من الماشی" الحدیث ازانجملہ حدیث ابی ہریرہ ہے:۔ "ایہا الناس اظلکم فتن کانہا قطع اللیل المظلم" اور حدیث ابی بکرہ میں ہے "الا انہا ستکون فتن الا انہا ثم تکون فتنۃ القاعد فیہا خیر من القائم" ازانجملہ حدیث محمد بن مسلمہ ہے قلت یا رسول اللہ کیف اصنع اذ المصلون قال تخرج بسیفک الی الحرۃ فتضربہا بہ ثم تدخل بیتک" الحدیث۔ ازانجملہ حدیث حسن بن علی رض ہے:۔ "ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رای بنی امیہ یخطبون علی منبرہ رجلاً فساءہ ذلک فنزلت انا اعطیناک الکوثر" ازانجملہ حدیث وائل بن حجر ہے "رفع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم راسہ نحو المشرق فقال اتکم الفتن کقطع اللیل المظلم فشدد امرھا وعجلہ وقبحہ فقلت لہ من بین القوم یا رسول اللہ ما الفتن قال یا وایل اذا اختلف سیفان فی الاسلام فاعتزلہما" ازانجملہ حدیث مرہ بن کعب ہے:۔ "ذکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فتنۃ فقربہا فمر رجلٌ مقنعٌ فی ثوب فقال ھذا یومئذٍ علی الھدیٰ فاذا ھو عثمانُ" ازانجملہ حدیث علی مرتضیٰ ہے:۔ قال متاعھد الی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ان الامۃ ستغدر بی بعدہ" ازانجملہ حدیث ابن عباس ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لعلیؓ انک ستلقی بعدی جہداً قال فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک" ازانجملہ حدیث علی مرتضیٰ رض ہے:۔ "اخرہ ان تومروا علیاً ولا اراکم فاعلین تجدوہ ھادیاً مھدیاً یاخذ بکم الطریق المستقیم" ازانجملہ حدیث جابر بن سمرہ ہے:۔ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلی انک موٴمر مستخلف وان ھذہ مخضبۃ من ھذہ یعنی لحیتہٗ من راسہ" ازانجملہ حدیث حذیفہ ہے:۔ "ذکر فتنتین وھدنۃ فقال فی الفتنۃ الاولی جاءنا اللہ بعد ھذا الخیر من ستر قال نعم دعاۃٌ الی ابواب جہنم" حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ فتنہ اولیٰ میں کوئی صحابی جنگ بدر میں شریک ہونے والا اور فتنہ ثانیہ میں جنگ اُحد میں شریک ہونے والا کوئی صحابی باقی نہ رہا۔

بغوی رح نے بیان کیا ہے فتنہ اولیٰ سے مقتل حضرت عثمان رض اور فتنہ ثانیہ سے واقعہ حرّہ مراد ہے۔

ازانجملہ حدیث عبداللہ بن مسعود ہے:۔ "انکم سترون بعدی اثرۃً وامورًا تنکرونہا" الحدیث۔ ازانجملہ حدیث ابی ذر:۔ "کیف انت اذا کانت علیک امراءٌ یمیتون الصلوٰۃ یوخرونہا عن وقتہا" وایضاً حدیث "کیف انت اذا احمر الدم احجار الزیت" ازانجملہ حدیث ابی سعید خدری ہے:۔ "یوشک ان یکون خیر مال المسلم الغنم یتبع بہا شعف الجبال" ازانجملہ حدیث ابی ثعلبہ الخشنی ہے۔ "اخرہ فان ورائکم ایام الصبر فمن صبر فیہن کان لمن قبض علی الجمرۃ" ازانجملہ حدیث عبداللہ بن عمر ہے "کیف انت اذا

بقیت فی حسالۃ من الناس مرجت عہودھم و اماناتھم واختلفوا فکانوا ھکذا و شبک بین اصابعہ"۔ الحدیث۔ ازانجملہ حدیث ابن مسعود ہے۔ اور مرفوعاً روایت کی گئی ہے:"مامن نبی بعثہ اللہ فی امتہ من قبلی الا کان لہ من امتہ حواریون و اصحاب یاخذون بسنتہ و یقتدون بامرہ ثم انہا تخلف من بعدہ خلوف یقولون مالا یفعلون و یفعلون مالا یومرون فمن جاھدھم بیدہ فہو مومن"۔ الحدیث۔ ازانجملہ حدیث ذی الزواید ہے"یقول سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع امرالناس ونہاھم ثم قال الاھل بلغت قالوا اللھم نعم ثم قال اذا تجاحفت قریش الملک فیما بینہا و عاد العطاء برشاً فدعوہ"۔ ازانجملہ حدیث عرباض بن ساریہ ہے:"ذکر خطبتہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم فیہا و سترون من بعدی اختلافاً شدیداً فعیلکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین عضوا علیہا بالنواجذ"۔

بالجملہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کا حکم فرمایا ہے اسی طرح یہ بھی ہم یقیناً جانتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ مابعد کی توصیف فرمائی ہے۔ اور اُسے زمانہ عافیت سے شمار فرمایا ہے۔ اور اس زمانہ کی خلافت کو خلافت رحمت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور اس سے بعد کے زمانہ کی مذمت فرمائی ہے۔ اور اُسے زمانہ فتنہ وفساد اور زمانہ ابتلا فرمایا ہے۔ اور اس زمانہ کی حکومت کو ملک عضوض، زمانہ اول الذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال و جہاد کرنے اور امامِ وقت کے جھنڈے تلے جمع ہونے کی ترغیب و تاکید فرمائی۔ اور زمانہ آخرالذکر میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے زرہ اور کمانیں توڑ ڈالنے اور لوگوں سے کنارہ کش ہونے کا حکم فرمایا۔ اسی طرح ہم یقیناً جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی۔ عذابِ قبر حق ہے۔ دجال پیدا ہوگا، حضرت امام مہدی ۴ پیدا ہوں گے، اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، اسی طرح ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قتلِ حضرت عثمان غنیؓ اور نیز ان واقعات کی طرف جو اس پر مترتب ہونے والے تھے، اشارہ فرمایا۔ اور اس زمانہ کو فتنہ اولے کے نام سے موسوم فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ان واقعات کی طرف اشارہ کرنا بقرائین کثیرہ ثابت ہے۔ چنانچہ حدیث:"تدور رحی الاسلام بخمس وثلاثین سنتہ" سے فتنہ کی طرف، اور حدیث:"الا ان الفتنۃ ھناحیث تطلع قرن الشیطان" سے مکان ظہور فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور حدیث"حتی تقتلوا امامکم و تجتلدوا باسیافکم ویرث دینا کم شرارکم" سے مکان فتنہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق اکبرؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور ذوالنورین کے عہد خلافت کو خلافت و رحمت سے تعبیر فرمایا۔ اسی طرح حدیث ولا اُراکم فاعلین سے عدم انتظام خلافت حضرت علی مرتضیٰؓ کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ قوم ان پر مجتمع نہ ہوگی۔ الی غیر ذالک من الاشارات

جو اللہ تعالیٰ نے اسلام کی تمثیل میں بیان فرمائی "ذلک مثلھم فی التوراۃ ومثلھم فی الانجیل کزرع اخرج شطاٴہ فاٰزرہ فاستغلظ فاستوٰی علٰے سوقہ یعجب الزراع لیغیظ بھم الکفار۔ وعد اللہ الذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت منھم مغفرۃً واجراً عظیماً (دیکھو سورۃ الفتح رکوع آخر۔ اس کا ترجمہ مع تفسیر فصل سوم میں گزر چکا مترجم)

اور آخر الذکر کی مثال ایک نجار کامل کی ہے کہ لکڑی کو چھیلتا ہو اور اتفاق سے بسُولہ اس کے پیر پر لگ جائے تو اس حالت میں یہ امر ضروری ہو گا کہ وہ اپنے شغل نجاری کو ترک کر کے اپنے پیر کے علاج میں مصروف ہو۔ ناظرین اس مبحث میں غلطی نہ کھائیں اور اس دقیق نکتہ کو بغور سمجھیں اور اُسے اس کے محل پر رکھیں نہ غیر محل پر۔ میری غرض اس نکتہ کے بیان سے یہ نہیں ہے کہ حضرت علی مرتضیٰؓ خلیفہ نہ تھے یا شرعاً آپ کی خلافت منعقد نہیں ہوئی۔ اور یا ان حروب وجنگوں میں جو آپ کو پیش آئیں۔ آپ کی سعی لوجہ اللہ نہ تھی "اعوذ باللہ من جمیع ماکرہ اللہ" بلکہ میرا مقصود اس نکتہ کے بیان سے یہ ہے کہ ان حروب وجنگوں میں جارحہ فیض الٰہی ہونے کی فضیلت آپ کے لیے ظاہر نہیں ہوئی۔ ورنہ خیریت اصلاح خلق ظہور میں آتی۔ گو فقہاء و متکلمین اس نکتہ کی تقریر سے قاصر رہے ہیں اور اثباتاً ونفیاً انہوں نے اس کے متعلق کوئی گفتگو نہیں کی ہے۔ مگر فقہائے صحابہ کرامؓ نے ببرکت صحبتِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نکتہ کو تفہیم کیا ہے اور احادیث صحیحہ میں اس کی طرف اشارہ واقع ہوا ہے۔ مثلاً حدیث ابن عباسؓ "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلیؓ اما انک ستلقٰے بعدی جھداً قال فی سلامۃ من دینی قال فی سلامۃ من دینک" اور حدیث جابر بن سمرہ: "قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلے انک مؤمّرٌ مستخلفٌ ومقتول وان ھٰذہ مخضوبۃٌ من ھٰذہ یعنے لحیتہ من راسہ"۔ اور حدیث سمرہ بن جندبؓ "اخرہ ثم جاء علی فاخذ بعراقیھا فانتشطت وانتضح علیہ منھا شئی"۔ اور حدیث ابی ہریرہؓ "الخلافۃ بالمدینۃ والملک بالشام"۔ وغیر ذالک من احادیث الفتن ۱۲ مترجم۔

مقصد اوّل کتاب ہذا جو اصل کتاب کا پہلا حصہ ہے عبارت "اور احادیث میں اس کی طرف اشارہ واقع ہوا ہے" پر ختم ہوا۔ مگر سیاق وسباق بتلاتا ہے کہ اس کے بعد بھی کچھ عبارت ہونی چاہیے جو کسی نسخہ میں پائی نہیں گئی۔ پھر "دلائل عقلیہ" سے اثبات والا حصہ بھی موجود نہیں۔ معلوم ہونا چاہیے کہ شاہ صاحبؒ نے فصل ہشتم کو دو۲ مقصدوں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلا مقصد بھی ناتمام ہے اور دوسرا مقصد ادلہ عقلیہ سے اثبات افضلیت شیخین بالکل غائب ہے۔ اب دو شکلیں ہیں۔ کہ مصنف علیہ الرحمۃ اس کے بعد کچھ اور لکھنا چاہتے تھے مگر انہیں اس کا موقعہ نہیں ملا۔ یہی حال حصۂ دوم کا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقصد اوّل ومقصد دوم کے آخر وہ عبارت یا الفاظ موجود نہیں جو مصنفین ومؤلفین اپنی کتاب کے آخر میں لکھا کرتے ہیں۔ اور جیساکہ خود شاہ صاحبؒ کا بھی قاعدہ ہے) یا یہ حصّہ "کتاب سے کہیں ضائع ہو گیا۔ جیساکہ ظن غالب ہے۔ (دیکھئے نوٹ، برابتدا فصل ہشتم)

"والصلوٰۃ والسلام علٰی عبادہ الصالحین ؛ والحمد للہ رب العالمین"

ساجد رقم صدیقی غفرلہ

مشکوٰۃ شریف
مترجم اردو
چھ ہزار سے زائد احادیث نبوی کا انمول ذخیرہ
درحقیقت یہ کتاب حدیث شریف کی گیارہ کتابوں
بخاری مسلم، ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ، نسائی، مؤطا امام مالک
امام احمد، امام شافعی، امام بیہقی اور دارمی کا بے مثال انتخاب ہے،
ایک کالم میں اصل عربی مع اعراب اور اس کے مقابل دوسرے
کالم میں بامحاورہ سلیس اردو ترجمہ کیساتھ تین جلدوں میں مکمل
شائع کی گئی ہے۔ الگ الگ حصے بھی مل سکتے ہیں
قیمت مجلد، فی جلد آٹھ روپے۔ محصول ڈاک یک مجریہ
کامل مجلد در تین جلد، چوبیس روپے۔
محمد سعید اینڈ سنز تاجران کتب قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی